

فتاویٰ علم ساریہ

جلد - ۲

— تیار کردہ —



منتخب علماء ہند



— زیر سرپرستی —

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی

— زیر نگرانی —

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم السدوی

— باہتمام —

منظمۃ السلام العالمیۃ

مہمانی۔ الہند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۲)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق مارچ ۲۰۱۴ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	:	محمد رضا اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الہند

یہ کتاب ”منظمة السلام العالمية“ کی
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com

Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب الطہارۃ

۴۴	----	۵	فہرست مضامین
۴۸	----	۴۵	پیش لفظ، عرض مرتب، کلمۃ الشکر
۵۳	----	۴۹	تأثرات
۹۸	----	۵۵	متفرقات وضو
۱۵۲	----	۹۹	موزوں پر مسح کے احکام
۱۹۰	----	۱۵۳	فرائض غسل
۲۰۰	----	۱۹۱	سنن غسل
۲۲۲	----	۲۰۱	مستحبات و آداب غسل
۲۶۳	----	۲۲۳	موجبات غسل
۲۸۶	----	۲۶۵	جنابت کے احکام
۲۹۳	----	۲۸۷	متفرقات غسل
۳۳۸	----	۲۹۵	معذور کے احکام
۳۵۰	----	۳۳۹	معذور کے لیے مسح کے احکام
۴۲۵	----	۳۵۱	تیمم کے مسائل
۴۷۰	----	۴۲۷	مسائل حیض
۴۸۹	----	۴۷۱	مسائل نفاس
۵۰۰	----	۴۹۰	مسائل استحاضہ
۵۱۷	----	۵۰۱	عورتوں کے سیلان رحم و رطوبت کے احکام
۵۵۲	----	۵۱۹	پانی کی پاکی و ناکی کے احکام
۵۵۴	----	۵۵۳	اردو کتب فتاویٰ
۵۶۰	----	۵۵۵	مصادر و مراجع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ
فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا
بُرُءُؤُسَكُمْ وَارْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ
وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾

(سورة المائدة: ٦)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

فہرست عناوین (۵-۴۴)

۴۵	(الف) پیش لفظ از مولانا سامہ شمیم ندوی از ہری صدر المجلس العالمی للفقہ الاسلامی، مومبائی
۴۷	(ب) عرض مرتب
۴۸	(ج) کلمۃ الشکر از جناب انجنیر شمیم احمد، سرپرست منظمۃ السلام العالمیۃ مومبائی
۴۹	(د) تاثرات از حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
۵۰	(ه) تاثرات از حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند
۵۱	(و) تاثرات از حضرت مولانا محمد ایوب ندوی جمعیۃ السنۃ العلمیۃ والخیرۃ الہند، بھٹکل کرناٹک
۵۲	(ز) تاثرات از حضرت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب امیر جماعت اسلامی ہند
۵۳	(ح) تاثرات از حضرت مولانا احمد دیلوی، جمبوسر، گجرات

متفرقات وضو (۵۵-۹۸)

۵۵	(۱) وضو کے پانی کی مقدار
۵۵	(۲) وضو اور غسل میں پانی کی مقدار کیا ہے
۵۶	(۳) وضو کے لیے کتنا پانی چاہیے
۵۶	(۴) اعضاء وضو کو تین بار سے زیادہ دھونا
۵۷	(۵) وضو علی الوضو کو ”نور علی نور“ کب کہا جائے گا
۵۸	(۶) عشا کے وضو سے نماز فجر
۵۸	(۷) پلاسٹک کا ہاتھ اور وضو

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۸)	مصنوعی ہاتھ پر وضو	۵۹
(۹)	وضو کرتے وقت اور بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت تعوذ کا حکم	۵۹
(۱۰)	وضو کے وقت لوٹا پکڑنے اور رکھنے کا طریقہ	۶۰
(۱۱)	وضو کے بعد لوٹا سیدھا رکھا جائے یا اوندھا	۶۰
(۱۲)	کانسی اور پیتل کے لوٹے سے وضو جائز ہے یا نہیں	۶۰
(۱۳)	پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے کہ نہیں	۶۱
(۱۴)	مٹی کا لوٹا جو استنجا کے لئے ہو، اس سے وضو کیا جاسکتا ہے یا نہیں	۶۱
(۱۵)	بوقت معذوری بائیں ہاتھ سے وضو میں کام لینا	۶۱
(۱۶)	پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا ضروری نہیں	۶۱
(۱۷)	وضو کے اندر کوئی عضو خشک رہ جائے تو اسی عضو کو دھوئے یا دوبارہ وضو کرے	۶۲
(۱۸)	میل اور مٹی جو ناخنوں میں ہو وضو کی صحت سے مانع نہیں	۶۲
(۱۹)	وضو کے بعد آمینہ دیکھنا اور تولیہ استعمال کرنا	۶۲
(۲۰)	امام صاحب کا وضو اور استنجا کے لیے پانی بھر کر رکھنا	۶۳
(۲۱)	بلا وضو سجدہ تلاوت سے متعلق ایک روایت	۶۳
(۲۲)	نماز جنازہ کے وضو سے نماز پنجگانہ پڑھنے کا حکم	۶۴
(۲۳)	نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے وضو سے نماز	۶۵
(۲۴)	جنازہ کے لئے کئے گئے وضو سے فرض نماز کی ادائیگی	۶۵
(۲۵)	ایک وضو سے کتنی نمازیں پڑھ سکتے ہیں	۶۶
(۲۶)	نماز جنازہ کے بعد تازہ وضو ضروری ہے یا نہیں	۶۶
(۲۷)	جنازہ کے لئے کئے گئے وضو سے نماز فرض کی ادائیگی	۶۷
(۲۸)	غسل کے وضو سے فرض و واجب کی ادائیگی	۶۷
(۲۹)	بدون نیت نہانے سے وضو ہو جائے گا	۶۷
(۳۰)	جنابت والے وضو سے نماز پڑھنی جائز ہے	۶۸

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۱)	قبر کے اوپر وضو کرنے کا حکم	۶۸
(۳۲)	گوبر لگا ہوا ہاتھ گھڑے میں ڈالے تو اس برتن کے پانی سے وضو جائز ہوگا یا نہیں	۶۸
(۳۳)	اگر تالاب نزدیک ہو تو کیا تالاب ہی سے وضو کرنا چاہئے	۶۹
(۳۴)	جس لوٹے میں مسواک ڈالی جائے اس پانی سے وضو بلا کراہت درست ہے	۶۹
(۳۵)	ڈھیکلی کے پانی سے وضو جائز ہے	۶۹
(۳۶)	سرکاری نہر سے وضو جائز ہے	۷۰
(۳۷)	سپلائی کے پانی سے وضو	۷۰
(۳۸)	استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے	۷۰
(۳۹)	عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا	۷۱
(۴۰)	پانی میں پاک چیز مل جائے اور پانی مغلوب ہو جائے تو اس سے وضو جائز ہے یا نہیں	۷۱
(۴۱)	پانی میں رنگ کی بو آگئی تو اس سے وضو درست ہے	۷۲
(۴۲)	پلوں یا ناک کا میل پڑنے والے پانی سے وضو	۷۲
(۴۳)	تازہ پانی کے ہوتے ہوئے مٹکے کے پانی سے وضو جائز ہے	۷۲
(۴۴)	بدبودار پانی سے وضو کا حکم	۷۳
(۴۵)	پاک حقہ کے پانی سے وضو درست ہے	۷۳
(۴۶)	حقہ کے پانی سے وضو	۷۳
(۴۷)	دودھ، چھاپھا اور شوربہ سے وضو	۷۴
(۴۸)	غیر نمازی کے بھرے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے	۷۵
(۴۹)	کوئی بدعتی پانی دیدے تو اس سے وضو درست ہے	۷۵
(۵۰)	شیعہ یا مرزائی سے پانی لے کر وضو کرنا	۷۵
(۵۱)	ریل کے بیت الخلا میں وضو کرنا درست ہے	۷۶
(۵۲)	نماز کی تیاری کے لیے غسل خانہ میں بیٹھ کر وضو بنانا کیسا ہے	۷۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

- (۵۳) حمام میں برہنہ وضو ۷۶
- (۵۴) غسل کرتے وقت بغیر لباس وضو کا حکم ۷۷
- (۵۵) برہنہ وضو کرنے سے بھی وضو ہو جاتا ہے ۷۷
- (۵۶) زمین پر نجاست نہ ہو تو بھیگا پیر رکھنے سے پیر نجس نہیں ہوگا ۷۷
- (۵۷) ترپاؤں کا کسی جگہ ڈال دینا اس کو نجس نہیں کرتا ۷۸
- (۵۸) اعضاء وضو پر تری کے ساتھ مصلیٰ پر جانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل ۷۸
- (۵۹) سوتے وقت وضو یا تیمم ۷۹
- (۶۰) وضو کے بعد بوسہ ۷۹
- (۶۱) اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو ۷۹
- (۶۲) چائے و پان کے بعد بغیر کلی کے نماز پڑھنا ۸۰
- (۶۳) مہندی کے بعد وضو ۸۰
- (۶۴) سرخی، پاؤڈر، کریم کی موجودگی میں وضو کا حکم ۸۱
- (۶۵) ہاتھ پیر میں تیل لگایا، اس کا وضو ہوا یا نہیں ۸۱
- (۶۶) وضو میں بھوئیں، داڑھی اور مونچھ کے نیچے کھال کا دھونا ۸۱
- (۶۷) لمبی مونچھ والے کے وضو کا حکم ۸۲
- (۶۸) وضو کے بعد ہاتھ پاؤں پر صابن لگانے کا حکم ۸۲
- (۶۹) بے وضو ”نپاک“ نہیں کہلائے گا ۸۲
- (۷۰) تسبیح کے لیے وضو ۸۴
- (۷۱) بغیر وضو کے درود شریف ۸۴
- (۷۲) ذکر ہر حالت میں جائز ہے ۸۴
- (۷۳) بغیر وضو قرآن پڑھنا ۸۵
- (۷۴) بلا وضو تلاوت کرنا ۸۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۷۵)	قرآن و دینی کتابیں چھونے کے لیے وضو	۸۵
(۷۶)	غیر مسلم کا قرآن چھونا، قرآن کی کتابت کرنا اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنا جائز ہے	۸۶
(۷۷)	مس مصحف کے احکام	۸۷
(۷۸)	بلا طہارت قرآن چھونے کی حرمت کی دلیل پر شبہ کا جواب	۹۱
(۷۹)	بلا وضو آیات قرآنی اس طرح لکھنا کہ کاغذ پر ہاتھ نہ پڑے	۹۲
(۸۰)	ہر اس کتاب کو بلا وضو چھونے کا حکم جس میں آیات قرآنی ہوں	۹۲
(۸۱)	بے وضو قرآن کے خالی صفحہ کو ہاتھ لگانا جائز نہیں	۹۲
(۸۲)	قرآن مجید کے صفحہ میں جو جگہ خالی ہوا سے بھی بے وضو نہیں چھو سکتے	۹۳
(۸۳)	تفسیر اور پلاسٹک میں مجلد سورتوں کو چھونے کے لیے وضو	۹۳
(۸۴)	تفاسیر کے مطالعہ کے لیے وضو	۹۴
(۸۵)	تفسیر و ترجمہ کا بے وضو مس کرنا	۹۴
(۸۶)	کتب تفسیر کو بلا وضو چھونا	۹۵
(۸۷)	کتب تفسیر و حدیث کو بلا وضو چھونا	۹۵
(۸۸)	مواعظ کی کتابوں کو بلا وضو چھونا یا پڑھنا	۹۵
(۸۹)	اخبار میں لکھی ہوئی آیات قرآنی کو بے وضو چھونا	۹۶
(۹۰)	اخبارات اور دینی رسائل کو بلا وضو مس کرنے کا حکم	۹۶
(۹۱)	قرآن کے ٹیپ یا پلیٹ کو بے وضو ہاتھ لگانا	۹۷
(۹۲)	قرآن کریم کی کیسٹ بے وضو چھونا، ٹیپ کرنا نیز کتابت کرنا شرعاً کیسا ہے	۹۷
(۹۳)	قرآنی کیسٹ وغیرہ کو بلا وضو چھونے کی تحقیق	۹۸

موزوں پر مسح کے احکام (۹۹-۱۵۲)

(۹۴)	موزہ پر مسح کا ثبوت کیا ہے	۹۹
(۹۵)	کس طرح کے موزے پر مسح درست ہے	۱۰۰

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۹۶)	شرائط وقواعد مسح کیا ہیں	۱۰۱
(۹۷)	بلا وضو موزہ پہنے تو اس پر مسح درست نہیں	۱۰۲
(۹۸)	عورتیں بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہیں	۱۰۳
(۹۹)	موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ	۱۰۳
(۱۰۰)	موزوں پر مسح کی مدت	۱۰۵
(۱۰۱)	مسافر مدت اقامت پوری ہونے کے بعد مقیم ہو جائے تو مسح کا حکم	۱۰۶
(۱۰۲)	موزوں پر مسح کے چند احکام	۱۰۶
(۱۰۳)	ٹخنوں تک موزوں پر مسح کرنے کا حکم	۱۰۸
(۱۰۴)	بوٹ پر مسح کرنے کا حکم	۱۰۸
(۱۰۵)	صرف بوٹ دھویا جائے پاؤں نہیں، کیا وضو ہوتا ہے	۱۰۹
(۱۰۶)	انگریزی بوٹ پر مسح جائز ہے یا نہیں	۱۰۹
(۱۰۷)	انگریزی بوٹ جو پورے پاؤں کو چھپالے اس پر مسح کا حکم	۱۱۰
(۱۰۸)	فل بوٹ پر مسح درست ہے یا نہیں	۱۱۰
(۱۰۹)	ایسا جوتا جس کے اندر گرد و غبار نہ جاتا ہو اس پر مسح	۱۱۱
(۱۱۰)	ناپاک بوٹ پر مسح درست نہیں ہے	۱۱۲
(۱۱۱)	چمڑے کے موزے کے علاوہ موزہ پر مسح	۱۱۳
(۱۱۲)	جراہوں پر صحت مسح کے شرائط	۱۱۳
(۱۱۳)	کپڑے کی مروجہ جراہ پر مسح جائز ہے یا نہیں	۱۱۴
(۱۱۴)	کپڑے کی منعل جراہ پر مسح	۱۱۵
(۱۱۵)	اونی، سوتی، منعل جراہوں پر مسح	۱۱۹
(۱۱۶)	منعل و مجلد کی تشریح	۱۲۰
(۱۱۷)	منعل ہونے کا مطلب کیا ہے	۱۲۰

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۱۱۸)	سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں	۱۲۱
۱۱۹)	جورین پر مسح	۱۲۱
۱۲۰)	جراہوں اور سوتی موزوں پر مسح کا حکم	۱۲۲
۱۲۱)	جراہوں پر مسح جائز ہے یا نہیں	۱۲۴
۱۲۲)	جراہ پر مسح کرنا	۱۲۴
۱۲۳)	جراہوں پر مسح کے شرائط	۱۲۶
۱۲۴)	جراہ پر مسح جائز ہے یا نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں	۱۲۶
۱۲۵)	نائیلون کے موزے پر مسح کا حکم	۱۲۸
۱۲۶)	نائیلون یا سوتی موزوں پر مسح درست ہے یا نہیں	۱۲۸
۱۲۷)	سوت یا ریشم یا اون کے موزوں پر مسح کرنا درست ہے یا نہیں	۱۲۹
۱۲۸)	کرچ کے موزہ پر مسح درست ہے	۱۳۰
۱۲۹)	رسالہ نیل المآرب فی المسح علی الجوارب	۱۳۱
۱۳۰)	موزہ پر بوٹ ہو تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں	۱۳۸
۱۳۱)	جراہوں کے ہوتے ہوئے موزوں پر مسح کا حکم	۱۳۸
۱۳۲)	جراہ سوتی کے اوپر چڑے کا موزہ پہن کر اس پر مسح	۱۳۹
۱۳۳)	چرمی موزے کے نیچے جراہ ہو تو مسح جائز ہے	۱۳۹
۱۳۴)	جس سوتی موزے پر چڑھا جوتے کے برابر چڑھا لیا گیا ہے اس پر مسح جائز ہے یا نہیں	۱۵۰
۱۳۵)	جراہ جو بغیر باندھے ٹھہری رہے اور اس پر دوسری جراہ پہنے، تو اس پر مسح درست ہوگا یا نہیں	۱۵۰
۱۳۶)	چند باریک جراہیں تہہ بہ تہہ پہن لے تو مسح جائز ہے یا نہیں	۱۵۰
۱۳۷)	پلاسٹک کے موزے پر جراہ ہو تو مسح جائز نہیں	۱۵۱
۱۳۸)	پلاسٹک کے موزے استعمال کرنے کا حکم	۱۵۲

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

فرائض غسل (۱۵۳-۱۹۰)

- ۱۵۳ (۱۳۹) غسل کے فرائض ادا کئے بغیر غسل نہیں
- ۱۵۳ (۱۴۰) غسل میں غرغره فرض ہے یا کلی
- ۱۵۴ (۱۴۱) غسل میں غرغره ضروری نہیں
- ۱۵۴ (۱۴۲) روزہ میں غسل جنابت میں کلی کرے یا غرغره
- ۱۵۵ (۱۴۳) غسل کے کچھ پہلے والا غرغره کافی ہوگا یا نہیں
- ۱۵۵ (۱۴۴) غسل کے مضمضہ واستنشاق کو پہلے کر لیا جائے تو کیا حکم ہے
- ۱۵۵ (۱۴۵) ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا کتنی مرتبہ فرض ہے
- ۱۵۶ (۱۴۶) منہ کے اندر و ظاہر کے حدود کیا ہیں
- ۱۵۶ (۱۴۷) منہ بھر پانی پی لیا تو کلی کا فرض ادا ہو گیا
- ۱۵۷ (۱۴۸) غسل میں کلی کرنا یا د نہ رہا تو جب یاد آئے کر لے
- ۱۵۷ (۱۴۹) غسل میں کلی بھول گیا
- ۱۵۷ (۱۵۰) غسل میں دانت کی میخوں کا حکم
- ۱۵۸ (۱۵۱) غسل میں چاندی کے تار کا حکم جو دانت میں ہے
- ۱۵۸ (۱۵۲) عارضی دانت کا غسل میں نکالنا ضروری ہے یا نہیں
- ۱۵۸ (۱۵۳) جو دانت گر گیا اور اسے اٹھا کر تار سے جمادیا، غسل جنابت میں کیا کوئی حرج ہے
- ۱۵۹ (۱۵۴) غسل میں مصنوعی دانتوں کا حکم
- ۱۵۹ (۱۵۵) مصنوعی دانت لگا کر وضو و غسل
- ۱۶۰ (۱۵۶) غسل میں مصنوعی دانت نکالنے کا حکم
- ۱۶۰ (۱۵۷) دانت کی کیل غسل کے لیے مانع نہیں
- ۱۶۱ (۱۵۸) داڑھ میں چاندی بھرنا مانع غسل ہے یا نہیں

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۵۹)	سونے کا دانت لگانا اور غسل کا حکم	۱۶۱
(۱۶۰)	دانت پر خول اور غسل کا حکم	۱۶۲
(۱۶۱)	دانت پر کسی بھی چیز کا خول لگانے کی صورت میں وضو و غسل	۱۶۲
(۱۶۲)	دانتوں پر سونا یا چاندی وغیرہ کا خول اور وضو و غسل کا حکم	۱۶۳
(۱۶۳)	غسل کے وقت کھوکھلے دانت میں پانی پہنچانا فرض ہے یا نہیں	۱۶۴
(۱۶۴)	داڑھ میں مسالہ بھرا ہوا تو غسل کا حکم	۱۶۴
(۱۶۵)	دانت کے سوراخ کو مصالحہ سے پر کرنا مانع غسل نہیں ہے	۱۶۵
(۱۶۶)	ڈلی دانت میں رہتے ہوئے غسل کا حکم	۱۶۶
(۱۶۷)	وضو اور غسل کی حالت میں منہ کے اندر کوئی ریزہ ہو اور نہ نکالے تو غسل درست ہے یا نہیں	۱۶۶
(۱۶۸)	چھالی اٹک جائے تو اس کے ساتھ غسل ہو جاتا ہے یا نہیں	۱۶۶
(۱۶۹)	دانتوں پر مٹی لگانا	۱۶۶
(۱۷۰)	مرد یا عورت کے لیے مٹی لگانے کا حکم	۱۶۸
(۱۷۱)	غسل میں جمی ہوئی مٹی مانع طہارت ہے	۱۶۸
(۱۷۲)	دانتوں کے اندر اگر منجن وغیرہ گھس جاوے تو غسل کا حکم	۱۶۸
(۱۷۳)	دانتوں میں دوا جم جائے تو غسل جنابت میں کیا کرے	۱۶۹
(۱۷۴)	کٹھے یا مٹی کا رنگ دانتوں میں جم جائے تو غسل جنابت میں کیا کرے	۱۶۹
(۱۷۵)	کیا غسل میں ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے	۱۷۰
(۱۷۶)	غسل کرتے وقت ناک دھونے کا حکم	۱۷۰
(۱۷۷)	غسل میں پانی سونگھ کر ناک میں چڑھانے کا حکم	۱۷۱
(۱۷۸)	غسل میں ناک کے اندر پانی پہنچانے کی حد	۱۷۱
(۱۷۹)	کان اور ناک کے سوراخ میں پانی پہنچانے کا حکم	۱۷۲
(۱۸۰)	بوقت غسل کان کے سوراخ میں پانی پہنچانے کا حکم	۱۷۳

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۸۱)	غسل کرتے وقت جہاں پانی پہنچنا مشکل ہو تو اس کا حکم	۱۷۳
(۱۸۲)	حشفہ کے ارد گرد سوراخوں میں پانی نہ پہنچنے کی صورت میں غسل کا حکم	۱۷۴
(۱۸۳)	غسل میں تمام بدن دھونا فرض ہے، اس کے بغیر غسل نہیں ہوتا	۱۷۴
(۱۸۴)	غسل جنابت میں پورے جسم کا دھونا ضروری ہے	۱۷۵
(۱۸۵)	کیا غسل جنابت میں کندھے سے نہانا کافی ہوگا	۱۷۵
(۱۸۶)	دوران غسل سر پر مسح کرنا کافی نہیں	۱۷۶
(۱۸۷)	غسل میں سر پر پانی ڈالنا نقصان دہ ہو تو مسح کرنا درست ہے یا نہیں	۱۷۶
(۱۸۸)	غسل میں آنکھ کے اندر پانی پہنچانے کا حکم	۱۷۷
(۱۸۹)	غسل فرض میں ناف میں انگلی ڈالنے کا حکم	۱۷۷
(۱۹۰)	غسل میں فرج خارج کو دھونا فرض ہے	۱۷۷
(۱۹۱)	غسل کے وقت عورت کو شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو دھونا ضروری نہیں	۱۷۸
(۱۹۲)	عورت کے لیے بال کی جڑ میں پانی پہنچانا ضروری ہے	۱۷۸
(۱۹۳)	عورت کے لئے غسل میں بالوں کی جڑیں تر ہو جانا کافی ہیں	۱۷۹
(۱۹۴)	بوقت غسل عورت کے لئے بالوں کا کھولنا	۱۷۹
(۱۹۵)	غسل جنابت میں عورت کو چوٹی کا کھولنا ضروری ہے یا نہیں	۱۸۰
(۱۹۶)	غسل میں عورت کے بالوں کا حکم	۱۸۱
(۱۹۷)	مصنوعی بالوں کا وضو و غسل میں حکم	۱۸۱
(۱۹۸)	بالوں میں فینشی رنگ لگایا ہو تو غسل ہوگا یا نہیں	۱۸۲
(۱۹۹)	دوائی کے ذریعہ بالوں کو بھورا بنانا اور غسل کا حکم	۱۸۲
(۲۰۰)	مہندی لگانے کے بعد غسل	۱۸۳
(۲۰۱)	زخم پر کسی دوا کے چپک جانے کی حالت میں غسل کا حکم	۱۸۳
(۲۰۲)	ہاتھ پر مشین سے نام لکھوانا منع غسل و وضو نہیں	۱۸۴

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۰۳)	بازو میں مصالحہ سے نام لکھنا منع غسل و وضو نہیں ہے	۱۸۵
(۲۰۴)	جسم پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہو تو غسل کا حکم	۱۸۵
(۲۰۵)	ناخن پر سرخی جم جائے تو کیا حکم ہے	۱۸۶
(۲۰۶)	ناخن پالش والی میت کی پالش صاف کر کے غسل دیں	۱۸۶
(۲۰۷)	مصنوعی اعضاء، پلاسٹر اور زخم پر پٹی ہونے کی صورت میں غسل و وضو کے احکام	۱۸۶
(۲۰۸)	غسل جنابت میں سر کا تیل چھڑانا ضروری نہیں	۱۸۷
(۲۰۹)	سر پر پرندہ کی بیٹ چھڑانا ضروری ہے	۱۸۸
(۲۱۰)	بدن پر تیل ملنے کے بعد غسل جنابت کا حکم	۱۸۸
(۲۱۱)	جسم پر تیل لگا کر غسل کرنے سے غسل ہوگا یا نہیں	۱۸۹
(۲۱۲)	بدن کی پاکی کے لئے ملنے، رگڑنے اور خشک کرنے کا حکم	۱۹۰

سنن غسل (۱۹۱-۲۰۰)

(۲۱۳)	غسل اور وضو میں پانی کی مقدار کیا ہے	۱۹۱
(۲۱۴)	غسل کا طریقہ	۱۹۲
(۲۱۵)	غسل کا مسنون طریقہ	۱۹۳
(۲۱۶)	طریقہ غسل کیا ہے	۱۹۴
(۲۱۷)	غسل سے پہلے وضو کرنے کی تفصیل	۱۹۶
(۲۱۸)	غسل کے اندر جو وضو کی جاتی ہے اس سے فرائض بھی پڑھ سکتے ہیں	۱۹۷
(۲۱۹)	غسل کے بعد دوبارہ وضو کرنے کا حکم	۱۹۷
(۲۲۰)	غسل کے لئے نیت شرط نہیں ہے	۱۹۸
(۲۲۱)	غسل میں نیت بھول جائے تو غسل ہوگا یا نہیں	۱۹۸
(۲۲۲)	خلاف سنت غسل سے پاکی	۱۹۸

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

(۲۲۳) غسل کی نیت پڑھ کر پھونکے ہوئے پانی سے غسل ۱۹۹

(۲۲۴) معذور یا غیر معذور غسل جمعہ کے بجائے تیمم کر لے تو مؤدی بالسنۃ ہوگا یا نہیں ۱۹۹

مستحبات و آداب غسل (۲۲۲-۲۰۱)

(۲۲۵) غسل خانہ میں دخول و خروج کا طریقہ اور دعا ۲۰۱

(۲۲۶) غسل کے وقت دعا پڑھنا ۲۰۱

(۲۲۷) افعال غسل میں دعائیں ۲۰۲

(۲۲۸) منسلک باتھ روم میں دعا ۲۰۲

(۲۲۹) غسل خانہ میں برہنہ شخص دعائیں پڑھے یا نہیں ۲۰۳

(۲۳۰) برہنہ غسل کر رہا ہو تو ”بسم اللہ“ زبان سے نہ پڑھے ۲۰۳

(۲۳۱) برہنہ غسل کر رہے ہوں تو استقبال قبلہ نہ کریں ۲۰۴

(۲۳۲) خلوت میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے ۲۰۴

(۲۳۳) کھلی جہ میں ننگے غسل کرنا کیسا ہے ۲۰۵

(۲۳۴) تنہائی میں برہنہ ہو کر غسل کرنے کا حکم ۲۰۶

(۲۳۵) برہنہ غسل پھر وہیں وضو ۲۰۶

(۲۳۶) بے لباس غسل کا حکم ۲۰۷

(۲۳۷) لنگی کے ساتھ غسل کرنا احوط ہے ۲۰۷

(۲۳۸) تولیہ باندھ کر غسل یا وضو ۲۰۸

(۲۳۹) جانگیہ پہن کر غسل اور وضو کرنا ۲۰۸

(۲۴۰) غسل فرض ہونے کی حالت میں لوگوں کے سامنے غسل جائز ہے یا نہیں ۲۰۸

(۲۴۱) میدان یا دریا و تالاب میں ننگے ہو کر نہانا درست ہے، یا نہیں ۲۰۹

(۲۴۲) غسل کے لیے ستر کھولنے کا حکم ۲۱۰

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۴۳)	دوران غسل باتیں کرنے کا حکم	۲۱۰
(۲۴۴)	غسل خانہ اور بیت الخلا میں بات چیت کرنے کا حکم	۲۱۱
(۲۴۵)	غسل خانے میں بات کرنے کا حکم	۲۱۱
(۲۴۶)	دوران غسل کوئی کتاب پڑھنا	۲۱۲
(۲۴۷)	کھڑے ہو کر غسل کرنا افضل ہے یا بیٹھ کر	۲۱۲
(۲۴۸)	غسل بیٹھ کر کرنا اولیٰ ہے	۲۱۳
(۲۴۹)	غسل خانہ میں پیشاب کرنا	۲۱۴
(۲۵۰)	غسل وضو میں حصہ ستر پر نظر پڑ جائے	۲۱۴
(۲۵۱)	غسل خانہ سے نکلنے کے بعد پیر دھونا	۲۱۵
(۲۵۲)	کیا ہر مباشرت کے لئے غسل لازمی ہے	۲۱۵
(۲۵۳)	شرمگاہ دھوئے بغیر دوبارہ وطی کرنا	۲۱۶
(۲۵۴)	بغیر غسل کئے دوسری بار جماع کرنا	۲۱۸
(۲۵۵)	ایک ہی شب میں دوبارہ ہمبستری سے پہلے اگر غسل نہ کرے تو کیا حکم ہے	۲۱۸
(۲۵۶)	جماع کے فوراً بعد غسل ضروری نہیں	۲۱۸
(۲۵۷)	جنابت کا غسل فوراً کرنا ضروری نہیں	۲۱۸
(۲۵۸)	غسل فرض میں تاخیر کر سکتے ہیں یا نہیں	۲۱۹
(۲۵۹)	رمضان میں فجر سے پہلے غسل نہ کر سکے تو کتنی تاخیر کر سکتا ہے	۲۱۹
(۲۶۰)	فجر سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے	۲۲۰
(۲۶۱)	شب عرفہ میں غسل کا حکم	۲۲۰
(۲۶۲)	روزانہ غسل کرنا	۲۲۱

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

موجبات غسل (۲۶۳-۲۲۳)

- ۲۶۳ مرد کے لیے اقل مدت بلوغ اور منی وغیرہ کے پاک کرنے کا طریقہ
- ۲۶۳ عمر کے لحاظ سے حد بلوغ کی مدت
- ۲۶۴ غسل کب واجب ہوتا ہے
- ۲۶۴ خروج منی سے غسل کا حکم
- ۲۶۴ ہمبستری کے بعد غسل کا حکم
- ۲۶۵ عورت کی منی نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں
- ۲۶۵ عورت کو شہوت سے منی نکلے تو غسل فرض ہے یا نہیں
- ۲۶۵ احتلام سے غسل
- ۲۶۶ دھات اور منی نکلنے سے غسل کا حکم
- ۲۶۶ بدن دبلوانے سے خروج مادہ اور وجوب غسل
- ۲۶۷ جاگتے ہوئے منی نکلے تو بھی غسل ہے
- ۲۶۷ بلا شہوت منی نکلے تو غسل فرض نہیں
- ۲۶۷ بلا شہوت انزال سے غسل واجب نہیں
- ۲۶۸ وجوب غسل کے لئے وفق منی شرط نہیں
- ۲۶۸ خواب میں احتلام ہو اور قرائن خارجیہ سے منی کا بغیر شہوت و وفق خارج ہونے کا یقین ہو
- ۲۶۹ سو کر اٹھنے والا لیس دار مادہ دیکھے تو کیا غسل واجب ہے
- ۲۶۹ نیند سے بیدار ہونے والے پر غسل کے واجب یا غیر واجب ہونے کی تفصیل
- ۲۷۰ نیند سے بیداری پر تری پانے کی کچھ دیگر صورتیں
- ۲۷۱ نیند سے بیدار ہونے کے کچھ دیر بعد رطوبت کا دیکھنا
- ۲۷۲ بیدار ہو نیپر تری دیکھی اور یقین ہے کہ وہ منی نہیں، تو غسل واجب ہو گا یا نہیں

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

(۲۸۳) عضو پر تری کا وجود موجب غسل ہے یا نہیں ۲۳۳

(۲۸۴) خواب میں جماع پر انزال نہیں ہوا، جاگنے کے بعد پیشاب میں سفید قطرات آنے کا حکم ۲۳۴

(۲۸۵) احتلام بھول جانے پر غسل اور نماز کا حکم ۲۳۵

(۲۸۶) منی اپنے مقرر سے شہوت کے ساتھ جدا ہو، تو جب بھی خارج ہوگی غسل واجب ہو جائے گا ۲۳۵

(۲۸۷) منی کو ہاتھ سے روک لیا اور شہوت ختم ہونے کے بعد نکال دی ۲۳۶

(۲۸۸) احتلام کے وقت منی کو روک لینے پر غسل کا حکم ۲۳۷

(۲۸۹) منی کو روک لیا جائے تو کیا حکم ہے ۲۳۷

(۲۹۰) منی نکلنے کے کچھ دیر بعد دوبارہ منی نکلے تو غسل واجب ہوگا یا نہیں ۲۳۸

(۲۹۱) بعد غسل منی نکلے تو کیا پھر غسل واجب ہے ۲۳۹

(۲۹۲) غسل کے بعد منی نکلنے کا حکم ۲۳۹

(۲۹۳) غسل کے بعد منی نکلنے پر غسل کرنے کا حکم ۲۴۰

(۲۹۴) غسل جنابت کے بعد فرج عورت سے منی نکلے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا ۲۴۰

(۲۹۵) احتلام کے بعد بغیر پیشاب کے غسل کرنا اور پھر پیشاب کرنا ۲۴۱

(۲۹۶) عورت کے تصور سے منی کا خروج، منی، ندی اور ودی کی تعریف اور مرض جریان کا حکم ۲۴۱

(۲۹۷) ندی یا ودی نکلنے کی صورت میں غسل ۲۴۳

(۲۹۸) ودی کا حکم ۲۴۴

(۲۹۹) مادہ منویہ کے نکلنے پر غسل اور دھونے کا حکم ۲۴۵

(۳۰۰) زنا اور اغلام وغیرہ سے بھی غسل واجب ہے ۲۴۵

(۳۰۱) دھوین کی لڑکی سے صحبت کر کے کیا کبھی پاک نہیں ہو سکتا ۲۴۵

(۳۰۲) زنا کے بعد غسل کتنی مرتبہ واجب ہے ۲۴۶

(۳۰۳) کندوم (ساتھی) کے ساتھ ایلاج موجب غسل ہے ۲۴۶

(۳۰۴) کپڑے کے ساتھ دخول سے غسل ہے یا نہیں ۲۴۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

(۳۰۵) کپڑا لپیٹ کر جماع سے غسل کی وجہ

(۳۰۶) کیا جماع کے بعد جب تک پیشاب نہ کرے پاک نہ ہوگا

(۳۰۷) مشمت زنی کرنے سے منی نکل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے

(۳۰۸) جلق موجب غسل اور مفسدِ صوم ہے یا نہیں

(۳۰۹) عورتوں کا انگلیوں کے ذریعہ سیکس کرنے سے غسل لازم ہے

(۳۱۰) عورت کی شرمگاہ میں بشہوت یا بغیر شہوت انگلی ڈالنے کی صورت میں وجوبِ غسل

(۳۱۱) عورت کی شرمگاہ میں ہاتھ یا انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہوگا یا نہیں

(۳۱۲) بغیر شہوت خود اپنی انگلی شرمگاہ میں ڈالے تو اس سے نہ غسل واجب ہوتا ہے اور نہ روزہ جاتا ہے

(۳۱۳) انگلی ڈالنے کی وجہ سے غسل نہیں ہے

(۳۱۴) اندر دوا ڈالنے سے غسل نہیں

(۳۱۵) عورت کا فرج میں دوا رکھنا موجب غسل ہے یا نہیں

(۳۱۶) انجکشن کے ذریعہ عورت کے رحم میں مادہ منویہ پہنچانے کی صورت میں غسل

(۳۱۷) ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے وجوبِ غسل کا حکم

(۳۱۸) سپاری کا کچھ حصہ داخل ہو تو عورت پر غسل ہے یا نہیں

(۳۱۹) نابالغ بالغہ سے جماع کرے تو غسل کس پر ہے

(۳۲۰) نابالغہ پر وطی کی صورت میں غسل نہیں

(۳۲۱) جانور سے وطی کرنے کی صورت میں غسل کا حکم

(۳۲۲) ران پر ذکر کو رکڑنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

(۳۲۳) ریزش اور خیزش بغیر لذت کے موجب غسل نہیں

(۳۲۴) شوہر یا بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

(۳۲۵) غیر محرم کو برہنہ دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

(۳۲۶) انیما کے عمل سے غسل واجب نہیں

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۲۷)	غسل کرتے وقت پیشاب کا قطرہ آجانا	۲۵۹
(۳۲۸)	کیا بدن پر چھپکلی گر جائے تو غسل واجب ہوگا	۲۵۹
(۳۲۹)	چھپکلی یا مکھی وغیرہ گر جائے تو غسل کا حکم	۲۶۰
(۳۳۰)	ناپاک چیز کے چھونے سے غسل واجب نہیں ہوتا	۲۶۱
(۳۳۱)	ناپاک کپڑے دھونے سے غسل	۲۶۱
(۳۳۲)	ناپاک کی تمام بدن میں لگ جائے تو غسل شرعی ضروری نہیں نجاست دور کرنا کافی ہے	۲۶۱
(۳۳۳)	بغیر پانی و کلوخ استنجا کرنے سے غسل	۲۶۲
(۳۳۴)	آبدست سے غسل واجب نہیں ہوتا	۲۶۲
(۳۳۵)	حجامت کے بعد غسل ضروری نہیں ہے	۲۶۲
(۳۳۶)	کیا میت کو غسل دلانے والے پر غسل واجب ہے	۲۶۳

جنابت کے احکام (۲۶۵-۲۸۶)

(۳۳۷)	جنابت کی وجہ سے غسل کیوں ضروری ہے	۲۶۵
(۳۳۸)	جنابت میں غسل کی حکمت	۲۶۵
(۳۳۹)	جنابت کی صورت میں پورے بدن کے غسل کا فلسفہ	۲۶۶
(۳۴۰)	حالت جنابت میں وضو سے کیا فائدہ	۲۶۷
(۳۴۱)	غسل جنابت کا وضو کب کرنا چاہیے	۲۶۷
(۳۴۲)	غسل جنابت سے پہلے وضو کرنے کا حکم	۲۶۷
(۳۴۳)	غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا ضروری نہیں	۲۶۸
(۳۴۴)	غسل جنابت میں بسم اللہ پڑھنی درست ہے یا نہیں	۲۶۹
(۳۴۵)	جنبی آدمی دعائیں پڑھ سکتا ہے	۲۶۹
(۳۴۶)	جنابت کی حالت میں سونا	۲۶۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۳۴۷) حالت جنابت میں کھانا، کھانا ۲۷۰

۳۴۸) جنابت کی حالت میں کھانا کھانے کا حکم ۲۷۰

۳۴۹) حالت جنابت میں بغیر غسل کے سحری کھالیا تو روزہ ہوگا یا نہیں ۲۷۱

۳۵۰) غسل جنابت سے پہلے کھانا ۲۷۱

۳۵۱) جنابت کی حالت میں کھانا، پینا ۲۷۲

۳۵۲) جنبی کو بغیر کلی پانی پینا مکروہ ہے ۲۷۲

۳۵۳) غسل جنابت میں تاخیر کرنا اور کھانا پینا ۲۷۲

۳۵۴) جنبی کا جوٹھا کھانا، پینا ۲۷۳

۳۵۵) جنبی کے ہاتھ کا کھانا ۲۷۳

۳۵۶) جنبی نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا ۲۷۳

۳۵۷) جنبی کا ایسے برتن میں ہاتھ ڈالنا جس میں نل کا پانی گر کر بہہ رہا ہو ۲۷۴

۳۵۸) حالت جنابت میں ذکر و تلاوت کا حکم ۲۷۴

۳۵۹) حالت جنابت میں درود شریف پڑھنے کا حکم ۲۷۵

۳۶۰) حالت جنابت میں سلام کہنا جائز ہے ۲۷۵

۳۶۱) جنابت کی حالت میں سلام اور ذکر ۲۷۵

۳۶۲) حالت جنابت میں سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا ۲۷۶

۳۶۳) حالت جنابت میں بال اور ناخن کاٹنا ۲۷۶

۳۶۴) بحالت جنابت ناخن اور بال ترشوانا ۲۷۶

۳۶۵) بحالت جنابت بال کٹوانا مکروہ ہے ۲۷۷

۳۶۶) حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلانا اور کھانا پکانا جائز ہے ۲۷۷

۳۶۷) جنابت کی حالت میں قرآن چھونے اور پڑھنے کا حکم ۲۷۷

۳۶۸) حالت جنابت میں جزدان کے ساتھ قرآن چھونا جائز ہے یا نہیں ۲۷۸

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۶۹)	جنبی کا قرآن چھونا اور دوسری جگہ لے جانا	۲۷۹
(۳۷۰)	حالتِ جنابت میں کمپیوٹر سے قرآن لکھنے کا حکم	۲۷۹
(۳۷۱)	غسل کی حاجت میں قرآن شریف کو ہاتھ میں لے کر مسجد میں جانا	۲۸۰
(۳۷۲)	جنبی کا کتبِ تفسیر و حدیث اور ترجمہ قرآن کو ہاتھ لگانا	۲۸۰
(۳۷۳)	جنابت کی حالت میں بوقتِ ضرورت مسجد میں جانا	۲۸۱
(۳۷۴)	بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونا	۲۸۲
(۳۷۵)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ بحالتِ جنابت مسجد سے گزرنے کی ممانعت سے مستثنیٰ کیوں	۲۸۲
(۳۷۶)	ناواقفیت میں بحالتِ ناپاک، نماز پڑھنے کا حکم	۲۸۵
(۳۷۷)	جنبی کا مسجد کے غسل خانہ میں غسل کرنا کیسا ہے	۲۸۶
(۳۷۸)	ناپاک کپڑا غسلِ جنابت کے بعد پاک کرے یا پہلے	۲۸۶

متفرقات غسل (۲۸۷-۲۹۳)

(۳۷۹)	غسل کے پانی کی چھینٹوں کا حکم	۲۸۷
(۳۸۰)	بحالتِ غسل جنابت چھینٹ بٹب میں پڑنے سے پانی ناپاک ہوگا یا نہیں	۲۸۷
(۳۸۱)	غسل کی چھینٹ گھڑے پر پڑے تو پانی کا کیا حکم ہے	۲۸۸
(۳۸۲)	غسل خانے کی دیواروں پر جو چھینٹیں پڑتی ہیں اس سے غسل میں نقص نہیں ہوتا	۲۸۸
(۳۸۳)	تالاب میں غسل	۲۸۸
(۳۸۴)	غسل کے بعد نجاست لگی لنگی کا حکم	۲۸۹
(۳۸۵)	دورانِ اعتکاف غسل فرض ہو جائے تو کیا کرے	۲۸۹
(۳۸۶)	بیڈروم کے ساتھ حمام	۲۹۰
(۳۸۷)	سوئمنگ پول میں غسل کرنے کا حکم	۲۹۰
(۳۸۸)	ناپاک پانی سے غسل جائز نہیں	۲۹۱

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

- (۳۸۹) نجس بدن پر نجس صابون مل کر پانی بہا دینا کافی ہے یا نہیں ۲۹۱
- (۳۹۰) جو عورت غسل سے معذور ہو اس سے مباشرت کرنا ۲۹۱
- (۳۹۱) سفر میں غسل جنابت ۲۹۲
- (۳۹۲) پانی تھوڑا ہو تو میت، جنبی اور حائضہ میں سے کس پر صرف کیا جائے ۲۹۲
- (۳۹۳) ناپاکی کی حالت میں نماز، اندیشہ کفر ہے ۲۹۳

معذور کے احکام (۲۹۵-۳۳۸)

- (۳۹۴) ہاتھ پاؤں سے معذور طہارت میں کس سے مدد لے ۲۹۵
- (۳۹۵) دونوں ہاتھ کٹا ہوا کیسے وضو کرے ۲۹۵
- (۳۹۶) ہاتھ پیر دونوں کٹے ہوئے ہوں تو وضو کس طرح کرے ۲۹۶
- (۳۹۷) مریض رعشہ کا حکم جو وضو اور استنجے پر قادر نہ ہو ۲۹۶
- (۳۹۸) معذور وضو کرانے کے لیے ملازم رکھ سکتا ہو تو رکھنا ضروری ہے ۲۹۷
- (۳۹۹) بلا طہارت نماز درست ہونے اور نہ ہونے کی تفصیل ۲۹۸
- (۴۰۰) پانی اور مٹی دونوں نہ ہو تو کیا کرے ۲۹۸
- (۴۰۱) حکم فاقد طہورین ۲۹۸
- (۴۰۲) وضو کے بارے میں معذور شرعی کی تعریف کیا ہے ۲۹۹
- (۴۰۳) معذور شرعی کون ۳۰۰
- (۴۰۴) طہارت گچھیا معذور ہونے کے کیا شرائط ہیں ۳۰۰
- (۴۰۵) قطرہ پیشاب کی زیادتی اس قدر ہو کہ چار رکعت بھی خالی نہ بچے تو کیا کرے ۳۰۱
- (۴۰۶) بیس رکعت تک جس کا وضو ہے وہ معذور نہیں ہے ۳۰۱
- (۴۰۷) حکم معذور میں شامل ہے یا نہیں، معلوم کرنے کا آسان طریقہ ۳۰۱
- (۴۰۸) معذور کے وضو کا کیا حکم ہے ۳۰۳
- (۴۰۹) معذور وقت سے پہلے وضو کر سکتا ہے یا نہیں ۳۰۴

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۱۰)	معذور اشراق کے وضو سے ظہر پڑھ سکتا ہے	۳۰۴
(۴۱۱)	معذور کی نماز کا حکم اور کپڑوں کے پاک کرنے کا طریقہ	۳۰۵
(۴۱۲)	معذور کا وضو اور نماز	۳۰۶
(۴۱۳)	معذور کے لئے وضو باقی رہنے کا حکم اور یہ کہ وہ اسی وضو سے ادا و قضا نماز پڑھ سکتا ہے	۳۰۶
(۴۱۴)	معذورین کے لئے مختصر ترین نماز	۳۰۶
(۴۱۵)	معذور کے لئے آخر وقت میں نماز ادا کرنے کا حکم	۳۰۷
(۴۱۶)	نماز کے وقت تکبیر جاری ہو جائے تو کیا کرے	۳۰۷
(۴۱۷)	بار بار پیشاب آتا ہو تو وضو کیسے کریں	۳۰۸
(۴۱۷)	بعد استنجا چند قدم چلنے سے قطرہ آنا	۳۰۸
(۴۱۹)	پیشاب کے بعد جس کو قطرہ آتا رہتا ہو وہ کب معذور ہوگا	۳۰۹
(۴۲۰)	پیشاب کے بعد قطرہ کا آنا	۳۰۹
(۴۲۱)	پیشاب کے قطروں کی بنا پر کپڑے کی پاکی اور وضو کا حکم	۳۱۰
(۴۲۲)	پیشاب کے بعد قطرہ آنے سے وضو کا حکم	۳۱۰
(۴۲۳)	جس کو پیشاب کا قطرہ ٹپکتا رہتا ہو وہ نماز کس طرح پڑھے	۳۱۱
(۴۲۴)	استنجے کے بعد قطرہ کا شبہ ہونا	۳۱۱
(۴۲۵)	قطرہ خارج ہونے کا شبہ ہو تو وضو برقرار رہے گا یا نہیں	۳۱۲
(۴۲۶)	کبھی قطرے آجائیں اور کبھی نہیں تو کیا کیا جائے	۳۱۳
(۴۲۷)	اگر قطرہ آنے کا احتمال ہو تو کیا کرے	۳۱۴
(۴۲۸)	قطرہ آنے کے بعد کیا عضو کا دھونا لازم ہے	۳۱۵
(۴۲۹)	اگر نماز سے فراغت سے پہلے کپڑے کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو تو کیا کرے	۳۱۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۳۱۶ (۴۳۰) معذور کا کپڑا کب تک پاک رہتا ہے

۳۱۶ (۴۳۱) قطرہ کے مریض کے لئے وضو کرنے کا آسان طریقہ

۳۱۷ (۴۳۲) قطرہ والا مریض معذور ہے یا نہیں

۳۱۷ (۴۳۳) جس شخص کا مرض کی وجہ سے ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہو اس کا کیا حکم ہے

۳۱۸ (۴۳۴) قطرہ پیشاب کے عارضہ کی حالت میں کیا حکم ہے

۳۱۸ (۴۳۵) قطرہ قطرہ پیشاب آنے کا حکم

۳۱۹ (۴۳۶) پیشاب کے مریض کے لیے وضو کا حکم

۳۲۰ (۴۳۷) جس کی منی برابر نکلتی رہتی ہو اس کا حکم

۳۲۱ (۴۳۸) جریان کے مریض کے لئے غسل کا حکم

۳۲۱ (۴۳۹) جریان کی کثرت سے جب کپڑا پاک نہ رہ سکے تو کس طرح نماز پڑھے

۳۲۲ (۴۴۰) کیا کثیر الاحتمام معذور ہے

۳۲۳ (۴۴۱) خروج ریح کی کثرت پر وضو، نماز وغیرہ کا حکم

۳۲۳ (۴۴۲) خروج ریح کے مریض کے لئے وضو نماز کا حکم

۳۲۴ (۴۴۳) خروج ریح کا مرض ہو تو معذور ہے یا نہیں

۳۲۵ (۴۴۴) حافظ قرآن ریح کا مریض ہو تو وہ کیا کرے

۳۲۶ (۴۴۵) خروج ریح کا دورہ پڑتا ہو تو کس طرح نماز ادا کرے

۳۲۶ (۴۴۶) انفلات ریح والے کی نیند ناقض وضو ہے یا نہیں

۳۲۶ (۴۴۷) جس کو ہر وقت ریح خارج ہوتی ہو اس کی نماز کا حکم

۳۲۷ (۴۴۸) خروج ریح کے مریض کا سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا

۳۲۷ (۴۴۹) مریض کو آپریشن کے بعد طہارت میں شبہ رہتا ہے تو نماز پڑھے یا نہ پڑھے

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۳۲۸ (۲۵۰) ناسور والا معذور ہے یا نہیں

۳۲۸ (۲۵۱) ناسور والا معذور عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں

۳۲۸ (۲۵۲) رطوبت والی بواسیر کا حکم

۳۲۹ (۲۵۳) مرض بواسیر والے کا کپڑا دھونے والا کوئی نہ ہو تو کیا کرے

۳۲۹ (۲۵۴) بواسیر کی مستقل رساوت پر وضو

۳۳۰ (۲۵۵) مرض کی وجہ سے زخم لگوا یا اور نماز کے پورے وقت تک خون جاری رہا تو کیا کرے

۳۳۱ (۲۵۶) زخم سے مواد رستار ہوتا ہے اس حالت میں ظہر کے وضو سے عصر کی نماز جائز ہے یا نہیں

۳۳۱ (۲۵۷) زخم سے خون مستقل رستار ہے

۳۳۲ (۲۵۸) زخم کے ارد گرد جمی ہوئی دوا کو ہٹانے کا حکم

۳۳۲ (۲۵۹) خون آلود پلستر کے ساتھ بوجہ عذر نماز پڑھنا درست ہے

۳۳۳ (۲۶۰) قعدہ اور سجدہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہو تو کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے

۳۳۳ (۲۶۱) قعدہ اور سجدہ سے وضو ٹوٹ جائے تو کس طرح نماز ادا کرے

۳۳۴ (۲۶۲) قطرہ آنے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا مسئلہ

۳۳۵ (۲۶۳) پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے

۳۳۵ (۲۶۴) رکوع سجدہ کرنے سے رت خارج ہو جاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم

۳۳۶ (۲۶۵) پیشاب ٹپکتا ہو تو سوتے ہوئے اشارہ سے نماز پڑھنا کیسا ہے

۳۳۶ (۲۶۶) مریض کے ناپاک کپڑے بدلنا مشکل ہو تو ویسے ہی نماز پڑھے

۳۳۶ (۲۶۷) حالت عذر میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں

۳۳۷ (۲۶۸) کپڑا اور بدن کی پاکی سے معذور کے لیے نماز کا حکم

۳۳۸ (۲۶۹) نامردی کی وجہ سے طلاء استعمال کرتا ہے اور ڈاکٹر پانی سے بالکل منع کرتا ہے تو وہ نماز کیسے پڑھے

۳۳۸ (۲۷۰) جس کا کان بہتا ہو، اس کے وضو اور نماز کا حکم

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

معذور کے لیے مسح کے احکام (۳۳۹-۳۵۰)

- ۳۳۹ (۴۷۱) پٹی پر مسح
- ۳۴۰ (۴۷۲) پھیلاہ پر مسح کا حکم
- ۳۴۰ (۴۷۳) پلستر پر مسح جائز ہے
- ۳۴۱ (۴۷۴) پلستر پر مسح کرنے کا حکم
- ۳۴۲ (۴۷۵) بار بار پٹی اتارنا زخم کو مضر ہو تو نہ اتاری جائے
- ۳۴۲ (۴۷۶) پٹی پر مسح کے بعد پٹی گر گئی
- ۳۴۳ (۴۷۷) اوپر کی پٹی گر جائے تو پچلی پر عادیہ مسح واجب نہیں
- ۳۴۳ (۴۷۸) پٹی پر مسح کب تک باقی رہتا ہے
- ۳۴۴ (۴۷۹) صرف زخم کی جگہ پر مسح کرنا چاہئے یا پورے عضو پر
- ۳۴۴ (۴۸۰) اگر اعضاء وضو میں زخم ہو
- ۳۴۵ (۴۸۱) ہاتھ پیر پر زخم ہو تو مسح کس طرح کرے
- ۳۴۶ (۴۸۲) زخم پر مسح کرنے کا مسئلہ
- ۳۴۶ (۴۸۳) پیر پر مسح کی صورت
- ۳۴۷ (۴۸۴) پاؤں دھونے سے مرض کا اندیشہ قوی ہو تو ان پر مسح کر لیا جائے
- ۳۴۷ (۴۸۵) انگلیوں میں ورم پیدا ہونے سے پاؤں پر مسح
- ۳۴۸ (۴۸۶) پاؤں پر داء چنبل ہونے کی وجہ سے مسح
- ۳۴۸ (۴۸۷) مشقت کی وجہ سے پاؤں پر مسح
- ۳۴۸ (۴۸۸) مرض کی وجہ سے دوا پر پانی بہا لینا کافی ہے
- ۳۴۹ (۴۸۹) ناپاک دوا زخم پر لگانے کے بعد اگر پانی کا استعمال مضر ہو تو اس پر مسح کا حکم
- ۳۴۹ (۴۹۰) کینسر کے مریض کے لیے اگر پانی نقصان دہ ہو تو مسح کر سکتا ہے یا نہیں

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

تیمم کے مسائل (۳۵۱-۴۲۵)

- ۳۵۱ (۴۹۱) تیمم کی اجازت کب ہے
- ۳۵۳ (۴۹۲) تیمم کی نیت
- ۳۵۴ (۴۹۳) دوسرا شخص تیمم کرائے تو درست ہے یا نہیں اور نیت کون کرے
- ۳۵۵ (۴۹۴) تیمم میں اعضا کو گرد لگانا فرض ہے یا صرف ہاتھ پھیرنا
- ۳۵۵ (۴۹۵) تیمم میں مٹی کا اثر آنے کا حکم
- ۳۵۶ (۴۹۶) تیمم میں استیعاب کا حکم
- ۳۵۶ (۴۹۷) انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو تیمم میں اس کو ہلانے کا حکم
- ۳۵۷ (۴۹۸) ہاتھوں کا کلائی تک مسح کرنا
- ۳۵۷ (۴۹۹) تیمم میں کہنیوں تک مسح کیا جائے گا یا کلائی تک
- ۳۵۹ (۵۰۰) تیمم میں ہاتھوں پر مسح کرنے کا طریقہ
- ۳۵۹ (۵۰۱) تیمم میں ڈاڑھی کا خلال سنت ہے
- ۳۵۹ (۵۰۲) تیمم میں تحلیل لُحیہ کا حکم
- ۳۶۰ (۵۰۳) تیمم کے چند اہم مسائل
- ۳۶۱ (۵۰۴) تیمم کے جواز کے لئے مسافت کی تعیین
- ۳۶۱ (۵۰۵) جواز تیمم کے لئے پانی سے کتنی دوری شرط ہے
- ۳۶۲ (۵۰۶) تیمم کے لیے پانی کا کتنا دور ہونا ضروری ہے
- ۳۶۳ (۵۰۷) ایک میل شرعی کے اندر پانی کے ہونے کا یقین ہو
- ۳۶۴ (۵۰۸) مقدار میل
- ۳۶۵ (۵۰۹) سفر کی حالت میں جب تک مجبور نہ ہو تیمم کا کیا حکم ہے

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۳۶۶	(۵۱۰) پانی کی قلت کے وقت پردہ نشین عورتیں تیمم کریں یا نہیں	۳۶۶
۳۶۶	(۵۱۱) تیمم کر کے نماز پڑھنے کے بعد پانی مل جانے کا حکم	۳۶۶
۳۶۷	(۵۱۲) بغیر عذر شرعی تیمم کرنے کا حکم	۳۶۷
۳۶۸	(۵۱۳) جنبی کے لئے غسل اور وضو کے واسطے ایک ہی تیمم کافی ہے	۳۶۸
۳۶۸	(۵۱۴) جو وضو و غسل دونوں سے معذور ہو وہ حالت جنابت میں کیا کرے	۳۶۸
۳۶۹	(۵۱۵) حدث اکبر کے لئے تیمم	۳۶۹
۳۶۹	(۵۱۶) پانی نہ ہو یا ناکافی ہو تو جنبی کیا کرے	۳۶۹
۳۷۰	(۵۱۷) جنبی کے پاس پانی بقدر وضو ہو، تو کیا کرے اور پہلے تیمم جنابت کرے یا نہ	۳۷۰
۳۷۰	(۵۱۸) پانی تھوڑا ہو تو جنبی پہلے نجاست دھوئے یا وضو کرے	۳۷۰
۳۷۰	(۵۱۹) معذور کے لئے وضو یا تیمم	۳۷۰
۳۷۱	(۵۲۰) جو قفل میں قید ہو اس کے لئے تیمم کا حکم	۳۷۱
۳۷۲	(۵۲۱) جیل خانہ میں پانی نہ ملنے پر تیمم کا حکم	۳۷۲
۳۷۳	(۵۲۲) قیدی کو پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر اس کا اعادہ کر لے	۳۷۳
۳۷۳	(۵۲۳) مرض کی وجہ سے پانی نقصان دہ ہو تو تیمم کیا جاسکتا ہے	۳۷۳
۳۷۴	(۵۲۴) مرض کی وجہ سے تیمم	۳۷۴
۳۷۵	(۵۲۵) اندیشہ مرض میں مریض کی طبیعت اور طبیب دونوں کا اعتبار ہے	۳۷۵
۳۷۵	(۵۲۶) مرگی کے مریض کے لیے غسل کے بجائے تیمم کا حکم	۳۷۵
۳۷۶	(۵۲۷) دائمی زکام کے مریض کے لیے تیمم کا حکم	۳۷۶
۳۷۶	(۵۲۸) بخار اور سخت سردی اور ٹھنڈ کی وجہ سے تیمم جائز ہے یا نہیں	۳۷۶
۳۷۶	(۵۲۹) اندیشہ بخار میں تیمم کر سکتا ہے یا نہیں	۳۷۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۳۷۷ (۵۳۰) اندیشہ مرض کے وقت تیمم جائز ہے یا نہیں

۳۷۸ (۵۳۱) بیماری یا پیری کی وجہ سے پانی نقصان دہ ہو، تو غسل کے لیے تیمم کر سکتا ہے یا نہیں

۳۷۸ (۵۳۲) بیماری کے وہم کی بنیاد پر تیمم

۳۷۹ (۵۳۳) زیادتی مرض کی وجہ سے اور مسجد کی دیوار سے تیمم

۳۸۰ (۵۳۴) بچہ کے مرض کے خطرہ کے وقت ماں کو تیمم کرنا درست ہے یا نہیں

۳۸۱ (۵۳۵) بوڑھا آدمی ضعف و مرض کی بنیاد پر تیمم کرے یا نہیں

۳۸۱ (۵۳۶) پانی سے نقصان کا خطرہ ہو، تو طہارت کیسے حاصل کرے

۳۸۱ (۵۳۷) جو مریض وضو کر سکتا ہے مگر غسل نہیں، تو کیا کرے

۳۸۱ (۵۳۸) دمہ کے مریض کے لیے تیمم کی اجازت

۳۸۲ (۵۳۹) بیماری کی حالت میں تیمم سے پڑھی گئی نماز کا حکم

۳۸۲ (۵۴۰) سردی میں نزلہ کے خوف سے بجائے غسل جنابت، تیمم

۳۸۳ (۵۴۱) سردیوں میں تیمم کرنے کا حکم

۳۸۳ (۵۴۲) سردی کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمم کرنا

۳۸۴ (۵۴۳) سخت سردی میں غسل کے بجائے تیمم کا حکم

۳۸۴ (۵۴۴) جنبی کو زکام کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے یا نہیں

۳۸۵ (۵۴۵) سردی میں پانی گرم کرے تو وقت جاتا رہے گا

۳۸۵ (۵۴۶) تنگی وقت کی وجہ سے غسل کا تیمم

۳۸۶ (۵۴۷) وقت کی تنگی میں قدرت کے باوجود تیمم درست ہے یا نہیں

۳۸۶ (۵۴۸) تنگی وقت کی وجہ سے تیمم کرنا

۳۸۶ (۵۴۹) تنگی وقت کی وجہ سے تیمم اور اس کے ذریعہ پڑھی گئی نماز کا حکم

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۳۸۷ (۵۵۰) ٹھنڈک کی وجہ سے تیمم

۳۸۸ (۵۵۱) تہجد کے وقت بجائے تیمم کے، گرم پانی سے وضو کر کے نماز فرض ادا کرے

۳۸۸ (۵۵۲) درد کی وجہ سے تیمم

۳۸۹ (۵۵۳) تیمم ایسی حالت میں کہ پانی ٹھنڈا یا گرم نقصان دے

۳۸۹ (۵۵۴) گرم پانی بھی نقصان دہ ہو تو تیمم کرنا کیسا ہے

۳۸۹ (۵۵۵) نہانے سے بیمار ہونے کا گمان غالب ہو، تو شوہر کو جماع سے روک سکتی ہے یا نہیں

۳۹۱ (۵۵۶) بخوف فاج و غیرہ تیمم جائز ہے یا نہیں

۳۹۲ (۵۵۷) فاج زدہ مجبور تیمم کرے گا یا نہیں

۳۹۲ (۵۵۸) ہاتھوں پر زخم ہوں تو تیمم کرے

۳۹۳ (۵۵۹) زخمی کے لئے غسل ممکن نہ ہو تو تیمم کر سکتا ہے

۳۹۳ (۵۶۰) بدن پر زخم ہو تو غسل کرے یا تیمم

۳۹۴ (۵۶۱) زخموں کی وجہ سے نہانا ممکن نہ ہو تو کیا کریں

۳۹۵ (۵۶۲) وضو کے اکثر اعضاء پر زخم ہوں تو تیمم کرے یا نہیں

۳۹۶ (۵۶۳) زخم یا پٹی پر مسح کرنا دشوار ہو تو کیا کرے

۳۹۶ (۵۶۴) صاحب عذر کے لئے خادم نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم

۳۹۶ (۵۶۵) جنگل میں مویشی کو خطرہ ہو تو تیمم کر سکتا ہے یا نہیں

۳۹۷ (۵۶۶) جنگل میں جانوروں کے چرواہے کے لئے تیمم کا حکم

۳۹۸ (۵۶۷) لوگوں کے سامنے کشف عورت کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمم کرنا

۳۹۸ (۵۶۸) کشف عورت کی صورت میں تیمم کی رخصت

۳۹۹ (۵۶۹) دوران وضو پانی ختم ہونے پر تیمم کا مسئلہ

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۳۹۹	(۵۷۰) جنبی کے لئے ریل میں تیمم کی شرط	
۳۹۹	(۵۷۱) ٹرین میں بھیڑ کی وجہ سے تیمم	
۴۰۰	(۵۷۲) ریل گاڑی میں تیمم جائز ہے یا نہیں	
۴۰۰	(۵۷۳) ریل سے متعلق مسائل نماز و وضو اور تیمم	
۴۰۵	(۵۷۴) معذور کا تیمم اور اس کی امامت	
۴۰۷	(۵۷۵) تیمم کن چیزوں پر جائز ہے	
۴۰۸	(۵۷۶) پکی اینٹ پر تیمم کا حکم	
۴۰۸	(۵۷۷) مسجد کی زمین پر تیمم کرنے کا حکم	
۴۰۹	(۵۷۸) مسجد کی دیوار پر تیمم	
۴۱۰	(۵۷۹) مسجد کی دیوار یا چھت پر تیمم کرنا	
۴۱۰	(۵۸۰) تیمم میں کم از کم کتنا بڑا ڈھیلا ہونا چاہئے اور کلوخ تیمم سے استنجا کا حکم	
۴۱۱	(۵۸۱) ایک جگہ متعدد بار تیمم درست ہے یا نہیں	
۴۱۲	(۵۸۲) نمک پر تیمم کرنے کا حکم	
۴۱۳	(۵۸۳) کونلہ سے تیمم کرنا	
۴۱۳	(۵۸۴) جبلی کونلہ اور اس کی راکھ پر تیمم	
۴۱۳	(۵۸۵) پتھر، لکڑی اور کپڑے وغیرہ پر تیمم کا حکم	
۴۱۴	(۵۸۶) راکھ پر تیمم کرنے کا حکم	
۴۱۵	(۵۸۷) بس کی دیوار وغیرہ پر تیمم کرنے کا حکم	
۴۱۵	(۵۸۸) گدایا تکیہ پر تیمم کا حکم	
۴۱۶	(۵۸۹) تیمم کے وقت کپڑے کی نجاست دور کرنے کا حکم	

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۵۹۰)	بیمار کو نجاست لگی ہو اور پانی نقصان کرے تو وہ طہارت کیسے حاصل کرے گا	۴۱۶
(۵۹۱)	جنبی کا تیمم کر کے تلاوت اور نماز پڑھنا	۴۱۷
(۵۹۲)	نماز جنازہ اور سنت مؤکدہ کے لئے تیمم	۴۱۸
(۵۹۳)	جلدی میں تیمم سے نماز جنازہ پڑھی، کیا اس سے نماز وقتی بھی پڑھ سکتا ہے	۴۲۰
(۵۹۴)	تلاوت قرآن کے لئے تیمم جائز ہے	۴۲۰
(۵۹۵)	تلاوت کے تیمم سے نماز پڑھنے کا حکم	۴۲۱
(۵۹۶)	پانی ہوتے ہوئے قرآن چھونے کے لئے تیمم درست ہے یا نہیں	۴۲۲
(۵۹۷)	مسجد سے نکلنے کے لیے تیمم	۴۲۲
(۵۹۸)	ہر نماز کے وقت غسل کے لئے تیمم کرنا	۴۲۳
(۵۹۹)	نواقض وضو، تیمم جنابت کے لئے ناقض نہیں	۴۲۳
(۶۰۰)	جنابت کے تیمم پر، وضو ٹوٹ جانے کا کوئی اثر نہیں پڑتا	۴۲۴
(۶۰۱)	ٹھنڈک کی وجہ سے تیمم	۴۲۵
(۶۰۲)	مرض کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھنا	۴۲۵

مسائل حیض (۴۲۷-۴۷۰)

(۶۰۳)	سن بلوغ کی حد	۴۲۷
(۶۰۴)	لڑکی کے شرعی بالغہ ہونے کا قطعی معیار	۴۲۷
(۶۰۵)	حیض کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی	۴۲۸
(۶۰۶)	حیض کی تکلیف پر اجر و ثواب ملے گا	۴۲۹
(۶۰۷)	حیض سے پہلے جو پانی آئے اس کا کیا حکم ہے	۴۲۹
(۶۰۸)	حیض کے تعیین کے لیے درد سے آنے کی قید	۴۳۰

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

- (۶۰۹) طہر کا مطلب ۴۳۰
- (۶۱۰) طہر متخلل ۴۳۰
- (۶۱۱) حیض میں اختلال ہو تو حیض کتنے دن شمار ہوگا ۴۳۱
- (۶۱۲) حیض کا خون بند ہو جانے کے بعد پھر نظر آئے ۴۳۱
- (۶۱۳) حیض کی غیر متعینہ مدت میں اکثریت کا خیال کیا جائے گا ۴۳۲
- (۶۱۴) خون اگر تین دن سے کم جاری ہو، تو وہ استحاضہ ہے ۴۳۲
- (۶۱۵) ایام عادت سے قبل خون بند ہو گیا ۴۳۳
- (۶۱۶) ایام عادت کے بعد خون آنا ۴۳۳
- (۶۱۷) ایام حیض میں جب تک عورت خالص سفیدی نہ دیکھے تب تک پاک نہیں ہوگی ۴۳۳
- (۶۱۸) جو خون پندرہ دن سے پہلے آوے وہ حیض نہیں ۴۳۴
- (۶۱۹) خون بند ہونے پر نماز اور روزہ فرض ہونے کی تفصیل ۴۳۴
- (۶۲۰) اسقاط کے بعد خون حیض ہے یا نہیں ۴۳۵
- (۶۲۱) عورت کے حق میں ایک دن چوبیس شیمہ کا ہے ۴۳۶
- (۶۲۲) ایام عادت بھولنے والی حائضہ کا حکم ۴۳۶
- (۶۲۳) دس دن سے زیادہ حیض آئے اور عادت فراموش کر جائے تو کیا کرے ۴۳۷
- (۶۲۴) جس عورت کو ایام حیض کی عدد اور تاریخ دونوں یا تاریخ یا دنہ ہو اس کے لئے کیا حکم ہے ۴۳۷
- (۶۲۵) حائضہ پردہ کرنا ۴۴۰
- (۶۲۶) حائضہ عورت پردہ کرنے کا حکم ۴۴۱
- (۶۲۷) حائضہ اذان کا جواب دے یا نہیں ۴۴۱
- (۶۲۸) حیض و نفاس کی حالت میں سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا ۴۴۲

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۴۴۲	(۶۳۰) حائضہ نماز کے اوقات میں ذکر و اذکار کا معمول رکھے یا نہیں	۴۴۲
۴۴۳	(۶۳۱) حائضہ عورتیں اوقات نماز میں ذکر و اذکار کو معمول بنائیں	۴۴۳
۴۴۳	(۶۳۲) حائضہ کو دعائیں اور وظائف پڑھنے کا حکم	۴۴۳
۴۴۶	(۶۳۳) عورت حالت حیض و نفاس میں تسبیح پڑھ سکتی ہے یا نہیں	۴۴۶
۴۴۶	(۶۳۴) چالیس دن پر مشتمل وظیفہ کیسے پورا کرے	۴۴۶
۴۴۷	(۶۳۵) حالت حیض میں ذکر جائز ہے	۴۴۷
۴۴۷	(۶۳۶) ایام حیض میں مناجات مقبول کا پڑھنا	۴۴۷
۴۴۷	(۶۳۷) حالت حیض میں آیۃ الکرسی پڑھنا	۴۴۷
۴۴۸	(۶۳۸) حالت حیض میں درود شریف وغیرہ پڑھنا	۴۴۸
۴۴۸	(۶۳۹) میدان عرفات میں حائضہ کا آیت کریمہ بطور ذکر یاد عا پڑھنا	۴۴۸
۴۴۹	(۶۴۰) حائضہ کے لئے تعلیم قرآن کا حکم	۴۴۹
۴۵۰	(۶۴۱) حالت حیض میں بچوں کو پڑھانا	۴۵۰
۴۵۱	(۶۴۲) قرآن چھونے سے متعلق دو عبارتوں کی وضاحت	۴۵۱
۴۵۱	(۶۴۳) لڑکی حافظہ ہوتے ہوئے بالغ ہو جائے آمونختہ یا در ہے اس کی کوئی صورت ہے	۴۵۱
۴۵۲	(۶۴۴) حالت حیض میں ایسی کتاب کو ہاتھ لگانا جس میں قرآن کی آیت لکھی ہو	۴۵۲
۴۵۲	(۶۴۵) کیا حائضہ میت کے پاس بیٹھ سکتی ہے	۴۵۲
۴۵۳	(۶۴۶) ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت	۴۵۳
۴۵۳	(۶۴۷) مباشرت حائضہ	۴۵۳
۴۵۵	(۶۴۸) حائضہ سے انتفاع کی صورت	۴۵۵
۴۵۵	(۶۴۹) حالت حیض میں جماع کرنا حرام ہے	۴۵۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۲۵۶	(۶۵۰) حالت حیض میں استمتاع	
۲۵۷	(۶۵۱) حالت حیض میں بیوی سے جماعت	
۲۵۷	(۶۵۲) حائضہ کے ساتھ سونا	
۲۵۸	(۶۵۳) حیض کی حالت میں جسم کے زیر ناف تا گھٹنہ مباشرت کا حکم	
۲۵۸	(۶۵۳) حائضہ کے ساتھ اس کے شوہر کا حائل کے ساتھ مس کرنے کا کیا حکم ہے	
۲۵۹	(۶۵۵) بوقت ضرورت مباشرت حائضہ اور غلبہ شہوت میں استمتاع	
۲۵۹	(۶۵۶) بے خبری کی وجہ سے حالت حیض میں ہمبستری کر لی تو گناہ ہوا یا نہیں	
۲۶۰	(۶۵۷) حالت حیض میں غلط فہمی سے صحبت کی سزا	
۲۶۰	(۶۵۸) حیض کے ایام میں بیوی سے وطی کرنے کے بعد کیا دو غسل ضروری ہیں یا ایک ہی کافی ہے	
۲۶۱	(۶۵۹) حیض کی حالت میں پیچھے کی طرف سے صحبت	
۲۶۲	(۶۶۰) حالت حیض میں جماع کرنے سے کفارہ لازم ہے یا نہیں	
۲۶۲	(۶۶۱) حیض کے بعد غسل سے پہلے جماع کر لیا تو کفارہ واجب ہوگا یا نہیں	
۲۶۳	(۶۶۲) ایام حیض کے گزر جانے کے بعد غسل کرنے سے پہلے بیوی سے مباشرت کا حکم	
۲۶۴	(۶۶۳) جنابت کے بعد فوراً حائضہ ہوگئی تو غسل حیض کے بعد کر لے گی	
۲۶۴	(۶۶۴) جنابت کی حالت میں حیض شروع ہو جائے تو غسل کب کرے	
۲۶۴	(۶۶۵) حیض کے درمیان غسل جنابت	
۲۶۵	(۶۶۶) عورت ناپاکی کے ایام میں نہا سکتی ہے	
۲۶۵	(۶۶۷) حائضہ و نفساء کا بستر سے الگ رہنا اور رکوع کی حالت میں پاخانہ پیشاب کرنا	
۲۶۶	(۶۶۸) ایام حیض میں استعمال ہونے والے کپڑوں کا حکم	
۲۶۶	(۶۶۹) حائضہ کے کپڑوں کا حکم	
۲۶۷	(۶۷۰) حیض کے کپڑے کا حکم	

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۶۷۱)	دوران حیض استعمال کئے ہوئے فرنیچر وغیرہ کا حکم	۴۶۷
(۶۷۲)	مخصوص ایام میں مہندی لگانا جائز ہے	۴۶۷
(۶۷۳)	انجکشن سے حیض بند کرنے کا حکم	۴۶۸
(۶۷۴)	اگر مقررہ دنوں کے علاوہ کسی دوا وغیرہ کی وجہ سے حیض آئے تو نماز روزہ کا کیا حکم ہے	۴۶۸
(۶۷۵)	حیض کا بے وقت آنا	۴۶۹
(۶۷۶)	عورت آئسہ کب ہوتی ہے	۴۶۹
(۶۷۷)	سن یاس کی تحقیق	۴۷۰
(۶۷۸)	حیض سے پاک ہونے کی کوئی آیت نہیں	۴۷۰

مسائل نفاس (۴۷۱-۴۸۹)

(۶۷۹)	مسئلہ نفاس	۴۷۱
(۶۸۰)	مسئلہ نفاس کی ایک صورت کے متعلق استفتا کا جواب	۴۷۱
(۶۸۱)	بچہ کی ولادت پر نفاس نہیں آیا، کیا پھر بھی غسل واجب ہے	۴۷۴
(۶۸۲)	آپریشن کے ذریعہ ولادت کی صورت میں نفاس کا حکم	۴۷۵
(۶۸۳)	آپریشن سے ولادت کے بعد نکلنے والے خون کا حکم	۴۷۵
(۶۸۴)	ایام حمل میں خون آنے کی وجہ سے نماز روزہ ترک نہ کرے	۴۷۶
(۶۸۵)	ولادت سے قبل خروج ماء کا حکم	۴۷۶
(۶۸۶)	اکثر مدت نفاس گزرنے کے بعد فرج سے پانی نکلے تو یہ نفاس شمار ہوگا یا نہیں	۴۷۶
(۶۸۷)	نفاس والی عورت مٹی کے برتن کو ہاتھ لگا دے تو کیا حکم ہے	۴۷۷
(۶۸۸)	کیا بچہ کی پیدائش سے کمرہ ناپاک ہو جاتا ہے	۴۷۷
(۶۸۹)	نفاس اور حیض کے درمیان طہارت کے کتنے دن ہوتے ہیں	۴۷۸

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۲۸۰ (۶۹۰) نفاس کے چالیس دن مکمل ہوتے ہی حیض آسکتا ہے یا نہیں

۲۸۰ (۶۹۱) نفاس میں خلل ہو تو عورت کیا کرے

۲۸۱ (۶۹۲) چند دن نفاس کا خون آیا پھر بند ہو گیا پھر تھوڑے دن آ کر بند ہو گیا، تو کتنے ایام نفاس کے شمار ہوں گے

۲۸۱ (۶۹۳) نفاس والی عورت کی عادت مختلف ہو تو اس کا کیا حکم ہے

۲۸۲ (۶۹۴) بارہ دن خون پھر سفید پانی پھر خون آ گیا، کیا حکم ہے

۲۸۲ (۶۹۵) نفاس میں عادت پوری ہو جانے کے بعد نماز پڑھے یا نہیں

۲۸۳ (۶۹۶) اگر بچہ کا سر باہر آ گیا اور نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو نماز پڑھ لے، پر اشکال و جواب

۲۸۳ (۶۹۷) بچہ کے سر باہر آنے کی صورت میں نماز پڑھنے کے بارے میں اشکال دوم

۲۸۴ (۶۹۸) ناتمام بچے کی ولادت کے بعد آنے والے خون کا حکم

۲۸۵ (۶۹۹) چار ماہ کا حمل ساقط ہوا اور دوسرا بچہ پیٹ میں ہے تو آنے والے خون کا حکم

۲۸۵ (۷۰۰) ناقص الخلقہ بچے کی ولادت پر نفاس کا حکم

۲۸۶ (۷۰۱) حمل گرنے کے بعد کوئی عضو ظاہر نہ ہو

۲۸۶ (۷۰۲) استسقاء یا صفائی رحم کے بعد کا خون حیض ہو گا یا نفاس

۲۸۶ (۷۰۳) زچگی کے بعد غسل کب کیا جائے اور اس غسل میں پہلے پیٹھی لگانا کیسا ہے

۲۸۷ (۷۰۴) اگر صاحب عذر کسی تدبیر اور علاج سے اس عذر کا انقطاع کر دے تو وہ معذور رہے گا یا نہیں

۲۸۸ (۷۰۵) حالت حمل میں وطی

۲۸۸ (۷۰۶) بچہ پیدا ہونے کے بعد جماع کی کب تک ممانعت ہے

۲۸۸ (۷۰۷) حالت نفاس میں اگر جماع کر لیا تو اس کی تلافی کیسے کرے

۲۸۹ (۷۰۸) جس عورت کو پہلا بچہ پیدا ہوا ہو اسکے پاک ہونے میں چالیس روز کا انتظار نہیں

۲۸۹ (۷۰۹) حالت نفاس میں احتلام ہو جائے تو غسل فرض نہیں

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

مسائل استحاضہ (۴۹۰-۵۰۰)

- ۴۹۰ (۷۱۰) ایک دودن کے حیض کا حکم
- ۴۹۰ (۷۱۱) حیض کی اقل مدت تین دن ہے اس سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے
- ۴۹۱ (۷۱۲) مستحاضہ کا حکم
- ۴۹۲ (۷۱۳) عادت والی عورت کو کبھی دس دن کبھی گیارہ دن خون آئے تو کیا کرے
- ۴۹۲ (۷۱۴) ایام عادت کے بعد خون آئے تو یہ خون حیض ہے یا استحاضہ
- ۴۹۳ (۷۱۵) استحاضہ میں مہینہ کے کن دنوں کو حیض شمار کرے اور کن کو طہر
- ۴۹۳ (۷۱۶) ممتدۃ الطہر کا حکم
- ۴۹۴ (۷۱۷) طہر پندرہ روز سے کم نہیں ہوتا اگرچہ کمی قلیل بھی ہو
- ۴۹۵ (۷۱۸) طہر کا مطلب کیا ہے اور اگر تین ماہ مسلسل خون آئے تو حیض کا شمار کس طرح ہوگا
- ۴۹۶ (۷۱۹) حکم اس خون کا جو اقل طہر سے پہلے شروع ہو کر اقل طہر کے بعد تک جاری رہے
- ۴۹۶ (۷۲۰) اس عورت کا حکم جس کا خون تین روز سے کم میں منقطع ہو جاوے
- ۴۹۷ (۷۲۱) دم حیض اگر دس روز سے بڑھ جائے
- ۴۹۷ (۷۲۲) دم نفاس اگر چالیس روز سے بڑھ جائے
- ۴۹۸ (۷۲۳) چالیس دن بعد خون آیا ایک ہفتہ پاک رہی پھر خون آ گیا تو اسے کیا شمار کیا جائے گا
- ۴۹۸ (۷۲۴) جھے ہوئے خون کے بعد جو خون آوے اس کا حکم
- ۴۹۹ (۷۲۵) اسقاط حمل کے بعد حیض یا استحاضہ کا حکم
- ۴۹۹ (۷۲۶) اسقاط حمل کے احکام متعلقہ نفاس و نماز روزہ وغیرہ
- ۵۰۰ (۷۲۷) رحم کا آپریشن کرانے کے بعد حیض کا آنا اور نماز کا مسئلہ

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

خواتین کے سیلان رحم و رطوبت کے احکام (۵۰۱-۵۱۷)

- ۵۰۱ (۷۲۸) سیلان الرحم کا حکم
- ۵۰۱ (۷۲۹) مریضہ سیلان کے متعلق چند مسائل
- ۵۰۳ (۷۳۰) مرض سیلان میں حفاظت وضو کی مفید تدبیر
- ۵۰۳ (۷۳۱) جس عورت کو سیلان الرحم ہو اس کے وضو کی صورت
- ۵۰۴ (۷۳۲) لیکوریا کے پانی کا حکم اور اس سے متعلق متعدد مسائل
- ۵۰۵ (۷۳۳) شرمگاہ کی رطوبت کا حکم
- ۵۰۶ (۷۳۴) شرمگاہ سے جو رطوبت نکلتی ہے وہ نجس ہے یا نہیں
- ۵۰۶ (۷۳۵) حکم رطوبت فرج
- ۵۰۹ (۷۳۶) عورت کی سفیدی کا حکم
- ۵۱۶ (۷۳۷) رحم عورت کی رطوبت
- ۵۱۷ (۷۳۸) عورت کی فرج سے رطوبت نکلے اور وہاں کپڑا رکھ لیا جائے

پانی کی پاکی و ناپاکی کے احکام (۵۱۹-۵۵۲)

- ۵۱۹ (۷۳۹) سمندر کا پانی ناپاک نہیں ہوتا
- ۵۲۰ (۷۴۰) گنگا جمنہ کا پانی
- ۵۲۰ (۷۴۱) دریائے جہلم کے پانی کا حکم
- ۵۲۰ (۷۴۲) بارش کا بہتا پانی بارش کے وقت تک پاک ہے
- ۵۲۱ (۷۴۳) بارش کا پانی پرنا لہ میں روک کر اس سے وضو کرنا
- ۵۲۱ (۷۴۴) ٹیوب ویل کا پانی ماء جاری ہے

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۵۲۲ (۷۴۵) نل کا پانی کیا ماء جاری ہے

۵۲۲ (۷۴۶) ڈھیکلی کے کھینچے ہوئے پانی کا حکم

۵۲۲ (۷۴۷) سیکشن پمپ کے ذریعہ پانی حاصل کرنا

۵۲۴ (۷۴۸) ریل گاڑی کے بیت الخلا کے پانی کا حکم

۵۲۴ (۷۴۹) برکت گچھیا زمزم سے بدن اور کپڑے دھونا

۵۲۴ (۷۵۰) پانی خوشبودار ہو کر آب مطلق ہونے سے نہیں نکلتا، کیوڑہ گلاب ملے ہوئے پانی سے وضو، غسل جائز ہے

۵۲۵ (۷۵۱) دوا سے رنگ اور مزہ تبدیل ہونے والے پانی کا حکم

۵۲۷ (۷۵۲) جو پانی درخت کے پتوں کی وجہ سے خراب ہو گیا ہو اس کا حکم

۵۲۷ (۷۵۳) جس پانی میں افیون و بھنگ و چرس مل جائے کیا حکم ہے

۵۲۷ (۷۵۴) پانی کا مزہ وغیرہ بدل جائے تو ناپاک ہے

۵۲۸ (۷۵۵) اس نہر کا پانی جس میں پاخانہ کی نالی گرتی ہو

۵۲۸ (۷۵۶) نہر میں گندگی ڈالنے کی صورت میں پانی کا حکم

۵۲۹ (۷۵۷) گٹر اور نالے کے پانی کا حکم

۵۲۹ (۷۵۸) چہرہ اور ہاتھ سے وضو کے ٹپکنے والے پانی کا حکم

۵۳۱ (۷۵۹) ماء مستعمل کے قطروں کا جسم یا کپڑوں پر گرنا

۵۳۱ (۷۶۰) زمین پر بیٹھ کر وضو کرنے سے چھینٹیں کپڑے پر پڑیں تو وہ کپڑا پاک ہے

۵۳۱ (۷۶۱) وضو کی چھینٹ کا حکم

۵۳۲ (۷۶۲) ناپاک زمین پر پانی پڑ کر جو چھینٹ اڑتی ہے وہ پاک ہے یا ناپاک

۵۳۲ (۷۶۳) ماء مستعمل کسے کہتے ہیں

۵۳۵ (۷۶۴) ماء مستعمل

نمبر شمار	عناوین	صفحات
-----------	--------	-------

۵۳۷ (۷۶۵) ماء مستعمل کا حکم

۵۳۸ (۷۶۶) مستعمل پانی کا حکم

۵۳۸ (۷۶۷) ماء مستعمل سے ازالہ نجاست

۵۳۹ (۷۶۸) جس نالی میں وضو کا مستعمل پانی بہتا ہے اس نالی سے وضو کرنے کا حکم

۵۳۹ (۷۶۹) اگر وضو کے پانی میں مستعمل پانی مل جائے

۵۴۰ (۷۷۰) وضو کا پانی لوٹے میں گرنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا

۵۴۰ (۷۷۱) بلائیت وضو، پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا

۵۴۰ (۷۷۲) چھوٹے برتن میں پانی کے اندر ہاتھ یا انگلی ڈوب جائے تو یہ پانی مستعمل کہلائے گا یا نہیں

۵۴۱ (۷۷۳) شیعہ کے وضو کا بقیہ پانی

۵۴۱ (۷۷۴) ماء شمس کی کراہت کی شرائط

۵۴۲ (۷۷۵) ماء مستعمل کا پیروں تلے آنا کیسا ہے

۵۴۲ (۷۷۶) وضو کا پانی بیت الخلا کی موری میں

۵۴۲ (۷۷۷) وضو میں مستعمل پانی کی شرعی حیثیت

۵۴۳ (۷۷۸) جنبی سے غسل کرتے وقت جو پانی گرتا ہے وہ برتن میں پڑے تو کیا حکم ہے

۵۴۴ (۷۷۹) جنبی اور حائضہ کے استعمال شدہ پانی کا حکم

۵۴۴ (۷۸۰) بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے

۵۴۵ (۷۸۱) بیت الخلا کا لوٹا ڈرم میں ڈال کر پانی لینا

۵۴۵ (۷۸۲) نابالغ بچوں کی اطلاع پر پانی کی نجاست کا حکم نہیں کیا جائے گا

۵۴۶ (۷۸۳) جس چیز کی نجاست معلوم نہ ہو اس کا پانی میں گرنا پانی کو ناپاک نہیں کرتا

۵۴۶ (۷۸۴) عموم بلوی پر فتویٰ اور اس کی حد

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۷۸۵)	مٹکے میں چھپکلی گر کر مر جائے تو کیا حکم ہے	۵۴۷
(۷۸۶)	چھپکلی گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا	۵۴۷
(۷۸۷)	جس پانی میں مکڑا مر جائے اس کا حکم	۵۴۷
(۷۸۸)	گوریا (چڑیا) کی بیٹ پانی میں گر جائے	۵۴۸
(۷۸۹)	جس پانی میں مچھلی سڑ جائے اس کا حکم	۵۴۸
(۷۹۰)	گو بر لگے ہوئے مشک کا پانی پاک ہے یا ناپاک	۵۴۹
(۷۹۱)	بیت الخلا میں رہنے والا جانور پانی میں مرا ہوا ملے تو کیا حکم ہے	۵۴۹
(۷۹۲)	بورنگ کے لئے گندہ پانی استعمال کرنا	۵۴۹
(۷۹۳)	دستی نلکے کی تطہیر	۵۵۰
(۷۹۴)	ناپاک ہنڈ پمپ کو پاک کرنے کا طریقہ	۵۵۱
(الف)	اردو کتب فتاویٰ	۵۵۳
(ب)	مصادر و مراجع	۵۵۵

× × ×

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى اله وصحبه أجمعين
ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔ وبعد!

اللہ جل شانہ وعم نوالہ کا کروڑوں انعام واحسان ہے کہ ”فتاویٰ علماء ہند“ جلد ثانی تکمیل کو پہنچی۔ علماء ومفتیان کرام کو جس کا شدت سے انتظار تھا۔ چونکہ پہلی جلد میں کتاب الطہارۃ کے صرف ۱۷۰/۱۲ ہی صفحات آسکے تھے۔ چنانچہ دوسری جلد کی رغبت اور بھی بڑھ گئی تھی۔

فتاویٰ علماء ہند بشمول اصل کتاب وترجمہ (عربی وانگریزی) کے ۲۰۰ جلدیں متوقع ہیں۔ اس لئے کوشش اس بات کی ہے کہ ہر ماہ ایک جلد آجائے تو بھی قریب ۲۰ سال کا عرصہ درکار ہوگا۔ بندہ اس تاخیر پر معذرت خواہ ہے۔ تاخیر کا سبب جہاں اس کام کی مشکلات ہیں، وہیں اس کی بڑی وجہ بندے کی کم مائیگی ہے۔

اس لیے کہ ان کاموں کے لئے جس علمی صلاحیت کی ضرورت ہے، وہ بندہ ناچیز میں ناپید ہے۔ خدا تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر مجھ بے بضاعت کے لئے ذخیرہ آخرت بنادے۔ (آمین)

الحمد للہ! ”فتاویٰ علماء ہند“ کی پہلی جلد منصہ شہود پہ آکر ملک و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں مقبول ہوئی۔ بالخصوص اہل فقہ و فتاویٰ، دارالقضا و دارالافتا اور عظیم دینی درسگاہوں میں اسے موجودہ مسائل کا حل سمجھا جا رہا ہے۔

فتاویٰ علماء ہند کی یہ جلد پہلی جلد سے ممتاز ہے۔ اس لئے کہ اس جلد میں تعلیقات وحواشی کی مراجعت کا خاصہ اہتمام کیا گیا ہے اور تاحد ممکن طباعت سے قبل ان مسودات کو اصحاب فقہ و فتاویٰ کی نگاہوں سے گزارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن انسان خطا کار ہی نہیں بلکہ سراپا خطا ہے، اس کا کوئی عمل خطا سے پاک نہیں۔ لہذا اہل علم سے درخواست ہے کہ غلطیوں کی نشاندہی فرما کر ممنون فرمائیں۔

اور اب میں اخیر میں اپنے تمام دوستوں بزرگوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس جلد کی تکمیل میں جس جہت میں بھی حصہ لیا ہو، ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن پٹنہ کے ذمہ داران و معاونین کے علاوہ خاص طور پر ادارہ دینیات، ممبئی، کے شعبہ تحقیقات کے ذمہ داران جناب مولانا مفتی وسیم صاحب، جناب مولانا نعیم صاحب اور ان کے رفقاء کرام، جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس کتاب کی مراجعت میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور امت کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ (آمین)

(محمد اسامہ شمیم الندوی)

رئیس المجلس العالمی للفقہ الإسلامی

بتاریخ: ۸ / جنوری ۲۰۱۴ء

بمطابق: ۶ / ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين، أما بعد!

بلاشبہ علماء فقہاء اس امت کے چراغ ہیں، ان کے ذریعہ امت کی دینی و فکری راہ نمائی ہر دور میں رہی ہے اور ان کی علمی کاوشوں خاص طور پر فتاویٰ نے خضر طریق کا کام کیا ہے۔ فتاویٰ کی اہمیت عہد نبوی سے لے کر آج تک مسلم آرہی ہے اور تاقیامت رہے گی۔

”فتاویٰ علماء ہند“ اسی زریں سلسلہ کی ایک مضبوط کڑی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس کی توفیق سے مفتیان ہند و پاک کے فتاویٰ کا یہ مجموعہ احقر کے ذریعہ مرتب ہو کر شائع ہو رہا ہے، اس کی ترتیب، تحقیق و تعلیق کا کام بہتر طور پر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، میں شکر گزار ہوں اپنے ان تمام احباب کا جو اس کتاب کی تحقیق و ترتیب اور مراجعت میں معاونت فرما رہے ہیں۔ اسی طرح اس موقع پر خاص طور سے محترمی و معظمی انجنئر شمیم احمد صاحب کا، اور اپنے مخلص مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی زید مجدہ کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے اردو کے علاوہ اس کے عربی اور انگریزی ترجمہ کا بھی بیڑہ اٹھایا ہے اور اس کی پہلی جلد کے ترجمے تکمیل کے مرحلہ میں ہیں، اللہ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ یہ ایک بڑا منصوبہ ہے جس کی تکمیل کے لیے اللہ ہی سے مدد و استعانت چاہتا ہوں۔

الحمد للہ پہلی جلد طباعت کے بعد علما کے ہاتھوں میں جب پہونچی تو انہوں نے اسے پسند کیا اور اپنی آراء و تاثرات سے نوازا۔ اس میں سے چند تاثرات شامل کتاب ہو رہے ہیں، ان تمام بزرگوں اور اصحاب علم کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اسے دیکھا اور اپنے تاثرات سے نوازا۔

دوسری جلد بھی طہارت کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے، طباعت کے مرحلہ سے گزرنے کے بعد آپ کے ہاتھوں میں ہے، انشاء اللہ اس کے بعد طہارت سے متعلق تیسری جلد پریس میں جائے گی۔

دعا گو ہوں کہ اللہ جل شانہ اپنے خصوصی فضل سے اسے قبول فرمائے اور ہماری لغزشوں کو معاف کرے اور امت کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچائے۔

(آمین یا رب العالمین)

انیس الرحمن قاسمی

ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء روز جمعرات

کلمۃ الشکر

مالک حقیقی کا بے انتہا شکر ہے، جس نے ”منظمة السلام العالمية“ کو فتاویٰ علماء ہند کی دوسری جلد کی طباعت و نشر و اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔

یہ سنت الہی ہے کہ اگلے کام کی توفیق پچھلے کام کی قبولیت سے ملتی ہے۔
زیر نظر کتاب ”فتاویٰ علماء ہند“ کی دوسری جلد ہے۔ اس کی پہلی جلد ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ میں طبع ہو کر منظر عام پر آ گئی ہے۔

الحمد للہ ”فتاویٰ علماء ہند“ کی پہلی جلد ملک و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں اللہ کے فضل و کرم سے مقبول ہوئی اور ہر طرف سے اس کی افادیت کے پیش نظر ہمت افزائی کے دعائیہ کلمات، مفید مشورے دستیاب ہوتے رہے۔
کسی فکر کو سیاہ و سفید کر کے مستفیدین تک پہنچانے کے لئے تین مراحل کی ضرورت پڑتی ہے!

تالیف و تدوین، کتابت و طباعت اور نشر و اشاعت!

کتابوں کی نشر و اشاعت کے لئے مروجہ طریقہ تو یہ ہے کہ کتاب کی دوکانوں پر کتابیں بھیج دی جائیں اور طالبین وہاں سے حاصل کریں۔ ”منظمة السلام العالمية“ کے ذمہ داروں نے اس طریقہ کار کو قدر دانوں تک کتاب کے پہنچنے میں تاخیر کے باعث پسند نہیں کیا۔ بلکہ ان کے نزدیک یہ طریقہ زیادہ موثر معلوم ہوا کہ ملک و بیرون ملک سے دارالقضا و دارالافتاء، صاحب فقہ و فتاویٰ، اور وہ دینی درس گاہیں جہاں افتا کا کام ہوتا ہے، کے عنوانات حاصل کر لئے جائیں اور قدر دانوں تک براہ راست پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ کسی مرکزی جگہ پر اس ملک و صوبہ کے ضرورت کے پیش نظر کتاب پہنچا دی جائے اور وہاں کی مرکزی شخصیت اس کتاب کو محصولہ عنوانات پر ارسال کر دیں۔

اللہم تقبل منا انک انت السميع العليم

(بندہ شمیم احمد)

خادم

منظمة السلام العالمية، ممبئی، الہند

تاریخ: ۸ جنوری ۲۰۱۴ء

مطابق: ۶ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

باسمہ تعالیٰ

فتویٰ دینا ایک نہایت ذمہ دارانہ اور دیانت کا متقاضی عمل ہے، جس کے لیے اولاً تو مفتی محترم کا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی علمی وسعت و عمیق فقہی تدبر ضروری ہے، اس کے بعد مستند مفتیان کرام کے فتاویٰ اور علل فتاویٰ پر بصیرت مندانہ عبور بھی لوازم افتائیں شامل ہے، مفتی کے لیے عمومی مسائل کا بڑی حد تک وقیع مطالعہ کے ساتھ استحضار اور علل استنباط احکام کی وسیع معلومات بھی ضروری ہیں، ان سب کے بعد سب سے اہم اور نازک اور محنت و دقت طلب چیز اس کے پیش نظر مسئلہ کے لیے اگر دوسرے شریک علت مسائل سامنے نہ ہوں تو تفکر و تدبر کے ساتھ پیش نظر مسئلہ کی اس بر محل علت کے تجسس کی صلاحیت ہونا بھی ضروری ہے کہ جس سے پیش نظر مسئلہ کے صحیح انطباق کے ذریعہ حکم کا استخراج تفصیلاً ممکن ہو جائے، اس تمرین کے لیے اہم ضرورت یہ بھی ہوتی ہے کہ کسی طویل الخدمت مفتی مکرم سے محنت و کوشش کے ساتھ اسے سیکھا جائے۔

اگرچہ اس تمرین میں طویل الخدمت اور وسیع النظر مفتیان کرام کے مطبوعہ فتاویٰ بھی ایک حد تک کارآمد ہو سکتے ہیں، لیکن قرار واقعی استفادہ تو کچھ عرصہ قریب رہ کر اور ان کے طرز خدمت افتا پر غائر نظر رکھنے سے اور تحقیق مزید کے لیے ان سے تعلیم سیکھنا ہی صحیح معنی میں کارآمد ہوتا ہے۔

”فتاویٰ علماء ہند“ ایک ایسی جامعیت کی حامل خدمت ہے کہ جس سے نہ صرف مفتیان کرام ہی غیر معمولی طور پر مستفید ہوں گے بلکہ طلبائے افتا بھی عقائد، طاعات، عبادات، معاملات اور تجارت کے عامۃ الوقوع مسائل میں اساتذہ کی رہنمائی میں اس سے غیر معمولی طور پر مستفید ہو سکیں گے، صحیح معنی میں تو عام طور پر پیش آمدہ ضرورتوں میں مسئلہ شرعی کی رہنمائی دینے کے لیے ہر قسم کے مسائل پر محتوی یہ مجموعہ ”فتاویٰ علماء ہند“ یقین ہے کہ مفتیان کرام کے لیے عظیم سہولت کا وسیلہ ثابت ہوگا اور بے شمار جزئیات کے استحضار میں اس سے انہیں اہم مدد ملے گی اور اساتذہ کی زیر نگرانی شعبہ افتا میں داخلہ لینے والے طلبہ عزیز کے لیے بھی یہ اہم اور وقیع مجموعہ فتاویٰ تمرین افتا میں امید ہے کہ مفید ثابت ہوگا اور حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن صاحب جیسے صاحب نظر مرتب و محقق کا اسم گرامی ہی اس مجموعہ کی وقیع و عظیم افادیت کے لیے نہایت قابل اعتماد ضمانت ہے۔

مرتب محترم کی اس تاریخ ساز خدمت پر رباب علم دعاء قبولیت و مقبولیت کے ساتھ شکر گزار ہیں اور مستقبل کی نئی نسل مفتیان بھی انشاء اللہ شکر گزار رہے گی، حق تعالیٰ مولانا موصوف کے لیے اس وقیع خدمت دینی کو زاد آخرت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

(مولانا) محمد سالم قاسمی (صاحب)

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

موصولہ: ۱۳ مارچ ۲۰۱۲ء

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

مکرم و محترم جناب مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی! زید محمد السامی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔

”فتاویٰ علماء ہند“ کی پہلی جلد کئی ماہ قبل موصول ہو چکی تھی، لیکن بروقت وصولیابی کی اطلاع نہیں کر سکا۔
ماشاء اللہ آپ نے بہت ہی طویل و عریض منصوبہ کا بیڑہ اٹھایا ہے، اللہ تعالیٰ سہولت و عافیت کے ساتھ
تکمیل تک پہنچائے اور پوری ملت کے لیے مفید بنائے۔
پہلی جلد میں آپ کا مفصل مقدمہ بھی وسیع اور معلومات افزا ہے، جس میں فقہ و فتاویٰ کی تاریخ و تدوین
اور آداب کے ساتھ ہندو پاک کے مفتیان کرام، دارالافتاء اور کتب فتاویٰ کا تعارف بھی آگیا ہے۔
اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے اپنی نیک تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ آپ کو اور مولانا محمد اسامہ شمیم
الندوی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔
والسلام

روحہ محمدی

(مولانا) ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم درالعلوم دیوبند

۱۴۳۵/۲/۸ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى اله وصحبه
اجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين!

برادر ممولانا محمد اسامہ شمیم الندوی کے ذریعہ ”فتاویٰ علماء ہند“ جلد اول دستیاب ہوئی۔ (جزاہ اللہ خیراً)
دیدہ زیب ٹائٹل، خوبصورت طباعت، ظاہری و معنوی اعتبار سے ایک بہترین انسائیکلو پیڈیا ہے، موصوف
کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ انسائیکلو پیڈیا ساٹھ جلدوں پر مشتمل ہوگی۔

ایک عظیم اور مبارک کام ہے، جس میں ایک عالم اور مفتی بہت ساری کتابیں کھولنے اور تلاش کرنے کی
کلفت سے محفوظ رہے گا۔ اس کتاب کا مقدمہ بھی ایک علمی کلام پر مشتمل ہے، جس کا ایک مفتی کو جاننا ضروری ہے۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو مکمل فرمائے، کام کو آسان فرمائے اور قبول فرمائے اور امت کو کما حقہ اس سے
مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بندہ محمود ایوب ندوی

جمعية السنة التعليمية والخيرية الهند

بھٹکل، کرناٹک

۲۰۱۴/۲/۱ء

باسمہ تعالیٰ

محترمی و مکرمی جناب مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی!
رئیس منظمۃ السلام العالمیہ، ممبئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مورخہ ۱۳/۱۱/۲۰۱۳ء ملا۔ اس کے ساتھ فتاویٰ علمائے ہند کی پہلی جلد موصول ہوئی۔

(جزاکم اللہ خیر الجزاء)

آپ نے لکھا ہے کہ جس پروجیکٹ کے تحت آپ یہ کام کر رہے ہیں اس میں گزشتہ دو سو سال میں علمائے ہند و پاک کے فتاویٰ شامل کیے جائیں گے، اس کی ضخامت ساٹھ جلدوں کی ہوگی، پھر اس کے عربی اور انگریزی ترجمہ کا بھی ارادہ ہے۔ یقیناً یہ بڑا اور قابل قدر کام ہے، اس سے علماء ہند کی فقہی خدمات بہتر طریقہ سے سامنے آسکیں گی، یہ جان کر خوشی ہوئی کہ فتاویٰ کی ترتیب و تدوین اور ان پر حواشی تحریر کرنے کا کام محترم مولانا انیس الرحمن قاسمی ناظم امارت شرعیہ پھلوری شریف پٹنہ نے انجام دیا ہے اور ان کو بعض دیگر اہل علم کا تعاون بھی حاصل ہے۔ مولانا محترم امارت شرعیہ کے ذمہ دارانہ منصب پر فائز ہیں اور فتویٰ اور قضا کا عملی تجربہ رکھتے ہیں۔ اس لیے امید ہے کہ اس منصوبہ کو اعتبار و استناد حاصل ہوگا۔ مشہور کتب فتاویٰ کے علاوہ اردو میں بہت سے علمی اور فقہی موضوعات پر خاصی تصنیفات موجود ہیں، ان سے استفادہ کی بھی کوئی سبیل نکلی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس پروجیکٹ کو یایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آپ کی کوششوں کو قبول فرمائے

والسلام

اور اجر دے۔

محمد سعید جلال الدین عمری

(مولانا سعید جلال الدین عمری)

۱۳/۱۱/۲۰۱۳ء

امیر جماعت اسلامی ہند، نئی دہلی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم
بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد !

اعتقادِ عمل، یہ وہ بنیادیں ہیں جن پر ایک مسلمان کی اسلامی زندگی قائم ہوتی ہے، اس عمارت کو رفعت و شوکت بھی
اسی سے میسر ہوتی ہے اور زینت و قوت بھی اسی کے مرہون ہے، اگرچہ ان دونوں میں اعتقاد کی حیثیت بنیادی ہے،
تاہم اس دنیا میں کسی مسلمان کی شناخت کا مدار، اپنوں اور بیگانوں، تمام میں، عملِ اسلامی پر ہی ہے، چنانچہ اسلام کی بقا و
حفاظت کا جو وعدہ اور انتظام خالق کائنات کی جانب سے کیا گیا ہے، اس میں ان دونوں کی حفاظت شامل ہے اور دور
نبوی سے لے کر آج تک کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا وعدہ ہے: ”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“۔ (سورۃ الحجر)

حقیقت یہ ہے کہ اس حفاظت کے وعدہ میں قرآن و حدیث کے علاوہ، وہ تمام چیزیں بھی شامل ہیں جو اسلام کی
بقا و حفاظت کے لیے عالم اسباب میں ضروری سمجھی جائیں۔ غور کیجئے! قرآن کو اللہ تعالیٰ نے تو اتر کے ساتھ محفوظ فرمایا،
احادیث کی حفاظت کے لیے تحقیق و تدقیق کے اعلیٰ معیار کی جانب امت کی رہنمائی فرمائی اور قرآن و حدیث ہی کی
طرح صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علما و فقہاء کے اقوال کی حفاظت کا ایسا نظم فرمایا ہے، جس کی مثال پیش کرنے سے اقوام
عالم عاجز ہے۔ اس ناکارہ کے خیال میں دنیا کی تمام قوموں نے اپنے جن پیشواؤں اور دانشوروں کا قول و عمل محفوظ
کیا ہو، وہ تمام اس ذخیرہ سے بھی کم تر ہوگا جو مسلمانوں نے احادیث و آثار صحابہ کو چھوڑ، فقط تبع تابعین اور ان کے
بعد کے علما و صلحا، محدثین اور فقہاء کے اقوال و ارشادات کی شکل میں محفوظ کر رکھا ہے۔ کسی آیت کی تفسیر و تاویل کی طرح
حدیث کا معنی و مطلب بھی محفوظ کیا گیا، بلکہ آیت و حدیث دونوں کا شان و رود بھی قرن اول سے محفوظ ہوتا ہوا ہم تک
پہنچا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حفاظت و رعایت کی اس خصوصیت ہی نے امت کو حقیقی دین پر باقی رکھا ہے۔

ہر زمانہ میں موجود تحریر و تقریر اور حفظ و نقل کے مختلف وسائل کو بدرجہ اتم استعمال کرتے ہوئے جن علوم و فنون کو محفوظ
رکھنے کی روایت امت مسلمہ نے قائم فرمائی ہے، ان میں ایک مستقل عنوان ”فتاویٰ“ کا بھی ہے، چنانچہ صحابہ کرامؓ
سے لے کر آج تک کے بے شمار علما کے فتاویٰ امت کے پاس محفوظ ہیں۔

فتاویٰ و احکام کا یہ گراں قدر مایہ خزانہ، درحقیقت ترقی پذیر دنیا میں امت کو ترقی کی نئی راہ دکھاتا ہے، ہر دور میں
قرآنی احکام و اسلامی اعمال کے وجود و بقا کا ضامن ہے اور اسی سے اسلام کی ابدیت کی راہ استوار ہوتی ہے، اسی ذخیرہ
کی بدولت اعمال و احکام، معاشرت و معاملات اور حکومت و سیاست، ہر شعبہ میں امت اپنے سابقین سے مربوط ہے
اور اسی سے حال و مستقبل کی رہنمائی حاصل کرتی ہے۔

اسلامی علوم و فنون کی خدمت، حفاظت و اشاعت کا جو حیطہ وافر برصغیر کے مسلمانوں کا نصیب ہے وہ دنیا کے کسی بھی خطے سے کمتر نہیں، چنانچہ اس روشن روش کے تابناک عنصر کے طور پر علماء ہندوپاک کے فتاویٰ کا سلسلہ یہاں بھی رہا اور ہے اور جو کچھ اس باب میں اللہ تعالیٰ نے چاہا، محفوظ ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔ چنانچہ دور آخر میں ہندوستان و پاکستان میں فتاویٰ کے جن مجموعوں نے اہم کردار ادا کیا ہے ان میں فتاویٰ عزیزی، فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم، امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام، فتاویٰ محمودیہ اور فتاویٰ رحیمیہ سرفہرست ہیں، میقاتی رسائل و جرائد میں اشاعت کے علاوہ ان فتاویٰ کے کتابی مجموعوں نے علماء و عوام میں یکساں مقبولیت پائی ہے۔ فتاویٰ کے ایسے انمول ذخیروں کا ہمہ گیر مطالعہ فرما کر اس میں منتشر جزئیات کو یک جا جمع کرنے کی ضرورت و افادیت ہر اس شخص پر واضح ہے جو افتا کی خدمات سے وابستہ ہو، مگر یہ کام طویل وقت اور انتہائی دقت ہونے کے علاوہ فقہی مہارت، حوالہ جات کے لیے متون و شروح پر گہری نظر کی متقاضی ہے، اس لیے ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔

مجھے یہ جان کر خوشی و مسرت ہے کہ ہمارے کرم فرما اور بزرگ دوست جناب مولانا انیس الرحمن قاسمی ناظم امارت شریعہ بہار، اڑیسہ و جھارکھنڈ کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم صدقہ جاریہ کے لیے قبول فرمایا اور توفیق سے بھی نوازا۔ امارت شریعہ جیسی ملک گیر، فعال اور وسیع دائرہ کار رکھنے والی تنظیم کی نظامت کے علاوہ ملک کی نمائندگی سرکاری و غیر سرکاری ملی و دینی تنظیموں سے وابستگی آں موصوف کی قابلیت اور قبولیت کی دلیل ہے اور ان سب مصروفیات کے ساتھ اس خدمت کے لیے خود کو آمادہ کر لینا موصوف ہی کے بس کی بات ہے، اس کا راز تو آید و مرداں چنیں کنند۔

مولانا نے محترم نے فتاویٰ دارالعلوم، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ رحیمیہ وغیرہ چالیس کتابوں کے مجموعوں میں منتشر جزئیات کو یک جا جمع فرما کر ”فتاویٰ علماء ہند“ سے موسوم فقہی جزئیات کا ایک موسوعہ ترتیب دیا ہے، خوبی اس کی یہ ہے کہ اس میں مختلف جزئیات کو اس کے مأخذ سے من و عن نقل کرنے کے ساتھ عناوین کو بہتر اور مختصر کرتے ہوئے زبان و لغت کے جدید اسلوب میں تحریر کیا ہے، اس طرح نئی نسل کے لیے اپنے بزرگوں کی خدمات سے استفادہ اور آسان ہو جائے گا۔ (انشاء اللہ) ان سب خوبیوں کے علاوہ تخریج و تعلیق اور حوالہ جات کا اضافہ مستزاد۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے کیا فوائد و ثمرات ہیں۔

امت مسلمہ ہندیہ پر مولانا کا یہ احسان عظیم ہے، اس پر ان کا جتنا شکریہ ادا کیا جائے، وہ کم ہے، اللہ رب العزت اس خدمت کو قبول فرمائے، پایہ تکمیل تک پہنچائے، مولانا کی عمر میں، وقت میں، جسمانی قویٰ اور ذہنی استعداد میں برکت و قوت نصیب فرمائے اور مادی و معنوی تمام اسباب و وسائل خزانہ غیب سے فراہم فرمائے اور جس عظیم مقصد کے پیش نظر اس کام کو انجام دیا جا رہا ہے، اس میں کامیابی نصیب فرمائے۔ (آمین)

متفرقات وضو

وضو کے پانی کی مقدار:

سوال: وضو کے لیے کتنا پانی لینا چاہئے، پانچ سیر پانی لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وضو ایک مد پانی سے ہو سکتا ہے حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے، غایت یہ کہ دو ڈیڑھ مد یعنی سوا سیر، ڈیڑھ سیر پانی ہو۔ (۱) اور اسراف کرنا وضو میں مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۳۳/۱)

وضو اور غسل میں پانی کی مقدار کیا ہے:

سوال: وضو اور غسل کے بارے میں پانی کی مقدار کے لیے مداور صاع وغیرہ جو وارد ہے اس سے کمی زیادتی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مداور صاع جو وضو اور غسل میں وارد ہے وہ تحدید نہیں ہے، اس لیے کمی زیادتی جائز ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۲۹/۱)

(۱) عن أنس قال: "كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ بالمد ويغتسل بالصاع إلى خمسة أمداد"، متفق عليه. (مشکوٰۃ، باب الغسل: ص ۲۸ - ظفیر)

(۲) (ومكروهه: لطم الوجه) أو غيره (بالماء) تنزيهاً، والتقيير (والإسراف) ومنه الزيادة على الثلاث (فيه) تحريماً ولو بماء النهر والمملوك له. (الدر المختار) قوله الإسراف: أي بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية الخ، وقال في البدائع: إنه الصحيح، حتى لو زاد أو نقص واعتقد أن الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد، وقد منا أنه صريح في عدم كراهة ذلك يعني كراهة تحريم. (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في تعريف المكروه: ۱۳۲/۱، ظفیر)

(۳) (ثم يفيض الماء) على كل بدنه ثلاثاً مستوعباً من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل وهو ثمانية أرتال وقيل: المقصود عدم الإسراف، وفي الجواهر: لا إسراف في الماء الجاري لأنه غير مضيع (در مختار) قوله وقيل المقصود الخ: الأصوب "حذف قيل" لما في الحلية: أنه نقل غير واحد إجماع المسلمين على أن ما يجزىء في الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار، وما في ظاهر الرواية: من أن أدنى ما يكفي في الغسل صاع، وفي الوضوء مد للحديث المتفق عليه الخ ليس بتقدير لازم بل هو بيان أدنى القدر المسنون آه قال في البحر: حتى إن من أسبغ بدون ذلك أجزاءه، وإن لم يكفه زاد عليه لأن طباغ الناس وأحوالهم مختلفة، كذا في البدائع. (رد المحتار، كتاب الطهارة، سنن الغسل: ۱۳۵/۱، ظفیر)

وضو کے لیے کتنا پانی چاہیے:

سوال: وضو اور غسل میں شرعاً کتنے سیر پانی استعمال کرنا چاہیے اور اس سے زائد کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً أو مصلیاً

وضو میں ڈیڑھ سیر اور غسل میں چار سیر، فتاویٰ رشیدیہ: ص ۸۶۔ (۱) اس سے زائد بلا ضرورت اسراف ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، ۳۰/۸/۱۳۶۱ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، ۳۰/۸/۱۳۶۱ھ، صحیح: عبد اللطیف، ۴/ شعبان ۱۴۱۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴/۵)

اعضاء وضو کو تین بار سے زیادہ دھونا:

سوال: وضو میں بعض لوگ تین بار کہنی تک ہاتھ دھو کر پھر تین بار پانی بہاتے ہیں، تو یہ چھ مرتبہ ہو گئے وضو میں یہ فعل درست ہے یا مکروہ یا ناجائز اور اس طرح کرنا چھ مرتبہ سمجھا جائے گا یا تین مرتبہ؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: باسم ملہم الصواب

اگر تین سے زائد اس اعتقاد سے دھورہا ہے کہ یہ ثواب یا سنت ہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں مگر بدوں کسی داعیہ کے کر رہا ہے تو عبث ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کبھی ازالہ شک اور طمانینت قلب کی خاطر تین سے زیادہ بار دھولیا تو کوئی کراہت نہیں، البتہ مسجد اور مدرسہ کے وقف پانی سے تین بار سے زیادہ دھونا حرام ہے۔ (۳)

(۱) فتاویٰ رشیدیہ: ۲۴۵، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

(۲) (ثم يفيض الماء) على كل بدنه ثلاثاً مستوعباً من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل وهو ثمانية أرطال، وقيل: المقصود عدم الإسراف، وفي الجواهر: لا إسراف في الماء الجاري لأنه غير مضيع (در مختار) قوله وقيل المقصود الخ: الأصوب "حذف قيل" لما في الحلية: أنه نقل غير واحد إجماع المسلمين على أن ما يجزىء في الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار، وما في ظاهر الرواية: من أن أدنى ما يكفي في الغسل صاع، وفي الوضوء مد، للحديث المتفق عليه، كان صلى الله عليه وسلم يتوضأ بمد ويغتسل بالصاع إلى خمسة أمداد، ليس بتقدير لازم بل هو بيان أدنى القدر المسنون. (رد المحتار: ۱۵۸/۱، سعید، وكذا في الفتاوى العالمية: ۱۶/۱، مما يتصل بذلك مسائل، رشیدیہ۔ (مکروہہ: لطم الوجه) أو غيره (بالماء) تنزيهاً، والتقية (والإسراف) ومنه الزيادة على الثلاث (فيه) تحريماً ولو بماء النهر والمملوك له (الدر المختار) قوله الإسراف: أي بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية لما أخرج ابن ماجة وغيره عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بسعد وهو يتوضأ فقال: ما هذا السرف؟ فقال: أفي الوضوء إسراف، فقال: نعم، وإن كنت على نهر جار، حلية (رد المحتار: ۱۳۱/۱، مکروہات الوضوء، سعید۔)

(۳) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: إن رجلاً أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! كيف الطهور؟ فدعاه بماء في إناء فغسل كفيه ثلاثاً ثم غسل وجهه ثلاثاً ثم غسل ذراعيه ثلاثاً ثم مسح برأسه وأدخل أصبعيه السباحيتين في أذنيه ومسح يابهما به على ظاهر أذنيه وبالسباحيتين باطن أذنيه ثم غسل رجله ثلاثاً ثلاثاً، ثم قال: هكذا الوضوء، فمن زاد على هذا أو نقص فقد أساء وظلم أو ظلم وأساء. (أبو داود، باب الوضوء ثلاثاً، ص ۲۹، نمبر ۱۳۵، سنن النسائي، الاعتداء في الوضوء، انیس)

”قال فی شرح التنویر: (والإسراف) ومنه الزيادة علی الثلاث (فیہ) تحریماً ولو بماء النهر والمملوک له، أما الموقوف علی من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام.

وقال فی الشامیة: (قوله والإسراف): أى بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية لما أخرج ابن ماجة وغيره عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بسعد وهو يتوضأ فقال: ما هذا السرف؟ فقال: أفى الوضوء إسراف، فقال: نعم، وإن كنت علی نهر جارٍ، حلیة. (وقوله ومنه): أى من الإسراف الزيادة علی الثلاث أى فی الغسلات مع اعتقاد أن ذلك هو السنة لما قدمنا من أن الصحيح أن النهی محمول علی ذلك فإذا لم يعتقد ذلك وقصد الطمانينة عند الشك أو قصد الوضوء علی الوضوء بعد الفراغ منه فلا كراهة كما مر تقريره، آه، وأما الكراهة التنزیهية فذكرها تحت قوله تحریماً. (رد المحتار: ۱/۱۲۳، مطلب فی الإسراف فی الوضوء) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲/ رجب الآخر ۱۳۹۰ھ (حسن الفتاویٰ: ۱۵۲/۱-۱۶)

وضو علی الوضوء ”نور علی نور“ کب کہا جائے گا:

سوال: با وضو اذان دی پھر وضو کرنے سے، ”وضو پر وضو“ کرنے کی فضیلت حاصل ہوگی یا نہیں؟ کیوں کہ دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد وضو کرنے سے فضیلت حاصل ہوتی ہے، اسی طرح بغیر نماز پڑھے اذان کے بعد دوبارہ وضو کرنے سے فضیلت و ثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً أو مصلیاً

پہلی مرتبہ وضو کرنے کے بعد دوبارہ وضو کرنے سے ”نور علی نور“ کا ثواب تو حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ ایک وضو سے ایسی عبادت ادا کر لی جائے جس کے لیے وضو شرط ہے اور بغیر وضو ادا نہیں ہوتی ہے جیسے نماز پڑھنا، سجدہ تلاوت کرنا، قرآن شریف ہاتھ میں لیکر پڑھنا۔ اگر ایک وضو سے ایسی عبادت ادا نہیں کی گئی خواہ بالکل کوئی عبادت بھی ادا نہ کی گئی ہو اور دوبارہ وضو کر لیا جائے یا ایسی عبادت ادا کی گئی ہو جس کے لیے وضو شرط نہیں ہے، بلکہ محض بہتر ہے، بلا وضو بھی ادا ہو سکتی ہے، جیسے اذان یا حفظ سے قرآن پاک کی تلاوت یا تسبیح و ذکر، تو دوبارہ وضو کرنا ”نور علی نور“ کے درجہ میں نہیں آئے گا، بلکہ فضول و اسراف ہونے کی وجہ سے، ممنوع و مکروہ قرار دیا جائے گا۔

”والوضوء عبادة غیر مقصود لذلتهافإذالم یؤد به عمل مما هو المقصود من شرعیتہ كالصلوة وسجدة التلاوة ومس المصحف ینبغی أن لا یشرع تکراره قربه لکونه غیر مقصود

لذاته فيكون إسرافاً محضاً“۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمد عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۱۳۹۰ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۵/۵، ۵۶)

عشا کے وضو سے نماز فجر:

سوال: میں نے بزرگان دین خاص کر حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق کتابوں میں پڑھا ہے کہ ان حضرات نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کی ہے، ان واقعات کے سنا نے پر مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آخر ان حضرات نے دوسری ضروریات کس طرح پوری کیں؟ جواب سے ہمیں مطمئن کریں؟ (م، ع، فاروقی، محبوب نگر)

الجواب

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ امت کے چیدہ اولیاء میں ہیں، ان بزرگوں سے بعض کرامات کا صدور بھی ہوا ہے اور اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں، جہاں تک مذکورہ واقعہ کی بات ہے، تو شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات بے وضو رہنے سے اجتناب فرماتے تھے، اور ہر وقت پاکی کی حالت میں رہنے کا اہتمام فرماتے تھے، جوں ہی طہارت کی ضرورت ہوتی وضو فرما لیتے اور کچھ دیر بھی ناپاکی کی حالت کو برقرار رکھنا گوارا نہ فرماتے۔ واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ: ۵۲۲-۵۳)

پلاسٹک کا ہاتھ اور وضو:

سوال: اگر کسی کا کوئی ہاتھ کہنی سے کٹ جائے اور وہ پلاسٹک کا ہاتھ لگوائے تو وضو میں کہنی سمیت ہی دھوئے گا؟ کیا اس کے پلاسٹک کے ہاتھ پر ”ید“ کا اطلاق ہوگا؟ (س، ج، حسن آباد)

الجواب

پلاسٹک کا مصنوعی ہاتھ جو جسم کے ساتھ مستقل طور پر لگا ہوا نہ ہو، وہ حقیقی ہاتھ کے حکم میں نہیں، البتہ اگر کہنی کا کچھ حصہ بچا ہوا ہو، یعنی بازو کی ہڈی کا آخری سرا موجود ہو تو اس حصہ کو اگر دھوسکتا ہو تو دھولینا واجب ہوگا، کیوں کہ جس شخص کا پاؤں کٹا ہوا ہو فقہانے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر پاؤں کا تھوڑا سا حصہ باقی ہو گو تین انگلی کی مقدار سے کم، تب بھی اسے دھولیا جائے۔ ”مقطوع الرجل إن بقی منها شیء، وإن أقل من ثلث أصابع غسله“۔ (۲) تو یہی حکم ہاتھ کا بھی ہونا چاہئے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۵۲۲)

(۱) ردالمحتار: ۱۱۹/۱، مطلب الوضوء علی الوضوء، سعید، وکذا فی الحلبي الكبير: ۲۶، فی سنن الوضوء، سہیل

اکیڈمی، لاہور، وکذا فی الطحطاوی علی مرقی الفلاح: ۸۳، أو صاف الوضوء، قدیمی۔

(۲) کبیری: ص ۳۹۔

مصنوعی ہاتھ پر وضو:

سوال: ایک شخص ہے جس کا بایاں ہاتھ آدھی ہتھیلی مع پانچ انگلیوں کے کٹ گئی ہے، اور وہ مصنوعی ہاتھ لگائے ہے، لیکن وضو کرتے وقت بار بار اس مصنوعی ہاتھ کو ہٹانے اور پھر لگانے سے بہت دشواری پیش آتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہاتھ میں زخم ہو جاتا ہے جس سے کافی تکلیف ہوتی ہے، تو کیا اس مصنوعی ہاتھ کو ہٹائے بغیر اسی کے اوپر سے وضو کر سکتے ہیں؟

ہو المصوب

دریافت کردہ صورت میں مصنوعی ہاتھ ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ ۲۰۷)

وضو کرتے وقت اور بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت تعوذ کا حکم:

سوال: ”تجوید مبتدی“ میں لکھا ہے کہ تعوذ، قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے شروع کرنے سے پہلے پڑھنا مکروہ منع ہے اور علامہ تھانویؒ نے کسی سائل کو جواب دیتے ہوئے وضو کرتے وقت تعوذ اور بسم اللہ کو جمع کر کے پڑھنے کو افضل لکھا ہے، تو کیا وضو کرتے وقت بسم اللہ کے ساتھ تعوذ کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے؟ علامہ تھانویؒ کا جواب ”تجوید مبتدی“ کی عبارت کے خلاف پڑتا ہے۔

الجواب _____ حامداً و مصلیاً

قرآن پاک کے علاوہ کسی اور کتاب کو شروع کرتے وقت ”أعوذ“ نہ پڑھا جائے۔ (۱) قرآن پاک پڑھنے کے علاوہ دوسرے بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے شروع میں ”أعوذ“ پڑھا جاتا ہے، جیسے وضو کرتے وقت۔ (۲) اور بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے: ”اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ“۔ (الدر المختار) (۳)

دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۵)

(۱) ردالمحتار، آداب الصلوۃ: ۱/۲۸۹۔

(۲) ردالمحتار: ۱۰۹/۱، سنن الوضوء۔

(۳) عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل الخلاء يقول: ”اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ“، متفق عليه. (مشکوٰۃ المصابيح: ۲۲، باب آداب الخلاء، قدیری)

(۴) فکلام الذخیرۃ فی التعوذ قبل الکلام لا فی غیرہ من الأفعال فلا ینافی استنانه قبل الخلاء. (رد المحتار، فصل: ۲۸۹/۱، سعید)

وضو کے وقت لوٹا پکڑنے اور رکھنے کا طریقہ:

سوال: وضو کرتے وقت لوٹا دہنی طرف رکھنا چاہئے یا بائیں طرف نیز لوٹے کو پکڑنے کا انداز کیا ہونا چاہئے؟

الجواب: _____ حامد اومصلیاً

وضو کرتے وقت لوٹا بائیں طرف رکھنا چاہئے البتہ اگر برتن ایسا ہے کہ چلو بھر کر وضو کرنا پڑے تو اس صورت میں برتن کو دہنی طرف رکھنا چاہئے۔ نیز لوٹا اگر دستہ والا ہے تو دستہ پکڑ لے اگر لوٹا ایسا نہیں تو لوٹے کے کنارہ پر ہاتھ رکھے اوپر نہ رکھے:

”وَمِنْ آدَابِ أَنْ يَكُونَ جُلُوسَهُ عَلَى مَكَانٍ مَرْتَفِعٍ وَأَنْ يَغْسِلَ عُرُوقَ الْإِبْرِيقِ ثَلَاثًا وَأَنْ يَضَعَهُ عَلَى يَسَارِهِ وَإِنْ كَانَ إِنْءَا يُغْتَرَفُ مِنْهُ فَعَنْ يَمِينِهِ وَأَنْ يَضَعَ يَدَهُ حَالَةَ الْغَسْلِ عَلَى عُرُوقِهِ لَا عَلَى رَأْسِهِ، كَذَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ كَمَالُ الدِّينِ ابْنُ الْهَمَامِ“۔ (کبیری: ص ۳۰) (حبیب الفتاویٰ جلد سوم، صفحہ ۴۶)

وضو کے بعد لوٹا سیدھا رکھا جائے یا اوندھا:

سوال: وضو کرنے کے بعد لوٹا پلٹ کر رکھنے کا طریقہ انبہ ہے یا سیدھا؟

الجواب: _____ حامد اومصلیاً

گردوغبار گرنے یا کسی جانور کے بیٹ گرنے یا کسی کتے وغیرہ کے منہ ڈال کر ناپاک کرنے کا اندیشہ ہو تو الٹ کر رکھ دینا چاہیے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۹۱ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۱۳۹۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۷۷)

کانسی اور پیتل کے لوٹے سے وضو جائز ہے یا نہیں:

سوال: کانسی یا پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

درست ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۲۹/۱)

(۱) عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أغلق بابک واذکر اسم اللہ وخمر إناک ولوبعود

وتعرضه علیہ واذکر اسم اللہ وأوک سقائک واذکر اسم اللہ“۔ (سنن أبی داؤد: ۱۲۸/۲، فصل فی إیکاء الآنیۃ، امدادیہ)

(۲) ویکره الأکل فی نحاس أو صفر والأفضل الخزف (درمختار) وفی الجوهرۃ: أما الآنیۃ من غیر الفضة و

الذهب فلا بأس بالأکل والشرب فیها والانتفاع بها کالحدید والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطين آه فتنبہ۔ (ردالمختار، کتاب الحظر والإباحۃ: ۳۰۰/۵۔ ظفیر)

پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے کہ نہیں:

سوال: پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے کہ نہیں؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے۔

ويجوز استعمال الأواني من الصفر، لما روى عن عبد الله بن يزيد قال: أتاننا رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبرنا له ماءً في تور من صفر فتوضأ. رواه البخاري. (البحر الرائق: ج ۱ ص ۲۱۱) فقط والله تعالى اعلم بالصواب

حرره العبد حبيب الله قاسمی (حبیب الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۲۶)

مٹی کا لوٹا جو استنجا کے لئے ہو، اس سے وضو کیا جاسکتا ہے یا نہیں:

سوال: مٹی کا لوٹا پیشاب و پاخانہ میں استعمال کیا ہو، تو اس لوٹے سے پانی پیا اور وضو کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب _____

ایسے لوٹے سے پانی پیا جاسکتا اور وضو کیا جاسکتا ہے، جبکہ اس میں نجاست نہ لگی ہو۔ کمالا یخفی!

(فتاویٰ احیاء العلوم جلد اول صفحہ ۲۷)

بوقت معذوری بائیں ہاتھ سے وضو میں کام لینا:

سوال: ایک شخص کا ہاتھ ایسا ہے کہ جس سے تمام کام کر سکتا ہے مگر ہاتھ منہ تک نہیں پہنچتا، ایک ہاتھ یعنی بائیں ہاتھ سے منہ دھوتا ہے کان کا مسح بائیں طرف تو کر لیتا ہے کیا داہنے کان کا مسح بھی بائیں ہاتھ سے کر لیوے یا صرف بائیں کان کا مسح بلحاظ سنت ضروری ہوگا داہنے کا ساقط ہو جائے گا؟

الجواب _____

ہاں داہنے کا بھی بائیں ہاتھ سے کر لے۔ ۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ، تتمہ ثانیہ ص: ۹۹۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۵/۱)

پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا ضروری نہیں:

سوال: کیا پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا بھی ضروری ہے؟ بغیر دیکھے کیسے علم ہوگا؟ کبھی پاؤں کو ایسی چیز بھی لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے پانی پاؤں تک نہیں پہنچتا۔ (حافظ عباس میواتی رانیوٹ)

الجواب _____ وباللہ التوفیق

عام حالات میں چونکہ تلوے کو ایسی چیز لگی ہوئی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جوتے کے ذریعے حفاظت ہوتی رہتی ہے اس لئے ہر وضو میں تلووں کو دیکھنا واجب نہ ہوگا۔ وعلیہ العمل۔ البتہ ایسا شخص جو جوتا نہیں پہنتا اور ایسی جگہ کام

کرتا ہے، جہاں ایسی چیز تلوے کو لگ جاتی ہے تو اس کے لئے احتیاط دیکھ لینے میں ہے۔ فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، ۱۳۸۲/۷/۷ھ (خیر الفتاویٰ: ۵۲۲)

وضو کے اندر کوئی عضو خشک رہ جائے تو اسی عضو کو دھوئے یا دوبارہ وضو کرے:

سوال: وضو یا غسل میں کوئی عضو یا جگہ بھولے سے خشک رہ جائے، تو اسی عضو یا جگہ کو دھوئے، یا دوبارہ وضو کرے، اگر اسی جگہ کا دھونا کافی ہے، تو آیا یہ حکم جب تک ہے، جب تک اعضا تر ہیں، یا اعضا کے خشک ہونے کے بعد بھی ہے؟ (المستفتی: ۱۳۲۹، محمد یونس صاحب (مفتی) ۲۷/ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ، مطابق: ۱۰/فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب

صرف خشک رہ جانے والے عضو کو دھونا کافی ہے خواہ باقی اعضا کے خشک ہونے سے پہلے دھوئے یا خشک ہونے کے بعد۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۶۷/۲)

میل اور مٹی جو ناخنوں میں ہو وضو کی صحت سے مانع نہیں:

سوال: ناخن کے اندر جو میل جم جاتا ہے وہ نہ چھڑانے سے وضو ہو جاتا ہے یا نہ، اسی طرح برسات کے دن چلنے پھرنے میں پیر کے ناخن کے اندر کیچڑ جاتا ہے وضو کے وقت خلال سے چھڑانا پڑے گا یا نہ؟

الجواب

(ولا یمنع) الطہارۃ (ونیم) الخ (وحناء) الخ (ودرن ووسخ)..... وکذا دھن و دسومۃ (و تراب)
وطین ولو (فی ظفر مطلقاً) أى قروياً أو مدنیاً فی الأصح. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بدون چھڑائے وضو ہو جاوے گا چھڑانے کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط
یکم محرم روز جمعہ ۱۳۳۳ھ، تتمہ ثالث، ص: ۵۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۵۱-۳۶)

وضو کے بعد آئینہ دیکھنا اور تولیہ استعمال کرنا:

سوال: بعض حضرات کہتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد آئینہ دیکھنے یا تولیہ سے بدن پونچھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ (علاء الدین، تنالی، گنپور)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، مطلب فی أبحاث الغسل: ج ۱ ص ۱۵۰، انیس

(۲) وضو میں ہاتھ پاؤں کے ناخن دھونا بھی فرض ہے، اگر کسی کے ناخنوں میں آٹا یا مٹی یا پالش لگی ہو تو اس کو صاف کر کے ناخن کے اوپری حصہ پر پانی بہو چنانا ضروری ہوگا، اسی طرح اگر ناخن بڑھے ہوئے ہوں اور ان کے نیچے یہ چیزیں آٹا، مٹی، پالش لگی ہوں تو ان کو صاف کر کے سامنے کے نچلے حصہ میں پانی بہو چنانا ضروری ہوگا۔ البتہ اگر ناخن چھوٹے ہوں اور مٹی یا آٹا لگا ہوا ہو تو بغیر صاف کئے وضو کرنا درست نہ ہوگا۔ آج کل عورتیں ناخن پر مصنوعی پالش لگاتی ہیں ایسی پالش کو وضو کرتے وقت صاف کر کے دھونا ضروری ہوگا۔ اگر ناخنوں میں میل کیچل ہو تو اس کو صاف کئے بغیر بھی وضو کرنا درست ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ صاف کر لے۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۹۰/۱)۔ (طہارت کے احکام و مسائل، مؤلفہ انیس الرحمن قاسمی)

الجواب

جب تک جسم سے کوئی ناپاک چیز خارج نہ ہو، یا بالغ آدمی نماز کی حالت میں قہقہہ لگا کر نہ ہنسنے، وضو نہیں ٹوٹتا، وضو کرنے کے بعد آئینہ دیکھنے میں کوئی قباحت نہیں اور تولیہ سے بدن پوچھنے میں بھی کچھ حرج نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک تولیہ تھا، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل، وضو کے بعد استعمال فرمایا کرتے تھے۔

”کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرقة یلتف بہا بعد الوضوء“ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (۱)
البتہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کے بعد تولیہ پیش کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا:
”إنما کرہ المنديل بعد الوضوء، لأن الوضوء یوزن“ عن الزہری۔ (۲)
اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طریقے درست ہیں، کبھی تولیہ استعمال کر لیا جائے، اور کبھی نہ کیا جائے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۵۴/۲)

امام صاحب کا وضو اور استنجا کے لیے پانی بھر کر رکھنا:

سوال: مسجد کے امام صاحب وضو کے لیے اور استنجا کے لیے پانی مٹکا میں بھر دیا کرتے ہیں، تو کیا اس پانی کو استعمال کرنے والے لوگ گنہگار ہوتے ہیں؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

امام صاحب لوگوں کی اس طرح خدمت کرتے ہیں تو ثواب حاصل کرتے ہیں۔ (۳) لوگوں کے گنہگار ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمد عثمان غنی ۲۳/۶/۱۴۳۰ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۶۲/۲-۶۳)

بلا وضو سجدہ تلاوت سے متعلق ایک روایت:

سوال: سجدہ تلاوت بلا وضو جائز ہے یا نہیں؟ روایت ہے کہ ابن عمرؓ بغیر وضو کے سجدہ کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کی تلاوت کفار مکہ کے سامنے کی تھی تو اس وقت آیت سجدہ پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور کفار مکہ نے بھی جو بغیر وضو تھے؟

هو المصوب

سجدہ تلاوت بلا وضو جائز نہیں ہے۔ (۴) کافر عبادات کے مکلف نہیں ہیں اور سجدہ تلاوت عبادت ہے، جو کافر پر

(۲-۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۵۳. ۵۴، باب ماجاء فی المنديل بعد الوضوء، أبواب الطهارة

(۳) ”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ“۔ (سورۃ المائدہ: ۲)

(۴) وشرائط هذه السجدة شرائط الصلاة إلا التحريمه۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ج ۱، ص: ۱۲۵)

واجب نہیں۔ (۱) حضرت ابن عمرؓ کے جس اثر کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔ (۲) اس سے طہارت کی نفی نہیں ہوتی ہے۔ (۳) اور بیہقیؒ کی جس روایت کو فتح الباری میں نقل کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قول طہارت کے ساتھ سجدہ کرنے کا تھا، روایت یہ ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: ”لا یسجد الرجل إلا وهو طاهر“۔ (۴)

جبکہ فتح الباری ہی میں ایک روایت جو سعید بن جبیرؒ کی طرف منسوب ہے اس میں ابن عمرؓ کے عمل سے بغیر وضو سجدہ کرنے کا پتہ چلتا ہے۔ (۵) صاحب فتح الباریؒ نے ان دونوں روایتوں کے درمیان جو تطبیق کی، وہ درج ذیل ہے:

فیجمع بینہما (أی بین روایۃ النافع و بین روایۃ سعید بن جبیرؒ) بأنہ أراد بقوله طاهر الطهارة الكبرى أو الثاني على حالة الاختيار والأول على الضرورة۔ (۶)

یہاں پراول سے مراد سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور فقہی کلیہ یہی ہے کہ قولی روایت کو فعلی روایت پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ (۷) اگر ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مسلک کو مان بھی لیں تو یہ صرف انہی کا مسلک ہے، باقی دوسرے کسی شخص کا یہ مسلک نہیں ہے۔ ہاں امام شافعی رحمہ اللہ بھی اس کے قائل ہیں۔ لہذا تفردات پر عمل نہ کر کے اکثر بلکہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو قول ہے، اس پر عمل کرنا لازم ہے، جبکہ عبادت بغیر وضو انجام نہیں دی جاسکتی ہے۔

تحریر: مسعود حسن حسنی - تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۲۳ تا ۲۲۵)

نماز جنازہ کے وضو سے نماز پنجگانہ پڑھنے کا حکم:

سوال: نماز جنازہ کے لیے جو وضو کیا گیا ہو اس وضو سے نماز پنجگانہ میں سے کوئی نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے اس واسطے کہ وضو میں نیت شرط نہیں چاہے جس نیت سے وضو کرے اس وضو سے نماز ادا کرنا جائز ہے اور تیمم میں نیت شرط ہے اس سے بھی جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لو تیمم لصلوة الجنائز و سجدة التلاوة أجزأه إن صلى به مكتوبةً بلا خلاف، كذا في المحيط“۔

ترجمہ: یعنی اگر نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کے لیے تیمم کیا تو بلا خلاف علماء کرام کے نزدیک جائز ہے کہ اس تیمم

سے فرض نماز پڑھے۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔ فقط (فتاویٰ عزیزی اردو، مطبع سعید کمپنی لاہور: ۳۹۴)

(۱) حتی لو كان التالى كافراً أو مجنوناً أو صبيّاً أو حائضاً أو نفساء أو عقيب الطهر دون العشرة والأربعين لم يلزمهم وكذا السامع، كذا في الزاھدی. (الفتاویٰ الھندیة: ج ۱، ص: ۱۳۲)

(۲) وكان ابن عمر یسجد علی غیر وضوء. (صحیح البخاری، کتاب سجود القرآن، باب سجود المسلمین مع المشرکین، حدیث نمبر: ۱۰۷۱)

(۳) إعلاء السنن، ج ۷، ص ۲۲۵۔

(۷) إعلاء السنن: ۷/۲۲۶۔

(۴-۵-۶) فتح الباری: ۱۵/۳۔

نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے وضو سے نماز:

سوال: نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے لیے وضو کیا تو اس سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مینو اتو جروا۔

الجواب: ————— باسم ملہم الصواب

جائز ہے، بلکہ پانی نہ ملنے یا مرض کی وجہ سے نماز جنازہ کے لیے تیمم کیا ہو تو اس سے بھی دوسری نماز پڑھنا جائز ہے۔
 ”قال ابن عابدین: (قوله بخلاف صلوة جنازة) أى فإن تیمم لها تجوز به سائر الصلوات لكن عند فقد الماء وأما عند وجوده إذا خاف فوتها فإنما تجوز به الصلوة على جنازة أخرى، إذا لم يكن بينهما فاصل، كما مر، ولا يجوز به غيرها من الصلوات، أفاده، ح. (رد المحتار: ۲۲۶/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۳ صفر ۹۰ھ (حسن الفتاویٰ: ۱۸/۲)

جنازہ کے لئے کئے گئے وضو سے فرض نماز کی ادائیگی:

سوال: جو وضو جنازے کی نماز کے لئے کیا جائے، اس سے فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: ————— وباللہ التوفیق

جو وضو جنازے کی نماز کے لئے کیا جائے، اس سے فرض نماز بھی جائز و درست ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 محمد عثمان غنی ۲۴/۲-۱۳۷۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ ۶۷) ☆

(۱) إن الصلاة تصح عندنا بالوضوء ولو لم يكن منوباً. (رد المحتار، كتاب الصلاة: ۲۲۳/۱)

☆ نماز جنازہ کے وضو سے فرائض وغیرہ پڑھنا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو وضو جنازہ کی نماز کے واسطے کیا ہے اس وضو سے نماز فرض پڑھ لیوے یا نہیں؟

الجواب:

وضو جو جنازہ کے واسطے کیا ہے اس سے فرض درست و جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ۲۳۸)

نماز جنازہ کے وضو سے فرائض پڑھنا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو وضو جنازہ کی نماز کے واسطے کیا ہے اس سے تحیۃ الوضوء اور نماز فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

نماز جنازہ کے واسطے جو وضو کیا ہے اس سے نماز فرض سنت نفل اشراق چاشت تحیۃ الوضوء سب جائز ہیں۔ فقط، بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ۲۳۸)

نماز جنازہ والے وضو سے فرض نماز:

سوال: نماز جنازہ جس وضو سے ادا کی جائے اس سے دوسری فرض نمازیں ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

جس وضو سے نماز جنازہ ادا کی جاوے اس وضو سے دوسری نماز فرض پڑھ سکتے ہیں۔ (اس لیے کہ جب وضو باقی ہے تو اس سے جتنی

==

چاہے نمازیں پڑھ سکتا ہے، جو عوام میں مشہور ہے وہ بے اصل ہے۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۳۷/۱)

ایک وضو سے کتنی نمازیں پڑھ سکتے ہیں:

سوال: زید نے صرف مسجد میں داخل ہونے کی غرض سے وضو کیا، یا قرآن چھونے کے لئے وضو کیا، یا نماز جنازہ ادا کرنے کی غرض سے وضو کیا، مذکورہ تینوں مقاصد سے کئے ہوئے وضو سے فرائض پڑھ سکتا ہے؟

هوالمصوب

مذکورہ وضو سے فرائض و دیگر نمازیں پڑھ سکتے ہیں، وضو سے طہارت مطلقہ حاصل ہوتی ہے، وضو کسی نیت سے کیا جائے یا بلا نیت کیا جائے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد ۷ صفحہ ۲۰۸ و ۲۰۹)

نماز جنازہ کے بعد تازہ وضو ضروری ہے یا نہیں:

سوال: مورخہ ۴/ رمضان کو ایک میت کے وارث نے آکر مسجد میں بیان کیا کہ ہم فلاں شخص کی میت لائے ہیں اس لئے میت کی نماز پڑھادی جائے ہم میت کو دفن کرنے بھی لے جائیں گے ورنہ لوگ پھر دفن میں نہ جائیں گے اور یہ میت کورات بھر گھر میں نہیں رکھ سکتے ہیں، جس وقت وہ شخص مسجد میں آیا اس وقت تراویح شروع ہو کر صرف دو رکعت ہوئی تھی چنانچہ اس وقت مسجد کے باہر جا کر امام اور دیگر نمازیوں اور شرکاء نے نماز جنازہ پڑھی اور بعد نماز جنازہ، شرکاء جنازہ اور کچھ مقتدی میت لیکر قبرستان چلے گئے امام نے مسجد میں آ کر تراویح شروع کر دی اور بعد تراویح وتر اور نفل پڑھ لئے۔ مطلع فرمائیے کہ امام اور مقتدیوں کو بعد نماز جنازہ تازہ وضو کر کے نماز پڑھانا اور پڑھنا تھا یا کہ نہیں؟

الجواب۔ وبالله التوفیق

امام نے صحیح عمل کیا، اس کو یہی کرنا چاہئے تھا، بعد نماز جنازہ تازہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں، نماز جنازہ سے

== وضو جنازہ سے وقتی فرض نماز پڑھ سکتے ہیں:

سوال: حنفی جنازہ کی نماز کے لیے وضو کرے تو اس سے فرض وقتی یا قضا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جنازہ کی نماز کے لیے جو وضو کیا جاوے اس سے فرض وقتی و قضا نماز پڑھنا درست ہے۔ (اس لیے کہ وضو باقی ہے ایک وضو سے کئی نماز پڑھنا درست ہے، یہ غلط عوام میں مشہور ہے کہ اس وضو سے وقتی نماز درست نہیں۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۰۶)

ایک وضو سے نماز جنازہ اور فرض نماز پڑھنا:

سوال: کیا نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اسی وضو سے فرض نماز ادا کر سکتے ہیں؟ (سید عبدالرحیم مانوت، پربھنی)

الجواب

وضو چوں کہ پاکی حاصل کرنے کا اصل طریقہ ہے اور حنفیہ کے یہاں وضو میں نیت کرنا ضروری نہیں، اس لئے وضو خواہ کسی بھی مقصد سے کیا جائے، دوسرے مقاصد کے لئے بھی جن میں وضو ضروری ہو، وہی وضو کفایت کرتا ہے، اس لئے نماز جنازہ کے لئے کئے گئے وضو سے دوسری نمازیں بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۵۳۲)

وضو نہیں ٹوٹتا ہے، یہ غلط اور جاہلانہ باتیں مشہور ہو گئی ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب
کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۲۱/۹/۱۳۸۵ھ۔ الجواب صحیح: محمود عفی عنہ
(منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۵۰/۱-۱۵۱)

جنازہ کے لئے کئے گئے وضو سے نماز فرض کی ادائیگی:

سوال (۱): زید نے جنازہ کی نماز کے لئے وضو کیا پھر اسی وضو سے مغرب کی نماز پڑھی، آیا اس وضو سے نماز ادا ہو جائے گی یا دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

غسل کے وضو سے فرض و واجب کی ادائیگی:

سوال (۲): غسل کے وضو سے فرض نماز بلا کراہت جائز ہے یا کہ نہیں، اسی طرح عیدین کی نماز کے وضو سے فرض نماز ادا ہو جائے گی یا کہ نہیں۔

الجواب ————— وباللہ التوفیق

(۱) دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں اس وضو سے ہر نماز پڑھ سکے گا۔

(۲) بلاشبہ جائز ہے اور یقیناً ادا ہو جائے گی، (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۲۱/۷/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، محمد جمیل الرحمان، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۵۰/۱)

بدون نیت نہانے سے وضو ہو جائے گا:

سوال: بغیر کسی نیت کے یونہی نہا لیا جائے، یا سمندر میں تیر لیا جائے، تو کیا وضو خود بخود ہو جائیگا؟ اگر ہو جائے گا تو کیا سر کا مسح بھی ہو جائے گا؟ بیہوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

وضو مع مسح صحیح ہو جائے گا، البتہ بدون نیت کے ثواب نہیں ملے گا۔

”قال فی العلانیۃ: وصرحوا بأنه بدونها ليس بعبادة، وفي الشامية: أى الوضوء بدون النية ليس بعبادة وذلك كأن دخل الماء مدفوعاً ومختاراً لقصد التبرّد أو لمجرد إزالة الوسخ، كما في الفتح. (رد المحتار: ۹۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۱/جمادی الآخرۃ ۹۳ھ۔ (حسن الفتاویٰ: ۹/۲)

(۱) لا يستحب وضوء ان للغسل اتفاقاً، قال العلامة نوح آفندی: بل ورد ما يدل على كراهيته، أخرج الطبرانی في الأوسط عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من توضأ بعد الغسل فليس منا“۔ (شامی: ۱۱/۱، مکتبہ فیض القرآن، دیوبند)

جنابت والے وضو سے نماز پڑھنی جائز ہے:

سوال: غسل جنابت کے لیے جو وضو کیا جاتا ہے اسی وضو سے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۳۲/۱)

قبر کے اوپر وضو کرنے کا حکم:

سوال: ایک مسجد میں صحن مسجد سے علیحدہ ایک قبر پختہ بنی ہوئی ہے اور اس وقت اس قبر کا محض چوہ سے نشان بنا ہوا ہے باقی فرش کے ہموار ہے اس قبر کے آگے بلندی کے ساتھ دیوار ہے اور یہ دیوار فاصلہ سے ہے اور وضو کے لئے ہے پس زید اگر روبرو قبلہ ہو کر اس دیوار پر بیٹھ کر وضو کرتا ہے تو قدرے قلیل وضو کے پانی کی اس قبر کے نشان کی طرف چھینٹیں اڑ کر جاتی ہیں تو اس حالت میں زید کا وضو کرنا اس جگہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كسر عظم الميت ككسره حياً، رواه مالك وأبو داود وابن ماجه (مشکوٰۃ، آخر الفصل الثانی من باب دفن الميت) قال الطیسی: إشارة إلى أنه لا يهان الميت كما لا يهان الحي. (حاشية) وعن عمرو بن حزم قال: رانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم متکئاً علی قبر فقال: "لا تؤذ صاحب هذا القبر أولاً تؤذہ". رواه أحمد، (مشکوٰۃ) قال الحافظ فی الفتح: أى لا تهنه، إلخ. (حاشية تنقيح الرواة)

ان روایات اور ان کی درایات سے مفہوم ہوا کہ جو معاملہ کسی کے ساتھ حیات میں موذی اور مکروہ ہے بعد ممات بھی وہی حکم ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی زندہ شخص کے پاس بیٹھ کر اس طرح وضو کریں کہ اس پر چھینٹیں پڑیں تو وہ اس سے متاثر ہوگا اور موجب اہانت سمجھے گا، پس قبر کو بھی اس سے بچانا ضروری ہے، البتہ اگر نشان بھی نہ رہے تب کچھ حرج نہیں

۶/ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ، تتمہ خامسہ صفحہ ۱۶۲۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۹/۱)

گو بر لگا ہوا ہاتھ گھڑے میں ڈالے تو اس برتن کے پانی سے وضو جائز ہوگا یا نہیں:

سوال (۱): ایک عورت نے گوبر سے لیپ کر، ناپاک ہاتھ ٹھلیا میں ڈال کر دھوئے پھر اسی ہاتھ سے کھانا

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يتوضأ بعد الغسل، رواه الترمذی. (مشکوٰۃ المصابيح، باب الغسل: ص ۴۸) لا يتوضأ بعد الغسل أى اكتفاءً بوضوئه الأول فى الغسل وهو سنة. (مرواة: ۳۳۸/۱، ظفیر)

پکایا اگرچہ مشاہدہ نہیں مگر قرآنِ قویہ سے معلوم ہے کہ دیگر عورت سب ایسا ہی کرتی ہیں پس وہ کھانا کھانا اور اس ٹھلیا کا پانی یا انہیں کے لائے ہوئے پانی سے وضو درست ہے یا نہیں؟

اگر تالاب نزدیک ہو تو کیا تالاب ہی سے وضو کرنا چاہئے:

سوال (۲): اگر تالاب پاس ہو تو اس صورت میں ہر وقت تالاب پر جا کر وضو کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جبکہ مشاہدہ نہیں ہے تو یہ سب امور درست ہیں۔ (۱) فقط

(۲) خواہ تالاب میں کرے یا گھڑے کے پانی سے سب درست ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۳۳۶/۱)

جس لوٹے میں مسواک ڈالی جائے اس پانی سے وضو بلا کراہت درست ہے:

سوال: اگر مسواک کو وضو کرنے کے لوٹے میں ڈالیں اور منشا اس کا یہ ہو کہ مسواک تر ہو جائے، تو اس پانی سے وضو کرنے میں کچھ کراہت تو نہیں ہے۔

الجواب

اس پانی میں کچھ کراہت نہیں ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ مسواک پانی سے دھو کر نرم کر لی جائے، لوٹے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

والسواک سنة مؤکدة، إلخ، بمیاء ثلثة. (درمختار) بأن یبله فی کل مرة. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۸۴/۱)

ڈھیکلی کے پانی سے وضو جائز ہے:

سوال: ڈھیکلی کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) یقین لایزول بالشک. (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: ص ۷۵)

ولو شک فی نجاسة ماء أو ثوب الخ لم يعتبر (درمختار) فی التاتار خانیة: من شک فی إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا فهو طاهر مالم یستیقن الخ وکذا ما یتخذہ أهل الشریک أو الجہلۃ من المسلمین کالسمین والخبز والأطعمة والشیاب. (ردالمحتار: قبیل أبحاث الغسل: ۱۳۰/۱)

باقی جب یقین ہو تو ناپاک ہو جائے گا اور اس کو پاک کرنا ضروری ہوگا۔ وروث وخنثی أفاد بهما نجاسة خرة کل حیوان غیر الطیور وقالوا: مخففة وفي الشر بن لالیة: قولهما أظهر. (درمختار، ظفیر)

(۲) وتجوز الطهارة الحکمیة بماء مطلق وهو ما یسمى فی العرف ماء من غیر احتیاج تقیید فی تعریف

ذاته، إلخ. (غنیة المستملی: ۴۶، ظفیر)

(۳) ردالمحتار، سنن الوضوء: ۱۰۵/۱۔ ظفیر

الجواب

جائز ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۸۴/۱)

سرکاری نہر سے وضو جائز ہے:

سوال: آج کل جو سرکاری نہر بغرض آبپاشی جاری ہے اگر ان نہروں میں بلا اجازت سرکاری ملازم سرکاری کے وضو و غسل کر لے تو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

وضو اور غسل کے لئے اس نہر سے پانی لینا درست ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۷۷/۱)

سپلائی کے پانی سے وضو:

سوال: ہمارے محلہ شہید اشفاق اللہ نگر واقع ممتاز ڈگری کالج کے کیمپس میں واقع مسجد میں پانی کا کنکشن مقامی محلہ میں واقع دو ڈاکی بورنگ ہے۔ اس پانی سے وضو درست ہوگا یا حرام؟
واضح ہو کہ اس اسکیم سے (جو کہ عالمی بینک اور ادارہ برائے صحت کی مدد سے نافذ ہے) پانی کی سپلائی بغیر کسی قسم کی ادائیگی یا اجازت نامہ کے ہوتی ہے۔

ہو المصوب

اس پانی سے وضو درست ہے۔ (۳) البتہ ادائیگی یا اجازت لینا ضروری ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۲۷/۱)

استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس پانی سے چھوٹا استنجا پاک کیا ہے اس کے باقی پانی سے وضو جائز ہے یا مکروہ؟

الجواب

اس پانی سے وضو بلا کراہت جائز ہے۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ: ۳۸/۱)

(۱) اس لئے کہ وہ پانی پاک ہے۔ یرفع الحدث بماء مطلق ہو ما يتبادر عند الإطلاق كماء سماء وأودية وعيون وآبار وبحار وثلج مذاب الخ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب المیاء: ۱۶۶/۱، انیس)

(۲) أبوهريرة يقول: سأل رجل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إنا نركب البحر ونحمل معنا القليل من الماء فإن توضعنا به عطشنا أفنتوضأ من ماء البحر؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "هو الطهور ماءه الحل ميتته"۔ (سنن النسائي، باب في ماء البحر، انیس)

(۳-۴) ایضاً، حاشیہ نمبر: ۱۰

عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا:

سوال: ایک لوٹے میں پانی لے کر عورت نے وضو کیا، کیا حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس لوٹے کے بچے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا جائز ہے؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

مجھے ان کے مذہب کی تحقیق نہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۷۷)

پانی میں پاک چیز مل جائے اور پانی مغلوب ہو جائے تو اس سے وضو جائز ہے یا نہیں:

سوال: اگر پانی مطلق میں کوئی پاک چیز مل جائے اور اس پر غالب ہو جائے یعنی رنگ اور پانی مل جائے، تو اس پانی سے وضو جائز ہے یا نہ؟

الجواب _____

پانی میں اگر پاک چیز مل کر پانی مغلوب ہو جائے اور نام پانی کا باقی نہ رہے، یا رنگ اور مزہ باقی نہ رہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ تفصیل اس کی درمختار کی اس عبارت میں ہے:

(و) لا بماء (مغلوب ب) شيء (طاهر) الغلبة إما بكمال الامتزاج بتشرب نبات أو بطبخ بما لا يقصد به التنظيف الخ (در مختار). (قوله بما لا يقصد به التنظيف) كالمرق وماء الباقلا أى الفول فإنه يصير مقيداً واحترز عما إذا طبخ فيه ما يقصد به المبالغة فى النظافة كالأشنان ونحوه فإنه لا يضر ما لم يغلب عليه فيصير كالسويق المخلوط.

اور پھر درمختار میں ہے:

(۱) نوٹ: احناف کے یہاں جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ جیسا کہ درمختار و شامی میں منقول ہے اور علامہ شامی نے امام احمد بن حنبل کا مذہب بھی ان کی کتابوں سے نقل کیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے یہاں صحیح و درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ ”قال فى الدر المختار: ومن منهيته التوضؤ بفضل ماء المرأة. قال ابن عابدين: (قوله: ومن منهيته): يشمل المكروه تنزيهاً فإنه منهي عنه اصطلاحاً حقيقة كما قدمناه عن التحرير آنفاً، (قوله: التوضؤ الخ): قال فى السراج: ولا يجوز للرجل أن يتوضأ ويغتسل بفضل المرأة، أه. ومفاده أنه يكره تحريماً، وعند الإمام أحمد إذا اختلت امرأة مكلفة بماء قليل كخلوة نكاح، وتطهرت به فى خلوتها طهارة كاملة عن حدث لا يصح لرجل أو خنثى أن يرفع به حدثه، كما هو مستور فى متون مذهبه، وهو أمر تعبدى لما رواه الخمسة أنه صلى الله عليه وسلم نهى أن يتوضأ الرجل بفضل طهور المرأة، قال فى غرر الأفكار شرح درر البحار فى فصل المياه بعد ما ذكر المسئلة: ولنا ما روى مسلم أن ميمونة قالت: اغتسلت من جفنة فضلت فيها فضلة فجاء النبى صلى الله عليه وسلم يغتسل، فقلت: إنى اغتسلت منه، فقال: ”الماء ليس عليه جنابة“. وما روى أحمد منسوخ بهذا. أقول: مقتضى النسخ أنه لا يكره تحريماً عندنا بل ولا تنزيهاً وهو مخالف لما مر عن السراج“. (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب فى الإسراف فى الوضوء: ۱/۳۳۳)

وان خلت بالطهارة منه امرأة فهو طهور ولا يجوز للرجل الطهارة منه فى ظاهر المذهب. (الانصاف فى معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الامام احمد بن حنبل: ۱/۴۷۸، وكذا فى المغنى لابن قدامة الحنبلى: ۱/۲۴۱، مكتبة الرياض الحديثة، انيس)

مالم یزل الاسم: أى فإذا زال الاسم، (لا يجوز به الوضوء والغسل) وإن بقى على رقتہ۔
پھر آگے لکھا ہے:

”ومثله الزعفران إذا خالط الماء وصار بحيث يصبغ به فليس بماء مطلق“۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۸۵/۱)

پانی میں رنگ کی بو آگئی تو اس سے وضو درست ہے:

سوال: ڈرم یا ڈبہ وغیرہ کو سفیدہ یا رنگ لگانے سے کچھ دن پانی میں رنگ کی بو آتی ہے اور ذائقہ میں بھی فرق آجاتا ہے، یہ پانی وضو اور غسل کے استعمال کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب _____ باسم ملهم الصواب

اگر یہ رنگ خنزیر کے بالوں کے برش سے نہ کیا ہو تو اس پانی سے وضو اور غسل جائز ہے اگرچہ پانی میں رنگ کی بو یا ذائقہ آجائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ یکم صفر ۱۴۰۹ھ (حسن الفتاویٰ: ۴۴/۲)

پلکوں یا ناک کا میل پڑنے والے پانی سے وضو:

وضو کے پانی میں اگر پلکوں کا ایک بال، آنکھوں کا چپڑا اور ناک کا میل کم یا زیادہ پڑ جائے تو کیا اس پانی سے وضو جائز اور درست ہے، یا یہ کہ پانی ناپاک ہو جائے گا؟

الجواب _____

وضو جائز ہے، پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ص ۷۲)

تازہ پانی کے ہوتے ہوئے مٹکے کے پانی سے وضو جائز ہے:

سوال: جب ہر وقت تازہ اور صاف پانی مل سکتا ہو، تو مٹکے کا بدبودار پانی پینا اور وضو وغیرہ کرنا، اس سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب _____

جب کہ پانی اس کا پاک ہے اور بدبو بسبب نجاست گرنے کے نہیں ہے تو وضو و شرب اس سے درست ہے۔ (۴) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۱۸۶/۱)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب المیاء: ۱۶۷/۱-۱۶۸، ظفیر

(۲) اس لئے کہ وہ پانی پاک ہے۔ یرفع الحدث بماء مطلق هو ما يتبادر عند الإطلاق كماء سماء وأودية وعيون وآبار

وبحار وثلج مذاب الخ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب المیاء: ۱۶۶/۱، انیس)

(۳) قوله عليه السلام: الماء طهور لا ينجسه شيء إلا ما غير لونه أو طعمه أو ريحه۔ (الهداية: ج: ۱، ص: ۱۵۶، كتاب الطهارة)

(۴) أما القليل فينجس وإن لم يتغير خلافاً لما لك (لا لو تغير بطول مكث)۔ (در مختار) أى لا ينجس

لو تغير۔ (رد المحتار، باب المیاء: ۱۶۷/۱، ظفیر)

بدبودار پانی سے وضو کا حکم:

سوال: ایک مسجد میں سرکاری پائپ آتا ہے۔ کبھی کبھی اس پانی سے بدبو آنے لگتی ہے اندیشہ یہ ہے کہ وہ پائپ کہیں سے پھٹا ہوا ہے گندا اور ناپاک پانی اس میں شامل ہوتا ہے۔ کیا اس بدبودار پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟

الجواب

اس بدبودار پانی سے وضو نہ کریں۔

(وینجس) الماء القلیل (بموت مائی معاش بری مولد)..... (و بتغیر أحد أو صافه) من لون أو طعم أو ريح (ینجس) الكثير ولو جارياً إجماعاً، ۵. (در مختار علی الشامیة، باب المیاء: ج ۱ ص ۱۷) فقط واللہ اعلم، محمد أنور عفا اللہ عنہ، ۱۴۰۷/۲/۲۷ھ (نیر الفتاویٰ: ۵۰۲)

پاک حقہ کے پانی سے وضو درست ہے:

سوال: در صورت میسر نہ آنے پانی کے حقہ کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر حقہ پاک ہے تو درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۷۸/۱)

حقہ کے پانی سے وضو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص وضو کر رہا تھا ابھی ایک پاؤں کا دھونا باقی تھا کہ پانی ختم ہو گیا دوسرا پانی موجود نہیں ہے البتہ حقہ کا پانی بقدر کفایت موجود ہے کیا یہ شخص حقہ کے پانی سے وضو پورا کر لے یا تیمم کرے اگر جواب عدم جواز میں ہے تو کس دلیل سے، اگر جائز ہے تو کیوں کر؟ فقہ حنفی کی روشنی میں بادلائل اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور عند الناس مشکور ہوں۔

الجواب

اگر حقہ پاک ہے تو اس کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے، تمباکو کے دھوئیں کی وجہ سے اگر بویاذائقہ میں فرق آجائے تو اس سے نجس نہیں ہوتا، (۲) دوسری بات یہ ہے کہ بدبودار چیز کے استعمال کرنے والے کو مسجد میں جانے سے منع

(۱) (لا) ای لا ینجس (لو تغیر، ب) طول (مکث) فلو علم نتنہ بنجاسة لم یجز. (الدر المختار علی رد المحتار، باب المیاء، قبیل مطلب فی أن التوضی من الحوض أفضل، إلخ: ۱۸۶/۱ - ظفیر)

(۲) کذا فی الدر المختار: (لا) ای لا ینجس (لو تغیر، ب) طول (مکث) فلو علم نتنہ بنجاسة لم یجز. (کتاب الطهارة، باب المیاء: ج ۱ ص ۳۸۰، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) و کذا فی البحر الرائق: وتجزو الطهارة بماء خالطه شيء طاهر فغير أحد أوصافه. (کتاب الطهارة: ج ۱ ص ۱۲۷، طبع رشیدیہ کوئٹہ) وأيضاً فی البحر الرائق: یجوز الوضوء بماء أتن بالمکث... قید بقوله بالمکث لأنه لو علم أنه أتن للنجاسة لا یجوز به الوضوء. (کتاب الطهارة، ج ۱ ص ۱۳۶، طبع رشیدیہ کوئٹہ)

کیا گیا ہے۔ (۱) لیکن بہر حال اگر اور پانی موجود نہ ہو صرف حقہ کا پانی موجود ہو تو ایسی صورت میں تیمم جائز نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ انور شاہ غفرلہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان، ۱۸/ صفر ۱۳۸۹ھ۔ الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان ۲۰/ صفر ۱۳۸۹ھ (فتاویٰ مفتی محمود جلد اول: ۴۳۰-۴۳۱)

دودھ، چھاپچھ اور شوربہ سے وضو:

سوال: دودھ، چھاپچھ، تیل وغیرہ سے وضو درست ہے یا نہیں؟ یا جس پانی میں دودھ یا چھاپچھ غالب ہو اذروئے رنگ در انحالیکہ صفت سیلان باقی ہے؟ اسی طریقے سے ہلدی پانی کے اندر ڈال کر غسل کرتے ہیں۔ فقہائے کرام یہ جو لکھتے ہیں کہ جب پاک شئی پانی کے اندر مل جائے جیسے صابون وغیرہ تو جب تک صفت سیلان باقی ہو اس سے وضو غسل درست ہے تو وہ شور با جس کے اوپر روغن کا نام و نشان نہ ہو، اس سے وضو کرنا کیسا ہے، یا اس کے مثل سے؟

الجواب ————— حامداً و مصلياً

جو چیز پانی میں ملائی جائے اور اس کو ملانے سے پانی کا سیلان و رقت میں فرق نہ آئے اور وہ چیز جلد ہو تو ایسے پانی سے وضو اور غسل درست ہے۔ اگر مائع ملایا جائے تو اگر اس میں تین اوصاف تھے تو دو وصف ظاہر ہونے پر، اگر دو وصف تھے تو ایک وصف ظاہر ہونے پر، اگر کوئی نہیں تھا تو اس کے نصف یا نصف سے زائد ہو جانے پر اس پانی سے وضو اور غسل درست نہیں:

” (ولا) يجوز الوضوء (بماء زال طبعه بالطبخ أو بغلبة غيره عليه، والغلبة في مخالطة الجامدات بإخراج الماء عن رفته وسيلانه، ولا يضرّ تغير أوصافه كلها بجامد كزعفران وفاكهة و ورق شجر. والغلبة) تحصل (في) مخالطة (المائعات بظهور وصف واحد من مائع له وصفان فقط كاللبن له اللون والطعم ولا رائحة له. و) الغلبة توجد (بظهور وصفين من مائع له) أو صاف (ثلاثة كالخل) له لون وطعم وريح. (و) الغلبة في المائع الذي لا وصف له كالماء المستعمل (تكون بالوزن)“، مراقی الفلاح. (۳) فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۴/ ۹۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۱۵-۳۲)

- (۱) وقال في المشكوة: وعن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من أكل هذه الشجرة المنبتة فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما تتأذى منه الإنس“، منقش عليه. (باب المساجد: ۱/ ۶۸، طبع مکتبہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)
- (۲) كذا في الدر المختار: (وقدرة ماء) (كاف لظهره). (كتاب الطهارة، باب التيمم، مطلب فاقد الطهورين: ج ۱ ص ۷۷، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
- (۳) مراقی الفلاح: ص ۲۲، كتاب الطهارة، قدیمی۔

دودھ، چھاپچھ، تیل وغیرہ سے وضو درست نہیں ہے۔ سأل رجل ابن عباس قال: إنا ننتجع الكأ ولا نجد الماء فتتوضأ باللبن؟ قال: لا، عليكم بالتيمم. (مصنف ابن أبي شيبة، ۷۶، في الوضوء باللبن، ج ۱، ص ۶۱، نمبر ۶۴۹) اس قول صحابی میں ہے کہ دودھ سے وضو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں رقت اور سیلان پانی کی طرح نہیں ہے۔ قول تابعی یہ ہے۔ سمع عن الحسن يقول: لا يتوضأ بنبيد ولا لبن. (مصنف ابن أبي شيبة في الوضوء باللبن: ۶۱۱، نمبر ۶۵۰، انیس)

غیر نمازی کے بھرے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے:

سوال: جو مؤذن نماز نہ پڑھے اس کے بھرے ہوئے پانی سے وضو کرنا درست ہے یا نہ؟

الجواب

اس کے بھرے ہوئے پانی سے وضو درست ہے اور وضو کرنے والوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں ہے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۱۷۶/۱)

کوئی بدعتی پانی دیدے تو اس سے وضو درست ہے:

سوال: عشرہ محرم کو تعزیہ کے لئے مشکیں چھڑکواتے ہیں اگر کوئی شخص یہ مشکیں پانی کی مسجد کے سقاوہ میں بھروا

دے تو اس پانی سے وضو درست ہے یا نہ؟

الجواب

اس پانی سے وضو درست ہے (۲) اور چھڑکوانا اس کا تعزیہ کے لئے درست نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۷۶/۱)

شیعہ یا مرزائی سے پانی لیکر وضو کرنا:

سوال: شیعہ یا مرزائی یا کافر کے گھر سے پانی لیکر وضو کرنا جائز ہے یا نہیں اور نماز ہوگی یا نہیں اور ان لوگوں کے

گھر کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

شیعہ، مرزائی اور دوسرے کفار کے گھر سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے، نماز ہو جائے گی۔ (۴) ن کے گھر سے گوشت

کھانا جائز نہیں، گوشت کے سوا دوسری چیزیں حلال ہیں، مگر زیادہ میل جول اور تعلقات مناسب نہیں، خصوصاً شیعہ اور مرزائی

کے ساتھ تعلق رکھنا بہت خطرناک ہے، عام کافر سے اتنا خطرہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۳/ صفر ۹۰ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۴۶)

(۱) بھرنے والے کا اعتبار نہیں خواہ کوئی بھی ہو پاک پانی ہونا چاہئے۔ وتجاوز الطہارة الحکمیة بماء مطلق، الخ، طاہر۔ (غنیة

المستملی، باب المیاء: ۸۶/۱، ظفیر)

(۲) اس لئے کہ پانی پاک ہے۔ یرفع الحدث بماء مطلق هو ما یتبادر عند الإطلاق کماء سماء وأودية وعیون

وآبار وبحار وثلج مذاب الخ۔ (الدرا المختار علی رد المحتار، باب المیاء: ۱۶۶/۱، ظفیر)

(۳) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ما أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہود، رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ

المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ص ۲۷، ظفیر)

(۴) خواہ پانی کسی کے پاس ہو، پانی پاک ہونا چاہئے۔ حوالہ سابق نمبر: ۱۔ انیس

ریل کے بیت الخلا میں وضو کرنا درست ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر کے دوران ریل گاڑی کے بیت الخلا میں وضو کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی عبدالحمید، مڈل اسکول درازندہ، ڈی آئی خان۔ ۲/۵/۱۹۷۷ء)

الجواب

درست ہے۔ (۱) وھوالموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۴۰)

نماز کی تیاری کے لئے غسل خانہ میں بیٹھ کر وضو بنانا کیسا ہے:

سوال: غسل کے وقت جو وضو غسل خانہ میں کیا جاتا ہے کیا اس سے نکلنے ہوئے پیر کا باہر آ کر دھونا ضروری ہے؟

الجواب

ضروری نہیں، اس زمانہ میں چونکہ غسل خانہ پختہ فرش کے بنے ہوئے ہیں اس لئے ماء مستعمل فوراً بہہ جاتا ہے بخلاف پہلے زمانہ کے کہ اس وقت غسل خانے کچے ہوا کرتے تھے جس کی وجہ سے بعد میں پاؤں دھونے کا حکم تھا۔ (۲) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ جلد دوم صفحہ: ۲۸)

حمام میں برہنہ وضو:

سوال: اگر حمام بند ہو تو کیا برہنہ ہو کر نہانا جائز ہے؟ اس طرح برہنہ رہتے ہوئے غسل کے ساتھ وضو کیا جائے تو کیا وضو درست ہوگا؟ اور اس سے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ (محمد عادل احمد، فرسٹ لائسر)

الجواب

اگر حمام بند ہو اور بے ستری کا اندیشہ نہ ہو، تو بے لباس حالت میں بھی غسل کیا جاسکتا ہے، اس حالت میں وضو کیا جائے تو وہ بھی درست ہوگا، اور اس سے نماز پڑھنا بھی درست ہوگا، البتہ بہتر ہے کہ ایسی محفوظ اور پردہ کی جگہ پر بھی کمر اور گھٹنے کے درمیان کوئی کپڑا رکھے، یا کم سے کم انڈرویر کا استعمال کرے، کیونکہ فرشتے تو بہر حال انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور ان سے بھی حیا چاہئے۔ (۳) (کتاب الفتاویٰ: ۵۷/۲)

(۱) قال العلامة الحصكفي: (ومن آدابہ) أى الوضوء..... (الجلوس فى مكان مرتفع) تحرزاً عن الماء المستعمل، وعبارة الكمال: وحفظ ثيابه من التقاطر، وهى أشمل. (الدر المختار على صدر رد المحتار: جلد ۱ ص ۹۴، كتاب الطهارة)

(۲) (وسننہ) أى الوضوء الخ (ثم يتوضأ) أطلقه فانصرف إلى الكامل، فلا يؤخر قدميه ولو فى مجمع الماء لما أن المعتمد طهارة الماء المستعمل الخ فحينئذ لا حاجة إلى غسلهما ثانياً الخ ولعل القائلين بتأخير غسلهما إنما استحبوه ليكون البدء والختم بأعضاء الوضوء. (الدر المختار على صدر رد المحتار، مطلب سنن الغسل: ۱/۵۶ تا ۱۵۸، بيروت، انيس)

(۳) ”لما قال العلامة ملا على القارى: حاصل حکم من اغتسل عارياً أنه إن كان بمحل خالٍ لا يراه أحد ==

غسل کرتے وقت بغیر لباس وضو کا حکم:

سوال: کپڑے اتار کر ننگے ہونے کی حالت میں وضو کرنے کا کیا حکم ہے؟ عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ عریانی کی حالت میں وضو نہیں ہوتا۔

الجواب

کشف عورت نواقض وضو میں سے نہیں ہے، لہذا یہ بات عوام میں غلط مشہور ہے کہ عریانی کی حالت میں وضو جائز نہیں، غسل خانہ میں کپڑے اتار کر وضو کرنا جائز اور مشروع ہے، البتہ حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ خلوت میں بھی ستر کی رعایت ہو۔
”لما قال العلامة ملا علی القاری: حاصل حکم من اغتسل عارياً أنه إن كان بمحل خال لا يراه أحد يحرم عليه نظر عورته حل له ذلك لكن الأفضل التستر حياءً من الله تعالى“ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ج ۲ ص ۳۹، باب الغسل، الفصل الثانی) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۶)

برہنہ وضو کرنے سے بھی وضو ہو جاتا ہے:

سوال: اگر برہنہ ہو کر غسل کیا جائے تو غسل ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اسی حالت میں وضو بھی کر لیا جائے تو وضو ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب

مذکورہ صورت میں غسل درست ہے ایسے ہی وضو بھی درست ہے، اب نماز پڑھنے کے لئے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں۔
عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يتوضأ بعد الغسل، اهـ. (ترمذی شریف: ج ۱) فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، ۲۹/۱۱/۱۳۹۹ھ (خیر الفتاویٰ: ۵۳۲/۵۴۰)

زمین پر نجاست نہ ہو تو بھیگا پیر رکھنے سے پیر نجس نہیں ہوگا:

سوال: وضو کرنے کے بعد گیلے پیر سے جہاں پر جوتے رکھے ہوئے ہوں، سوکھی جگہ کو جانا کیسا ہے؟

== یحرم علیہ نظر عورته حل له ذلك لكن الأفضل التستر حياءً من الله تعالى“. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج ۲ ص ۳۹، باب الغسل، الفصل الثانی. انیس)

(۱) عن أم هانئ بنت أبي طالب تقول: ذهبت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل وفاطمة تستره“. (الصحيح للبخاری: ج ۱ ص ۴۲، باب من اغتسل عرياناً وحده في الخلوة) ومثله عن ميمونة في الصحيح لمسلم: ج ۱ ص ۵۴، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه.

پھر پیردھونا ضروری ہے کہ نہیں، پیرنا پاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

اگر وہاں نجاست ظاہراً موجود نہ ہو تو پھر پیرنا پاک نہیں ہوگا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۵/۵)

تریاؤں کا کسی جگہ ڈال دینا اس کو نجس نہیں کرتا:

سوال: ایک شخص نے وضو کر کے ترپاؤں ایسی جگہ رکھے جہاں جوتے رکھے تھے اور پھر صفوف مسجد پر پھر ۱۱ اور پھر مسجد کے لوٹے کو ہاتھ لگائے اور نماز ان صفوں پر پڑھی، کیا حکم ہے؟

الجواب _____

اس صورت میں اس شخص کے پیرنا پاک نہیں ہوئے۔ لہذا لوٹے و صفیں سب پاک ہیں اور وضو و نماز سب کی صحیح ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۳۷۲/۱)

اعضاء وضو پر تری کے ساتھ مصلیٰ پر جانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل:

سوال: وضو کرنے کے بعد جو پانی اعضائے وضو پر باقی رہتا ہے، اس کے ساتھ مصلیٰ پر جانا کیسا ہے؟ دریاں حالیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پانی کو لے کر اپنے چہروں پر مل رہے تھے؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

اعضائے وضو پر جو پانی کا اثر باقی رہتا ہے وہ ماء مستعمل یا نجس نہیں ہے، اس کے ساتھ مصلیٰ پر جانا بلاشبہ درست ہے:
”فما دام علی العضو لا یصیر مستعملاً اھ۔“ (بحر: ۹۳/۱) (۳)

(۱) ”إذا وضع رجله على أرض نجسة، أو على لبد نجس، إن كانت الرجل رطبة والأرض أو اللبد يابساً وهو لم يقف عليه بل مشى، لا تتنجس رجله، ولو كانت الرجل يابسة والأرض رطبة وظهرت الرطوبة في الرجل، تتنجس رجله..... الخ.“ (المحيط البرهانی: ۲۱۳/۱، الفصل السابع في النجاسة، غفراریہ)

(۲) مشی فی حمام ونحوہ لا ینجس مالہ یعلم أنه غسله نجس (درمختار) ای کما لومشی علی ألواح مشرعة بعد مشی من برجله قدر لا یحکم بنجاسة رجله یعلم أنه وضع رجله علی موضعه للضرورة، ففتح، وفيه عن التجنیس: مشی فی طین أو أصابه ولم یغسله و صلی تجزیه مالہ یکن فیہ أثر النجاسة لأنه المانع إلا أن یحتاط أماً فی الحکم فلا یجب. (ردالمحتار، فصل فی الاستنجاء، قبیل کتاب الصلوة: ۳۲۲/۱، ظفیر)

(۳) البحر الرائق: ۱۶۸/۱، الماء المستعمل، رشیدیہ.

تنبیہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل شریف پر دوسروں کے غسل کو قیاس نہ کیا جائے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۲/۲/۹۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۲/۵، ۱۳۳)

سوتے وقت وضو یا تیمم:

سوال: کیا سوتے وقت با وضو لیٹنا چاہئے؟

الجواب

شب کو اور قیلولہ کے وقت میں اگر ممکن ہو تو وضو و نہ تیمم کر کے سوتیں۔ (۲)
قال فی الشامی: وکذا یقوم التیمم مقام الوضوء لنحو نوم ودخول مسجد. (شامی: ج ۱ ص ۹۳)
وقال فی الطحطاوی: (قوله: وندب الوضوء للنوم علی طهارة)، ظاهره أنه لا یأتی بذلک
المندوب إلا إذا أخذہ النوم وهو متطهر. (طحطاوی: ص ۲۶) (مکتوبات: ج ۱ ص ۷۶)
(فتاویٰ شیخ الاسلام: ص ۱۸)

وضو کے بعد بوسہ:

سوال: مرد و عورت جن کی عمریں ۵۵ سے ۶۵ سال کے درمیان ہوں، صبح نماز کے بعد محبت و عقیدت کے خیال سے ایک دوسرے کی پیشانی چوم لیں تو وضو قائم رہے گا یا نہیں؟

ہو المصوب

اگر خروج مذی نہ ہو تو وضو باقی رہے گا ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ (۳)
تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ ۲۱۱)

اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو:

سوال: زید کہتا ہے کہ با وضو ہو کر اونٹ کا گوشت کھا لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

(۱) وقد صح أن أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بادروا إلى وضوءه، فمسحوا به وجوههم، فلو كان نجساً لمنعهم كما منع أبا طيبة الحمام عن شربه دمه. (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدیر: ۸۷/۱، مصطفى البانی الحلبي، مصر)

(۲) یعنی یہ بہتر ہے۔ انیس۔

(۳) مرد و عورت کے معانقہ کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے چاہے لباس پہنے ہوں یا بے ستر ہوں۔ بوس و کنار سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے چاہے مرد و عورت ایک دوسرے کا بوسہ لیں یا بچوں کا لیں، طہارت کے احکام و مسائل، ص ۱۳۵، انیس۔

عن عائشة أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعض امرأته..... ولم يتوضأ. (سنن أبی داؤد، باب الوضوء من القبلة، کتاب الطہارۃ، حدیث نمبر: ۱۷۹)

ولیس فی المذی والودی غسل وفيهما الوضوء. (الهداية مع الفتح: ج ۱ ص ۷۱)

هو المصوب

کسی چیز کا بھی گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا، ہاں بہتر یہ ہے کہ گوشت کھانے کے بعد کلی وغیرہ کر لی جائے:

عن أبي أمامة: إذا كان أحدكم على وضوء فأكل طعاماً فلا يتوضأ إلا أن يكون لبن الإبل إذا شربتموه، فتمضمضوا بالماء. (إعلاء السنن: ج ۱ ص ۱۰۸)

تحریر: مسعود حسن حسنی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول، صفحہ: ۲۱۱ و ۲۱۲)

چائے و پان کے بعد بغیر کلی کے نماز پڑھنا:

سوال: کوئی شخص چائے پینے اور پان کھانے کے بعد اس قدر توقف کرے کہ اثر پان اور چائے کا زائل ہو جاوے تو بلا مضمضہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یا ضرورت مضمضہ کی ہے؟

الجواب

مضمضہ کرنا پھر بھی بہتر ہے اور نہ کرے تب بھی نماز ہو جاوے گی۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاویٰ: ۱۹۴)

مہندی کے بعد وضو:

سوال: ہماری ناپاکی کے نودن باقی تھے اس لئے ہم نے ہاتھ اور بالوں میں مہندی لگالی لیکن میں اچانک پاک ہو گئی، جاننے کے بعد فوراً دھو ڈالا لیکن مہندی کا رنگ ابھی باقی ہے ایسے میں نماز پڑھنا اور قرآن چھونا جائز ہے کہ نہیں؟

هو المصوب

مہندی کا رنگ پاکی کے لئے مانع نہیں ہے۔ (۲) اس لئے پاکی کے بعد نماز درست ہوگی۔

نوٹ: ناپاکی کی حالت میں مہندی لگانا جائز ہے اس کا رنگ ہر حال میں پاک ہے، عورت خون ماہواری کی حالت میں نماز روزہ اور قرآن پڑھنے سے اور چھونے سے روکی گئی ہے، اس کے جسم کے کپڑے پر اگر نجاست نہیں لگی ہے تو وہ بھی پاک ہے، یہاں تک کہ اس کا پسینہ بھی پاک ہے۔ غسل طہارت کے بعد ماہواری کے زمانہ میں پہنے ہوئے کپڑے بغیر دھوئے بھی پہن سکتی ہے۔ (ناصر علی)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول، صفحہ: ۲۱۲)

(۱) عن أبي أمامة: إذا كان أحدكم على وضوء فأكل طعاماً فلا يتوضأ إلا أن يكون لبن الإبل إذا شربتموه، فتمضمضوا بالماء. (إعلاء السنن: ج ۱ ص ۱۰۸، انیس)

(۲) وفي الجامع الصغير: سئل أبو القاسم عن وافر الظفر الذي يبقى في أظفاره الدرن أو الذي يعمل عمل الطين أو المرأة التي صبغت أصبعها بالحناء أو الصرام أو الصباغ، قال: كل ذلك سواء يجزيهم وضوئهم إذ لا يستطاع الامتناع منه إلا بحر ج. (الفتاوى الهندية: ج ۱ ص ۴)

سرخی، پاؤڈر، کریم کی موجودگی میں وضو کا حکم:

سوال: لپ سٹک، کریم اور پاؤڈر کے ہوتے ہوئے وضو کرنا کیسا ہے؟

الجواب

مروجہ سرخی، کریم وغیرہ تیل کے مانند ہے اور پاؤڈر گرد و غبار کے مانند، جس کی وجہ سے اعضا پر تہہ نہیں بنتی، اس لئے ان کے ہوتے ہوئے بھی وضو درست ہے لیکن وضو کرتے وقت اولاً ان کو گلیا کرے پھر دھوئے، البتہ اگر سرخی یا کریم ایسی ہو جس سے ناخن پر پالش کی طرح تہہ جمتی ہو تو پھر وضو یا غسل جائز نہیں۔

”لما قال العلامة الكاساني: عن خلف بن أيوب أنه قال: ينبغي للمتوضي في الشتاء أن يبل أعضائه شبه الدهن ثم يسهل الماء عليها لأن الماء يتجافى عن الأعضاء في الشتاء. (بدائع الصنائع: ج ۳، كتاب الطهارة) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم، صفحہ: ۵۱۱)

ہاتھ پیر میں تیل لگایا اس کا وضو ہوا یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے ہاتھ پیر میں تیل لگایا اس کا وضو ہوا یا نہیں؟

الجواب ————— حامد اومصلیٰ

وضو ہو جائے گا۔

”وَإِذَا ادَّهَنَ رَجُلِيهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَأَمَرَ الْمَاءَ عَلَى رَجُلِيهِ فَلَمْ يَقْبَلِ الْمَاءَ لِمَكَانِ الدَّسُومَةِ جاز الوضوء“۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۳/۴۸)

وضو میں بھوئیں، داڑھی اور مونچھ کے نیچے کھال کا دھونا:

سوال: بھوئیں، داڑھی یا مونچھ اگر اس قدر گھنی ہیں کہ کھال نظر نہ آئے تو اس کھال کا دھونا جو اس سے چھپی ہے

فرض ہے یا نہیں؟

الجواب ————— حامد اومصلیٰ

فرض نہیں۔ شامی: ۱/۲۶۱۔ (۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۲)

(۱) وفي الهندية: أيضاً ج ۳، الفصل الثاني في المستحبات.

(۲) ”(لا غسل باطن العينين) والأنف والفم وأصول شعر الحاجبين واللحية والشارب“ (الدر المختار) ”يحمل هذا على ما إذا كانا كثيفين، أما إذا بدت البشرة فيجب كما يأتي له قريباً عن البرهان، وكذا يقال في اللحية والشارب“۔ (رد المحتار: ۱/۹۷، ۹۸، أركان الوضوء أربعة، سعيد، وكذا في الفتاوى العالمگیریة: ۱/۴۱، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيدية، وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۸۹/۱، الوضوء، إدارة القرآن، كراچی)

لمبی مونچھ والے کے وضو کا حکم:

سوال: ایک شخص کی مونچھ لمبی ہے اس حال میں وضو کرتا ہے لیکن بال کے نیچے پانی نہیں پہنچتا تو وضو ہوا یا نہیں؟

الجواب: _____ حامداً و مصلیاً

وضو ہو گیا۔ (۱) ”وَإِذَا كَانَ شَارِبَ الْمَتَوَضِئِ طَوِيلًا وَلَا يَصِلُ الْمَاءُ تَحْتَهُ عِنْدَ الْوَضُوءِ جَازٌ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى“۔ (کما فی الفتاویٰ الہندیہ: ۴/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم، حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۳/۲۷۷ و ۳۸)

وضو کے بعد ہاتھ پاؤں پر صابن لگانے کا حکم:

سوال: سرد علاقوں میں ہاتھ پاؤں کو پھٹنے سے بچانے کے لئے وضو مکمل کرنے کے بعد ہاتھ پاؤں پر مختلف قسم کا صابن لگایا جاتا ہے، کیا اس سے وضو متاثر ہوگا یا نہیں؟

الجواب: _____

صابن بذاتِ خود پاک چیز ہے اور نظافت کے لئے اس کا استعمال جائز ہے اس لئے مذکورہ صورت میں صابن لگا کر باقی رکھنا اور پھر اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے۔

قال القدوری: ويجوز الطهارة بماء خالطه شيء طاهر فغير أحد أو صافه كماء المد والماء الذي اختلط به الزعفران والصابون الخ. (مختصر القدوری، کتاب الطهارة: ص ۹) (۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم، صفحہ: ۵۱۲)

بے وضو ”ناپاک“ نہیں کہلائے گا:

سوال: زید (جو کہ عالم ہیں) ایک مرتبہ مسجد میں زکوٰۃ کے عنوان پر تقریر کر رہے تھے، دورانِ تقریر انہوں نے کہا کہ ”زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ بقیہ مال کو پاک کر لیا جاتا ہے“ اور پاک کرنے کا مطلب سمجھاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”اگر کوئی شخص یہ سوچے کہ ہمارے مال میں کہیں کوئی گندگی تو ہے نہیں اور کوئی ناپاکی تو نظر نہیں آرہی ہے تو پھر مال کو پاک کرنے کا کیا مطلب ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں کہ جن کی حکمتوں کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں اور وہاں تک ہماری رسائی ناممکن ہے، چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ہمیں بے چوں و چرا شریعت

(۱) مونچھ اگر منڈے ہوئے ہوں تو اس کی جلد کا وضو میں دھونا فرض ہے اور منڈے ہوئے نہ ہوں تو ان کی جڑوں تک پانی پہنچانا چاہئے۔ اگر مونچھ گھنے اور بڑے ہوں اور ان کی تہہ تک پانی پہنچانا دشوار ہو تو مونچھ کے بالوں پر پانی بہانا کافی ہوگا (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۸۸/۱، ۸۹) اور اگر مونچھ گھنے اور اتنے بڑے ہوں کہ ہونٹ کو بھی چھپا لیتے ہوں تو پانی سے تراکیوں سے مونچھ کے بالوں کا خلال کرنا واجب ہے تاکہ ہونٹوں تک تری پہنچ جائے۔ (رد المحتار: ۱۰۱/۱) طہارت کے احکام و مسائل ص ۱۰۳، انیس)

(۲) قال إبراهيم الحلبي: وتجوز الطهارة بماء خالطه شيء طاهر فغير أحد أو صافه كماء المد والماء الذي يختلط به الأشنان والصابون أو الزعفران الخ. (کبیری، باب ما يجوز به الطهارة: ص ۹۰)

کے ہر حکم پر عمل کرنا ہے، اور مثال اس طرح دی کہ ”جس طرح انسان پاخانہ اور پیشاب سے فارغ ہوتا ہے اور محل نجاست کو شریعت کے حکم کے مطابق صاف بھی کر لیتا ہے اب بظاہر اس کے جسم پر کہیں کوئی گندگی نہیں ہے کوئی ناپاکی نہیں ہے لیکن کیا وہ اس حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے، اور دیگر وہ عبادات جس کے لئے وضو ضروری ہے کیا وہ بغیر وضو کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ شریعت کا حکم ہے کہ وہ بغیر وضو کے نہیں کر سکتا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں اگرچہ بظاہر کوئی گندگی اور ناپاکی نظر نہیں آرہی ہے لیکن شریعت مطہرہ نے بغیر وضو کے انہیں ناپاک سمجھا ہے اور بغیر طہارت یعنی بغیر وضو کے وہ نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح شریعت نے زکوٰۃ کی ادائیگی کے بغیر پورے مال کو ناپاک سمجھا ہے اور ایک مخصوص مقدار زکوٰۃ کی صورت میں ادا کر دینے سے پورا مال پاک ہو جاتا ہے جس طرح چند مخصوص اعضا کا وضو کے اندر دھل لینے سے شریعت پورے جسم کو پاک سمجھتی ہے اور پھر نماز وغیرہ وہ تمام عبادات جو بغیر وضو کے جائز نہیں ہوتے اب شریعت انہیں اس حالت میں (یعنی وضو کی حالت میں) کرنے کی اجازت دے دیتی ہے۔“

نماز کے بعد بکرنے (جو عالم تو نہیں ہیں لیکن دین سے واقفیت ہے) زید کے اس جملہ ”بغیر وضو کے شریعت مطہرہ نے انہیں ناپاک سمجھا ہے“ پر اعتراض کر دیا اور وہ بحث یہ کرنے لگے کہ ”صرف حالت جنابت ہی میں کسی کو ”ناپاک“ کہا جاسکتا ہے اور اس کے علاوہ کی حالتوں میں انہیں ”بے وضو“ تو کہہ سکتے ہیں لیکن ”ناپاک“ نہیں کہہ سکتے۔“ چنانچہ زید نے انہیں سمجھایا کہ حدیث یعنی ناپاکی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حدیث اکبر (بڑی ناپاکی یعنی حالت جنابت والی ناپاکی)

(۲) حدیث اصغر (یعنی چھوٹی ناپاکی) یعنی وہ حالت جس میں کہ انسان پر غسل فرض ہو تو وہ بڑی ناپاکی ہے اور جس حالت میں صرف وضو کرنا ضروری ہو اور بغیر وضو کے وہ عبادت نہیں کر سکتے تو وہ چھوٹی ناپاکی ہے۔ بہر حال ناپاکی کی حالت دونوں حالتوں کو کہہ سکتے ہیں بس فرق یہ ہے کہ وہ بڑی ناپاکی ہے اور یہ چھوٹی ناپاکی۔ لیکن بکر کی ضد یہ ہے کہ آپ کا یہ جملہ غلط ہے اس پر دونوں کے درمیان کافی بحث بھی ہو چکی ہے۔ چنانچہ زید نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ علماء کرام سے اس سلسلہ میں دریافت کر لیجئے اگر میری غلطی ہے تو میں تسلیم کر لوں گا۔

لہذا برائے مہربانی واضح فرمادیں کہ کیا زید کا مذکورہ جملہ مذکورہ پس منظر میں صحیح ہے، یا غلط؟ بات زید کی صحیح ہے، یا بکر کی؟

ہوالمصوب

بکر کا کہنا کہ ”بغیر وضو کی حالت کو ناپاک نہیں کہا جائے گا“، یہ درست ہے۔ شریعت ایسے شخص کو ناپاک نہیں کہتی۔ البتہ یہ معنوی ناپاکی ہے۔ لہذا نماز وغیرہ میں وضو شرط ہے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۹۲/۱: ۲۹۳)

تسبیح کے لئے وضو:

سوال: کیا بغیر وضو تسبیح پڑھی جاسکتی ہے؟

ہو المصوب

بغیر وضو کے تسبیح پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ: ۲۲۲)

بغیر وضو کے درود شریف:

سوال: کیا بغیر وضو کے درود شریف پڑھ سکتے ہیں؟ یا وضو کر کے ہی پڑھنا ضروری ہے؟ نیز کیا اسکول، گھر، بازار وغیرہ میں بھی چلتے پھرتے پڑھ سکتے ہیں؟ (زاہدہ سلطانہ، قاضی پورہ)

الجواب

درود شریف کا وہی حکم ہے جو دوسرے اذکار اور دعاؤں کا ہے، قرآن کے علاوہ تمام اذکار کا حکم یہ ہے کہ ان کو نہ صرف بے وضو بلکہ حالت جنابت میں بھی پڑھا جاسکتا ہے، جگہ کی بھی کچھ قید نہیں، مسجد ہو، گھر ہو، بازار ہو، یا اسکول، چلتے پھرتے ذکر کر سکتے ہیں اور درود پڑھ سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔

”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علیٰ کل أحيانہ“۔ (۱)

ظاہر ہے کہ ہر حالت میں وہ حالت بھی شامل ہے، جس میں وضو نہ ہو، اور وہ حالت بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے ہوں، ہاں ایسے مقامات پر اللہ کا ذکر مناسب نہیں جو تقاضہ احترام کے خلاف ہے، جیسے: بیت الخلاء، حمام، قضاء حاجت کی حالت، یا میاں بیوی کی مقاربت کی حالت، ان مواقع میں درود پڑھنا بھی مکروہ ہے؛ البتہ تلاوت قرآن کا حکم عام اذکار سے مختلف ہے، بے وضو قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے، لیکن بغیر غلاف کے قرآن کو اس حالت میں چھوا نہیں جاسکتا، اسی طرح اگر غنسل کی حاجت ہو (یعنی غنسل فرض ہو) تو قرآن کی زبانی تلاوت کرنا بھی درست نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۵۴۲/۲-۵۵)

ذکر ہر حالت میں جائز ہے:

سوال: ایک شخص بلا لحاظ پاک و ناپاک کے ہر وقت اٹھتا، بیٹھتا، یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم، یا کریم پڑھا کرتا ہے، یہ

جائز ہے یا ناجائز اور ثواب ہوتا ہے یا نہ؟

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۷۳، عن عائشة رضی اللہ عنہا، باب ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابة وغیرہا، کتاب الحيض۔

الجواب

یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم، یا کریم، اٹھتے بیٹھتے پڑھنا اور اس کی عادت کر لینا جائز بلکہ عمدہ اور اولیٰ ہے، اور پڑھنے والے کے لئے اجر و ثواب ہے۔

اور وضو سے ہو تو اچھا ہے اور زیادہ ثواب ہے اور بے وضو بھی درست ہے اور اس میں بھی ثواب ہے۔ (۱) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم: ۱۷۱)

بغیر وضو قرآن پڑھنا:

سوال: بغیر وضو قرآن مجید کھول کر پڑھ بھی سکتا ہے یا کہ نہیں۔

الجواب وباللہ التوفیق

جنابت اور حاجت غسل کی حالت میں قرآن پاک پر کپڑا لپٹا ہوا ہو تو اس کے اوپر سے چھو سکتے ہیں۔ (۲)
اور ساتھ میں لے جا بھی سکتے ہیں، بغیر کسی حائل کے جنابت کی حالت میں، اسی طرح بے وضو کی حالت میں بلا کسی حائل کے نہیں چھو سکتے، فرق یہ ہے کہ بے وضو کے زبان سے بلا قرآن پاک چھوئے ہوئے پڑھ سکتا ہے اور حاجت غسل کی حالت میں بلا غسل کئے زبان سے بھی نہیں پڑھ سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب
کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۲۱/۱۰/۱۳۸۵ھ، الجواب صحیح: محمود غنی عنہ (منتجبات نظام الفتاویٰ: ۱۵۶/۱)

بلا وضو تلاوت کرنا:

سوال: کیا تلاوت قرآن پاک سامنے رکھ کر بلا وضو کر سکتے ہیں۔ ایک صاحب نے بتلایا کہ بے وضو بھی پڑھ سکتے ہیں، چھو سکتے ہیں۔

ہو المصوب

قرآن مجید کا بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے، ہاں بغیر وضو اس کو پڑھ سکتے ہیں۔ (۳)
تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ: ۲۲۳)

قرآن و دینی کتابیں چھونے کے لئے وضو:

سوال (۱): کلام اللہ کیا ناپاکی میں چھوا جاسکتا ہے؟

- (۱) وإلا فالوضوء لمطلق الذكر مندوب وترکہ خلاف الأولى. (الدر المختار علی رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۶۱/۱)
- (۲) حرمة مس المصحف، لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخریطة. (فتاویٰ ہندیہ: ۸۳/۱، رشیدیہ، پاکستان)
- (۳) لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ، سورة الواقعة: ۷۹، ويحرم به أى بالأكبر وبالأصغر مس مصحف. (در مختار مع الرد: ج ۱ ص ۳۱۵)

- (۲): کیا غیر مسلم کو ہدیہ کلام اللہ دیا جاسکتا ہے؟
 (۳): کلام اللہ کی بے حرمتی کرنے والے کی صحبت اختیار کرنا کیسا ہے؟

هو المصوب

- (۱) ناپاکی کی حالت میں کلام اللہ چھونا اور پڑھنا دونوں جائز نہیں ہے۔ (۱)
 (۲) اگر غیر مسلم کلام اللہ کا احترام ملحوظ رکھ سکتا ہے اور ہدایت کی امید ہو تو ایسے غیر مسلم کو کلام اللہ بطور ہدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنے سے اجتناب لازم ہے۔
 تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰)

غیر مسلم کا قرآن چھونا، قرآن کی کتابت کرنا اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنا جائز ہے:
 مسئلہ: غیر مسلم کو قرآن چھونا اور قرآن کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں، اور غیر مسلم کا قرآن کی کتابت کرنا یا قرآن کی کسی سورت کا لکھنا یا قرآن کو ہدیہ کرنا (بیچنا) جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

غیر مسلم کو بغیر نہائے قرآن کا چھونا جائز نہیں ہے، (۲) فتاویٰ قاضی خان میں ہے:
 الحربی والذمی إذا طلب تعلم القرآن تعلم لكنه يمنع من مس المصحف إلا إذا اغتسل.
 (حربی اور ذمی جب قرآن کی تعلیم کسی مسلمان سے حاصل کرنا چاہیں تو ان کو قرآن کی تعلیم دی جائے لیکن قرآن کے چھونے سے ان کو روکا جائے جب تک وہ غسل نہ کر لیں۔)
 اور اسی کتاب میں ہے:

كافر من أهل الذمة طلب من مسلم أن يعلم القرآن والفقہ قالوا لا بأس بأن يعلم القرآن والفقہ في الدين لأنه عسى أن يهتدى إلى الإسلام فيسلم إلا أن الكافر لا يمس المصحف.
 (کافر خواہ حربی ہو یا ذمی جب کسی مسلمان سے قرآن یا فقہ کی تعلیم حاصل کرنا چاہے تو علما فرماتے ہیں کہ اس کے تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لیے کہ امید اس امر کی ہوتی ہے کہ قرآن اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ مسلمان ہو جائے، لیکن کافر کو قرآن چھونا درست نہیں۔)

- (۱) لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ، سورة واقعه: ۷۹، لا يمس القرآن إلا طاهر. (المستدرک علی الصحيحین: ج ۱ ص ۵۵۲، حدیث نمبر: ۱۲۴۷) لا تقرب الحائض والجنب من القرآن شيئاً. (جامع الترمذی، أبواب الطهارة، باب الجنب والحائض أنهما لا يقرآن، حدیث نمبر: ۱۳۱)
 (۲) البتہ جہاں معلوم ہو کہ غیر مسلم روزانہ غسل کرتے ہیں وہاں انہیں قرآن دیا جاسکتا ہے۔ انیس

اور جن لوگوں کو قرآن چھونا درست نہیں ان کو قرآن کا لکھنا بھی درست نہیں، اسی فتاویٰ میں ہے:

من لا يباح له مس المصحف لا يكتب القرآن وإن كانت الصحيفة على الأرض لا يمسها بيده وهو قول محمد وبه أخذ مشايخنا.

(جن لوگوں کو قرآن کا چھونا درست نہیں ان کو قرآن کا لکھنا بھی درست نہیں ہے اگرچہ قرآن لکھتے وقت کاغذ میں پر رکھا ہو اور اس کاغذ پر لکھنے والے کا ہاتھ بھی نہ لگتا ہو، یہ قول امام محمد کا ہے جس کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔)

اور قرآن کے چھونے اور لکھنے کا جو حکم پورے قرآن کے لیے ہے وہی حکم قرآن کے اوراق کا اور بندھی ہوئی جلد کا بھی ہے، جیسا کہ صاحب بحر وقراءۃ القرآن ومسہ الإغلاف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

وتعبير المصنف بمس القرآن أولى من تعبير غيره بمس المصحف لشمول كلامه ما إذا مس لوحاً مكتوباً عليه آية وكذا الدرهم والحائط لكن لا يجوز مس المصحف كله المكتوب وغيره.

شامی میں ہے:

وتمنع قراءة قرآن ومسہ أى القرآن ولوفى لوح أو درهم أو حائط لكن لا يمنع إلا من مس المكتوب بخلاف المصحف فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض وقال بعضهم: يجوز وهذا أقرب إلى القياس والمنع أقرب إلى التعظيم كما فى البحر والصحيح المنع.

(یعنی حیض کے وقت قرآن کا پڑھنا اور چھونا ممنوع ہے اگرچہ قرآن یا اس کی آیت تختی پر لکھی ہو یا کسی روپیہ یا دیوار پر لکھی ہو۔)

بناءً على هذه الأقوال غير مسلم کو قرآن کا لکھنا کسی حال میں درست نہیں، خواہ مکتوب ہاتھ میں لگے یا نہ لگے اور قرآن کے چھاپنے اور ہدیہ کرنے میں چونکہ قرآن اور اوراق قرآن پر ہدیہ کرنے والے اور چھاپنے والے کا ہاتھ لگے گا اس لیے اس کا چھاپنا اور ہدیہ کرنا بھی غیر مسلم کو بغیر غسل کے جائز نہیں۔ (فتاویٰ فرنگی محل موسوم بہ فتاویٰ قادریہ: ۱۳۱-۱۳۲)

مس مصحف کے احکام:

سوال: مسئلہ مس مصحف کے احکام بیان فرمائیے؟

الجواب

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ محدث اور حنبی (جنبی) اور حائض اور نفساء کے لیے قرآن شریف چھونے کے بارے میں کیا حکم ہے اور آپ نے مذاہب مختلفہ حنفیہ، شافعیہ اور بخاری کا لکھا ہے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں لیکن آپ نے جو لکھا ہے کہ:

”جس اونٹ پر قرآن شریف محمول ہو تو جائز نہیں کہ اس کی مہار حنب اور محدث اور حائض اور نفساء پکڑیں“ اور آپ نے لکھا ہے کہ ”یہ حکم شافعیہ کے نزدیک ہے“ تو کتب شافعیہ میں یہ موجود نہیں، اور ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے یہ بطریق مبالغہ کہا ہوگا، البتہ شافعیہ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ جس صندوق میں قرآن شریف رکھا ہوا ہو وہ صندوق وغیرہ اشخاص مذکورین کو اٹھانا نہیں چاہیے اور ایسا ہی اگر چھڑے کے ظرف میں مثلاً بیگ میں قرآن شریف

رکھا ہو تو محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے جائز نہیں کہ اس کو اٹھائیں اور یہ حکم بھی شافعیہ کے نزدیک ہے۔ بخاری کا مذہب جو آپ نے لکھا ہے تو بخاری نے اپنی کتاب میں اس کی تصریح نہیں کی ہے البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے جب کے لیے جائز رکھا ہے کہ قرآن شریف پڑھے، تو اس سے استنباط ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک جب کے لیے مس مصحف بھی جائز ہو، اب چاہیے کہ سمجھ لیا جائے کہ ان سب مذہب کا اصل کیا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ مطالب حل ہو جائیں گے اور سب شبہ دفع ہو جائے گا، اصل حقیقت یہ ہے کہ احادیث صحیحہ میں یہی وارد ہے:

”لایمس القرآن إلا طاهر“.

ترجمہ: یعنی نہ چھوئے قرآن حکیم کو کوئی، سوا اس شخص کے کہ وہ پاک ہو۔

قرآن شریف کے چھونے کے مسئلے میں یہ حدیث اصل ہے اور قرآن شریف پڑھنے کے بارے میں یہ حدیث اصل ہے:

”لا أحل القرآن لحائض ولا جنب“.

ترجمہ: یعنی میں حلال نہیں کرتا قرآن شریف کو حائض اور جنبی کے لیے۔

اور جس صندوق میں قرآن شریف رکھا ہوا ہو اس کو اٹھانے کے بارے میں حائض اور جنب اور محدث اور نفاس والی عورت کے لیے کیا حکم ہے اس میں کوئی حدیث وارد نہیں، ایسا ہی یہ مسئلہ کہ ان لوگوں کے حق میں قرآن حکیم لکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے تو اس میں کوئی حدیث وارد نہیں۔ البتہ ظاہر ہے کہ لکھنے کی حالت میں ضرور ہوگا کہ لکھنے والا جس ورق پر قرآن شریف لکھے گا اس کو وہ چھوئے گا اور محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے قرآن شریف کا چھونا حرام ہے تو لکھنا بھی حرام ہوا بخلاف قرآن شریف دیکھنے کے کہ قرآن کو دیکھنے میں یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو چھونا بھی ضرور پڑے، اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ جو حدیث ہے:

لایمس القرآن إلا طاهر“.

یعنی قرآن شریف کو نہ چھوئے سوا اس کے کہ وہ پاک ہو۔

تو اس حدیث میں قرآن سے حقیقت قرآن کی مراد نہیں، اس واسطے کہ حقیقت قرآن کی کلام نفسی ہے اور کلام نفسی صفات باری تعالیٰ سے ہے اس کو چھونا ممکن نہیں اور ایسا ہی اس کلام نفسی پر جو دال ہے کہ وہ کلام لفظی ہے وہ بھی مراد نہیں اس واسطے کہ کلام لفظی کیفیت ہے کہ ہوا کے ساتھ قائم ہے اور اس کو بھی چھونا ممکن نہیں اور جس کو چھونا ممکن ہی نہیں تو اس کے بارے میں کیوں حکم ہو سکتا ہے کہ پاک شخص کے سوا کوئی یعنی ناپاک شخص نہ چھوئے، معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف میں نہ کلام نفسی مراد ہے اور نہ کلام لفظی مراد ہے بلکہ نقوش مراد ہیں کہ اس سے کلام لفظی معلوم ہوتا ہے یعنی مکتوب مراد ہے۔

مفسرین کے کلام میں مثلاً! کشاف اور مدارک التنزیل وغیرہ میں، اس معنی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مفسرین نے لکھا ہے:

”المراد من المس مس المكتوب“.

ترجمہ: یعنی مراد قرآن شریف کو چھونے سے حروف مکتوبہ کا چھونا ہے۔

اور اس عبارت سے مراد تو جیہ ہے، کسی کا مذہب بیان کرنا مقصود نہیں، اب یہ بیان کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں حنفی اور شافعی میں اختلاف کس طرح ہوا۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ:

اس مقام میں بالا جماع قرآن شریف سے مراد مصحف ہے اور نص سے ثابت ہے کہ محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے مصحف کا چھونا حرام ہے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مصحف کس چیز کو کہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ مصحف سے بلکہ ہر کتاب کے نام سے عرف میں صرف اسی قدر مراد نہیں جس قدر جگہ میں حروف لکھے رہتے ہیں بلکہ حواشی اس مصحف اور کتاب کے اور مابین السطور اور جلد کہ کتاب کے ساتھ متصل ہوا اور غلاف کہ جلد کے ساتھ متصل ہوا ان سب کو مصحف اور کتاب کہتے ہیں۔

تو محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے مصحف کی، ان سب چیزوں کا چھونا حرام ہے، جو حکم مکتوب کا ہے، وہی حکم ان چیزوں کے بارے میں بھی دیا جائے گا، اس بنا پر کہ متصل اور منفصل دونوں کا حکم میں فرق ہے، چنانچہ ثابت ہے کہ زمین کی بیج میں، وہ چیز بھی بیج میں داخل ہوتی ہے، جو زمین کے ساتھ متصل ہو، اگرچہ اس چیز کا ذکر نہ ہوا ہو، اور جو چیز اس زمین سے منفصل ہو، وہ بیج میں داخل نہیں ہوتی، مثلاً قفل اور برتن اور جانور جو اس زمین میں ہو، بیج میں داخل نہ ہوگا، بخلاف درخت اور عمارت کے کہ یہ چیزیں بلا خلاف بیج میں داخل ہو جاتی ہیں۔ حنفیہ کا مذہب صحیح ہوا، مثلاً قرآن شریف، جزدان میں ہوا اور جزدان جلد کے ساتھ چسپاں نہیں رہتا تو محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے جزدان کے اوپر سے چھونا جائز ہے خواہ لٹکانے کے لیے فیتہ لگایا ہوا اور اس فیتہ وغیرہ کو پکڑ کے اٹھائے یا فیتہ وغیرہ نہ ہو، خاص جزدان کو چھوئے۔

ایسا ہی چمڑے کے ظرف میں قرآن ہو مثلاً چمڑے کا غلاف ہو اور قرآن شریف کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو، بلکہ اس کے اندر قرآن شریف ہو، تو وہ بیگ بھی چھونا جائز ہے، اس واسطے کہ ان چیزوں کو اگر کوئی شخص چھوئے تو نہ قرآن چھونے والا ہوگا اور نہ حقیقتاً ہی سمجھا جائے گا کہ اس شخص نے قرآن شریف کو چھوا۔ شافعی حضرات کہتے ہیں کہ جب عرف میں غور کیا جائے اور باریکی کی جانب نظر کی جائے اور احتیاط منظور ہو تو یہی کہا جائے گا کہ کسی بھی شئی کا ظرف، اگرچہ اس شئی سے منفصل ہے، مگر وہ ظرف حکم میں اسی شئی کے ہوگا تو جس ظرف میں قرآن شریف ہو، اس ظرف کو اٹھانا محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے حرام ہے۔ اس واسطے کہ اٹھانے میں اس ظرف کو چھونا ضرور ہوگا جو حکم ظرف کا ہے وہی حکم مظروف کا ہے، چنانچہ جس ظرف میں کوئی چیز جس کی عظمت کی جاتی ہے، رکھی تو عرف میں اس کا چھونا جائز نہیں جانتے اور مقام ادب کو اس سے بھی زیادہ قابل لحاظ سمجھتے ہیں اور اب قیاس مساوات کو ہم درست

کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی شی کا ظرف ہو یا کسی شی کے ظرف کا ظرف ہو، اس کے لیے وہی حکم ہے جو اس شی کے لیے حکم ہے جو اس ظرف میں ہو، قیاس مساوات اس جگہ صحیح ہے اس واسطے کہ مقدمہ بعینہ صادق ہے کیوں کہ ظرف کا ظرف بھی ظرف ہوتا ہے لیکن اس مقام میں ممکن ہے کہ شافعیہ کو مغالطہ دیا جائے اس طور پر کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جس گھر میں قرآن شریف کا صندوق رکھا ہو اس گھر کی دیوار کو بھی چھونا محدث کے لیے جائز نہ ہو تو اس کا جواب شافعیہ کی طرف سے یہ ہو سکتا ہے کہ ظرف شی کی دو قسم ہے۔

(۱) ایک یہ کہ جب کہا جائے کہ وہ شی دوسری جگہ منتقل کی گئی تو اس سے عرف میں سمجھا جائے کہ وہ ظرف بھی اس شی کے ساتھ منتقل ہوا ہوگا تو اس صورت میں وہ ظرف مقصود ہوتا ہے جو خاص اس شی کے لیے ہوتا ہے۔

(۲) دوسری قسم ظرف شی کی وہ ظرف ہے کہ اس شی کے منتقل ہونے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ ظرف بھی منتقل ہوا ہوگا جیسا کہ مثلاً گھر ہوتا ہے اس واسطے کہا جاتا ہے کہ موتی ڈبہ میں ہے اور ڈبہ گھر میں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موتی گھر میں ہے، لیکن موتی کے منتقل ہونے سے گھر منتقل نہیں ہوتا بخلاف ڈبہ کے کہ موتی کے منتقل ہونے سے ڈبہ بھی منتقل ہوتا ہے تو اس قسم کی ظرف خاص اس شی کے لیے نہیں ہوتا اور اضافت واسطے اختصاص کے ہے تو اس قسم کے ظرف کا چھونا حرام نہ ہوگا، اس واسطے کہ حرام اس ظرف کو چھونا ہے جو خاص قرآن شریف کے لیے بنا ہوا اور اس میں قرآن شریف موجود ہو۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ بالاجماع ثابت ہے کہ جس میں قرآن شریف کے الفاظ ہوں بوجہ قرآنیت حتیٰ کہ اس کو مصحف یا بعض مصحف کہہ سکیں تو اس کو چھونا حرام ہے چنانچہ کاغذ کا ایک پرچہ کہ اس پر قرآن شریف کی ایک آیت لکھی ہو یا تعویذ اس میں قرآن شریف کی آیت لکھی ہو یا روپیہ کہ اس پر آیت قرآنی منقوش ہو تو حنفیہ کے نزدیک ان چیزوں کو چھونا حرام ہے ایسا ہی شافعیہ کے نزدیک حرام ہے اس واسطے کہ انوار میں مرقوم ہے:

”ولا یحرم حملہ فی الأمتعة والعمل إذا لم یکن مقصوداً بالحمل وإن علم۔“

ترجمہ: یعنی حرام نہیں اٹھانا ان اسباب کو جن کے اندر قرآن شریف ہو اور ایسا ہی نہیں اٹھانا اس بارشتر کو کہ اس کے اندر قرآن کریم ہو جبکہ قرآن شریف کو اٹھانا مقصود نہ ہو اگرچہ معلوم ہو کہ ان اسباب اور اس بارشتر میں قرآن کریم ہے۔

یہ ترجمہ انوار کی عبارت کا ہے بخلاف صندوق کہ اس میں صرف قرآن شریف رکھا ہوا ہو یعنی شافعیہ کے نزدیک وہ صندوق اٹھانا محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے حرام ہے اور ان دونوں صورتوں میں جو فرق ہے اس کا منشا یہ ہے کہ ایسی شی کا ظرف اس ظرف کو کہتے ہیں کہ وہ ظرف خاص اس شی کے لیے ہے بخلاف اس ظرف کے کہ اس شی کے لیے بھی ہو اور کسی دوسری شی کے لیے بھی ہو۔ بخاری کا مذہب چونکہ نہایت متروک العمل ہے، اس واسطے اس کی توجیہ کی ضرورت نہیں، بخاری کی کتاب سے کوئی متفق نہیں معلوم ہوتا ہے، بخاری کا استدلال صرف اس پر ہے کہ قصیر کے پاس جو خط بھیجا گیا تھا اس میں قرآن شریف کی آیت لکھی تھی تو صرف اس بنا پر یہ قول صحیح نہیں ہو سکتا کہ جب اور محدث کے لیے مس

مصحف جائز ہے اس واسطے کہ کسی خط یا کسی کتاب میں دو ایک آیت لکھنا قرآنیت کی بنا پر نہیں ہوتا، اور چاہیے کہ محدث اور حنب کے لیے گلستان کا بھی چھونا حرام ہو جائے اس واسطے کہ اس میں قرآن شریف کی آیتیں ہیں مثلاً یہ آیت ہے:

”اعْمَلُوا الْاِلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ“۔ (۱)

اس کے علاوہ اور بھی آیات اس میں ہیں، ایسا ہی چاہیے کہ ان خطوط کو بھی چھونا حرام ہو جائے جس میں مقام تعزیت میں ”اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ“ لکھا ہو اور مقام شکر میں ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ“ لکھا ہو، حالانکہ ایسی کتاب اور ایسے خطوط چھونا حرام نہیں، چنانچہ کتب تفاسیر کی جس میں بہ نسبت عبارت تفسیر کے قرآن شریف زیادہ نہ ہو تو اس کو چھونا جائز رکھا گیا ہے، یہ تو جیسا اس مسئلہ میں مذاہب مختلفہ کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(فتاویٰ عزیزی اردو، مطبع سعید کمپنی لاہور: ۱۳۴۸-۲۵۱)

بلا طہارت قرآن چھونے کی حرمت کی دلیل پر شبہ کا جواب:

سوال: استدلو علی عدم جواز مس القرآن المجید للمحدث لقوله تعالى: ”لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ“ والحال أنه محتمل التفاسیر کما ذکرنا فی التفاسیر فإذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال وأما حدیث ”لا یمس القرآن إلا طاهر فهو ضعيف لا یحتج به وکذلک حدیث لا یمس المصحف إلا علی طهارة“ کما جزم بذلك فیہما النووی وابن کثیر علی أن بعضهم قال: إن المراد بالطاهر المؤمن أو الطاهر من النجاسة الحقیقیة والمروی عن ابن عباس والشعبی والضحاك وداؤد جواز مس المصحف للمحدث والجمهور اتفقوا علی عدم جواز مس المصحف للجنب ولكن لم يعرف للجمهور دلیل. (۲)

الجواب:

ألیس اتفاق الجمهور علامة لكون الحديث له أصل قوى وإن طرأ علیه الضعف لعارض السند وإن اشتقتم إلى التفصیل فعلیکم بالرجوع إلى إحياء السنن.

۱۳ ربیع الثانی ۱۲۳۵ھ، تتمہ خامسہ صفحہ ۸۳۔ (۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۲۷/۱)

(۱) سورة سبا، پ ۲۲۔

(۲) خلاصہ سوال: فقہاء کرام نے قرآن کی آیت ”لا یمسہ إلا المطہرون“ سے محدث کے لئے قرآن چھونے کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کی چند احتمالی تفسیروں میں سے ایک ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے۔ چنانچہ جب احتمال ہے تو استدلال باطل ہے۔ رہی حدیث: ”لا یمس المصحف إلا طاهر“ تو یہ ضعیف ہے اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے، اسی طرح حدیث ”لا یمس المصحف إلا علی طهارة“ ہے جیسا کہ ان دونوں حدیثوں سے متعلق علامہ نووی اور علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حدیث میں طاهر سے مراد مؤمن ہے یا مرد نجاست حقیقیہ سے طاهر شخص ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ عبد اللہ بن عباسؓ، شعبیؓ، ضحاکؓ اور داؤد رحمہم اللہ سے محدث کے لئے مس مصحف کا جواز منقول ہے اور جہور جمہی کے لئے مس مصحف کے عدم جواز پر متفق ہیں، لیکن ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے؟ انہیں

(۳) خلاصہ جواب: کیا جہور کا اتفاق اس بات کی علامت نہیں ہے کہ حدیث مذکور کی کوئی قوی بنیاد ضرور ہے، گرچہ سند کی وجہ سے ضعف طاری ہو گیا ہے، اگر آپ کو تفصیل درکار ہو تو احیاء السنن کا مطالعہ کریں۔ انہیں

بلا وضو آیات قرآنی اس طرح لکھنا کہ کاغذ پر ہاتھ نہ پڑے:

سوال: بلا وضو جو کلام مجید کی کوئی آیت بھی نہ لکھے تو ایک مولوی صاحب نے یہ بتایا کہ اگر بلا وضو کوئی آیت قرآنی لکھنے کی ضرورت ہو تو اس کاغذ کو ہاتھ نہ لگے جس پر آیت قرآنی لکھے تو یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

اختلاف ہے، اس کی بھی گنجائش ہے۔

وفي الدر المختار: (و) لا تکره (کتابه قرآن والصحيفة أو اللوح على الأرض عند الثانی) خلافاً لمحمد وینبغي أن يقال إن وضع على الصحيفة وما يحول بينها وبين يده يؤخذ بقول الثانی وإلا فبقول الثالث قاله الحلبي. (الدر المختار مع رد المحتار: ج ۱ صفحہ ۱۷۵، قبیل باب المیاء) ۲۸/۱۱ ربیع الثانی ۱۲۴۲ھ، (تمتہ خامسہ صفحہ ۲۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۳۷/۱-۱۳۸)

ہر اس کتاب کو بلا وضو چھونے کا حکم جس میں آیات قرآنی ہوں:

سوال: ”قربات عند اللہ و صلوات الرسول“ جو آپ کا مؤلفہ ہے چونکہ اول منزل اسکی اکثر آیات قرآن شریف ہے، اس لئے عرض ہے کہ اس کو بے وضو مس کرنا اور جنبی اور حائضہ کا مس کرنا اور پڑھنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب

خاص اس حصہ کو بے وضو مس کرنا جائز نہیں (۱) اور جب وحائض کے پڑھنے میں یہ تفصیل ہے کہ بہ نیت قرآن کے پڑھنا جائز نہیں، بہ نیت دعا کے پڑھنا جائز ہے۔ ۶/۱ ذی قعدہ ۱۲۴۱ھ۔ تمثہ خامسہ ص ۲۴۵۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۳۶/۱-۱۳۷)

بے وضو قرآن کے خالی صفحہ کو ہاتھ لگانا جائز نہیں:

سوال: بلا وضو قرآن کریم کے اس صفحہ کو ہاتھ لگانا جہاں قرآن کریم کی آیت نہ لکھی ہو جیسا کہ قرآن کریم میں اوپر کے صفحہ پر آیت قرآنی کے حروف نہیں ہوتے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

قرآن کریم کے خالی صفحہ کو بھی بے وضو چھونا جائز نہیں، بلکہ جلد پر بھی ہاتھ لگانا منع ہے۔

”قال فی التنویر: ویحرم به ای بالاکبر وبالاصغر مس مصحف إلابغلاف متجاف. (رد المحتار: ۱۶۰/۱)

(۱) وفي السراج عن الإيضاح: أن كتب التفسير لا يجوز مس موضع القرآن منها، وله أن يمسه غيره، وكذا كتب الفقه إذا كان فيها شيء من القرآن بخلاف المصحف، فإن الكل فيها تبع للقرآن. (رد المحتار: ج ۱ ص ۳۲۰، انیس)

”وفی الحيض منه: ”ومسه إلا بغلافه“، وفي الشرح: ”المنفصل عنه“ وفي الحاشية: (قوله ومسه) أى القرآن ولوفى لوح أودرهم أو حائط لكن لا يمنع إلا من مس المكتوب بخلاف المصحف فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض منه. (رد المحتار: ۱/۲۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۸/رجب ۹۶ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۱۹۲-۲۰)

قرآن مجید کے صفحہ میں جو جگہ خالی ہوا سے بھی بے وضو نہیں چھو سکتے:

سوال (الف): ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں اگر ہوا خارج ہو جائے تو ورق الٹنے کے لئے تکا استعمال کرتے ہیں۔
(ب): یا پھر جو سفید جگہ ہوتی ہے جہاں پر لفظ لکھے ہوئے نہیں ہوتے معمولی سی انگلی لگا کر ورق الٹتے ہیں یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ تو قرآن نہیں ہے۔ آیا یہ عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ سائل قاری محفوظ احمد، حال مقیم راولپنڈی۔

الحواب

ورق پلٹنے کے لئے تکا وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں۔ صفحہ کی جس جگہ پر آیات وغیرہ نہ لکھی ہوں اسے بھی بے وضو نہیں چھو سکتے۔

(الف): (قوله وحل قلبه بعود) أى تقلب أوراق المصحف بعود ونحوه لعدم المس عليه اهـ (شامی: ج ۱ ص ۱۶۱)

(ب): فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض منه، وقال بعضهم: يجوز، وهذا أقرب إلى القياس والمنع أقرب إلى التعظيم كما في البحرأى والصحيح المنع كما نذكره اهـ (شامی: ۱/۲۷۰)

(ض): والصحيح منع مس حواشی المصحف والبياض الذى لا كتابة عليه، كذا فى التبيين اهـ (عالمگیری: ج ۱ ص ۲۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔ ۱۲/۲۲/۱۴۱۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۶۷)

تفسیر اور پلاسٹک میں مجلد سورتوں کو چھونے کے لئے وضو:

سوال (۱): بسم اللہ الرحمن الرحیم، تفسیر یا ایسی کتاب جس میں اردو عبارت زیادہ ہو اور قرآن کے الفاظ نسبتاً کم ہوں، بے وضو پڑھنا یا چھونا جائز ہے؟

(۲) یلین شریف یادگیر منتخب سورتیں پلاسٹک میں محفوظ کر کے جیب میں مستقل رکھنا کیا منع ہے؟
آدمی بیت الخلا میں بھی جاتا ہے اور کبھی ناپاکی بھی ہو جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

هوالمصوب

- (۱) قرآن پاک کی جو بھی تفسیر ہو قرآن کی عظمت اور حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تفسیر بھی با وضو پڑھی جائے، ہاں اگر آیات قرآنی کے معاملہ میں تفسیر کے الفاظ زیادہ ہیں تو بغیر وضو بھی پڑھنے کی گنجائش ہوگی۔ (۱)
- (۲) چند سورتوں کے مجموعہ کو جیب میں بغرض تلاوت رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اس کے ساتھ بیت الخلا وغیرہ جانادرست نہیں ہے۔ ایسے مواقع پر کسی محفوظ اور پاک جگہ رکھ کر ضروریات پوری کرنی چاہئیں اگر ایسا ممکن نہ ہو تو جیب میں رکھنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔ تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ: ۲۲۲ و ۲۲۳)

تفاسیر کے مطالعہ کے لئے وضو:

- سوال (۱): قرآن مجید کی تفسیر کی کتابوں کو کیا با وضو پڑھنا ضروری ہے؟
- (۲) فضائل اعمال کی کتابوں کو بغیر وضو کے پڑھنے میں گناہ تو نہیں ہے؟

هوالمصوب

- (۱) کتب تفسیر کے مطالعہ کے لئے وضو لازم نہیں ہے۔ (۲)
- (۲) گناہ نہیں ہے۔ (۳) تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ: ۲۲۲)

تفسیر وتر جمعہ کا بے وضو مس کرنا:

سوال: اردو کلام مجید کا مس بے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مکروہ ہے۔ کذا فی رد المحتار تحت قول الدر المختار: والتفسیر کمصحف، قبیل باب المیاء۔ (۳) (تمتہ اولیٰ صفحہ: ۱۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۳۵/۱)

(۱) فإن مافی الأشباه صریح فی جواز مس التفسیر فهو کسائر الكتب الشرعية، بل ظاهره أنه قول أصحابنا جميعاً وقد صرح بجوازه أيضاً فی شرح درر البحار، وفي السراج عن الإيضاح: أن كتب التفسیر لا يجوز مس موضع القرآن منها، وله أن يمس غيره، وكذا كتب الفقه إذا كان فيها شيء من القرآن بخلاف المصحف، فإن الكل فيها تبع للقرآن. (رد المحتار: ج ۱ ص ۳۲۰)

(۲) وقد جوز أصحابنا مس كتب التفسیر للمحدث ولم يفصلوا بين كون الأكثر تفسيراً أو قرآناً، ولو قيل به اعتباراً للغالب لكان حسناً. (در مختار مع الرد: ج ۱ ص ۳۲۰)

(۳) فی رد المحتار: عن السراج عن الإيضاح: أن كتب التفسیر لا يجوز مس موضع القرآن منها وله أن يمس غيره وكذا كتب الفقه إذا كان فيها شيء من القرآن بخلاف المصحف فإن الكل فيه تبع للقرآن آه (إلى قوله) قال ط: ومافی السراج: وأوفق بالقواعد آه صفحہ: ۱۸۲۔ (الدر المختار مع رد المحتار، قبیل باب المیاء: ج ۱ ص ۱۷۶ و ۱۷۷، انیس)

(۳) رد المحتار: ج ۱ ص ۱۷۹، انیس

کتب تفسیر کو بلا وضو چھونا:

سوال: کتب تفسیر میں جس موقع پر آیت مکتوب ہے اس موقع کو بغیر وضو مس کرنا مکروہ ہے یا محرم؟

الجواب

فی غنیۃ المستملی: ویکرہ أيضاً للمحدث ونحوہ مس تفسیر القرآن و کتب الفقہ و کذا کتب السنن (إلى قوله) والأصح أنه لا يكره عند أبي حنيفة رحمه الله. ص: ۵۷، اس سے معلوم ہوا کہ جب غیر قرآن کی عبارت غالب ہو اس کا مس مطلقاً کما هو الظاهر امام صاحب کے نزدیک درست ہے، وفی الأخذ به سهولة. ۱۷ صفر ۱۳۳۳ھ - تتمہ ثالثہ صفحہ ۱۹ - (امداد الفتاویٰ جدیدہ: ۱۳۵/۱۳۶)

کتب تفسیر و حدیث کو بلا وضو چھونا:

سوال: تفسیر قرآن پاک اور حدیث کی کتابوں یعنی بخاری، مشکوٰۃ وغیرہ کو بغیر وضو کے چھو کر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب _____ باسم ملهم الصواب

تفسیر میں غیر قرآن زیادہ ہو اس کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز ہے، مگر جہاں قرآن لکھا ہو وہاں ہاتھ نہ لگائے، حدیث کی کتابوں کو بلا وضو چھونا جائز ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲ جمادی الاخریٰ ۹۸ھ (حسن الفتاویٰ: ۲۷/۲)

مواعظ کی کتابوں کو بلا وضو چھونا یا پڑھنا:

سوال: آپ کے مواعظ میں اکثر قرآن مجید کی آیات ہیں اور میں اکثر وقت فرصت کے، مواعظ دیکھا کرتا ہوں مگر قرآن مجید بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے، مواعظ کی بابت کیا حکم ہے، بلا وضو پڑھنا چھونا اس کتاب کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار: وقد جوز أصحابنا مس كتب التفسير للمحدث، ولم يفصلوا بين كون الأكثر تفسيراً أو قرآناً ولو قيل به اعتباراً للغالب لكان حسناً الخ، فی رد المحتار: عن السراج عن الإيضاح: أن كتب التفسير لا يجوز مس موضع القرآن منها وله أن يمس غيره وكذا كتب الفقہ إذا كان فيها شيء من القرآن بخلاف المصحف فإن الكل فيه تبع للقرآن آه (إلى قوله) قال ط: وما في

(۱) وقد جوز أصحابنا مس كتب التفسير للمحدث ولم يفصلوا بين كون الأكثر تفسيراً أو قرآناً، ولو قيل به اعتباراً للغالب لكان حسناً. (درمختار مع الرد: ج ۱ ص ۳۲۰) وفي غنیۃ المستملی: ویکرہ أيضاً للمحدث ونحوہ مس تفسیر القرآن و کتب الفقہ و کذا کتب السنن (إلى قوله) والأصح أنه لا يكره عند أبي حنيفة رحمه الله. (ص: ۵۷، انیس)

السراج: أوفق بالقواعد آه. (صفحہ ۱۸۲) (الدر المختار مع رد المحتار، قبیل باب المیاء: ج ۶ ص ۷۷۷) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ چونکہ مواظبت نہ تفسیر کی کتابیں ہیں نہ ان میں قرآن کی آیات دوسری عبارات پر غالب ہیں لہذا ان کا مس بلا وضو جائز ہے۔ اسی طرح پڑھنا بدرجہ اولیٰ، البتہ جس مقام پر آیت لکھی ہوئی ہے خاص اس مقام کو بلا وضو مس نہ کرے۔ ۸/۱۱۳۲ جب ۱۳۲ھ، تتمہ خامسہ صفحہ ۲۷۱۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۳۶/۱-۱۳۷)

اخبار میں لکھی ہوئی آیات قرآنی کو بے وضو چھونا:

سوال: اخبار میں جس صفحہ پر آیت قرآنی لکھی ہو اس کو بے وضو ہاتھ لگانا کیسا ہے؟ بینواتو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

جہاں آیت قرآن لکھی ہو صرف اس جگہ بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے، دوسرے مواضع کو ہاتھ لگانا جائز ہے، البتہ اگر چھوٹی سی چھوٹی آیت یعنی چھ حروف سے بھی کم ہو تو ایک قول کے مطابق اس پر ہاتھ لگانے کی گنجائش ہے۔ قال فی شرح التنویر: ”ویحرم به أى بالأکبر والأصغر مس مصحف أى مافیہ آیۃ کدرہم وجدار“ وفی الحاشیۃ: تحت (قوله أى مافیہ آیۃ الخ) ”لکن لا یحرم فی غیر المصحف إلا المکتوب أى فی موضع الكتابة کذا فی باب حیض من البحر، وقید بالآیۃ لأنه لو کتب مادونہا لایکرمہ مسہ کما فی حیض القہستانی، وینبغی أن یجری ہنا ماجری فی قراءۃ مادون آیۃ من الخلاف والتفصیل المارین ہناک بالأولی لأن المس یحرم بالحدث ولو أصغر بخلاف القراءۃ فکانت دونہ، تأمل“۔ (رد المحتار: ۱۶۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۷/۱۱۳۲ جب ۹۲ھ (حسن الفتاویٰ: ۱۸/۲-۱۹)

اخبارات اور دینی رسائل کو بلا وضو مس کرنے کا حکم:

سوال: اس دور میں اخبارات، جرائد اور رسائل میں قرآن کریم کے الفاظ مع ترجمہ و تفسیر درج ہوتے ہیں، اسی طرح تفاسیر میں اکثر حصہ صرف تفسیر کا ہوتا ہے، کیا الفاظ قرآنی کے علاوہ تفسیری اوراق کو بلا وضو چھونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: _____

قرآن کریم کو بلا وضو مس کرنا جائز نہیں، البتہ تفسیر یا دیگر سفید کاغذات کو چھونے یا پکڑنے کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ سے مختلف روایات منقول ہیں جن میں بعض سے کراہت معلوم ہوتی ہے اور بعض سے عدم کراہت۔ علامہ ابراہیم الحلیؒ نے عدم کراہت کو ترجیح دی ہے اور اس پر عمل کرنے میں سہولت بھی ہے تاہم خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ ”قال الشیخ ابراہیم الحلیؒ: ویکرہ أيضاً للمحدث ونحوہ مس تفسیر القرآن وکتب الفقہ وکذا کتب السنن ولأنہا لا یخلو عن آیات وهذا التعلیل یمنع مس شروح النحو أيضاً.....“

والأصح أنه لا يكره عند أبي حنيفة[ؒ] (كبرى: ص ۵۶، في آخر باب الغسل) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۱۰)

قرآن کے ٹیپ یا پلیٹ کو بے وضو ہاتھ لگانا:

سوال: فونوگرام یا ریڈیو میں تلاوت قرآن شریف کرائی جاتی ہے اور جو پلیٹ یا ٹیپ رکارڈ میں قرآن شریف ہے ان کو بے وضو یا جنابت کی حالت میں چھونا اور سجدہ تلاوت وغیرہ میں قرآن کریم کی طرح حکم ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

الجواب ————— باسم ملهم الصواب

ریڈیو میں اگر آیت سجدہ پڑھی گئی تو سامع پر سجدہ واجب ہوگا۔ (۱) پلیٹ یا ٹیپ رکارڈ میں نہ قرآن کریم کی کتابت ہے اور نہ اس کی آواز قرآن کی آواز ہے بلکہ صدائے بازگشت کی طرح آواز کی نقل ہے، لہذا اس کے احکام قرآن کریم جیسے نہیں، اسے بے وضو چھونا جائز ہے (۲) اور سجدہ کی آیت سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۹ صفر ۱۴۰۲ھ (حسن الفتاویٰ: ۱۹/۲)

قرآن کریم کی کیسٹ بے وضو چھونا، ٹیپ کرنا نیز کتابت کرنا شرعاً کیسا ہے:

سوال: آج کل قرآن کریم کو بذریعہ ریکارڈ کیسٹ میں ٹیپ کیا جاتا ہے، اس طرح بغیر وضو کے ٹیپ کرنا جائز ہے یا نہیں، نیز قرآن کریم کی کیسٹ بغیر وضو کے ہاتھ میں لی جاسکتی ہیں یا نہیں اور بغیر وضو کے قرآن کریم کی کتابت کرنا شرعی نقطہ نظر سے کیسا ہے؟

الجواب ————— بالله التوفيق

اس طرح بغیر وضو کے کیسٹ بھرنا اور اس کا ہاتھ میں لینا سبب جائز ہے کیوں کہ کیسٹ صرف ہوا میں محبوس ہوتی ہے، کلمات جیسی کوئی چیز محبوس ہو کر مقید نہیں ہوتی، بخلاف کتابت کے، کہ اس میں کلمات جیسی چیز محبوس ہو کر مقید ہوتی ہے، اس لیے کتابت بے وضو کرنا اور اس کو بے وضو چھونا کچھ بھی جائز نہیں ہوگا۔ کما دل علیہ النص الصریح۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: حبیب الرحمن خیر آبادی (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۵)

(۱) جبکہ براہ راست ریڈیو سے آیت سجدہ بھی تلاوت شرعی جاری ہو، انیس

(۲) قال فی شرح التنویر: ”ویحرم به ای بالأکبر والأصغر مس مصحف ای مافیہ آیۃ کدرہم وجدار“ وفی الحاشیۃ: تحت (قوله ای مافیہ آیۃ الخ) ”لکن لا یحرم فی غیر المصحف إلا المکتوب ای فی موضع الكتابة کذا فی باب الحيض من البحر. (ردالمحتار: ۱۲۰/۱، انیس)

(۳) والجنب لا یکتب القرآن وإن كانت الصحيفة على الأرض ولا یضع یدہ علیہا وإن كانت ما دون الآیۃ. (فتاویٰ عالمگیری: ۴۸، کتاب الطہارۃ) وأيضاً، ”لا یمسه إلا المطہرون“. (سورۃ واقعہ: ۹، انیس)

قرآنی کیسٹ وغیرہ کو بلا وضو چھونے کی تحقیق:

سوال: فوٹو گراف جو ایک آلہ نقل الصوت ہے اس میں تقاریر، نعمات، موسیقی اور قراء سے رکوعات قرآن مجید کی آوازیں ایک خاص ایجاد سے بند کی جاتی ہیں اور پھر وہی اصوات تنہائی میں، مجالس میں، تماشا گاہوں میں، آلہ مذکور کو رکھ کر سنتے ہیں تو اس طرح قرآن مجید کی آواز کا اس میں بند کرنا اور پھر فوٹو گراف سے سننا درست ہے یا نہیں اور فوٹو گراف باجا ہے یا کیا ہے اور کلام مقدس کی اس قسم کی آواز قرآن ہوگی یا کیا کہیں گے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: والقرآن فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الألسن مقروء۔ (شرح فقہ اکبر: ص ۳۹) یہ تعریف آواز مذکور پر لپٹی میں صادق آئے گی یا اثبات میں بھی۔ یہ امر قابل گزارش ہے کہ جس آلہ سے اس کے پلیٹ پر صوت بھری جاتی ہے اس سے اس کی پلیٹ پر کچھ خطوط دائر کے طور پر بن جاتے ہیں اور جب اس کا مشین چلایا جاتا ہے تو اس کا ایک پرزہ جس کے آخر میں ہیرے کی کئی لگی ہوتی ہے وہ کئی اس دائر پر گشت کرتی ہے اور اس سے صوت پیدا ہوتی ہے وہ خطوط آپس میں کچھ ممتاز نہیں معلوم ہوتے بلکہ ہر پلیٹ پر خطوط یکساں سے معلوم ہوتے ہیں ممکن ہے کہ فی الواقع کچھ تمایز ہو لیکن محسوس نہیں ہوتا، چلانے والے کو یاد رکھنا پڑتا ہے کہ اس ہیئت پر فلاں چیز منقش ہے اور اس پر دوسری چیز، پس ان نقوش کا کیا حکم ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ چونکہ یہ آلہ لہو ہے نہ کہ تذکر، اس لئے بھرنا اور سننا خلاف ادب قرآنی ہے لیکن اگر کوئی بھر دے تو اس پلیٹ کا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہیں اور تعریف قرآن کی اس پر صادق ہے یا نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ آلہ خود باجا نہیں ہے بلکہ محض نقل صوت کرتا ہے اگر باجا بھرا جائے تو باجے کی آواز نکلتی ہے ورنہ جو بھرا جائے، اس لئے مطلقاً باجا نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال امید ہے کہ اسکی نسبت حضرت اقدس اپنی رائے تحریر فرمائیں گے؟

الجواب

ان نقوش میں جب تک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہ ہو حروف مکتوبہ کے حکم میں نہیں اس لئے ان کا مس کرنا محدث وحب کو جائز ہے جیسا دماغ میں ارتسام الفاظ قرآنیہ کا ہوتا ہے اور اس دماغ کا مس کرنا جائز ہے البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگیں تو اس وقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے ان کا حکم حروف مکتوبہ کا دیا جائے گا یہ حکم تو نقوش کا ہے، اور جو آواز اس سے نکلتی ہے وہ تلاوت نہیں ہے بلکہ نقل اور عکس تلاوت کا ہے مشابہ صوت طیر اور صدا کے پس اس کا حکم بھی تلاوت کا سا نہ ہوگا اور آپ کی یہ رائے صحیح ہے کہ اس کا حکم باجہ کا سا نہیں ہے بلکہ تابع ہوگا محکی عنہ کے جواز و عدم میں، لیکن چونکہ مقصود اس سے تنبیہ ہے، اس عارض کی وجہ سے قرآن بھرنا اس میں جائز نہ ہوگا، اسی طرح سننا بھی۔ واللہ أعلم بحقیقة الحال

موزوں پر مسح کے احکام

موزہ پر مسح کا ثبوت کیا ہے:

سوال: موزوں پر مسح کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب

”مسح علی الخفین“، یعنی موزوں پر مسح کرنا، حدیث سے ثابت ہے۔ درمختار میں ہے کہ ثبوت اس کا سنت مشہورہ سے ہے اور راوی حدیث مسح علی الخفین کے اسی (۸۰) صحابہؓ سے زیادہ ہیں کہ ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۷۷)

(۱) وهو (أى المسح على الخفين) جائز الخ بسنة مشهورة فمنكره مبتدع وعلى رأى الثانى كافر، وفى التحفة: ثبوته بالإجماع بل بالتواتر رواه أكثر من ثمانين منهم العشرة، قهستانی. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب المسح على الخفين: ۱/۲۷۷، ظفر)

عن المغيرة بن شعبه: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم فقال: أين مغيرة، فخذ الإداوة، فأخذتها فانطلق حتى توارى عني فقصي حاجته وعليه جبة شامية فذهب ليخرج يده من كتف فضائق فأخرج يده من أسفلها فصبت عليه فتوضأ وضوءه للصلاة ومسح على خفيه. (رواه البخاري: ۳۲۳، مسلم: ۴۷۴، من حديث طويل عن المغيرة) وأيضاً عن أبي وقاص عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه مسح على الخفين، (بخاري، باب المسح على الخفين / مسلم، باب المسح على الخفين)

واضح رہے کہ مسح علی الخفین کا ثبوت حدیث متواتر سے ہے۔ قرآن میں ہے: ”وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمُ إِلَى الْكَعْبَيْنِ“ (سورة المائدة: ۶) میں اَرْجُلِكُمْ کو کسرہ پڑھیں تو امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس میں مسح علی الخفین کا جواز نکلتا ہے۔ انیس

موزوں پر مسح:

شریعت نے وضو میں بدن کے ان اعضا کا دھونا فرض قرار دیا ہے جو عام طور پر کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اور ان پر میل و گرد آتی رہتی ہے، جیسے چہرہ، ہاتھ، پاؤں۔ اور ان کے برخلاف بدن کے دیگر اعضا جو لباس سے عام طور پر ڈھکے ہوتے ہیں اور ان کے دھونے میں مشقت ہوتی ہے، ان کا دھونا ضروری نہیں قرار دیا گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آسانی اور ان کو حرج و تکلیف سے بچانے کے لئے بعض حالات میں اعضا کو دھونے کے بجائے ان پر مسح کرنے کو کافی قرار دیا ہے۔ جیسے چہرہ، ہاتھ یا پاؤں پر زخم آجائے یا چوٹ لگ جائے اور دھونے سے مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہو یا ان پر پٹی باندھی گئی ہو تو وضو میں دھونے کے بجائے ان پر مسح کر لینا کافی ہوگا، اسی طرح ”سر“ کو دھونے کے بجائے مسح کرنے کا حکم ہے کہ دھونے میں ضرر و تکلیف ہے۔ یہی حال پاؤں کا ہے کہ اگر پاؤں میں چرے کے موزے ہوں تو شریعت نے ان کو اتار کر پاؤں دھونا ضروری نہیں قرار دیا ہے، بلکہ موزے اتارے بغیر ان پر مسح کر لینا کافی ہو جاتا ہے۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۳۹)

وضو میں پاؤں کا دھونا افضل ہے:

نیز یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ موزہ پر مسح کرنا افضل عمل نہیں ہے، بلکہ شریعت کی طرف سے اجازت و رخصت ہے، موزہ پہنے ہوئے شخص کے لئے بھی وضو کرتے وقت موزہ اتار کر پاؤں کا دھونا افضل ہے۔ (رد المحتار: ۱/۲۶۴) (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸) ==

کس طرح کے موزے پر مسح درست ہے:

سوال: جو موزے اوئی دیز موٹے مضبوط اتنے کہ چار میل بغیر جوتہ پہنے چلنے میں نہ پھٹیں ان پر دائمی بیمار جن کو سردی میں پانی سے وضو کرنا سخت دشوار ہوتا ہے اس کے لئے مسح کرنا درست ہے؟ کیا چڑے کے موزے کا حاصل کرنا ضروری ہی ہے؟ مسائل صحیح سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

جو موزے اتنے مضبوط اور دیز ہوں کہ ان میں پانی نہ چھٹتا ہو اور ان کو پہن کر بغیر جوتہ پہنے آپ کی تحریر کے مطابق چار میل چلنے میں نہ پھٹیں، ان پر مسح کی اجازت ہے۔ (۲)

== غسل کرنے والے کے لئے مسح کا حکم:

اور اگر کسی شخص پر غسل واجب ہو تو اس کے لئے موزہ اتار کر غسل میں پاؤں دھونا ضروری ہے، اگر وہ پاؤں نہ دھوئے گا تو پاک نہ ہوگا، اس کے لئے موزہ پر مسح کافی نہیں ہے، جیسے کوئی جنبی ہو یا حائضہ ہو، اسی طرح اگر غسل مسنون ہو، جیسے جمعہ وعیدین وغیرہ تو بھی پاؤں دھوئے بغیر مسنون غسل ادا نہ ہوگا (رد المحتار: ۱/۲۶۷)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۴۷)

مسح کا وجوب:

البتہ بعض حالتیں ایسی پیش آسکتی ہیں جن میں وضو کرنے والے کو موزہ پر مسح کرنا واجب ہو جاتا ہے، جیسے کسی کے پاس اتنا کم پانی ہو کہ وضو کے اعضا کو دھونے کے لئے وہ کافی نہ، البتہ اگر موزہ پر مسح کرے تو باقی اعضا کو فرض کی مقدار میں دھوسکتا ہے تو اس کے لئے موزہ پر مسح کرنا واجب ہے، یا نماز کا وقت ختم ہو رہا ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر پورا وضو کرے گا تو وقت میں نماز ادا نہ کر پائے گا، یا عرفہ کا وقف فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ان حالتوں میں پاؤں کے موزہ پر مسح واجب ہوگا۔ (رد المحتار: ۱/۲۶۴)۔ (طہارت کے احکام، صفحہ: ۱۴۷)

سر کے مسح کے بارے میں قرآن میں اور پاؤں کے موزوں پر مسح کے بارے میں حدیث میں پوری تفصیل ہے۔ اس کی روشنی میں فقہانے جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ ذیل میں ”موزے کے متعلق“ تحریر کئے جاتے ہیں۔ (طہارت کے احکام ومسائل: ۱۳۹، انیس)

(۲) موزے کیسے ہوں: موزہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پیر ٹخنے تک چھپے رہیں اور سردی سے حفاظت ہو، اور موزہ ایسی چیز کا بنا ہوا ہو اور دیز ہو جس کو عام طور پر آدمی پہن کر چل پھر سکے اور بغیر باندھے پیر پر رک جائے۔ اور باہر سے پانی اندر نہ جائے، ایسا موزہ عمومی طور پر چڑے کا ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ چڑے کا تھا (طحاوی: ص ۷۰) اور صحابہ کرام نے بھی جو موزے استعمال کئے اور ان پر مسح کیا وہ بھی ایسے ہی تھے۔ لیکن موزہ چڑے کا ہونا ضروری نہیں ہے، اگر دیز و موٹے مضبوط کپڑے کے موزے ہوں یا فوم کے ہوں تو ان پر بھی مسح جائز ہے۔ البتہ اس طرح کا جو بھی موزہ ہو اس میں مندرجہ ذیل شرطیں پائی جانی ضروری ہیں: (۱) وہ موزہ ٹخنوں سمیت پاؤں کے اس پورے حصہ کو چھپائے جس کا دھونا وضو میں فرض ہے اور موزہ صحیح سالم ہو، اس میں پھٹن نہ ہو، اور اگر پھٹن ہو تو پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار سے کم ہو۔ اگر موزے صرف پیر کی انگلیوں پر سے پھٹا ہوا ہے تو تین انگلیوں سے کم کے اوپر سے پھٹا ہوا ہے تو اس پر مسح جائز ہے، مثلاً اگلوٹھا اور اس کے برابر والی انگلی کے اوپر سے موزہ پھٹا ہوا ہے تو اس پر مسح کرنا جائز ہے اور اگر انگلیوں کے علاوہ حصہ پر بھی پھٹن ہے اور پھٹن پیر کی تین چھوٹی انگلیوں سے کم ہے تو اس پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔ (طحاوی: ص ۷۰) (۲) موزہ پاؤں سے چپکا ہوا ہو۔ (۳) اور اس قدر مضبوط ہو کہ اس کو پہن کر معمول کی رفتار سے ایک فرسخ (دو میل) یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو۔ (رد المحتار: ۱/۲۶۱، ہدایہ: ۵۰/۱)۔ (۴) اسی طرح موزہ ایسا دیز ہو کہ نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔ (۵) اور نہ وہ پانی کو جذب کرے، یعنی اگر پانی ڈالا جائے تو وہ نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔ (۶) اور بغیر باندھے پیروں میں رہ سکے۔ (طہارت کے احکام ومسائل: ص ۱۴۲ تا ۱۴۳، انیس)

مقیم کے لئے ایک دن ایک رات، مسافر گچھیا تین دن تین رات۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ،

دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۶/۵-۱۹۷)

شرائط و قواعد مسح کیا ہیں:

سوال: مسح کرنے کی کیا تعریفیں ہیں اور کیا شرائط کا ہونا ضروری ہے، مثلاً یہ کہ بالفرض دن میں ایک بار اس کے بعد یا دوبار جو تار اتارنے کی ضرورت پڑے اور پھر پہن لیا گیا، اس کے بعد مسح کرنا چاہئے یا پھر دھونا چاہئے؟

الجواب

مسح کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ وضو پر پہننے جاویں۔ (۲) اُتارنے کی صورت میں اگر نماز پڑھنا چاہے تو صرف پیر دھولینا کافی ہے اگر وضو نہ ٹوٹا ہو۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۸/۱)

== ”أما المسح على الجوارب، فلا يخلو: إما أن يكون الجوارب رقيقاً..... وإما إن كان ثخيناً منعلاً، ففي هذا الوجه يجوز المسح بلا خلاف الخ“. (الفتاوى النصار خانية: ۲۶۷/۱، المسح على الخفين، إدارة القرآن، كراچی، وكذا في الحلبي الكبير: ۱۲۱، المسح على الخفين، سہیل اکیڈمی، لاہور)

(۱) فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء فابتل قدماه ثم تمم وضوءه ثم أحدث جاز أن يمسح يوماً وليلة لمقيم وثلاثة أيام ولياليها لمسافر. (الدر المختار: ۲۷۱/۱، باب المسح على الخفين، سعيد. وكذا في الفتاوى العالمية: ۲۳/۱، الباب الخامس في المسح على الخفين، رشديہ، وكذا في البحر الرائق: ۲۹۸/۱، باب المسح على الخفين، رشديہ) (۲) قال آتيت عائشة.... فقالت: جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة أيام ولياليهن للمسافر و يوماً وليلة للمقيم. (مسلم، باب التوقيت في المسح على الخفين، ص ۱۳۰، نمبر ۶۳۹/۲۷، أبو داؤد، باب التوقيت في المسح، ص ۲۳، نمبر ۱۵۷/۱، نسائي، باب التوقيت في المسح على الخفين للمقيم، ص ۱۸، نمبر ۱۲۹-انيس)

(۲) ويجوز من كل حدث موجب للوضوء إذا لبسهما على طهارة كاملة ثم أحدث. (الهداية، باب المسح على الخفين: ۵۷/۱، ظفیر)

ایسے موزوں پر مسح جائز نہیں ہے، جو حدث سے پہلے طہارت کاملہ کی حالت میں پہننے نہ ہوں۔ (طہارت کے احکام ومسائل: ۱۳۶، انیس)

(۳) وينقض المسح كل شيء ينقض الوضوء الخ وينقضه أيضاً نزع الخف الخ وكذا نزع أحدهما الخ وكذا مضى المدة وإذا تمت المدة نزع خفيه وغسل رجله و صلى وليس عليه إعادة بقية الوضوء وكذا إذا نزع قبل المدة. (الهداية، باب المسح على الخفين: ۵۹/۱ و ۶۰، ظفیر)

موزہ پہننے والے نے اپنے دونوں موزوں کو اتار دیا، یا ایک موزہ اتار ڈالا، اس صورت میں مسح ٹوٹ گیا ہے، اگر پہلے سے اس کا وضو ہے تو اب دونوں پیر دھولے، پھر سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ: ۱۵۴، انیس)

۱۔ عن مغيرة بن شعبه قال: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فأهويت لأ نزع خفيه فقال: دعهما فإنني أدخلتهما طاهرتين فمسح عليهما. (بخاری، باب إذا أدخل رجله وهما طاهرتان، ص ۴۰، نمبر ۲۰۶)

۲۔ أن سعد بن أبي وقاص خرج من الخلاء فتوضأ ومسح على خفيه فقليل له: أتمسح عليهما وقد خرجت من الخلاء قال: نعم إذا أدخلت القدمين الخفين وهما طاهرتان فامسح عليهما ولا تخلعهما إلا لجنازة. (مصنف ابن أبي شيبة، باب من كان لا يوقت في المسح شيئا/ مصنف عبد الرزاق، باب المسح على الخفين)

بلا وضو موزہ پہننے تو اس پر مسح درست نہیں:

سوال: ہم نے بلا وضو کئے ہوئے موزہ پہنا، اس کے بعد نماز کا وقت آ گیا تو وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا۔ نماز میری جائز ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بیان میں کتب فقہ میں طہارت کا لفظ آیا ہے یا یہ کہ مسح میں ایک دن اور تین دن کی قید ہے وہ وضو پر دلالت کرتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت سے بدن کا ظاہر ہونا مراد ہے اور پاؤں کا نجاست سے صاف ہونا؟

الجواب

بلا وضو کے، یعنی بدوں پر دھونے کے، موزہ پہننے سے، مسح اس پر درست نہیں ہے۔

طہارت پر موزہ پہننے سے مراد، وضو ہے۔ یہ مسئلہ باتفاق مسلم ہے، اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے اور آپ نے

== ۳۔ عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في الرجل يمسح على خفيه ثم يبدو له فينزعهما، قال: يغسل قدميه. (السنن للبيهقي، باب من خلع خفيه بعد ما مسح عليهما، جلد اول، ص ۴۳۲، نمبر ۱۳۷)

۴۔ عن إبراهيم قال: إذا نزعتهما فاعسل قدميك، وبه يأخذ الثوري. (مصنف عبد الرزاق، باب نزع الخفين بعد المسح، جلد اول، ص ۲۱۰، نمبر ۸۱۳)

۵۔ عن جابر.... قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده هكذا من أطراف الأصابع إلى أصل الساق وخطط بالأصابع. (ابن ماجه، باب في مسح أعلى الخف وأسفله، ص ۷۸، نمبر ۵۵۱) اس سے اشارہ ملتا ہے کہ موزہ کی حد پتلی تک ہے۔

۶۔ سألت معمرًا عن الخرق يكون في الخف فقال: إذا خرج من مواضع الوضوء شيء فلا تمسح عليه واخلع. (بيهقي، باب الخف الذي مسح عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم / مصنف ابن أبي شيبة، في الرجل يمسح على خفيه ثم يخلعهما) موزے میں بچھن ہو اور پاؤں نکل جائے تو اس پر مسح نہ کرے اور کھول کر پاؤں دھوئے۔

۷۔ عن أبي وقاص عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه مسح على الخفين. (بخاری، باب المسح على الخفين، ص ۳۹، نمبر ۲۰۲ / مسلم شریف، باب المسح على الخفين، ص ۱۳۲، نمبر ۲۶۲/۲۷)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خف یعنی چڑے کے موزے پر مسح کیا ہے اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ چڑے کے موزے کی شرطیں ملحوظ رکھی جائیں۔ انیس

موزہ پر مسح کے صحیح ہونے کی شرطیں:

موزہ پہننے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو، کامل طریقہ پر کرے جس میں اعضاء وضو بشمول پاؤں کو دھوئے، پھر موزوں کو پاؤں میں پہن لے اور جب وضو ٹوٹ جائے تو پھر اعضاء وضو کو دھوئے اور پاؤں کے موزوں پر مسح کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔ اس لئے موزوں پر مسح کے لئے شرط یہ ہے کہ ان کو طہارت کا ملہ (یعنی وضو) کی حالت میں پہنا ہو اور یہ طہارت چاہے پہننے سے پہلے حاصل ہوئی ہو یا پہننے کے بعد، مگر وقت پیش آنے سے پہلے۔ (رد المحتار: ۱/۲۷۰)

مطلب یہ ہے کہ اگر مکمل وضو کے بعد پہنا ہے تو اس کے بعد وضو کرتے وقت مسح جائز ہے ہی، اور اگر پہلے پیر دھو کر موزہ پہن لیا اور بعد میں وضو کے باقی اعضاء کو دھو یا تو بھی صحیح ہے۔ نیز وضو کے فوراً بعد موزہ کا پہننا ضروری نہیں ہے، مثال کے طور پر کسی نے نماز فجر کے لئے وضو کیا اور ظہر کی نماز اسی وضو سے ادا کی، اس کے بعد موزہ پہن لیا پھر استنجا کیا اور آ کر عصر کی نماز کے لئے وضو کیا تو وہ اپنے موزوں پر مسح کرے گا۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲، انیس)

جو مطلب سمجھا ہے، وہ غلط ہے۔ (۱) اور مقیم کے لیے وقت حدت سے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین رات تک مسح درست ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷/۱)

عورتیں بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہیں:

سوال: ہماری والدہ ماجدہ کافی معمر ہیں، سردیوں میں انہیں وضو کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے، ہم نے ان سے کہا کہ آپ موزے پہن لیا کریں، تو کیا عورتیں بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہیں؟ (سائل۔ دلدار علی، شاہ جمال ٹاؤن، لاہور)

الجواب

عورتیں بھی مردوں کی طرح موزوں پر مسح کر سکتی ہیں۔ (۳)

المرأة في المسح على الخفين بمنزلة الرجل لاستوائهما في المعنى المجوز للمسح، كذا في المحيط، اهـ. (عالمگیری: ج ۱ ص ۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۱۳۲/۲)

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ:

سوال: چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ کیا ہے اور مقیم کتنی مدت تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر اس کے اندر کیا طریقہ اختیار کریگا اور اس کے لئے کتنی مدت ہے؟

الجواب

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف رکھے، انگلیاں پورے موزہ پر رکھ دے اور ہتھیلی موزے سے الگ کر کے رکھے، پھر ان کو کھینچ کر پنڈلی کی طرف لے جاوے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھ دی، اور ہتھیلی سمیت انگلیوں کو کھینچ کر لے جائے تو بھی درست ہے۔

(۱) ويجوز من حدث موجب للوضوء إذا لبسهما على طهارة كاملة ثم أحدث الخ وقوله إذا لبسهما على طهارة كاملة لا يفيد اشتراط الكمال وقت اللبس بل وقت الحدث، الخ. (هداية، باب المسح على الخفين: ۵۷/۱، ظفیر)
أن سعد بن أبي وقاص خرج من الخلاء فتوضأ ومسح على خفيه فقبل له: أتمسح عليهما وقد خرجت من الخلاء قال: نعم إذا أدخلت القدمين الخفين وهما طاهرتان فامسح عليهما ولا تخلعهما إلا لجنابة. (مصنف ابن أبي شيبة، باب ۲۱۸ من كان لا يوقت في المسح شيئاً، ج ۱، ص ۱۶۸، نمبر ۱۹۳۳ / مصنف عبد الرزاق، باب المسح على الخفين، جلد اول، ص ۱۵۲، نمبر ۷۶۱) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکی کی حالت میں موزہ پہنا ہو تو مسح جائز ہے۔ انیس

(۲) يجوز للمقيم يوماً وليلة وللمسافر ثلاثة أيام ولياليها. (الهداية، باب المسح على الخفين: ۵۷/۱، ظفیر)

(۳) مسح کے حکم میں عورت اور مرد برابر ہیں، دونوں کے لئے اجازت ہے، البتہ اگر کوئی عورت ایسی ہو جسے بیماری کی وجہ سے خون آتا ہو اور اس نے وضو کر کے موزہ پہنا ہے تو ہر ایک نماز کے لئے نئے وضو کے ساتھ وہ موزہ پر مسح کرے گی۔ (فتاویٰ التاتارخانیہ: ۲۷/۱)

(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۳۷، انیس)

مقیم کے لئے اس کی مدت ایک دن، ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن، تین رات ہے۔ ہندیہ میں ہے:

و كيفية المسح أن يضع أصابع يده اليمنى على مقدم خفه الأيمن ويضع أصابع يده اليسرى على مقدم خفه الأيسر ويمد هالي الساق فوق الكعبين ويفرج بين أصابعه. (ہکذا فی فتاویٰ قاضیخان) وهو أن يكون في المدة وهي للمقيم يوم وليلة وللمسافر ثلاثة أيام ولياليها، هكذا في المحيط. (عالمگیری: جلد اول ص ۱۷) فقط واللہ اعلم (۱) احقر محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۱۳۱/۲)

(۱) مسح کیسے کیا جائے:

مسح کی حقیقت پانی کی تری کا موزوں پر پھیرنا ہے چاہے تر ہاتھوں سے مسح کیا جائے یا کسی اور چیز سے۔ موزے پر مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو کیا جائے یعنی مسنون طریقہ پر ہاتھ و چہرہ دھولیا جائے اور سر کا مسح کر لیا جائے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کیا جائے، اس کے بعد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کر کے دونوں پاؤں کے موزوں پر رکھا جائے، داہنے ہاتھ کو داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ کو بائیں پاؤں پر، اور ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کا مسح کیا جائے، مسح کی ابتدا پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے کی جائے، اور ہاتھ کی انگلیوں کو ٹخنوں (پنڈلی کی جڑ) تک اس طرح کھینچا جائے کہ موزے پر پانی کے خطوط کھینچ جائیں، مسح ہاتھ کی انگلیوں کے اندرونی حصہ سے کیا جائے ان کی پشت سے نہیں، اور مسح کرتے وقت انگلیاں موزے کے اوپری حصہ پر رکھی جائیں، نچلے حصہ پر نہیں، مسح ایک ہی بار کیا جائے۔ (ردالمحتار: ۱/۲۷۰)

یہ توضیح کا مسنون طریقہ ہوا، لیکن اگر کوئی اس طرح مسح نہ کرے تو بھی اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسا مسح کرے جس سے فرض ادا ہو جائے۔

اور مسح کے فرائض یہ ہیں:

موزے کی ظاہری سطح پر (پیری جو پشت پر رہتی ہے) مسح کرنا، دونوں موزوں کا پاؤں کی انگلیوں کے مقام سے تسمہ باندھنے کی جگہ کے درمیان ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کے بقدر مسح کرنا۔ خواہ خود ہاتھ سے مسح کرے یا کسی اور چیز سے یا کسی شخص سے مسح کرائے یا خود بخود تر ہو جائیں، جیسے کوئی شخص گھاس میں چلے اور شبنم سے اس کے موزے تر ہو جائیں یا پانی کے پھوار سے اس کے موزے تر ہو جائیں، جائز ہے، اس لئے کہ موزے پر مسح کے لئے نیت ضروری نہیں ہے۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ دونوں موزوں کا مسح ایک ساتھ کیا جائے یا پہلے ایک کا پھر دوسرے کا۔ (ردالمحتار: ۱/۲۶۸)

اور مسح کا مقام:

موزے کا وہ حصہ ہے جو پاؤں کے اوپر ہوتا ہے، اور یہ مقام پاؤں کی انگلیوں سے لے کر تسمہ باندھنے کی جگہ سے ابھری ہوئی ہڈی تک ہے، اس لئے اگر کوئی شخص موزے کے نچلے حصہ پر یا ایڑی کی طرف مسح کرے تو جائز نہ ہوگا، البتہ اس حصہ پر مسح کرے جو اوپر کا ہو اور پنڈلی سے متصل ہو تو جائز ہوگا۔ (فتاویٰ التاثر خانہ: ۱/۲۶۵) (طہارت کے احکام ومسائل: ص ۱۳۰ تا ۱۳۲)

پاؤں کٹے ہوئے شخص کے لئے مسح کا حکم:

اگر کسی شخص کے دونوں پاؤں ٹخنہ سے کٹ گئے ہوں تو اس شخص کے لئے وضو کرتے وقت یہ حکم ہے کہ کٹنے کی جگہ پر مسح کرے۔ اسی طرح اگر ایسا شخص اس پر موزہ پہن لے تو وہ موزہ پر مسح کرے گا۔ اور اگر اس کا ایک پاؤں ٹخنہ سے اوپر کٹ گیا ہو یا بالکل نہ ہو، البتہ دوسرا پاؤں موجود ہو اور اس نے دوسرے پاؤں میں موزہ پہن رکھا ہو تو اس کے لئے اس موزہ پر مسح کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر ایک پاؤں ٹخنہ سے نیچے کٹ گیا ہو اور اس میں سے تین انگلیوں سے کم مقدار میں حصہ بچا ہو اور دوسرا پاؤں صحیح سالم ہو تو ایسا شخص اپنے موزوں پر مسح نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ جب کٹے ہوئے پاؤں کا کچھ حصہ باقی ہے تو اس کا وضو میں دھونا فرض ہے اور چونکہ تین انگلی سے کم ہے اس لئے اس پر مسح جائز نہیں ہے، اس وجہ سے اس کو دھونا ضروری ہے۔ اور جب ایک پاؤں دھوئے گا تو دوسرے پاؤں کو دھونا بھی ضروری ہوگا، اس پر مسح جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح کٹے ہوئے پاؤں کا حصہ اگر تین انگلیوں کی مقدار باقی ہو مگر وہ حصہ پاؤں کے آگے کا نہ ہو بلکہ پیچھے یا نیچے ایڑی کی طرف کا ہو تو بھی اس صورت میں موزہ پر مسح جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ جو حصہ باقی ہے وہ مسح کا محل نہیں ہے۔ البتہ اگر کٹے ہوئے پاؤں کا باقی حصہ آگے کی جانب کا ہو اور ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار ہو تو ایسی صورت میں موزہ پر مسح جائز ہوگا۔ (فتاویٰ التاثر خانہ: ۱/۲۸۰، ۲۸۱) (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰، انیس)

موزوں پر مسح کی مدت:

سوال: ایک شخص نے وضو کر کے چمڑے کے موزے پہن لئے، اس کا وضو خفین پہننے کے بعد مثلاً قبل عشا ٹوٹ گیا، اس کو یہ یاد نہیں رہا کہ آٹھ بجے وضو ٹوٹا تھا یا ساڑھے سات بجے، اب اس کی مدت دوسرے دن اس وقت جا کر ختم ہوتی ہے۔ دوسرے دن اس نے عشا کا وضو کیا تو خفین پر مسح کر لیا اور عشا کی نماز سے قبل وضو ٹوٹ گیا تھا۔ یہ مسح چوبیس شمیمہ گزرنے کے بعد نہ کیا ہو صحیح یا نہیں آیا کہ کس وقت وضو ٹوٹا تھا، غالب گمان ہے کہ ساڑھے سات بجے وضو ٹوٹا ہوگا، دوسرے دن ساڑھے سات بجے کے بعد وضو کیا اور مسح کیا تو اس طرح ۲۴ شمیمہ سے کچھ زیادہ گزرنے پر یہ مسح صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور اس طرح مسح کر کے جو نماز پڑھی وہ ادا ہوگی یا اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

۲۴ شمیمہ پورے ہونے پر مدت مسح ختم ہوگئی، ضروری ہے کہ خفین اتار کر پیر دھوئے، اگر اس وقت وضو نہ ہو تو وضو کر کے خفین پہن کر اس سر نو مدت کا اعتبار ہوگا۔ (۱) لہذا اس نماز کا اعادہ لازمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲۲/۸۸ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۴/۵)

(۱) وضو میں پاؤں دھونے کی جگہ مسح کرنے کی اجازت آئی ہے، مگر مسح کا حکم مطلق نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ ایک بار وضو کرنے کے بعد اگر کوئی شخص موزہ پہن لے تو اس کے بعد وہ زیادہ سے زیادہ حالت اقامت میں ایک دن ایک رات تک وضو کرتے وقت مسح کر سکتا ہے پھر اس کے بعد موزہ اتار کر وضو کے لئے پاؤں دھونا ضروری ہوگا۔ البتہ اگر کوئی حالت سفر میں ہو تو وہ تین دن و تین رات تک مسح کر سکتا ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد آیا ہے۔ (ذیل میں وہ حدیث آرہی ہے) اس حدیث سے صراحت کے ساتھ مسح کرنے کی مدت کا حکم ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ مسح کی مدت کا اعتبار کس وقت سے کیا جائے گا کیا وضو کے وقت سے کیا جائے گا، یا موزہ پہننے کے وقت سے کیا جائے گا، یا موزہ پہننے کے بعد جب وضو کی وجہ سے ٹوٹ گیا اس وقت سے کیا جائے گا، یا وضو ٹوٹنے کے بعد موزوں پر مسح کرنے کے وقت سے؟ تو اس بارے میں یہ جاننا چاہئے کہ مدت کا اعتبار وضو ٹوٹنے کے وقت سے کیا جائے گا، مثال کے طور پر کسی نے وضو کیا اور اس کے کچھ دیر بعد وضو رہتے ہوئے اس نے موزہ پہنا اور تھوڑی دیر کے بعد سو گیا تو سونے سے چونکہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لئے جس وقت اسے نیند آئی تھی اسی وقت سے مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات کا اعتبار ہوگا اور مسافر کے لئے تین دن تین رات کا ہوگا۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۷۱/۱) (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ: ۱۵۲، ۱۵۳)

عن شریح بن ہانی قال: أثبت عائشة أسألها عن المسح على الخفين، فقالت: عليك بابتين أبي طالب فأسأله، فإنه كان يسافر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأسأله، فقال: جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة أيام ولياليهن للمسافر و يوماً وليلة للمقيم. (مسلم، باب التوقيت في المسح على الخفين / أبو داود، باب التوقيت في المسح، ۱/۱۱۳)

وهو (أى المسح) جائز بسنة مشهورة لمحدث على ظاهر خفيه) ... (أو جوريه) ... (الخفين) ... (ملبوسين على طهر تام ... (عند الحدث) ثم أحدث جازاً أن يمسه (يوماً وليلة لمقيم) ... (تنوير الأبصار مع الدر المختار) وقال العلامة ابن عابدين: "قوله: ومعدور فإنه الخ" وفي الثلاثة الباقية يمسح في الوقت فقط فإذا خرج الوقت نزع وغسل، كما في البحر آه (رد المحتار: ۲۷۱/۱، باب المسح على الخفين، سعيد. وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۹۵، باب المسح على الخفين، رشيدية، وكذا في مجمع الأنهر: ۷۲/۱، المسح على الخفين، دار الكتب العلمية، بيروت، وكذا في النهر الفائق: ۱۲/۱، باب المسح على الخفين، رشيدية)

مسافر مدتِ اقامت پوری ہونے کے بعد مقیم ہو جائے تو مسح کا حکم:

سوال: زید نے مقیم ہونے کی حالت میں ظہر کے وقت موزے پہنے اور مسح کیا، رات کو اچانک سفر شرعی پیش آ گیا اور اگلے روز عشا کے وقت واپس گھر لوٹا۔ تو اب وہ موزے اتار کر پاؤں دھوئے یا انہیں پر مسح کر لے؟
بینوا تو جروا۔ (سائل محمد افضل، طبیب جنرل اسٹور، کالامنڈی، ملتان شہر)

الجواب

موزے پہننے کے بعد وقتِ حدیث سے لے کر گھر پہنچنے تک مدتِ اقامت (چوبیس ۲۴ شبیمہ) پورے ہونے سے سفر کی رخصت بھی ختم ہوگئی۔ والمسافر ان اقام بعد ما استكمل مدة الإقامة ينزع خفيه ويغسل رجليه. اھ (عالمگیری قدیم: ج ۱ ص ۱۷)

البتہ اگر وضو باقی ہو تو یہ بھی اجازت ہے کہ موزے اتار کر صرف پاؤں دھولے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ پورا وضو دوبارہ کر لے۔ (۱) وبعدهما أى النزع والمضى غسل المتوضى رجليه لا غير. اھ (در مختار) (قولہ غسل المتوضى رجليه لا غير) ينبغي أن يستحب غسل الباقي أيضاً مراعاةً للولاء المستحب وخر وجاعن خلاف مالکؒ كما قاله سيدى عبد الغنى، ثم رأيت في الدر المنقهي مصرحاً بأن الأولى إعادته. اھ (شامی: ج ۱ ص ۲۵۵) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۷/۴/۱۴۱۱ھ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۳۵)

موزوں پر مسح کے چند احکام:

سوال: مندرجہ ذیل عبارت ایک محقق کی کتاب سے تحریر کر رہا ہوں ذرا اسے پڑھئے اور جو میرا فہم ہے درست کر دیجئے۔ نافعؒ، عبد اللہ بن عامر، حفصؒ، کسائیؒ اور یعقوبؒ کی قراءت اَرْجُلُكُمْ (بالفتح) ہے، جس سے پاؤں دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور عبد اللہ بن کثیر، حمزہ بن حبیبؒ، ابو عمرو بن العلاءؒ اور عاصمؒ کی قراءت اَرْجُلُكُمْ (بالکسر) ہے، جس سے پاؤں پر مسح کرنے کا حکم نکلتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ظاہر ہے کہ دراصل ان میں تضاد نہیں، بلکہ یہ دو مختلف حالتوں کے لئے دو الگ الگ احکام کی طرف اشارہ کرتی ہیں، بے وضو آدمی کو وضو

(۱) اگر کوئی مقیم شخص مسح کرنے کے بعد ایک دن اور ایک رات پورا ہونے سے پہلے سفر شروع کر دے تو وہ مسافر کی مدت یعنی تین دن و تین رات تک مسح کرے گا (جس میں گزشتہ ایک دن و ایک رات شامل ہوگی)۔ اسی طرح اگر کوئی مسافر ایک دن و ایک رات یا اس سے زیادہ سفر میں رہا پھر وطن لوٹ آیا، یا وہیں اقامت کی نیت کر لی تو وہ موزہ کو اتار دے گا، مسح نہیں کرے گا بلکہ اگر وہ بے وضو ہے تو اسے وضو کرے گا جس میں پاؤں دھوئے گا اور اگر ایک دن و رات پورا ہونے سے پہلے وطن لوٹ آیا تو ایک دن و رات کی مدت پوری کرے گا۔ مقیم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے وطن (شہر یا گاؤں) میں رہتا ہو، یا ۷ کلومیٹر سے کم کے سفر میں ہو، اور مسافر اسے کہتے ہیں جو ۷ کلومیٹر کے سفر کے ارادہ سے اپنے وطن کی آبادی سے باہر نکل جائے۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۱۵۳، ۱۵۴، مؤلفہ: انیس الرحمن قاسمی)

کرنا ہو، تو اسے پاؤں دھونا چاہئے با وضو اگر تجدید وضو کرے تو وہ صرف مسح پر اکتفا کر سکتا ہے، وضو کر کے اگر آدی پاؤں دھونے کے بعد موزے پہن چکا ہو تو پھر بحالت قیام ایک شب و روز تک اور بحالت سفر تین شب و روز تک وہ صرف موزوں پر مسح کر سکتا ہے، اس میں یہ سوالات ہیں۔

(۱) حالت قیام میں کیا ۲۴ شمیمہ تک مسلسل بغیر موزے اتارے ہوئے کے، جس طرح پہرہ دار وغیرہ۔

(۲) تین شب و روز کے معنی کیا؟ کیا تین شب اور تین روز؟ کیا بغیر موزے اتارے ہوئے کے؟

(۳) موزے اتارے تو کیا مسح ساقط ہو جائے گا؟

(۴) ان مسح کی کیفیتوں سے کیا میں صبح نہانے کے بعد (بغیر وضو ترتیب وار کئے) کپڑے جوتا پہنے دفتر

پہنچوں اور قرآن پڑھنے کے لئے فرصت کے اوقات اونچے اونچے واش بیسن پر صرف ہاتھ منہ دھولوں اور سر و پیر کا مسح کر لوں تو کیا وضو کامل سے مشرف ہو جاؤں گا؟

(۵) موزوں سے کیا مراد ہے کیا بند جوتا اور چپل دونوں کو شامل ہے؟

(۶) کیا مسح میں بھی بال برابر جگہ باقی نہ رہنے کی شرط ہے چاہے تیمم ہو یا موزوں پر مسح؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

(۱) جی ہاں، وضو ٹٹنے کے وقت سے چوبیس شمیمہ تک۔

(۲) ہاں، تین شب و تین روز تک وضو ٹٹنے کے وقت سے لے کر۔

(۳) ہاں، موزے اتارنے سے مسح ساقط ہو جائے گا اور دھونا فرض ہوگا۔

(۴) ہاں، اگر آپ شرعی موزے پہنے ہوں جن پر مسح جائز ہو اور طہارت کاملہ پر پہنے ہوں تو موزوں پر مسح

کرنے سے وضو کامل کا ثواب ملے گا۔

(۵) موزے سے مراد چرمی جراب یا جوتا ہے جو ٹخنوں سے اوپر تک بالکل بند ہو کہیں سے بھی کھلا نہ ہو۔

(۶) مسح میں یہ شرط نہیں، تیمم میں شرط ہے۔ مسائل کی تفصیل کے لئے بہشتی زیور کا مطالعہ رکھنا ضروری

ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۱/ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۲۲)

(۱)۔ عن صفوان بن عسال قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمرنا إذا کنا سفرًا أن لا ننزع خفافنا ثلاثة أيام ولياليهن إلا من جنابة ولكن من غائط وبول ونوم. (ترمذی، باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم، ص ۲۸، نمبر ۹۶/ نسائی، باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر، ص ۱۸، نمبر ۱۷۷)

۲۔ عن مغيرة بن شعبة قال: غزونا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأمرنا بالمسح على الخفين ثلاثة أيام ولياليها للمسافر ويومًا وليلةً للمقيم مالم يخلع. (السنن للبيهقي، باب من خلع خفيه بعد ما مسح عليهما، ص ۲۳۲، نمبر ۱۳۷/ مصنف ابن أبي شيبة، ۲/۲۱، فی الرجل يمسح علی خفيه ثم يخلعهما، ج ۱، ص ۱۷۰، نمبر ۱۹۶) مالم يخلع سے پتہ چلتا ہے کہ موزہ پاؤں سے کھل جائے تو دوبارہ پاؤں دھونا ہوگا۔ ==

ٹخنوں تک موزوں پر مسح کرنے کا حکم:

سوال اگر موزے مضبوط قسم کے چڑے سے اس طرح بنائے جائیں کہ ان میں ٹخنے چھپ جائیں تو کیا ایسے موزوں پر مسح جائز ہے؟

الجواب

موزوں پر مسح کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان میں ٹخنے چھپے ہوں بلکہ اگر پنڈلی کا کچھ حصہ بھی چھپ جائے تو بھی مسح کرنے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

قال فی الہندیۃ: منہا أن یكون الخف مما یمکن قطع السفریہ وتتابع المشی علیہ ویستر الکعبین وستر ما فوقہا لیس بشرط، ہکذا فی المحيط، حتی لولبس خفلاً ساق لہ، یجوز المسح إن کان الکعب مستوراً. (الفتاویٰ الہندیۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین: ۳۲۱). (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم، ص: ۵۵۳)

بوٹ پر مسح کرنے کا حکم:

سوال: اگر ایسے بوٹ پہنے ہوں کہ جن میں ٹخنے چھپ جائیں اور مضبوطی بھی اس درجہ کی ہو کہ ان میں پھٹن نہ ہو تو کیا ان پر مسح کرنا جائز ہے؟ واضح رہے کہ ان میں پیدل چلنا بھی تین میل سے زائد ہو سکتا ہو۔

الجواب

ایسے بوٹوں میں جواز مسح کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں۔ لہذا ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ (۲)

== ۳۔ قال: أتیت عائشۃ.... فقالت: جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ أيام و لیالیہن للمسافر ویوماً و لیلۃً للمقیم. (مسلم، باب التوقیت فی المسح علی الخفین / أبوداؤد، باب التوقیت فی المسح / نسائی، باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمقیم)

۴۔ عن عبد الرحمن بن أبی بکرۃ عن أبیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه رخص للمسافر إذا توضأ و لبس خفیہ ثم أحدث..... أن یمسح ثلاثۃ أيام و لیالیہن و للمقیم یوماً و لیلۃً. (ابن ماجہ، باب ما جاء فی التوقیت فی المسح للمقیم و المسافر، ص ۸، نمبر ۵۵۶)

۵۔ عن الثوری فی المسح علی الخفین قال: فإنک تمسح من الحدث حتی کان العصر، فإنک تمسح علیہما حتی العصر من الغد. (مصنف عبدالرزاق، باب المسح علیہما من الحدث، ج اول، ص ۱۲۴، نمبر ۸) اس اثر میں ہے کہ حدث سے مسح کی مدت شروع ہوگی، اس سے پہلے نہیں۔ انیس

(۱) قال الحصکفی: شرط مسحه ثلاثۃ أمور: الأول کونه ساتراً محل فرض غسل القدم مع الکعب. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب المسح علی الخفین: ۲۶۱/۱)

(۲) ہمارے زمانہ میں جو اونچے بوٹ پہنتے ہیں ان میں یہ سب شرطیں پائی جاتی ہیں، اس لئے ان پر مسح درست ہوگا، اور ان کو پہننے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہوگا۔ انیس

قال العلامة الحصكفي: (شرط مسح) ثلاثة أمور: الأول (كونه ساتر)..... (القدم مع الكعب) أو يكون نقصانه أقل من الخرق المانع، فيجوز على الزربول لومشوداً..... (و) الثاني (كونه مشغولاً بالرجل) ليمنع سراية الحدث..... (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعة المشي) المعتاد (فيه) فرسخاً فأكثر، قال ابن عابدين: (قوله لومشوداً) لأن شدة بمنزلة الخياطة وهو مستمسك بنفسه بعد الشد كالخف المحيط ببعضه ببعض فافهم، وفي البحر عن المعراج: ويجوز على الجاروق المشقوق على ظهر القدم وله أضرار يشدها عليه تسده لأنه كغير المشقوق وإن ظهر من ظهر القدم شيء فهو كخروق الخف آه. (الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱ ص ۱۸۲، ۱۸۳، باب المسح على الخفين) (۱) (فتاویٰ تھانیہ جلد دوم، ص: ۵۵۵)

سرف بوٹ دھویا جائے یا وں نہیں، کیا وضو ہوتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر فوجی یا مجاہد صرف بوٹ دھولے اور پاؤں نہ دھوئے، کیا اس سے وضو درست ہو سکتا ہے؟ بینواتو جروا۔ المستفتی محمد ازم تہوک سعودی عرب۔ ۱۴۰۱/۷/۱ھ

الحواب

اگر مسح خفین کی شرائط موجود نہ ہوں تو پاؤں کا دھونا ضروری ہے۔ (۲) وھوالموفق۔

(فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۶۰)

انگریزی بوٹ پر مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: مسح کرنا ایسے جوتے پر جو فیتہ سے بندھا ہوا ہے اور جس کے کھولنے میں تھوڑی سی طوالت ہو، یا کھولنے اتارنے میں وقت کی تنگی کا اندیشہ ہو، اور وہ جوتا اس قدر اونچا ہو کہ ٹخنے بالکل چھپے رہیں جیسے انگریزی جوتے لائے ہوتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

- (۱) قال ابن نجيم: ويجوز على الجاروق المشقوق على ظهر القدم وله أضرار يشدها عليه تسده لأنه كغير المشقوق وإن ظهر من ظهر القدم شيء فهو كخروق الخف. (البحر الرائق، باب المسح على الخفين: ۱/۱۸۳)
- (۲) قال العلامة الحصكفي: (شرط مسح) ثلاثة أمور: الأول (كونه ساتر)..... (القدم مع الكعب) أو يكون نقصانه أقل من الخرق المانع، فيجوز على الزربول لومشوداً..... (و) الثاني (كونه مشغولاً بالرجل) ليمنع سراية الحدث..... (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعة المشي) المعتاد (فيه) فرسخاً فأكثر، قال ابن عابدين: (قوله لومشوداً) لأن شدة بمنزلة الخياطة وهو مستمسك بنفسه بعد الشد كالخف المحيط ببعضه ببعض فافهم، وفي البحر عن المعراج: ويجوز على الجاروق المشقوق على ظهر القدم وله أضرار يشدها عليه تسده لأنه كغير المشقوق وإن ظهر من ظهر القدم شيء فهو كخروق الخف آه. (الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱ ص ۱۸۲، ۱۸۳، باب المسح على الخفين)

الجواب

اگر وہ جوتا انگریزی ٹخنوں سے اوپر ڈھکے ہوئے ہو اور فیتہ جو پشت جوتہ پر ہے، وہ خوب کسا ہوا ہو کہ دونوں طرف خوب ملے رہیں اور جوتا پاک ہو تو اس پر مسح درست ہے، بشرطیکہ طہارت پر پہنا ہو جیسا کہ شامی کی عبارت ذیل سے ظاہر ہوتا ہے: ويجوز على الجاروق المشقوق على ظهر القدم وله أضرار يشدها عليه تسده لأنه كغير المشقوق الخ. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۸/۱)

انگریزی بوٹ جو پورے پاؤں کو چھپا لے اس پر مسح کا حکم:

سوال: فل بوٹ یعنی اس بوٹ پر جس میں ٹخنے چھپے رہتے ہیں مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار: باب المسح على الخفين، (شرط مسحه) ثلاثة أمور: الأول (كونه ساتر) محل فرض الغسل (القدم مع الكعب) أو يكون نقصانه أقل من الخرق المانع فيجوز على الزربول لو مشدوداً إلا أن يظهر قدر ثلاثة أصابع (و) الثاني (كونه مشغولاً بالرجل) الخ (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعة المشى) المعتاد (فيه) فرسخاً فأكثر آه في رد المحتار: (قوله لو مشدوداً) لأن شده بمنزلة الخياطة وهو مستمسك بنفسه بعد الشد كالخف المخيط بعضه ببعض فافهم، وفي البحر: عن المعراج: ويجوز على الجاروق المشقوق على ظهر القدم وله أضرار يشدها عليه تسده لأنه كغير المشقوق وإن ظهر من ظهر القدم شيء فهو كخروق الخف آه قلت: والظاهر أنه الخف الذي يلبسه الأتراك في زماننا ۵۱ (۲)

چونکہ اس بوٹ میں تینوں شرطیں جواز مسح کی پائی جاتی ہیں جو روایت بالا میں مذکور ہیں اس لئے مسح اس پر جائز ہے۔ البتہ بوجہ اس کے کہ بجائے جوتہ کے مستعمل ہوتا ہے اس لئے یا بوجہ نجس ہونے کے اور یا بوجہ سوء ادب کے بلا ضرورت اس سے نماز نہ پڑھنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الاضحیٰ ۲۲ ۱۴۳۲ھ۔ امداد صفحہ ۶ ج ۱۔ (امداد الفتاویٰ: ۸۰/۱)

فل بوٹ پر مسح درست ہے یا نہیں:

سوال: موزوں پر مسح کرنا مشروع بلکہ خصائص اہل سنت والجماعت سے ہے اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا موزوں کو استعمال فرمانا لاریب فیہ ہے اور منجلی مبارک کی نوعیت و ہیئت بھی کتب سیر میں مفصل و شرح ہے

(۱) رد المحتار، باب المسح على الخفين: ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴

اور نقشہ بھی معلوم ہے، جہاں تک سمجھ میں آتا ہے موزہ پہنکر اُن منجلی کا ان پر پہنا جانا قیاس میں نہیں آتا، لیکن کسی کتاب میں مثل شرح سفر السعادة و مدارج النبوة و روضة الاحباب وغیرہ کے یہ امر بالوضاحت نہیں پایا جاتا، جیسا کہ کلاہ و عمامہ کی نسبت تصریح موجود ہے اور فل بوٹ جو ٹخنہ تک یا بعض صورتوں میں اس سے بھی اوپر تک ہوتا ہے وہ حکم موزہ میں داخل معلوم ہوتا ہے اور اگر سوتلی یا دانی جراب پر یا بلا جراب کے پہنا جاوے تو اس پر مسح مشروع ہوگا یا نہیں؟

الجواب

موزوں میں بعد مسح، جواز صلوٰۃ گچھیا یہ بھی شرط ہے کہ ظاہر ہوں یعنی نجاست مانع عن الصلوٰۃ اُن میں موجود نہ ہو۔ پس اگر تنہا موزوں کے پہننے میں بھی یہ امر ملحوظ رہے کہ وہ نجس نہ ہوں تو کچھ ضروری نہیں ہے کہ ان کو جوتوں کے ساتھ پہنا جاوے، اگر تنہا موزہ کوئی شخص پہنے ہوئے ہو اور وہ پاک ہوں تو مسح اُن پر لاریب درست ہے اور نماز صحیح ہے۔ باقی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر جوتا بھی پہنتے تھے یا نہیں، تو بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جوتا بھی موزوں پر پہنتے تھے اور جو نقشہ جوتا مبارک کا مشہور ہے اور اس کا موزوں پر پہننا مشکل معلوم ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ موزوں پر دوسری قسم کا جوتا پہنتے ہوں جس میں وہ تسمہ نہ ہوتا ہو جو انگشت میں ہوتا ہے بلکہ صرف پشت قدم پر ایک چمڑے کا حلقہ ہوتا ہو۔ اور علاوہ بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر صرف موزہ پہنتے ہوں تو آپ کو چونکہ طہارت کا حال معلوم ہوتا تھا اس لئے آپ ان پر مسح فرماتے تھے، اب بھی اگر ایسا ہو تو مسح کو کیا امر مانع ہے۔ اور واضح ہو کہ موزوں میں یہ بھی شرط ہے کہ ساتر قدین مع الکعبین ہوں، پس اگر کسی قسم کا بوٹ ایسا ہو کہ وہ ٹخنوں سے اوپر تک ہو اور قدین مع الکعبین پوری طرح اس میں مستور ہو جاوے تو مسح ان پر درست ہے، اور اگر وہ پاک ہیں تو ان کے ساتھ نماز صحیح ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷۵)

ایسا جوتا جس کے اندر گرد و غبار نہ جاتا ہو اس پر مسح:

سوال: اگر وضو بھی ساقط ہو گیا تو اس جوتے پر مسح کر سکتا ہے یا نہیں، جو تہ ایسا ہے جس کے اندر ہوا، گرد و غبار نہیں پہنچ سکتا؟

الجواب

فی الدر المختار: (شرط مسحہ) الخ (كونه ساتر) الخ (القدم مع الكعب) أو يكون نقصانه أقل

(۱) (شرط مسحہ) ثلاثہ أمور: الأول (كونه ساتر) محل فرض الغسل (القدم مع الكعب) الخ (و) الثاني (كونه مشغولاً بالرجل) ليمنع سرایة الحدث الخ (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعة المشی) المعتاد (فيه) فرسناً. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب المسح علی الخفين: ۲۴۱/۱، ظفیر)

من الخرق المانع فيجوز على الزبول لومشوداً إلا أن يظهر قدر ثلاثة أصابع، في رد المحتار: لأن شدة بمنزلة الخياطة وهو مستمسك بنفسه بعد الشد كالخف المخيط بعضه ببعض فافهم، وفي البحر: عن المعراج: ويجوز على الجاروق المشقوق على ظهر القدم وله أضرار يشدها عليه تسده لأنه كغير المشقوق وإن ظهر من ظهر القدم شيء فهو كخروق الخف آه قلت: والظاهر أنه الخف الذي يلبسه الأتراك في زماننا. ج ۱ ص ۲۶۹۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جوتہ مذکور پر مسح بھی جائز ہے، بشرطیکہ چلنے میں اندر سے پاؤں یا جراب نظر نہ آوے، (۲) اور اگر نظر آوے تو پھر سوال میں ظاہر کرنا چاہئے کہ کتنا نظر آتا ہے۔ تتمہ اولیٰ ص ۸۔ (امداد الفتاویٰ: ۸۰۷/۱-۸۱)

نایاک بوٹ پر مسح درست نہیں ہے:

سوال: (۱) اگر وضو کر کے لانگ بوٹ جو ٹخنوں سے اوپر تک آتا ہے پہنا جائے اور دوسرے وضو کے وقت اس کے اوپر مسح کیا جائے تو مسح درست ہے یا نہ؟ اور یہ موزہ کا کام شرعاً دے سکتا ہے یا نہ؟ اور نماز درست ہے یا نہ؟
سوال: (۲) بوٹ کا وہ حصہ جو زمین سے لگتا ہے وہ پاک نہیں رہ سکتا، لیکن تلوے کے اوپر کا حصہ جس پر پیروں کے تلوے لگ رہے ہیں وہ پاک ہے تو اس کو پہنے ہوئے نماز جائز ہے یا نہ؟

الجواب

(۱-۲) جب کہ بوٹ کا نیچے کا حصہ جو زمین پر لگتا ہے پاک نہیں ہے تو اس پر مسح جائز نہیں اور اس بوٹ کو پہن کر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۴۷/۱-۴۸)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب المسح على الخفين: ج ۱ ص ۲۶۱ تا ۲۶۳، انیس۔
(۲) الخف إذا أصابته النجاسة إن كانت متجسدة كالعذرة والروث والمنى يطهر بالحث إذا ييسر وإن كانت رطبة الخ لا يطهر إلا بالغسل. (عالمگیری كشوری، باب الأنجاس: ۴۲/۱) تطهير النجاسة من بدن المصلى وثوبه والمكان الذي يصلى عليه واجب. (عالمگیری كشوری، باب شروط الصلوة: ۵۶/۱، بظفر)
موزہ اتنا پھٹ جائے کہ چلنے میں پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہو تو مسح ٹوٹ جائے گا، دوبارہ پیر دھو کر صحیح و سالم موزے کو پہنیں۔ ایک موزے میں اگر کئی سوراخ ہوں ان کو اگر ایک جگہ کیا جائے تو پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر پہنچ جائے تو ایسے موزے پر مسح جائز نہیں، اگر مسح کے بعد ایسا ہو جائے تو مسح ٹوٹ جائے گا، موزہ اتار کر پاؤں دھونا ضروری ہوگا۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۵۵، انیس)
(۳) اگر موزہ ناپاک ہو تو اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ناپاک چمڑے کا موزہ اگر پہنا ہو، جیسے خنزیر کے چمڑے کا موزہ تو اس کا استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے اور مسح بھی درست نہیں ہے۔ سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال چاہے وہ حلال کی ہوں یا حرام کی، دباغت سے پاک ہو جاتی ہیں، خواہ کافر دباغت دے یا مسلمان، اسی طرح ان جانوروں کی کھال ذبح کرنے سے بھی بغیر دباغت کے پاک ہو جائے گی۔ (رد المحتار: ۲۳) اس لئے ان کے بنے ہوئے موزوں کا استعمال اور ان پر مسح جائز ہے۔ (رد المحتار) (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۴۵، ۱۴۶، انیس)

چمڑے کے موزے کے علاوہ موزہ پر مسح:

سوال: مفتیان شرع متین کا کیا ارشاد ہے زید و عمر باہم مناظر ہیں، زید کہتا ہے کہ کھال کے موزوں کے سوا مسح ہرگز درست نہیں، ہاں اگر جرابیں پشم کی ہوں یا ڈبل زین کی ہوں اور ایسی مضبوط بنی ہوئی ہوں جس میں گرد و غبار نفوذ نہ کر سکتا ہو اور صلابت ایسی ہو کہ اگر زمین پر رکھی جاویں تو کھڑی رہیں ان پر مسح درست ہے بحوالہ کتب فقہ ارشاد ہو؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

زید کا قول صحیح ہے (۱) عینی نے شرح ہدایہ میں اس پر فتویٰ نقل کیا ہے۔ (۲)
۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ۔ تتمہ ثانی صفحہ: ۱۰۴۔ (امداد الفتاویٰ جدیدہ: ۷۸۱-۸۰)

جرابوں پر صحت مسح کے شرائط:

سوال: جرابوں پر مسح کرنے کے کیا شرائط ہیں اور کس قسم کی جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

فی شرح التنویر: الثخینین بحیث یمشی فرسخاً ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف. (تنویر الأبصار مع الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب المسح علی الخفین: ۱۷۹/۱)
اس روایت سے معلوم ہوا کہ موزے خواہ اوئی ہوں یا سوتی، ان میں شرائط ذیل ہوں، تو ان پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔
(۱) اتنے گاڑھے اور موٹے ہوں کہ اگر بغیر جوتے کے ان کو پہن کر تین میل شرعی چلیں تو وہ نہ پھٹیں، میل شرعی علی الرانج ۴ ہزار ذراع ہے اور فقہار رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایک قدم میں ڈیڑھ ذراع شمار کیا ہے اس حساب سے تین میل شرعی ۸ ہزار قدم ہوئے۔

(۲) ان کو پہن کر پنڈلی پر باندھنا نہ جائے تو گریں نہیں۔ و خلو کل منہما عن الخرق المانع واستمساکہما علی الرجلین من غیر شد. اور یہ نہ گرنا ان کے موٹے ہونے کی وجہ سے ہو۔ اگر تنگ ہونے کی وجہ سے یا پلاسٹک کی ڈوری لگی ہوئی ہونے کی وجہ سے نہیں گرتے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۱) اس زمانہ میں نائیلون اور سوتی یا اوئی کپڑے کے جو موزے عام طور پر استعمال ہوتے ہیں، ان پر مسح جائز نہیں، البتہ اگر ان میں چمڑے کے موزے کے اوصاف پائے جائیں تو جائز ہے۔ اگر موزہ معدنیات جیسے شیشہ، رانگا، لکڑی، ہاتھی دانت، لوہا وغیرہ کا بنا ہو تو اس پر مسح جائز نہیں۔ (رد المحتار: ۱۶۴/۱) پلاسٹک کے موزے پر مسح کرنا جائز ہوگا، بشرطے کہ اس میں موزے کے شرائط پائے جاتے ہوں۔ (طہارت کے احکام و مسائل صفحہ ۱۴۲، ۱۴۶، ۱۴۸)

(۲) یعنی تخین سادہ میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف مروی ہے، لیکن عام مشائخ کا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور اسی کو علامہ عینی نے نقل فرمایا ہے۔ سعید

(۳) ان سے پانی نہ چھنے۔

(۴) ان میں سے پاؤں نظر نہ آئے۔ (رد المحتار: ج ۱ ص ۲۴۸) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲/ رذی الحجہ ۱۳۸۵ھ (حسن الفتاویٰ: ۶۱۲)

کپڑے کی مروجہ جراب پر مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: محض کپڑے کی جراب مروجہ پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ایک مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا تھا، اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کپڑے کی جراب پر مسح کرنا ثابت ہے کوئی قید تیلی یا غف کی نہیں ہے۔ مینوا تو جروا۔

الجواب

جوربین پر مسح کرنا درست نہیں ہے، اس واسطے کہ جواز مسح علی الجوربین کے لیے چار شرطیں ہیں۔ تین شرطیں تو وہ ہیں جو خفین کے مسح میں بھی ضروری ہیں ایک شرط جوربین کے مسح میں زائد ہے۔

قال فی الدر المختار: (و شرط مسحه) ثلثة أمور: الأول (كونه ساتر... القدم مع الكعب)...
(و) الثانی (كونه مشغولاً بالرجل) الخ (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعة المشی) المعتاد (فيه) فرسخاً فاکثر (إلى أن قال) أو جوربيه الثخينين بحيث يمشى فرسخاً وبثبت على الساق بنفسه ولا يرى ماتحته ولا يشف، الخ، درمختار علی الشامی جلد اول، ص ۱۷۹۔ (۴)

(۱)۔ عن مغيرة بن شعبه قال: توضأ النبي صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين. (ترمذی شریف، باب فی المسح علی الجوربين والنعلين / أبو داؤد، باب المسح علی الجوربين)
اس حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوربین پر مسح فرمایا اور ایسے جورب پر بھی مسح فرمایا جو منعل تھا۔

۲۔ سمعت ابن عمر يقول: المسح على الجوربين كاللمسح على الخفين. (مصنف ابن أبي شيبة: ۲۴۲، من قال: الجوربان بمنزلة الخفين، جلد اول، ص ۱۷۳، نمبر ۱۹۹۴ / مصنف عبد الرزاق، باب المسح علی الجوربين، جلد اول، ص ۱۵۷، نمبر ۷۸۲) اس اثر میں ہے کہ جورب پر مسح کرنا چپڑے کے موزے پر مسح کرنے کی طرح ہے، اور اس میں منعل، یا مجلین کی کوئی قید نہیں ہے، اس لیے مطلق جورب پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا۔

۳۔ عن سعيد بن المسيب والحسن أنهما قالاً: يمسح على الجوربين إذا كانا صفيقين. (مصنف ابن أبي شيبة، فی المسح علی الجوربين) اس اثر میں ہے کہ جورب موٹا ہو تو مسح کرے ورنہ نہیں۔

نوٹ: حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بھی اخیر عمر میں موٹے موزے پر مسح کرنے کی طرف رجوع فرمایا ہے۔ عبارت یہ ہے: سمعت أبا مقاتل السمرقندي يقول: دخلت على أبي حنيفة في مرضه الذي مات فيه، فدعا بماء فتوضأ وعليه جوربان، فمسح عليهما، ثم قال: فعلت اليوم شيئاً لم أكن أفعله، مسحت على الجوربين وهما غير منعلين. (ترمذی، باب ما جاء في المسح علی الجوربين والنعلين) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اخیر عمر میں ثخينين کی طرف مسح کرنے میں رجوع فرمایا۔ انیس (۴) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب المسح علی الخفين: ۲۴۸/۱، ظفیر

پس اگر یہ چاروں شرطیں جو رہین میں پائی جاویں، تب مسح درست ہوگا، یعنی وہ قدم کو مع ٹخنوں کے ساتھ ہوں۔ دوسرے یہ کہ قدم کو مشغول ہوں، یعنی قدم کو ڈھانپ کر کچھ حصہ ان کا باقی نہ بچے، تیسری یہ کہ ان میں چلنے کی عادت بھی ہو، چوتھی یہ کہ ایسے گاڑھے ہوں کہ کوئی چیز ان میں سرایت نہ کر سکے اور چونکہ یہ سب امور جرابہائے مروجہ میں مفقود ہیں۔ لہذا مسح ان پر جائز نہیں۔ (۱)

کما قال الشامی: إنهم أخرجوه لعدم تأتی الشروط فیہ غالباً الخ. (۲)
اور مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کپڑے کی جراب پر مسح ثابت ہے، اصلے ندارد اور افتراء اور ناواقفی ہے لغت سے، حدیث میں تو اس قدر ہے:

”أنه عليه الصلوة والسلام مسح على خفيه“، الحديث ملخصاً. (۳)
دوسری حدیث میں ہے: ”أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم مسح على الجوربين“. (۴)
غرض خف اور جراب پر مسح ثابت ہے اور خف اور جراب سے مراد وہ موزے ہیں، جو شروط مذکورہ بالا کو جامع ہوں۔ مطلق کپڑے کی جرابیں مراد نہیں ہیں۔ فقط

رشید احمد غنی عنہ۔ الجواب صحیح: بندہ عزیز الرحمن غنی عنہ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۶/۱-۲۶۷)

کپڑے کی منعل جراب پر مسح:

سوال: یہاں ایک شخص ہے اس نے کپڑے کی جراب پر جو معمولی ڈھائی تین آنے کی ہوگی چڑے کا پائتا بہ سی لیا، بلکہ چند ٹانگے لگا لئے ہیں، پائتا بہ بالکل کپڑے کا سا ہے، نہ اونچی ایڑی ہے، نہ انگلیوں کی طرف سے کچھ زیادہ ہے، اب وہ خفین کی طرح اس پر مسح کرتے ہیں، کیا یہ مسح جائز ہے، اور منعل جوتا ہے اس کی یہی صورت ہے، مجھے دراصل منعل کی صورت میں تردد ہے۔

الجواب

منعل کی صورت تو یہی ہے، کیونکہ صرف اسفل پر چمڑہ کی تصریح معتبرات میں موجود ہے، مگر جراب کر باس کا منعل ہونا مسح کے لئے کافی نہیں ہے، اس واسطے جراب مذکور فی السؤال پر مسح بالکل جائز نہیں، جو کہ تفصیل ذیل سے ظاہر ہے

(۱) اس زمانہ میں نائیلون اور سوئی یا وونی کپڑے کے جو موزے عام طور پر استعمال ہوتے ہیں، ان پر مسح جائز نہیں، البتہ اگر ان میں چمڑے کے موزے کے اوصاف پائے جائیں تو جائز ہے۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۸۴، انیس)

(۲) رد المحتار، باب المسح علی الخفین: ۲۲۸/۱، ظفیر

(۳-۲) جمع الفوائد، المسح علی الخفین: ۴۲۱، ظفیر

الفاظ یہ ہیں: تو ضار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین. (للتزمذی وأبی داؤد الخ (أيضاً) ظفیر)
عن سعید بن المسیب و الحسن أنهما قالوا: يمسح علی الجوربین إذا كانا صفيقین. (مصنف ابن أبي شيبة، ۲۲۳،
فی المسح علی الجوربین، ج اول، ص ۱۷۱، نمبر ۶، ۱۹۷، انیس)

اور تفصیل یہ ہے کہ جورب کی چار قسمیں ہیں، اول صفیق منعل، دوم صفیق غیر منعل، سوم رقیق منعل، چہارم رقیق غیر منعل، قسم اول پر بالاتفاق مسح جائز ہے اور دوم پر جواز مسح میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں اور صاحبینؒ جائز کہتے ہیں، اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے جیسا کہ ہدایہ، شرح وقایہ وغیرہ کتب کثیرہ میں موجود ہے، اور امام صاحبؒ نے مرض وفات میں وفات سے تین روز یا سات روز قبل جور بین ثخنین پر مسح کیا اور فرمایا ”فعلت ما کنت منعت عنه“، اس کلام سے رجوع پر استدلال کیا جاتا ہے، اور ظاہر یہی ہے، گو احتمال یہ بھی ہے کہ بضرورت، مذہب غیر پر عمل کر لیا ہو، مگر فتویٰ کے لئے رجوع کا ثابت کرنا ضروری نہیں بلکہ اہل ترجیح قوت دلیل وغیرہ کی بنا پر بھی فتویٰ دے سکتے ہیں، اور قسم سوم کا حکم عنقریب آتا ہے، اور قسم چہارم پر کسی کے نزدیک مسح جائز نہیں، یہ تفصیل بعض کتب فقہ میں تو مصرح ہے اور بعض سے مفہوم ہوتی ہے اس کے خلاف نہ کسی کتاب میں تصریح ہے نہ احتمال، چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

وإن مسح علی الجوربین فهو علی وجوه إن کانا رقیقین غیر منعلین لایجوز المسح علیہما فی قولہم وإن کانا ثخنین منعلین جاز المسح علیہما فی قولہم وإن کانا ثخنین غیر منعلین لایجوز المسح علیہما فی قول أبی حنیفۃؒ وفی قول صاحبیہ یجوز، وعن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ أنه رجع إلی قولہما وھکذا فی العناۃ شرح الھدایۃ والبحر الرائق وخلاصۃ الفتاویٰ وغیرھا وأیضاً هو المفھوم من مختصر القدوری والکنز وغیرھما من المتون المعترۃ .

اب قسم سوم یعنی رقیق منعل باقی رہی، اور سوال اسی کے متعلق ہے، سو اس کی تحقیق یہ ہے کہ قدوریؒ و ملتقیؒ الامیرؒ و تئیر الابصار کی عبارت سے بظاہر جواز مسح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی عبارت (وصح علی الجرموق والجورب المجلد والمنعل الثخنین ونحوہ) میں منعل اور ثخنین کو ایک دوسرے پر عطف کیا ہے، جس کا مقتضایہ ہے کہ منعل پر ہر حال میں مسح جائز ہو خواہ وہ ثخنین ہو یا نہ ہو، مگر وقایہ اور نور الایضاح سے اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے، کیونکہ وقایہ کی عبارت یہ ہے: ”أو جوربیه الثخنین منعلین أو مجلدين“ اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ثخنین ہونے کے بعد منعل ہونا شرط ہے، اور بدون ثخنیت کے منعل ہونا کافی نہیں، جیسا کہ محشی چلبیؒ نے نہایت بسط کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے، اور اخیر میں لکھا ہے:

”والذی تلخص عندی بعد ھذہ المباحث أن الجورب (الرقیق) الذی لایجوز علیہ المسح إجماعاً إذا جلد أسفله فقط أو مع موضع أصابع الرجل بحيث یكون محل الفرض الذی هو ظهر القدم خالیاً بالکلیۃ (ومعلوم أن القدم إذا ظهر بقدر ثلث أصابعھا جعل کالخالی بالکلیۃ. منہ) لایجوز علیہ المسح قطعاً لأنه لاریبۃ أن منشأ الاختلاف بینہ و بین صاحبیہ

اکتفائہما بمجرد الشخانة والاستمساک علی الساق وعدم اکتفائه به قائلاً بأنہ لا یکفی فی جواز المسح ما ذکر بل لابد معه من أمر زائد علیہ وهو المنعل أو المجلد لیتمکن به علی المشی حتی یكون الجورب باجتماع هذه الأمور فیہ فی معنی الخف وإذا انتفی شیء منهما خرج عن کونه فی معناه لأن إلحاق الشیء بالشیء إنما یتائی إذا کان فی معناه من کل وجه وله مؤیدات كثيرة لا یحتمل هذا المختصر إیرادها فتأمل، آه.

اور تحریر مختار میں ہے: فی حاشیة عبد الحلیم ما یفید اشتراط الشخانة فی المنعین لافی المجلدین، الخ. اور نو الایضاح کی عبارت یہ ہے: ”صح المسح علی الخفین فی الحدث الأصغر للرجال والنساء لو كانا من ثخين غير الجلد سواء كان لهما نعل من جلد أو لا، آه. اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ثخين ہونا منعل کے لئے بھی شرط ہے کہ رقیق منعل پر مسح کافی نہیں، کیونکہ شرط ثالث یعنی ”وكونه مما يمكن متابعة المشی فیہ (أى من غير لبس المداس فوقه“، شامی) اور شرط اول یعنی ”كونه ساتر القدم مع الكعب“ اس میں موجود نہیں، یہ گفتگو تو متون متداولہ کے متعلق تھی، جس کا حاصل یہ ہوا کہ اس قسم کا حکم مصرح کسی متن میں نہیں ہے، مگر بعض سے بوجہ اطلاق کے جواز مفہوم ہوتا ہے، اور بعض سے بوجہ تقیید کے عدم جواز اس لئے شروع فتاویٰ کی طرف مراجعت لا بدی ہے، سو شروع فتاویٰ سے یہی واضح ہوتا ہے کہ رقیق منعل پر مسح جائز نہیں ہے، کیونکہ خلاصۃ الفتاویٰ میں جورب منعل کی تفسیر میں ثخونت کی قید لگائی ہے، ونصہ هذا ”وتفسير الجورب المنعل أن يكون الجورب المنعل كجورب الصبيان الذين يمشون عليهما في ثخونة الجورب وغلظ النعل يجوز المسح عليه آه علاوہ ازیں خلاصہ میں ہی تصریح ہے کہ جورب کر باس اگر منعل ہوں تب بھی ان پر مسح جائز نہیں جس کی وجہ بجز رقیق ہونے کے اور کچھ نہیں کما قال: وأجمعوا أنه لو كان منعلاً أو مبطناً يجوز المسح عليه ولو كان من الكرباس لا يجوز المسح عليه آه، اسی واسطے طحاوی نے شرح مراتی الفلاح میں لکھا ہے (تحت قوله أو كرباس) وظاهر كلام الحلبي عن الحلواني والخلصة أنه لا يصح المسح عليه إلا إذا كان مجلداً فليراجع آه قلت: یندفع الإشکال بما سنحدر علی قول الحلواني اور علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں: لا شک أن المسح علی الخف علی خلاف القیاس فلا یصح إلحاق غیرہ بہ إلا إذا کان بطریق الدلالة وهو أن یكون فی معناه ومعناه الساتر لمحل الذی هو بصدد متابعة المشی فیہ فی السفر وغیرہ الخ (ص ۱۳۹ ج ۱) اس سے معلوم ہوا کہ رقیق منعل کافی نہیں، کیونکہ وہ ساتر محل فرض نہیں، ونیز رد المحتار میں شرح منیہ سے نقل کیا ہے: أن ما یعمل من بطوخ يجوز المسح عليه لو كان ثخيناً بحيث یمكن أن یمشی معه فرسخاً من غیر التجلید والتعیل وإن كان رقیقاً (یجب حملہ علی أن رقیقہ

لیس كرقعة الكرباس) فمع التجليد أو التعتيل ولو كان كما يزعم بعض الناس أنه لا يجوز المسح عليه ما لم يستوعب الجلد جميع ما يستتر القدم إلى الساق لما كان بينه وبين الكرباس فرق.

اس سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ جو رب کرباس کے لئے استیعاب جلد یعنی مجلد ہونا ضروری ہے، اور شرح منیہ میں علامہ حلبی نے جو رب کی تقسیم اس طرح بیان کی ہے، ذکر نجم الدین الزاہدی عن شمس الأئمة الحلوانی أن الجورب خمسة أنواع من المرعزى والغزل والشعر والجلد الرقيق والكرباس، قال: وذكر التفاصيل فى الأربعة ومن الشخين والرقيق والمنعل وغير المنعل والمبطن وغير المبطن وأما الخامس فلا يجوز المسح عليه كيفما كان آه (اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کے جو رب اگر ٹخنیں ہوں تب بھی ان پر مسح جائز نہیں، لیکن علامہ شرنبلالی نے ٹخنیں ہونے کی صورت میں جائز قرار دیا ہے، کما مر آنفاً، اور جواز کا حکم صحیح ہے، پس حلوانی کے قول میں تاویل کی جاوے گی اور تاویل یہ ہے کہ اس زمانہ میں دبیز کپڑا ایسا نہ ہوتا ہوگا جس پر ٹخنیں کی تعریف (یعنی لاینشفان) صادق آسکے اور آجکل ڈبل زین وغیرہ ایسے کپڑے موجود ہیں، پس یہ اختلاف اصل مسئلہ میں نہیں ہے، بلکہ اصل اختلاف احوال کی وجہ سے ہے۔، واللہ اعلم) ونحوه فى التتارخانية حاشية البحر للعلامة الشامى: (ص ۱۸۲ ج ۱)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ منعل کے لئے ٹخنیں ہونا شرط ہے، رقيق منعل پر مسح جائز نہیں، اور ان تصریحات کے علاوہ خود ظاہر الروایہ کے الفاظ اس پر دلالت ہیں: قال شمس الأئمة السرخسى فى المبسوط: وأما المسح على الجوربين فإن كانا ثخينين منعلين يجوز المسح عليهما (یہ متن ہے، اور الفاظ ہیں امام محمد رحمہ اللہ کے جس میں امام صاحب کا قول نقل کر رہے ہیں، اس میں منعلین کے ساتھ ٹخنیں کی بھی قید ہے، اور شمس الأئمة اس کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں: لأن مواظبة المشى سفراً بهما ممكن وإن كانا رقيقين لا يجوز المسح عليهما لأنهما بمنزلة اللفافة وإن كانا ثخينين غير منعلين لا يجوز المسح عليهما عند أبى حنيفة لأن مواظبة المشى بهما سفراً غير ممكن فكانا بمنزلة الجورب الرقيق وعلى قول أبى يوسف ومحمد رحمهما الله يجوز المسح عليهما (ص ۱۰۲ ج ۱) اس عبارت میں بعد اشتراک قید منعلین کے رقیقین کا مقابلہ ٹخنیں سے ہے، پس معلوم ہوا کہ رقیقین منعلین پر بالاتفاق مسح ناجائز ہے، اور مضمرات میں امام صاحب کا مذہب بدیں الفاظ نقل کیا ہے:

”وأما الإمام أولاً أنه يشترط في جواز المسح على الجورب الشخين أن يكون منعلاً أو مجلداً“، یعنی جو رب مطلقاً منعل ہونا کافی نہیں، بلکہ ٹخنیں کا منعل ہونا کافی ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی الخلاصة: ص ۷۳ ج ۱) اور امام طحاوی نے فرمایا ہے: لا نرى بأساً بالمسح على الجوربين إذا كانا صفيقين قد قال ذلك

أبو يوسف ومحمد وأما أبو حنيفة فإن كان لا يرى ذلك حتى يكونا صفيقين ويكونا مجلدين (هذا على رواية الحسن وهي أن المنعل ما جلد أسفله وأعله بحيث يستر الكعبين فالمنعل والمنعل مترادفان وأما في ظاهر الرواية فالمنعل ما جلد أسفله، فقط ۲ منه) فيكونا كالخفين. (ص ۵۸ ج ۱)

غرض یہ کہ امام صاحب اور صاحبین میں اختلاف یہ تھا کہ جو رب کا ٹخن ہونا کافی ہے یا نہیں صاحبین کافی سمجھتے تھے اور امام صاحب اس میں منعل ہونے کی شرط لگاتے تھے، اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے خواہ رجوع امام کی وجہ سے ہو یا اور کسی وجہ سے، مگر اس رجوع سے یا فتویٰ سے یہ کسی طرح لازم نہیں آتا کہ منعل پر مطلقاً یعنی اس کے رقیق ہونے کی صورت میں بھی مسح جائز ہو جائے، پس کتزو وغیرہ کی عبارت تسامح سے خالی نہیں ہے، بلکہ وقایہ کی عبارت میں بھی ایک دوسری قسم کا تسامح ہے، یعنی اس سے رقیق مجلد پر بھی مسح کا عدم جواز مفہوم ہوتا ہے جو خلاف واقع ہے، اور متون میں سب سے واضح عبارت نور الایضاح کی ہے، کما لا يخفى، الله أعلم وعلمه أتم وأحكم.

تنبیہ: استطراد خفین کے متعلق ایک ایسا جزئیہ لکھا جاتا ہے جس سے اکثر ناواقف ہیں، وہ یہ کہ جس موزے پر مسح جائز ہے اگر وہ اتنا گھس جاوے کہ بدون جوتہ پہنے ہوئے چلنے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس پر مسح جائز نہیں رہتا۔ کما حرره العلامة الشامي تحت قول الدر (و) الثالث (كونه مما يمكن المشي المعتاد فيه فرسخاً فأكثر. كتبه الاحقر عبد الكريم عني عنه۔ ۱۷ شوال ۱۲۵۵ھ) (امداد الاحکام جلد اول ص: ۳۸۸ تا ۳۹۳)

اونی، سوتی، منعل جرابوں پر مسح:

سوال: اونی، سوتی، جرابوں کو منعلین کر لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً

جائز ہے۔ کذا فی رد المحتار: ۱/۲۷۸۔ (۱)

مگر ”شرح منیہ“ میں سوتی جرابوں پر جو باوجود منعل ہونے کے منع لکھا ہے۔ (۲)

اس لئے اس کے خلاف سے بچنا احتیاط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرره العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۳/۵)

(۱) ”أما المسح على الجوارب، فلا يخلو: إما أن يكون الجوارب رقيقاً..... وإما إن كان ثخيناً منعلاً، ففي

هذا الوجه يجوز المسح بلا خلاف الخ“. (الفتاوى التاتارخانية: ۱/۲۶۷، المسح على الخفين، إدارة القرآن، كراچی۔ كذا فى الحلبي الكبير: ۱۲۱، المسح على الخفين، سهيل اكيذمي لاهور۔ كذا فى

رد المحتار: ۱/۲۷۸، المسح على الخفين، سعيد، وكذا فى الهداية: ۱/۲۱۱، المسح على الخفين، شركة علمية)

(۲) ”ثم بين المشايخ اختلاف في مقدار النعل الذي يكفي بجواز المسح، قال بعضهم: إذا كان في باطن الكف

أديم، وهو ما يلي باطن كف القدم، جاز المسح..... الخ“. (شرح المنية للحلبى الكبير، كتاب الطهارة، آخر فصل فى المسح على الخفين، ص: ۱۲۳، سهيل اكيذمي، لاهور)

منعل و مجلد کی تشریح:

سوال: الرشید ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ میں ایک فتویٰ متعلق مسح میں الفاظ جوب منعل یا مجلد استعمال ہوئے ہیں۔ حقیر جوب اس مکفیث ہے جس کو عرف عام میں جراب کہتے ہیں، اس کی صفت منعل یا مجلد کے معنی میں البتہ شک واقع ہوتا ہے، حقیر کے علم و معلومات میں مسئلہ مسح میں یہ تفصیل ہے کہ موزہ کے اوپر یا اس کے نیچے اگر جراب ہے تو مسح اس پر جائز ہے۔ الفاظ منعل و مجلد کا مطلب معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے التماس ہے کہ اس کی تفصیل و تشریح سے مطلع فرمائیں؟

الجواب

جوب منعل وہ ہے کہ جراب کے نیچے چڑا لگا ہوا ہو۔ درمختار میں ہے:

(و المنعین) بسكون النون: ما جعل على أسفله جلد، إلخ. (۱)

اور جراب مجلد وہ ہے کہ تمام جراب پر چڑا چڑھا ہوا ہو۔ (۲) الحاصل جراب پر ویسے بلا چڑے کے مسح درست نہیں ہے۔ (۳) لیکن اگر جراب منعل یا مجلد ہو تو اس پر مسح درست ہے جیسا کہ خفین یعنی چرمی موزہ پر درست ہے پس یہ مسئلہ الرشید میں لکھا گیا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷۱/۲-۲۷۲)

منعل ہونے کا مطلب کیا ہے:

سوال: جراب پر مسح کرنے کے لیے اس کے منعل ہونے سے کیا مراد ہے؟ کیا چڑے کے پیتا وے کو جراب کے اندر رکھ لینے سے یا باہر کسی دھاگہ وغیرہ کے ساتھ باندھ لینے سے شرط پوری ہو جاوے گی یا نہیں؟

الجواب

موزہ کے منعل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس جراب کے پیچھے چڑا لگا ہوا اور پیچھے ایڑی پر اور ٹخنہ تک اور آگے پنجے پر یعنی پشت قدم بقدر موزہ فرض مسح چڑا لگانے کی فقہانے تصریح کی ہے، کذا فی الشامی. (۴) اور وہ چڑا نیچے اور پنجہ و ایڑی پر سلا ہوا ہونا چاہئے، رکھ لینا اور دھاگہ سے باندھ لینا کافی نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷۱/۲)

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب المسح علی الخفین: جلد اول ۲۴۹، ظفیر۔

(۲) (قوله والمجلدين) المجلد ما جعل الجلد على أعلاه وأسفله. (رد المحتار، باب المسح علی الخفین: جلد اول ۲۴۹)

(۳) جبکہ جراب باریک ہو۔ وإذا لم يكن منعلاً وكان رقيقاً غير جائز اتفاقاً. (البحر الرائق، باب المسح علی الخفین: ۱۹۲/۱، ظفیر)

(۴) (و المنعین) ما جعل على أسفله جلد (و المجلدين إلخ). (در مختار) (قوله ما جعل على أسفله جلد) أي كancel للقدم وهذا ظاهر الرواية، وفي رواية الحسن ما يكون إلى الكعب، (قوله والمجلدين) المجلد ما جعل الجلد على أعلاه وأسفله، إلخ و يؤخذ من هذا ومما قبله أنه لو كان محل المسح وهو ظهر القدم مجلد أمع أسفله أنه يجوز المسح عليه كما قدمناه. (رد المحتار، باب المسح علی الخفین: ۲۴۹/۱، ظفیر)

سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: موزہ ہائے سوتی جو آج کل تمام دنیا میں مروج ہو رہے ہیں، ان پر مسح درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اونی وسوتی جرابوں پر مسح درست نہیں ہے مگر جب کہ وہ ایسے موٹے اور گاڑھے ہوں کہ بقدر ایک فرسخ یعنی تین میل ان کو پہن کر بغیر جوتے کے چل سکے اور پنڈلی پر قائم رہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: ولو من غزل أو شعر الشخینین بحیث یستمسک ویثبت علی الساق بنفسه ولا یری ماتحتہ ولا یشف الخ. (۱) اور شامی میں یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ سوتی جرابوں میں غالباً یہ شرط نہیں پائی جاتی اس وجہ سے ان پر عدم جواز مسح کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (۲) پس بناءً علیہ سوائے چرمی موزہ کے کسی موزہ پر مسح نہ کرنا چاہئے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۷/۱)

جورین پر مسح:

سوال: کتب فقہ سے مسح جورین بمذہب صاحبین رحمہما اللہ ثابت ہے، مگر اس میں شرط ”شخینین“ کی لکھی ہے اس کی حد تک سمجھ کام نہیں کرتی ہے کہ ”شخینین“ کی تعریف کہاں تک ہے۔ قدوری میں تو یہ لکھا ہے کہ ”یشفان الماء“ حاشیہ پر جو ہرہ نہرہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ ”مالا یری ماتحتہما من خلالة“ اور شرح وقایہ میں ”یستمسکان علی الساق بلا شد“ لکھا ہے، ان کتابوں کی رو سے پورا اطمینان قلب کو نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے خدمت عالی میں عرض ہے کہ آیا یہ جورب یعنی موزہ مروجہ جن کو ہم لوگ سردی اور گرمی کے موسم میں پہنتے ہیں خواہ اونی یا سوتی جن میں ڈبل بھی ہوتے ہیں اور ہلکے بھی ہوتے ہیں ان پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

میرے ایک عزیز جن کو علم دینیات میں دخل ہے مگر تقلید سے نسبت نہیں ہے انہوں نے مجھ کو ہدایت کی ہے کہ تم بلا دروغی ان موزوں پر مسح کیا کرو، ان پر مسح احادیث اور کتب فقہ سے پورے طور پر ثابت ہے، اس وجہ سے اس کی تحقیق کرنے کی ضرورت پڑی، کیونکہ تمام علماء کی زبانی یہی شروع سے اس وقت تک سننے میں آیا ہے کہ سابر کے موزوں پر مسح ہو سکتا ہے اور جراب کے متعلق مدعی یہ کہتا ہے کہ ”یستمسکان علی الساق“ کے معنی یہ ہیں کہ پنڈلی پر موزہ رکا رہے۔ کعب کھلنے نہ پاوے اور مشہور یہ ہے کہ پنڈلی پر کھڑا رہے اور ایک فرسخ دو فرسخ چلنے سے بھی موزہ یعنی جراب گر نہ جاوے۔

(۱) الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب المسح علی الخفین: ۱/۲۳۸، ظفیر

عن سعید بن المسیب و الحسن أنهما قالوا: یمسح علی الجوربین إذا كانا صفيقین. (مصنف ابن أبي شيبة، ۲۲۳ فی المسح علی الجوربین، جلد اول، ص ۱۷۱، نمبر ۱۹۷، انیس)

(۲) وقال: خرج عنه ما كان من كرباس بالكسر وهو الثوب من القطن الأبيض الخ وأنهم أخرجوه لعدم تأتی الشروط فيه غالباً الخ. (رد المحتار، باب المسح علی الخفین: ۱/۲۳۸، ظفیر)
والمسئلة کذا فی فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۳/۵۔ انیس

الجواب

در مختار میں مجموعہ ان سب قیود کو شرط ٹھہرایا ہے اور ان سب شروط کے تحقق کی جو علت ہے یعنی اس کا معنی خف میں ہونا یہ دلیل ہے اس کی کہ ”لایستمسکان“ کے معنی یہی ہے کہ گر نہ جاوے اور حدیث میں جو آیا ہے وہ مجمل و مبہم ہے کیونکہ وہ واقعہ کی حکایت ہے اور حکایت فعل کو عموم نہیں ہوتا، (۱) لہذا دوسرے دلائل کی طرف رجوع کیا جاوے گا، چونکہ ہماری متعارف جرابیں اس شان کی نہیں ہوتیں۔ لہذا ان پر مسح جائز نہیں۔ (۱) فقط

۲۵/ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۵ھ تتمہ اولیٰ ص ۷۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۷/۸-۷۹)

جراہوں اور سوتی موزوں پر مسح کا حکم:

(۲) سوال: اونی یا سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

(۱) جراہوں پر مسح کرنے کی تین حدیثیں مروی ہیں۔ حضرت مغیرہؓ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت بلالؓ سے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور جراہوں اور منچلی پر مسح فرمایا۔ ان میں سے حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کی حدیثیں تو ضعیف ہیں البتہ حضرت مغیرہؓ کی حدیث کو امام ترمذیؒ نے ”حسن صحیح“ فرمایا ہے۔ (رواہ الترمذی عن المغیرہ بن شعبہ قال: توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین، وقال حدیث حسن صحیح، ورواہ ابن حبان فی صحیحہ أيضاً. انیس) لیکن دیگر بڑے بڑے محدثین نے اس پر بھی نقد فرمایا ہے (بحث کے لئے ملاحظہ ہو نصاب الراہ: ۱۸۲/۱-۱۸۶، ومعارف السنن شرح ترمذی شریف از حضرت مولانا یوسف صاحب بنوریؒ: ۳۴۸/۱، ۳۵۱) علاوہ بریں حدیث اس سلسلہ میں مجمل ہے کہ وہ جراہیں ٹخنیں یا رقیق پھر سادہ تھیں یا متعل کیونکہ حدیث کے الفاظ ”مسح علی الجوربین والنعلین“ کا مطلب بعض محدثین نے ”مسح علی الجوربین المنعلین“ بیان فرمایا، نیز یہ تعین بھی ضروری ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو واجب تھا یعنی حدث کی حالت میں فرمایا گیا تھا یا مستحب تھا یعنی وضو علی الوضو تھا۔ نیز یہ بھی واضح ہونا ضروری ہے کہ یہ حکم عام ہے یعنی تمام امت کے لئے ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے ورنہ کہا جاسکتا ہے کہ واقعہ حال لا عموم لہا۔ سعید احمد

(۲) کپڑے کے اعتبار سے جراہوں کی خواہ وہ اونی ہوں یا سوتی ہوں، دو قسمیں ہیں ٹخنیں اور رقیق۔ ٹخنیں فقہاء کی اصطلاح میں وہ جراب ہے جس کا کپڑا اس قدر بیز موٹا اور مضبوط ہو کہ اس میں تین میل بغیر جوتے کے سفر کر سکیں اور وہ پنڈلی پر بغیر ٹکس وغیرہ سے باندھے ہوئے قائم رہ سکے بشرطیکہ یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اس کی ضخامت اور جرم کے موٹا ہونے کی وجہ سے ہو۔ نیز یہ کہ وہ پانی کو جلدی سے جذب نہ کرے اور پانی اس میں نہ چھنے۔

الغرض ٹخنیں کے لئے تین شرطیں ہیں: ۱۔ ایک یہ کہ اس میں کم از کم تین میل بغیر جوتے کے سفر کریں تو پھٹے نہیں۔ ۲۔ دوسرے یہ کہ پنڈلی پر بغیر باندھے ہوئے قائم رہ جائے۔ ۳۔ تیسرے یہ کہ اس میں پانی نہ چھنے اور جلدی سے جذب نہ ہو اور جس جراب میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جاوے وہ رقیق ہے۔

ٹخنیں و رقیق کی تعریف معلوم ہو جانے کے بعد یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کپڑے کی جراہوں پر بعض لوگ کچھ چیز بھی لگا لیتے ہیں جس کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس اعتبار سے فقہانے جراہوں کی دو قسمیں اور کی ہیں۔ ایک مغلد دوسرے متعل۔ مغلد وہ جراب ہے جس کے نیچے اوپر پورے قدم پر کعبین تک چمڑا چڑھایا جائے اور متعل وہ ہے جس کے صرف تلے پر چمڑا چڑھایا گیا ہو اور ہمارے بلاد میں جن جراہوں کے تلے اور نیچے اور ایڑی پر چمڑا چڑھایا جاتا ہے وہ بالاتفاق متعل ہے، مغلد میں داخل نہیں ہے۔ اسی لئے البحر الرائق میں متعل کی تعریف یہ کی ہے کہ جس کا چمڑا پورے قدم پر کعبین تک نہ ہو، لہذا یہ مرصہ صورت کوئی مستقل قسم نہ ہوئی بلکہ اقسام دو ہیں رہیں مغلد اور متعل۔

الجواب

فی الدر المختار ”أوجوبه ولو من غزل أو شعر الثخينين بحيث يمشى فرسحاً ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ماتحته ولا يشف ٥١“۔ (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر اونی یا سوتی موزوں میں یہ چند شرائط ہوں تو ان پر مسح جائز ہے۔
 اول: گاڑھے اور موٹے ایسے ہوں کہ صرف ان کو پہنکر اگر تین میل یعنی بارہ ہزار قدم چلیں تو وہ پھٹیں نہیں۔
 دوسرے: یہ کہ اگر ان کو پہنکر پنڈلی پر نہ باندھیں تو گرہیں نہیں۔
 تیسرے: اس میں سے پانی نہ چھنے۔

== اس تفصیل و تقسیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرابوں کی کل چھ قسمیں ہو گئیں۔ تین قسمیں ضخین کی یعنی ضخین مجلد، ضخین منعل اور ضخین سادہ (یعنی غیر منعل اور مجلد) اور تین قسمیں رقیق کی یعنی رقیق مجلد، رقیق منعل اور رقیق سادہ۔

تفصیل احکام: ان اقسام ستہ میں سے پہلی تینوں قسموں پر باتفاق حنفیہ مسح جائز ہے تیسری قسم میں اگرچہ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف منقول ہے لیکن ساتھ ہی امام صاحبؒ کا رجوع قول صاحبین کی طرف اور فتویٰ عامہ مشائخ حنفیہ کا قول صاحبینؒ پر منقول ہے اس لئے تیسری قسم بھی مثل متفق علیہ کے ہو گئی۔

باقی تین قسموں (رقیق مجلد، رقیق منعل اور رقیق سادہ) میں یہ تفصیل ہے کہ رقیق مجلد پر مطلقاً بلا کسی تفصیل کے باتفاق حنفیہ مسح جائز ہے اور رقیق سادہ پر مطلقاً بالاتفاق مسح ناجائز ہے اور رقیق منعل میں مشائخ حنفیہ کا اختلاف ہے۔ متقدمین کے کلمات اس کے بارے میں یا تو ساکت ہیں یا عدم جواز کے قائل ہیں اور متاخرین حنفیہ بھی اس پر متفق ہیں کہ معمولی سوتی جرابوں کو اگر منعل کر لیا جائے تو وہ مسح گچھیا کافی نہیں صرف وہ اونی جرابیں متاخرین میں زیر بحث و اختلاف ہیں جو دبیز اور مضبوط ہوں مگر ضخین کی حد میں داخل نہ ہوں۔ جب ان کو منعل کر لیا جائے تو بعض حضرات اس پر مسح کرنا جائز فرماتے ہیں اور زیادہ تر مشائخ متاخرین اس پر بھی عدم جواز کے قائل ہیں۔

جواز کی تشریح صرف شارح منیہ، علامہ شامیؒ اور شیخ عبدالغنی نابلسیؒ سے منقول ہے اور وہ بھی اس کو خلاف فتویٰ قرار دیتے ہیں، ان کے مقابلہ میں صاحب درمختار نے مستقل رسالہ عدم جواز پر لکھا ہے اور خود شامیؒ نے اس قول کی تائید متعدد مشائخ سے نقل کی ہے اور انہی جلیبی کی تصریح عدم جواز پر ذکر فرمائی ہے ان کے علاوہ صاحب بدائع، صاحب خلاصہ، صاحب بحر، عالمگیری، طحاویؒ اور مرآۃ الفلاح سب عدم جواز پر متفق ہیں۔

اس اختلاف کے ساتھ جب اصول پر نظر کی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اصل فریضہ پاؤں کا دھونا ہے جو نص قرآنی سے ثابت ہے لیکن احادیث متواترہ سے ثابت ہو گیا کہ ضخین پہننے کی صورت میں مسح بھی کافی ہے۔ لہذا اب اس حکم کو ضخین سے متجاوز کر کے جرابوں میں جاری کرنا بھی اس شرط کے ساتھ ہونا چاہئے کہ ان جرابوں کا حکم ضخین ہونا اور تمام شرائط ضخین کا ان میں متحقق ہونا یقینی طور پر ثابت ہو جائے اور جس جراب میں شک رہے کہ وہ حکم ضخین ہے یا نہیں اور شرائط ضخین اس میں متحقق ہیں یا نہیں؟ ان پر مسح کی اجازت نہ دی جائے بقاعدہ ”البیقین لایزول بالشک“۔

فائدہ: اگر کپڑے کی جرابیں (خواہ موٹے کپڑے کی ہوں یا باریک ہوں) پہنکر ان کے اوپر چمڑے کے موزے پہنے جاویں تو ان پر مسح جائز ہے فتویٰ محققین کا اسی پر ہے گو بعض علماء کرام نے تبعاً لفتاویٰ الشاذی عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

(نوٹ) یہ پورا حاشیہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے رسالہ ”نبیل المآرب فی المسح علی الجوارب“ مندرجہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد اول ص ۲۳ تا ص ۲۸ کا تلخیص (جو اسی باب میں آگے آ رہا ہے، انیس) ہے۔ فجزاه اللہ عن المسلمین أحسن الجزاء وبارک اللہ فی حیاته۔ سعید۔

چوتھے: اس کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آوے، یعنی اگر آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھے تو کچھ نہ دکھائی دے۔

۱۳/ ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ - امداد، ج ۵ صفحہ ۵ - (امداد الفتاویٰ جدید: ۵/۱ تا ۷)

جراہوں پر مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: جراہوں پر مسح جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کن وجوہ سے اور اگر نہیں تو کیوں؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جراہیں تھیں یا نہیں، اگر نہیں تھیں تو موزوں پر جس اصول سے مسح جائز ہے اسی اصول سے جراہوں پر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور کس قسم کی جراہ پر مسح جائز ہے؟

الجواب

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چڑے کے موزوں پر مسح فرمایا ہے، (۱) اگر جراہیں سوتی یا اونی ہوں تو ان پر مسح کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ ایسے گاڑھے ہوں کہ ساق پر (بلا گیس وغیرہ کی مدد کے) ثابت (قائم) رہیں اور تین میل کا سفر تنہا ان میں ہو سکے۔ یا وہ جراہیں مجلد و منعل ہوں۔ منعل وہ ہیں کہ نیچے چڑا لگایا ہو اور مجلد وہ ہیں کہ اس تمام پر چڑا چڑھایا گیا ہو۔ درمختار میں ہے:

علی ظاہر خفیہ أو جرموقیہ الخ أو جوربیہ ولومن غزل أو شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخاً
ویشیت علی الساق بنفسہ ولا یری ماتحتہ ولا یشف الخ والمنعین والمجلدین، الخ. (۲)
اس عبارت کا حاصل وہی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۸ و ۲۶۹)

جراہ پر مسح کرنا:

سوال: جراہ پر مسح کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر جراہیں پتلی ہوں تو اس پر مسح جائز نہیں اور اگر اس قدر موٹی اور سخت ہوں کہ پنڈلی پر کھڑی رہیں اور بغیر باندھے چلنے میں کوئی وقت نہ ہو نیز اوپر سے بدن کا حصہ بھی نہ پیشتر اور پانی کا اثر قدم تک نہ پہنچے خواہ سوتی ہوں یا ریشمی، چڑے کی ہوں یا بالوں کی، ہر صورت میں ان پر مسح کرنا صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور موزہ کے حکم میں ہیں۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک جب تک وہ مجلد یا منعل نہ ہوں تو مسح جائز نہیں مجلد وہ جراہ کہلاتی ہے کہ جس کے اوپر اور

(۱) عن شہربن حوشب قال رأیت جرید بن عبد اللہ توضأ ومسح علی خفیہ فقلت له فی ذلک فقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح علی خفیہ. (ترمذی باب المسح علی الخفین: ۱۲/۱، دیوبند، انیس)

(۲) المغیرہ بن شعبہ قال: توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین، وقال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح. (ترمذی باب فی المسح علی الجوربین: ۱۵/۱، دیوبند، انیس)

(۳) الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب المسح علی الخفین: ۲۴۶/۱، ظفیر

نیچے چڑا ہوا اور منعل وہ کہلاتی ہے جس کے نیچے چڑا لگا ہو بیان کیا جاتا ہے کہ آخر میں امام اعظمؒ نے صاحبینؒ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ درمختار میں ہے: (أوجوربيه) ولومن غزل أو شعر (الثخينين) بحيث يمشى فرسخاً ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ما تحته ولا يشف الماء، انتهى. (۱)

اور قاضی خان میں ہے: وإن مسح على الجوربين فهو على وجوه إن كانا رقيقين غير منعلين لا يجوز المسح عليهما في قولهم وإن كانا ثخينين منعلين جاز المسح عليهما في قولهم والثخين أن يقوم على الساق من غير شد ولا يسقط ولا ينشف وقال بعضهم لا ينشفان ومعنى قوله لا ينشفان أى لا يجاوز الماء إلى القدم وقيل معنى قوله لا ينشفان أى لا ينشف الجورب الماء إلى نفسه كالأديم والصرم إن كانا ثخينين غير منعلين لا يجوز المسح عليهما في قول أبي حنيفةؒ وفي قول صاحبيه يجوز وعن أبي حنيفةؒ أنه رجع إلى قولهما قبل موته، انتهى. (۲)

مسئلہ: جرابیں کسی قسم کی ہوں اگر وہ اس قدر موٹی ہیں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر کھڑی رہیں اور چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو اور قدم نہ پیٹنر نیز پانی بھی اس میں اثر نہ کرے خواہ وہ منعل ہوں (نیچے کی جانب چڑا ہو) یا مجلد (جس کے اوپر اور نیچے چڑا لگا ہوا ہو) جو پورے قدم کو چھپالے یا اوپر کی جانب صرف اتنا چڑا ہو جو محل مسح کو چھپائے تو مسح جائز ہے۔ لیکن اگر اوپر کی جانب صرف انگلیوں پر لگا ہوا ہو باوجودیکہ نیچے موجود ہو مگر مسح جائز نہ ہوگا اور اگر وہ غیر منعل اور غیر مجلد ہوں تو اس صورت میں بھی صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کا قول اول یہ ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے کے واسطے علاوہ موٹی ہونے کے، مجلد یا منعل ہونا شرط ہے مگر بعد میں وفات سے تین دن یا چھ دن قبل صاحبینؒ کے قول کی طرف رجوع کیا (كذا في المصمرات) صدر الشریعہ فرماتے ہیں کہ صاحبینؒ کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔

اور شرح غرر میں ہے: كان الإمام لا يجوز أولاً ويجوز صاحبا ثم رجع إلى قولهما، و به يفتى.

ہدایہ میں ہے: وعنه أنه رجع إلى قولهما وعليه الفتوى. (۳)

اور شرح حمید الدین میں ہے: أنه صح أنه مسح على جوربيه في مرضه، وقال: فعلت ما كنت أمتنع

الناس عنه وهذا رجوع إلى قولهما. (۴)

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب المسح على الثخينين: ۲۶۹/۱، انیس

(۲) فتاویٰ قاضی خان علی الفتاویٰ الہندیہ: ۵۲، ۵۱/۱، انیس

(۳) ہدایہ: ۶۱/۱، انیس

(۴) سمعت أبا مقاتل السمرقندی يقول: دخلت على أبي حنيفةؒ في مرضه الذي مات فيه، فدعا بماء فتوضأ وعليه جوربان، فمسح عليهما، ثم قال: فعلت اليوم شيئاً لم أكن أفعله، مسحت على الجوربين وهما غير منعلين. (ترمذی، باب ما جاء في المسح على الجوربين والمنعلين، انیس)

اور ثمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں: هذا الكلام يحتمل أن يكون رجوعاً إلى قولهما ويحتمل أن لا يكون رجوعاً ويكون اعتذاراً بما أخذ بقول المخالف للضرورة فلا يثبت الرجوع بالشك انتهى^(۱)۔
(فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو: ص ۱۹۶)

جراہوں پر مسح کے شرائط:

سوال جراہوں پر مسح کرنے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نیلون کی بنی ہوئی جراہوں پر مسح کرتے ہیں۔ از روئے شرع ایسی صورت میں وضو ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب

احادیث متواترہ سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے، موزے عموماً چمڑے کے بنے ہوتے ہیں اس لیے مطلق جراب پر مسح جائز نہیں، البتہ علمائے جراہوں پر مسح کرنے کے لیے چار شرائط ذکر کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ایسی گاڑھی اور موٹی ہوں جن میں تین میل (بارہ ہزار قدم) بغیر جوتے کے چلنا ممکن ہو۔
(۲) پہننے کے بعد پنڈلیوں پر خود چپکی رہیں اور نیچے نہ گریں۔
(۳) پانی نیچے سے جذب نہ کریں۔
(۴) جراہوں میں دیکھنے سے اندر پاؤں کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔

چونکہ موجودہ نیلون کی جراہوں میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں اس لیے ان پر مسح کرنا جائز نہیں، ایسی صورت میں وضو ناقص رہے گا۔

قال الحصكفي: (أوجوربيه) ولو من غزل أو شعر (الثخينين) بحيث يمشى فرسخاً ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ما تحته ولا يشف إلا أن ينفذ إلى الخف قدر الفرض (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب المسح على الخفين: ۱/۲۶۹) (۲) (فتاویٰ خانہ: ۵۵۵/۲)

جراہ پر مسح جائز ہے یا نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں:

سوال: (۱) سوتی یا اوننی جراہوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا دہرائی چاہئے؟

(۱) یعنی ثمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں کہ: اس کلام میں یہ احتمال ہے کہ امام صاحب کا صاحبین کے قول کی طرف رجوع ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ رجوع نہ ہو بلکہ بدرجہ مجبوری مخالف کے قول کو اختیار کر لیا ہو، لہذا شک کی بنیاد پر رجوع ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ انیس

(۲) قال ابن نجيم: (قوله والجورب المجلد والمنعل والثخين) أي يجوز المسح على الجورب إذا كان مجلداً أو منعلًا أو ثخيناً (وبعد أسطر) والثخين أن يقوم على الساق من غير شد ولا يسقط ولا يشف، وفي التبيين: ولا يرى ما تحته. (البحر الرائق، باب المسح على الخفين: ج ۱/۸۲، ومثله في خلاصة الفتاوى، باب المسح على الخفين: ۲۸/۱)

سوال: (۲) کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ قدوری میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ جواز مسح پر ہے، علماء خفی اگر نہ پڑھیں تو ان کا قصور ہے؟

سوال: (۳) سائل نے انہی صاحب سے سوال کیا کہ علماء احناف کا فتویٰ بھی جواز پر ہے، انہوں نے جواب دیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا فتویٰ تو ہے کسی مستخرہ کا فتویٰ نہ ہوگا۔ ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

سوال: (۴) کیا قدوری میں جواز کا فتویٰ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موجود ہے؟

الجواب

(۱) سوتی اور اونی جرائیں معمولی جن میں شرائط جواز مسح موجود نہ ہوں مسح کرنا درست نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوئی۔ اس نماز کو دوہرا نا چاہئے، جبکہ اس نے باوجود نہ موجود ہونے شرط جواز کے جرابوں پر مسح کیا ہے۔ (۱)

(۲) امام صاحب رحمۃ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جرابوں پر اگر چڑا چڑھا ہوا ہو تو مسح ان پر جائز ہے ورنہ نہیں اور صاحبین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر جرائیں ایسی موٹی اور دبیز ہوں کہ وہ خود ساق پر ٹھہر سکیں اور پانی ان میں نہ چھنے اور تین میل تک تنہا ان کو پہن کر چل سکے اور وہ نہ پھٹیں تو اس وقت جرابوں پر مسح درست ہے ورنہ نہیں، کذا فی رد المحتار. (۲) فقط

(۳) ایسا کہنے والا فاسق و عاصی ہے، اور جاہل ہے کتب فقہ سے، کیونکہ وہ اگر واقف ہوتا تو ایسا نہ کہتا۔

در مختار میں ہے: (أوجور بیہ)..... الثخینین بحیث یمشی فرسخاً ویثبت علی الساق بنفسه

ولا یری ماتحتہ ولا یشف، إلخ. (۳)

اس عبارت سے جرابوں پر مسح کے جواز کی شرائط کا حال معلوم ہو سکتا ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ آج کل کے مروجہ سوتی و اونی جرابوں میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں۔

ثم قال: (والممنوعین)..... (والمجلدین)، إلخ، وفي الشامی: ما ذکره المصنف من جوازه علی

المجلد والممنوع متفق علیہ عندنا، وأما الثخینین فهو قولهما، وعنه أنه رجع إلیه وعلیه الفتوی. (۴)

(۱) (أوجور بیہ) ولومن غزل أو شعر (الثخینین) بحیث یمشی فرسخاً ویثبت علی الساق بنفسه ولا یری ماتحتہ ولا یشف (در مختار) حیث علل عدم جواز المسح علی الجورب من کرباس بأنه لا یمکن تتابع المشی علیہ. (رد المحتار، باب المسح علی الخفین: جلد اول ۲۲۸) ثم المسح علی الجورب إذا کان منعلاً جائز اتفاقاً وإن لم یکن منعلاً وکان رقیقاً غیر جائز اتفاقاً. (البحر الرائق، باب المسح علی الخفین: ۱۹۲/۱، ظفیر)

(۲) وأما الثخینین فهو قولهما، وعنه أنه رجع إلیه وعلیه الفتوی. (رد المحتار، باب المسح علی الخفین، تحت قول الدر: والمجلدین: ۲۲۸/۱-۲۲۹، ظفیر)

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، باب المسح علی الخفین: جلد اول: ۲۲۸، ظفیر

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، باب المسح علی الخفین: جلد اول: ۲۲۹، ظفیر

(۴) جرابوں پر مسح کرنے کے جواز کی وہی شرطیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں، مطلقاً جرابوں پر مسح کو جائز کہنا

بحوالہ قدوسی کے غلط ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۷۰-۲۷۱)

نائیلون کے موزے پر مسح کا حکم:

سوال: ہمارے یہاں کشمیر میں بہت زیادہ سردی ہوتی ہے، رات میں درجہ حرارت زیرِ دو گری ہو جاتا ہے، کیا ایسی حالت میں نائیلون کے موزے پر مسح جائز ہے؟ ”تعلیم الاسلام“ میں صرف موٹے اونٹنی، سوتی موزے کا ذکر ہے جن کو پہن کر تین میل چلا جاسکتا ہو۔ نائیلون کا موزہ اس شرط کو پورا کرتا ہے؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

جو موزہ چڑے کا نہ ہو لیکن ایسا دبیز ہو کہ اس میں پانی نہ چھتا ہو اور اس کو پہن کر میل بھر پیدل چلنا بھی دشوار نہ ہو تو ایسے موزے پر بھی مقيم کو ایک دن ایک رات اور مسافر کو تین دن تین رات مسح کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۱۴۲۲ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۵/۵۔ کذافی فتاویٰ رحیمیہ: ۳/۲۷۹)

نائیلون یا سوتی موزوں پر مسح درست ہے یا نہیں:

سوال: نائیلون، کپڑے کے موزوں پر مسح درست ہے یا نہیں؟

الجواب _____ وباللہ التوفیق

جواز مسح علی الخفین میں اصل خفین ہیں اور خفین چڑے کے موزوں کا نام ہے اور یہ حکم غیر مدرک بالقیاس ہے، اس لیے قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ غیر چڑے کے موزوں پر بھی مسح جائز ہی نہ ہو، لیکن قیاس خفی اور استحسان کی مدد سے غیر چڑے کے موزوں پر بھی (خواہ نائیلون ہو یا سوتی وغیرہ ہو) جن میں خفین کے خصوصی اوصاف و احوال پائے جاتے ہوں، ان پر بھی جواز مسح کی گنجائش نکلتی ہے اور وہ خصوصی احوال و اوصاف یہ ہیں کہ:

”خفین ساتر للقدمین مع الکعبین“ ہوتا ہے اور عضو مستور کا کوئی حصہ اوپر سے نظر نہیں آتا، اور مسح کی تری

(۱) وإذا لم یکن منعلاً وکان رقیقاً غیر جائز اتفاقاً۔ (البحر الرائق، باب المسح علی الخفین: ۱۹۲/۱، ظفیر)

(۲) (أوجور بیہ) ولومن غزل أو شعر (الخفین) بحیث یمشی فرسخاً ویشب علی الساق بنفسه ولا یری ماتحتہ ولا یشف إلا أن ینفذ إلی الخف قدر الفرض (الدر المختار) قال ابن عابدین (قوله ولومن غزل أو شعر) خرج عنه ما کان من کرباس وهو الثوب من القطن الأبيض ویلحق بالکرباس کل ما کان من نوع الخیط کالکتان والأبریشم ونحوهما... أقول الظاهر أنه إذا وجدت فیہ الشروط یجوز، وأنهم أخرجه لعدم تأتی الشروط فیہ غالباً الخ۔ (رد المحتار: ۲۶۹/۱، باب المسح علی الخفین، سعید۔ کذا فی الحلبي الكبير: ۱۲۱، باب المسح علی الخفین، سہیل اکیڈمی لاہور، کذا فی فتاویٰ حقانیہ: ۲/۶۱۵، نائیلون کی جرابوں پر مسح کرنے کا حکم، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ، خٹک، کذا فی کفایۃ المفتی: ۳/۳۲۱، دارالاشاعت کراچی)

اندھ تک نہیں پہنچتی، اور بغیر جوتا پہنے اور بغیر باندھے ہوئے چلا جائے تو میل دو میل اس طرح چل سکتے ہیں کہ نہ تو وہ کٹے گا اور نہ ساق سے نیچے اترے گا۔

پس جو موزہ غیر چمڑے کا خواہ نائیلون کا ہو خواہ سوتی یا اونی ہو۔ ان اوصاف کا حامل ہو یعنی اگر اتنا موٹا ہو کہ مسح کی تری جسم تک نہ پہنچے، اور اتنا مضبوط ہو کہ بغیر جوتا پہنے اور بغیر باندھے ہوئے میل دو میل چلے تو نہ کٹے، اور نہ پیر سے نکلے تو اس پر مثل خفین کے مسح جائز رہے گا۔ (۱) کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۴۲۱)

سوت یا ریشم یا اون کے موزوں پر مسح کرنا درست ہے یا نہیں:

(از اخبار سر روزہ الجمعۃ، دہلی، مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۸۲ء)

سوال: موزہ اگر پہنے ہو رات کو یا صبح کو نماز کے لیے وضو کی ضرورت ہو اور بوجہ سردی کے موزہ اتار نہ سکے تو اس پر تیمم (مسح) کرنا جائز ہے یا نہیں؟ موزہ سوت یا ریشم یا اون کا ہے۔

(۱) موزہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پیر ٹخنے تک چھپے رہیں اور سردی سے حفاظت ہو، اور موزہ ایسی چیز کا بننا ہوا ہو اور دبیز ہو جس کو عام طور پر آدمی پہن کر چل پھر سکے اور بغیر باندھے پیر پر رک جائے۔ اور باہر سے پانی اندر نہ جائے، ایسا موزہ عمومی طور پر چمڑے کا ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ چمڑے کا تھا (طحاوی: ص ۷۰) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جو موزے استعمال کئے اور ان پر مسح کیا وہ بھی ایسے ہی تھے۔ لیکن موزہ چمڑے کا ہونا ضروری نہیں ہے، اگر دبیز موٹے مضبوط کپڑے کے موزے ہوں یا فوم کے ہوں تو ان پر بھی مسح جائز ہے۔ البتہ اس طرح کا جو بھی موزہ ہو اس میں مندرجہ ذیل شرطیں پائی جانی ضروری ہیں:

۱۔ وہ موزہ ٹخنوں سمیت پاؤں کے اس پورے حصہ کو چھپائے جس کا دھونا وضو میں فرض ہے اور موزہ صحیح سالم ہو، اس میں پھٹن نہ ہو، اور اگر پھٹن ہو تو پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار سے کم ہو۔ اگر موزہ صرف پیر کی انگلیوں پر سے پھٹا ہوا ہے تو تین انگلیوں سے کم کے اوپر سے پھٹا ہوا ہے تو اس پر مسح جائز ہے، مثلاً انگوٹھا اور اس کے برابر والی انگلی کے اوپر سے موزہ پھٹا ہوا ہے تو اس پر مسح کرنا جائز ہے اور اگر انگلیوں کے علاوہ حصہ پر بھی پھٹن ہے اور پھٹن پیر کی تین چھوٹی انگلیوں سے کم ہے تو اس پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔ (طحاوی: ص ۷۰) ۲۔ موزہ پاؤں سے چپکا ہوا ہو۔ ۳۔ اور اس قدر مضبوط ہو کہ اس کو پہن کر معمول کی رفتار سے ایک فرسخ (دو میل) یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو۔ (رد المحتار: ۲۶۱/۱۔ الھدایۃ: ۵۰/۱) ۴۔ اسی طرح موزہ ایسا دبیز ہو کہ نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔ ۵۔ اور نہ وہ پانی کو جذب کرے، یعنی اگر پانی ڈالا جائے تو وہ نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔ ۶۔ اور بغیر باندھے پیروں میں رہ سکے۔ (طہارت کے احکام و مسائل، ص ۱۳۲ تا ۱۳۴، انیس الرحمن قاسمی)

(ولا یجوز المسح علی الجوربین عند أبي حنیفۃ رحمہ اللہ إلا ان یکونا مجلدين أو متعلبن، وقالوا: یجوز إذا كانا ثخينین لا یشفان لماروي أن النبی علیہ السلام مسح علی جوربيه، ولأنه یمكنه المشی فیہ إذا کان ثخیناً وهو أن یستمسک علی الساق من غیر أن یربط بشیء فأشبه الخف، (إلی قوله) وعنه أنه رجع إلی قولهما وعلیه الفتویٰ. (هدایۃ: ۱۶/۱)، باب المسح علی الخفین) لا شک أن المسح علی الخف علی خلاف القیاس فلا یصح إلحاق غیره به إلا إذا کان بطریق الدلالة وهو أن یکون فی معناه، ومعناه الساتر لمحل الفرض الذی هو بصدد متابعة المشی فیہ فی السفر وغیرہ للقطع بأن تعلیق المسح بالخف لیس لصورته الخاصة بل لمعناه للزوم الحر ج فی النزاع المتكرر الخ. (فتح القدیر مع العنایۃ: ۱۰۹/۱، کتاب الطہارۃ)

الجواب

چمڑے کے موزوں پر مسح جائز ہے۔ اگر انی یا سوتی موزے بھی اس قدر دیز اور موٹے ہوں کہ ان پر سے پانی نہ چھنے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۷۲/۲)

کر مچ کے موزہ پر مسح درست ہے:

سوال: اگر کر مچ کا موزہ ایسا ہو جس پر چمڑا سلا ہوا ہو، مثلاً پنجہ اور براہوں پر اور ایڑی بھی چمڑے کی ہو اور تلہ بھی چمڑے کا ہو اور بعض جگہ کر مچ ہو اور فیتہ باندھنے کی جگہ پر بھی چمڑا ہو اور کر مچ ایک قسم کا ٹاٹ سن کا بنا ہوا، ایسا گاڑھا ہوتا ہے کہ اس میں کپڑے کی طرح پانی نہیں پھوٹتا اور نہ وہ پانی لگنے سے فوراً نرم پڑ سکتا ہے، ان سب صورتوں میں ان پر مسح جائز ہے یا نہیں، اور اگر جائز ہے تو اگر سوائے تلہ کے اور چمڑا نہ لگا ہو تب بھی جائز ہے یا نہیں، اور اگر اس میں بھی جائز ہے تو بدون چمڑے کے یعنی محض کر مچ کا موزہ ہو تب بھی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کر مچ کی جو صورت بیان کی گئی ہے اس حالت میں تو اگر چمڑا اس پر بالکل بھی نہ لگایا جائے جب بھی مسح درست ہے۔ قال فی المنیة و شرحها: ویجوز المسح علی الخفاف المتخذة من اللبود التریکیة لإمكان قطع المسافة بها حتی قالوا: لو شاهد أبو حنیفة صلابتها لأفتی بالجواز لشدة دلکها وتداخل أجزائها بذلک حتی صارت كالجلد الغلیظ وأجمعوا علی جواز المسح علیها بطریق الدلالة كما تقدم آه وفيه أيضاً: وحد الجوربین الثخینین أن یستمسک ویثبت علی الساق من غیر أن یشده بشیء آه، والمراد استمساکه بصلابته وغلظته دون جدته وضيقة، والحد بعدم جذب الماء كما فی الأديم علی ما فهم من كلام قاضی خان أقرب وبما تضمنه وجه الدلیل وهو ما یمكن فیہ متابعة المشی أصوب آه. (ص ۱۱۹)

قلت: وهذه الشرائط کلها موجودة فی القرمض فلا شک فی جواز المسح علیہ عندهم. مگر احتیاط یہ ہے کہ تلہ چمڑے کا لگایا جائے تو پھر بہت اچھا ہو جائے گا، تلے کے سوا اور کسی جگہ چمڑے کے لگانے کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم ۲۲/رب جب ۱۳۴۳ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۸۸)

(۱) (ولا یجوز المسح علی الجوربین عند أبي حنیفة رحمه الله إلا أن یكونا مجلدين أو منعליين، وقالوا: یجوز إذا كانا ثخینین لا یشفان لما روی أن النبی علیہ السلام مسح علی جوربیه، ولأنه یمكنه المشی فیہ إذا كان ثخیناً وهو أن یستمسک علی الساق من غیر أن یربط بشیء فأشبهه الخف، (إلی قوله) وعنه أنه رجع إلی قولهما وعلیه الفتوی. (الهدایة: ۱۶/۱، باب المسح علی الخفین، أنیس)

رسالہ ”نیل المآرب فی المسح علی الجوارب“:

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. أما بعد: ہمارے بلاد میں جو کپڑے کی جرابیں رائج ہیں ان کو مجلد یا منعل بنانے کے بعد ان پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں اور ہے تو کن شرائط کے ساتھ یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں بھی اس کے متعلق بکثرت سوالات آتے رہتے ہیں حال میں ’ہوتی مردان‘ علاقہ سرحد کے بعض علما کی طرف سے یہ سوال آیا اور علما کے باہمی اختلاف اور شامی وغیرہ کے بیانات میں اضطراب نقل کر کے قول فیصل لکھنے کی فرمائش کی گئی، احقر چونکہ پہلے سے اس مسئلہ کی تنقیح کی ضرورت محسوس کر رہا تھا اس لئے جس قدر کتب فقہ متقدمین و متاخرین کی احقر کے سامنے تھیں اپنی ہمت و فرصت کے مطابق ان کو دیکھ کر جو کچھ سمجھ میں آیا پیش کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ أسأله الصحة والصواب والصيانة عن الخطأ فی کل باب، وهو المستعان وعلیہ التکلان۔

سوال: یہاں شہر ’ہوتی‘ میں چند علما کے درمیان مسئلہ ’مسح علی الجوارب بن سوئی یا اونی‘ کے متعلق بہت کشمکش واقع ہے، بعض کہتے ہیں سوئی یا اونی جراب پر جو مجلدین یا منعلین ہوں مسح جائز ہے۔ مجلد اور منعل ہوں یا نہ ہوں پھر مجلد کی تعریف میں اختلاف ہے طرفین علما کے ساتھ عوام بڑی سرگرمی دکھا رہے ہیں، سرحد کی حالت تو آپ کو معلوم ہے، طرفین کے علما اپنے قول کی سند میں فقہاء کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ (ردالمحتار: ج ۱ ص ۱۹۷) میں مضطرب اقوال موجود ہیں، علامہ شامیؒ کی اپنی رائے اور ہے اور ’حاشیہ انخی چلی علی صدر الشریعہ‘ سے جو رائے شامیؒ نے نقل کی ہے اس سے کچھ اور معلوم ہوتا ہے، فتاویٰ امدادیہ اور مجموعۃ الفتاویٰ مولانا عبدالحی صاحب بھی دیکھے گئے لیکن قول فیصل کا پتہ معلوم نہیں ہوا چونکہ اختلاف دن بدن بڑھتا جاتا ہے ایسا نہ ہو کہ منجر بہ فساد ہو جائے، لہذا اکرم فرما کر جواب شامیؒ بحوالہ کتب معتبرہ رقم فرمادیں کہ سوئی یا اونی جرابوں پر مسح کے لئے تجلید اور تشعیل مع ثخنات کے شرط ہے یا بغیر ثخنات کے تجلید و تشعیل کافی اور تجلید کی کیا حد ہے؟

الجواب

تفصیل اقسام: مسئلہ کی تعریف سے پہلے جرابوں کے اقسام جن کا مسح کے بارے میں فقہانے اعتبار کیا ہے مع تعریف و تحدید کے معلوم کر لینا ضروری ہے۔

کپڑے کے اعتبار سے جرابوں کی دو قسم ہیں ثخنین اور رقیق، ثخنین اصطلاح فقہاء میں وہ جراب ہے جس کا کپڑا اس قدر دیز، موٹا اور مضبوط ہو کہ اس میں تین میل بغیر جوتہ کے سفر کر سکیں اور وہ ساق پر بغیر (گیٹس وغیرہ سے) باندھے ہوئے قائم رہ سکے بشرطیکہ یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی کی وجہ سے نہ ہو اس کی ضخامت اور جرم کے موٹا ہونے کی

وجہ سے ہو، نیز یہ کہ وہ پانی کو جلدی سے جذب نہ کرے اور پانی اس میں نہ چھنے، الغرض ٹخنیں کے لئے تین شرطیں ہیں: ایک یہ کہ اس میں کم از کم تین میل بغیر جوتہ کے سفر کریں تو پچھے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ساق پر بغیر باندھے ہوئے قائم رہ جائے۔ تیسرے یہ کہ اس میں پانی نہ چھنے اور جلدی سے جذب نہ ہو اور جس جراب میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے وہ رقیق ہے۔

وذلك لما في فتاوى قاضى خان: والشيخين أن يقوم على الساق من غير شد ولا يسقط ولا يشف، وقال بعضهم: لا ينشف، ومعنى قوله لا ينشف أى لا يجاوز الماء إلى القدم، ومعنى قوله لا يشف أى لا يشف الجورب الماء إلى نفسه كالأديم والصرم اهـ (فتاوى قاضى خان: ص ۲۵ ج ۱، مصطفىائى، وفى شرح المنية عن المغرب: شف الثوب إذا رق حتى رأيت ما ورائه (ثم قال) فحينئذ كلا المعنيين صحيح قريب من الآخران فإن الجورب إذا كان بحيث لا يجاوز الماء منه إلى القدم فهو بمنزلة الأديم والصرم فى عدم جذب الماء إلى نفسه إلا بعد لبث و ذلك بخلاف الرقيق يجذب الماء وينفذه إلى الرجل فى الحال (وفيه بعد ذلك) وحد الجوربين الشيخين أن يستمسك أى يثبت ولا ينسدل على الساق من غير أن يشده بشيء هكذا فسرہ کلہم، وينبغى أن يقيد بما إذا لم يكن ضيقاً فإننا نشاهد ما يكون فيه ضيق يستمسك على الساق من غير شد وإن كان من الكرباس. والحد بعدم جذب الماء كما فى الأديم على ما فهم من كلام قاضى خان أقرب وبما تضمنه وجه الدليل وهو ما يمكن فيه متابعة المشى أصوب، قال نجم الدين الزاهدی: فإن كان ثخيناً يمشى معه فرسخاً فساداً كجوارب أهل مرو، فعلى الخلاف انتهى. وفى الخلاصة: إن كان الجورب من الشعر فالصحيح أنه لو كان صلباً مستمسكاً يمشى معه فرسخاً أو فراسخ على هذا الخلاف فهذا هو الذى ينبغى أن يعول عليه. (شرح منية، مجتبائى: ص ۱۱۸، ۱۱۹)

وفى رد المحتار: تقدم أن الفرسخ ثلاثة أميال اهـ وفيه بعد ذلك: المتبادر من كلامهم أن المراد من صلوحه لقطع المسافة أن يصلح لذلك بنفسه من غير لبس المداس فوقه فإنه قد يرق أسفله ويمشى به فوق المداس أياً ما وهو بحيث لو مشى به وحده فرسخاً تخرق قدر المانع (إلى قوله) وقد تأيد ذلك عندى برؤيا رأيت فيها النبى صلى الله عليه وسلم بعد تحرير هذا المحل بأيام فسألته عن ذلك، فأجابنى صلى الله عليه وسلم بأنه إذا رق الخف قدر ثلاث أصابع منع المسح، وكان ذلك فى ذي القعدة سنة ۲۳۲ ھـ (شامى: ج ۱ ص ۲۲۳، باب المسح على الخفين) فائدة: عبارات مذکورہ سے ٹخنیں کی تمام شرائط مندرجہ بالا ثابت ہو گئیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جرابیں اونچی

ہوں یا سوتی، دونوں میں شرائط مذکورہ ضروری ہیں جس میں یہ شرائط موجود نہ ہوں وہ رقیق ہے اگرچہ اونچی ہوں اور جس میں ہوں وہ ٹخنیں ہے اگرچہ سوتی ہو۔

وبہ صرح فی ردالمحتار حیث قال: الظاهر أنه إذا وجدت فيه (أى فى الكرباس) الشروط يجوز، وأنهم آخر جوه لعدم تأتى الشروط فيه غالباً، يدل عليه ما فى كافى النسفى حیث علل عدم جواز المسح على الجوب من كرباس بأنه لا يمكن تتابع المشى عليه، فإنه يفيد أنه لو أمكن جاز، ويدل عليه أيضاً ما فى ط عن الخانية: أن كل ما كان فى معنى الخف فى إدمان المشى عليه وقطع السفر به ولو من لبد رومى يجوز المسح عليه اهـ. (شامی: ج ۱ ص ۲۲۸، باب المسح على الخفين، تحت قول الدرول من غزل الخ)

ٹخنیں اور رقیق کی تعریف معلوم ہو جانے کے بعد یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کپڑے کی جرابوں پر بعض لوگ کچھ چڑا بھی لگاتے ہیں جس کی مختلف صورتیں ہیں اس اعتبار سے فقہانے جرابوں کی دو قسمیں اور کی ہیں ایک مجلد دوسرے منعل۔ مجلد وہ ہے کہ جس کے نیچے اوپر پورے قدم پر کعبین تک چڑا چڑھا دیا جائے اور منعل وہ کہ جس کے صرف تلے پر چڑا چڑھا دیا جائے۔

وذلك لمافى المغرب: والجوب المجلد على أعلاه وأسفله وجوب منعل وهو الذى وضع على أسفله جلدة كالنعل للقدم، وفى شرح المنية: قوله مجلدين أى استوعب الجلد ما يستر القدم إلى الكعب أو منعلين أى جعل الجلد على ما يلى الأرض منهما خاصة كالنعل للرجل اهـ۔

عرب میں عام طور سے جرابوں پر چڑا لگانے کی یہی دو صورتیں رائج تھیں اس لئے متقدمین کی کتابوں میں عموماً انہیں کا ذکر ہے مگر بلاد عجم، ہندوستان، بخارا، سمرقند وغیرہ میں ایک تیسری صورت یہ بھی رائج ہے وہ یہ کہ جراب کے تلے کے ساتھ پنچے اور ایڑی پر بھی چڑا لگایا جائے جس سے وہ ہندوستانی جو تہ کے مشابہ ہو جاتا ہے اور پورا قدم کعبین تک چڑے میں مستور نہیں ہوتا، لیکن شرح منیہ وغیرہ کی عبارت مذکورہ میں مجلد کی جو تعریف کی گئی ہے کہ چڑا پورے قدم کا کعبین تک استیعاب کرے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ صورت مروجہ ہندوستان وغیرہ مجلد میں داخل نہیں اور منعل سے کسی قدر زائد ہے کیونکہ منعل میں پنچے اور ایڑی پر چڑا ہونا شرط نہیں، اور علامہ شامی نے باب مسح على الخفين کے شروع میں بضمن شرائط مسح اس کے مشابہ چند اقسام کا ذکر کیا ہے جن سے ان مروجہ ہندوستانی جرابوں کا حکم سمجھا جاسکتا ہے۔ مثلاً جاروق کہ وہ مثل انگریزی جوتہ (پمپ) کے ہوتا ہے، جس میں کچھ حصہ قدم کا اوپر سے کھلا رہتا ہے اس کھلے ہوئے حصہ پر بعض لوگ کپڑا لگا کر قدم چھپا لیتے ہیں اور اس کپڑے کو لفافہ کہا جاتا ہے اس پر مسح کے جواز وعدم جواز میں علماء بخاری و سمرقند کا اختلاف نقل کیا ہے کہ مشائخ سمرقند جائز قرار دیتے ہیں۔ (تفصیل اس اختلاف کی اور

ترجیح کی بحث بیان احکام کے تحت عنقریب آتی ہے)

پھر شامیؒ نے اسی مختلف فیہ ”جاروق مستور باللفافہ“ پر قیاس کر کے ایک اور قسم کا ذکر کیا ہے جس کو ان کے بلاد میں قلشین یا خف حنفی کہتے ہیں اور کیفیت اس کی وہی ذکر کی ہے جو ہمارے بلاد میں مروجہ چمڑا چڑھی ہوئی جرابوں کی ہے یعنی جن کے تلے اور پنچے اور ایڑی پر چمڑا ہوتا ہے باقی قدم کے حصہ پر محض رقیق جراب ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس قلشین اور خف حنفی کو بھی جاروق مستور باللفافہ کی طرح مختلف فیہ قرار دیا ہے۔

ولفظہ: ویؤخذ منه أيضاً أنه يجوز المسح على المسمى في زماننا بالقلشين إذا خيط فوق جورب رقيق سائر وإن لم يكن جلد القلشين واصلًا إلى الكعبين اهـ. (شامی: ج ۱ ص ۲۴۲، تحت قول الدر: وجوز مشائخ الخ، انیس)

اور مدار اس اختلاف کا اس امر کو قرار دیا ہے کہ جورب منعل کے لئے شخص ہونا شرط ہے یا نہیں، جو حضرات ثنانت شرط قرار دیتے ہیں وہ ناجائز کہتے ہیں اور جو منعل میں ثنانت کی شرط نہیں لگاتے وہ جائز کہتے ہیں، چنانچہ فقیہ ابو جعفرؒ کا قول ”جاروق مستور باللفافہ“ کے متعلق نقل کیا ہے کہ:

الأصح أنه يجوز المسح عند الكل لأنه كالجورب المنعل اهـ. (شامی: ج ۱ ص ۲۴۲)
اور قلشین کے متعلق صاحب درمختار کے ایک رسالہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

ورأيت رسالة للشارح رحمه الله تعالى رد فيها على من قال بالجواز مستنداً في ذلك إلى أنهم لم يذكروا جواز المسح على الجوربين إذا كانا رقيقين منعلين، اهـ. (شامی: ج ۱ ص ۲۴۲)
الغرض ان تمام عبارات واقوال سے معلوم ہوا کہ ہمارے بلاد میں جو جرابوں کے تلے اور پنچے اور ایڑی پر چمڑا چڑھایا جاتا ہے یہ باتفاق منعل ہے مجلد میں داخل نہیں، اس لئے بحر الرائق میں منعل کی یہ تعریف کی ہے کہ جس کا چمڑا پورے قدم پر کعبین تک نہ ہو وہ منعل ہے۔

ولفظہ تحت قول الدر: والمنعلين..... ما جعل على أسفله جلدة: أي إلى قدم دون الكعبين اهـ. (طحطاوی: ج ۱ ص ۱۴۰)

اس لئے یہ مروجہ صورت کوئی مستقل قسم نہ ہوئی بلکہ اقسام دو ہی رہیں۔ مجلد اور منعل، پورے قدم پر چمڑا مستوعب ہو تو مجلد اور مستوعب نہ ہو تو منعل میں داخل ہیں خواہ صرف تلے پر چمڑا ہو یا ایڑی پنچے پر بھی۔

اس تفصیل و تقسیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرابوں کی کل چھ قسمیں ہو گئیں تین قسم ثنین کی یعنی ثنین مجلد، ثنین منعل، ثنین سادہ (یعنی غیر مجلد و غیر منعل) اور تین قسم رقیق کی یعنی رقیق مجلد، رقیق منعل، رقیق سادہ (اقسام کی تفصیل کے بعد اب احکام کی تفصیل لکھی جاتی ہے)

تفصیل احکام:

ان اقسام ستہ میں سے پہلی تینوں قسموں پر باتفاق حنفیہ مسح جائز ہے، تیسری قسم میں اگرچہ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف منقول ہے لیکن ساتھ ہی امام صاحبؒ کا رجوع قول صاحبینؒ کی طرف اور فتویٰ عامہ مشائخ حنفیہ کا قول صاحبینؒ پر منقول ہے اس لئے تیسری قسم بھی مثل متفق علیہ کے ہوگئی۔

لما فی الہدایۃ: لایجوز المسح علی الجوربین عند أبی حنیفۃؒ إلا أن یکونا مجلدين أو منعلین وعندہما یجوز إذ کانا ثخنین لایشفان (إلی أن قال) وعنه أنه رجع إلی قولہما، وعلیہ الفتویٰ

آ۵۔ ومثله فی فتاویٰ قاضی خان والخلاصۃ والبحر والفتح وعامة کتب المذهب۔ (۱)
باقی تین قسمیں رقیق مجلد، رقیق منعل، رقیق سادہ میں یہ تفصیل ہے کہ رقیق مجلد پر مطلقاً بلا کسی تفصیل کے باتفاق حنفیہ مسح جائز ہے اور رقیق سادہ پر مطلقاً باتفاق ناجائز۔ رقیق منعل میں مشائخ حنفیہ کا اختلاف ہے رقیق سادہ (غیر مجلد غیر منعل) پر مسح جائز نہ ہونا سب کتب فقہ میں مصرح از اظہر من الشمس ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

وإن کانا رقیقین غیر منعلین لایجوز المسح علیہما۔ (قاضی خان: ج ۱ ص ۲۵)
ہدایہ کی مذکورہ عبارت سے بھی یہی استفادہ ہے مزید نقل کی حاجت نہیں، رقیق مجلد پر مطلقاً مسح کا جواز شرح منیہ میں بحوالہ خلاصہ مذکور ہے اور کسی کا خلاف منقول نہیں اور حلوائی کے ایک قول سے کچھ شبہ خلاف کا ہو سکتا تھا اس کو شارح منیہ نے رفع فرما دیا اور پھر فرمایا:

وقد صرح فی الخلاصۃ بجواز المسح علی المجلد من الکرباس آ۵۔ وفیہ قبل ذلک: الکرباس اسم الثوب من القطن الأبيض۔ قالہ فی القاموس ویلحق بہ کل ما کان من نوع الخیط کالکتان والأبریشم ونحوہما۔ (شرح منیہ کبیری: ص ۱۲۲)

اب ایک قسم رہ گئی یعنی رقیق منعل۔ یہ فقہاء میں مختلف فیہ ہے اور اسی میں زیادہ تفصیل ہے۔ اور اسی میں عموماً اشتباہ و نزاع پیش آتا ہے، یہ بات پھر ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ ہر وہ جراب منعل کے حکم میں داخل ہے جس میں چمڑا تمام قدم پر کعبین تک مستوعب نہ ہو خواہ صرف تلے پر چمڑا ہو یا اوپر کے بعض حصہ پر بھی ہو، کمامر، اور رقیق ہر وہ جراب ہے جس میں ٹخنوں کی شرائط مذکورہ نہ پائی جاویں خواہ کتنا ہی مضبوط اور دبیز کپڑا ہو اور رقیق منعل کے متعلق متقدمین حنفیہ کی موجودہ کتابوں میں بالتخصیص تو کوئی حکم مذکور نہیں لیکن کلام کی دلالت واضحہ اس پر موجود ہے کہ رقیق منعل پر مسح جائز نہیں، چنانچہ کافی حاکم (متن مبسوط) اور اس کی شرح میں ہے:

(وَأما المسح علی الجوربین فإن کانا ثخنین منعلین یجوز المسح علیہما، وفی شرح شمس الأئمة: لأن مواظبة المشی سفرًا بهما ممکن، وإن کانا رقیقین لایجوز المسح علیہما لأنہما

بمنزلة اللفافة، وإن كانا ثخينين غير منعلين لا يجوز المسح عليهما عند أبي حنيفة لأن مواظبة المشى بهما سافراً غير ممكن و كانا بمنزلة الجورب الرقيق وعلى قول أبي يوسف ومحمد يجوز المسح عليهما. (مبسوط: ج ۱ ص ۱۰۲)

کافی حاکم اور شمس الائتہ نسخی کی عبارت مذکورہ میں ثخنین کے ساتھ منعلین کی قید لگا کر جواز کا حکم لکھا گیا، پھر رقیقین میں بلا تفصیل منع و غیرہ کے متعلق علی الاطلاق فرمایا گیا ہے کہ:

وإن كانا رقيقين لا يجوز المسح عليهما.

جس سے ظاہر یہ ہے کہ رقیقین منعلین میں مسح کی اجازت نہیں، اسی طرح امام طحاوی نے معانی الآثار میں فرمایا ہے کہ:

لا نرى بأساً بالمسح على الجوربين إذا كانا صفيقين قد قال ذلك أبو يوسف ومحمد وأما أبو حنيفة فإنه كان لا يرى ذلك حتى يكونا صفيقين ويكونا مجلدين فيكونا كالخفين. (معانی الآثار: ج ۱ ص ۵۸)

طحاوی کی ظاہر عبارت سے بھی ثخنین ہونا بہر حال شرط معلوم ہوتا ہے اگرچہ احتمال یہ بھی ہے کہ رقیق کا حکم طحاوی نے بیان نہیں کیا صرف ثخنین کا حکم بیان کرنے پر اکتفا فرمایا اور رقیق سے سکوت۔ قاضی خان اور ہدایہ وغیرہ کے اطلاقات بھی اسی قسم کے ہیں ان سے رقیق منعل پر مسح کی ممانعت سمجھی جاوے یا کم از کم اس سے ساکت قرار دیا جاوے، بہر حال اجازت مسح کہیں منقول نہیں، اسی لئے حاشیہ چلی علی صدر الشریعہ میں لکھا ہے کہ:

أن التقييد بالثخين مخرج لغير الثخين ولو مجلداً ولم يتعرض له أحد. (از شامی: ج ۱ ص ۲۲۹، تحت قول الدر: و المجلدين، باب المسح على الخفين، انیس)

البتہ متنازع متاخرین میں یہ بحث چلی پھر ان میں بھی اس پر توافق ہے کہ معمولی سوتی جرابوں کو منعل کر لیا جاوے تو وہ مسح کے لئے کافی نہیں، شرح منیہ کبیری میں سوتی اور اونی کپڑوں کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں جن میں پانچویں قسم سوتی کپڑے کی جرابیں ہیں، اس کے متعلق شیخ نجم الدین زاہدی کا قول نقل کیا کہ:

وأما الخامس فلا يجوز المسح عليه كيفما كان ونحوه من التتار خانية عنه.

خلاصۃ الفتاویٰ اور شامی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے:

قال في الخلاصة: ولو كان من الكرباس لا يجوز المسح عليه فإن كان من الشعر فالصحيح أنه إن كان صلباً يمشى معه فرسخاً أو فراسخ على هذا الخلاف (خلاصة: ص ۱۲۸ ج ۱)

وفى البحر الرائق عن المعراج: وأما الخف الدوراني الذي يضاده فقهاء زماننا فإن كان مجلداً يسترجلده الكعب يجوز وإلا فلا، اه. (بحر: ص ۱۹۲). ومثله في فتاوى قاضى خان والعالمگیریة في أول الباب: ج ۱ ص ۳۰

عبارات مذکورہ سے بصراحت معلوم ہو گیا کہ یہ معمولی سوتی جرابیں جو ہمارے بلاد میں رائج ہیں ان کو اگر مجلد کر لیا جاوے یعنی تمام قدم پر چڑھا چڑھا لیا جاوے تب تو مسح ان پر جائز ہے اور اگر صرف منعل کیا جاوے تو باتفاق فقہا مسح جائز نہیں۔ عبارات مذکورہ میں ممانعت مسح بلفظ کرباس مذکور ہے ان الفاظ کی تشریح شرح منیہ میں اس طرح ہے:

لأن الكرباس بالكسر اسم الثوب من القطن الأبيض، قاله في القاموس وهو معرب بالفتح ولكن يحلق به كل ما كان من نوع الخيط كالكتان والأبريسم ونحوهما بخلاف ما هو من الصوف ونحوه آه (شرح منیة: ص ۱۴۲) ومثله في مراقي الفلاح حيث قال: والكرباس كل ما كان من نوع الخيط. الخ.

جس سے معلوم ہوا کہ عام مروجہ سوتی جرابوں کا باتفاق متقدمین و متاخرین حنفیہ یہی حکم ہے کہ ان کو منعل کر لینا مسح کے لئے کافی نہیں ہے اور مسح ان پر جائز نہیں، اب صرف اونی جرابوں کا حکم زیر غور رہ گیا سوان میں سے جو ٹخن کی حد میں آجائیں ان کا حکم تو معلوم ہو چکا کہ باتفاق مشائخ ان پر مسح جائز ہے اور جو بہت باریک ہوں ان کا بھی حکم ظاہر ہے کہ سوتی جرابوں کی طرح باتفاق عدم جواز مسح ہوگا۔

اب صرف وہ اونی جرابیں زیر بحث رہ گئی ہیں جو مضبوط اور دبیز ہیں مگر ٹخن کی حد میں نہیں ہیں ان کو اگر منعل کر لیا جاوے تو مسح جائز ہوگا یا نہیں، اس میں فقہاء متاخرین کے اقوال مختلف نظر آتے ہیں۔

شارح منیہ نے بحوالہ نجم الدین زاہدی جرابوں کی پانچ قسمیں بتلا کر پانچویں قسم پر مطلقاً مسح ناجائز اور باقی چاروں قسموں پر بعد منعل کر لینے کے جائز قرار دیا ہے ان میں پانچویں قسم تو سوتی جراب ہے اور باقی چار سب اونی جرابوں کی قسمیں ہیں یا پتلے چڑے کی، اور وہ چاروں یہ ہیں۔ مرعذی، غزل، شعر، جلد رقیق۔

مراقی الفلاح میں ان قسموں کی تشریح بالفاظ ذیل کی ہے:

والمرعذی كما سيأتى مضبوطاً الزغب الذي تحت شعر العنز. والغزل ما غزل من الصوف والكرباس ما نسح من مغزول القطن، آه. ومثله في شرح المنية.

جلد رقیق کے معنی ظاہر تھے اس لئے تشریح کی ضرورت نہ سمجھی گئی، شرح منیہ کی اصل عبارت یہ ہے:

وقد ذكر نجم الدين: أن الجوارب خمسة أنواع: من المرعذی، والغزل، والشعر، والجلد الرقيق والكرباس. قال: وذكر التفاصيل في الأربعة من الشخين والرقيق والمنعل وغير المنعل والمبطن، وأما الخامس فلا يجوز المسح عليه كيفما كان، انتهی ونحوه من التاتارخانية عنه. والمراد من التفصيل في الأربعة أن ما كان رقيقاً منها لا يجوز المسح عليه اتفاقاً إلا أن يكون مجلداً أو منعللاً أو مبطناً وما كان ثخيناً منهما فإن لم يكن مجلداً أو منعللاً أو مبطناً فمختلف فيه وما كان فلا خلاف فيه، فعلم من هذا: أن ما يعمل من الجوخ إذ جلد أو نعل أو بطن يجوز المسح

عليه لأنه أحد الأربعة وليس من الكرباس (إلى أن قال) والجوخ من الصوف أو المرعدي فهو داخل فيما يجوز المسح عليه لو كان ثخيناً بحيث يمشى معه فرسخاً من غير تجليد ولا تنعيل وإن كان رقيقاً فمع التجليد أو التنعيل. ولو كان كما يزعم بعض الناس من أنه لا يجوز المسح عليه ما لم يستوعب الجلد جميع ما يستر القدم. لما كان بينه وبين الكرباس فرق (ثم قال) ثم بعد هذا كله فلو احتاط ولم يمسح إلا على ما يستوعب تجليده ظاهر القدم إلى الساق لكان أولى ولكن هذا حكم التقوى وهو لا يمنع الجواز الذي هو حكم الفتوى. (شرح منية: ص ۱۲۱)

نتائج عبارت مذکورہ:

شرح منیہ کی عبارت مذکورہ سے چند فوائد حاصل ہوئے: اول یہ کہ معمولی سوتی جرابوں پر کسی حال میں مسح جائز نہیں نہ سادہ ہونے کی حالت میں نہ منعل ہونے کی حالت میں نہ ایڑی اور پنچے اور تلے پر چڑا لگانے کی حالت میں، البتہ پورے قدم پر چڑا چڑھا کر مجلد کر لیا جاوے تو اس پر مسح جائز ہو سکتا ہے اور چونکہ علامہ نجم الدینؒ کی عبارت ”کیف ما کان“ سے بظاہر مجلد پر بھی مسح کے عدم جواز کا شبہ ہو سکتا تھا اس لئے شارح منیہ نے اس کا ازالہ بعبارت ذیل کر دیا ہے: لا يقال: بل الكرباس لا يجوز المسح عليه ولو مجلداً لما تقدم من قول الحلواني وأما الخامس فلا يجوز المسح عليه كيفما كان لأننا نقول قوله كيفما كان عائد إلى قوله المنعل و غير المنعل والمبطن وغير المبطن وأما المجلد فلم نذكره وقد صرح في الخلاصة بجواز المسح على المجلدين من الكرباس آه (شرح منية: ص ۱۲۱)

دوم: اس عبارت میں جراب پر چڑا چڑھانے کی ایک صورت منعل اور مجلد کے علاوہ اور بھی ذکر کی ہے یعنی مبطن جس کی صورت یہ ہے کہ جراب کے اندر کی جانب چڑا لگایا جاوے حکم اس کا بھی وہی ہے جو مجلد و منعل کا ہے کہ اگر چڑا پورے قدم پر مستوعب ہو تو بحکم مجلد ہے ورنہ بحکم منعل۔

سوم: جو جراب کسی اونی کپڑے کی ہو جیسے مرعزی اور جوخ وغیرہ یا پتلے چڑے کی ہو اس کو اگر منعل کر لیا جاوے تو اس پر مسح کے بارے میں اختلاف ہے اور رائج شارح منیہ کے نزدیک جواز ہے، لیکن احتیاط اور تقویٰ کے خلاف ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ:

علامہ شامیؒ نے اس بارے میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں اس لئے بظاہر ان کے کلام میں اضطراب نظر آتا ہے، لیکن ان کی تمام عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رائے بعینہ وہی ہے جو شرح منیہ کی ہے اور شرح

منیہ ہی کی عبارت کو انہوں نے مدار استدلال بنایا ہے، نیز منعل کی وہ خاص صورت جو ہمارے بلاد میں رائج ہے یعنی تلے کے ساتھ پنچے اور ایڑی پر چمڑا چڑھایا جاوے اس کو بنام قششین اور خف حنفی ذکر کر کے اس میں صاحب درمختار اور شیخ عبدالغنی نابلسی کا اختلاف اور جانبین سے اس مسئلہ میں مناظرانہ رسائل لکھنے کا ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب درمختار ایسے منعل پر جب کہ وہ ٹخنیں نہ ہوں مسح جائز قرار دیتے ہیں اور شیخ عبدالغنی نابلسی جائز فرماتے ہیں اور ان دونوں حضرات کے اختلاف کو اس اختلاف کا نتیجہ قرار دیا ہے جو جاروق مستور باللفافہ کے بارے میں علماء سمرقند و بخارا کے درمیان واقع ہوا ہے کہ علماء سمرقند اس پر مسح کو جائز فرماتے ہیں اور علماء بخارا ناجائز کہتے ہیں کیوں کہ جاروق جب کہ اس میں قدم کے کھلے ہوئے حصہ پر کوئی کپڑا لگا لیا جاوے تو وہ بھی قششین اور خف حنفی کی طرح ہو جاتا ہے۔ کما مر منا آنفاً، پھر یہ بھی ذکر کیا کہ بعد کے مشائخ و علما میں سے کسی نے سمرقندیین کے قول کو اختیار کیا اور کسی نے بخاریین کے قول کو اور خود اپنی رائے مشائخ سمرقند کے موافق ظاہر فرمائی جو بعینہ شارح منیہ کی رائے ہے یعنی سوتی جرابوں پر تو بغیر مجلد کرنے کے مسح جائز نہیں اور اونی جرابوں پر منعل ہونے کی صورت میں بھی مسح جائز ہے اور آخر میں شارح منیہ کی طرح یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ احتیاط و تقویٰ اسی میں ہے کہ جب تک تمام قدم پر چمڑا نہ ہو مسح نہ کیا جاوے۔ علامہ شامیؒ کی بعینہ عبارت مع متن درمختار کے یہ ہے:

فی أول باب المسح علی الخفین من الدر المختار: (شرط مسحہ) ثلاثة أمور: الأول (كونه ساتر) محل فرض الغسل (القدم مع الكعب) (إلى قوله) وجوز مشائخ سمرقند ستر الكعبين باللفافة. (و) الثاني (كونه مشغولاً بالرجل) (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعة المشي) المعتاد (فيه) فرسخاً فأكثر آه.

قال الشامي تحت قوله وجوز مشائخ سمرقند: في البحر عن الخلاصة: المسح على الجاروق إن كان يستر القدم ولا يرى منه ولا من الكعب إلا قدر أصبع أو أصبعين يجوز، وإلا فلا، ولو ستر القدم باللفافة جوزه مشائخ سمرقند ولم يجوزه مشائخ بخاری آه. قال ح: والحق ما عليه مشائخ بخاری. (قلت: ثم أراد الشامي التوفيق بين القولين بأن القول بالجواز إذا كانت اللفافة مخروزة وعدم الجواز إذا كانت مشدودة من دون الخرز، ثم قال): قال الفقيه أبو جعفر: الأصح أنه يجوز المسح عند الكل لأنه كالجورب المنعل آه (ثم قال الشامي): ويؤخذ منه أنه يجوز المسح على المسمى في زماننا بالقلشيين إذا خيط فوق جورب رقيق ساتر وإن لم يكن جلد القلشيين واصلًا إلى الكعبين كما هو صريح ما نقلناه عن شرح المنية، ويعلم أيضاً مما نقلناه جواز المسح على الخف الحنفی إذا خيط بما يستر الكعبين كالسروال المسمى بالشخشير كما قاله سيدي عبد الغني نابلسي وله فيه رسالة. ورأيت رسالة للشارح رحمه الله

تعالیٰ رد فیہا علی من قال بالجواز مستنداً فی ذلک إلیٰ أنهم لم یذکروا جواز المسح علی الجوربین إذاکانا رقیقین منعین لا شتراطہم إِمکان السفر، ولا یتأتی فی الرقیق. والظاهر أنه أراد الرد علی سیدی عبد الغنی (إلی قوله) وأنت خبیر بالفرق الواضح بین الجورب الرقیق المنعل أسفلہ بالجلد و بین الخف القصیر عن الکعبین المستورین بما اتصل به من الجوخ الرقیق لأنه یمکن فیہ السفر وإن کان قصیراً بخلاف الجورب المذكور. علی أن قول شرح المنیة: وإن کان رقیقاً فمع التجلید أو التنعیل الخ صریح فی الجواز علی الرقیق المنعل أو المجلد إذا کان النعل أو الجلد قویاً یمکن السفر به. و یعلم منه الجواز فی مسألة الخف الحنفی المذكورة بالأولی، وقد علمت أن مذهب السمرقندیین إنما یسلم ضعفه لو كانت اللفافة غیر مخروطیة وإلا فلا یحمل کلام السمرقندیین علیہ، ویكون حینئذ فی المسئلة قولان، ولم نرم من مشائخ المذهب ترجیح أحدهما علی الآخر، بل وجدنا فروغاً تؤید قول السمرقندیین کما علمت، وسند کرمایؤیدہ أيضاً، ثم رأیت رسالة أخرى لسیدی عبد الغنی رد فیہا علی رسالة الشارح وسمّاها ”الرد الوفی علی جواب الحصکفی فی مسألة الخف الحنفی“ (إلی أن قال الشامی): ولكن لا یخفی أن الورع فی الاحتیاطی، وإنما الکلام فی أصل الجواز وعدمه، واللہ تعالیٰ أعلم (شامی: ج ۱ ص ۲۴۲) وفيه بعد ذلک (تحت قول الدر: والمجلدین، انیس)

وفی حاشیة أخرى جلبی علی صدر الشریعة: أن التقیید بالشخین مخرج لغير الشخین ولو مجلداً، ولم یتعرض له أحد، قال: والذي تلخص عندي أنه لا یجوز المسح علیہ إذا جلد أسفلہ فقط أو مع مواضع الأصابع بحيث یكون محل الفرض الذي هو ظهر القدم خالیاً عن الجلد بالکلیة، لأن منشأ الاختلاف بینہ و بین صاحبیہ اکتفائهما بمجرد الثخانة وعدم اکتفائه بها، بل لا بد عنده مع الثخانة من النعل أو الجلد آه وقد أطل فی ذلک. أقول: بل مأخوذ من کلام المصنف، وكذا من قول الكنز وغيره (إلی قوله) وقد منّا عن شرح المنیة: أنه لا یشرط استیعاب الجلد جمیع ما یستر القدم آه. (شامی: جلد ۱ ص ۲۴۹)

بدائع الصنائع:

صاحب بدائع^۲ نے تفصیل کے موقع پر توریق منعل کا کوئی حکم بصراحت بیان نہیں فرمایا، لیکن جواز مسح کی شرائط میں لکھا ہے:

وأما الذي يرجع إلی الممسوح فمنها: أن يكون خفاً یستر الکعبین لأن الشرع ورد بالمسح علی الخفین أما ما یستر الکعبین ینطلق علیہ اسم الخف وكذا ما یستر الکعبین من الجلد مما سوى الخف کالمکعب الکبیر والمیشم لأنه فی معنی الخف آه. (بدائع: جلد ۱ ص ۱۰)

اس عبارت کے جملے ”و کذا ما یستر الکعبین من الجلد“ میں الجلد کی قید اور سیاق عبارت سے یہی مستفاد ہے کہ جواز مسح کی شرط یہ ہے کہ پورے قدم پر کعبین تک کوئی ایسی چیز ستر ہو جو یا چڑا ہو یا چڑے کے حکم میں ہو اور اس کی تائید صاحب بدائع کی ایک دوسری عبارت سے بھی ہوتی ہے جو بعد میں مذکور ہے:

ولوا نکشف الظہارة وفي داخله بطانة من جلد ولم يظهر القدم يجوز المسح عليه آه. (بدائع: ج ۱ ص ۱۱)

جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خف دوہرا ہو اور اوپر کا ستر کھل جاوے اور صرف نیچے کا ستر قدم کا ستر باقی رہ جائے تو جواز مسح کو اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ نیچے کا ستر بھی چڑے کا ہو جس کا مفہوم یہی ہے کہ اگر نیچے کا ستر چڑا یا چڑے کے حکم میں نہ ہو تو مسح جائز نہیں، ظاہر ہے کہ رقیق منعل میں چڑے سے کھلا ہوا قدم کا باقی حصہ صرف رقیق کپڑے سے مستور ہے، اس پر بدائع کی تحریر کے موافق مسح جائز نہ ہوگا۔

خلاصۃ الفتاویٰ:

صاحب خلاصہ نے جاروق مستور باللفافہ میں مشائخ سمرقند و بخارا کا اختلاف نقل فرمایا اور مشائخ بخاری کا قول یعنی عدم جواز مسح اختیار کیا، جیسا کہ ان کی عبارت ذیل سے واضح ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ منعل مروجہ ہندوستان یا خف حنفی یا قلشین پر جواز مسح کا قول جو شامی نے اختیار کیا ہے یہ حسب تصریح شامی اسی جاروق مستور باللفافہ کے حکم علی مذہب اہل سمرقند سے ماخوذ ہے جس سے واضح ہوا کہ صاحب خلاصہ جو اہل سمرقند کا قول اختیار نہیں کرتے وہ اس منعل مروجہ یا خف حنفی پر بھی مسح کی اجازت نہیں دیتے۔

ولفظه: المسح على الجاروق إن كان يستر القدم ولا يرى من الكعب ولا من ظهر القدم إلا قدر أصبع أو أصبعين جاز المسح عليه وإن لم يكن كذلك لكن يستر القدم بالجلد إن كان الجلد متصلاً بالجاروق بالخرز جاز المسح عليه وإن شدة بشيء فلا ولو ستره باللفافة جوزه مشائخ سمرقند ولم يجوز مشائخ بخاری آه (خلاصہ: ج ۱ ص ۲۸)

عبارت مذکورہ میں صاحب خلاصہ نے جاروق پر مسح کے لئے دو شرطیں لکھیں ہیں ایک یہ کہ جو حصہ قدم کا جاروق سے مستور نہیں وہ چڑے سے مستور ہو، دوسرے یہ کہ وہ چڑا بھی جاروق میں سلا ہوا ہو علاحدہ نہ ہو، جس سے معلوم ہوا کہ وہ مشائخ بخاری کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔

البحر الرائق:

صاحب بحر کی تحقیق اس مسئلہ میں یعینہ وہی ہے جو صاحب خلاصہ کی ہے کہ جاروق مستور باللفافہ پر مسح کو جائز نہیں سمجھتے، جیسا کہ علماء بخاری کا مذہب ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ منعل مروجہ ہندوستان اور خف حنفی پر بھی ان کے

نزدیک مسح بدرجہ اولیٰ جائز نہیں چنانچہ صاحب بحر نے خلاصہ کی بعینہ عبارت نقل فرمائی اور اسی پر تفریع کر کے بحوالہ معراج نقل فرمایا ہے کہ:

وأما الخف الدورانی الذی يعتاده فقهاء زماننا فإن كان مجلداً یستر جلده الکعب یجوز وإلا فلا، کذا فی المعراج آه. (بحر: ج ۱ ص ۱۹۲)

خف دورانی کی کوئی تشریح تحریر حاشیہ بحر میں منقول نہیں، لیکن خود عبارت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسی ہی جراب ہے جس کا کپڑا رقیق ہو اور پورے قدم پر چمڑا مستوعب نہ ہو جیسا کہ منعل مروجہ ہندوستان اور خف خفی کی کیفیت ہے۔ الغرض صاحب بحر اور صاحب معراج کے نزدیک بھی رقیق منعل پر مسح جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری:

عالمگیری میں بھی خلاصہ الفتاویٰ کی عبارت مذکورہ متعلقہ جاروق نقل کر کے اس پر کوئی تنقید نہیں کی گئی جس سے ظاہر ہے کہ اسی کو اختیار کیا گیا، اور صاحب خلاصہ و صاحب بحر وغیرہ کی طرح عالمگیری کے کلام کا نتیجہ بھی یہی ہوا کہ رقیق منعل پر مسح جائز نہیں (عالمگیری طبع مصر: ۳۰/۱)

طحطاوی:

طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں صراحۃً اہل سمرقند کے قول کو ضعیف اور اہل بخاری کے قول کو معتمد علیہ قرار دیا ہے: ”ولفظه تحت قول الدر (وجوز مشائخ سمرقند لستره باللفافه): هذا ضعيف والمعتمد ما عليه أهل بخاری من أنه لا يجوز إلا إذ خيط بشخين بحيث لا يشف الماء كجوخ ونحوه“، حلبی آه. (طحطاوی: ص ۱۳۷)

نیز طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اس کی بھی تصریح کر دی ہے کہ یہ حکم صرف جاروق کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ موزہ جس کا چمڑا کعبین تک نہ پہنچے اس میں یہ شرط ہے کہ بقیہ قدم پر بخین کپڑا ہو رقیق کافی نہیں، یہ عبارت مراقی الفلاح کی عبارت کے تحت میں آتی ہے۔

مراقی الفلاح:

مراقی الفلاح میں شرائط مسح کے ذیل میں فرمایا ہے:

الثانی: سترهما للکعبین من الجوانب فلا یضر نظر الکعبین من أعلى خف قصیر الساق والذی لا یغطی الکعبین إذا خیط بشخين كجوخ یصح المسح علیه آه. قال الطحطاوی تحت قوله (والذی لا یغطی الکعبین): وذلك كالزربول وهو فی عرف أهل الشام ما یسمى مرکوباً فی عرف أهل مصر، كما فی تحفة الأخیار، آه (طحطاوی علی المراقی: ص ۷۰)

صاحب مرقاۃ الفلاح اور طحاوی کا مذکورہ صدر کلام ہندوستان کی مروجہ رقیق منعل جرابوں پر عدم جواز مسح کے لئے نص ہے۔
خلاصہ کلام:

عبارت مذکورہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ رقیق منعل کے متعلق متقدمین حنفیہ کے کلمات یا سکت ہیں یا عدم جواز کے قائل، اور متاخرین حنفیہ بھی اس پر تو متفق ہیں کہ معمولی سوتی جرابوں کو منعل کر لیا جائے تو وہ مسح کے لئے کافی نہیں صرف وہ انی جرابیں متاخرین میں زیر بحث و اختلاف ہیں جو دبیز و مضبوط ہوں مگر ٹخن کی حد میں داخل نہ ہوں جب ان کو منعل کر لیا جائے یعنی تلے پر یا تلے اور پنچے اور ایڑی پر چڑا لیا جاوے باقی قدم پر چڑا نہ ہو، اس پر مسح کو بعض حضرات جائز فرماتے ہیں بعض ناجائز۔

اور عبارات مرقومہ میں یہ بھی واضح ہو گیا کہ زیادہ تر مشائخ متاخرین اس پر بھی عدم جواز ہی کے قائل ہیں، جواز کی تصریح صرف شارح منیہ اور علامہ شامی اور شیخ عبدالغنی نابلسی سے منقول ہے اور وہ بھی اس کو خلاف فتویٰ قرار دیتے ہیں، ان کے مقابلہ میں صاحب درمختار نے مستقل رسالہ عدم جواز پر لکھا ہے اور خود شامی نے اس قول کی تائید متعدد مشائخ سے نقل کی ہے اور انہی چلتی کی تصریح عدم جواز پر ذکر فرمائی، ان کے علاوہ صاحب بدائع، صاحب خلاصہ، صاحب بحر، عالمگیری، طحاوی، مرقاۃ الفلاح سب عدم جواز پر متفق ہیں۔

اس اختلاف کے ساتھ جب اصول پر نظر کی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اصل فریضہ پاؤں کا دھونا ہے جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ خفین پہننے کی صورت میں احادیث متواترہ سے ثابت ہو گیا کہ مسح بھی کافی ہے اب اس حکم کو خفین سے متجاوز کر کے جرابوں میں جاری کرنا بھی اس شرط کے ساتھ ہونا چاہئے کہ ان جرابوں کا بحکم خفین ہونا اور تمام شرائط خفین کا ان میں متحقق ہونا یقینی طور پر ثابت ہو جائے اور جس جراب میں شک رہے کہ وہ بحکم خفین ہے یا نہیں اور شرائط خفین اس میں متحقق ہیں یا نہیں اس پر مسح کی اجازت نہ دی جائے، بقاعدہ: یقین لا یزول بالشک۔

اور اسی احتیاط کی بنا پر حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے خفین جرابوں پر بھی جواز مسح کے لئے پورا مجلد ہونا شرط قرار دیا ہے منعل کو بھی کافی نہیں سمجھا اور امام اعظمؒ کے اصل مذہب میں روایت حسنؒ بھی یہی ہے کہ خفین کو جب تک پورا مجلد تعبیر تک نہ کیا جاوے، اس وقت تک مسح جائز نہیں۔ البتہ ظاہر الروایہ میں خفین منعل کو کافی قرار دیا گیا ہے۔ (کما ذکرہ فی الخانیۃ)

بحاصل نے احکام القرآن میں اسی اصول پر کلام کا مدار رکھا ہے:

واختلف فی المسح علی الجوربین فلم یجزہ أبو حنیفۃؒ والشافعیؒ إلا أن یکونا مجلدين وحکی الطحاوی عن مالک أنه لا یمسح وإن کانا مجلدين وحکی بعض أصحاب مالک عنه أنه لا یمسح إلا أن یکونا مجلدين کالخفین، وقال الثوری وأبو یوسف ومحمد والحسن بن

صالح یمسح إذا كانا تخينين وإن لم يكونا مجلدين. والأصل فيه أنه قد ثبت أن مراد الآية الغسل على ما قدمنا فلولم ترد الآثار المتواترة عن النبي صلى الله عليه وسلم في المسح على الخفين لما أجزنا المسح فلما وردت الآثار الصحاح واحتجنا إلى استعمالها مع الآية استعمالنا معها على موافقة الآية في احتمالها المسح وتركنا الباقي على مقتضى الآية ولما لم ترد الآثار في المسح على الجوربين في وزن ورودها في المسح على الخفين أبقينا حكم الغسل على مراد الآية ولم ننقله عنه آه.

نتیجہ کلام:

الغرض اگر دینا و بیانی جرابوں کو منعل کر لیا جاوے یعنی صرف تلے پر یا پنچے اور ایڑی پر بھی چڑا چڑھا لیا جاوے تو اس پر مسح کرنا ناشی اور شارح منیہ جائز مگر خلاف تقویٰ قرار دیتے ہیں اور دوسرے عامہ مشائخ ناجائز فرماتے ہیں۔ اور ایسے اکابر علماء و مشائخ کے اختلاف میں کسی جانب کو ترجیح دینا گوہم جیسوں کا کام نہیں لیکن بضرورت دینیہ اس سے چارہ بھی نہیں کیونکہ اس پر تمام امت کا اتفاق و اجماع ہے کہ ائمہ کی مختلف روایات یا فقہاء کے مختلف اقوال اگر کسی مسئلہ میں سامنے آئیں تو عمل کرنے والے اور فتویٰ دینے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ بلا تحقیق اور اپنی قدرت و وسعت اور علم و فہم کے موافق وجوہ ترجیح پر نظر کئے بغیر کسی ایک روایت یا ایک قول کو اختیار کرے کیونکہ اگر ایسا کرے گا تو یہ شریعت کا اتباع نہ ہوگا بلکہ اتباع ہولی ہوگا۔

كما صرح به الشامي في عقود رسم المفتي وقد أطل الكلام فيه حيث قال: وقد نقلوا الإجماع على ذلك ففي الفتاوى الكبرى للمحقق ابن حجر المكي قال في زوائد الروضة: إنه لا يجوز للمفتي والعامل أن يفتي أو يعمل بما شاء من القولين أو الوجهين من غير نظر وهذا خلاف فيه وسبقه إلى حكاية الإجماع فيها ابن الصلاح والباقي من المالكية في المفتي آه. (رسائل ابن عابدين: ج ۱ ص ۱۰)

اب وجوہ ترجیح میں اگر طبقات فقہاء کے اعتبار سے غور کیا جائے تو ناجائز کہنے والے حضرات طبقہ اور درجہ میں قائلین جواز سے اقدم و ارفع ہیں جیسے صاحب بدائع و صاحب خلاصہ وغیرہ اور دلیل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دلیل بھی انہیں حضرات کی رائج معلوم ہوتی ہے کیونکہ حسب تصریح جصاص محقق ابن ہمام جرابوں پر مسح کے جواز کا مدار اس پر ہے کہ یہ جرابیں یقینی طور پر خف کے ساتھ ملحق اور بحکم خف ہوں اور جس میں شبہ رہے وہ بحکم خفین نہیں ہو سکتی، اور فریضہ اصلی جو پاؤں کا دھونا ہے مشتبہ چیز کے لئے نہیں چھوڑا جاسکتا، اس لئے خیال احقر کا یہ ہے کہ اس قسم کی جرابوں پر بھی مسح کی اجازت نہ دی جائے۔ واللہ تعالیٰ المسئول للتسديد وهو من فضله وكرمه غير بعيد

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین.

کتبہ الأحقر محمد شفیع عفا اللہ عنہ خادم دارالافتاء بدارالعلوم دیوبند۔ فی خمسة أيام من محرم الحرام ۱۳۶۱ھ۔

تمتہ: فائدہ اول:

مجلد اور منعل جن کی تعریف اور احکام اوپر مفصل مذکور ہوئے ان کے علاوہ ایک قسم اور بھی کتب فقہ میں ذکر کی جاتی ہیں یعنی مبطن فی عبارة شرح المنية نمبر ۴، لیکن چونکہ اس کا رواج زیادہ نہیں اس لئے اس کے احکام کو تفصیلاً ذکر نہیں کیا گیا۔

تعریف مبطن کی یہ ہے کہ کپڑے کی جراب کے اندر کی جانب چمڑا لگایا جاوے تو گویا یہ قسم مجلد کا عکس ہے کہ مجلد میں کپڑا اندر اور چمڑا اوپر ہوتا ہے اور اس میں چمڑا اندر اور کپڑا اوپر ہوگا اس کے احکام کی تفصیل کپڑے کے باریک اور موٹے ہونے کے بارے میں کتب متداولہ میں ملی بھی نہیں اور کچھ زیادہ حاجت بھی نہیں اس لئے ترک کی گئی۔

فائدہ دوم:

اگر کپڑے کی جرابیں (خواہ موٹے کپڑے کی ہوں یا باریک کی) پہن کر ان کے اوپر چمڑے کے موزے پہنے جاویں تو ان پر مسح جائز ہے۔ فتویٰ محققین کا اسی پر ہے کہ بعض علماء روم نے تبعاً فتاویٰ الشاذلی عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے، وذلك لما فی البحر الرائق وقد وقع فی عصرنا بین فقهاء الروم بالروم كلام كثير فی هذه المسئلة فمنهم من تمسك بما فی فتاویٰ الشاذلی وأفتی بمنع المسح علی الخف الذی تحته الكرباس ورد علی ابن الملك فی عزوه للكافی إذ الظاهر أن المراد به کافی النسفی ولم يوجد فيه ومنهم من أفتی بالجواز وهو الحق لما قدمناه عن غاية البيان، انتهى. قلت: وأیده العلامة الشامي فی حاشية البحر بقول شرح المنية يعلم منه جواز المسح علی خف لبس فوق مخيط من كرباس أو جوخ ونحوهما مما لا يجوز علیه المسح (بحر: ج ۱، ص ۱۹۰، ۱۹۱) وهذا آخر ما أراد العبد الضعيف فی هذه العجالة واللہ المستعان فی كل حاجة وحالة واللہ تعالیٰ المستول أن يجعل آخره خيراً من أولاه ولا يجعله ممن استوی یوماہ ۲/ صفر ۱۳۶۱ھ۔

احکام المسح:

چونکہ رسالہ ہذا (رسالہ نیل المآرب فی المسح علی الجوارب) میں یہ تفصیل مکمل آگئی ہے کہ کس قسم کی جرابوں پر مسح

جائز ہے اور کس پر نہیں، مناسب معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ مسح علی الخفین کے ضروری احکام بھی لکھ دیے جائیں تاکہ عمل کرنے والوں کے لئے یہی رسالہ کافی ہو جائے۔

مسئلہ: مسح علی الخفین جائز ہے انکار کرنا اس کا فسق ہے لیکن موزے نکال کر پاؤں دھونا افضل، البتہ اگر کسی ایسے مجمع میں ہو جہاں مسح علی الخفین کو جائز ہی نہ سمجھتے ہوں تو وہاں مسح کرنا افضل ہے (درمختار، شامی: ج ۱ ص ۲۴۳)

مسئلہ: اگر وضو کے لئے پانی کم ہو کہ موزہ نکال کر پاؤں دھونے میں اتنی دیر لگ جائے گی کہ نماز کا وقت نکل جائے، تو موزہ پر مسح کرنا واجب ہو جائے گا۔ (شامی)

مسئلہ: موزہ پر مسح کے لئے شرط یہ ہے کہ موزہ پہننے والے کو وضو ٹٹنے سے پہلے طہارت کاملہ حاصل ہو تو جس شخص نے بلا وضو کے موزے پہن لئے اس کو مسح کرنا موزہ پر جائز نہیں (ہدایہ)

مسئلہ: اگر موزہ کسی جگہ سے پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا ہو جس سے چلنے کے وقت پاؤں ظاہر ہوتا ہو تو مسح اس پر جائز نہیں (شامی)

اور اگر ایک ہی موزہ میں مختلف جگہ خرق (پھٹن) ہو جو علاحدہ علاحدہ تو تین انگلیوں کی مقدار نہیں مگر سب کو ملا دیا جاوے تو تین انگلیوں کی برابر ہو جائے، اس صورت میں بھی مسح جائز نہیں اور اگر دونوں موزوں میں مختلف جگہ خرق ہیں، لیکن ہر ایک موزہ کی مجموعی خرق تین انگلیوں کے برابر نہیں تو مسح کرنا جائز ہے (شامی، درمختار وغیرہ)

مسئلہ: اگر موزہ میں کوئی طولانی خرق ایسا ہے کہ چلنے کے وقت پاؤں کھلتا نہیں اگرچہ دیکھنے سے اندر کا پاؤں نظر نہیں آتا ہو تو وہ مسح کے لئے مانع نہیں بلکہ مسح جائز ہے کیونکہ مانع مسح پاؤں کا نظر آنا نہیں ہے بلکہ کھل جانا مانع ہے۔ (درمختار، شامی)

مسح کا طریقہ:

موزوں کے مسح میں فرض، ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار ہے اور سنت یہ ہے کہ پورے ہاتھ کی انگلیوں سے اس طرح مسح کیا جاوے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں پر رکھے پھر ان کو پنڈلی کی طرف ٹخنوں سے اوپر تک کھینچ دے۔ (شامی بحوالہ قاضی خان: ج ۱ ص ۲۴۶)

مسئلہ: یہ مسح موزے کے اوپر کے حصہ پر ہونا چاہئے تلے پر مسح کرنا سنت نہیں۔ (۱) (شامی)

(۱) لیکن اگر کوئی شخص ایسا لنگڑا ہو جس کا پاؤں الٹا ہو، یعنی اوپر والا حصہ مڑ کر نیچے چلا گیا ہو اور نیچے والا اوپر آ گیا ہو، ایسے شخص کے لئے یہ تفصیل ہے کہ اگر پاؤں کے اوپر والا حصہ تین انگلیوں کے بقدر اوپر ہو تو اس پر مسح کرے گا۔ (النجیس مخطوطہ: ص ۱۴) اور اگر قدم کا اوپری حصہ پوری طرح نیچے ہو تو اسی حصہ پر مسح کرے گا اگرچہ نیچے کی جانب ہو۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹، انیس الرحمن قاسمی)

مدت مسح:

مسئلہ: مدت مسح، مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن تین رات یعنی مقیم نے جب وضو کر کے موزہ پہن لیا تو ایک دن ایک رات تک وضو ٹوٹ جانے کے باوجود اس کو موزہ نکالنے کی ضرورت نہیں بلکہ موزہ پر مسح کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اسی طرح مسافر تین دن تین رات تک اور جب یہ مدت گزر جائے تو مسح کرنا کافی نہ ہوگا بلکہ پاؤں دھونا ضروری ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کی مدت مسح ختم ہوگئی لیکن وضو اس کا باقی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ موزہ نکال کر صرف پاؤں دھو لے یا پورا وضو کر لے لیکن پورا وضو دوبارہ کر لینا اولیٰ ہے۔ (شامی عن الملتقی: ج ۱ ص ۲۵۵)

نواقض مسح:

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے نیز مسح خفین امور ذیل سے بھی ٹوٹ جاتا ہے
(۱) کسی موزہ کو نکال لینا۔ پس اگر اکثر حصہ کسی قدم کا موزہ سے باہر آ گیا یا تین انگلیوں سے زائد موزہ میں خرق پیدا ہو گیا، تو مسح ٹوٹ جائیگا اب واجب ہے کہ دونوں موزوں کو نکال کر پاؤں دھوئے۔

(۲) گزرنا مدت مسح کا۔ اس صورت میں بھی نکال کر پاؤں دھونا واجب ہے۔ (۱) (شامی)

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایسے برفستان میں ہے کہ وہاں اگر موزے نکالے جائیں تو سردی کی وجہ سے پاؤں بالکل بیکار ہو جانے کا قوی اندیشہ بغالب ظن ہو جائے تو ایسے وقت باوجود مدت ختم ہونے کے برابر اس پر مسح کرتے رہنا جائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں یہ موزہ بحکم جبیرہ ہو جاتا ہے۔ (۲) (کذا فی الدر المختار و أقره الشامی: ج ۱ ص ۵۲۵)

مسئلہ: مقیم اگر اپنی مدت ایک دن ایک رات پورا کرنے سے پہلے مسافر ہو گیا تو اب مدت سفر تین دن تین رات تک اس کو مسح کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا اور اگر مسافر بعد ختم ہونے ایک دن ایک رات کے مقیم ہو گیا تو اب وہ بدوں پاؤں دھوئے ہوئے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مسح اس کے لئے جائز نہیں رہا۔ (در مختار) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ الاحقر محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲/ صفر ۱۲۹۱ ہجری۔

(۱) مسح کی مدت پوری ہو جانے پر بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی اور وجہ سے وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اتار کر دونوں پاؤں دھوئے، پورے وضو کا دہرانا ضروری نہیں۔ اور اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو موزے اتار کر پورا وضو کرے۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۵۴، انیس)

(۲) زخمی پیر کا مسح: اگر کسی شخص کے پاؤں میں زخم ہو اور اس حصہ کو وضو میں دھونے سے ضرر ہو تو اس کے لئے اجازت ہے کہ زخم کے حصہ پر مسح کرے اور اگر پٹی بندھی ہو تو اس پر مسح کرے اور باقی حصہ کو دھو لے اور ایسا شخص اگر دونوں پاؤں میں موزہ پہن لے تو اس کے لئے موزہ پر مسح کرنا جائز ہوگا۔ اور اگر اس کے لئے زخمی پاؤں میں موزہ پہننا ممکن نہ ہو اور ایک پاؤں میں موزہ پہن رکھا ہو تو اس کے لئے موزہ پر مسح جائز نہیں ہے (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۸/۱)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۵، انیس)

میں نے مسح علی الجوز بن کی بحث پڑھی حق تعالیٰ مفتی صاحب کے اعمال اور علوم میں برکت دے نہایت تحقیق تفتیش سے جواب لکھا ہے بہر حال میرے نزدیک مفتی صاحب کی تحقیق صحیح ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب فی کل باب
شبیر احمد عثمانی دیوبندی، ۸/ صفر ۱۶۱ ہجری۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی امداد المفتین: ۲/ ۲۳۷ تا ۲۴۲)

موزہ پر بوٹ ہو تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: ہم لوگ موزہ پاتا بہ سوتی پہنتے ہیں اس کے اوپر بوٹ جوتا جو کہ ٹخنوں کو چھپائے رکھتا ہے اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سوتی جراب کے اوپر اگر چرمی موزہ وضو پر پہنا جاوے، تو مسح اس پر درست ہے اور بوٹ جوتا اگر سوتی جراب پر پہنا جاوے اور ٹخنے ڈھکے رہیں اور وہ بوٹ نیچے سے بھی طاہر ہو تو اس پر بھی مسح درست ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم: ۲/ ۳۷۱)

جراہوں کے ہوتے ہوئے موزوں پر مسح کا حکم:

سوال: اگر ایک شخص پہلے سوتی جراب پہن کر اس کے اوپر موزے پہن لے تو کیا ایسی صورت میں ان موزوں پر مسح کرنا جائز ہے؟

الجواب

صورت مسئلہ میں مسح حقیقتاً موزوں پر ہی رہتا ہے، موزوں کے نیچے جراب پہننا کوئی مانع مسح عمل نہیں، لہذا جراہوں کے ہوتے ہوئے بھی موزوں پر مسح شرعاً مقبول ہے۔

(۱) المسح علی الخفین جائز بالسنة الخ إذا لبسهما علی طهارة كاملة ثم أحدث. (هدایة، باب المسح علی الخفین: ۱/ ۵۷، ظفیر)

(قال العلامة الحصکفی: (شرط مسحه) ثلاثة أمور: الأول (كونه ساتر)..... (القدم مع الكعب) أو يكون نقصانه أقل من الخرق المانع، فيجوز علی الزربول لو مشدوداً..... (و) الثاني (كونه مشغولاً بالرجل) ليمنع سرایة الحدث..... (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعة المشی) المعتاد (فيه) فرسخاً فأكثر.

قال ابن عابدين: (قوله لو مشدوداً) لأن شده بمنزلة الخیاطة وهو مستمسک بنفسه بعد الشد كالخف المحيط بعضه ببعض فافهم، وفي البحر عن المعراج: ويجوز علی الجاروق المشقوق علی ظهر القدم وله أضرار يشدها علیه تسده لأنه كغير المشقوق وإن ظهر من ظهر القدم شيء فهو كخروق الخف آه. (الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱ ص ۱۸۲، ۱۸۳، باب المسح علی الخفین، انیس)

قال ابن عابدين: (قوله أو جرموقيه) (قوله ولو فوق خف) (قوله أولفافه) أي سواء كانت ملفوفة على الرجل تحت الخف أو كانت مخيطة ملبوسة تحته كما أفاده في شرح المنية. (ردالمحتار على الدر المختار، باب المسح على الخفين: ۱/۲۶۸، ۲۶۹) (۱)

(فتاویٰ حقانیہ: ۵۵۴/۲)

جواب سوتی کے اوپر چمڑے کا موزہ پہن کر اس پر مسح:

سوال: کیا چرمی موزوں کے اندر جن پر مسح درست ہے، آیا جراب پہننا درست ہے یا نہیں اور ان چرمی موزوں کے اندر جراب پہننے کی صورت میں مسح درست ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب

فی الدر المختار: (أو جرموقيه) ولو فوق خف أولفافه، ولا اعتبار بما في فتاوى الشاذي، لأنه رجل مجهول لا يقلد فيما خالف المنقول، في رد المحتار: ثم الذی فی هذه الفتاوى هو مانقله عنها في شرح المجمع من التفصيل، وهو أن ما يلبس من الكرباس المجرد تحت الخف يمنع المسح على الخف لكونه فاصلاً وقطعة كرباس تلف على الرجل لا تمنع لأنه غير مقصود باللبس، وقد أطل في رده في شرح المنية والدرر والبحر لتمسك جماعة به من فقهاء الروم، قال ح: وقد اعتنى يعقوب باشا بتحقيق هذه المسئلة في كراسة مبينة للجواز لما سألها السلطان سليم خان آه. (۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ سوال میں مسح درست ہے۔

امداد ج ۱ ص ۱۰، ۲۳ھ - تتمہ خامسہ ص ۶۲ (امداد الفتاویٰ جدید: ۸۱/۱-۸۲)

چرمی موزے کے نیچے جراب ہو تو مسح جائز ہے:

سوال: چمڑوں کے موزوں کے نیچے اگر سوتی یا اونٹنی جراب پہن لئے جائیں تو موزوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

بینواتو جروا۔

(۱) قال إبراهيم الحلبي: يعلم منه جواز المسح على خف لبس فوق خف مخيط من كرباس أو جوخ أو نحوهما مما لا يجوز عليه المسح لأن الجر موق إذا كان بدلاً عن الرجل وجعل الخف مع جواز المسح عليه في حكم العدم فلأن يكون الخف بدلاً عن الرجل ويجعل ما لا يجوز المسح عليه في حكم العدم أولى كما في اللقافة. (كبيرى. فصل في المسح على الخفين: ۱۱۲، ومثله في البحر الرائق، باب المسح على الخفين: ۱۸۱/۱)

(۲) ردالمحتار على الدر المختار، باب المسح على الخفين: ۱/۲۶۸، ۲۶۹، انیس

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

جائز ہے۔ قال فی البحر بعد ذکر الاختلاف: ومنہم من أفتی بالجواز وهو الحق لما قدمناه عن غاية البيان وأيده العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى في منحة الخالق بقول شارح المنية يعلم منه جواز المسح على خف لبس فوق مخيط من كرباس أو جوخ ونحوهما مما لا يجوز عليه المسح. (البحر الرائق: ۱۹۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/ رمضان ۹۸ھ (حسن الفتاویٰ: ۶۵/۲)

جس سوتی موزے پر چمڑا جوتے کے برابر چڑھالیا گیا ہے، اس پر مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: سوتی جراب پر اگر چمڑا اس طور سے چڑھالیا جاوے کہ جو حصہ جوتے میں چھپا رہتا ہے صرف اس پر چمڑا چڑھالیا ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر مسح درست ہے یا نہیں؟

الجواب

سوتی جراب پر اگر نیچے چمڑا چڑھالیا گیا ہو جیسا کہ سوال میں اس کی تفصیل درج کی گئی ہے، اس پر حنفیہ کے نزدیک مسح درست ہے، درمختار میں جو ربین متعلین پر مسح درست لکھا ہے، متعلین بھی قسم جراب کی ہے جس کے نیچے کا حصہ، جو جوتے میں چھپا رہتا ہے، اس پر چمڑا ہو۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۹/۱-۲۷۰)

جراب جو بغیر باندھے ٹھہری رہے اور اس پر دوسری جراب پہنے، تو اس پر مسح درست ہوگا یا نہیں:

سوال: (۱) جو جراب بغیر باندھے ٹھہری رہتی ہو اور اس پر مسح درست ہو، اگر اس کے اوپر کوئی دوسری جراب پہن لے خواہ وہ دبیز نہ ہو، لیکن اس طرح پہن لینے سے ٹھہری رہے تو اوپر والی جراب پر مسح کرنا درست ہے یا نہ؟

چند بار یک جرابیں تہہ بہ تہہ پہن لے تو مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: (۲) دو یا تین جرابیں جو زیادہ سخت و دبیز نہیں ہیں یکے بعد دیگرے تہہ بہ تہہ پہن لینے سے بغیر باندھے ٹھہری رہیں اور چلنے پھرنے سے بھی ٹھہری رہیں تو اوپر والی جراب پر مسح درست ہے یا نہیں؟

(۱) وصح (المسح) على الجر موق والجراب المجلد والمنعل والنخين أى يجوز المسح على الجراب إذا كان مجلداً، أو منعلاً أو تخيناً يقال جورب مجلد إذا وضع الجلد على أعلاه وأسفله وجورب منعل الذى وضع على أسفله جلدة كالنعل للقدم. (البحر الرائق، باب المسح على الخفين: ۱۹۱/۱، ظفیر)

الجواب

(۱) اگر وہ اوپر والی جراب دبیز قابل مسح نہ ہو اور نہ ایسی رقیق ہو کہ اوپر مسح کرنے سے اندر کے موزہ پر پانی کا اثر پہنچ جاوے تو اس پر مسح درست نہیں ہے۔ (۱)

(۲) اس صورت میں مسح درست نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۷۳-۲۷۴)

پلاسٹک کے موزے پر جراب ہو تو مسح جائز نہیں:

سوال: اگر پلاسٹک کا موزہ بنا لیا جائے اور اس کے اوپر سوتی جراب پہن لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب — باسم ملہم الصواب

اگر پلاسٹک کو جراب کے ساتھ ہی لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے اس کو مبطن کہا جاتا ہے۔
 إن ما كان رقيقاً منها (أى من الجلد الرقيق) لا يجوز المسح عليه اتفاقاً إلا أن يكون مجلدًا أو مبطناً (شرح المنية: ۱۲۱)

بدوں سلائی کئے جراب پر مسح جائز نہیں، اس لیے کہ مسح چرمی موزہ پر مشروع ہے اور جراب پر مسح کرنے سے موزہ پر مسح متحقق نہیں ہو، بخلاف مبطن کے کہ اس میں کپڑا اور چمڑا سلائی کے ذریعہ ایک ہو جاتے ہیں اس لیے اس پر مسح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ رمضان ۹۸ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۶۵-۶۶)

(۱) ولا يجوز المسح على الجوربين عند أبي حنيفة إلا أن يكون مجلدين أو متعلين وقالا: يجوز إذا كانا ثخينين لما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم مسح على جوربيه ولأنه يمكنه المشي فيه إذا كان ثخيناً وهو أن يستمسك على الساق من غير أن يربط بشيء فأشبهه الخف (هداية، باب المسح على الخفين: ۶۱/۱، ظفیر)
 عن مغيرة بن شعبه: توضأ رسول الله صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والتعلين... وروى هذا عن أبي موسى الأشعري عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه مسح على الجوربين وليس بالمتصل ولا بالقوى، قال: ومسح على الجوربين على وأبو مسعود والبراء وأنس وأبو أمامة وسهل بن سعد وعمر بن حريث وروى ذلك عن عمرو ابن عباس. (جمع الفوائد، المسح على الخفين: ۱۱۸، قال المحقق سليمان بن دريع العازمي: رواه أبو داود (۱۵۳) وصححه الألباني في صحيح أبي داود: ۱۴۲، انیس)

(۲) وإذا كان لم يكن منعلاً وكان رقيقاً غير جائز اتفاقاً. (البحر الرائق، باب المسح على الخفين: ۱۹۲/۱، ظفیر)
 اگر کوئی شخص چمڑے کے موزوں کے اوپر موزہ پہنے اور یہ اوپر والے موزے ایسے ہوں جن میں مسح کے شرائط نہیں پائے جاتے ہوں، لیکن ایسے باریک و رقیق ہوں، جن سے مسح کی تری تجاوز کر کے نیچے کے موزوں تک پہنچ جائے تو ان اوپر والے موزوں پر مسح جائز نہیں ہے۔

(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷، انیس)

پلاسٹک کے موزے کے استعمال کا حکم:

سوال: میں اپنے ہاتھوں سے مجبور ہوں اسی وجہ سے میں پلاسٹک کا موزہ بنوایا ہوں اپنی عافیت کے لئے نماز کے وقت اس کو پہن لیتا ہوں لیکن اکثر مصلیوں کا قول ہے کہ نماز درست نہ ہوگی، براہ کرم جواب سے مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

مجھرو وغیرہ سے حفاظت کے لئے، اس طرح کا موزہ اگر پاؤں میں ڈال دیا جائے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں نماز ہو جائے گی۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: جلد سوم ص ۴۴)

× × ×

(۱) پلاسٹک کے موزے پر مسح کرنا جائز ہوگا، بشرطے کہ اس میں موزے کے شرائط پائے جاتے ہوں۔ (طہارت کے احکام و مسائل صفحہ: ۱۴۶، انیس الرحمن قاسمی)

فرائض غسل

غسل کے فرائض ادا کئے بغیر غسل نہیں:

سوال: مسلم یا غیر مسلم غسل کے فرائض ادا کئے بغیر پاک ہو سکتا ہے؟

ہوالمصوب

مسلمان اگر ناپاک ہو جائے تو طہارت کے بعد پاک ہو جاتا ہے۔ غیر مسلم مکلف نہیں ہے، اس لئے اس کی پاکی یا ناپاکی کا اعتبار نہیں۔

نوٹ: غیر مسلم کو غسل سے جسمانی پاکی حاصل ہو جائے گی، لیکن عقیدے کی نجاست کے سبب پاکی مفید نہیں۔ (۱)

تحریر: محمد ظفر ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۳۵)

غسل میں غرغره فرض ہے یا کلی:

سوال: غسل میں کلی فرض ہے یا غرغره۔ زید کہتا ہے کہ غسل میں غرغره فرض ہے، عمر کہتا ہے کہ کلی فرض ہے؟

الجواب

غسل میں کلی کرنا فرض ہے اس طرح کہ تمام منہ میں پانی پہنچ جائے (۲) اور غرغره کرنا سنت ہے غیر صائم کے لیے۔

(۱) طہارت و پاکیزگی اللہ کو پسند ہے اور وہ نصف ایمان ہے۔ طہارت کی ایک قسم وہ ہے جو وضو سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو غسل سے حاصل ہوتی ہے۔ غسل سے نہ صرف طبیعت منشرح ہوتی ہے بلکہ ایسا ملکوتی نور حاصل ہوتا ہے جو ایمان والوں کو اپنے رب سے قریب کرتا ہے اور وہ اللہ کی نظر میں محبوب و پسندیدہ بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ“۔ (بقرہ: ۲۲۲)

اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاک صاف رہنے والے بندوں کو محبوب رکھتا ہے۔ وضو میں بدن کے ان اعضا کو دھونا فرض قرار دیا گیا ہے جو جسم کے ظاہری سرے پر ہیں۔ جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور سر کا مسح۔ اور غسل میں پورے بدن کا دھونا فرض قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ واری غسل کے بارے میں فرمایا ہے: ”حق علیٰ کل مسلم أن یغتسل فی کل سبعة أيام یوماً یغسل فیہ رأسه وجسده“۔ (رواہ البخاری و مسلم) ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن (یعنی جمعہ کے دن) غسل کرے، اس میں اپنے سر کے بالوں کو اور سارے جسم کو اچھی طرح دھوئے۔

یہ حدیث اس امر کے لیے واضح دلیل ہے کہ ایمان والوں کے بدن کی صفائی اور میل کچیل کو دور کرنے کے لیے ہفتہ واری غسل رکھا گیا ہے اور اس کا وقت جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ۱/۱۸۳)۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶، انیس)

(۲) غسل فرض ہو یا واجب یا سنت و مستحب، اسی وقت ادا ہوگا جب غسل صحیح ہو، اور غسل کی صحت کے لیے تین امور فرض ہیں۔ (۱) منہ کے اندر پانی ڈال کر کلی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈال کر دھونا (۳) پورے بدن پر پانی بہانا۔ البتہ مسنون و مستحب غسل میں اگر کوئی منہ و ناک میں پانی ڈالنا چھوڑ دے تو بھی ادا ہو جائے گا۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۲۳۴، انیس)

جیسا کہ درمختار میں ہے: (وغسل الفم) أى استيعابه الخ (والمبالغة فيهما) بالغرغرة ومجاورة المارن (لغير الصائم) لاحتمال الفساد. (۱)

غسل کے فرائض کے سلسلہ میں صاحب درمختار کے الفاظ یہ ہیں: ”(وفرض الغسل) الخ (غسل) کل (فمہ) ویکفی الشرب عباً لأن المجر ليس بشرط فى الأصح (درمختار) عبر عن المضمضة والاستنشاق بالغسل لإفادة الاستيعاب أو للاختصار كما قدمه فى الوضوء، الخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۱/۱)

غسل میں غرغره ضروری نہیں:

سوال: فرض غسل میں اگر صرف کلی کر لی، غرغره نہیں کیا روزہ کی وجہ سے، تو غسل صحیح ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب: _____ باسم ملهم الصواب

غسل میں غرغره ضروری نہیں، منہ بھر کر کلی کرنا ضروری ہے اگر منہ بھر کر کلی کر لی تو غسل ہو گیا روزہ کی حالت میں غرغره نہیں کرنا چاہئے۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى (قوله غسل كل فمه الخ) عبر عن المضمضة والاستنشاق بالغسل لإفادة الاستيعاب. (رد المحتار: ۱۴۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ / ۹۶ھ (حسن الفتاویٰ: ۳۰۲)

روزہ میں غسل جنابت میں کلی کرے یا غرغره:

سوال: روزہ میں اگر نہانے کی ضرورت ہو تو غرغره کرے یا نہیں؟

الجواب: _____

غرغره نہ کرے صرف کلی اچھی طرح کرے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۵/۱) ☆

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، سنن الوضوء: ۱۰۷/۱، ۱۰۸۔

(۲) رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۳۰/۱، ۱۳۱۔

(۳) (وغسل الفم) أى استيعابه الخ (والمبالغة) بالغرغرة ومجاورة المارن (لغير الصائم) لاحتمال الفساد. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، سنن الوضوء: ۱۰۷/۱، ۱۰۸، تظهير)

عن محمد بن سيرين قال: سن رسول الله صلى الله عليه وسلم المضمضة والاستنشاق فى غسل الجنابة ثلثاً. (الدارقطنى، باب ما روى فى المضمضة والاستنشاق فى غسل الجنابة) اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جنبی پر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے، انیس

☆ غسل جنابت میں غرغره کا حکم:

سوال: غسل میں غرغره کرنا فرض ہے؟ رمضان المبارک میں حاجت غسل کی حالت میں غرغره کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ رمضان میں غرغره کرنے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ اگر بغیر حاجت کے یونہی غسل کیا جائے تو اس وقت غرغره کا کیا حکم ہے؟

==

غسل کے کچھ پہلے والا غرغره کافی ہوگا یا نہیں:

سوال: ایک شخص کو احتلام ہوا، اس نے غرغره کر کے کھانا کھالیا، تو ابتدا میں غرغره کرنے سے فرض ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب

وہ غرغره جو کھانے سے پہلے کر لیا کافی ہو گیا۔ اگر دوبارہ وقت غسل غرغره نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے اور غرغره غسل میں فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے اگر غرغره نہ کرے منہ بھر کر کلی کرے تب بھی کافی ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۲/۱)

غسل کے مضمضہ واستنشاق کو پہلے کر لیا جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: غسل جنابت میں جو تین فرض ہیں، کلی کرنا، ناک میں پانی دینا، تمام بدن پر پانی بہانا، تو اول کے دو فرضوں کو وضو کے ساتھ کر لینا کافی ہے یا دوبارہ کرنا چاہئے۔

الجواب

غسل سے پہلے جو وضو کیا جاوے اس میں کلی غرغره اور ناک میں پانی دینا کافی ہے فرض ادا ہو جاتا ہے، دوبارہ کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۲/۱)

ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا کتنی مرتبہ فرض ہے:

سوال: غسل میں غرغره اور ناک میں پانی ڈالنا کئی مرتبہ فرض ہے۔

الجواب

ایک ایک مضمضہ واستنشاق فرض ہے اور باقی سنت ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۲/۱)

الجواب وباللہ التوفیق

==

غسل میں غرغره فرض نہیں، البتہ کلی کرنا ضروری ہے، ہدایہ میں ہے: وفرض الغسل المضمضۃ و الاستنشاق. (۲۹/۱) البتہ احتیاط اس میں ہے کہ غرغره بھی کر لیا کریں، لیکن روزہ کی حالت میں احتیاط اس میں ہے کہ غرغره نہ کریں۔ (غسل جنابت میں غیر روزہ دار کے لیے غرغره مسنون ہے۔ مجاہد۔ والمبالغة فیہما سنة أيضاً، کذا فی الکافی وشرح الطحاوی، إلا أن یکون صائماً، کذا فی التاتارخانیۃ، وہی فی المضمضۃ بالغرغرة، کذا فی الکافی. (الفتاویٰ الہندیۃ: ۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد بشیر، ۱۲/۹/۱۳۷۷ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۰۲/۲)

(۲-۱) الجنب إذا شرب الماء ولم يمجه لم يضره ويجزيه عن المضمضۃ إذا أصاب جميع فمه. (عالمگیری کشوری، فرائض الوضو: ۱۲/۱، ظفیر)

(۳) (وفرض الغسل) الخ (غسل) کل (فمه) ویکفی الشرب عباً لأن المج ليس بشرط فی الأصح. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۴۰/۱) (وسننه) کسنن الوضوء سوی الترتیب الخ. (ایضاً: ۱۴۲/۱، ظفیر)

منہ کے اندر و ظاہر کے حدود کیا ہیں:

سوال: جو کوا، زبان سے پرے ہے، وہ غسل میں ظاہر کا حکم رکھتا ہے، یا اندر کا اور منہ کا ظاہر حکم کہاں تک ہے، جس کا دھونا فرض ہے؟

الجواب

غسل میں منہ کے اندر اس حد تک دھونا فرض ہے جو کہ وضو میں مسنون ہے۔ جس کو کلی یعنی مضمضہ کہتے ہیں اور منہ اٹھا کر غرغره کرنا یہ سنت ہے فرض نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار: (وسننه) کسنن الوضوء۔ (۱) پس کوا، زبان سے پرے ہے۔ اس کو دھونا غسل میں فرض نہیں ہے، فرض اس قدر ہے جس پر اطلاق مضمضہ کا آتا ہے۔ یعنی جب پانی منہ میں کلی کے لیے لیویں تو جہاں تک سر جھکائے ہوئے بدون غرغره کے پانی پہنچ سکے وہ فرض ہے۔ الغرض کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا جو کہ وضو میں سنت ہے، غسل میں فرض ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۱/۱: ۱۵۲)

منہ بھر پانی پی لیا تو کلی کا فرض ادا ہو گیا:

سوال: اگر جنبی نے بغیر کلی کئے پانی پی لیا تو کلی کی ضرورت باقی ہے یا نہیں، اگر اب غسل کر لیا کلی نہیں کی تو غسل صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب — باسم ملہم الصواب

جنبی کے لئے کلی سے پہلے پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے اگر پی لیا اور منہ بھر کر پیا تو یہ کلی کے قائم مقام ہو جائے گا، (۳) اس لئے اب مستقل کلی کی حاجت نہیں مگر پھر بھی کلی کر لینا بہتر ہے۔

قال فی العلائیۃ: ویکفی الشرب عباً، لأن المج لیس بشرط فی الأصح، قال فی الشامیۃ: (قوله ویکفی الشرب عباً) أى لامصاً، فتح، وهو بالعين المهملة، والمراد به هنا الشرب

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، مطلب سنن الغسل: ۱۲۴/۱۔

(۲) (وفرض الغسل) الخ (غسل) کل (فمه) الخ (وأنفه) حتی مات تحت الدرن (و) باقی (بدنہ)۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۴۰/۱، ظفیر)

وحد المضمضة استيعاب الماء جميع الفم وحد الاستنشاق أن يصل الماء إلى المارن، كذا فی الخلاصة۔
؟ (عالمگیری کشوری، باب الوضوء، فصل ثانی: ۵/۱، ظفیر)

جب غسل فرض یا واجب ہو تو پورے بدن کے دھونے کے ساتھ منہ کے اندر پانی کا بہو نچانا بھی فرض ہے۔ اگر کوئی شخص منہ میں پانی نہ ڈالے تو اس کا غسل صحیح نہ ہوگا اور وہ پاک نہ ہوگا۔ (رد المحتار: ۱۵۲/۱۔ الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱۵۰/۱۔ ۱۵۱) (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ: ۲۴۶)

... وقال علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "من ترک شعراً من جسد فی الجنابة لم یغسلها فُعل بها کذا وکذا من النار"۔ (مختصر الطحاوی: ۴۱۰/۱، انیس)

(۳) اگر کوئی شخص جنبی ہو اور اس نے غسل کیا اور کلی کرنا بھول گیا مگر اس نے اپنے منہ سے خود پانی پیا اس طرح کہ پانی اس کو پورے منہ میں لگ گیا تو اس سے غسل مکمل ہو جائیگا، چاہے اس نے پانی پہلے پیا ہو یا بعد میں۔ (رد المحتار: ۱۵۳/۱۔ الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱۵۰/۱) (طہارت کے احکام ومسائل، انیس)

بجميع الفم، وهذا هو المراد بما في الخلاصة، إن شرب على غير وجه السنة يخرج عن الجنابة والإفلا، وبما قيل: إن كان جاهلاً جاز وإن كان عالماً فلا: أي لأن الجاهل يعيب والعالم يشرب مصاً كما هو السنة (قوله لأن المص) أي طرح الماء من الفم ليس بشرط للمضمضة، خلافاً لما ذكره في الخلاصة، نعم هو الأحوط من حيث الخروج عن الخلاف وبلعه إياه مكروه كما في الحلية. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۴۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۲/ ذی الحجہ ۹۶ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳۱/۲)

غسل میں کلی کرنا یا دنہ رہا تو جب یاد آئے کر لے:

سوال: ایک شخص نے غسل جنابت کیا لیکن دوران غسل کلی کرنا بھول گیا غسل کے بعد اس کو یاد آیا، اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں فرمائیں کہ آیا اس کا غسل ہوا یا نہیں؟

الجواب

جس وقت بھی یاد آئے کلی کر لے۔ (۱) دوبارہ غسل کرنے کی حاجت نہیں۔

ولو تركها أي المضمضة ناسياً فصلی ثم تذكر يتمضمض ويعيد ما صلى. (منية المصلى: ۲۸) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۱/ ۱۱/ ۱۴۰۷ھ۔ الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء (خیر الفتاویٰ: ۸۰/۲)

غسل میں کلی بھول گیا:

سوال: غسل میں کلی کرنا بھول گیا بعد میں یاد آیا تو از سر نو غسل کرے یا کہ صرف کلی کر لے؟

الجواب: باسم ملهم الصواب

جس وقت بھی یاد آجائے کلی کر لے، دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

ولو تركها (أي المضمضة) ناسياً فصلی ثم تذكر يتمضمض ويعيد ما صلى. (منية: ۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰ محرم ۸۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳۳/۲)

غسل میں دانت کی میخوں کا حکم:

سوال (۱): جو لوگ اپنے دانتوں میں چاندی یا سونے کی میخیں جڑوا لیتے ہیں، آیا غسل کے وقت وہاں پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے ان کا غسل صحیح ہو جائے گا یا جنابت باقی رہے گی؟

(۱) اگر کوئی شخص جنبی ہو اور وہ غسل میں کلی کرنا بھول جائے، تو پھر جب اس کو یاد آئے، وہ کلی کر لے، غسل صحیح ہو جائے گا۔ (رد المحتار: ۱/ ص: ۱۵۳، الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱۵۶/۱) (طہارت کے احکام ومسائل: ۱- انیس)

غسل میں چاندی کے اس تار کا حکم جو دانت میں ہے:

سوال (۲): بعض فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر دانتوں کو چاندی کے تار سے بوجھ ملنے کے باندھ لیا جاوے تو جائز ہے، اس صورت میں اگر تار کے نیچے پانی نہ پہنچے گا تو غسل درست ہوگا یا نہیں؟

عارضی دانت کا غسل میں نکالنا ضروری ہے یا نہیں:

سوال (۳): جو لوگ عارضی دانت لگوا لیا کرتے ہیں آیا غسل کے وقت ان کا اُتارنا ضروری ہے یا بدوں اُتارنے کے ان کا غسل درست ہوگا؟

الجواب

(۱) اگر پانی اندر پہنچ جاوے، تو غسل صحیح ہے اور اگر پانی اندر نہ پہنچے تو شارح منیہ کی تحقیق یہ ہے کہ غسل صحیح نہ ہوگا، لہذا بلا ضرورت میخیں نہ لگانی چاہئیں۔ (۱)

(۲) اگر دانتوں کے ملنے کی وجہ سے چاندی سونے کا تار باندھا تو اس میں غسل صحیح ہے، کیوں کہ یہ بوجھ ضرورت کے ہے۔ (۲)

(۳) ان کو نکالنے کی ضرورت نہیں ہے غسل صحیح ہو جاوے گا اور اگر علیحدہ کر کے غسل کرے تو یہ احوط ہے۔ (۳)

(فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۴/۱، ۱۵۵)

جو دانت گر گیا اور اسے اٹھا کر تار سے جمادیا، غسل جنابت میں کیا کوئی حرج ہے:

سوال: ایک شخص کا دانت گر گیا، جس کو اٹھا کر اسی جگہ کسی تار سے، یا دھاگہ سے جمادیا ہے، اس صورت میں

(۱) (و) لا یمنع (ما علی ظفر صباغ و) لا (طعام بین أسنانه) أوفی سنه المجوف، به یفتی، وقیل إن صلباً منع وهو الأصح. وفي الشامی: صرح به فی شرح المنیة وقال لا امتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والخرج، انتهى، (الدر المختار مع رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۴۳/۱، ظفیر)

(۲) والصرام والصباغ ما فی ظفرهما یمنع تمام الاغتسال وقیل کل ذلك یجزیهم للخرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع کذا فی الظهیریة. (عالمگیری، الباب الثانی فی الغسل: ۱۳۱/۱، ظفیر)

(۳) کسی نے دانتوں کی جگہ پر مصنوعی دانت بنوا کر لگا رکھے ہوں جیسے آج کل رواج ہے، تو ان دانتوں کو ہٹا کر ان کی جگہ کوکلی کرتے ہوئے دھونا ضروری ہے۔ (رد المحتار: ۱۵۵/۱)۔ (طہارت کے احکام و مسائل)

قال العلامة الحصکفی: (ویجب)..... (غسل) کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرة کأذن و (سرة وشارب و حاجب و) أنشاء (لحیة) و شعر رأس و لو متلبداً لما فی "فالتطهر و" من المبالغة (و فرج خارج) لأنه کالقلم لا داخل لأنه باطن ولا تدخل أصبعها فی قبلها، به یفتی (لا) یجب (غسل ما فیہ حرج کعین) وإن اکتحل بکحل نجس (و ثقب انضمام و) لا (داخل قلفة) یندب هو الأصح قاله الکمال، وعلله بالخرج فسقط الإشکال، وفي المسعودی: إن أمکن فسخ القلفة بلامشقة یجب وإلا لا. (الدر المختار علی صدر رد المحتار: جلد ۲، ۱۵۲، ۱۵۳، مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

غسل جنابت میں تو کچھ حرج نہیں ہے؟

الجواب

ٹوٹے ہوئے دانت کو خواہ تار سے باندھے یا دھاگہ سے غسل میں کچھ حرج نہیں ہوگا۔ غسل میں مضمرہ کر لینا کافی ہے۔ دانتوں کی جڑ میں پانی پہنچانا مقصود اور ضروری نہیں ہے اور جس امر میں حرج ہو وہ شرعاً معاف ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۵۶)

غسل میں مصنوعی دانتوں کا حکم:

سوال: بعض لوگوں کے دانت ملتے ہیں اور بعض کے تو بالکل گر جاتے ہیں اس کے بعد یہ لوگ سونے کے خول چڑھاتے ہیں اب جبکہ غسل کی حاجت پیش آتی ہے تو کیا غسل کے وقت اس خول کو نکالنا ضروری ہے یا نہیں اور اکثر یہ بہت مضبوط ہوتے ہیں بغیر ڈاکٹر کے نکالنے کے نہیں نکل سکتے اور بہت ہی مشکل ہوتا ہے تو اس کو درن و عجین پر قیاس کر سکتے ہیں یا نہیں؟ عجین کا تو اتارنا آسان ہے لیکن یہ تکلیف مالا یطاق کے قبیل سے ہے۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

ایسا خول لگانا ضرورت میں داخل ہے اور اتارنے میں حرج ہے۔ ”وہو مدفوع شرعاً“ لہذا ابدوں اتارے غسل صحیح ہو جائیگا۔ ونظائرہا مشہورۃ وفی کتب القوم مسطورۃ، بل نصواعلیٰ جواز اتخاذ الأسنان من الذهب وشدہابہ ولو کان مانعاً عن صحۃ الغسل لما أفتوا بہ۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۶ رمضان المبارک ۸۸ھ (حسن الفتاویٰ: ۳۲۱-۳۳)

مصنوعی دانت لگا کر وضو و غسل:

سوال: کیا چوکرٹ لگا کر اور ایک دانت فکس کرنے کے بعد وضو ہو جاتا ہے، یا چوکرٹ لگانا ضروری ہے، اور دانت فکس کرنا غلط ہے؟ (ع، ح، خاں، گوکنڈہ)

الجواب

چوکرٹ لگانا اور فکس کرنا علاج کے قبیل سے ہے، اور اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ دانت فکس ہو جانے کے بعد اس کی حیثیت جسم کے مستقل عضو کی ہے، اس لئے اس پر پانی کا پہنچ جانا کافی ہے، اور چوکرٹ اچونکہ لگایا اور نکالا جاسکتا ہے، اس

(۱) والصرام والصباغ ما فی ظفرہما یمنع تمام الاغتسال وقیل کل ذلک یجزیہم للحرج والضرورة ومواضع

الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع، کذا فی الظہیریۃ. (عالمگیری کشوری، الباب الثانی فی الغسل: ۱۲۱، ظفیر)

(۲) ردالمختار: ۵/۳۱۹، کتاب الحظر والإباحۃ. انیس

لئے اس کی حیثیت جسم کے مستقل عضو کی نہیں ہے، چوکڑے کی وجہ سے مسوٹھے کے جس حصہ میں پانی نہیں پہنچ پائے، وہ حصہ گویا خشک رہ گیا، غسل جنابت میں کلی کرنا واجب ہے، لہذا چوکڑا لگا کر اگر غسل واجب کرے، تو غسل درست نہ ہوگا، چوکڑا نکال کر کلی کرنا ضروری ہوگا، اسی طرح مصنوعی دانت لگا کر وضو کرے تو وضو درست ہو جائے گا، کیونکہ وضو میں کلی فرض نہیں، لیکن وضو کی سنت پوری طرح ادا نہ ہو پائے گی۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۴۹)

غسل میں مصنوعی دانت نکالنے کا حکم:

سوال: جب آدمی کے دانت ٹوٹ جاتے ہیں تو وہ نئے دانت بنواتا ہے جن کو منہ سے نکالا بھی جاسکتا ہے۔ تو کیا غسل کرتے وقت ان دانتوں کو نکالنا ضروری ہے یا کہ منہ میں ہوتے ہوئے بھی غسل ہو جائے گا۔ اگر غسل کرتے وقت ان کو اتار جائے تو دانتوں کے کھلا ہونے کا خطرہ ہے جس سے بعد میں دقت اور تکلیف ہوتی ہے کہ وہ منہ میں جم کر قائم نہیں رہتے۔ کیا اس عذر کی وجہ سے ان کے منہ میں رہنے کی صورت میں غسل کر سکتا ہے؟ واضح طور پر تفصیل سے بیان کریں۔ بینواتو جروا۔

الجواب

بہتر اور احوط یہی ہے کہ ان کو اتار کر غسل کیا جائے۔ اگر ایسے بھی غسل کرے گا تو بھی صحیح ہو جائے گا۔ کذا فی فتاویٰ دارالعلوم: ج ۱ ص ۱۴۳، (۱) فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان، الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافقا۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۸۳)

دانت کی کیل غسل کے لیے مانع نہیں:

سوال: اگر دانتوں کی کیلوں کو اوپر سے رگڑ لیوے۔ آیا جو سوراخوں میں کیل کا سراگھستا ہے وہ تو نکل نہیں سکتا۔ آیا اس طرح سے غسل درست ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جو حصہ کیل کا دانت کے اندر داخل ہے اور وہ نہیں نکل سکتا وہ مانع غسل سے نہ ہوگا اور غسل ہو جاوے گا بوجہ مجبوری کے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۵۷)

(۱) (لا یجب) (غسل ما فیہ حرج کعین) وإن اکتحل بکحل نجس (وثقب انضم و) لا (داخل قلفة) یندب هو الأصح قاله الکمال، وعلله بالخرج فسقط الإشکال، وفي المسعودی: إن أمکن فسخ القلفة بلامشقة یجب وإلا لا. (الدرا المختار علی صدر الدر المختار: جلد ۱ ص ۱۵۲، ۱۵۳، مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

(۲) والصرام والصباغ ما فی ظفرهما یمنع تمام الاغتسال وقیل کل ذلک یجزیهم للخرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع کذا فی الظهیریة (عالمگیری کشوری، الباب الثانی فی الغسل: ۱۲/۱، ظفیر)

داڑھ میں چاندی بھرنا منع غسل ہے یا نہیں:

سوال: بعض مرتبہ داڑھ میں کیڑا لگ جاتا ہے تو ڈاکٹر اس کے کھوکھلا ہونے کی وجہ سے چاندی بھر دیتے ہیں، تو غسل میں کوئی کمی تو نہیں واقع ہوگی؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

کمی واقع نہیں ہوگی، غسل صحیح ہو جائے گا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۸/۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۵-۸۱)

سونے کا دانت لگانا اور غسل کا حکم:

سوال: سونے کا دانت جیسا آج کل لوگ بنواتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ دوسرے دونوں طرف کے دانتوں پر بھی خول چڑھ جاتا ہے غسل کی حالت میں خولوں کے اندر پانی نہیں پہنچ سکتا اور نہ یہ خول اتر سکتے ہیں، ایسے دانت لگوانے شرعاً جائز ہیں یا نہیں، غسل ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب:

ضرورت کی بنا پر یہ دانت لگوانا جائز ہے محض زینت کے لیے لگوانا مکروہ ہے، ☆ غسل دونوں حالتوں میں

(۱) والأصل وجوب الغسل إلا أنه سقط بحرج. (رد المحتار: ۱۵۳/۱، أبحاث الغسل، وكذا في الفتاوى العالمية: ۱۳/۱، فرائض الغسل، رشيدية، وكذا في التاتارخانية: ۱۵۲/۱، باب الغسل، إدارة القرآن، كراچی، وكذا في الحلبي الكبير: ۴۹، باب الغسل، سهيل اكيڈمی لاهور، وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح: ۲۲، تمام أحكام الوضوء، قديمي)

اگر کسی نے سونے یا چاندی وغیرہ کے بعض دانت لگا رکھے ہوں اور ان کو غسل کے وقت نکالنا دشوار ہو تو بغیر نکلے کلی کر لینا جائز ہو جائے گا۔ (رد المحتار: ۱۵۵/۱) طہارت کے احکام ومسائل: ۱- انیس

☆ دانتوں میں سونے اور چاندی کی میخ لگانے کا حکم:

سوال: دانتوں میں سونے اور چاندی کی میخ لگانا کیسا ہے؟

الجواب:

ضرورت کے واسطے درست ہے، ورنہ ناجائز۔ (ولایت شد سنہ المتحرک (بذهب بل بفضة) وجوزهما محمد (قوله وجوزهما محمد) أي جوز الذهب والفضة أي جوز الشد بهما وأما أبو يوسف رحمة الله عليه فقيل: معه وقيل: مع الامام. (رد المحتار: ۳۱۸/۵، انیس) فقط۔ بدست خاص ص: ۳۸۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۳۸۰)

☆ دانت میں سونے یا چاندی کا تار بندھوانا:

سوال: جس شخص کا دانت ٹوٹ گیا ہو تو وہ سونے یا چاندی کا دانت لگوا سکتا ہے یا نہیں، یا جس کا دانت ہلتا ہو تو وہ چاندی یا سونے کے تار سے بندھوا سکتا ہے یا نہیں؟

درست ہو جائے گا کیوں کہ یہ دانت لگنے کے بعد جسم کا حکم لے لیتے ہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۶۵/۲)

دانت پر خول اور غسل کا حکم:

سوال: منہ میں سامنے کے دانتوں میں سے ایک کو کسی وجہ سے ڈاکٹر نے نکال دیا اور اس کے بدلے میں نقلی دانت لگوانے کا ارادہ ہے۔ یہ دانت دو قسم کے ہوتے ہیں: ان میں ایک ایسا ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت نکالا اور لگایا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر غسل کرتے وقت نکال کر غرارہ کر لیا جائے۔ اور دوسری قسم ایسی ہوتی ہے کہ وہ دوسرے ساتھ والے دانت پر سونے یا دوسری دھات کا خول چڑھا دیا جاتا ہے اور اسی خول کے سہارے دوسرا نقلی دانت سیٹ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ چھوٹے مصالحہ کا پلاسٹک وغیرہ کا دانت چسپاں رہتا ہے، بوقت ضرورت یہ نقلی دانت اور سونے وغیرہ کا خول جو حقیقی دانت پر چڑھا ہوتا ہے باہر نکال انہیں جاسکتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر غسل کیا جائے تو کیا غسل ہو جائے گا؟ جبکہ ڈاکٹر مؤخر الذکر دانت کی قسم لگوانے کو بہتر بتاتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جب کہ اس کو نکال انہیں جاسکتا تو اس مجبوری کی حالت میں غسل درست ہو جائے گا۔ (۲) اگر خول سونے کا نہ ہو تو بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۸۱۷-۸۲)

دانت پر کسی بھی چیز کا خول لگانے کی صورت میں وضو و غسل:

سوال: زید اور عابد کے درمیان اس بات پر گفتگو ناگوار حد تک پہنچی ہوئی ہے، زید کا کہنا ہے: آدمی اپنے دانت پر خول چڑھائے، چاہے سونا ہو یا چاندی یا اسٹیل ہر صورت میں حرام ہے، اس کی نماز اور غسل جنابت کچھ بھی ادا

الجواب

==

دونوں صورتیں جائز ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لو تحركت سن رجل وخاف سقوطها فشدھا بالذهب أو بالفضة لم يكن به بأساً عند أبي حنيفة وأبي يوسف، ج ۴ ص ۱۰۲۔ (ترجمہ: اگر کسی کا دانت ہلنے لگے اور اسے ڈر ہو کہ گر جائے گا، لہذا اس نے دانت کو سونے یا چاندی (کے تار) سے باندھا تو اس میں امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے)۔ (فتاویٰ احیاء العلوم، جلد اول صفحہ ۲۶۹)

(۱) ولا يشتد سنہ المتحرک (بذهب بل بفضة) وجوزهما محمد (قوله وجوزهما محمد) أي جوز الذهب والفضة أي جوز الشد بهما وأما أبو يوسف رحمه الله عليه فقيل: معه وقيل: مع الامام. (رد المحتار: ۳۱۸/۵، انیس)

(۲) (ولا يمنع الطهارة) (ونیم) أي خراء ذباب وبر غوث لم يصل الماء تحته (وحناء) (ولو جر مه، به یفتی الدر المختار) قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله به یفتی): صرح به فی المنیة عن الذخيرة فی مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة. (رد المحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، سعید، وكذا فی الحلبي الكبير: ۴۹، باب الغسل، سهيل اكيڤمي لاهور، وكذا فی الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۶۳، فصل تمام أحكام الوضوء، قديمي)

نہیں ہوتا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور عابد کا کہنا ہے کہ ٹوٹا ہوا دانت چاہے پلاسٹک پر خول چڑھا کر دانت کو جمائے کوئی حرج نہیں ہے، سونے کا ہو یا چاندی کا یا اسٹیل کا، ہر صورت میں جائز ہے، غسل اور وضو میں کوئی فرق نہ پڑے گا؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

اگر بغیر خول چڑھائے دانت کا قائم رہنا دشوار ہو تو چاندی کا چڑھا لینا درست ہے، غسل کے وقت اس کو اتارنے سے معذوری ہو تو بغیر اتارے بھی غسل درست ہو جائے گا، نماز بھی درست ہو جائے گی۔ (۱) سونے کے خول میں اختلاف ہے، احتیاط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۸۲۵-۸۳)

دانتوں پر سونا یا چاندی وغیرہ کا خول اور وضو و غسل کا حکم:

سوال: دانتوں کے اندر سوراخ ہو جاتے ہیں اور اس میں غذا کے ذرات داخل ہو کر تکلیف اور درد کا موجب بن جاتے ہیں اس سے بچنے کے لیے ڈاکٹروں نے ایک علاج تجویز کیا ہے کہ سونا یا چاندی یا سیسہ یا سیمنٹ وغیرہ سے ان سوراخوں کو پر کر دیا جائے تاکہ غذا کے ذرات داخل نہ ہوں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ سوراخوں کو بند کرنے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ غسل جنابت میں غرغره کے وقت پانی سوراخوں میں نہیں جاتا، تو اس سے غسل جنابت میں خلل ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب _____

جبکہ بطور علاج دانت کے سوراخوں میں چاندی یا سونا یا سیسہ یا سیمنٹ وغیرہ ڈال کر انہیں بند اور پُر کر دیا جاتا ہے تو وہ ڈالی ہوئی چیز بدن کا جزو بن جاتی ہے اور غسل اور وضو میں اس چیز کو پانی پہنچانا کافی ہو جاتا ہے اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے۔ حدیث اور فقہ میں سونے، چاندی کے تاروں سے شکستہ دانتوں کو باندھنے اور چاندی سونے کی

(۱) (ولا یمنع) الطہارة (ونیم) أى خیر ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته (وحناء) ولو جرّمه، به یفتی (الدر المختار) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله به یفتی): صرح به فی المنیة عن الذخیرة فی مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة. (رد المحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، سعید، وكذا فی الحلبي الكبير: ۴۹، باب الغسل، سهیل اکیڈمی لاہور، وكذا فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۶۳، فصل تمام أحكام الوضوء، قدیمی)

(۲) قال العلامة الحصكفی رحمہ اللہ تعالیٰ: (ولا یشد سنہ) المتحرک (بذهب بل بفضة). (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۶۲-۳۶۱/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس، سعید) یعنی یحل شد السن المتحرک بالفضة ولا یحل بالذهب. (البحر الرائق: ۳۵۰/۸، كتاب الكراهية، رشیدیة)

ناک بنوانے کی اجازت منقول ہے، ظاہر ہے کہ اس کے اندرونی حصہ میں پانی نہ پہنچے گا۔

”بستن دندان شکستہ بہ تار نقرہ جائز است نہ بہ تار زر، و نزد صاحبین بہ تار زر ہم جائز است“۔ (مالا بدمنہ)

(ولایت سند سنہ) المتحرک (بذهب بل بفضة) وجوزهما محمد (در مختار: ۵/۳۱۷ و ۳۱۸). (قوله وجوزهما محمد): أي جوز الذهب والفضة أي جوز الشد بهما وأما أبو يوسف فقيل معه وقيل مع الإمام. (شامي: ۵/۳۱۸) (ويتخذ أنفاً منه) لأن الفضة تنتنه (در مختار: ۵/۳۱۸) (قوله لأن الفضة تنتنه): الأولى تنتن بلا ضمير (إلى قوله) وأصل ذلك ما روى الطحاوي بإسناده إلى عرفجة بن سعد أنه أصيب أنفه يوم الكلاب في الجاهلية فاتخذ أنفاً من ورق فأتتن عليه فأمره النبي صلى الله عليه وسلم: أن يتخذ أنفاً من ذهب ففعل.... أي وفي التاتارخانية: وعلى هذا الاختلاف إذا جدد أنفه أو أذنه أو سقط منه فأراد أن يتخذ سنناً آخر فعند الإمام يتخذ ذلك من الفضة فقط وعند محمد من الذهب أيضاً أه. (شامي: ۵/۳۱۸) فقط والله أعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳/۱۰۹)

غسل کے وقت کھوکھلے دانت میں پانی پہنچانا فرض ہے یا نہیں:

سوال: حضور میرے منہ کے اندر ایک دانت میں کیڑا پکڑا اور کھایا، اب فوق کی طرف سے دانت کے پیچوں بیچ ایک سوراخ ہو گیا ہے، کچھ کھانے پینے کی چیز اس کے اندر گھسکتی ہے وہ نکالنے میں مشکل یعنی آلہ درکار ہوتا ہے، نکالنے کے بعد پھر کوئی چیز کھانے یا پینے سے دانت میں درد معلوم ہوتا ہے، ٹھنڈا پانی پہنچنے سے تکلیف ہوتی ہے، اب فرض غسل یا وضو کرنے کے وقت وہ سوراخ مذکور میں پہنچی ہوئی چیز نکالنی پڑے گی یا بغیر نکالے وضو اور فرض غسل ادا ہوگا، اس سوراخ میں پانی پہنچانا فرض ہے یا نہیں؟

الجواب

قال في مراقي الفلاح في بيان فرائض الغسل: وغسل الفم والأنف آه قال الطحطاوي: أي بدون مبالغة فيهما فإنها سنة فيه على المعتمد ولو كان سنه مجوفاً فبقي فيه طعام أو بين أسنانه أو كان في أنفه درن رطب أجزاء، آه. (ص: ۵۹)

غسل کی حالت میں دانت کے سوراخ میں پانی پہنچانا فرض نہیں اور پہنچائے تو اچھا ہے۔

(امداد الاحکام جلد اول ص ۳۵۸ تا ۳۵۹)

داڑھ میں مسالہ بھرا ہو تو غسل کا حکم:

سوال: ایک شخص ہے اس کی داڑھ کھوکھلی ہے، ڈاکٹر مسالہ بھرنے کو کہتا ہے جس کے نیچے ظاہر ہے کہ غسل کے

وقت پانی نہیں پہنچ سکتا جبکہ کلی فرض ہے، داڑھ کا کھوکھلا پن بڑھتا جا رہا ہے، تب کیا کریں؟

الجواب: ————— حامداً ومصلیاً

اگر مسالہ بھرنا ضروری ہے اور پھر اس کے نیچے پانی نہیں پہنچ سکتا تو بھی کلی کافی ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۸۳/۵)

دانت کے سوراخ کو مصالحہ سے پر کرنا مانع غسل نہیں ہے:

سوال: شق دندان را داکتر پر کردہ است، بعض مولوی صاحبان در بارہ غسل فرمودہ اند کہ غسل مے شود وبعضے گفته اند نمیشد، اکنون محترم شما مارا ہدایت دہید کہ صحیح خیال چیست؟ بیوا تو جروا۔

(المستفتی: عبدالباقی افغانستان ۲۴/شعبان ۱۴۰۳ھ)

الجواب

غسل بلا شک وشبہ جائز است زیرا نچہ خالی کردن سوراخ در وقت هر غسل حرج عظیم است کہ در شرع شریف مرفوع است۔

نظیرہ ما فی الہندیۃ: جلد ۵ ص ۳۳۶: ”من شد السن بالذهب والفضۃ“۔ (۲)

وما فی غسل شرح التنویر: ”وثقب انضم“۔ قلت: فہذا أشد حرجاً منه۔ (۳) فافہم

(فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۷۱-۷۲)

(۱) (ولایمنع) الطہارۃ (ونیم) أى خیر ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته (وحناء) ولوجرمہ، بہ یفتی (الدر المختار) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله بہ یفتی): صرح بہ فی المنیۃ عن الذخیرۃ فی مسئلۃ الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة۔ (رد المحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، سعید، وكذا فی الحلبي الكبير: ۴۹، باب الغسل، سهيل اكيڈمی لاہور، وكذا فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۶۳، فصل تمام أحكام الوضوء، قدیمی)

(۲) وفي الہندیۃ: قال محمد رحمہ اللہ فی الجامع الصغير: ولا يشد الأسنان بالذهب ويشدها بالفضۃ يريد بہ إذا تحركت الأسنان وخيف سقوطها فأراد صاحبها أن يشدها يشدها بالفضۃ ولا يشدها بالذهب وهذا قول أبي حنيفة رحمہ اللہ وقال محمد رحمہ اللہ يشدها بالذهب أيضاً... وذكر الحاکم فی المنتقى: لو تحركت سن رجل وخاف سقوطها فشدّها بالذهب أو بالفضۃ لم يكن به بأس عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما اللہ تعالیٰ الخ۔ (فتاویٰ ہندیۃ: جلد ۵ ص ۳۳۶، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضۃ)

(۳) قال العلامة الحصكفی: (لا) يجب (غسل ما فيه حرج كعين) وإن اكتحل بكحل نجس (وثقب انضم و) لا (داخل قلقة)۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار: جلد ۱ ص ۱۰۷، مطلب فی أبحاث الغسل)

ڈلی دانت میں رہتے ہوئے غسل کا حکم:

سوال: ڈلی کا ٹکڑا اگر دانتوں میں اٹک جائے تو غسل جنابت ہوگا یا نہیں؟ اور وضو اس صورت میں مکروہ تو نہ ہوگا؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

اگر اس ریزہ کے باوجود پانی پہنچ جاتا ہے تو غسل جنابت درست ہو جاتا ہے اور وضو میں بھی کراہت نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۸۳/۵-۸۳)

وضو اور غسل کی حالت میں منہ کے اندر کوئی ریزہ ہو اور نہ نکالے تو غسل درست ہے یا نہیں:

سوال: اگر کسی کے منہ میں پان کا ریزہ یا سپاری کا ٹکڑا ہو اور وضو غسل کے وقت اس کو نہ نکالے، تو وضو اور غسل درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب _____

نماز ہو جاتی ہے۔ (۲) (اور یہ وضو اور غسل درست ہے۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۷/۱)

چھالی اٹک جائے تو اس کے ساتھ غسل ہو جاتا ہے یا نہیں:

سوال: ڈاڑھ کے درمیانی سوراخ میں اگر چھالی اٹک جاوے تو بغیر نکالے غسل جنابت درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب _____

صحیح ہے اگر آسانی سے نکل سکتا ہو تو نکال دینا چاہئے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۴/۱)

دانتوں پر مسی لگانا:

سوال: عام طور سے عورتیں دانتوں پر مسی لگاتی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں اور جواز کی صورت میں وضو یا غسل کے

(۱) بخلاف نحو عجین، (و) لا یمنع (ما علی ظفر صباغ و) لا (طعام بین أسنانه) أوفی سنه المجوف، به یفتی، وقیل إن صلباً، منع، وهو الأصح. الدر المختار (قوله بخلاف نحو عجین): أی کعلک وشمع وقشر سمک وخبز ممضوغ متلبد، جوهره الخ نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیة فی العجین واستظهر المنع لأن فیہ لزوجة وصلابة تمنع نفوذ الماء، الخ. (رد المحتار: ۱۵۴/۱)، أبیحات الغسل، سعید، وکذا فی الحلبي الكبير: ۴۹، فرائض الغسل، سهیل اکبڈمی لاہور، وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱۳/۱، الباب الثانی فی الغسل، رشیدیہ

منہ کے اندرونی حصہ میں دانت، زبان سب داخل ہیں اگر دانتوں کے درمیان شکاف ہو اور ان میں کھانے کا کوئی حصہ داخل ہو تو غسل کرتے وقت اس کو نکال دینا چاہیے اور اگر نہ نکال سکے تو بھی غسل جائز ہے۔ (رد المحتار: ۱۵۴/۱)۔ طہارت کے احکام و مسائل: - انیس)

(۲-۳) ولو كان سنه مجوفاً فبقی فیہ أوبین أسنانه طعام أودرن رطب فی أنفه ثم غسله علی الأصح کذا فی الزاهدی، والاحتیاط أن یخرج الطعام عن تجویفه ویجرى الماء علیه، هکذا فی فتح القدیر. (عالمگیری مصری، الباب الثانی فی الغسل: ۱۳/۱)

وقت دانتوں میں خلال کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب

مسی لگانا جائز ہے اور بوقت وضو خلال کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ وضو میں کلی فرض نہیں ہے اور بوقت غسل کچھ تفصیل ہے۔ مجمع الانہر شرح ملتقى الأبحر میں ہے:

ولو بقى العجين فى الظفر فاغتسل لا يكفى فى الدرن والطين يكفى لأن الماء ينفذ وكذا الصبغ والحناء، انتهی.

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز پانی کو بدن تک پہنچنے سے مانع ہو تو اس کا ازالہ ضروری ہے۔ ورنہ ضروری نہیں۔ خزانة الروایۃ میں یہی مذکور ہے اور ذخیرہ میں ہے:

قال الفقيه أبو الليث: قد قيل فى القروى يكون فى ظفره شىء أنه لا يجوز وضوءه وغسله وفى المدنى لا يجوز لأن القروى يكون فى أظفاره طين ولا يمنع وصول الماء فأما المدنى يكون فى أظفاره دسومة وأنها مانعة وصول الماء، انتهی.

اور تنوير الابصار، در مختار، رد المحتار میں ہے:

(ولا يمنع) الطهارة (ونیم) أى خرق ذباب وبر غوث لم يصل الماء تحته، وفى الشامى: لأن الاحتراز عنه غير ممكن، حلیة، (وحناء) ولو جرمه، به یفتی، وفى الشامى: صرح به فى المنية عن الذخيرة فى مسألة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة، قال فى شرحها: ولأن الماء ينفذه لتخلله وعدم لزوجه وصلابته، والمعتبر فى جميع ذلك نفوذ الماء ووصوله إلى البدن، آه (ودرن ووسخ) عطف تفسیر، وكذا دهن ودسومة (وتراب) وطين ولو (فى ظفر مطلقاً) أى قروياً أو مدنياً فى الأصح بخلاف نحو عجين. وفى الشامى: أى كعلك وشمع وقشر سمک وخبز ممضوغ متلبد، جوهرة، لكن فى النهر: ولو فى أظفاره طين أو عجين فالفتوى على أنه مغتفر قروياً كان أو مدنياً انتهی، نعم ذكر الخلاف فى شرح المنية فى العجين واستظهر المنع لأن فيه لزوجة وصلابة تمنع نفوذ الماء. (و) لا يمنع (ما على ظفر صباغ و) لا (طعام بين أسنانه) أو فى سنه المجوف، به یفتی، وقيل إن صلباً منع، وهو الأصح. وفى الشامى: صرح به فى شرح المنية وقال لا تمتنع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والخرج، انتهی. (۱)

اور مرآتى الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

ولا بد من زوال ما يمنع دخول الماء للجسد كشمع وعجين، انتهی.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسی اس قدر لگائی کہ دانتوں کے درمیان جم کر رہ گئی اور پانی کا اثر جسم تک نہیں پہنچ سکا

تو اس مسی کو اتارے بغیر غسل صحیح نہ ہوگا۔ (فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو: ص ۱۸۲-۱۸۳)

مرد یا عورت کے لیے مسی لگانے کا حکم:

سوال: عورت یا مرد کو مسی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مرد کو مسی حرام، عورت کو درست، مگر دانتوں میں جرم مسی کا نہ جئے، اگر جئے گا تو غسل سے پاک نہ ہوگا۔ (۱) فقط بدست خاص سوال: ۹۹۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ص ۳۸۱)

غسل میں جمی ہوئی مسی مانع طہارت ہے:

سوال: مسی کا استعمال عورتوں کو جائز ہے یا نہیں اس سے جو ریختیں دانتوں میں جم جاتی ہیں اور وضو اور غسل میں پانی دانتوں کے نیچے نہیں پہنچتا، مانع طہارت ہے یا نہیں، اگر کوئی قصد دانتوں میں ایسا مصالحہ لگائے کہ بلا دانت جدا ہوئے وہ مصالحہ جدا نہ ہو، اس میں کچھ قباحت شرعی ہے یا نہیں؟

الجواب

مسی اگر جم جائے تو مانع وضو نہیں مگر مانع غسل ہے، (۲) اور اگر قصد کسی دوا سے خالی جگہ کو بھر کر ہموار کیا گیا ہے تو اس کا حکم مثل جزو بدن کے ہو گیا وہ مانع صحت غسل کو نہیں ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ۲۳۹-۲۴۰)

دانتوں کے اندر اگر منجن وغیرہ گھس جاوے تو غسل کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زاک یعنی پھٹکری ۲ تولہ، کتھہ ۲ تولہ، نیلا تھوتھہ ۶ ماشہ کا منجن بنایا گیا جو امراض دندان کو بہت مفید ہے لیکن مسی کی طرح سیاہ ہو جاتے ہیں، آیا یہ سیاہی مثل دھڑی مسی کے مثل وضو وغسل ہوگی؟

الجواب

جو چیز مانع وصول آب نہ ہو مثل طہارت نہیں اسی طرح جو مانع ہو مگر ضرورت ہو وہ بھی مثل نہیں۔

فی الدر المختار: (ولا یمنع) الطہارة (ونیم)..... (وحناء) ولو جرّمہ، بہ یفتی۔ فی رد

(۲-۱) (و لا یمنع) (ما علی ظفر صباغ و) لا (طعام بین أسنانه) (أو فی سنہ المجوف، بہ یفتی، و قیل: إن صلباً منع، وهو الأصح، صرح بہ فی شرح المنیة وقال لا متناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج، انتھی۔) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، انیس)

(۳) فی غسل شرح التویر: ”وثقب انضم“، قلت: فهذا أشد حرجاً منه (قال العلامة الحصکفی: (لا) یجب (غسل ما فیہ حرج کعین) وإن اکتحل بکحل نجس (وثقب انضم و) لا (داخل قلفة)۔) (الدر المختار علی صدر رد المحتار: جلد اول ص ۱۷۷، مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

المختار: قوله به يفتى: 'صرح به في المنية عن الذخيرة في مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة، وفي الدر المختار: (و) لا (طعام بين أسنانه) أوفى سنه المجوف، به يفتى: 'وقيل: إن صلباً منع، وهو الأصح. في رد المختار: صرح به في شرح المنية وقال: لا متناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والخرج، اهـ. (رد المختار، أبحاث الغسل: ۱۰۴/۱)

پس اگر یہ سیاہی مانع وصول آب نہیں جیسا کہ غالب ہے تب تو ظاہر ہی ہے کہ مغل غسل نہیں اور اگر مانع ہونے کا بھی احتمال ہو تب بھی ضرورت ہے لہذا غفو ہے، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول، ص ۴۶)

دانتوں میں دوا جم جائے تو غسل جنابت میں کیا کرے:

سوال: نزلہ کی وجہ سے دانتوں میں درد رہتا ہے اور دانتوں میں فرق ہو گیا ہے اگر کوئی دوا ایسی استعمال کرے کہ درمیان دانتوں کے جم جاوے اور ایسی جم جاوے کہ مثل مسوڑھوں کے ہو جاوے اور دانتوں کے درمیان میں پھر کوئی فرق اور کشادگی نہ رہے تو اس دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں اور غسل جنابت میں کوئی حرج تو نہ ہوگا۔

الجواب

اگر اس دوا کے ازالہ میں حرج اور دشواری ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں اور وہ مانع غسل نہیں۔
تؤید جزئیات کثیرہ مذکورہ فی الدر المختار، بحث الغسل (ولا طعام بین أسنانه أوفى سنه المجوف، به يفتى: 'وقيل: إن صلباً منع وهو الأصح (الدر المختار) صرح به في شرح المنية وقال: لا متناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والخرج. (رد المختار: ۱۰۴/۱) (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول، ص ۴۷)

کتھے یا مسی کا رنگ دانتوں میں جم جائے تو غسل جنابت میں کیا کرے:

سوال: جو لوگ پان کھانے کے عادی ہیں علیٰ ہذا جو عورتیں مسی کثرت سے لگاتی ہیں ان کے دانتوں میں چونہ یا مسی کی تہ جم جاتی ہے جو آسانی سے چھوٹ نہیں سکتی پس سوال یہ ہے کہ غسل جنابت کرتے وقت (چونکہ اس کے نیچے تک پانی نہیں پہنچ سکتا تا وقتیکہ اس کو چھڑایا نہ جاوے اور جس کا چھڑانا بلا کسی تیز شے کے کھرچے ہوئے ممکن نہیں) اس تک کو چھڑانا ضروری ہے بلا اس کے چھڑائے غسل درست ہوگا یا نہیں؟

بہشتی زیور حصہ اول ۵۸ مطبوعہ ساڈھورہ، غسل کے بیان کے آخری صفحہ پر یہ مسئلہ درج ہے۔

(مسئلہ: اگر مسی کی دھڑی یعنی نہ جمائی ہے تو اس کو چھڑا کر کلی کرے نہیں تو غسل نہ ہوگا) یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں اگر ہے تو اسی پر چونہ کی تہہ کو بھی قیاس کیا جائے یا نہیں؟

الجواب

یہ مسئلہ درست ہے مگر اس میں ایک قید ہے وہ یہ کہ آسانی سے چھڑانا ممکن ہو ورنہ اگر چھڑانے میں دشواری ہو تو پھر بدون چھڑائے درست ہے۔ فی الدر المختار: (ولا يمنع الطهارة (ونیم) أى خرق ذباب وبر غوث لم یصل الماء تحته (وحناء) ولو جرمه به یفتی، فی رد المحتار: صرح به فی المنیة عن الذخيرة فی مسئلة الحناء والطین والدرن معللاً بالضرورة (إلى قوله) فالأظهر التعلیل بالضرورة. (جلد: ۱/۱۵۶) پس چونہ میں یہی تفصیل ہے کہ اگر آسانی سے چونہ کو نکال سکیں تو نکالنا واجب ہے ورنہ معاف ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید، جلد اول/۴۷)

کیا غسل میں ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے:

سوال: کسی کو غسل جنابت کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پہلے پیشاب کیا پھر اس کے بعد نجاست پاک کی، پھر اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر کلی کی، پھر تمام بدن پر پانی بہایا اس کے بعد اس نے نماز صبح و ظہر و عصر و مغرب و عشاء پڑھی۔ تو کیا یہ نماز اس کی ہوگئی؟ نیز کیا غیر غسل جنابت کے ہر غسل میں کلی کرنا، ناک میں پانی دینا فرض واجب ہے یا سنت؟

الجواب — حامداً ومصلیاً

ناک میں پانی دینا غسل جنابت میں فرض ہے، بغیر اس کے غسل نہیں ہوگا اور بغیر غسل کے نماز نہیں ہوگی۔ (۱) غسل جنابت کے علاوہ اور کسی غسل میں پانی دینا فرض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۹/۵)

غسل کرتے وقت ناک دھونے کا حکم:

سوال: غسل کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ کیا پانی ناک میں ڈال کر انگلی مارنا کافی ہے یا پانی کھینچ کر اقصیٰ ناک تک پہنچانا ضروری ہے؟ جبکہ کھینچتے وقت دماغ تک پانی پہنچنے کی صورت میں تکلیف کا اٹھانا لازم ہوتا ہے۔

(۱) (و فرض الغسل)..... (غسل) کل (فمہ) ویکفی الشرب عباً، لأن المج ليس بشرط في الأصح (وأنفه) حتى ماتحت الدرین (الدر المختار: ۱۵۱/۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، الفصل الثانی فی الغسل، امجد اکیڈمی لاہور، و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱۰۲، فرائض الغسل، قدیمی)
ابو حنیفہ عن عثمان بن راشد عن عائشة بنت عجر دقالت قال ابن عباس رضی اللہ عنہ: اذا اغتسل الجنب ونسی المضمضة والاستنشاق فليعد الوضوء بالمضمضة والاستنشاق. (مسند حافظ بن محمد، مسند الامام حسن بن زیاد، کذا فی جامع المسانید: ۱/۲۶۷، ۲۶۸، بحوالہ علماء السنن: ۲۰۶/۱، ۲۰۷، ۲۰۸، فرضیة المضمضة والاستنشاق فی الغسل المفروض، مکتبہ یحییٰ سہارنپوری، انیس)

الجواب

دورانِ غسل ناک کا دھونا فرض ہے اور ناک کی مقدار ناک کی نرمی تک ہے، ایسی صورت میں اپنی سہولت کو مد نظر رکھ کر جو مناسب نظر آئے وہی طریقہ اختیار کریں۔ (۱)

”قال الحصکفی: (و فرض الغسل)..... (غسل) کل (فمه) و یکفی الشرب عباً لأن المَجّ لیس بشرط فی الأصح (وأنفه) حتی ماتحت الدرن“. (الدرا المختار علی صدر رد المحتار، أبحاث الغسل: ج ۱ ص ۱۵۱). (۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۱ و ۵۲۲)

غسل میں پانی سونگھ کر ناک میں چڑھانے کا حکم:

سوال ”فتاویٰ افریقہ“ مصنفہ احمد رضا خان بریلوی: صفحہ ۳۱ پر تحریر ہے کہ غسل کا دوسرا فرض ناک کے دو تھنوں میں پورے نرم بانسے تک پانی پہنچانا ہے۔ مگر اس کے لئے پانی سونگھ کر چڑھانا درکار ہے جسے وہ قطعاً نہیں کرتے، (غیر مسلم) بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں۔ جس کے سبب ان کا غسل نادرست ہے اور نمازیں باطل ہیں۔ حوالہ ”محیط“ کا دیا ہے۔ پانی سونگھ کر چڑھانا کیسے ہوتا ہے؟ روزے میں خطرہ ہے اور یہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اگر انگلی تر کر کے بانسے تک لے گئے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ناک میں پانی ڈالنے اور ترانگی کو جس سے پانی ٹپک رہا ہونا ناک کے اندر لے جانے سے بھی غسل ہو جائے گا۔ (۳) فقط واللہ اعلم، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۲۷/۱۰/۱۳۹۵ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۷۹/۲)

غسل میں ناک کے اندر پانی پہنچانے کی حد:

سوال: غسل کے تین فرائض میں سے ایک فرض ہے ناک میں پانی ڈالنا، میرے ایک دوست کہتے ہیں کہ پانی

(۱) اگر غسل فرض ہو تو اس غسل کے لیے ناک میں اس کے نرم حصے تک پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر ناک میں سوکھی ہوئی ریٹ ہو تو اس کو ہٹا کر اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری ہے۔ (رد المحتار: ۱۵۲/۱) اگر کسی شخص کی ناک کئی ہو یا نہ ہو اور اس نے پلاسٹک سرجری سے ناک بنوا رکھی ہو اور وہ ناک کا جز ہو تو اس کا دھونا اور اس کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہوگا۔ اگر ناک میں سوراخ ہو اور کوئی زیور پہن رکھی ہو تو نہاتے وقت اسے حرکت دے کر پانی اندر داخل کرنا ضروری ہے۔ (رد المحتار: ۱۵۸/۱) طہارت کے احکام و مسائل: انیس)

(۲) قال طاهر بن عبد الرشید: وإنما يجوز إذا تمضمض واستنشق بناءً على أن المضمضة والاستنشاق فرض في الغسل عندنا (خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني في الغسل: ج ۱ ص ۱۴) ومثله في الطحطاوى حاشية مراقى الفلاح: ص ۸۱، فصل في فرائض الغسل)

(۳) (و فرض الغسل)..... (غسل) کل (فمه)..... (وأنفه) حتی ماتحت الدرن“. (الدرا المختار علی صدر رد المحتار، أبحاث الغسل: ج ۱ ص ۱۵۱، انیس)

ناک کی نرم ہڈی تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ چلو میں پانی لیکر ناک سے دماغ کی طرف کھینچو یعنی سانس کے ذریعہ پانی ناک میں چڑھاؤ، تو کیا یہ درست ہے یا جس طرح وضو میں ناک میں پانی ڈالتے ہیں وہ صحیح ہے کیونکہ ناک میں پانی چڑھاتے وقت تکلیف سی محسوس ہوتی ہے؟

الجواب _____ باسم ملہم الصواب

ہڈی کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں بلکہ ہڈی جہاں شروع ہوتی ہے وہاں تک پانی پہنچانا فرض ہے جو معمولی اہتمام سے سہولت ہو سکتا ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۹ ربیع الثانی ۹۹ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۳۸)

کان اور ناک کے سوراخ میں پانی پہنچانے کا حکم:

سوال: جہاں تک میں نے دینی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے جو بات سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ غسل ضروری میں عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ناک کے سوراخ میں جہاں وہ تیلی لونگ اور کانوں کے سوراخوں میں جہاں وہ کانٹے وغیرہ جیسے زیور پہنتی ہے ان سوراخوں کے اندر پانی کو نہ پہنچائے تو غسل کے فرائض پورے نہیں ہوں گے۔ پھر خاص کر تیلی کے سوراخ یعنی ناک میں پانی کا پہنچانا تو مشکل بھی ہے۔ چونکہ وہ تو اندر باہر سے چسکی ہوتی ہے اسے ہلایا بھی نہیں جاسکتا چونکہ گنجائش باقی نہیں ہوتی، پچھلے دنوں جب غسل کے فرائض اور شرائط پہ بات ہوئی تو ایک دوست نے جو تبوک میں رہتا ہے یہ کہہ کر شک میں ڈال دیا کہ مذہب اسلام اتنا سخت اور پیچیدہ و مشکل نہیں ہے جتنا کہ تم لوگوں نے بنا دیا ہے، جو اب کتاب وسنت کی رو سے فتویٰ ارشاد فرمائیں کہ ہم دونوں میں سے کون صحیح ہے اور پھر اسلام کی احتیاط سے کون کون سے زیور موزوں و موافق ہو سکتے ہیں تاکہ کسی لحاظ سے غسل ناقص نہ رہے؟

الجواب _____

اگر زیور پہنا ہوا ہے اور تنگ ہے تو اسے ہلانا ضروری ہے تاکہ پانی پہنچ جائے اگر پہنا ہوا نہ ہو تو سوراخ کے اوپر پانی بہانے سے از خود پانی اندر چلا جائے تو بھی فرض ادا ہو گیا ورنہ پانی پہنچائیں البتہ کسی تنگے وغیرہ کے ذریعہ سے پہنچانے کا تکلف نہ کریں (۲) اور اسے تنگی کہنا جہالت ہے بسا اوقات انہی جگہوں پر میل کچیل جمع ہو کر سخت پھوڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے لہذا طبی تقاضا بھی یہی ہے کہ ان جگہوں کو صاف رکھا جائے۔ وجہ تحریک القرط

(۱) (و فرض الغسل)..... (غسل) کل (فمہ)..... (وأنفہ) حتی ماتحت الدرن“. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، أبحاث الغسل: جلد اول ص ۱۵۱، انیس)

(۲) کان یا ناک کے اندر سوراخ ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے اور اگر وہ سوراخ بند ہو گیا ہو تو کٹڑی وغیرہ سے اس کو کھود کر صاف کرنا اور دھونا ضروری نہیں ہے۔ (رد المحتار: ۱۵۳۱۔ الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱۵۰/۱)۔ (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۳۵)

اگر انگوٹھی یا کان و ناک میں بالی پہن رکھی ہو، تو اس کو پانی دے کر خوب حرکت دیں، تاکہ اس کے نیچے کے حصہ میں پانی پہنچ جائے۔ (رد المحتار: ۱۵۵۱)۔ (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۳۲۔ انیس)

والخاتم الضیقین ولولم یکن قرط فدخل الماء الثقب عند مروره أجزاه وإلا أدخله ولا يتكلف فى إدخال شيء سوى الماء من خشب ونحوه، كذا فى البحر الرائق. (هندية: ج ۱ ص ۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان، ۲۴/۴/۱۴۰۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۵۰۲/۵۰۵)

بوقت غسل کان کے سوراخ میں پانی پہنچانے کا حکم:

سوال: ایک جوان عمر عزیز کا، کان بچپن میں چھدا تھا، غسل کرتے وقت وہ سوراخ میں بھیگی ہوئی سینک ڈال لیا کرتے تھے اب اس قصد سے کہ سوراخ رفتہ رفتہ بند ہو جائے انہوں نے سینک ڈالنی چھوڑ دی ہے البتہ پانی کی دھار اہتمام سے ڈال لیتے ہیں وہ دریافت کرتے ہیں آیا یہ کافی ہے؟

الجواب

فى الدر المختار: (ولولم یکن بثقب أذنه قرط فدخل الماء فيه) أى الثقب (عند مروره) على أذنه (أجزأه كسرة وأذن دخلهما الماء وإلا) يدخل (أدخله) ولو بأصبعه ولا يتكلف بخشب ونحوه والمعتبر غلبة ظنه بالوصول، فى رد المحتار: (قوله ولا يتكلف): أى بعد الإمرار، كما قدمناه عن شرح المنية، آه. (۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ دھار ڈال لینا کافی ہے اور اگر دھار ڈالتے وقت انگلی سے بھی ذرا مل (رگڑ) لیا کریں، زیادہ احتیاط ہے، زیادہ وہم نہ کریں۔ فقط ۲۱/جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ، النور: ۸، جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ۔ (امداد الفتاویٰ جدید: جلد اول/ ۵۷)

غسل کرتے وقت جہاں پانی پہنچانا مشکل ہو تو اس کا حکم:

سوال:۔ ختنے کے وقت بعض اوقات حشفہ کے ارد گرد چمڑہ رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے غسل کے وقت حشفہ تک پانی پہنچانا مشکل ہو جاتا ہے بلکہ بغیر کسی تکلف اور سخت کوشش کے پانی داخل نہیں ہوتا، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

جس جگہ میں پانی داخل کرنا شاق ہو تو وہاں کانوں کے سوراخ کی طرح ظاہر پر پانی ڈالنے سے غسل صحیح ہوتا ہے، ایسی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت نہیں جو موجب حرج ہوں۔ (۲)
”قال الحصكفي: (ولو) كان (خاتمه ضيقاً نزعهُ أو حركة) وجوباً (كقرط، ولولم یکن بثقب أذنه قرط فدخل الماء فيه) أى الثقب (عند مروره) على أذنه (أجزأه كسرة وأذن دخلهما الماء،

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، مطلب فى أبحاث الغسل: ج ۱ ص ۱۵۵، بیروت، انیس۔

(۲) جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اس پر ختنہ والے حصے کی کھال کی اندرونی سطح میں پانی کا پہونچانا ضروری ہے، البتہ اگر کوئی غیر محتون شخص ایسا ہو کہ وہ حصہ کھلتا نہ ہو اور اسے کھولنے میں تکلیف ہو تو اس صورت میں اندرونی حصہ کا دھونا فرض نہ ہوگا۔ (رد المحتار: ۱۵۳/۱) طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۴۵، انیس)

وإلا يدخل (أدخله) ولو بأصبعه ولا يتكلف بخشب ونحوه، والمعتبر غلبة ظنه بالوصول (الدر المختار على صدر رد المحتار، أبحاث الغسل: ج ۱ ص ۱۵۵) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۰)

حشفہ کے ارد گرد سوراخوں میں پانی نہ پہنچنے کی صورت میں غسل کا حکم:

سوال: ختنے کے وقت بعض اوقات حشفہ کے ارد گرد سوراخ رہ جاتے ہیں جس کو غسل کے وقت پانی پہنچانا مشکل ہوتا ہے، کوشش کے باوجود پانی کا ادخال نہیں ہوتا، تو غسل وضو کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی فضل احمد، بٹ خیلہ ملاکنڈ - ۲۷ شعبان ۱۴۰۲ھ)

الجواب

جس سوراخ میں پانی داخل کرنا شاق (مشکل) ہو تو وہاں کانوں کے سوراخوں کی طرح ظاہر پر پانی ڈالنے پر اکتفا کرنا مریض ہے۔ (۲) وہو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۱۳۳-۱۳۴)

غسل میں تمام بدن دھونا فرض ہے، اس کے بغیر غسل نہیں ہوتا:

سوال: زوجات کشمیر رواج مقرر نمودہ اند کہ در غسل جنابت اندام زیر ناف بشویند وبالائے ناف نشویند، این غسل جائزست یا نہ؟ (کشمیر میں عورتوں میں رواج یہ ہے کہ وہ غسل جنابت میں بھی صرف ناف کے نیچے کا حصہ دھوتی ہیں اوپر کا نہیں، کیا حکم ہے؟ ظفیر)

الجواب

در غسل جنابت شستن تمام بدن و رسانیدن آب بہمہ اعضاء و تمام اندام ضرور است، بدون آن غسل جائز نباشد۔ (۳) حاصل جواب یہ ہے کہ ناپاکی والے غسل میں تمام

(۱) قال إبراهيم الحلبي: امرأة اغتسلت هل تتكلف في إيصال الماء إلى ثقب القروط أم لا، قال: أي محمد، تتكلف فيه أي في إيصال الماء إلى ثقب القروط كما تتكلف في تحريك الخاتم إن كان ضيقاً والمعتبر فيه غلبة الظن بالوصول (وبعد أسطر) ولا تتكلف لغير الإمرار من إدخال عود ونحوه فإن الحرج مدفوع، (كبيرى، فرائض الغسل: ص ۲۸، ومثله في الهندية: الفصل الأول في فرائض الغسل: ج ۱ ص ۱۲)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: (قوله وثقب انضم) قال في شرح المنية: وإن انضم الثقب بعد نزاع القروط وصار بحال إن أمر عليه الماء يدخله وإن غفل لا، فلا بد من إمراره ولا يتكلف لغير الإمرار من إدخال عود ونحوه فإن الحرج مدفوع. (رد المحتار على صدر الدر المختار: جلد ۱ ص ۱۱۳، أبحاث الغسل)

(۳) وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن. (الهداية، فصل في الغسل: ۳۶/۱، ظفیر)

حدیث میں ہے: عن علیؑ قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل بها كذا وكذا من النار. (أبو داؤد، حدیث نمبر ۲۳۹، اتیس)

اعضا پورے بدن کا تر ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر غسل جائز نہیں ہوتا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۲/۱)

غسل جنابت میں پورے جسم کا دھونا ضروری ہے:

سوال: ناپاکی کی حالت میں کمر سے پانی گرانے پر پاکی حاصل ہوگی یا نہیں، یا پورے جسم پر پانی گرانا ہوگا؟

الجواب: ————— وباللہ التوفیق

جنابت سے پاکی حاصل کرنے کے لیے پورے جسم کو پاک کرنا ضروری ہوگا، صرف کمر سے نیچے پانی گر لینا کافی نہیں ہوگا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد نعمت اللہ قاسمی، ۱۶/۶/۱۴۰۲ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۰۲/۲)

کیا غسل جنابت میں کندھے سے نہانا کافی ہوگا:

سوال: کیا عورت کو غسل جنابت اور ماہواری کے غسل میں سر سے لے کر پاؤں تک غسل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا صرف کندھے سے غسل کر لینا ہی کافی ہے؟

ہوالمصوبہ

مکمل جسم پر پانی کا ڈالنا ضروری ہے اور کلی کرنا وناک میں پانی ڈالنا بھی غسل کے فرائض میں شامل ہے۔ (۳)

تحریر: مسعود حسن حسنی ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۶۳/۱)

(۱) غسل اسی وقت صحیح ہوگا جب بدن کے تمام ظاہری حصہ پر پانی پہنچ جائے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو، اگر کوئی عذر نہیں اور پھر جسم کا کوئی ظاہری حصہ خشک رہ جائے اور وہاں پانی نہ پہنچ سکے تو غسل صحیح نہ ہوگا۔ بدن کے ظاہری حصہ میں ناف، سر کے بال، مردوں کے لیے مونچھ کے بال اور کھال، بھڑوں کے بال اور اس کی کھال، داڑھی کے بال اور اس کی کھال داخل ہیں۔

يفترض غسل بشرة اللحية وشعرها ولو كانت كثيفة كثة. (طحطاوی: ۵۶/۱)

بالوں کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی مرد کے داڑھی یا سر کے بال بڑے ہوں اور ان میں لٹ پڑ گئی ہو تو ان کو کھول کر دھونا چاہیے اور اگر کھول کر نہ دھوئے مگر ان کی جڑ تک پانی پہنچ جائے تو غسل ادا ہو جائے گا، اگر چہ احتیاط ان کو دھونے میں ہے۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱۵۰/۱)

(طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۴۴، انیس)

(۲) پاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پورے جسم کو اس طرح دھونا ضروری ہوگا کہ ایک بال کے برابر بھی خشک نہ رہے۔ مجاہد۔ (حدیث میں ہے: عن علی قال: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”من ترک موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل بها کذا وکذا من النار“۔ (أبو داؤد، باب فی الغسل من الجنابة، ص ۴۶، نمبر ۲۴۹)

معلوم ہوا کہ ایک بال برابر بھی غسل میں خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا، اسی لئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی ضروری ہے۔ انیس)

الفصل الأول فی فرائضه وهی ثلاثة: المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن الخ. (الفتاویٰ الہندیہ: ۱۳/۱)

(۳) فرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن..... لنا قوله تعالى: ”وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا“ وهو أمر بتطهير جميع البدن إلا ما يتعذر إيصال الماء إليه خارج عن النص. (الهداية مع الفتح: ۶۱/۱ و ۶۱/۲)

دورانِ غسل سر پر مسح کرنا کافی نہیں:

سوال: کیا غسل کرتے وقت عورت کے لئے پورے بدن کا دھونا فرض ہے؟ بعض عورتیں بدن پر پانی ڈال کر مسح کرنا کافی سمجھتی ہیں، کیا ایسی صورت میں غسل ہو جاتا ہے؟

الجواب

احکامِ غسل میں مرد اور عورت یکساں ہیں، جیسا مرد کے لئے پورے بدن کا دھونا فرض ہے اسی طرح عورت کے لئے بھی پورے بدن کا دھونا ضروری ہے، سر کے بالوں پر مسح کر لینا کافی نہیں، بال بھی دھونا ضروری ہے، اگر غسل کرتے وقت بالوں پر مسح کر کے، دھونا چھوڑ دیا جائے تو اس سے غسل ادا نہیں ہوگا۔ (۱) ”قال الحصکفی: (و فرض الغسل)..... (غسل) کل (فمہ)..... (وأنفہ) حتی ماتحت الدرن (و) باقی (بدنہ)، لکن فی المغرب وغیرہ: البدن من المنكب إلى الألیة، وحينئذ فالرأس والعنق واليد والرجل خارجة لغة داخله تبعاً شرعاً. (الدر المختار علیٰ صدر الدر المختار، أبحاث الغسل: جلد اول ص ۱۵۲) (۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۲۷)

غسل میں سر پر پانی ڈالنا نقصان دہ ہو تو مسح کرنا درست ہے یا نہیں:

سوال: اگر کسی عورت کو غسل کرتے وقت سر پر پانی ڈالنے سے سر میں شدید درد ہو جاتا ہو، تو ایسی حالت میں وہ مسح کر سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ علاج کیلئے پیسہ نہیں ہے؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

غسل میں سر کا دھونا فرض ہے، اگر ٹھنڈا پانی نقصان دیتا ہے تو گرم پانی سر پر ڈال لیں، تمام بالوں کا دھونا ضروری نہیں بلکہ بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا کافی ہے۔ اگر مسلم ماہر طبیب نے سر پر پانی ڈالنے کو منع کیا ہو یا بار بار کا تجربہ ہو کہ سر پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوگا اور درِ سر کا مرض پیدا ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں سر پر پانی ڈالنا ضروری نہیں ہے، اس کی بھی گنجائش ہے کہ مسح کر لے۔ ”ولو ضررها غسل رأسها تركته، وقيل: تمسحه الخ“ در مختار. (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمد وغفرلہ، ۱۸/۱۱/۸۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۰-۸۰)

(۱) عن أم سلمة قالت: قلت يا رسول الله! إنني امرأة أشد ضفر رأسي أفأنقضه لغسل الجنابة؟ قال: لا، إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلاث حثيات ثم تفيضين عليك الماء فتطهرين. (مسلم، نمبر ۳۳۳/۴۲۲، ابوداؤد، نمبر ۲۵) دوسری حدیث میں ہے: ثم تصب على رأسها فتدلكه دلكاً شديداً حتى تبلغ شؤون رأسها. (مسلم، نمبر ۳۳۳/۷۵۰) یعنی پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ انیس۔

(۲) وفي الهندية: الفصل الأول في فرائضه: وهي ثلاثة: المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن على ما في المتن (الهندية، الباب الثاني في الغسل: ج ۱ ص ۱۳، ومثله في البحار الرائق، كتاب الطهارة: ج ۱ ص ۴۵)

(۳) (الدر المختار: ۱/۱۵۳، أبحاث الغسل، سعيد) ولو ضررها غسل رأسها تركته الخ. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۱۰۳، فرائض الغسل، قديمي، وكذا في الفتاوى العالمية: ۵/۱، فرائض الوضوء، رشيدية)

غسل میں آنکھ کے اندر پانی پہنچانے کا حکم:

سوال: کیا غسل کے اندر آنکھ کے اندرونی حصہ میں بھی پانی آنکھیں کھول کر پہونچانا ضروری ہے یا آنکھ بند کر کے بھی چہرہ دھویا جائے تو کافی ہے؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

پانی پہونچانا ضروری نہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۹۴)

غسل فرض میں ناف میں انگلی ڈالنے کا حکم:

سوال: غسل کرتے وقت ناف میں انگلی ڈالنا فرض غسل میں ضروری ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: _____

فرض غسل میں ناف کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ انگلی پھیر لی جائے، تاکہ پانی پہنچنے کا یقین ہو جائے۔

”ووجب إيصال الماء إلى داخل السرة وينبغي أن يدخل أصبعه فيها للمبالغة كذا في محيط السر خسي، آه۔ (عالمگیری: ج ۱ ص ۷) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۶۶)

غسل میں فرج خارج کو دھونا فرض ہے:

سوال: عورت کے فرض غسل میں شرمگاہ کو اندر سے دھونا بھی ضروری ہے یا کہ عام دستور کے مطابق استنجا کافی ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملهم الصواب

عورت کی شرمگاہ کے دو حصے ہیں ایک بیرونی حصہ جو مستطیل شکل کا ہے اس کے بعد کچھ گہرائی میں جا کر گول

(۱) دونوں آنکھوں کے ناک اور کان کی طرف والے کونے اور پلکوں میں پانی پہونچانا فرض ہے۔ (طحاوی: ۳۵)

(بحوالہ طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۲۳۵، انیس الرحمن قاسمی)

(لا) یجب (غسل مافیہ حرج کعین) وإن اکتحل بکحل نجس (الدر المختار) (قولہ کعین) لأن فی غسلها من الحرج ما لا یخفی، لأنها شحم لا تقبل الماء، وقد کف بصر من تکلف له من الصحابة، الخ۔ (رد المحتار: ۱/۱۵۲، مطلب فی أبحاث الغسل، سعید، وکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته: ۱/۵۲۳، المطلب الثالث، فرائض الغسل، سعید، وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۱۱، الباب الثانی فی الغسل، وکذا فی الدر المختار: ۱/۹۷، أركان الوضوء أربعة، سعید)

البتہ آنکھ کے اندر پانی پہنچانا بہتر ہے۔ عن ابن عمر قال: کان إذا اغتسل من الجنابة نضح الماء فی عینیه وأدخل أصبعه فی سرتہ۔ (سنن بیہقی، باب نضح الماء فی العینین، وإدخال الأصبع فی السرة: ج ۱ ص ۳۷۳، نمبر ۸۳۷، انیس)

سورخ ہے، اس گولائی سے اوپر کے حصہ کو فرج خارج اور اندرونی حصے کو فرج داخل کہا جاتا ہے، فرض غسل میں فرج خارج کا دھونا فرض ہے، یعنی گول سورخ تک پانی پہنچانا ضروری ہے، بدوں اس کے غسل صحیح نہ ہوگا، البتہ فرج داخل کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں۔ قال فی التنویر: (و یجب غسل سرۃ و شارب و حاجب و لحيۃ و فرج خارج) و فی الشرح: لأنہ کالقلم لا داخل لأنہ باطن. (تنویر الأبصار مع الدر المختار علی صدر رد المحتار، مطلب فی أبحاث الغسل: ۱۴۱/۱) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۶ شوال ۹۸ھ (حسن الفتاویٰ: ۳۷/۲)

غسل کے وقت عورت کو شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو دھونا ضروری نہیں:

سوال: وقت غسل کے عورت کو اپنی اندام نہانی کو بذریعہ انگشت تین مرتبہ پاک کرنا فرض ہے یا سنت اور بغیر اس طرح پاک کئے غسل جائز سمجھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر غسل کرنے سے پہلے اندام نہانی کو بذریعہ انگشت تین مرتبہ پاک نہ کیا جائے گا، غسل سے ناپاکی دور نہ ہوگی، ان کا یہ فرمانا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

نہ فرض ہے نہ سنت اور اس کو ضروری کہنا غلط ہے۔ (۲)

فی الدر المختار: ولا تدخل أصبعها فی قبلها، بہ یفتیٰ. (۳) واللہ اعلم

۱۶ شعبان ۱۳۲۱ھ، امداد: ۳/۱۔ (امداد الفتاویٰ جدید: جلد اول ص: ۴۴)

عورت کے لیے بال کی جڑ میں پانی پہنچانا ضروری ہے:

سوال: بحالت جنابت کس وقت میں عورت گلے سے نہاسکتی ہے؟ سنا ہے کہ بخیاں بگڑنے سنگار کے گلے سے نہاسکتی ہے۔

الجواب

مسئلہ یہ نہیں ہے، بلکہ ضروری ہے کہ سر پر سے پانی ڈالے اور تمام بدن پر پانی بہاوے۔ صرف عورت کے لیے یہ حکم ہے

(۱)۔ عن عائشة قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا اغتسل من الجنابة... ثم اتفقا فی غسل

فرجہ، وقال مسدد: یفرغ علی شمالہ۔ وربما کنت عن الفرج. (أبو داؤد، باب فی الغسل من الجنابة، ص ۴۵، نمبر ۲۴۲)

۲۔ أخبرنا ابن عباس عن خالته ميمونة... ثم صب علی فرجہ فغسل فرجہ بشمالہ، ثم ضرب بیده الأرض

فغسلها. (أبو داؤد، باب فی الغسل من الجنابة، ص ۴۵، نمبر ۲۴۵، ترمذی، باب ما جاء فی الغسل من

الجنابة، ص ۲۸، نمبر ۱۰۳، انیس)

(۲) عورتوں کے لیے شرمگاہ کے ظاہری حصہ کا دھونا فرض ہے، اندرونی حصہ کا دھونا فرض نہیں ہے۔ (رد المحتار: ۱۵۳/۱۔ الفتاویٰ

التاثر خانہ: ۱۵۰/۱)۔ (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۴۵، انیس)

(۳) (و یجب غسل سرۃ و شارب و حاجب و لحيۃ و فرج خارج) (تنویر الأبصار) لأنہ کالقلم لا داخل لأنہ باطن، ولا

تدخل أصبعها فی قبلها، بہ یفتیٰ. (الدر المختار علی رد المحتار، مطلب فی أبحاث الغسل: ۱۴۱/۱، انیس)

کہ اگر اس کے سر کے بال کی مینڈھیاں گندھی ہوئی ہوں تو ان کا کھولنا ضروری نہیں بلکہ جڑوں میں بالوں کی، پانی پہنچا دینا کافی ہے، یعنی اس طرح کرے کہ سر پر پانی ڈال کر بالوں کو ہاتھ سے ڈوباوے کہ پانی جڑوں میں پہنچ جائے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۳)

عورت کے لئے غسل میں بالوں کی جڑیں تر ہو جانا کافی ہیں:

سوال: جس وقت نہانا فرض ہوا اس وقت عورت کے بال کھلے ہوئے تھے پھر گوندھ لئے اس صورت میں تو نہاتے وقت صرف جڑوں کا تر کرنا کافی نہ ہوگا اور چوٹی کھول کر نہانا واجب ہوگا، نیز حیض سے نہاتے وقت بھی اصول شعر کا تر کر لینا اور بالوں کا بھگوننا بھی غالباً کافی ہے، غسل جنابت میں اور اس میں غالباً کوئی فرق نہیں؟

الجواب

فی الہدایۃ: ولیس علی المرأة أن تنقض ضفائرها فی الغسل إذا بلغ الماء أصول الشعر. (۲)
اس سے دو امر معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ غسل کے وقت اگر بال مضفور ہوں تو کھولنا واجب نہیں خواہ حدث کے وقت مضفور ہوں یا نہ ہوں، دوسرے مطلق غسل کا یہ حکم ہے خواہ وہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض ہو، (۳) فقط واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۴/۱)

بوقت غسل عورت کے لئے بالوں کا کھولنا:

سوال: اگر عورت کے بال بندھے ہوئے ہیں تو غسل کے وقت کیا کرے؟

(۱) ”ولیس علی المرأة أن تنقض ضفائرها فی الغسل إذا بلغ الماء أصول الشعر“. (ہدایۃ، فصل فی الغسل: ۳۷/۱-ظفر)
نہاتے وقت عورتوں کے لیے جائز ہے کہ اگر ان کی چوٹی گندھی ہوئی ہو تو وہ بغیر چوٹی کھولے بھی نہا سکتی ہیں لیکن اس صورت میں بھی بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچنا ضروری ہے اور افضل یہی ہے کہ وہ اپنے بالوں کو کھول لیں اور پوری طرح دھو کر نہائیں۔ (رد المحتار: ۱۵۵/۱)۔ اگر کسی عورت نے ماتھے پر افشاں چن رکھا ہو یا بال میں گوند لگا رکھا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کو چھڑا ڈالے، کیوں کہ گوند کے نیچے پانی نہیں پہنچتا ہے، اسی طرح وہ افشاں بھی دھو ڈالے۔ (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۴۱، ۱۴۳-انیس)

عن أم سلمة قالت: قلت یا رسول اللہ! إني امرأة أشد ضفر رأسی أفأنقضه لغسل الجنابة؟ قال: لا، إنما یکفیک أن تعشی علی رأسک ثلاث حثیات ثم تفیضین علیک الماء فتطهرین. (مسلم، نمبر ۴۴۳/۳۳۷، ابوداؤد، نمبر ۲۵۱)
اس حدیث کے چار حدیثوں کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس میں یہ لفظ ہے: ثم تصب علی رأسها فتدلكه دلکاً شدیداً حتی تبلغ شؤن رأسها. (مسلم، نمبر ۴۴۳/۳۳۷) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ (انیس)

(۲) ہدایۃ، فصل فی الغسل: ۳۷/۱، انیس

(۳) مسلم، نمبر ۴۴۳/۳۳۷، ابوداؤد، نمبر ۲۵۱، نیز مسلم، نمبر ۴۴۳/۳۳۷، انیس

الجواب

اگر بغیر کھولے ہوئے بالوں کی جڑیں بھیگ جائیں تو بس یہی کافی ہے۔ (۱) (فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو: ص ۱۸۳)
غسل جنابت میں عورت کو چوٹی کا کھولنا ضروری ہے یا نہیں:

سوال: جب کہ مرد کو بعد طہی کے غسل تمام بدن کا اور سر کے بال جڑ تک ترک کرنے ضروری ہیں تو عورت کو جب کہ اس کے سر کے بال بہت لمبے اور گندھے ہوئے ہوں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

عورت کے سر کے بال اگر گندھے ہوئے ہیں اور مینڈھیاں گندھی ہوئی ہیں تو ان کو کھولنا اور تمام بالوں کا ترک کرنا غسل میں ضروری نہیں ہے بلکہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچا دینا کافی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ سر پر پانی ڈال کر بالوں کو دبا دے کہ جڑ میں پانی پہنچ جاوے اور اگر بال کھلے ہوئے ہیں تو تمام بالوں کا ترک کرنا ضروری ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۶/۱، ۱۵۷) ☆

(۱) قاعدے کے اعتبار سے جنابت، حیض اور نفاس کے غسل میں بالوں کی جڑ تک پانی پہنچانا ضروری ہونا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد کو جوڑا ہو تو اس کو کھولنا اور بالوں میں پہنچانا ضروری ہے۔ لیکن عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار کی پریشانی کی وجہ سے خصوصی رعایت دی ہے کہ اگر سر کے تمام بالوں کی جڑ تک پانی پہنچ جائے تو جوڑے کو کھولنا ضروری نہیں۔ حدیث میں ہے عورتوں کو جوڑا کھولنا ضروری نہیں ہے، اگر بالوں کی جڑ تک پانی پہنچ جاتا ہو:

عن أم سلمة قالت: قلت يا رسول الله! إنني امرأة أشد ضفر رأسي أفأنقضه لغسل الجنابة؟ قال: لا، إنما يكفيك أن تحنني على رأسك ثلاث حثيات ثم تفيضين عليك الماء فتطهرين. (مسلم، نمبر ۴۲۳۳/۷ ابوداؤد، نمبر ۲۵۸)
اس حدیث کے چار حدیثوں کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں یہ لفظ ہے: ثم تصب على رأسها فتدلكه دلكاً شديداً حتى تبلغ شئون رأسها. (مسلم، نمبر ۴۳۳۲/۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ اگر جوڑا نہیں کھولا اور پانی جڑ تک نہیں پہنچا تو عورتوں کا غسل نہیں ہوگا۔ انیس۔

(۲) (وکفی، بل أصل ضغیر تھا) أي شعر المرأة المصفور للحر، أما المنقوض فيغفر ض غسل كله اتفاقاً ولو لم يبتل أصلها يجب نقضها مطلقاً هو الصحيح، ولو ضرها غسل رأسها تركته، (درمختار) قوله اتفاقاً، كذا في شرح المنية، وفيه نظر لأن في المسئلة ثلاثة أقوال كما في البحر والحلية، الأول الاكتفاء بالوصول إلى الأصول ولو منقوضاً، وظاهر الذخيرة أنه ظاهر المذهب، ويدل عليه ظاهر الأحاديث الواردة في هذا الباب، الثاني التفصيل المذكور ومشى عليه جماعة منهم صاحب المحيط والبدائع والكافي. الثالث وجوب بل الذوائب مع العصر وصحح، وتمام تحقيق هذه الأقوال في الحلية وحال فيها آخر إلى ترجيح القول الثاني، وهو ظاهر المتن. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۳۲/۱، ظفیر)

☆ جنابت کے غسل میں عورت کو مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں:

سوال: کیا عورت کو غسل کرتے وقت سر کے بال (مینڈھیاں) کھولنا ضروری ہے؟

غسل میں عورت کے بالوں کا حکم:

سوال: عورت کے فرض غسل میں سر کے بالوں میں کچھ خشکی رہ جائے تو کیا فرض ادا ہو جائیگا؟

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

اگر بال کھلے ہوں تو بالوں کا تر کرنا فرض ہے، جڑوں تک بھی پانی پہنچائے اور اگر عورت کے بال گندھے ہوئے ہوں تو ان کو کھولنا ضروری نہیں صرف جڑوں کا تر کرنا فرض ہے البتہ بدوں کھولے جڑوں تک پانی نہ پہنچ سکے تو کھول کر سب بالوں کو دھونا فرض ہے۔

قال فی شرح التنویر: (و کفی بل أصل ضفیر تھا) أي شعر المرأة المضمفور للحر ج أما المنقوض فيفرض غسل كله اتفاقاً ولولم يتل أصلها يجب نقضها مطلقاً هو الصحيح. (رد المحتار: ۱/۱۳۲) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (حسن الفتاویٰ: ۳۶/۲)

مصنوعی بالوں کا وضو و غسل میں حکم:

سوال: موجودہ دور میں خواتین اپنے بالوں کو لمبا اور گھنا ظاہر کرنے کے لئے مصنوعی بال لگاتی ہیں، غسل یا وضو میں ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

==

اگر عورت کے سر کے بال گندھے ہوئے ہوں تو پورے بالوں کے اصول (جڑ) تک پانی پہنچانا ضروری ہے، مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں۔ البتہ اگر عورت کے بال کھلے ہوئے ہوں تو پورے بالوں کا دھونا ضروری ہے اگر کچھ حصہ خشک رہ جائے تو غسل درست نہیں ہوگا۔

”قال الحصكفي: (و کفی، بل أصل ظفیر تھا) أي شعر المرأة المضمفور للحر ج، أما المنقوض فيفرض غسل كله اتفاقاً ولولم يتل أصلها يجب نقضها مطلقاً هو الصحيح“۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار، أبحاث الغسل: ج ۱ ص ۱۵۳) (قال ابن نجيم: قوله: ولا تنقض ضفيرة إن بل أصلها) أي ولا يجب على المرأة أن تنقض ضفیرتها إن بلت في الاغتسال أصل شعرها (وبعد أسطر) ويجب عليها الإیصال إلى أثناء شعرها إذا كان منقوضاً لعدم الحرج (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ج ۱ ص ۵۲، ومثله في الهندية، الباب الثاني في الغسل: جلد ۱ ص ۱۳) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲)

(۱) عن عائشة أن أسماء سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن غسل المحيض... ثم تصب على رأسها فتدلكه دلکاً شديداً حتى تبلغ شؤون رأسها. (مسلم، باب استعمال المغتسلة من الحيض فرصة من مسك في موضع الدم، ص ۱۲، نمبر ۵۰۳۳/۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ اگر جوڑا نہیں کھولا اور پانی جڑ تک نہیں پہنچا تو عورتوں کا غسل نہیں ہوگا۔ انیس

الجواب

اگرچہ یہ عمل شرعاً ممنوع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے عمل کو موجب لعنت قرار دیا ہے لیکن یہ عمل اگر کر بھی لیا جائے تو غسل میں عورتوں پر صرف بالوں کی جڑ میں پانی پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔ (۱) اس لئے وضو اور غسل میں ان خارجی بالوں کا ہٹانا ضروری نہیں بشرطیکہ وضو میں چوتھائی سر کا مسح اصلی بالوں پر ہو، ہاں اگر مصنوعی بالوں پر مسح کیا جائے تو وضو جائز نہ ہوگا۔

لما قال العلامة برهان الدين المرغيناني: "ليس على المرأة أن تنقض صفائرها في الغسل إذا بلغ الماء أصول الشعر". (الهداية: ج ۱ ص ۱۲، فصل في الغسل) (۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۳۶)

بالوں میں فینشی رنگ لگایا ہو تو غسل ہوگا یا نہیں:

سوال: یہاں نو جوان لڑکوں اور لڑکیوں میں سر کے بال رنگ سے رنگنے کا فیشن ہے تو ایسی حالت میں فرض غسل ان کا صحیح ہوگا یا نہیں؟ خضاب پر اس کو قیاس کرنا صحیح ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

مہندی جیسار قیق رنگ لگا ہو تو غسل صحیح ہو جائے گا (۳) مگر یہ فیشن قابل ترک ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۶/۷)

دوائی کے ذریعہ بالوں کو بھورا بنانے، وضو اور غسل کا حکم:

سوال: آج کل ایک انگریزی دوائی نکلی ہے جو عورتیں اپنے بالوں پر استعمال کرتی ہیں، اس کے استعمال کے بعد بالوں کا رنگ بھورا ہو جاتا ہے، اس دوائی کے اندر شراب، الکحل (Alcohol) کے علاوہ مختلف قسم کی اشیا (Chemical) ڈالے جاتے ہیں، اس دوائی کو سر کے بالوں پر لگانے کے بعد دو تین گھنٹے ویسے چھوڑے رکھتے ہیں اور اس کے بعد صابن، شیمپو وغیرہ سے سر کو دھویا جاتا ہے جس سے صرف بھورا رنگ باقی رہتا ہے اور دوائی کا اثر پورا

(۱) اگر کسی عورت نے بالوں کے مصنوعی جوڑے لگا رکھے ہیں یا چوٹی باندھ رکھی ہے تو اس کو چاہیے کہ علیحدہ کر دے کیوں کہ یہ بال نہ جسم کا حصہ ہے اور نہ ضرورت ہے، اس کی وجہ سے بال کی جڑوں تک پانی پہنچانے میں دشواری بھی ہو سکتی ہے، لیکن اگر کسی نے باندھ رکھا ہو اور اس طرح سر دھویا کہ بالوں کی جڑوں میں خوب پانی پہنچ گیا تو جائز ہے۔ (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۱۴۳-۱۴۴) انیس

(۲) قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: "لا يفترض نقض المصفور من شعر المرأة إن سري الماء في أصوله اتفاقاً". (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی: ص ۸۲، فصل فرائض الغسل) ومثله فی کبیری: ج ۲، فرائض الغسل

(۳) ولا يمنع الطهارة ونیم، أي خصر ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته وحناء ولوجرمه، به يفتی: (الدر المختار) قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله وبه يفتی) صرح به في المنية عن الذخيرة في مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة. (رد المحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، انیس)

پورا چلا جاتا ہے، لہذا کیا یہ دوائی عورتیں استعمال کر سکتی ہیں اس کے دھونے کے بعد وضو و غسل درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً و مصلیاً و مسلماً

حدیث شریف میں سفید بالوں پر خضاب کے استعمال کی اجازت بلکہ استحباب وارد ہوا ہے، البتہ یہ شرط ہے کہ استعمال کئے جانے والے خضاب کا رنگ سیاہ نہ ہو، سیاہ خضاب کا استعمال مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر بالوں کا رنگ اصلی اور فطری موجود ہے اس کے باوجود اس کو دوسرے رنگ سے بدلنا چاہے وہ سیاہ نہ ہو کہیں نظر سے نہیں گذرا، دور حاضر میں فیشن کے نام پر جو کام کئے جاتے ہیں انہیں کا ایک حصہ ہے اور بلا ضرورت ہونے کے ساتھ تغیر خلق اللہ کا مصداق ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت نہیں ہے، اس کے باوجود کسی عورت نے اس طرح اپنے بالوں کو بھورا کیا اور ایسا کرنے کی وجہ سے صرف رنگ میں تبدیلی آئی ہے بالوں کے اوپر کوئی پرت نہیں چڑھی، تو وضو و غسل درست ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموع الفتاویٰ جلد اول: ۳۸۵-۳۸۶)

مہندی لگانے کے بعد غسل:

سوال: کیا عورتیں ناپاکی کی حالت میں ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگا سکتی ہیں؟ ناپاکی کی حالت میں مہندی لگا کر غسل کرنے سے غسل ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب _____

عورتوں کو مہندی لگانا جائز ہی نہیں بلکہ بہتر ہے اور مہندی لگانے کے لئے پاکی اور ناپاکی کی کوئی شرط نہیں، مہندی چونکہ پانی کے جسم تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں بنتی، اس لئے ناپاکی کی حالت میں مہندی لگائی اور بعد میں غسل کیا، تو کچھ حرج نہیں، غسل درست ہو جائے گا، جیسا کہ جسم میں میل لگا ہوتا ہے، اس کے باوجود پانی کا بہا دینا غسل و وضو کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ والعجین یمنع تمام الاغتسال والوسخ والدرن لایمنع۔ (۲) فقط (کتاب الفتاویٰ: ۶۵/۲)

زخم پر کسی دوا کے چپک جانے کی حالت میں غسل کا حکم:

سوال: اگر کسی دانہ یا چوٹ پر چونہ لگا دیا گیا تھا اور وہ چونہ اس حصہ جسم یا کھال پر چپک گیا تھا اور خشک ہو گیا تھا

- (۱) (ولا یمنع) الطہارة (ونیم) أى خرق ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته (وحناء) ولو جرّمه، به یفتی (الدر المختار) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله وبه یفتی) صرح به فی المنیة عن الذخیرة فی مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة. (رد المحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، انیس)
- (۲) الفتاویٰ الہندیة: ۱۳/۱، رد المحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، انیس

کہ آسانی سے چھوٹ بھی نہ سکتا تھا، ایسی حالت میں غسل جنابت کیا گیا اور بعد اداۓ غسل نماز پڑھی گئی، اب نماز کے کچھ دیر بعد وہ چونا چھڑانے سے چھوٹ گیا تو کیا اس حصہ کھال یا جسم پر پانی پہنچانا اور نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار: (والمسح يبطله سقوطها عن برء) وإلا لا (فإن سقطت) في الصلوة استأنفها، وكذا (الحكم) (لو) سقط الدواء أو (برأ موضعها ولم تسقط) مجتبى، وينبغي تقييده بما إذا لم يضر إزالتها فإن ضره فلا. (بحر: ۳۹/۱) وفي رد المحتار: فإن ضره أى إزالتها لشدة لصوقها به ونحوه، بحر. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں نماز کا اعادہ ضروری نہیں، البتہ اس عضو کو پھر تر کر لے کیونکہ نیچے سے جلد اچھی تھی صرف چونا چھڑانے کی دشواری کے سبب اس وقت دھونا معاف ہو گیا تھا۔ فقط
۴/ربیع الاول ۱۳۳۳ھ تہتمہ ثالث: ۲۳۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول/۵۶)

ہاتھ پر مشین سے نام لکھوانا مانع غسل ووضو نہیں:

سوال: بندہ نے بچپن میں مشین کے ذریعے اپنے ہاتھ پر نام لکھوایا ہے، اب لوگ کہتے ہیں کہ اس نام کو مٹا دو، اس سے غسل ووضو نہیں ہوتا ہے حالانکہ وہ نام اب بغیر آپریشن کے نہیں مٹ سکتا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ مینو تو جروا۔
امسقتی: نار تھ وزیرستان ایجنسی میران شاہ۔ ۲۸/۴/۱۹۸۸ء۔

الجواب

یہ خط، کھال اور بھرے ہوئے زخم کی طرح عضو ہے نہ وضو سے مانع ہے اور نہ غسل سے۔ (۲) واعظوں کے سخت اور غلط مسائل سے خائف نہ ہوں۔ (۳) وھوالموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد دوم، ص ۶۶)

- (۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب المسح علی الخفین: ۲۸۱/۱، بیروت، انیس۔
- (۲) موجودہ دور میں ٹیٹو (TATTOO) بنانے کا عام رواج ہندوستان و پاکستان میں رائج ہے، اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔ انیس۔
- (۳) قال ابن عابدین: يستفاد مما مر حكم الوشم في نحو اليد، وهو أنه كالاختضاب أو الصبغ بالمتنجس، لأنه إذا غرزت اليد أو الشفة مثلاً بإبرة ثم حشى محلها بكحل أو نيلة ليخضر تنجس الكحل بالدم، فإذا جمد الدم والتأم الجرح بقي محله أخضر، فإذا غسل طهر لأنه أثر يشق زواله لأنه لا يزول إلا بسلخ الجلد أو جرحه، فإذا كان لا يكلف بإزالة الأثر الذي يزول بماء حار أو صابون فعدم التكليف هنا أولى، وقد صرح به في القنية فقال: ولو اتخذ في يده وشماً لا يلزمه السليخ. آه. (رد المحتار: ص ۲۳۰ جلد ۱، مطلب في حكم الوشم، باب الأنجاس)
- (۳) قال الإمام ولي الله الدهلوي: وأما المذكر فلا بد... أن يكون ميسراً لا معسراً وأما الألفات التي تعترى الوعاظ في زماننا فيها عدم تمييزهم بين الموضوعات وغيرها بل غالب كلامهم الموضوعات المحرفات وذكرهم الصلوات والدعوات التي عدها المحدثون من الموضوعات ومنها مبالغتهم في شيء من الترغيب والترهيب. (القول الجميل: ص ۱۷۱، ۱۷۲، باب التذكير والوعظ)

بازو میں مصالحو سے نام لکھنا مانع غسل و وضو نہیں ہے:

سوال: ایک شخص اپنے بازو میں نام تحریر کرتا ہے جو سوئی کے ذریعہ کیا جاتا ہے اور ایک قسم کا رنگدار مصالحو اندر کیا جاتا ہے، تو نام کے نیچے پانی کا پہنچنا مشکل ہوتا ہے، تو کیا ایسے شخص کا غسل وغیرہ صحیح ہو جاتا ہے؟ بینواتو جروا۔ المستفتی: حافظ شمس الحق قمر خضر وائٹ۔ ۲۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب

یہ خط، کھال کی طرح، غسل وغیرہ سے مانع نہیں ہے، کما فی رد المحتار: جلد ۱ ص ۲۳۰، باب الأنجاس، مطلب فی حکم الوشم: يستفاد مما مر حکم الوشم فی نحو الید، وهو أنه کالاحتضاب أو الصبغ بالمتنجس، لأنه إذا غرزت الید أو الشفة مثلاً بإبرة ثم حشی محلها بکحل أو نیلة لیخضر تنجس الکحل بالدم، فإذا جمد الدم والتأم الجرح بقی محله أخضر، فإذا غسل طهر لأنه أثر یشق زواله لأنه لا یزول إلا بسلخ الجلد أو جرحه، فإذا کان لا یکلف بإزالة الأثر الذی یزول بماء حار أو صابون فعدم التکلیف هنا أولى الخ وفي الفتاوی الخیرية من کتاب الصلوة: سئل فی رجل علی یدیه وشم هل تصح صلواته وإمامته معه أم لا؟ أجاب: نعم تصح صلاته وإمامته بلا شبهة، والله أعلم. وهو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۶۷-۶۸)

جسم پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہو تو غسل کا حکم:

سوال: آج کل سوئی وغیرہ سے اپنے جسم پر کوئی شکل یا کوئی تحریر کرتا ہے تو آیا اس سے غسل ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب

جسم گودنے والے اور گودوانے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔
عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواصلة و المستوصلة والواشمة والمستوشمة. (أبو داؤد: ج ۲ ص ۵۷)

یہ فعل اگرچہ حرام ہے، لیکن غسل سے مانع نہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ ہذا۔ ۲۳/۲/۱۴۰۷ھ، الجواب صحیح: محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۷۸/۲)

(۱) يستفاد مما مر حکم الوشم فی نحو الید، وهو أنه کالاحتضاب أو الصبغ بالمتنجس، لأنه إذا غرزت الید أو الشفة مثلاً بإبرة ثم حشی محلها بکحل أو نیلة لیخضر تنجس الکحل بالدم، فإذا جمد الدم والتأم الجرح بقی محله أخضر، فإذا غسل طهر لأنه أثر یشق زواله لأنه لا یزول إلا بسلخ الجلد أو جرحه، فإذا کان لا یکلف بإزالة الأثر الذی یزول بماء حار أو صابون فعدم التکلیف هنا أولى الخ. (رد المحتار: جلد ۱ ص ۲۳۰، باب الأنجاس، مطلب فی حکم الوشم، انیس)

ناخن پر سرخی جم جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: عورتیں ناخنوں پر زینت کے لیے غلیظ سرخی لگاتی ہیں تو بغیر اس کو الگ کئے، وضو اور غسل اس پر درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

ناخنوں پر جو سرخی عورتیں تزئین کیلئے لگاتی ہیں اور وہ ایسی جم جاتی ہے کہ وضو اور غسل کا پانی ناخنوں تک نہیں پہنچتا تو ایسی حالت میں نہ وضو صحیح ہوتا ہے نہ غسل صحیح ہوتا ہے، جب تک اس سرخی کو علاحدہ نہ کیا جائے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۸۰/۵)

ناخن پالش والی میت کی پالش صاف کر کے غسل دیں:

سوال: اگر کہیں موت ہوگئی تو ناخن پالش لگی ہوئی عورت کی میت کا غسل صحیح ہو جائے گا؟

الجواب _____

اس کا غسل صحیح نہیں ہوگا۔ اس لیے ناخن پالش صاف کر کے غسل دیا جائے۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ۱۵۰-۱۵۱)

مصنوعی اعضاء، پلاسٹر اور زخم پر پٹی ہونے کی صورت میں غسل و وضو کے احکام:

سوال (۱): مصنوعی دانتوں اور دانتوں کے علاوہ دیگر مصنوعی اعضاء کی صورت میں وضو اور غسل کے کیا احکام ہوں گے؟

سوال (۲): اسی طرح اگر کوئی شخص پلاسٹر کرائے ہوئے ہے، یا زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہے، ایسا شخص وضو اور غسل کس طرح کرے گا؟

(۱) (ویجب) ای یفرض (غسل) کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرة. الخ (و) لا یمنع (ماعلی ظفر صباغ (و) لا طعام بین أسنانه) أو فی سنه المجوف، به یفتی، وقیل إن صلباً منع، وهو الأصح. (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ۱۵۲/۱، ۱۵۲، أبحاث الغسل، سعید، وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱۳/۱، الباب الثانی فی الغسل، الفصل الأول فی فرائضه، رشیدیہ، وكذا فی حاشیة الطحطاوی: ۱۰۲، فصل فی بیان فرائض الغسل، قدیمی)
غسل کے صحیح ہونے کے لیے پورے بدن پر پانی بہانا ضروری ہے۔ اس لیے اگر کسی عورت نے اپنے ناخنوں پر پالش کر رکھا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ ناخنوں کے پالش کو کھرچ کر چھڑا لے اور پھر ناخنوں کو دھو ڈالے، اس لیے کہ ناخن جسم کے ان حصوں میں سے ہے جسے غسل کرتے وقت دھونا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر ناخنوں میں خشک یا مرطوب ایسی مٹی، سمیٹ، تارکول یا آٹا چکا ہوا ہو جس کی بنا پر پانی سرایت نہ کرتا ہو تو صرف اس پر پانی گزار دینا کافی نہ ہوگا، بلکہ کھرچ کر پانی بہانا ضروری ہوگا۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۵/۱، الفتاویٰ الہندیہ: ۲/۱)۔ (طہارت کے احکام و مسائل: صفحہ ۲۴۳-۱ نیس)

(۲) نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیة فی العجین واستظہر المنع لأن فیہ لزوجة وصلابة تمنع نفوذ الماء. (رد المحتار ج: ۱ ص ۱۵۲، مطلب فی أبحاث الغسل، کتاب الطہارة)

الجواب _____ وبالله التوفیق

(۱) ظاہری اعضاء جسم میں جو مصنوعی اعضا لگے ہوئے ہوں تو غسل جنابت کرنے میں ان سب کا نکالنا ضروری رہے گا جن کے نکالنے سے نہ نقصان ہو اور نہ کسی قسم کی مجبوری ہو ورنہ بغیر نکالے غسل کر لینا درست رہے گا۔ (۱) اور یہی حکم ان اعضائے ظاہری کا جو کسی عضو وضو پر لگے ہوئے ہوں، نکالنے اور لگانے میں ہے۔ اسی قاعدہ کلیہ پر تمام جزئیات کے احکام نکل آئیں گے۔ اس کی واضح مثال علامہ شامیؒ کا وہ جزئیہ ہے جس میں موصوفہ فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس طرح کے مصنوعی دانت لگوانے یا دانتوں کو سونے، چاندی کے تاروں سے باندھنے کی اجازت دی ہے۔ (فتاویٰ شامی: ۳۱۹/۵، کتاب الحظر والإباحہ) (۲)

(۲) اسی مذکورہ بالا ضابطہ شریعہ سے پلاسٹر کئے ہوئے حصہ کا، نیز زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہو تو اس کا حکم بھی نکل آئے گا کہ جس وقت پلاسٹر کھولنے میں یا پٹی کے کھولنے میں ضرر کا ظن غالب ہو تو بغیر کھولے ہوئے غسل وضو کر لے ورنہ کھول کر کر لے۔ (فتح القدیر: ۱۴۰/۱، باب المسح علی الخفین) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۴۴/۱)

غسل جنابت میں سر کا تیل چھڑانا ضروری نہیں:

سوال: کیا غسل جنابت میں سر کا تیل چھڑانا ضروری ہے اور تکیہ بستر وغیرہ کا دھونا ضروری ہے؟

الجواب _____

غسل جنابت میں سر کا تیل چھڑانا ضروری نہیں، تاہم چھڑا دیں تو بہتر ہے۔

فی الدر المختار: (ولایمنع) الطہارۃ (ونیم) (وحناء) ولو جرہ، بہ یفتی، (ودرن ووسخ) وکذا دهن ودسومة، وفي ردالمحتار: أي کزیت وشیرج، بخلاف نحو شحم وسمن جامد، شامی: ۱۰۴/۱ (ردالمحتار: ۱۲۵/۱، طبع سعید، وفي الهندیة، الفصل الأول فی فرائضہ: ج ۱/۱۲، طبع ماجدیہ، کوئٹہ، وإذا ادهن فأمر الماء فلم یصل یجزی الخ)

- (۱) والصرام والصباغ ما فی ظفرهما یمنع تمام الاغتسال وقیل: کل ذلک یجزیہم للخرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع کذا فی الظہیریة. (عالمگیری، الباب الثانی فی الغسل: ۱۳/۱، انیس)
- (۲) ونظائرہا مشہورۃ وفي کتب القوم مسطورة، بل نصوا علی جواز اتخاذ الأسنان من الذهب وشدھا به ولو کان مانعاً عن صحة الغسل لما أفتوا به. (ردالمحتار: ۳۱۹/۵، کتاب الحظر والإباحہ. انیس)
- (۳) قال العلامة الحصکفی: (لا یجب) غسل ما فیہ حرج کعین) وإن اکتحل بکحل نجس (وثقب انضم و) لا (داخل قلفة). (الدر المختار علی صدر رد المحتار: جلد ۱، ۱۰۷، مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

سر پر سے پرندہ کی بیٹ چھڑانا ضروری ہے:

سوال: تیل لگے ہوئے سر پر کوئی پرندہ بیٹ کر دے تو صرف پانی سے بال دھونا کافی ہے یا تیل چھڑانا ضروری ہے؟

الجواب

جانور کی بیٹ چھڑالینی چاہئے۔ تیل چھڑانے کا حکم اوپر آگیا اور جتنی چکناہٹ کا ازالہ ممکن ہو، کر لے اور جس کا ازالہ متعذر ہو وہ معاف ہے، واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳/۶/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر ۵۸۸/۲۸ ب) (فتاویٰ عثمانی: ۳۶۲/۱)

بدن پر تیل ملنے کے بعد غسل جنابت کا حکم:

سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ بال بال میں جنابت کا اثر پہنچتا ہے، اس ارشاد کے مطابق ایک جنبی انسان کے لئے غسل کے وقت تمام بالوں کا دھونا اور جڑوں میں پانی کا پہنچانا ضروری ہے۔ لیکن اگر بدن پر تیل ملا ہوا ہو تو کیا بیسن وغیرہ سے اولاً اس کا ازالہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب

”تحت كل شعرة جنابة“۔ (۱)

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”تحت كل شعرة جنابة فاغسلوا الشعروا نقوا البشرة“۔ (۲)

البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سن کر حلق راس کو عادت بنا لیا، اسی کو بیان کرتے ہیں:

”فمن ثم عادت رأسی فمن ثم عادت رأسی فمن ثم عادت رأسی“۔ (ابو داؤد) (۳)

مرد کے لئے ضروری ہے کہ تمام بالوں پر پانی بہائے اور جڑوں تک پہنچائے خواہ کسی حصہ بدن کے بال ہوں۔ ورنہ غسل جنابت ادا نہ ہوگا۔

رسائل الارکان میں ہے:

”ويفترض على الرجل نقض الضفيرة إن كان له ضفيرة وإيصال الماء إلى البشرة تحت

(۱) مسند احمد: ۹۴/۱، نمبر ۲۷۷۷۷۷، ۱۱۲۱/۷، ابو داؤد و کتاب الطهارة، نمبر: ۲۴۹/۱، ابن ماجہ باب تحت كل شعرة جنابة، نمبر: ۵۹۹-۱، انیس

(۲) ترمذی کتاب الطهارة، حدیث نمبر: ۱۰۶/۱، ابو داؤد و کتاب الطهارة، نمبر: ۲۴۸/۱، ابن ماجہ باب تحت كل شعرة جنابة، نمبر: ۵۹۷-۱، انیس

(۳) ابو داؤد کتاب الطهارة، انیس

عن علی مرفوعاً: من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعمل به كذا وكذا من النار. (التلخيص الحبير: ۱۴۲/۱-۱۴۲/۱)

الشعر بل الشعر أيضاً بحيث لا يبقى شعر لم يمر عليه الماء وهذا عام في كل شعر شعر الرأس كان أو شعر اللحية أو غيرهما ولا يجوز غسله بدون ذلك“ انتہی (۱)۔
البتہ اگر بدن یا بالوں پر تیل لگا ہوا ہو تو اس کا ازالہ ضروری نہیں اگر اسی تیل لگے ہوئے پر پانی بہا لے تو کافی ہوگا۔
درمختار میں ہے:

”(لا يمنع) الطهارة..... دهن ودسومة“ انتہی ملخصاً (۲)۔
شرح وقایہ میں ہے:

المعتبر في هذا الحرج فإذا ادهن فأمر الماء فلم يصل يجوز“ انتہی (۳)۔
اور اشباہ میں ہے:

”المشقة تجلب التيسير“ انتہی (۴)۔
ابوالمکارم فرماتے ہیں:

”فسر المشقة تجلب بالاحتياج إلى شيء آخر كالصابون“ انتہی (۵)۔ (فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو: ص ۱۸۲)
جسم پر تیل لگا کر غسل کرنے سے غسل ہوگا یا نہیں:

سوال: جنبی اگر سارے جسم میں تیل لگا کر غسل کرے اور بمبالغہ غسل کرے تو پاک ہو جائے گا؟

الجواب_____ وبالله التوفيق

صورت مذکورہ میں اگرچہ تیل کا اثر جسم پر باقی رہ جائے، جنابت دور ہو جائے گی اور وہ آدمی پاک ہو جائے گا۔ (۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۵/۷/۱۳۵۲ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۶۹/۲)

(۱) رسائل الارکان فصل فی الغسل: ۲۱، المطبع العلوی لکھنؤ، انیس

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۴/۱، ۱۵۵، مطلب فی أبحاث الغسل. انیس

(۳) شرح الوقایة کتاب الطهارة، باب الانجاس، انیس

(۴) الاشباہ والنظائر، القاعدة: ”المشقة تجلب التيسير“: ۶، دار الخیل، بیروت، انیس

(۵) شرح النقاۃ لأبى المکارم عبد العلی بن محمد بن حسین البرجندی. انیس

والمسئلة کذا فی محمود الفتاویٰ اردو: ۸/۱، ۳۷، انیس

(۶) اگر پاؤں یا ہاتھ میں پھٹن ہو اور اس میں موم یا روغن یا کوئی دوسری دوا بھری ہو تو اس کے اوپر پانی بہا لینا کافی ہے، اسی طرح ہاتھ پاؤں یا بدن میں تیل لگا ہو تو اس پر پانی بہا لینا کافی ہے۔ (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۴۳)
==

بدن کی پاکی کے لئے ملنے، رگڑنے اور خشک کرنے کا حکم:

سوال: طہارت بدن میں جھ اور دلك شرط ہے یا نہیں؟ (۱)

الجواب

بدن کے پاک ہونے کیلئے ازالہ نجاست حقیقیہ کی ضرورت ہے، اگر بدوں دلك (ملنے، رگڑنے) کے وہ نجاست زائل ہو جائے تو کچھ حاجت دلك کی نہیں ہے اور جفاف (خشک کرنے) کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۳۵۵)

×××

== (ولا يمنع الطهارة (ونیم)..... (وحناء) ولو جرمه، به یفتی، وفي الشامی: الخ قال فی شرحها: ولأن الماء ينفذه لتخلله وعدم لزوجه وصلايته، والمعتبر في جميع ذلك نفوذ الماء ووصوله إلى البدن، آه (ودرن ووسخ)..... وكذا دهن ودسومة (وتراب) وطین ولو (فی ظفر مطلقاً). (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۱۵۴، ۱۵۵، مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

(۱) یعنی بدن کی پاکی کے لئے دوران غسل ملنا، رگڑنا اور پانی کا سوکھنا شرط ہے یا نہیں؟ انیس

(۲) (وكذا يطهر محل نجاسة) أما عينها فلا تقبل الطهارة (مرئية)..... (بقلعها) أى بزوال عينها وأثرها ولو بمرة أو بما فوق ثلاث فى الأصح. (الدر المختار على رد المحتار، باب الأنجاس، قبيل مطلب فى حكم الصبغ: ۱/۳۰۳، ظفیر) (وفرض الغسل) الخ (غسل)..... (فمه) الخ (وأنفه) الخ (و)..... (بدنه) لا دلكه، ويجب..... غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة كاذن. (الدر المختار على صدر رد المحتار: ج ۱ ص ۱۵۱، مطلب فى أبحاث الغسل، انیس)

سنن غسل

غسل اور وضو میں پانی کی مقدار کیا ہے:

سوال: مقدار پانی برائے غسل وضو کیا ہے؟

الجواب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانی سے سوا صاع تک غسل فرماتے تھے اور ایک مد سے وضو فرماتے تھے۔ یعنی ادنی مقدار کفایت کی یہ ہے اور شامی نے حلیہ سے نقل کیا ہے کہ اس میں کچھ تحدید شرعی نہیں ہے، جس قدر پانی سے وضو اور غسل ہو سکے، درست ہے، لیکن اسراف نہ ہو۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۰/۱۵۹، ۱۶۰)

(۱) (ثم يفيض الماء) على كل بدنه ثلاثاً مستوعباً من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل وهو ثمانية أطلال، وقيل: المقصود عدم الإسراف، وفي الجواهر: لا إسراف في الماء الجاري، لأنه غير مضيع. (در مختار) قوله وقيل: المقصود الخ) الأصوب حذف قيل لما في الحلية أنه نقل غير واحد إجماع المسلمين على أن ما يجزئ في الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار، وما في ظاهر الرواية من أن أدنى ما يكفي في الغسل صاع، وفي الوضوء مد، للحدیث المتفق عليه "كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يتوضأ بالمد ويتغسل بالصاع إلى خمسة أمداد"، (مشکوٰۃ، باب الغسل: ص ۲۸، ۲۹) ليس بتقدير لازم، بل هو بيان أدنى القدر المسنون. قال في البحر: حتى أن من أسبغ بدون ذلك أجزاءه، وإن لم يكفه زاد عليه لأن طبايع الناس وأحوالهم مختلفة، كذا في البدائع. (رد المحتار، مطلب في تحرير الصاع والمد والطل: ۱/۱۳۷)

صاع دو قسم کا ہوتا ہے، ایک حجازی، دوسرا کوئی بغدادی، صاع حجازی ۵-۳/۱ رطل کا ہوتا ہے اور صاع کوئی ۳/۴ رطل یعنی ۸/۱ رطل کا، ایک مدا ۱۳/۱ رطل کا، اور رطل بغدادی آدھ سیر، آدھ پاؤ یعنی ۱۳۰ درہم کا ہوتا ہے، اور درہم ۵/۱۲ آنہ سے کچھ زیادہ کا ہوتا ہے۔ انیس

غسل کے فائدے:

اللہ تعالیٰ نے پانی کو حیات بخش قرار دیا ہے اور انسان و حیوان ہر قسم کے جاندار کی تخلیق میں اسے بنیادی عنصر بنانے کے ساتھ ساتھ اس کی حیات کے لیے بھی ضروری قرار دیا ہے۔ خاص طور پر انسان جس کے اعضاء بدن کو تمام مخلوقات کے اعضاء میں بہتر و برتر بنایا ہے۔ پانی سے اسے دھونے اور صاف رکھنے میں اس کی تازگی و توانائی کو رکھا ہے۔ غسل کرنے سے نہ صرف یہ کہ اعضاء سے میل کچیل صاف ہوتا ہے اور اعضاء چمکیلے اور خوش منظر ہو جاتے ہیں بلکہ ان میں چستی و پھرتی آتی ہے اور دن رات کی اڑنے والی خاک، دھول و گرد و غبار، دھوئیں و گیس اور خراب و بدبودار ہوائیں نہ صرف یہ کہ بدن میں اندرونی بیماریاں پیدا کرتی ہیں، بلکہ بدن سے چپک کر بہت سے جلد و چمڑے کی ظاہری بیماریاں بھی پیدا کرتی ہیں اور غسل کرنے سے انسان ان بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، غسل کے طبی فوائد پر نگاہ ڈالنے سے شریعت اسلامی کی ان تعلیمات کی اہمیت واضح ہوتی ہے جن میں غسل کو بعض مواقع میں سنت اور بعض میں مستحب قرار دیا گیا ہے اور یہ مستحب مواقع پچاس کے قریب ہیں۔

غسل عبادت ہے:

شریعت کی تعلیمات سے یہ واضح ہے کہ غسل یا تو فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب ہے اور ہر حال میں غسل سے طہارت حاصل ہوتی ہے اور یہ عبادت ہے، بلکہ یہ طہارت جو غسل وضو وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے آدھا ایمان ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "الطهور شطر الإيمان"۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ: ۲۳۸، ۲۳۹، مؤلفہ انیس الرحمن قاسمی)

غسل کا طریقہ:

سوال: مولانا صاحب! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ہمارے مذہب میں غسل کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے ہر مسلمان عورت کو واقف ہونا ضروری ہے، لیکن افسوس کہ بہت کم مسلمان ایسے ہیں جو اس کی اہمیت اور صحیح طریقے سے واقف ہیں، اس لیے چاہتی ہوں کہ آپ اپنے کالم میں اس مسئلے پر روشنی ڈالیں، جواب دیتے وقت ان باتوں کی بھی وضاحت کر دیں کہ کیا غسل کرتے وقت پہلے وضو کرنا ضروری ہے؟ دوم یہ کہ غسل کرتے وقت زیر ناف کپڑا باندھنا بھی ضروری ہے؟ اور سوم یہ کہ غسل کرتے وقت کون سی دعائیں پڑھتے ہیں؟ کیا پانچوں کلمے پڑھنا ضروری ہیں یا صرف درود شریف پڑھ کر مقصد پورا ہو جاتا ہے؟ اور غسل لینے کا صحیح طریقہ اسلام میں کیا ہے؟

الجواب

غسل کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ دھوئے اور استنجا کرے (۱) پھر بدن پر کسی جگہ نجاست لگی ہو، اسے دھو ڈالے، پھر وضو کرے، پھر تمام بدن کو تھوڑا پانی ڈال کر ملے، پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہالے۔ (۱)

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔ ۱۔ کلی کرنا، ۲۔ ناک میں پانی ڈالنا، ۳۔ پورے بدن پر پانی بہانا۔ (۲) بدن کا اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا اور آدمی بدستور ناپاک رہے گا، ناک، کان کے سوراخوں میں پانی پہنچانا بھی فرض ہے۔ (۳) انگوٹھی چھلہ اگر تنگ ہوں تو اس کو ہلا کر اس کے نیچے پانی پہنچانا بھی لازم ہے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ (۴) بعض بہنیں ناخن پالش وغیرہ ایسی چیزیں استعمال کرتی ہیں جو بدن تک پانی پہنچنے نہیں دیتیں، غسل میں ان

(۱) یعنی پیشاب کے عضو کو دھوئے۔ انیس

(۲) وسننه أن يبدأ المغتسل فيغسل يديه وفرجه ويزيل النجاسة إن كانت على بدنه ثم يتوضأ وضوءه للصلاة إلا رجليه ثم يفيض الماء على رأسه وسائر جسده ثلاثاً. (الهداية: ج ۳ ص ۳۰) أيضاً: والغسل من الجنابة والحيض والنفاس أن يبدأ فيغسل ما به من الأذى ثم يتوضأ وضوءه للصلاة ثم يفيض الماء على رأسه وسائر جسده إفاضة تصل بها الماء إلى شعره وبشره ولا بد في ذلك من المضمضة والاستنشاق، قال أبو بكر أحمد: روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه توضأ وضوءه للصلاة في غسل الجنابة ثم أفاض الماء على رأسه وسائر جسده ثلاثاً غير رجليه ثم تنحى فغسل رجليه. (شرح مختصر الطحاوی: ۴۰۸/۱، طبع بیروت)

(۳) وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن... ولنا قوله تعالى: "وَأَنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا"، أمر بالاطَّهَار وهو تطهير جميع البدن. (الهداية: ج ۱ ص ۱۹، كتاب الطهارة، طبع شركة علمیه، ملتان)

(۴) (وفرض الغسل) الخ (غسل)..... (فمه) الخ (وأنفه) الخ (و)..... (بدنه) لادلكه، ويجب..... غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة كاذن. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ج ۱ ص ۱۵۱، مطلب في أبحاث الغسل) وفي مختصر الطحاوی: ج ۱ ص ۴۱/ وقال علی بن أبی طالب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: "من ترك شعرة من جسده في الجنابة لم يغسلها ففعل بها كذا وكذا من النار"، فهذه الأخبار توجب غسل جميع البدن. أيضاً: ولو بقي شيء من بدنه لم يصبه الماء لم يخرج من الجنابة وإن قل أي ولو كان ذلك الشيء قليلاً بقدر رأس إبرة لوجب استيعاب جميع البدن. (حلی کبیر: ص ۵۰)

(۵) (ولو) كان (خاتمه ضيقاً نزعه أو حركه) وجوباً. (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۱۵۵، مطلب في أبحاث الغسل)

چیزوں کو اتار کر پانی پہنچانا ضروری ہے۔ بعض اوقات بے خیالی میں ناخنوں کے اندر آٹا لگا رہ جاتا ہے اس کو نکالنا بھی ضروری ہے۔ (۱) الغرض پورے جسم پر پانی بہانا اور جو چیزیں پانی کے بدن تک پہنچنے میں رکاوٹ ہیں ان کو ہٹانا ضروری ہے ورنہ غسل نہیں ہوگا۔ عورتوں کے سر کے بال اگر گندھے ہوئے ہوں تو بالوں کو کھول کر ان کو تر کرنا ضروری نہیں بلکہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچالینا کافی ہے۔ (۲) لیکن اگر بال گندھے ہوئے نہ ہوں (آج کل عموماً یہی ہوتا ہے) تو سارے بالوں کو اچھی طرح تر کرنا بھی ضروری ہے۔ (۳)

اب آپ کے سوالات کا جواب لکھتا ہوں:

☆ غسل سے پہلے وضو کرنا سنت ہے۔ (۴) اگر نہ کیا تب بھی غسل ہو جائے گا۔

☆ کپڑا باندھنا ضروری نہیں، مستحب ہے۔ (۵)

☆ غسل کے وقت کوئی دعا، کوئی کلمہ پڑھنا ضروری نہیں، نہ درود شریف ضروری ہے، بلکہ اگر جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو اس حالت میں دعا، کلمہ اور درود شریف جائز ہی نہیں، برہنگی کی حالت میں خاموش رہنے کا حکم ہے، اس وقت کلمہ پڑھنا عورتوں کی ایجاد ہے۔ (۶) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ص ۱۰۳-۱۰۴)

غسل کا مسنون طریقہ:

سوال: ایک مسئلہ قابل دریافت ہے وہ یہ کہ غسل جنابت کا مکمل طریقہ کیا ہے اور جو کچھ پڑھنا ہوتا ہے، وہ بھی تحریر فرمادیں؟

(۱) نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیۃ فی العجین واستظهر المنع لأن فیہ لزوجة وصلابة تمنع نفوذ الماء. (رد المحتار علی الدر المختار: ج ۱ ص ۱۵۴، مطلب فی أبحاث الغسل)

(۲) (وکفی بل أصل ضفیرتها) أي شعر المرأة المصفور للحر ج. (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ج ۱ ص ۱۵۳، مطلب فی أبحاث الغسل)

عن عائشة أن أسماء سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن غسل المحیض؟... ثم تصب علی رأسها فتدلكه دلکاً شديداً حتی تبلغ شؤن رأسها. (مسلم، باب استعمال المغتسلۃ من الحيض فرصة من مسك فی موضع الدم، ص ۱۴۷، نمبر ۳۳/۵۰۷) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ اگر جوڑا نہیں کھولا اور پانی جڑ تک نہیں پہنچا تو عورتوں کا غسل نہیں ہوگا۔ انیس

(۳) أما المنقوض فيفرض غسل كله اتفاقاً. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ج ۱ ص ۱۵۳، مطلب فی أبحاث الغسل)

(۴) یسن فی الاغتسال اثنا عشر شيئاً (إلی أن قال) ثم يتوضأ كوضوئه للصلوة. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ج ۱ ص ۵۶، فصل یسن فی الاغتسال اثنا عشر شيئاً)

(۵) ویستحب أن یغتسل أي والحال أنه مستور العورة. (مراقی الفلاح: ج ۱ ص ۵۷، طبع میر محمد کراچی)

(۶) ویدخل الخلاء برجله اليسرى ویستعید بالله من الشیطان الرجیم قبل دخوله وقبل كشف عورته. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ج ۱ ص ۵۱، فصل فیما یجوز به الاستنجاء، وفي الحلی الكبير: وكذا لا یقرأ إذا كانت عورته مكشوفة. (ص ۶۱، مطلب فی أصح القولین)

الجواب

پہلے استنجا کیا جائے۔ پھر جسم کے کسی حصہ پر اگر نجاست لگی ہو تو اسے صاف کیا جائے۔ پھر وضو کیا جائے۔ اگر پانی نہیں نکلتا اور پاؤں میں جمع ہوتا ہے تو پھر پاؤں آخر میں دھوئے ورنہ مکمل وضو کر لے۔ اس کے بعد پورے بدن پر پانی اس ترتیب سے بہائے کہ پہلے سر پر، پھر داہنے کندھے پر، پھر بائیں کندھے پر، پھر سارے جسم پر۔ غسل کے تین فرض ہیں۔ کلی کرنا، ناک کے نرم حصے سے سخت حصے تک پانی پہنچانا، سارے بدن پر پانی بہانا، غسل کے لئے کپڑے کھولنے سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھ لے۔ (۱)

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۲۰۶/۴/۶ھ، الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء (وسننہ) کسنن الوضوء..... (البداءة بغسل یدیه وفرجہ) إن لم یکن بہ خبث (وخبث بدنه إن کان)..... (ثم یتوضأ)..... (ثم یفیض الماء) علی کل بدنه ثلاثاً..... (بادئاً بمنکبه الأيمن ثم الأيسر ثم برأسه ثم) علی (بقية بدنه مع دلکھ) ندباً، وقیل یشی بالرأس وقیل یبدأ بالرأس وهو الأصح وظاهر الرواية والأحادیث. ۱ھ (التنوير مع الدر علی هامش الشامية: ج ۱ ص ۱۱۵) احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مرتب خیر الفتاویٰ۔ (خیر الفتاویٰ: ۸۴/۲-۸۵)

طریقہ غسل کیا ہے:

سوال: غسل کا طریقہ موافق شریعت جو ہو مطلع فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں؟

الجواب

طریقہ غسل جنابت وغیرہ کا یہ ہے کہ اول ہاتھوں کو دھوئے اور بدن پر اگر نجاست ہو اس کو دور کرے، پھر پورا وضو کرے۔ پھر تمام بدن پر تین بار پانی بہا کر اس طرح کہ اول داہنے مونڈھے پر، پھر بائیں مونڈھے پر، پھر سر پر تین

(۱) غسل کا افضل طریقہ یہ ہے کہ جب غسل کا ارادہ ہو تو غسل خانہ جائے۔ اگر غسل خانہ نہ ہو تو کسی چیز سے پردہ کر لے یا آڑ میں آجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی غسل کرنا چاہے تو وہ غسل کے لیے دیوار یا اونٹ کے پہلو کی آڑ میں چلا جائے یا اس کا کوئی بھائی کسی چیز سے پردہ کر دے۔ (المصنف: ۲۸۶/۱) (۲) اور غسل سے پہلے نیت کرے۔ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ غسل کی نیت یہ ہے کہ اس سے طہارت و نظافت کا ارادہ رکھے۔ (۳) اور پھر بسم اللہ پڑھے۔ (۴) اس کے بعد اپنی دونوں ہاتھ گٹوں سمیت دھوئے۔ (۵) اور پھر دائیں ہاتھ سے پانی لے اور بدن کے کسی حصہ پر اگر کوئی نجاست لگی ہو تو اسے بائیں ہاتھ سے دھوئے، اپنی شرم گاہ بھی دھوئے۔ (۶) پھر مسنون طریقہ پر وضو کرے، وضو کرتے وقت ناک اور منہ میں خوب پانی ڈال کر صاف کرے، اگر چاہے تو وضو میں پہلے پیر دھوئے اور چاہے تو چھوڑ دے بعد میں دھوئے۔ (۷) وضو کرنے کے بعد سر پر پانی ڈالے پھر پورے بدن پر پانی بہائے۔ (۸) نہاتے وقت بدن کو خوب رگڑ کر میل کچیل صاف کرے، اگر چاہے تو میل کچیل صاف کرنے والے صابن کا استعمال کرے، کان، ناف، بغل، وغیرہ جگہوں کی صفائی کرے۔ (۹) تین بار پورے بدن پر پانی بہائے، فرض غسل میں ایک بار پورے بدن کا دھونا فرض ہے اور اس کے بعد دوبار پورے بدن کا دھونا سنت مؤکدہ ہے۔ (۱۰) غسل کے بعد اپنے دونوں پیروں کو دھوئے اور کپڑے تبدیل کر لے اور چاہے تو تولیہ وغیرہ سے بدن کو پوچھے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰، مرتبہ انیس الرحمن قاسمی)

بارپانی بہاوے اور شارح نے فرمایا کہ اول سر پر تین بار پانی ڈالے، پھر باقی بدن پر تین بار پانی بہاوے۔ الغرض تمام بدن پر تین دفعہ پانی بہاوے، تاکہ غسل بطریق سنت ادا ہو جاوے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۸/۱)

(۱) وسنة الغسل أن يقدم الوضوء عليه كوضوء الصلوة الخ وأن يزيل النجاسة الحقيقية كالمني ونحوه عن بدنه إن كانت الخ ثم يصيب الماء على رأسه وسائر جسده ثلاثاً كما في الصحيحين عن حديث ابن عباس قال: قالت ميمونة: وضعت للنبي صلى الله عليه وسلم غسلًا فسترته بثوب فصب على يديه فغسلهما ثم أدخل يمينه في الإناء فأفرغ بها على فرجه ثم غسله بشماله ثم ضرب بشماله الأرض فدلکها دلکاً شديداً ثم غسلها فمضمض واستنشق وغسل وجهه وذراعيه ثم أفرغ على رأسه ثلاث حثيات ملأ كفيه ثم غسل سائر جسده ثم تنحى فغسل قدميه فناولته ثوباً فلم يأخذه فانطلق وهو ينفذ يديه، ثم كيفية الصب، قال شمس الأئمة الحلواني: يفيض على منكبه الأيمن ثلاثاً ثم الأيسر الخ قيل يبدأ بالرأس ثم بالأيمن ثم بالأيسر وهو ظاهر المتن والهداية وغيرها وظاهر الحديث. (غنية المستملی، بحث الغسل: ص ۲۵-۲۸، ۲۹، ظفر)

۱۔ قالت عائشة: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اغتسل بدأ بيمينه فصب عليها من الماء فغسلها ثم صب الماء على الأذى الذي به يمينه وغسل عنه بشماله حتى إذا فرغ من ذلك صب على رأسه. (مسلم باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة، الخ- ص ۱۲۲، نمبر ۲۹/۳۲۱)

اس حدیث میں ہے کہ جہاں پر نجاست ہو اس کو بھی دھوتے تھے۔

۲۔ حدثتني خالتي ميمونة قالت: أدنيت لرسول الله صلى الله عليه وسلم غسله من الجنابة، فغسل كفيه مرتين أو ثلاثاً، ثم أدخل يده في الإناء، ثم أفرغ به على فرجه، وغسله بشماله، ثم ضرب بشماله الأرض، فدلکها دلکاً شديداً، ثم توضأ وضوئه للصلاة ثم أفرغ على رأسه ثلاث حفات ملأ كفه، ثم غسل سائر جسده، ثم تنحى عن مقامه ذلك فغسل رجليه، ثم أتيت به بالمنديل فردده. (مسلم، باب صفة غسل الجنابة، ص ۱۲۲، نمبر ۲۲/۳۱۷، بخاری، باب الغسل مرة واحدة، ص ۳۹، نمبر ۲۵/أبو داؤد، باب في الغسل من الجنابة، ص ۲۵، نمبر ۲۵/ترمذی، باب ما جاء في الغسل من الجنابة، ص ۲۸، نمبر ۱۰۳) اس حدیث سے ترتیب کے ساتھ سنتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۳۔ إن حمراً مولی عثمان أخبره أنه رأى عثمان بن عفان دعا ياناء، فأفرغ على كفيه ثلاث مرار فغسلهما، ثم أدخل يمينه في الإناء فمضمض واستنشق ثم غسل وجهه ثلاثاً ويديه إلى المرفقين ثلاث مرار، ثم مسح برأسه، ثم غسل رجليه ثلاث مرار إلى الكعبين، ثم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من توضأ نحو وضوئي هذا ثم صلى ركعتين لا يحدث فيهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه." (بخاری، باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً، ص ۳۲، نمبر ۱۵۹/أبو داؤد، باب صفة وضوء النبي صلى الله عليه وسلم، ص ۲۶، نمبر ۱۰۸) یہ حدیث وضو کے بارے میں ہے، اس پر قیاس کرتے ہوئے غسل میں بھی تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔

۴۔ عن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اغتسل من الجنابة دعا بشيء من نحو الحلاب فأخذ بكفيه فبدأ بشق رأسه الأيمن ثم الأيسر ثم أخذ بكفيه فقال بهما على رأسه. (أبو داؤد، باب في الغسل من الجنابة، ص ۲۵، نمبر ۲۳)

اس حدیث میں ہے کہ پہلے سر پر پانی ڈالے، اور یہ بھی ہے کہ دائیں جانب پہلے کرے اور بائیں جانب بعد میں کرے۔

۵۔ عن عائشة أن أسماء سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن غسل المحيض...؟ ثم تصب على رأسها فتدلکها دلکاً شديداً حتى تبلغ شؤن رأسها. (مسلم، باب استعمال المغتسلة من الحيض فرصة من مسك في موضع الدم، ص ۱۳۷، نمبر ۷۶۳۳۲) اس حدیث میں ہے کہ بدن کو رگڑے اور "ثم تصب على رأسها" سے پتہ چلا کہ غسل پے در پے کرے۔ انیس

غسل سے پہلے وضو کرنے کی تفصیل:

سوال: ایک قاری کے ایک سوال کے جواب میں آپ نے غسل اور وضو کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ ”غسل کرنے سے وضو ہو جاتا ہے، اس لیے غسل کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں، نماز پڑھی جاسکتی ہے، بلکہ جب تک اس غسل سے کم از کم دو رکعت نہ پڑھ لی جائے، دوبارہ وضو کرنا گناہ ہے۔“

میں نے خود بارہا یہ مسئلہ کتابوں میں پڑھا ہے، لیکن آپ جیسے اہل علم حضرات سے کبھی استفادہ نہیں کیا اور اب تک شکوک و شبہات میں مبتلا رہا، برائے کرم میری تسلی و تشفی کے لیے اور دیگر قارئین کی بھلائی کی خاطر ذرا تفصیلاً اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ وضو میں ایک مرتبہ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے، اب اگر ایک شخص پر غسل کرنا فرض ہو تب تو وہ وضو بھی کرے گا، لیکن ایک شخص پاکی کی حالت میں غسل کرتا ہے تو ظاہر ہے وہ وضو نہیں کرے گا، پھر چوتھائی سر کا مسح چہ معنی؟ اور وہ کس طرح صرف غسل سے نماز پڑھ سکتا ہے، ایک حدیث پیش خدمت ہے:

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے اور غسل سے پہلے جو وضو کرتے تھے اسی پر اکتفا کرتے تھے۔“ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ بغیر وضو کے غسل سے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں، جبکہ سر کا مسح وضو میں فرض ہے؟

الجواب

وضو نام ہے تین اعضا (منہ، ہاتھ اور پاؤں) کے دھونے اور سر کے مسح کرنے کا (۱) اور جب آدمی نے غسل کر لیا تو اس کے ضمن میں وضو بھی ہو گیا۔ (۲) غسل سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے۔ (۳) جیسا کہ آپ نے حدیث شریف نقل کی ہے، لیکن اگر کسی نے غسل سے پہلے وضو نہیں کیا، تب بھی غسل ہو جائے گا۔ (۴) اور غسل کے ضمن میں وضو بھی ہو جائے گا، مسح کے معنی تر ہاتھ سر پر پھیرنے کے ہیں۔ (۵)

(۱) ففرض الطهارة غسل الأعضاء الثلاثة یعنی الوجه واليدين والقدمين..... ومسح الرأس..... الخ. (الجوهرة

النيرة: ۲/۱، كتاب الطهارة، طبع مجتبائی دہلی، أيضاً: الهداية: ۱۲/۱، ۱۳، طبع مكتبة شركة علميه، ملتان)

(۲) ويقول القاضى فى العارضة: لم يختلف أحد من العلماء فى أن الوضوء داخل فى الغسل... الخ. (معارف

السنن: ۳۶۸/۱، طبع مكتبة بنورية، كراچی)

(۳) وسنة الغسل أن يبدأ بالمغتسل فيغسل يديه وفرجه... ثم يتوضأ وضوءه للصلاة الإبراهيمية، فيه إشارة إلى أنه

يمسح رأسه وهو ظاهر الرواية، وروى الحسن عن أبى حنيفة أنه لا يمسح لأنه لا فائدة فيه لأن الإسالة تقدم المسح

والصحيح أنه يمسحه... الخ. (الجوهرة النيرة: ۱۰/۱، طبع مجتبائی دہلی)

(۴) وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن. (هداية: ۲۹/۱، كتاب الطهارة)

(۵) والمسح إصابة اليد المبتلة العضو... الخ. (شرح الوقاية: ۵۵/۱، فرائض الوضوء، طبع ایچ ایم سعید)

جب سر پر پانی ڈال کر مکمل لیا تو مسح سے بڑھ کر غسل ہو گیا۔ بہر حال عوام کا طرز عمل کہ وہ غسل کے بعد پھر وضو کرتے ہیں، بالکل غلط ہے، وضو غسل سے پہلے کرنا چاہیے، تاکہ غسل کی سنت ادا ہو جائے، غسل کے بعد وضو کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ص ۶۳-۶۴)

غسل کے اندر جو وضو کی جاوے اس سے فرائض بھی پڑھ سکتے ہیں:

سوال: غسل اگر غرارہ کلی کر کے اور ناک میں پانی ڈال کر کر لیا جاوے اور پھر پاؤں دھوئے جائیں تو اس غسل سے نماز پڑھنا کیسا ہے یا دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھے؟

الجواب

اس غسل سے نماز پڑھ سکتا ہے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن بہتر طریقہ غسل کا یہ ہے کہ بعد از الہ نجاست بدن، اول وضو کرے پھر غسل کر کے پیر دھو لیوے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم یعنی عزیر الفتاویٰ: ۱۹۳/۱)

غسل کے بعد دوبارہ وضو کرنے کا حکم:

سوال: کیا غسل کرنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے یا غسل کے ضمن میں کئے گئے وضو پر اکتفا کیا جاسکتا ہے؟

الجواب

بہتر یہ ہے کہ غسل کرنے سے قبل وضو کر لیا جائے البتہ اگر غسل سے قبل وضو نہ کیا گیا ہو تو غسل میں ضمناً وضو پر اکتفا ہو سکتا ہے، ایسی حالت میں غسل کے بعد دوبارہ وضو ضروری نہیں۔ (۳)

البتہ اگر غسل کرنے کے بعد کسی دوسری مجلس میں وضو کر لے تو جائز ہے۔

”قال ابن نجيم: واتفق العلماء على عدم وجوب الوضوء في الغسل إلا إذا دأب الظاهري فقال

(۱) یعنی مکروہ ہے۔ انیس۔

عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يتوضأ بعد الغسل، قال أبو عيسى: هذا قول غير واحد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين أن لا يتوضأ بعد الغسل. (ترمذی: ۱۶/۱، باب الوضوء بعد الغسل، طبع دہلی)

أيضاً: قال العلامة نوح آفندی: بل ورد ما يدل على كراهته، أخرج الطبراني في الأوسط عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من توضأ بعد الغسل فليس منا“. آه تأمل. (رد المحتار: ۱۵۸/۱، طبع ایچ ایم سعید)

(۲) ”لو توضأ أولاً لا يأتي به ثانياً لأنه لا يستحب وضوء ان للغسل“. (الدر المختار على صدر رد المحتار، سنن

الغسل: ج ۱ ص ۱۵۸، انیس)

(۳) عائشة: أن النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يتوضأ بعد الغسل. (لأصحاب السنن. جمع الفوائد، غسل الجنابة: ص ۱۳۱۔ انیس)

بالوجوب فی غسل الجنابة وإذا توضأ أولاً لا يأتي به ثانياً بعد الغسل فقد اتفق العلماء على أنه لا يستحب وضوء ان للغسل أما إذا توضأ بعد الغسل واختلف المجلس على مذهبن أو فصل بينهما بصلوة كما هو مذهب الشافعي فيستحب“ (البحر الرائق، سنن الغسل: ج ۱ ص ۵۰، الدر المختار على صدر رد المحتار، سنن الغسل: ج ۱ ص ۱۵۸) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳ و ۵۳۱)

غسل کے لئے نیت شرط نہیں ہے:

سوال: زید کو غسل کی حاجت ہوئی اور قبل نماز فجر اس نے غسل کیا، اور غسل کے وقت نیت یہ کی کہ ناپا کی دور ہونے اور نمازیں پڑھنے کے واسطے غسل کرنا ہے، ایسی حالت میں کیا بعد غسل ناپا کی، نماز کے لئے اس کو دوبارہ غسل کرنا ہوگا؟

الجواب

غسل کے لئے نیت شرط نہیں ہے، اگر بدوں نیت بھی غسل کیا جاوے تو اس کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے، گو نیت کرنا بہتر ہے۔ (۱) اور جب بطریق مذکورہ سوال غسل ہو چکا تو پھر اس کو دوبارہ غسل کی حاجت کیا رہی، باقی رہا یہ کہ ایک ناپا کی کا غسل ہو اور ایک نماز کا غسل ہو، یہ بالکل نئی گھڑت اور محض بے اصل ہے۔

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ، ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۵ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول ص: ۳۶۰)

غسل میں نیت بھول جائے تو غسل ہوگا یا نہیں:

سوال: عمر کو غسل کی حاجت ہے، اس نے تمام شرائط ادا کئے لیکن نیت غسل کو بھول گیا ہے، کپڑے پہننے کے بعد یاد آنے پر کہتا ہے کہ میرا غسل درست ہوا۔ عمر کا قول صحیح ہے یا نہ؟

الجواب

قول عمر صحیح ہے اس صورت میں غسل ہو گیا، کیونکہ وضو اور غسل میں ہمارے نزدیک نیت فرض نہیں ہے سنت ہے، اور ترک سنت سے صحت میں کچھ شبہ نہیں ہے، کذا فی کتب الفقہ۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۹/۱)

خلاف سنت غسل سے پاکی:

سوال: غسل اگر سنت کے مطابق ادا نہ کیا جائے تو کیا اس سے ناپا کی دور نہیں ہوتی؟

(۱) وسننه (أى الغسل) كسنن الوضوء سوى الترتيب الخ (در مختار). (قوله كسنن الوضوء) أى من البداءة بالنية والتسمية. (رد المحتار، أبحاث الغسل، مطلب سنن الغسل: ۱۴۳/۱، انیس)

(۲) رد المحتار، أبحاث الغسل، مطلب سنن الغسل: ۱۴۳/۱، ظفیر

الجواب

اگر کھلی کر لی، ناک میں پانی ڈالا اور پورے بدن پر پانی بہا لیا تو طہارت حاصل ہوگئی کیوں کہ غسل میں یہی تین چیزیں فرض ہیں۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ص ۱۰۶)

غسل کی نیت پڑھ کر پھونکے ہوئے پانی سے غسل:

سوال: غسل کرتے وقت جو نیت پڑھی جاتی ہے وہ پڑھ کر پانی پر پھونک کر پانی سے غسل کرنا چاہئے یا پانی پر نہیں پھونکنا چاہئے؟ (کے، کے، مبی)

الجواب۔ وباللہ التوفیق

غسل کرتے وقت جو نیت کی جاتی ہے، اس کا دل میں کر لینا بھی کافی ہوتا ہے، اس کو پڑھ کر دم کرنے کا حکم نہیں ہے۔ (۲)

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۷/۲/۱۴۰۲ھ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۶۱/۱-۱۶۲)

معذور یا غیر معذور غسل جمعہ کے بجائے تیمم کر لے تو مودی بالسنۃ ہوگا یا نہیں:

سوال: کئی روز سے ایک جزئی کی تلاش میں ہوں، ملی نہیں، اس لئے حضرت کی خدمت میں درخواست ہے کہ اگر نظر سے گذری ہو یا استاذی مولانا ظفر احمد صاحب کو مل سکے تو حضرت ممنون فرمادیں۔

غسل جمعہ کی بجائے اگر معذور یا غیر معذور تیمم کر لے تو مودی بالسنۃ ہوگا یا نہیں، مالکیہ و شافعیہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، مالکیہ کے نزدیک یہ غسل ”معلل بالرائحة الكريهة“ ہے، اس لئے تیمم اس کے قائم مقام نہیں اور شافعیہ کے نزدیک ”معلل بأكمل الطهارتين“ ہے، اس لئے تیمم کافی ہے، حنفیہ کی عبارات سے دونوں کا علت ہونا معلوم ہوتا ہے، بعض اس کی علت ”علی اکمل الطهارتين“ فرماتے ہیں، اس لئے کلمہ سے بھی حکم نہیں نکلتا۔

(زکریا کاندھلوی، سہارنپور، ۱۵/رمضان ۱۴۳۷ھ)

الجواب

اس وقت تک اس مسئلہ میں کوئی جزئیہ صریح نہیں ملا، مگر احادیث و اقوال فقہیہ سے رائج یہ ہے کہ امر غسل جمعہ

(۱) وفرض الغسل غسل فمه وأنفه وبدنه. (تنوير الأبصار مع رد المحتار: ج ۱ ص ۱۵۱، مطلب فی أبحاث الغسل)

أيضاً: الفصل الأول فی فرائضه وهی ثلاثة: المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن. (فتاویٰ عالمگیریہ: ج ۱ ص ۱۳)

(۲) وهی لغة عزم القلب علی الشئ واصطلاحاً كما فی التلویح: قصد الطاعة والتقرب إلى الله تعالى فی إيجاد الفعل. (البحر الرائق: ۹۴/۱)

میں اصل علت تنظیف ہے اور گو تنظیف دوسرے ایام میں بھی ہو سکتی ہے، مگر جمعہ کی تخصیص بوجہ اس کے یوم الاجتماع ہونے کے ہے۔

و هو علة تخصيصه بيوم العيد أيضاً وهو الظاهر من قول صاحب الهداية (۱).
وبه ورد التصريح في حديث عائشة رضي وابن عباس رضي في بدء الغسل.
اور جب رائج یہ علت ہے تو تیمم اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا، نہ معذور کے لئے نہ غیر معذور کے لئے۔
هذا ما ظهر لي والله تعالى أعلم. ۱۹/رمضان ۱۴۷ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول، ص: ۳۵۹، ۳۶۰)



(۱) وسن رسول الله صلى الله عليه وسلم الغسل للجمعة، والعیدین، وعرفة، والإحرام، صاحب الكتاب نص على السنية، وقيل هذه الأربعة مستحبة، وسمى محمد الغسل في يوم الجمعة حسناً في الأصل. (الهداية)
عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم". (أبو داود، باب في الغسل يوم الجمعة: ص ۵۵، نمبر ۳۴/مسلم، باب وجوب غسل الجمعة ص ۲۹، نمبر ۸۴۶/۱۹۵۷)

عن سمره قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من توضأ فيها ونعمت ومن اغتسل فهو أفضل". (أبو داود، باب في الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة: ص ۵۷، نمبر ۳۵۴/مسلم، كتاب الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة: ص ۲۹، نمبر ۸۴۶/۱۹۵۹، مسلم، باب فصل من استمع وأنصت في الخطبة: ص ۲۸۳، نمبر ۸۵۷/۱۹۸۸)
ان دونوں قسم کی احادیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن پہلے غسل واجب تھا اب منسوخ ہو کر سنت باقی رہا۔ انیس

مستحبات و آداب غسل

غسل خانہ میں دخول و خروج کا طریقہ اور دعا:

سوال: غسل خانہ میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کا مسنون طریقہ کیا ہے اور اس وقت کوئی دعا مسنون ہے؟

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

غسل خانہ میں بالعموم صفائی نہیں ہوتی، اس لئے بیت الخلا کی طرح غسل خانہ میں بھی داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالے، غسل سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے، مگر غسل خانہ میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے اور فارغ ہونے کے بعد غسل خانہ سے باہر نکل کر وضو کے بعد والی دعا پڑھے، اگر غسل خانہ نہایت صاف ستھرا ہو اور اس کے اندر بیت الخلا نہ ہو تو اس میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت جو پاؤں چاہے پہلے رکھے اور بسم اللہ بھی غسل خانہ کے اندر کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھے، اگر کوئی لنگی وغیرہ باندھ کر غسل کر رہا ہو تو کپڑے اتارنے کے بعد بسم اللہ پڑھے اور حالت غسل میں وضو کی دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

قال في العلائية: (وسننه) كسنن الوضوء سوى الترتيب، وآدابه كآدابه، وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى (قوله كسنن الوضوء) أى من البداءة بالنية والتسمية والسواك والتخليل والدلك والولاء الخ وأخذ ذلك فى البحر من قوله ثم يتوضأ (قوله سوى الترتيب) أى المعهود فى الوضوء، وإلا فالغسل له ترتيب آخر بينه المصنف بقوله بادئاً الخ ط عن أبى السعود، أقول: ويستثنى الدعاء أيضاً فإنه مكروه كما فى نور الإيضاح (قوله وآدابه كآدابه) نص عليه فى البدائع، قال الشرنبلالى: ويستحب أن لا يتكلم بكلام مطلقاً، أما كلام الناس فلكرهيته حال الكشف، وأما الدعاء فلأنه فى مصب المستعمل ومحل الأقدار والأحوال آه، أقول: قد عد التسمية من سنن الغسل فى شكل على ما ذكره، تأمل. (رد المحتار: ۱۲۵/۵) (۱) فقط (حسن الفتاوى: ۳/۳۷)

غسل کے وقت دعا پڑھنا:

سوال: ہمبستری کے بعد غسل کرتے وقت ناپاکی دور کرنے کیلئے کیا پڑھنا چاہئے، کلمہ دین پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، مطلب سنن الغسل، انیس

الجواب _____ حامداً و مصلياً

کلمہ وغیرہ کچھ نہ پڑھا جائے، چپ چاپ غسل کیا جائے: ”و یستحب أن لا یتکلم بکلام معہ و لو دعاء، لأنه فی مصب الأقدار“ مراقی الفلاح. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد • د عفا اللہ عنہ، چمٹے مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۵/۵۷ھ۔ (فتاویٰ • دیہ: ۸۹/۵)

افعال غسل میں دعائیں:

سوال: بعض حضرات کہتے ہیں کہ غسل کے جتنے افعال ہیں، ان کے لئے الگ الگ دعائیں ہیں، اور دعاؤں کو پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب

غسل و وضو میں ہر فعل سے متعلق جو دعائیں بعض کتابوں میں لکھی ہیں، یا لوگوں میں مشہور ہیں، وہ حدیث سے ثابت نہیں، اگر ان کو مسنون سمجھے بغیر پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج بھی نہیں، فقہانے لکھا ہے: ”غسل کرتے وقت مسنون ہے کہ پہلے غسل کی نیت دل ہی دل میں کر لے، عوام اگر زبان سے بھی یوں کہہ لیں کہ ”میں جنابت دور کرنے کے لئے غسل کی نیت کرتا ہوں“ تو بہتر ہے، پھر جب غسل کے لئے دونوں ہاتھ دھونے لگیں تو اس وقت بسم اللہ پڑھ لیں، کیونکہ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کی تاکید آئی ہے، بس اتنا کافی ہے: ”ویسن أن یبدأ بالنية بقلبه ویقول بلسانه... ثم یسمى الله تعالیٰ عند غسل الیدین“۔ (۲) فقط (کتاب الفتاویٰ: ۶۲/۲)

منسلک ہاتھ روم میں دعا:

سوال: آج کل کے ترقی یافتہ دور میں رہائشی کمرہ سے منسلک بیت الخلا بنائے جاتے ہیں، حمام میں جہاں وضو بنایا جاتا ہے، اسی کے اندرونی حصہ میں غلاظت کا ذخیرہ رہتا ہے، اس کے اوپر بیٹھ کر وضو کرتے ہوئے اور دعائیں پڑھتے ہوئے کراہت محسوس ہوتی ہے، نیز اس بیت الخلا سے منسلک کمرہ میں نمازیں پڑھنا بھی اچھا نہیں لگتا، شرعی اعتبار سے کیا ہماری نمازیں اور عبادتیں درست ہیں؟ (احمد ندیم، محبوب نگر)

الجواب

اگر بیت الخلا اور غسل کے لئے الگ الگ جگہیں مخصوص ہوں، دونوں کے درمیان چھوٹی یا بڑی دیوار حائل ہو، یا

(۱) مراقی الفلاح، ص: ۱۰۶، آداب الاغتسال، قدیمی۔ الحلبي الكبير، ص: ۵۱، سنة الغسل، سهيل أكيدمي، لاهور۔ و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۲، آداب و سنن الغسل، رشيدية.

(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۱۲، الفصل الثاني في سنن الغسل، كتاب الطهارة، محشى كتاب الفتاوى

دونوں جگہوں کی سطح میں فرق ہو، ایک کی اونچی اور ایک کی نیچی ہو، تو میرا خیال ہے کہ یہ دونوں الگ الگ جگہوں کے حکم میں ہیں اور جس حصہ میں غسل کیا جاتا ہے اور جو عام طور پر نجاست سے سینے نظر ہوتا ہے، اس حصہ میں دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں، جو حصہ بیت الخلا کے لئے مخصوص ہے، اس حصہ میں دعائیں پڑھی جاسکتی، اگر کسی جگہ کا اوپری حصہ پاک ہو تو گواندر کے حصہ میں ناپاکی ہو، اس پر نماز پڑھنا یا دعا کرنا درست ہے، یہاں تک کہ فقہانے لکھا ہے کہ اگر دو کپڑے تہہ بہ تہہ ہوں، آپس میں سلے ہوئے نہ ہوں اور نچلا کپڑا ناپاک ہو تو اوپر والے کپڑے پر نماز ادا کرنی درست ہے۔

”لوصلی علی ما له بطانة نجسة وهو قائم علی ما یلی موضع النجاسة من الطهارة، عن محمد یجوز، وعن أبی یوسف لا یجوز، وقیل: أما فی غیر المضرب فیکون حکمه حکم ثوبین“۔ (۱) فقط (کتب الفتاویٰ: ۲/۴۳-۴۴)

غسل خانہ میں برہنہ شخص دعائیں پڑھے یا نہیں:

سوال: غسل خانہ میں وضو کرتے وقت دعاؤں کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

برہنگی کی حالت میں نہ پڑھے۔ (۲) فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد • وغفرلہ (فتاویٰ: جلد ۵/۸۹)

برہنہ غسل کر رہا ہو تو ”بسم اللہ“ زبان سے نہ پڑھے:

سوال: جیسے وضو کے شروع میں تسمیہ سنت ہے ایسے ہی غسل کے شروع میں بھی ہے۔ تو کیا جب برہنہ غسل کر رہا ہو اس وقت ”بسم اللہ“ پڑھ سکتا ہے؟ عبد الحمید ممتاز آباد، ملتان۔

الجواب: _____

برہنہ غسل کرنے کی صورت میں زبان سے ”بسم اللہ“ نہ پڑھے، عالمگیری میں ہے:

ولا یسمی فی حال الانکشاف ولا فی محل النجاسة، هکذا فی فتح القدیر، آھ۔ (عالمگیری: ج ۳ ص ۳) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۲/۲/۱۴۱۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۷/۷۸)

(۱) البحر الرائق: ۲۶۸/۱، باب شروط الصلوة، کتاب الصلوة۔

(۲) و آدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلة (الدر المختار) قال ابن عابدین عن الشربلالية: ويستحب أن لا يتكلم بكلام مطلقاً، أما كلام الناس فلكرهيته حال الكشف، وأما الدعاء فلأنه في مصب المستعمل ومحل الأقدار والأحوال. (رد المحتار: ۱۵۶/۱، مطلب سنن الغسل، سعيد، وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۵۳۵/۱، المطلب الخامس، مكروهات الغسل، رشيدية، وكذا في مراقي الفلاح: ۱۰۶، فصل آداب الغسل، قديمي)

برہنہ غسل کر رہے ہوں تو استقبال قبلہ نہ کریں:

سوال: برہنہ ہو کر غسل کرنے کی صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

برہنہ ہو کر غسل کرنے کی صورت میں قبلہ رو ہونے سے بچیں۔ (۱)

(وسننہ) کسنن الوضوء سوی الترتیب و آدابہ کا آدابہ سوی استقبال القبلة لأنه یكون غالباً مع كشف عورة، اھ۔ (درمختار)

(قوله مع كشف عورة) فلو كان متزلاً فلا بأس به۔ اھ۔ (شامی: ج ۱ ص ۱۱۵)۔ (۲) فقط واللہ اعلم
احقر محمد نور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۲/۲/۱۴۰۹ھ (خیر الفتاویٰ: ۸۵/۲-۸۶) ☆

خلوت میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے:

سوال: سنا ہے کہ غسل خانہ کی چھت نہ ہو تو اس کے اندر برہنہ غسل کرنا جائز نہیں، فرشتوں کو حیا آتی ہے، تو کیا صحیح ہے یا نہیں؟ اور غسل کرنا جائز ہو گا یا نہیں؟

الجواب

باسم ملہم الصواب

غیر مستقف غسل خانے میں بلکہ اکیلا ہو تو کھلی فضا میں بھی برہنہ غسل کرنا جائز ہے البتہ چوگرد پردہ افضل ہے

(۱) ننگے جسم غسل:

غسل کے لیے بہتر طریقہ یہی ہے کہ غسل خانہ میں غسل کیا جائے اور غسل کرتے وقت مرد اپنے ستر زیر ناف تا گھٹنہ ڈھانپے رکھیں اور بوقت ضرورت اس حصہ کو کھولیں۔ اس لیے کہ ننگے جسم غسل خانہ میں بھی نہانا پسندیدہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگے ہونے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”إياكم والتعري فإن معكم من لا يفارقكم إلا عند الغائط وحين يفضي الرجل إلى أهله فاستحيوهم وأكرموهم“۔
لوگوں کی نگاہ کا بدن کے اس حصہ پر پڑنا جن کا چھپانا فرض ہے جائز نہیں۔ اس لیے ننگے بدن لوگوں کے درمیان نہانا تو جائز ہی نہیں ہے،

البتہ اگر غسل خانہ یا دوسری پردہ کی جگہ میں کوئی نہاے تو اس کے لیے ننگے بدن نہانا جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔ (رد المحتار: ۱/۱۵۵)

البتہ اگر غسل خانہ میں نگاہ نہ ہو تو قبلہ کی طرف اپنا رخ نہ کرے۔ (طہارت کے احکام و مسائل، ص: ۲۳۰، ۲۳۱-۲۳۲) (نہیں)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، مطلب سنن الغسل۔ انیس

☆ برہنہ ہو کر غسل کرتے وقت استقبال قبلہ:

سوال: برہنہ ہو کر غسل کرتے وقت استقبال قبلہ احناف کے یہاں مکروہ ہے یا مباح؟

الجواب

عالمگیری میں آداب الغسل کے تحت لکھا ہے: وأن لا يستقبل القبلة وقت الغسل۔ (عالمگیری: ۱۴۱)

درمختار میں ہے: نو آدابہ کا آدابہ سوی استقبال القبلة لأنه یكون غالباً مع كشف العورة۔ شامی میں ہے: (قوله مع كشف عورة) فلو كان متزلاً فلا بأس به، كما في شرح المنية والإمداد۔ (شامی: ۱۵۶/۱-۱۵۷) نیز البحر الرائق: ۵۲/۱، پر یہی مسئلہ لکھا ہے

خلاصہ: ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جب آدمی برہنہ ہو کر غسل کرے تو قبلہ کی طرف رخ نہ کرنا مستحب ہے، پس اس حالت میں غسل کرتے وقت احناف کے نزدیک مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول: ص ۵۳۳-۵۳۴)

اوپر کی طرف پردہ کی کوئی حاجت نہیں۔

روی البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ عن أم هانئ رضي الله تعالى عنها بنت أبي طالب تقول: ذهبت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل و فاطمة تستره، الحديث. (۱)

وعن ميمونة رضي الله عنها قالت: سترت النبي صلى الله عليه وسلم وهو يغتسل من الجنابة فغسل يديه، الحديث. (۲)

وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كانت بنو إسرائيل يغتسلون عراً ينظر بعضهم إلى بعض وكان موسى صلى الله عليه وسلم يغتسل وحده فقالوا: والله ما منع موسى أن يغتسل إلا أنه ادر فذهب مرة يغتسل فوضع ثوبه على الحجر ففر الحجر بثوبه، الحديث. (۳)

وعنه رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: بينا أيوب يغتسل عرياناً، الحديث. (۴)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا بدن پر باندھنے کے بجائے کپڑے کا پردہ کرا کر اس کے پیچھے غسل فرمایا، اس سے ثابت ہوا کہ لنگی وغیرہ باندھ کر غسل کرنے کے بجائے پس پردہ غسل کرنا افضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۵/ جمادی الاولیٰ ۸۸ھ (حسن الفتاویٰ: ۳۲/۳۱/۲)

کھلی جگہ میں ننگے غسل کرنا کیسا ہے:

سوال: بیتن عورت یا مرد کے لیے ننگے ہو کر غسل کرنا کیسا ہے؟

الجواب: وبالله التوفيق

کھلی جگہ میں ننگا ہو کر نہانا کہ دوسروں کی نظر پڑے حرام ہے، بند جگہ میں جہاں کوئی نہ دیکھے ننگا نہانا جائز ہے، لیکن بہتر نہیں ہے۔ (۵)

محمد عثمان غنی، ۲۵/ ۱۸/ ۱۳۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۶۸/۲)

- (۲-۱) صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب التستر فی الغسل الخ، حدیث: ۲۸۰، ۲۸۱، ج ۲/۴، انیس
(۲-۳) ایضاً: کتاب الغسل، باب من اغتسل عریاناً وحده الخ، حدیث: ۲۷۸، ۲۷۹، ج ۱/۳۲، انیس
(۵) (آداب الاغتسال ہی آداب الوضوء إلا أنه لا يستقبل القبلة) حال اغتساله (لأنه يكون غالباً مع كشف العورة) ويستحب أن يغتسل بمكان لا يراه فيه أحد لا يحل له النظر لعورته لا فيما ظهرها في حال الغسل أو ليس الثوب. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ۱۰۶، آداب الاغتسال)
(قوله إلا لغرض صحيح) كتغوط واستنجاء، وحكي في القنية أقوالاً إلا في تجرده للاغتسال منفرداً: منها أنه يكره، ومنها أنه يعذر إن شاء الله، ومنها لأبأس به، ومنها يجوز في المدة اليسيرة، ومنها يجوز في بيت الحمام الصغير. (رد المحتار: ۴۰۴/۱، شروط الصلوة، مطلب في ستر العورة، انیس)

کذا فی فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۹۰-۹۱ انیس

تنہائی میں برہنہ ہو کر غسل کرنے کا حکم:

سوال: حنفی مسلک کے لوگ ہمارے یہاں ننگے ہو کر غسل کرتے ہیں اور شیعہ لوگ آ کر کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں کہیں نہیں لکھا کہ غسل ننگے ہو کر کرو اور غسل کرنے کے بعد ننگے ہونے کی حالت میں وضو کرنے سے وضو نہیں ہوتا اور نہ نماز ہوتی ہے؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

تنہائی کی جگہ میں ننگے ہو کر نہانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ حدیث شریف بخاری و مسلم شریف میں ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۲-۹۱/۵) ☆

برہنہ غسل پھر وہیں وضو:

سوال: (الف) زید غسل خانہ میں برہنہ غسل کیا کرتا ہے اور برہنہ حالت میں غسل کر کے کپڑا بدل کر غسل کا وضو کرتا ہے، درست ہے کہ نہیں؟

سوال: (ب) جب کپڑے کیساتھ غسل کرتا ہے تو کپڑے کی ناپاکی صاف کر کے غسل کا وضو کیا کرتا ہے، غسل درست ہوگا کہ نہیں؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

(الف) غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا درست ہے۔ (۲) اور اسی وقت وضو بھی کر لیا جائے، پھر کپڑے بدل

(۱) قال الإمام البخاری: ”حدثنا عبدان عن ميمونة رضى الله عنها قالت: سترت النبي صلى الله عليه وسلم وهو يغتسل من الجنابة فغسل يديه ثم صب يمينه على شماله فغسل فرجه وما أصابه ثم مسح بيده على الحائط أو الأرض ثم توضأ وضوءه للصلوة غير رجله، الحديث. (صحيح البخاری: ۴۲/۱، باب من اغتسل عرياناً وحده، حديث: ۲۸۱. و الصحيح لمسلم: ۱۵۳/۱، باب تستر المغتسل، قديمی) غسل کے بعد مستقل وضو کی ضرورت نہیں۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يتوضأ بعد الغسل. رواه الترمذی وأبو داود والنسائي وابن ماجه، مشكوة: ۷۸. (مشكوة المصابيح، باب الغسل: ۲۸/۱، قديمی، سنن النسائي: ۴۹/۱، باب ترك الوضوء بعد الغسل، قديمی)

☆ برہنہ ہو کر غسل کرنا:

سوال: تنہائی میں برہنہ ہو کر غسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب _____

جائز ہے۔ شرح المنیہ میں ہے: كشف العورة لا يجوز عند أحد في الصحيح وفي خلوة قيل يأثم وقيل لا بأس به وقيل يجوز أن يتجرد للغسل تجرد زوجته للجماع، انتهى. (فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو: ص ۱۸۲)

(۲) (آداب الاغتسال ہی آداب الوضوء إلا أنه لا يستقبل القبلة) حال اغتسالہ (لأنه يكون غالباً مع كشف العورة) ويستحب أن يغتسل بمكان لا يراه فيه أحد لا يحل له النظر لعورته لا فيما ظهرها في حال الغسل أو لبس الثوب. (حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح: ص ۱۰۵، آداب الاغتسال، قديمی)

کروضو کی ضرورت نہیں۔ (۱)

(ب) کپڑے پہنا پاکی لگی ہو تو اول اس کو پاک کر لے، پھر چاہے تو اس کو باندھ کر وضو اور غسل کر لے، شبہ کی ضرورت نہیں، اور چاہے تو کپڑے کو علاحدہ کر کے پاک کر لے اور پردہ کی جگہ برہنہ وضو و غسل کر کے پھر کپڑے پہن لے۔ فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۳/۵-۹۴)

بے لباس غسل کا حکم:

سوال: غسل کرتے وقت جسم پر کپڑا باندھے رکھنا مرد ہو یا عورت، کیا ضروری ہے؟ اگر بغیر کپڑے کے نہالے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں بے برکتی پیدا ہوتی ہے؟

الجواب

بہتر طریقہ یہی ہے کہ غسل کی حالت میں بھی آدمی بالکل بے لباس نہ ہو۔ (۲) اور جسم کے مخصوص حصہ پر کوئی کپڑا رکھے، تاہم اگر پردہ کی جگہ میں بے لباس غسل کر لے تو گناہ نہیں۔ (۳) اور اس کی وجہ سے گھر میں بے برکتی اور نحوست قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۶۱/۲)

لنگی کے ساتھ غسل کرنا احوط ہے:

سوال: آج کل جب کہ غسل خانوں میں پردہ کا انتظام رہا کرتا ہے، لنگی پہن کر غسل کرنا اولیٰ ہے یا لنگی نکال کر، اور وہ غسل خانہ جس میں چھت نہ ہو اس میں ننگے ہو کر غسل کرنا کیسا ہے؟

الجواب — حامداً ومصلیاً

غسل خانہ پر چھت ہو یا نہ ہو جب کسی آدمی کی نظر اندر نہیں پہنچتی تو وہاں بغیر لنگی کے بھی غسل کرنا درست ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ لنگی پہنے ہوئے غسل کرنا احوط ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۳/۵-۹۴)

(۱) لو توضأ أو لا، لا يأتي به ثانياً، لأنه لا يستحب وضوء ان للغسل اتفاقاً، أما لو توضأ بعد الغسل واختلف المجلس على مذهبن أو فصل بينهما بصلوة كقول الشافعية، فيستحب. (الدرا المختار على صدر رد المحتار: ۱۵۸/۱، سعيد، وكذا في البحر الرائق: ۹۲/۱، سنن الغسل، رشيديه)

(۲) قال البخاری: ومن تستر فالستتر أفضل، وقال بهز عن أبيه عن جده عن النبي صلى الله عليه وسلم: "اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يَسْتَحْيَ مِنْهُ مِنَ النَّاسِ". (صحيح البخاری: ۴۲/۱، باب من اغتسل عرياناً وحده في الخلوة، كتاب الغسل)

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: بينا أيوب يغتسل عرياناً، فخر عليه جراد من ذهب فجعل أيوب يحثي في ثوبه فناده ربه يا أيوب ألم أكن أغنيك عما تري؟ قال: بلى وعزتك، ولكن لا غنى بي عن بركتك. (صحيح البخاری، حديث نمبر: ۲۷۹، باب من اغتسل عرياناً وحده في الخلوة، كتاب الغسل)

(۴) (وسننه) كسنن الوضوء سوى الترتيب وآدابه كآدابه سوى استقبال القبلة لأنه يكون غالباً مع كشف عورة، قال الشامي: فلو كان متزراً فلا بأس به. (الدرا المختار مع رد المحتار: ۱۵۶/۱، مطلب سنن الغسل، سعيد، وكذا في شرح المنية: ص ۵۱، سنن الغسل، سهيل الكيضي، لاهور)

تولید باندھ کر غسل یا وضو:

سوال: غسل یا وضو کرتے وقت صرف تولیہ باندھ کر یا گھٹنوں سے اوپر کپڑا باندھ کر کر لیں تو غسل یا وضو ہوگا یا نہیں؟

الجواب

یوں تو انسان کو ہر وقت ہی، ممکن حد تک ستر کی حالت میں رہنا چاہئے، لیکن یہ حکم احتیاط اور استیجاب کے طور پر ہے، دو صورتوں میں ستر واجب ہے، ایک تو نماز میں، دوسرے اس وقت جب کسی دوسرے کی نگاہ پڑتی ہو، لہذا اگر غسل یا وضو کی حالت میں کسی قدر بے ستری بھی ہو جائے اور دوسرے کی نگاہ نہ پڑتی ہو تو حرج نہیں، جہاں تک وضو یا غسل کے درست ہونے کی بات ہے تو اس کے لئے ستر واجب نہیں، لہذا جو صورت آپ نے دریافت کی ہے، اس میں وضو اور غسل درست ہو جاتا ہے۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۵۹-۶۰)

جائیکہ پہن کر غسل اور وضو کرنا:

یہاں پھانسی وارڈ میں بلکہ پورے جیل کے اندر ہم قیدی لوگ غسل کرنے کے لیے انڈر ویئر یا چڈی پہنتے ہیں، کیا غسل ہو جائے گا، اگرچہ جنبی بھی ہو؟ اگر غسل ہوتا ہے تو وضو بھی ہو جائے گا؟

الجواب

اگر نیکر، جائیکہ پہن کر کپڑے کے نیچے پانی پہنچ جائے اور بدن کا پوشیدہ حصہ دھل جائے تو غسل صحیح ہوگا، (۲) غسل میں وضو خود ہی ہو جاتا ہے، غسل کے بعد جب تک کم از کم دو رکعت نماز نہ پڑھ لی جائے یا کوئی دوسری ایسی عبادت ادا نہ کر لی جائے جس میں وضو شرط ہے، دوبارہ وضو کرنا مکروہ ہے۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ۱۰۷)

غسل فرض میں لوگوں کے سامنے غسل کرنا جائز ہے یا نہیں:

سوال: بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ اگر کسی پر غسل فرض ہو اور پردہ کی جگہ نہیں، تو ایسی حالت میں مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے غسل کرنا واجب ہے۔ زید کہتا ہے کہ لفظ واجب اصل عربی عبارت میں نہ ہوگا۔ بکر کہتا ہے کہ یہ ترجمہ بالکل درست ہے۔ آپ فیصلہ فرمادیں؟

(۱) (وسننہ) کسنن الوضوء سوی الترتیب و آدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلة لأنه یكون غالباً مع كشف

عورة، قال الشامی: فلو كان متزراً فلا بأس به. (الدرا المختار مع رد المحتار: ۱/۱۵۶، مطلب سنن الغسل، انیس)

(۲) (ویجب) أى یفرض (غسل) کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرة. (الدرا المختار مع رد المحتار: ج ۱ ص ۱۵۲)

(۳) فإن كان فى مجلس واحد كره، (قوله فإن كان فى مجلس واحد) ولم يؤد بالأول عبادة شرع التطهیر لها وإلا فلا یكره. (حاشیة الطحطاوى على مرقی الفلاح: ص ۲۳، كتاب الطهارة)

الجواب

یہ مسئلہ صحیح ہے، درمختار میں ایسا ہی ہے، عبارت عربی کی یہ ہے: ”علیہ غسل وثمہ رجال لا یدعہ وإن رأوہ، والمرأۃ بین رجال وأرجال ونساء تؤخرہ لا بین نساء“۔ (۱) اس کا ترجمہ اور مطلب وہی ہے جو مولانا نے لکھا ہے، زید کو جبکہ عربی عبارت کے مفہوم کے سمجھنے کی استعداد نہیں تو اعتراض نہ کرنا چاہئے۔ ”لا یدعہ“ کا ترجمہ لفظی تو یہ ہے کہ وہ مرد غسل کو نہ چھوڑے مگر مطلب اس کا یہ ہے کہ غسل واجب ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۷۰/۱۷۱)

میدان یا دریا و تالاب میں ننگے ہو کر نہانا درست ہے، یا نہیں:

سوال: میدان میں یا ندی و تالاب پر برہنہ غسل کرنا درست ہے یا تہبند باندھ کر۔ اور تہبند گھٹنوں سے اونچا رہے یا نیچا، اور ران دیکھنے سے غسل میں کچھ خلل آتا ہے یا نہ، اور غسل کے وضو سے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

تہا مکان میں برہنہ بھی غسل کرنا درست ہے۔ (۲) اور جہاں آدمی ہوں وہاں گھٹنوں سے نیچا تہبند باندھ کر غسل کرے۔ (۳) اور ران وغیرہ دیکھنے سے غسل میں کچھ خلل نہیں آتا اور غسل کے وضو سے نماز درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۱/۱۶۲)

(۱) الدر المختار علی رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۳۳/۱۔ علامہ شامی نے اس پر جوٹ نقل کیا ہے وہ ہر طرح قابل غور ہے۔ لکھتے ہیں: ”(قوله لا یدعہ وإن رأوہ): عزاء فی القنیۃ إلی الوبری. قال فی شرح المنیۃ: وهو غیر مسلم لأن ترک المنہی مقدم علی فعل المأمور وللغسل خلف وهو التیمم فلا یجوز کشف العورۃ لأجلہ عند من لا یجوز نظره إلیہا بخلاف الختان، وتمامہ فیہ“۔ (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۳۳/۱) یہ ساری بحث ننگے نہانے کے لئے ہے، لیکن اگر تہبند باندھ کر مرد کے سامنے غسل کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ فإن أرید بقوله وإن رأوہ وبقول الآخر وما ثمہ سترۃ“ رویتہ ما سوی العورۃ فلا کلام وإن أرید العورۃ کما قال البزازی کشف إزارہ فی الحمام لغسلہ وعصرہ لا یأثم لعدم إِمکان تطہیرہ بدونہ و الإثم علی الناظر غیر مسلم لأن ترک المنہی مقدم الخ. (غنیۃ المستملی: ۴۹) یہاں مجیب علیہ الرحمۃ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ستر کے علاوہ حصہ لوگ دیکھ رہے ہوں تو تہبند باندھ کر نہانا واجب ہے، یہ نشا ہرگز نہیں ہے کہ لوگوں کے سامنے نہانا واجب ہے۔ واللہ اعلم۔ ظفیر نوٹ: عورتوں کا غسل مردوں کی طرح ہے، البتہ عورتوں کا پورا جسم، چہرہ و ہتھیلی کے سوا پردہ میں داخل ہے اور ان کا چھپانا فرض ہے، اس لیے ان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ جسم کا کوئی حصہ ایسی جگہ کھول کر نہائیں جہاں سے دوسروں کی نگاہ ان پر پڑے۔ عورتوں کے سامنے بھی بالکل ننگے بدن نہانا جائز نہیں ہے اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ پردہ کے ساتھ نہائیں۔ اگر غسل خانہ میں عورتیں نہائیں تو بغیر کپڑا پہنے نہا سکتی ہیں لیکن یہ پسندیدہ نہیں ہے۔ (طہارت کے احکام و مسائل) عورتوں کے لیے ایسی جگہ کپڑے میں بھی نہانا جائز نہیں، جہاں مرد ہوں، کھلی جگہ ہو، جیسے کنواں، نہر، دریا وغیرہ۔ اگر ایسی جگہوں پر وہ ہوں جہاں پردہ کی کوئی صورت نہ ہو اور بے شرمی ہوتی ہو تو ایسی صورت میں وہ مردوں کے درمیان غسل نہ کریں گرچہ غسل واجب یا فرض ہو بلکہ غسل کو مؤخر کریں اور تیمم کر کے نماز ادا کریں۔ (رد المحتار: ۱۵۹/۱۶۱) (طہارت کے احکام و مسائل، انیس)

(۲) وقیل یجوز أن یتجرد للغسل تجرد زوجته للحمام أيضاً إذا کان البیت صغیراً. (غنیۃ المستملی: ۵۰)

(۳) فلا یجوز کشف العورۃ عند من لا یجوز نظره إلیہا. (غنیۃ المستملی: ۴۹). (وہی (أی العورۃ) للرجل ما تحت سترتہ إلی ما تحت ركبته). (در مختار) فالركبة من العورۃ الخ لحديث علیؑ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”الركبة من العورۃ“۔ (رد المحتار، باب شروط الصلوۃ، مطلب فی ستر العورۃ: ۳۷۵/۱)

(۴) وأن یغتسل فی موضع لا یراہ أحد لاحتمال بدء العورۃ حال الاغتسال أو اللبس. (غنیۃ المستملی: ۴۹، ظفیر)

غسل کے لیے ستر کھولنے کا حکم:

سوال:- بعض علاقوں میں لوگ بڑے بڑے تالابوں اور حوضوں میں اجتماعی طور پر غسل کرتے ہیں، اس میں ظاہر ہے کہ عضو مخصوص کے کشف پر (جس کو لوگ دیکھ سکیں) ضمیر ملامت کرتا ہے، لیکن اگر ایک شخص عضو مخصوص پر ایک کپڑا باندھ کر ایسی حالت میں غسل کرے کہ ناف کے نیچے اور گھٹنوں سے اوپر کا کچھ حصہ عام لوگوں کو نظر آئے، اس کا از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب

واضح ہو کہ اگر انسان ایسی جگہ میں غسل کرے جہاں پراکیلا ہو تو ایسی حالت میں بھی بلا ضرورت کشف عورت سے احتراز کرے گا ضرورت کی حد تک اس کے لئے کشف عورت کی رخصت ہے، لیکن جہاں آس پاس لوگ موجود ہوں تو ایسی حالت میں گھٹنوں سے لے کر ناف تک کا حصہ مرد کے لئے چھپانا فرض ہے جس کا کشف حرام ہے، ایسی حالت میں یہ ضروری ہے کہ پردہ کر کے غسل کرے، تاہم اگر ایک شخص نے اس طریقہ سے غسل کر لیا تو ارتکاب حرام کے باوجود جب فرائض غسل ادا ہوئے ہوں تو فریضہ غسل ادا ہو جاتا ہے۔

”قال إبراهيم الحلبي: (وأن يغتسل في موضع لا يراه أحد) لا حتمال بدء العورة حال الاغتسال أو اللبس، ولحديث يعلى بن أمية أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله حي ستيّر، يحب الحياء والتستر، فإذا اغتسل أحدكم فليستتر، رواه أبو داود. (كبيرى، فرائض الغسل: ص ۵۱) (۱)

(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم، صفحہ: ۵۲۸)

دوران غسل باتیں کرنے کا حکم:

سوال:- غسل کرتے وقت باتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز اس دوران ادعیہ مسنونہ پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا عریانی کی حالت میں باتیں کرنا جائز ہے؟

الجواب

دوران غسل خاموش رہنا بہتر ہے، عریانی کی حالت میں فقہانے باتیں کرنے کو مکروہ لکھا ہے، اور ادعیہ مسنونہ پڑھنے کے لئے یہ وقت مناسب نہیں، کیونکہ تجس مکان میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا بے ادبی کے مترادف ہے۔

قال ابن عابدين عن الشرنبلالية: ويستحب أن لا يتكلم بكلام مطلقاً، أما كلام الناس فلكرهته حال الكشف وأما الدعاء فلا أنه في مصب المستعمل ومحل الأقدار والأحوال،

(۱) قال ابن عابدين: قال في شرح المنية: وهو غير مسلم، لأن ترك المنهى مقدم على فعل المأمور، وللغسل خلف وهو التيمم فلا يجوز كشف العورة لأجله عند من لا يجوز نظره إليها. (رد المحتار على الدر المختار، أبحاث الغسل: ج ۱ ص ۱۵۵)

آہ۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، مطلب سنن الغسل: ج ۱ ص ۱۵۶) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۶)

غسل خانہ اور بیت الخلا میں بات چیت کرنے کا حکم:

سوال: اغلاط العوام فی باب الاحکام میں نمبر ۸۳ پر یہ مسئلہ ہے: غسل خانہ و پاخانہ میں بات کرنے کو عوام ناجائز سمجھتے ہیں، سو اس کی کچھ اصل نہیں، البتہ بلا ضرورت باتیں نہ کرے، اور مشکوٰۃ المصابیح میں آداب خلا کی فصل ثانی میں یہ حدیث ہے:

عن أبی سعید قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يخرج الرجلان يضربان الغائط كاشفين عن عورتهم يتحدثان فإن الله يمقت على ذلك". رواه أحمد وأبو داود وابن ماجه.
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کشف عورت میں بات چیت کرنے سے اللہ تعالیٰ غصہ ہوتے ہیں اور غسل خانہ بالخصوص پاخانہ میں کشف عورت لازمی ہے؟

الجواب

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ دونوں اس طرح برہنہ ہوں کہ ایک دوسرے کو برہنہ دیکھتے ہوں ورنہ رجلان کی کیا تخصیص تھی؟ "الرجل يضرب الغائط كاشفاً عن عورته يتحدث" عبارت ہوتی، واذ لیس فلیس۔ فقط۔ ۹/ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول: ص ۵۷-۵۸)

غسل خانہ میں بات کرنے کا حکم:

سوال: غسل خانہ اور پائے خانہ میں بات کرنے کو عوام ناجائز سمجھتے ہیں۔ سو شرعاً اس کی کوئی اصل ہے؟

الجواب

قال ابن عابدين: عبارة الغزوية: ولا يتكلم فيه: أى فى الخلاء. وفى الضياء عن بستان أبى الليث: يكره الكلام فى الخلاء، وظاهره أنه لا يختص بحال قضاء الحاجة، وذكر بعض الشافعية أنه المعتمد عندهم، وزاد فى الإمداد: ولا يتنحج أى إلا بعذر كما إذا خاف دخول أحد عليه. (ردالمحتار: ۱/ ۳۱۸). (فتاویٰ شامیہ "تنبیہ"، ج ۱ ص ۳۴۲، ایچ ایم سعید)
عبارت مرقومہ سے معلوم ہوا کہ بیت الخلا میں نہ صرف یہ کہ بوقت قضاء حاجت بات کرنا مکروہ ہے، بلکہ دوسرے حالات میں بھی درست نہیں، کما قال الشامی۔ اسی طرح بے ضرورت کھانسنہ بھی مکروہ ہے۔ واللہ اعلم، احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ (یہ فتویٰ حضرت والا دامت برکاتہم کی تمرین افتا (درجہ تخصص) کی کاپی سے لیا گیا ہے۔) (مرتب غنی عنہ) ۲۴/ ۱۱/ ۱۳۷۷ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ج ۱ ص ۳۴۲، ۳۴۵)

(۱) قال الحسن بن عمار: ويستحب أن لا يتكلم بكلام معه ولو دعاء لأنه فى مصب الأقدار ويكره مع كشف العورة (وبعد أسطر) ويزاد فيه كراهة الدعاء. (مراقى الفلاح، آداب الاغتسال: ص ۵۷، ومثله فى الهندية: الفصل الثانى: ۱/ ۱۴)

دوران غسل کوئی کتاب پڑھنا:

سوال: ایک شخص غسل خانہ میں غسل کا لطف اٹھانے کے ساتھ ساتھ کوئی کتاب پڑھتا ہے، دینی یا دنیوی، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

بہشتی زیور میں ہے: اور غسل کرتے وقت باتیں نہ کرے۔ (بہشتی زیور: ۵۶/۱)

شرح منیہ میں ہے: وأن لا یسرف فی الماء (إلی قوله) ولا یتکلم بکلام قط. (شرح منیہ: ص ۳۴) قوله: ویستحب (أن لا یتکلم بکلام قط) من کلام الناس أو غیرها أما کلام الناس فلما تقدم فی الموضوع وأما غیره من الذکر والدعاء فلأنه فی مصب الماء المستعمل ومحل الأوضارأی الأوساخ والأقذار. (شرح منیہ: ص ۵۱)

شامی میں ہے: قال الشرنبلالی: ویستحب أن لا یتکلم بکلام مطلقاً، أما کلام الناس فلکراہتہ حال الكشف وأما الدعاء فلأنه فی مصب المستعمل ومحل الأقذار والأحوال. آہ، أقول: قد عد التسمیة من سنن الغسل فی شکل علی ما ذکرہ تأمل، واستشکل فی الحلیة عموم ذلک بما فی صحیح مسلم عن عائشة قالت: ”کنت اغتسل أنا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من إناء بینی وبنیہ واحد، فیبادرنی حتی أقول دع لی دع لی“. وفي رواية النسائی: ”یبادرنی وأبادره حتی یقول: دع لی، وأقول أنا: دع لی“ ثم أجاب بحمله علی بیان الجواز وأن المسنون ترکہ مالا مصلحة فيه ظاهرة. أقول: أو المراد الکراہة حال الكشف فقط كما أفاده التعلیل السابق والظاهر من حاله علیہ الصلوٰۃ والسلام أنه لا یغتسل بلا سائر. (شامی: ۱۵۶/۱، مطلب سنن الغسل) مذکورہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل کرتے وقت بات چیت کرنا خلاف اولیٰ ہے، چاہے ذکر و دعا بھی ہو مگر وہ ہے، اس لیے کہ گندگی اور میل کچیل اور برہنگی کی جگہ ہے، اسی طرح دینی یا دنیوی کتاب پڑھنا بھی مکروہ ہوگا۔ واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول: ۵۳۲-۵۳۳)

کھڑے ہو کر غسل کرنا افضل ہے یا بیٹھ کر:

سوال: غسل کرتے وقت کون سی کیفیت بہتر ہے؟ کیا بیٹھ کر غسل کرنا چاہئے یا کھڑے ہو کر بھی غسل کرنا افضل ہے؟

الجواب

غسل کرتے وقت کسی خاص کیفیت کی پابندی ضروری نہیں، حالت اور موقع کو مد نظر رکھ کر، ایسی کیفیت اختیار کی جائے گی، جو انسانی بدن کے لئے ستر ہو، عموماً بیٹھ کر غسل کرنے سے پردہ قوی رہتا ہے، اس لئے بیٹھ کر غسل کرنا

بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر غسل فرمایا ہے۔ لما أخرجه الإمام أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري: عن أم هانئ تقول: ذهبت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل و فاطمة تستره فقال: من هذه؟ فقلت: أنا أم هانئ. (الصحيح للبخاري: ج ۱ ص ۴۲، باب التستر في الغسل عند الناس) (۱)

(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۲۶ و ۵۲۷)

غسل بیٹھ کر کرنا اولیٰ ہے:

سوال: غسل بیٹھ کر کرنا اولیٰ ہے یا کھڑے ہو کر؟ بیٹھنا تو جروا۔

الجواب: باسم ملهم الصواب

بیٹھ کر غسل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر غسل فرماتے تھے۔ (۲) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۹۴ھ (حسن الفتاویٰ: ۳۵/۱) ☆

(۱) وأخرجه الإمام مسلم في صحيحه عن معاذة قالت: قالت عائشة: كنت أغتسل أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم من إناء واحد بيني وبينه فيبادرنى حتى أقول: دع لي دع لي، قالت: هما جنبان (مسلم: ج ۱ ص ۱۲۸، باب غسل الرجل والمرأة من إناء واحد)

(۲) عن أم هانئ تقول: ذهبت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل و فاطمة تستره فقال: من هذه؟ فقلت: أنا أم هانئ. (بخاري: ج ۱ ص ۴۲، باب التستر في الغسل عند الناس) اس حدیث سے پردہ کا ثبوت ملتا ہے، بیٹھ کر غسل کرنے میں پردہ کا لحاظ زیادہ رہتا ہے، ساتھ ہی اشارہ ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ہی غسل فرماتے تھے۔ انیس

☆ غسل بیٹھ کر کرے یا کھڑے ہو کر:

سوال: غسل اناث و ذکر کا قیاماً و قعوداً یکساں حکم ہے یا متخالف؟ حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کا بیٹھ کر غسل فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

الجواب:

یکساں حکم ہے، یعنی جائز دونوں ہیں اور قعوداً باعتبار اس کے کہ استر ہے افضل ہوگا، مفسرین نے انسی شئتم میں قیام و قعود سے تعیم کی ہے۔ (یعنی جب بیوی سے صحبت بیٹھ کر او رکھڑے ہو کر دونوں طرح جائز ہے تو غسل بھی دونوں طرح بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔) تو حالت غسل تو اس سے اہون ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول: ص ۴۶)

☆ کھڑے ہو کر غسل کرنا:

سوال: مرد و عورت کے لیے کھڑے ہو کر غسل کرنا سنت ہے یا بیٹھ کر؟

الجواب:

معتبر کتابوں میں غسل کی دوسری سنتوں کے ساتھ اس طریقہ کو کسی نے ذکر نہیں کیا کہ ان میں سے کونسا طریقہ سنت ہے اور نہ کسی ایک کے بارے میں ممانعت ہے، لہذا دونوں طریقے جائز ہیں۔ (فتاویٰ مولانا عبدالحی: ص ۱۸۴)

غسل خانہ میں پیشاب کرنا:

سوال: ایک بڑی مسجد ہے اس میں بیت الخلا اور پیشاب خانہ بنا ہوا نہیں ہے، غسل خانہ پختہ ہے، نالیوں سے نالی ملی ہوئی ہے، کبھی کبھی تبلیغی جماعت کا آنا ہوتا ہے، مسافر بھی آتے ہیں اسلئے اگر وہ ان میں پیشاب کریں اور پانی بہادیں تو کیا یہ صورت جائز ہے؟ کیا اس غسل خانہ میں پیشاب کرنا شرعاً ممنوع ہے یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

”ویکروہ فی محل الوضوء، لأنه یورث الوسوسة“ مراقی الفلاح. لقوله علیه السلام: ”لا یبولن أحدکم فی حمام ثم یغتسل فیہ أویتوضأ، فإن عامة الوسواس منه“ قال ابن ملک: لأن ذلک الموضع یصیر نجساً فیقع فی قلبه وسوسة بأنه بال أصابه عنه شاش، أو کان فیہ منفذ بحیث لا یثبت فیہ شیء من البول، ثم لا یکره البول فیہ“. طحطاوی: ۳۰۰ (۱)

وضو اور غسل کی جگہ پیشاب کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر غسل خانہ میں پانی نکلنے کی نالی ہے اور پیشاب کے بعد فوراً پانی بہا دیا جائے اور پیشاب کا اثر باقی نہ رہے تو مکروہ نہیں، تاہم وہاں پیشاب کرنے سے احتیاط بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۹۵/۵)

غسل وضو میں حصہ ستر پر نظر پڑ جائے:

سوال: غسل کرتے وقت جسم کو مل کر نہانا پڑتا ہے اور ستر پر نظر پڑ جاتی ہے، تو کیا وضو اور غسل درست ہوگا؟

الجواب _____

انسان کو حتی المقدور بے ستری سے بچنا چاہئے اور اپنی نگاہ کو بھی اپنے حصہ ستر سے بچانا چاہئے، لیکن اس کی وجہ سے وضو و غسل کے درست ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۵۴، فصل فی الاستنجاء، قدیمی، (و کذا یکره الخ أن یبول قائماً أو مضطجعاً أو مجرداً... أو یبول (فی موضع یتوضأ) هو (أو یغتسل فیہ) لحديث: ”لا یبولن أحدکم فی مستحمة فإن عامة الوسواس منه“). (الدر المختار: ۳۴۴/۱، فصل فی الاستنجاء، سعید، و کذا فی مجمع الأنهر: ۱۰/۱، باب الانجاس، دارالکتب العلمیۃ، بیروت/ والحديث رواه ابو داؤد فی سننه کتاب الطهارة (۲۷) انیس)

غسل خانہ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”تم میں سے کوئی ہرگز ایسا نہ کرے کہ اپنے غسل خانہ میں پیشاب کرے اور ”ایسا کرے“ پھر اس میں وہ غسل یا وضو کرے کیوں کہ اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ (ابوداؤد، ج: ۱۲/۲۷۱، ابن ماجہ: ۶۱/۱، حدیث ۳۰۵) یعنی یہ بے تمیزی کی بات ہے کہ پہلے اپنے غسل خانہ میں پیشاب کرے پھر وہیں غسل یا وضو کرے۔ اس طرح پیشاب کے چھینٹوں کا پانی کے ساتھ بدن پر پڑنے کا اندیشہ رہتا ہے اور وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا تعلق ایسے غسل خانہ سے ہے جس میں پیشاب کرنے کی جگہ الگ سے نہ ہو یا فرش ایسا نہ ہو کہ پیشاب کرنے کے بعد نالی سے نکل جائے اور صفائی ہو جائے، تو مکروہ ہوگا ورنہ نہیں۔ (رد المختار: ۳۴۴/۱) وضو کرنے کی جگہ پر بھی پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ (ابوداؤد: ۵/۱، طہارت کے احکام و مسائل: ۲۲۷-۲۲۸، انیس)

اگر غسل کے درمیان حصہ ستر پر نگاہ پڑ جائے، تب بھی غسل وضو درست ہو جائے گا۔ (۱) فقط (کتاب الفتاویٰ: ۵۸/۲)

غسل خانہ سے نکلنے کے بعد پیر دھونا:

سوال: غسل کے وقت جو وضو غسل خانہ میں کیا جاتا ہے، کیا اس سے نکلتے ہوئے پیر کا باہر آ کر دھونا ضروری ہے؟

الجواب

غسل خانہ سے باہر نکلنے کے بعد پیر کا دھونا ضروری نہیں، اس زمانہ میں چونکہ غسل خانے پختہ فرش کے بنے ہوتے ہیں اس لیے ماء مستعمل فوراً بہہ جاتا ہے بخلاف پہلے زمانے کے کہ اس وقت غسل خانے کچے ہوا کرتے تھے، اس لیے بعد میں پاؤں دھونے کا حکم تھا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (حبیب الفتاویٰ: ۲۸/۲)

کیا ہر مباشرت کے لئے غسل لازمی ہے:

سوال: لوگوں میں مشہور ہے کہ بیوی سے ایک مرتبہ ہمبستری کے بعد دوبارہ رغبت کی بنا پر ہمبستری کرنا چاہے تو پہلے غسل ضروری ہے، اگر ناپاکی کی حالت میں دوبارہ مباشرت کرے تو اولاد ناخلف و نافرمان پیدا ہوگی، کیا شرعاً اس کا کوئی ثبوت ہے، یا نہیں؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

احادیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زیادہ ازواج مطہرات سے ہم بستر ہوتے ہوئے درمیان میں غسل فرمایا ہے، اور یہ بھی ہے کہ درمیان میں غسل کئے بغیر کئی بیویوں سے ہمبستری فرمائی ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے کہ آپ ایک ہی غسل سے کئی بیویوں سے مباشرت کرتے تھے۔

”کان یطوف علی نساءہ بغسل واحد“۔ (۳)

(۱) ومن تستر فالتستر أفضل، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ أحق أن يستحی منه من الناس. (صحیح البخاری: ۴۲/۱، باب من اغتسل عریاناً وحده فی الخلوۃ. انیس)

(۲) وسنته أن یبدأ المغتسل فیغسل یدیه وفرجہ ویزیل النجاسة إن كانت علی بدنه ثم یتوضأ وضوءاً للصلوة إلاًرجلیه ثم یفیض الماء علی رأسه وسائر جسده ثلاثاً ثم یتنحی عن ذلک المكان فیغسل رجلیه هكذا حکت میمونة اغتسال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وإنما یؤخر غسل رجلیه لأنهما فی مستنقع الماء فلا یفید الغسل حتی لو کان علی لوح لا یؤخر. (الهدایة: ۳۰/۱)

حدثنی خالتی میمونة قالت: أدنیت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسله من الجنابة، فغسل کفیه مرتین أو ثلاثاً، ثم أدخل یدیه فی الإناء، ثم أفرغ به علی فرجہ، وغسله بشماله، ثم ضرب بشماله الأرض، فدلکھا دلکاً شديداً، ثم توضأ وضوءاً للصلوة ثم أفرغ علی رأسه ثلاث حففات ملء کفه، ثم غسل سائر جسده، ثم تنحی عن مقامه ذلک فغسل رجلیه، ثم أتیتہ بالمندیل فردہ. (مسلم، باب صفة غسل الجنابة: ص ۱۲۷ نمبر ۷۲۲۳۱۷/۲۲ بخاری، باب الغسل مرة واحدة ص ۳۹ نمبر ۲۵۷۷۷۷/۲۵ انیس)

(۳) الجامع للترمذی: ۲۰/۱۔

اور جو کام رسول اللہ صلی اللہ نے کیا، یقیناً وہ ہر قسم کی بے برکتی اور خسارہ سے خالی ہوگا، بہتر طریقہ ہے کہ درمیان میں وضو کر لے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا عمل منقول ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۶۲۲-۶۳)

شرمگاہ دھوئے بغیر دوبارہ وطی کرنا:

سوال: کیا ایک یا دونوں کی شرمگاہ دھوئے بغیر دوبارہ وطی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ علامہ شامیؒ نے کہا ہے: ”وَعِنْدَنَا كَذَلِكَ“ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک بھی حرام ہے جس طرح کہ مذہب شافعیؒ میں ہے، جبکہ دیگر حضرات کے یہاں یہ مکروہ ہے۔ اس میں فتویٰ کیا ہے اور ہمارے مشائخ نے اس میں کیا فرمایا ہے؟

الجواب

اس سوال سے سائل کا مقصد واضح نہیں، اگر وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ مرد جب اپنی عورت سے جماع کر لے تو کیا اس کیلئے اس کے بعد مرد کے ذکر کو دھوئے بغیر اور عورت کے اپنی شرمگاہ کو دھوئے بغیر دوبارہ جماع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ پس شامی نے کہاں کہا ہے کہ یہ امام شافعیؒ کے نزدیک حرام ہے اور ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے اور ان کے غیر نے کہاں کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ شامی وغیرہ کی عبارات، کتاب کے نام باب، صفحہ، مطبع کی تعیین کے ساتھ بالفاظہ تحریر کی جائیں۔

اگر شامی کے قول سے مراد ان کی وہ عبارت ہے جس کو انہوں نے رد المحتار کے کتاب الطہارۃ میں ”مطلب فی حکم وطی المستحاضۃ ومن بدکرہ نجاسة“ کے تحت ”تنبیہ“ کے عنوان سے ذکر کیا ہے کہ:

”بعض شافعیہ“ نے اس شخص کے جماع کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے جس کا ذکر نجس ہو اس کے دھونے سے قبل، مگر جبکہ اس کو سلسل بول ہو مثل وطی مستحاضہ کے جریان (دم استحاضہ) کے ساتھ اور ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔

پس ظاہر یہ ہے کہ ذکر کے نجس ہونے سے مراد غیر منی کے ساتھ نجس ہونا ہے، اس لئے کہ منی شافعیہ کے نزدیک طاہر ہے اور اگر شامی کی مراد علی سبیل التشرل منی سے نجس ہونا ہو۔ اگرچہ یہ بہت بعید ہے۔ تو یہ ان کی رائے اور ان کا اجتہاد ہے، جو محرم نہیں۔ محرم تو نص قطعی ہوتی ہے یا وہ جو اس کے ہم معنی ہو اور اگر شامی کے قول سے مراد کوئی دوسری عبارت ہے تو اس کو تحریر کیا جائے۔ یہ اور فقہانے فرمایا ہے:

”اگر جنبی اپنی بیوی سے دوبارہ ملاقات کا ارادہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ وضو کر لے پھر کوئی حرج نہیں۔“

پس ظاہر یہ ہے کہ ذکر کا دھونا بھی مستحب ہے۔

ہندیہ میں طہارۃ کے باب ثانی کے آخر میں فرمایا ہے کہ ”جنبی کے لئے وضو کرنے سے قبل سونے اور دوبارہ ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وضو کر لے تو بہتر ہے۔“

(ولا بأس للجنب أن ينام ويعاود أهله قبل أن يتوضأ وإن توضأ فحسن). (الفتاویٰ الہندیہ: ۱۶/۱)

فتیہ: صفحہ ۵۴۔ میں اسی طرح اور خلاصہ: صفحہ ۴۷۔ میں بھی اسی طرح ہے۔ اور اوپر میں فرمایا ہے کہ:

”میں کہتا ہوں کہ ان کی (فقہاء کی) عبارات کا مقتضی یہ ہے کہ نام کیلئے وضو اکل کی وضو سے زیادہ مؤکد ہے، بلکہ ان میں سے بعض مثل باجی و طحاوی وغیرہم کا کلام اکل میں عدم استحباب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس ظاہر یہ ہے کہ اکل کے بالمقابل نوم میں زیادہ تاکید ہے۔“

الشیخ ابن تیمیہؒ نے ملتقى الاخبار میں ”استحباب الوضوء لمن أراد النوم“ باب قائم کیا ہے پھر اس کے بعد ”باب تأکید ذلک للجنب واستحباب الوضوء لأجل النوم والشرب والمعاودة“ قائم کیا ہے اور یہ اس میں نص ہے کہ نوم کیلئے وضو ان تینوں کے مقابلہ میں زیادہ مؤکد ہے۔“

اور بدائع میں فرمایا ہے:

”جنبی کیلئے سونے اور بیوی سے دوبارہ ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں، حضرت عمرؓ کی روایت کی بنا پر کہ ”انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی جنبی ہونے کی حالت میں سو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں اور نماز کے وضو جیسا وضو کر لے۔“

اور اس کو وضو سے قبل بھی سونا جائز ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ ”انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہونے کی حالت میں پانی چھوئے بغیر سو جاتے تھے الخ“۔

ولا بأس للجنب أن ينام ويعاود أهله لما ورد عن عمر رضي الله عنه أنه قال: يا رسول الله! أينام أحدنا وهو جنب قال: نعم ويتوضأ وضوءه للصلاة.

وله أن ينام قبل أن يتوضأ وضوءه للصلاة لما روى عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم ينام وهو جنب من غير أن يمس ماءً. (بدائع الصنائع: ۱۵۱/۱، أحكام الجنابة)

”پانی کو چھوئے بغیر“ کے لفظ سے معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے پانی چھوئے بغیر، نہ وضو کے لئے چھوئے، نہ اس کے غیر کیلئے۔

او جز المسالك: صفحہ ۱۲۳ میں ہے:

”یحییٰؒ نے بیان کیا کہ امام مالکؒ سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جس کیلئے کئی بیویاں اور باندیاں ہیں، آیا وہ سب سے وطی کر سکتا ہے غسل کرنے سے قبل؟ فرمایا کچھ حرج نہیں، یعنی بالاتفاق جائز ہے کہ کوئی شخص اپنی باندی یا باندیوں سے ملاقات کرے غسل کرنے سے قبل، مگر وضو کر لینا مستحب ہے اور اس کا اقل درجہ شرمگاہ کا دھولینا ہے دوبارہ ملاقات کرنے کیلئے باوجودیکہ یہ زیادتی نشاط کا بھی باعث ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔“

قال يحيى: سئل الإمام مالك رحمه الله عن رجل له نسوة زوجات وجوار جمع جارية أى إماء هل يطأهن جميعاً قبل أن يغتسل؟ فقال: لا بأس أى يجوز بالاتفاق بأن يصيب الرجل جاريته

أوجوا ریه قبل أن یغتسل إلا أنه یستحب الوضوء وأقله غسل الفرج للمعاودة مع أنه أنشط كما ورد. فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۸/۵)

بغیر غسل کئے دوسری بار جماع کرنا:

سوال: ایک دفعہ جماع کرنے کے بعد بغیر وضو یا غسل کئے دوسری دفعہ جماع کرنا کیسا ہے؟ مینو اتوجروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

جائز ہے مگر غسل یا وضو یا استنجا کر لینا افضل اور مستحب ہے۔ قال فی شرح التنویر: ویکرہ معاودة أهله قبل اغتساله إلا إذا احتلم لم یأت أهله، قال الحلبي: ظاهر الأحادیث إنما یفید النذب لا نفی الجواز المفاد من کلامه. (رد المحتار: ۱/۱۶۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ: ۳۵/۲)

ایک ہی شب میں دوبارہ ہمبستری سے پہلے اگر غسل نہ کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: عورت کے ساتھ ہمبستری کرنے کے بعد دوبارہ اگر ہمبستری کی ہو تو دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے یا اسی حالت میں ہم بستری کر سکتے ہیں؟

الجواب: _____

دوبارہ ہمبستری کا ارادہ ہو تو پہلے غسل یا وضو کر لینا مستحب ہے، لیکن اگر نہ کرے تو کوئی گناہ بھی نہیں۔ (۱) واللہ اعلم احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۲۲/۱/۱۳۹ھ (فتویٰ نمبر ۱۵۶/۲۸، الف) (فتاویٰ عثمانی: ۳۶۴/۱)

جماع کے فوراً بعد غسل ضروری نہیں:

سوال: بعض حضرات بعد از جماع فوراً غسل کا حکم دیتے ہیں جس میں احتمال بیماری کا ہے، کیا شرعی حکم ایسا ہی ہے؟

الجواب: _____

یہ بہتر ہے لیکن اگر کچھ تاخیر کرے تو کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۲۲/۱)

جنابت کا غسل فوراً کرنا ضروری نہیں:

سوال: عوام میں یہ بات بہت زیادہ مشہور ہے کہ بیوی سے جماع کے فوراً بعد غسل کرنا ضروری ہے ورنہ گناہ

(۱) وفي مشكاة المصابيح: ۱/۲۹، طبع قدیمی کتب خانہ، عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أتى أحدكم أهله ثم أراد أن يعود فليتوضأ بينهما وضوء. (رواه مسلم)

(۲) عن ابن عمر قال: ذكر عمر بن الخطاب لرسول الله صلى الله عليه وسلم أنه تصبیه الجنابة من الليل فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ واغسل ذكرک ثم نم، متفق عليه. (مشکوٰۃ باب مخالطة الجنب وما یباح له: ۴۹-ظفر)

ہوتا ہے، کیا واقعی یہ بات درست ہے؟

الجواب

جماع کرنے کے بعد اگرچہ غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے مگر یہ وجوب علی الفور نہیں، بلکہ جب موقع ملے تو غسل جنابت کر لیا جائے، اگرچہ اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ فوراً غسل کر لیا جائے۔

”عن ابن عمرؓ قال: ذکر عمر بن الخطابؓ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أنه تصیبه الجنابة من اللیل، فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: توضأ واغسل ذکرک ثم نم“ متفق علیہ، (مشکوٰۃ: ج ۱ ص ۴۹، باب مخالطة الجنب) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۶)

غسل فرض میں تاخیر کر سکتے ہیں یا نہیں:

سوال اگر غسل فرض ہو جائے تو فوراً غسل کرنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر بھی کر سکتے ہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اصل تو یہی ہے کہ جس قدر جلد طہارت حاصل کر لی جائے بہتر ہے، معہذا اگر نماز کے وقت تک تاخیر ہو جائے تو گناہ نہ ہوگا۔

الجنب إذا أخر الاغتسال إلى وقت الصلوة لا یأثم، کذا فی المحيط. (عالمگیری: ج ۱ ص ۹) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان (خیر الفتاویٰ: ۸۲۲)

رمضان میں فجر سے پہلے غسل نہ کر سکے تو کتنی تاخیر کر سکتا ہے:

سوال: اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے مہینہ میں افطار کے بعد اور سحری کرنے سے پہلے کسی وقت اپنی بیوی سے صحبت کرے تو کیا وہ شخص ناپاکی کی حالت میں سحری کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس پر فجر سے پہلے غسل کر لینا فرض ہے؟ اگر وہ شخص فجر سے پہلے غسل نہیں کرنا چاہتا ہے۔ ٹھنڈک کی وجہ سے یا شرم کی وجہ سے کہ گھر میں لوگ کیا سوچیں گے تو وہ غسل کرنے میں کتنی تاخیر کر سکتا ہے؟

(۱) عن عائشةؓ قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا کان جنباً فأراد أن یأکل أو ینام توضأ وضوءه للصلوة “متفق علیہ. (مشکوٰۃ المصابیح: ج ۱ ص ۴۹، باب مخالطة الجنب وما یباح له) ومثله فی الفقہ الإسلامی وأدلته: ج ۱ ص ۳۸۲، المطلب الخامس، مکروهات الغسل

هوالمصوب

- (۱) مذکورہ صورت میں سحری کر سکتا ہے۔ (۱)
 (۲) مستحب ہے، فرض نہیں ہے۔
 (۳) نماز فجر سے قبل غسل کر لے، کیونکہ نماز کی وجہ سے غسل واجب ہوگا۔ معمولی سردی جس میں بیماری کا خوف نہ ہو وہ عذر نہیں تسلیم کیا جائے گا۔
 تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۳۵ و ۲۳۶)

فجر سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے:

سوال: زید کا کہنا ہے کہ بیوی سے صحبت کرنے کے بعد فجر کی نماز قضا ہونے کا خدشہ ہو تو بغیر غسل نماز ادا کر سکتے ہیں؟

هوالمصوب

- غسل کرنے کے بعد نماز فجر پڑھے۔ (۲)
 تحریر: ناصر علی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۳۵)

شب عرفہ میں غسل کا حکم:

سوال: غسل بشب عرفہ، غایۃ الاوطار میں مستحب لکھا ہے، پس یہ حکم منیٰ میں حاجیوں کو ہے یا ہر کس کو؟

الجواب

فی الدر المختار: وعرفة أى فى ليلتها، تتارخانية، وقهستانی، وظاهر الإطلاق شموله للحاج وغيره. (۱/۱۷۵) (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر کس کے لئے ہے۔ فقط۔ ۱۵/ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ (امداد الفتاویٰ جدید، جلد اول: ص ۵۳)

- (۱) عن عائشة قالت: إن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا أراد أن ينام وهو جنب توضأ وضوءه للصلاة. (سنن أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب الجنب يأكل، حديث نمبر: ۲۲۲)
 وإن أراد أن يأكل أو يشرب فينبغي أن يتمضمض ويغسل يديه ثم يأكل ويشرب لأن الجنابة حلت الفم. (بدائع الصنائع: ۱/۱۵۱)

- (۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَلَا جُنْبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا. (سورة نساء: ۴۳)
 (۳)۔ عن جده الفاكه بن سعد، وكانت له صحبة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يغتسل يوم الفطر، ويوم النحر، ويوم عرفة، وكان الفاكه يأمر أهله بالغسل فى هذه الأيام. (ابن ماجه، باب ماجاء فى الاغتسال فى العيدين، ص ۱۸۶، نمبر ۱۳۱۹)

روزانہ غسل کرنا:

سوال: روزانہ غسل کرنا فرض کے علاوہ جو عادت ہے کیسا ہے؟ کیا ثواب ہے اور ضروری ہے؟ بعض لوگ ضروری کی طرح کرتے ہیں، یہاں تک کہ اذان سن کر نماز جماعت ترک کر دیتے ہیں۔

== ۲۔ عن ابراہیم قال: امض إلى عرفات فإذا كان عند زوال الشمس فاغتسل إن وجدت ماء وإلا فتوضأ. (مصنف ابن أبي شيبة، باب ما ذكر في الغسل يوم عرفة في الحج، ج ثالث، ص ۴۰۴، نمبر ۱۵۵۵۸)

جمعہ کے علاوہ جو دیگر مسنون غسل ہے، وہ ہیں عیدین، احرام اور عرفہ کا غسل، اس کے علاوہ جن امور کے لیے غسل مستحب ہے، وہ یہ ہیں:

- ۱۔ شب برات میں۔
- ۲۔ شب قدر میں جب اس کا علم ہو جائے۔
- ۳۔ عرفہ کی رات میں۔
- ۴۔ مکہ میں داخل ہونے کے لیے۔
- ۵۔ مدینہ میں داخلہ کے لیے۔
- ۶۔ مزدلفہ میں وقوف کے وقت یوم نحر کی صبح۔
- ۷۔ جمرۃ العقی کے لیے منیٰ میں داخل ہوتے وقت۔
- ۸۔ رمی جمار کے لیے۔
- ۹۔ میت کو غسل دینے والے کے لیے۔
- ۱۰۔ مجنون کے لئے جنون سے شفا کے بعد۔
- ۱۱۔ مدہوش کی مدہوشی ختم ہونے کے بعد۔
- ۱۲۔ نشہ آور شخص کے لیے جب اس کا نشہ ختم ہو جائے۔
- ۱۳۔ کچھ نہ لگوانے کے بعد۔
- ۱۴۔ صلوٰۃ کسوف کے لیے۔
- ۱۵۔ صلوٰۃ خسوف کے لیے۔
- ۱۶۔ استسقا کی نماز کے لیے۔
- ۱۷۔ خوف و فزع کی نماز کے لیے۔
- ۱۸۔ سخت آندھی آئے اس وقت کی نماز کے لیے۔
- ۱۹۔ مجمع عام میں جانے کے لیے۔
- ۲۰۔ نیا کپڑا پہننے کے لیے۔

هوالمصوب

غیر ضروری کو ضروری سمجھ کر کرنا نہیں چاہئے، اگر نماز بھی ترک ہو جائے تو مزید قباحت ہوگی۔ البتہ اگر نماز میں خلل نہ پڑے اور ایک شخص تازگی کی خاطر روزانہ غسل کرے تو درست ہے۔ (۱)

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۳۵/۱)

× × ×

-
- == ۲۱۔ گناہ سے توبہ کرنے کے لیے۔
- ۲۲۔ سفر سے واپسی پر۔
- ۲۳۔ مستحاضہ کے لیے خون بند ہونے کے بعد۔
- ۲۴۔ ایسے جنسی کے لیے جو دوبارہ اپنی بیوی سے ملنا چاہے۔
- ۲۵۔ ایسے شخص کے لیے جو قتل کیا جانے والا ہو۔
- ۲۶۔ ایسے شخص کے لیے جو طاہر ہونے کی حالت میں اسلام قبول کرے۔
- ۲۷۔ اگر کبھی دن میں سخت اندھیرا چھا جائے تب۔
- ۲۸۔ ایسا لڑکا جو بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے اور کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو۔ (ردالمحتار: ۱/۱۶۸)
- ۲۹۔ جس کے بدن کے حصہ پر ناپاکی لگی ہو اور یہ معلوم نہ ہو سکے یا بھول جائے کہ ناپاکی کہاں لگی ہے۔ ان تمام مواقع پر بہ نیت طہارت غسل کرنا چاہیے تاکہ ثواب ملے، اور ان کے علاوہ پھر اگر کوئی طہارت و صفائی اور رضائے الہی کی نیت سے غسل کرے گا تو انشاء اللہ اسے ثواب ملے گا۔ (یہ تمام مسائل ردالمحتار: ۱/۷۱، ۷۲، سے منقول ہیں) (طہارت کے احکام و مسائل: ۲۳۶-۲۳۸، انیس)
- (۱) وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة والأفضل يوم الجمعة وكره تركه وراء الأربعين. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۸۳)

موجبات غسل

مرد کے لیے اقل مدت بلوغ اور منی وغیرہ کے پاک کرنے کا طریقہ:

سوال: مرد کے لیے مدت بلوغ کیا ہے، بندہ جب بارہ سال کا ہو گیا تو انزال ہو گیا تھا، کیا اس وقت سے بلوغ شروع ہو سکتا ہے، نیز منی، ودی، ندی کی پاکی کا طریقہ کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی منظور راولپنڈی۔ ۲۲/شعبان/۱۴۰۳ھ)

الجواب

مرد کے لیے اقل مدت بلوغ بارہ سال ہے، آپ بارہ سال کے ہو کر بالغ ہو گئے ہیں، کیوں کہ علامت بلوغ (انزال) موجود ہو گئی ہے۔ (۱) اور خشک منی جھاڑ دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور اگر خشک نہ ہو تو دھونے سے۔ (۲) اسی طرح ندی اور ودی بھی دھونے سے پاک ہوگی۔ (۳) وھو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد دوم، ص ۶۵)

عمر کے لحاظ سے حد بلوغ کی مدت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمر کے لحاظ سے مذکور مؤنث کا بلوغ کتنے عرصہ میں ہوتا ہے؟ بینوا تو جروا۔ المستفتی نصر اللہ صوابی۔ ۹/محرم/۱۴۰۳ھ

الجواب

عمر کے لحاظ سے مذکور مؤنث کی مدت بلوغ پندرہ سال ہے۔

کما فی شرح التنبیہ علی هامش رد المحتار: جلد ۶ ص ۱۳۲: فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى تتم لكل

منهما خمس عشرة سنة، به يفتى. (۴) وھو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد دوم، ص ۶۹-۷۰)

(۱) قال العلامة الحصكفي: بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال والأصل هو الإنزال... فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى تتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى لقصر أعمار أهل زماننا وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة. (الدر المختار على صدر رد المحتار: جلد ۵ ص ۱۰۷، فصل: بلوغ الغلام، كتاب الحجر)

(۲) وقال في الهندية: ومنها الفرق في المنى إذا أصاب الثوب فإن كان رطباً يجب غسله وإن جف على الثوب أجزأ فيه الفرق استحساناً. (فتاوى عالمگیری: جلد ۳ ص ۴۴، الباب السابع في النجاسة)

(۳) قال الفقيه طاهر بن عبد الرشيد: إذا حث النجاسة لم يحز إلا في المنى اليابس فإن كان رطباً لا يطهر إلا بالغسل وهو نجس عندنا... ولكن هذا إذا لم يخرج المذى قبل خروج المنى أما إذا خرج المذى ثم خرج المنى لا يطهر الثوب بالفرق. (خلاصة الفتاوى: جلد ۳ ص ۴۱، الفصل السادس في غسل الثوب والدهن)

(۴) لیکن لڑکے کے لیے کم از کم بارہ سال کی عمر بلوغ کے لیے ہے: وادنی مدته له اثنتا عشرة سنة. (الدر المختار على صدر رد المحتار: جلد ۵ ص ۱۰۷، فصل: بلوغ الغلام، كتاب الحجر)

غسل کب واجب ہوتا ہے:

سوال: منی شہوت سے کتنی مقدار میں نکلتی ہے تو غسل واجب ہوتا ہے؟

الجواب

شہوت کے ساتھ مطلقاً منی کا نکلنا ناقض غسل ہے اور اس کی وجہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے، (۱) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی یعنی مادہ منویہ کے انزال سے پانی یعنی غسل واجب ہو جاتا ہے، یہ حکم مطلق ہے، اس میں کسی خاص مقدار کی قید نہیں۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: ”إنما الماء من الماء“۔ (۲) فقط (کتاب الفتاویٰ: ۶۴-۶۵)

خروج منی سے غسل کا حکم:

سوال: (۱) زید کو احتلام ہوا اور منی خارج ہونے سے پہلے آلہ تناسل کو پکڑ کر بستر سے باہر جا کر خارج کیا، کپڑے یا بدن میں لگنے نہ دیا، کیا زید پر غسل واجب ہے؟

ہمبستری کے بعد غسل کا حکم:

سوال: (۲) کسی نے صحبت کیا اور گندگی دھو کر کپڑا بدل کر نماز پڑھی، نماز ہوئی یا نہیں؟ کیا کپڑا بدل دینا یا گندگی دھو دینا کافی ہوگا یا غسل کرنا ہوگا؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

(۱) بیشک خروج منی کے سبب سے غسل واجب ہے۔ (۳)

(۲) صحبت کے بعد گندگی دھو ڈالنا کافی نہیں ہے غسل واجب ہے بغیر غسل نماز جائز نہیں، ہاں کپڑا بدلنا ضروری نہیں، اگر نجاست لگی ہو تو گندگی دھو ڈالنا کافی ہوگا۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد بشیر، ۱۲/۹/۱۳۸۸ھ (فتاویٰ امارت شریعہ: ۱۰۱۲)

(۱) جن صورتوں میں غسل فرض ہوتا ہے، وہ یہ ہیں: ۱۔ ہمبستری سے ۲۔ شہوت کے ساتھ منی کے اپنی جگہ سے جدا ہونے سے ۳۔ خواب میں احتلام سے ۴۔ پیچھے کے راستہ میں آلہ تناسل داخل کرنے سے ۵۔ حیض بند ہونے پر ۶۔ نفاس بند ہونے پر۔ ان امور کے بعد غسل کرنا فرض ہوتا ہے اور بغیر غسل کیے عبادت مطلقہ نماز، تلاوت، قرآن چھونا، مسجد میں داخل ہونا، طواف کرنا حرام ہے۔ اسی طرح ان حالتوں میں مصاحف مقدسہ توراۃ، انجیل، زبور پڑھنا یا قرآن کی تفسیر چھونا یا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (رد المحتار: ۸/۱۷۸-۱۷۹) (طہارت کے احکام ومسائل، ص: ۳۳۸-۳۳۹) (۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۳۴۳۔

(۳-۴) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو.... (منفصل عن مقروہ).... (بشهوة).... (و) عند (ایلاج حشفة).... (آدمی).... (فی أحد سیبلی آدمی) حی (یجامع مثله)۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۹۵، ۲۹۹) عن عائشة قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”إذا جلس بين شعبها الأربع ومس الختان الختان فقد وجب الغسل“۔ (مسلم، باب بیان أن الجماع النخ، ص: ۱۵۶، نمبر ۳۴۹/۸۵، أبو داؤد، باب فی الإكسال، ص: ۴۱، نمبر ۲۱۶، انیس)

عورت کی منی نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں:

سوال: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے اور اخراج منی ہوتی ہے؟ نیز اگر عورت مرد سے لپٹی چمٹی ہے پھر جوش چڑھتا ہے، بغیر دخول ذکر کے طبیعت بھر جاتی ہے اور خواہش جاتی رہتی ہے لیکن منی نہیں نکلتی نظر آتی۔ تو ایسی صورت میں غسل فرض ہوگا یا نہیں اور عورت کی منی کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

عورت کو احتلام بھی ہوتا ہے، منی بھی خارج ہوتی ہے۔ (۱) اس کی منی کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے۔ (۲) اگر لپٹنے کے بعد اس کی خواہش ختم ہو جائے، نہ اس کی منی نکلے، نہ دخول والتقاء ختائین کی نوبت آئے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔ (۳) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۹۷-۹۸)

عورت کو شہوت سے منی نکلے تو غسل فرض ہے یا نہیں:

سوال: (۱) عورتوں کو اگر شہوت سے منی نکلے مانند مردوں کے، تو ان پر غسل فرض ہے یا نہیں؟

احتلام سے غسل:

سوال: (۲) عورتوں کو اگر احتلام ہو تو غسل فرض ہے یا نہیں؟

الجواب: _____

غسل فرض ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۵/۱)

(۱) عن أم سلمة رضي الله عنها قالت: جاءت أم سليم رضي الله تعالى عنها إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن الله لا يستحي من الحق، فهل على المرأة من غسل إذا احتلمت؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم إذا رأت الماء، فقالت أم سلمة: يا رسول الله! أوتحتلم المرأة، فقال: تربت يداك فبم يشبهها ولدها. (الصحيح لمسلم: ۱۴۶/۱، قدیمی، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المنى منها. انیس)

(۲) ومنیہا أصفر، الخ. (الدر المختار: ۱۵۹/۱، فرائض الغسل، سعید وکذا فی الحلبي الكبير: ۴۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) إذا جومت المرأة فيما دون الفرج ووصل المنى إلى رحمها وهي بكر أو ثيب لا غسل عليها لفقد السبب وهو الإنزال آه. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱۵۶/۱، المعانی الموجبة للغسل، رشیدیہ، وكذا فی البحر الرائق: ۱۰۶/۱، كتاب الطهارة، رشیدیہ، وكذا فی المبسوط: ۶۷۷/۱، باب الوضوء والغسل، مكتبة حبيبة، كوئٹہ، وكذا فی الحلبي الكبير: ۴۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۴) المعانی الموجبة للغسل إنزال المنى على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة. (الهداية، فصل في الغسل: ۳۷۷/۱، ظفیر)

۱- وَأَنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا. (سورة المائدة: ۶)

۲- جاءت أم سليم امرأة أبي طلحة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن الله لا يستحي من الحق هل على المرأة من غسل إذا هي احتلمت؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم إذا رأت الماء. (بخاری، باب

إذا احتلمت المرأة، ص ۵۰، نمبر ۲۸۲/مسلم، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المنى منها: ۱۴۵، نمبر ۱۲۳۳۳/۷)

۳- خولة بنت حكيم قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المرأة تحتلم في منامها، فقال: إذا رأت الماء فلتنغسل. (سنن النسائي، غسل المرأة ترى في منامها ما يرى الرجل، انیس)

دھات اور منی نکلنے سے غسل کا حکم:

سوال: ایک شخص ہے جب کبھی وہ بیوی کے پاس جاتا ہے تو منی نکل جاتی ہے، رات میں ساتھ لیٹنے سے یاد نہ آتا ہے۔ اس کے بولنے سے یا ہاتھ لگانے سے بھی منی نکل جاتی ہے۔ کیا اس کے بولنے سے نہانا واجب ہو جاتا ہے؟ ایک عورت ہے اس کو بھی دھات کا مرض ہے، بغیر کسی مطلب کے اس کی منی نکل جاتی ہے، کبھی زیادہ کبھی کم نکلتی ہے۔ اس کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

اپنی شہوت سے کوہر منی نکلتی ہے تو غسل واجب ہوگا۔ (۱) دھات کے آنے سے غسل واجب نہیں ہوگا۔ (۲) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۹۸/۵-۹۹)

بدن دبووانے سے خروج مادہ اور وجوبِ غسل:

سوال: زید اپنی زوجہ سے بدن دبواتا ہے، اس حالت میں عضو تناسل منتشر ہو جاتا ہے اور پھر سفید گاڑھا پانی نکل آتا ہے، یا پیشاب کو چلا جائے تو اس وقت پیشاب سے پہلے نکلتا ہے، تو کیا اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

اگر شہوت و انتشار ہو کر منی نکل آتی ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ اس میں دق ہوتا ہے اور اس کے بعد عضو منکسر اور شہوت ختم ہو جاتی ہے اور وہ بدبودار ہوتی ہے، تو اس کے خروج سے غسل لازم ہوتا ہے، اگر منی نہیں نکلتی، تو غسل نہیں ہوتا۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: نظام الدین غنی عنہ، سید مہدی حسن غفرلہ۔ ۸۶/۳/۲ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۹/۵)

(۱) (فرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو (منفصل عن مقرہ... بشهوة) أى لذة ولو حکماً. (توسیر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الطہارۃ: ۱۵۹/۱، سعید، وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثانی فی الغسل، الفصل الثالث: ۱۴/۱، رشیدیہ، وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطہارۃ، فصل فی أحكام الغسل: ۲۸۳/۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، وکذا فی الہدایۃ، کتاب الطہارات: ۳۱/۱، شریکۃ علمیۃ، ملتان)

عن علی رضی اللہ عنہ قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا تفعل إذا رأیت المذی فاعسل ذکرک وتوضأ وضوئک للصلوة فإذا فضخت الماء فاعسل". (أبو داؤد، نمبر: ۲۰۶) مسند احمد میں یوں عبارت ہے: "إذا حذفت فاعسل من الجنابة وإذا لم تكن حاذفاً فلا تغتسل". (مسند أحمد، علی بن أبی طالب، نمبر: ۸۴۹، انیس)

(۲) إلا أنه إذا علم أنه مذی أو شک أنه مذی أو ودی... فلا غسل علیہ اتفاقاً کالودی. (الدر المختار، کتاب الطہارۃ: ۱۶۲/۱-۱۶۳، سعید، وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثانی فی الغسل، الفصل الثالث: ۱۵/۱، رشیدیہ، وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطہارۃ، فصل فیما یوجب الغسل: ۴۳/۱، رشیدیہ، وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطہارۃ، فصل فی أحكام الغسل: ۲۷۸/۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۳) ایضاً، حاشیہ نمبر: ۱-

جاگتے ہوئے منی نکلے تو بھی غسل ہے:

سوال: اگر جاگتے میں منی نکل جائے تو غسل کرنا چاہئے یا نہ؟

الجواب

منی اگر جاگتے میں نکلے، تب بھی غسل کرنا واجب ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۲/۱)

بلاشہوت منی نکلے تو غسل فرض نہیں:

سوال: ایک شخص پیشاب کرتا ہے اور پیشاب کے بعد زور لگانے سے سفید رنگ کا مادہ کافی مقدار میں خارج ہو جاتا ہے، جس کے متعلق معلوم نہیں کہ یہ منی ہے یا ودی، تو ایسے شخص پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ یہ مادہ بغیر شہوت کے نکلتا ہے۔ بیوا تو جروا۔

الجواب _____ باسم ملہم الصواب

پیشاب کے بعد نکلنے والا مادہ اگر چہ منی ہو مگر بدن شہوت خارج ہو تو غسل فرض نہیں۔

قال فی العلائیۃ: وفي الخانیۃ: خرج منی بعد البول وذكره منتشر لزومه الغسل، قال فی البحر: ومحملة إن وجد الشهوة، وفي الشامیۃ: إن عدم وجوب الغسل بخروجه بعد البول اتفاقاً إذا لم یکن ذكره منتشراً، إلخ. (رد المحتار: ۱/۱۴۹) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰/ جمادی الاخریٰ ۹۲ھ (حسن الفتاویٰ: ۳۴/۲)

بلاشہوت انزال سے غسل واجب نہیں:

سوال: اگر کسی کو بغیر شہوت کے بیماری یا کمزوری کی وجہ سے منی خارج ہو جائے تو کیا غسل فرض ہو جاتا ہے؟

الجواب

غسل واجب ہونے کیلئے قرآن وحدیث میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ جنابت کا ہے اور ”جنابت“ کہتے ہیں اس کیفیت کو جس میں شہوت کے ساتھ انزال ہو:

”إطلاق الجنابة فی اللغة مخصوص بحال انبعاثه من الشهوة“۔ (۳)

لہذا جو صورت آپ نے دریافت کی ہے، اس میں غسل واجب نہیں ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۶۰/۲)

(۱) (وفرض الغسل عند خروج منی) من العضو. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۸، ظفیر)

(۲) أبوداؤد، نمبر ۲۰۶، مسند أحمد، علی بن أبی طالب، نمبر ۸۴۹، انیس

(۳) کبیری: ص: ۳۹۔

وجوب غسل کے لئے وفق منی شرط نہیں:

سوال: ایک شخص کی منی بہت ہی رقیق ہے اور اپنی بیوی سے تفریح کے وقت اس کی منی بدون جست کے خارج ہوتی ہے تو کیا یہ شخص بغیر غسل کے اپنی نمازیں پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب

غسل واجب ہے۔ (۱) فی الدر المختار: (و فرض) الغسل (عند) خروج (منی)..... (منفصل عن مقره)..... (بشهوة) أى لذة..... ولم يذكر الدفق ليشمل منی المرأة ولأنه ليس بشرط عندهما خلافاً للثانی. (جلد ۱۶۵-۱۶۶) (۲) فقط ۱۸/ رزی الحجۃ ۱۳۳۳ھ، تتمہ ثالثہ: ۱۲۲۔ (امداد الفتاویٰ جدید، جلد اول، ص: ۵۷)

خواب میں احتلام ہوا اور قرائن خارجہ سے منی کا بغیر شہوت و وفق خارج ہونے کا یقین ہو:

سوال: خواب میں احتلام ہوا، محتلم کو قرائن خارجہ سے اس کا یقین ہے کہ یہ منی بغیر شہوت و وفق کے خارج ہوئی ہے، تو آیا اس صورت میں غسل فرض ہے یا نہیں؟

قرائن خارجہ مثلاً ایک شخص بوجہ کبر سنی کے عدیم الشہوت ہے، اب اس کو احتلام ہوتا ہی نہیں، تو اس کو عدیم الشہوت ہونے کی وجہ سے یقین ہے کہ یہ احتلام غیر وفق و شہوت کی حالت میں ہوا ہے، یا مثلاً ایک شخص مریض ہے جو سیلان منی و کثرت احتلام کے مرض میں مبتلا ہے اور علامات و اسباب کو دیکھ کر اس کو یقین ہے کہ یہ منی جو سوتے میں خارج ہوئی ہے بغیر شہوت و وفق کے ہوئی ہے، اور کتب طبیہ مثلاً شرح اسباب وغیرہ میں مصرح ہے کہ جس کثرت احتلام کا سبب برودت و رطوبت اور استرخاء و عیہ منی ہوتا ہے اس کی علامت بلا وفق و انعاظ و شہوت خروج منی ہوتا ہے، غرض ایسے قرائن سے اس کو یقین ہو گیا کہ بغیر شہوت کے منی نکلی ہے۔ مرقاة مصری جلد اول ص ۳۲۷ میں مندرج ہے: وأکثر العلماء علی أنه لا یجب الغسل حتی یعلم أنه بلل الماء الدافق واستحبوا الغسل احتیاطاً، جس کا ترجمہ نواب قطب الدین صاحب بھی ترجمہ مشکوٰۃ یعنی مظاہر حق میں لکھتے ہیں ”اور اکثر علما نے کہا ہے کہ غسل واجب نہیں آتا (یعنی سونے کی حالت میں تری دیکھنے سے) یہاں تک کہ جانے کہ یہ کوڈ کر نکلی ہے، یعنی اگر جانتا ہے کہ کوڈ کر نکلی ہے تو غسل واجب ہوگا، ورنہ مستحب واسطے احتیاط کے، غرض جناب اس میں ارشاد فرمائیں کہ کوئی مبتلیٰ بہ اس قول پر عمل کرے تو کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

ہمارے نزدیک اس قول پر عمل اس کو جائز ہے کہ جس کو بیداری میں بھی بدون شہوت کے انزال منی ہو جاتا ہو، اور

- (۱) منی کا شہوت کے ساتھ کوڈ کر نکلتا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وجوب غسل کے لیے شرط ہے، جبکہ امام ابو حنیفہؒ و محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مطلق شہوت و لذت کے ساتھ منی کا نکلتا غسل کو واجب کرتا ہے۔ انیس
- (۲) بعد مطلب فی تحریر الصاع الخ، بعد الغسل۔ انیس

جس کو بیداری میں بدون شہوت کے انزال منی نہ ہوتا ہو اس کو نیند سے بیدار ہونے کے بعد جو تری لباس پر نظر آئی، اور یقین ہے کہ منی ہے یا منی اور مذی ہونے میں شک ہو اس پر غسل واجب ہے، اور یہ خیال صحیح نہیں کہ نیند میں منی بدون شہوت کے نکلی ہے، کیونکہ نیند کی حالت کا اس کو کیا علم، بلکہ احتلام میں مدار رویت بلبل پر ہے، (۱) واللہ اعلم

قال فی مراقی الفلاح: ومنها أى من أسباب وجوب الغسل وجود ماء رقيق بعد الانتباه عن النوم ولم يتذكر احتلاماً عندهما ولهما ماروى أنه صلى الله عليه وسلم سئل عن الرجل يجد البلل ولم يذكر احتلاماً قال يغتسل، خلافاً لأبى يوسف وبقره أخذ خلف بن أيوب وأبو الليث لأنه مذى وهو الأقيس الخ (ص ۵۷) قلت: وقد أخذنا بقوله فيمن كان مبتلى بالإنزال بلا شهوة فى اليقظة أيضاً وإلا فالقول ما قالاه، واللہ اعلم ۲۱/ محرم ۱۳۴۹ھ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۶۰ تا ۳۶۱)

سو کراٹھنے والا لیس دار مادہ دیکھے تو کیا غسل واجب ہے:

سوال: ایک اردو کی کتاب میں ہے کہ ”سو کراٹھنے پر اگر پیشاب کے مقام پر لیس دار مادہ معلوم ہو تو غسل واجب ہے“ اور دوسری کتاب میں ہے کہ ”شہوت کے خیال سے پیشاب کے شروع میں یا آخر میں لیس دار مادہ نکلنے سے غسل واجب ہے“ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

سو کراٹھنے پر جب ایسا لیس دار مادہ دیکھے تو غسل کر لے۔ (۲) محض شہوت کے خیال سے بلا جوش اور دق کے اگر کوئی مادہ پیشاب سے پہلے یا بعد میں نکلے تو غسل واجب نہیں۔ (۳) فقط واللہ اعلم
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۹۳ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۶/۵)

نیند سے بیدار ہونے والے پر غسل کے واجب یا غیر واجب ہونے کی تفصیل:

سوال: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خواب بالکل یا نہیں رہتا اور کپڑے پر دھبہ پایا جاتا ہے اس وقت نہانا فرض ہے یا نہیں؟ اور کس طرح امتیاز کیا جاوے کہ وہ منی ہے یا مذی یا ودی؟ ان تینوں کی پوری کیفیت تحریر فرمائیے، بعض

(۱) عن عائشةؓ قالت: سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل يجد البلل ولا يذكر احتلاماً؟ قال: يغتسل، وعن الرجل يرى أنه قد احتلم ولم يجد بللاً؟ قال: لا غسل عليه. (ترمذی، باب ماجاء فیمن یتیقظ ویرى بللاً ولا یدکر احتلاماً، ص ۳۰، نمبر ۱۱۳، ایس)

(۲) وأما إذا لم يتذكر الاحتلام وتيقن أنه منى أو شك هل هو منى أو مذى فكذلك يجب عليه الغسل في هاتين الحالتين أيضاً إجماعاً للاحتياط، الخ. (الحلبی الكبير: ص ۲۲، سهیل اکیڈمی لاہور، وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱۵/۱، المعانی الموجبة للغسل، رشیدیہ، وكذا فی خلاصة الفتاویٰ: ۱۳/۱، الفصل الثانی فی الغسل، امجد کیڑی لاہور)

(۳) قال العلامة ابن عابدين (قوله تقیید قولہم): أى فیقال إن عدم وجوب الغسل بخروجه بعد البول اتفاقاً إذا لم یکن ذکرہ منتشرأ. (رد المحتار: ۱۶۱/۱، فرائض الغسل، سعید، وكذا فی مراقی الفلاح: ۹۶، ما یوجب الغسل، قدیمی)

اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آنکھ کھل جاتی ہے اور رطوبت خارجہ اس وقت پائی جاتی ہے لیکن اس زور سے خارج ہوتی معلوم نہیں ہوتی کہ جس زور سے منی خارج ہوتی ہے؟

الجواب

اگر دھبہ نہ ہو تب تو غسل نہیں اگرچہ خواب یاد ہو اور اگر تری وغیرہ پائی جاوے تو اس میں چودہ صورتیں ہیں کیوں کہ یا تو (۱) منی کا یقین ہے یا (۲) منی کا یقین ہے یا (۳) ودی کا یقین ہے، یا (۴) منی و منی میں شک ہے یا (۵) منی اور ودی میں شک ہے یا (۶) منی اور منی اور ودی میں شک ہے۔ یہ سات (۷) احتمال ہیں (۱) اور ہر ایک میں دو احتمال ہیں، خواب کا یاد ہونا اور یاد نہ ہونا، پس یہ سب چودہ (۱۴) صورتیں ہو گئیں، ان میں سے چار صورتوں میں غسل نہیں ہے، ایک یہ کہ منی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو، دوسری تیسری یہ کہ ودی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو یا نہ ہو، چوتھی یہ کہ منی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو اور باقی دس صورتوں میں غسل واجب ہے۔ کذا فی الدر المختار و رد المحتار۔ (۲) اور منی اور ودی اور منی کی تحقیقوں کا تغایر تو مشہور و معلوم ہے مگر کوئی ایسی علامت یقینی نہیں جس سے یقین متیقن ہو جاوے ورنہ شک کی صورتیں محتمل نہ ہوتیں۔ ۱۴ / محرم ۱۳۲۹ھ، تتمہ اولیٰ: صفحہ ۶۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۳۹/۵ تا ۵۱۳)

(۱) ایک احتمال کا بیان رہ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ”منی اور ودی میں شک ہو“، کل صورتیں اس طرح بھی ضبط ہوں گی کہ یا (۱) منی کا یقین ہے یا (۲) منی کا یا (۳) ودی کا یا (۴) اول دو میں شک ہے یا (۵) اخیر دو میں یا (۶) طرفین میں یا (۷) تینوں میں، یہ کل سات احتمال ہوئے۔ پھر ہر صورت میں خواب یاد ہو گا یا نہ ہوگا، تو کل چودہ صورتیں ہوئیں۔ سعید احمد پالنپوری

(۲) لیکن سات صورتوں میں بالفاق غسل واجب ہے اور تین میں طرفین کے نزدیک واجب ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ ذیل میں تمام صورتیں مع حکم درج کی جاتی ہیں۔ سعید احمد

نمبر	صورت	حکم	نمبر	صورت	حکم
۱	منی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو	بالا اتفاق غسل واجب ہے۔	۲	منی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو	بالا اتفاق غسل واجب ہے۔
۳	ودی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو	بالا اتفاق غسل واجب نہیں ہے	۴	منی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو	بالا اتفاق غسل واجب ہے۔
۵	منی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو	بالا اتفاق غسل واجب نہیں ہے	۶	ودی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو	بالا اتفاق غسل واجب نہیں ہے۔
۷	منی اور منی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔	بالا اتفاق غسل واجب ہے۔	۸	منی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔	بالا اتفاق غسل واجب ہے۔
۹	منی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔	بالا اتفاق غسل واجب ہے۔	۱۰	منی، منی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔	بالا اتفاق غسل واجب ہے۔
۱۱	منی اور منی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔	طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں ہے۔	۱۲	منی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔	طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں ہے
۱۳	منی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔	طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں ہے۔	۱۴	منی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔	بالا اتفاق غسل واجب نہیں ہے۔ = =

نیند سے بیداری پر تری پانے کی کچھ دیگر صورتیں:

سوال: (۱) اگر کوئی شخص خواب سے بیدار ہو اور اپنے فرش یا ران پر تری پائی اور اس کو یقین ہے کہ یہ مذی ہے تو ایسی صورت میں اگر خواب یاد نہ ہو، اس پر غسل واجب ہے یا نہیں اور اگر خواب بھی یاد ہو اور اس تری کی بابت یقین مذی کا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲) اگر کوئی شخص بیدار ہو اور کے سوراخ پر تری پائی اور انتشار قبل از نوم موجود نہ تھا پس اگر خواب یاد نہ ہو اور اس تری کی بابت اس کو یقین مذی کا ہو تو غسل واجب ہے یا نہیں؟

سوال: (۳) اگر کوئی شخص بیدار ہو اور اس وقت اس نے سوراخ پر یا کہیں اور تری نہیں پائی بعد کچھ تھوڑی دیر کے حالت بیداری میں کچھ تری معلوم ہوئی تو اس کی نسبت کیا حکم ہے خواب یا انتشار یاد ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں اگر حکم مسئلہ میں فرق پڑتا ہو تو تحریر فرمادیویں اگر کسی شخص پر یہ حالت قریب قریب ہر روز ہو جاتی ہو تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

سوال: (۴) مذی اور ودی کی خاص علامات کیا ہیں؟

سوال: (۵) اگر مسئلہ مندرجہ سوال (۱) و (۲) کے حکم میں کچھ فرق ہو تو اس کی کیا علت ہے؟

الجواب _____ عن الكل

اس میں بہت سی صورتیں نکل سکتی ہیں جن میں سے صرف چار صورتوں میں تو غسل نہیں ہے باقی سب میں غسل ہے۔ وہ چار صورتیں غسل نہ ہونے کی یہ ہیں: ایک یہ کہ مذی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو۔ دوسری یہ کہ ودی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو، تیسری یہ کہ ودی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو۔ چوتھی یہ کہ مذی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو، کذا فی الدر المختار و رد المحتار۔

== (و) عند (رؤية مستيقظ) خرج رؤية السكران والمغمى عليه المذی منياً أو مذياً (وإن لم يتذكر الاحتلام) إلا إذا علم أنه مذی أو شك أنه مذی أو ودی أو كان ذكره منتشراً قبيل النوم فلا غسل عليه اتفاقاً كالودی، لكن في الجواهر: إلا إذا نام مضطجعاً أو تيقن أنه منی أو تذكر حلماء فعلية الغسل والناس عنه غافلون (الدر المختار) قوله منياً أو مذياً أعلم أن هذه المسئلة على أربعة عشر وجهاً، لأنه إما أن يعلم أنه منی أو مذی أو ودی أو شك في الأولين أو في الطرفين أو في الأخيرين أو في الثلاثة، وعلى كل إما أن يتذكر احتلاماً أو لا فيجب الغسل اتفاقاً في سبع صور منها وهي ما إذا علم أنه مذی، أو شك في الأولين أو في الطرفين أو في الأخيرين أو في الثلاثة مع تذكر الاحتلام فيها، أو علم أنه منی مطلقاً، ولا يجب اتفاقاً فيما إذا علم أنه ودی مطلقاً وفيما إذا علم أنه مذی أو شك في الأخيرين مع عدم تذكر الاحتلام ويجب عندهما فيما إذا شك في الأولين أو في الطرفين أو في الثلاثة احتياطاً، ولا يجب عند أبي يوسف للشك في وجود الموجب. (رد المحتار: ۱/۱۲۳، بیروت، انیس)

اور منی اور مذی اور ودی کی حقیقتیں تو متغایر یقینی ہیں مگر اس کی ایسی علامت یقینی نہیں جس سے تعین متیقن ہو جاوے، ورنہ شک کی صورتیں نہ نکلتیں اور بیداری میں اگر خروج ہو تو یہ دیکھ لے کہ دق اور شہوت اگر ہے تو غسل واجب ہے ورنہ نہیں، اس قاعدہ کلیہ سے امید ہے کہ سائل صاحب کو اپنے سب سوالوں کا جواب معلوم ہو گیا ہوگا، لیکن اگر کوئی مقام مخفی رہ گیا ہو مگر سوال کر لیں، اب صرف دو امر پر متنبہ کرنا باقی رہا ایک یہ کہ مدار حکم انتشار و عدم انتشار پر نہیں، صرف انتشار ایک قرینہ ہے مذی ہونے کا جبکہ خواب یا نہ ہو سو قرینہ اسی میں منحصر نہیں، مذی کے یقین میں یہ سب قرینے آگئے، دوسرا امر استفسار نمبر (۵) کے متعلق ہے وہ یہ کہ نمبر (۱) کے دو جزو ہیں، ایک جزو مذی کا یقینی ہونا اور خواب یا نہ ہونا، دوسرا جزو مذی کا یقینی ہونا اور خواب یا نہ ہونا اور نمبر (۲) بعینہ (۱) کا پہلا جزو ہے پس استفسار نمبر (۵) میں جو سوال نمبر (۱) و سوال (۲) میں فرق پوچھا گیا ہے، سائل کی مراد اگر سوال نمبر (۱) کا جزو اول ہے سو وہ اور نمبر (۲) تو بالکل متحد ہیں، فرق پوچھنے کے کوئی معنی نہیں اور اگر مراد سوال نمبر (۱) کا جزو ثانی ہے تو وجہ فرق ظاہر ہے کہ ایک میں خواب یا نہیں اور ایک میں خواب یا نہ ہے جو قرینہ ظاہر ہے منی کا اور اگر کچھ اور مقصود ہے تو ظاہر کیا جاوے۔

۱۱ / رجب ۱۳۳۱ھ، تتمہ ثانیہ: ص ۵۳ - (۱) (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول: ص ۵۱ - ۵۳)

نیند سے بیدار ہونے کے کچھ دیر بعد رطوبت کا دیکھنا:

سوال: اگر کوئی شخص بیدار ہوا اور اس کو خواب یاد ہے پس حالت بیداری میں اس کے بستر پر سے اٹھنے سے پہلے بیدار ہونے کے دو یا تین منٹ بعد اس کو تری معلوم ہوئی جس کو وہ مذی سمجھتا ہے تو اس پر یہ خیال کر کے کہ شاید یہ منی رک گئی ہو جواب نکلی ہے غسل واجب ہوگا یا اس کو خیال نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ دق و شہوت کے ساتھ نکلی ہے یا کس طرح؟

الجواب

جزیہ تو دیکھا نہیں مگر قواعد سے غسل واجب ہونا چاہئے کیونکہ خواب کا یاد ہونا علامت اس کی ہے کہ یہ یا منی ہے یا مذی اور دونوں کا احتمال خروج (۲) موجب غسل ہے اور دق و شہوت کی شرط ہونے کا یہ مطلب ہے کہ انفصال عن المقر کے وقت شہوت ہو گو خروج کے وقت نہ ہو (۳) اور اگر کوئی عارض مانع نہ ہو تو دق بھی ہو اور یہاں ممکن ہے کہ انفصال کے وقت شہوت ہو اور دفعہ آنکھ کھلنے سے رک گئی ہو، مگر احتیاطاً یہ مسئلہ کہیں اور بھی پوچھ لیا جاوے۔

۸ / محرم ۱۳۳۲ھ، تتمہ ثانیہ: ص ۱۱۲ - (امداد الفتاویٰ جدید: جلد اول، ص ۵۵)

(۱) ردالمحتار: ۱/۱۶۳، بیروت - انیس

(۲) پہلے جو چودہ صورتوں کا نقشہ دیا گیا ہے، ان میں یہ ساتویں صورت ہے۔ سعید احمد پالنپوری

(۲) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو..... (منفصل عن مقره بشهوة)..... وإن لم يخرج من رأس الذکر (بها). (الدر المختار، ابحاث الغسل: ۱/۱۰۷ - ۱۰۸ - انیس)

بیدار ہونے پر تری دیکھی اور یقین ہے کہ وہ منی نہیں، تو غسل واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: ایک شخص نیند سے اٹھ کر اَحلیل ذکر میں تری دیکھتا ہے، اس کو یقین ہے کہ احتلام نہیں ہوا، یا اس کو احتلام یا ندیوں اور یہ مذی کی تری ہے اور اثر منی کا بدن اور کپڑے پر مطلقاً نہیں ہے، اس صورت میں غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں غسل واجب نہیں ہے، منیہ میں بھی مطلقاً اس صورت میں غسل کو واجب نہیں کہا جیسا کہ اس کی عبارت ”إن كان ذكره منتشراً قبل النوم“ (۱) سے اس کی تفصیل کی ہے جس صورت میں وجوب غسل فرمایا ہے وہ وجوب احتیاطاً فرمایا ہے، چنانچہ کبیری کی عبارت جو علیحدہ پرچہ پر منقول ہے اس میں صاف ہے کہ وجوب غسل کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے اور پھر دلائل عدم وجوب غسل بیان فرمائے ہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۲۸)

عضو پر تری کا وجود موجب غسل ہے یا نہیں:

سوال: زید نیند سے بیدار ہوا، ذکر پر تری دیکھی، نہ معلوم منی ہے یا مذی یا ودی، نہ خواب یاد ہے۔ تو کیا غسل واجب ہے؟ اگر واجب ہے، در صورت عدم انتشار قبل النوم کی حالت میں جیسا کہ عالمگیری نے ۱۰/۱ میں نقل کیا ہے تو زید کا اس پر یہ اشکال ہے کہ ایک تو یہ معلوم نہیں کہ منی ہے یا نہیں؟ دوسرے اگر فرض کر لیا جائے کہ منی ہی ہے تو بھی دفع بالکل نہیں، کیونکہ اگر دفع ہوتا تو دوسرے محل پر کچھ نہ کچھ ضرور لگتی اور پھر یہ کہ بعض اوقات کسی شخص کے محض انتشار سے حالت یتظہ میں بلا دفع کے تری ذکر پر آ جاتی ہے تو کیا غالب ظن سے یہ حکم نہیں لگ سکتا کہ یہ بھی موجب غسل نہیں؟ ویسے بھی زید کہتا ہے کہ دفع کی شرط ظاہر الروایت کی ہے اور یہ مسئلہ نوادر کا ہے۔

الجواب — حامداً ومصلیاً

”ومنہا: وجود ماء رقيق بعد النوم ولم يتذكر احتلاماً آه“ مراقی الفلاح. ”حاصل مسئلة النوم اثنا عشر وجهاً كما في البحر، لأنه إما أن يتيقن أنه منى أو مذى أو ودی، أو يشك في الأول مع الثاني، أو في الأول مع الثالث أو في الثاني مع الثالث، فهذه ستة، وفي كل منها إما أن يتذكر احتلاماً أولاً، فتمت الإثنا عشر.

فيجب الغسل اتفاقاً فيما إذا تيقن أنه منى تذكر احتلاماً أولاً، وكذا فيما إذا تيقن أنه مذى

(۱) غنية المستملی: ۱۲۱، فصل في الطهارة الكبرى۔ ظفیر

(۲) وإن استيقظ فوجد في إحليله بللاً لا يدري أمني هو أم مذى ولم يتذكر حلماً ينظر إن كان ذكره منتشراً قبل النوم فلا غسل عليه لأن الانتشار سبب لخروج المذى فيحمل عليه وإن كان ذكره قبل النوم ساكناً فعليه الغسل للاحتياط المذكور في الخلاصة، الخ. (غنية المستملی: ص ۴۱، ظفیر)

وتذكر الاحتلام، أو شك أنه منى أو مذى، أو شك أنه منى أو ودى، أو شك أنه مذى أو ودى، وتذكر الاحتلام في الكل. ولا يجب الغسل اتفاقاً فيما إذا تيقن أنه ودى مطلقاً تذكر الاحتلام أو لا، أو شك أنه مذى أو ودى ولم يتذكر، أو تيقن أنه مذى ولم يتذكر.

ويجب الغسل عندهما لا عند أبي يوسفٍ فيما إذا شك أنه منى أو مذى أو شك أنه منى أو ودى ولم يتذكر احتلاماً فيهما. والمراد بالتيقن هنا غلبة الظن، لأن حقيقة التيقن متعذرة مع النوم، آه“۔ (طحطاوی: ص: ۵۴) (۱)

صورت مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہیں، طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے۔
طرفین کی دلیل:

”ولهما ما روى أنه صلى الله تعالى عليه وسلم سئل عن الرجل يجد البلل، ولم يذكر احتلاماً قال: ”يغتسل“ ولأن النوم راحة تهيج الشهوة، وقد يرقق المنى لعارض، والاحتياط لازم في باب العبادات. وهذا إذا لم يكن ذكره منتشراً قبل النوم، لأن الانتشار سبب للمذى، فيحال عليه اه“۔ مراقی الفلاح۔ ”قوله (قد يرقق) بطول المدة، فتصير صورته كصورة المذى اه“۔ (طحطاوی) (۲)

منی فرض کرنے کی صورت میں یہ اشکال کہ ”دفق نہیں ہے“ بے محل ہے، اس لئے کہ حالت نوم میں دفق کی حقیقت اطلاع نہیں ہوتی، خاص کر جب کہ احتلام یا دنہ ہو اور جب منی قلیل ہو اور دفق خفیف ہو تو اس کا کسی دوسری جگہ لگنا ضروری نہیں۔ اگر حالت بیداری میں بغیر دفق کے کسی مرض کی وجہ سے جیسے بوجھ اٹھانے سے خروج منی ہو جائے تو وہ موجب غسل نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۳/۶۴ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف: مدرسہ مظاہر علوم، ۲۴/۳/۶۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۰/۵)

خواب میں جماع پر انزال نہیں ہوا، جاگنے کے بعد پیشاب میں سفید قطرات آنے کا حکم:

سوال: (۱) زید نے خواب میں کسی عورت سے جماع کیا مگر ابھی انزال نہ ہوا تھا کہ زید بیدار ہو گیا جب پیشاب کرنے لگا تو قبل از بول چند قطرے رقیق سفید ذکر سے خارج ہوئے، آیا زید پر غسل واجب ہے یا نہ؟

سوال: (۲) عمر کو مرض سرعت انزال یعنی رقت منی لاحق ہے، اگر وہ کسی قسم کا خیال یا تصور کرے یا خواب میں یا بیداری میں اس کا ذکر منتشر ہو جائے تو ذکر سے چند قطرے رقیق سفید نکل آتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بغیر تصور و انتشار قبل از بول چند قطرے رقیق سفید خارج ہوتے ہیں ان تمام حالتوں میں غسل واجب ہے یا نہیں؟

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۹۹، قدیمی، البحر الرائق: ۱۰۴/۱، رشیدیہ، الحلبي الكبير: ص ۴۲، سهيل اكيڈمی لاہور

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص ۹۹، قدیمی

الجواب

ظاہر یہ ہے کہ ان سب صورتوں میں جو کچھ قطرات سفید نکلے وہ مذی ہے۔ جیسا کہ تعریف مذی ”ماء رقیق أبيض يخرج عند الشهوة“ شامی۔ (۱) اس پر صادق آتی ہے۔

لہذا اس پر غسل واجب نہیں ہے اور اگر احتیاطاً کر لیوے تو اچھا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۹/۱)

احتلام بھول جانے پر غسل اور نماز کا حکم:

سوال: اگر کسی شخص کو احتلام ہوا مگر وہ بھول گیا اور چند دن بعد یاد آیا، تو ان ایام کی ادا کردہ نمازوں کی قضا لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اگر اس کو یقین ہو جائے کہ فلاں روز احتلام ہوا تھا تو اس روز سے قضا لازمی ہے اور اگر دن کا تعین نہ کر سکے تو یاد آنے سے پہلے جس وقت سو کر اٹھا تھا اس وقت سے قضا لازمی ہوگی اور اسی نیند میں احتلام کا حکم دیا جائے گا۔ (۳)

(فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو: ۱۸۳) ☆

منی اپنی مقرر سے شہوت کے ساتھ جدا ہو، تو جب بھی خارج ہوگی غسل واجب ہو جائے گا:

سوال: ایک شخص وطی فی الدبر کرے لیکن انزال نہ ہو۔ یا نابالغہ سے زنا کرے۔ یا مشیت زنی کرے لیکن انزال نہ ہو، یا وہ کسی طرح منی خارج ہونے سے روک لے بذریعہ مسک دوا یا اساک کے ذریعہ یا رگ دبا کر۔ تو ان تینوں صورتوں میں

(۱) رد المحتار، أبحاث الغسل، تحت قوله لا عند مذی: ۵۳/۱۔ ظفیر

(۲) لا (ای) لا یفرض الغسل عند مذی أو ودی بل الوضوء منه ومن البول جمیعاً. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، أبحاث الغسل، ۱۵۲/۱، ظفیر)

(۳) عن عائشة قالت: سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل يجد البلل ولا يذكر احتلاماً؟ قال: یغتسل، وعن الرجل یری أنه قد احتلم ولم يجد بللاً؟ قال: لا غسل علیہ. (ترمذی، باب ماجاء فیمن یتقیظ و یری بللاً ولا یدکر احتلاماً، ص ۳۰، نمبر ۱۱۳/مسند ابو یعلی الموصلی: ۱۳۹/۸، نمبر ۲۶۹۲/المنتقى لابن الجارود: ۳۳/۱، نمبر ۸۹-۹۰، ۱۰۱)

☆ **احتلام بھول جانے کی صورت میں پڑھی گئی نمازوں کا حکم:**

سوال: کسی شخص سے احتلام بھول گیا تھا مگر چند دن بعد یاد آیا کہ چند روز قبل اس کو احتلام ہوا تھا، تو اس دوران پڑھی گئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر کسی کو چند روز کے بعد احتلام کا علم ہوا کہ فلاں دن کو مجھے احتلام ہوا تھا تو اسی روز سے نمازوں کی قضا کرے گا اور اگر متعین دن کا علم نہ ہو تو آخری نوم (نیند) سے جتنی شمار ہوگا، اس کے بعد جتنی نمازیں پڑھی گئی ہوں ان کی قضا لازم ہوگی۔

”لما قال الشیخ عبد الحمی: اگر دانست کہ احتلام فلاں روز ست حکم جنابت ازاں روز جاری خواہد شد و اگر تعین روز معلوم نہ شد حکم احتلام از آخر نوم کہ بعد آن نخسپیدہ است داد خواہد شد۔“ (مجموعۃ الفتاویٰ، فارسی، باب الغسل: ج ۳ ص ۲۶) (فتاویٰ تھانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۲)

اس پر غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ محل زنا نہیں۔ اور انزال بھی نہیں ہوا۔ آیا دخول سے یا ہاتھ لگانے سے (مشت زنی) سے غسل واجب ہوگا؟ اگر کچھ دیر کے بعد اس شخص کو پیشاب کے دوران سفید رطوبت آئے تو ان تینوں صورتوں میں سے کس میں غسل واجب ہوگا؟ یا اسے جریان سمجھا جائے گا۔ یا تین چار گھنٹے کے بعد پیشاب میں رطوبت آئے؟

الجواب

- ۱۔ دخول کے بعد غسل واجب ہو جائے گا انزال ہو یا نہ ہو۔ (۱)
- ۲۔ اگر عورت اتنی کمسن ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصے اور مشترک حصے مل جانے کا خوف ہو تو تا وقتیکہ انزال نہ ہو غسل فرض نہ ہوگا۔ مشت زنی میں غسل کے لئے انزال ضروری ہے۔ (۲)
- ۳۔ اگر اس سعی مذموم میں منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو گئی، مگر کسی وجہ سے خروج سے رکاوٹ پیدا کر لی، تو یہ منی جب خارج ہوگی، غسل فرض ہو جائے گا۔

وتعتبر الشهوة عند انفصاله عن مكانه لا عند خروجه من رأس الإحليل، اهـ۔ (عالمگیری: جلد اول صفحہ: ۸) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء۔ (خیر الفتاویٰ: ۸۲۲)

منی کو ہاتھ سے روک لیا اور شہوت ختم ہونے کے بعد نکال دی:

سوال: احتلام میں ایسا محسوس ہوا کہ منی نکلنے والی ہے مگر آنکھ کھل گئی اور اکہ تناسل کو ہاتھ سے دبا کر منی کو روک لیا، حتیٰ کہ شہوت بالکل ختم ہو گئی تو چھوڑنے کے بعد کافی مقدار میں منی خارج ہوئی تو غسل فرض ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا۔

الجواب — باسم ملہم الصواب

اگر خروج کے وقت شہوت نہیں تھی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غسل فرض نہیں، سفر وغیرہ جیسی ضرورت کے موقع پر اس کے مطابق عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

قال فی التنویر: وفرض عند منی منفصل عن مقره بشهوة وإن لم يخرج بها. وفي الشرح: وشرطه أبو يوسف، وبقوله يفتي في ضيف خاف ريبة أو استحيى كما في المستصفى، وفي القهستاني والتاثير خانية معزيا للنوازل: وبقول أبي يوسف نأخذ لأنه أيسر على المسلمين، قلت: ولا سيما في الشتاء والسفر، وفي الحاشية: (قوله وشرطه أبو يوسف) أي شرط الدفع

- (۱) عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا جلس بين شعبها الأربع ثم جهدها فقد وجب عليه الغسل. وفي حديث مطر: وإن لم ينزل. (مسلم، نمبر ۳۴۸، ۷۸۳، انیس)
- (۲) أبوداؤد، نمبر ۲۰۶، مسند أحمد، علی بن ابی طالب، نمبر ۸۴۹، انیس

وأثر الخلاف يظهر فيما لو احتلم أو نظر بشهوة فأمسك ذكره حتى سكت شهوته ، ثم أرسله فأنزل وجب عندهما لا عنده الخ (قوله قلت الخ) ظاهره الميل إلى اختيار ما في النوازل ، ولكن أكثر الكتب على خلافه حتى البحر والنهر ولا سيما قد ذكروا أن قوله قياس وقولهما استحسان وأنه الأحوط فينبغي الإفتاء بقوله في مواضع الضرورة فقط ، تأمل ، وفي شرح الشيخ إسماعيل عن المنصورية قال الإمام قاضیخان: يؤخذ بقول أبي يوسف في صلوات ماضية فلا تعاد وفي مستقبله لا يصلى ما لم يغتسل (رد المحتار: ۱/۱۳۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ (حسن الفتاویٰ: ۳۳۲-۳۳۳)

احتلام کے وقت منی کوروک لینے پر غسل کا حکم:

سوال: اگر احتلام کے وقت کوئی عضو خاص کو تھام لے جس سے منی نہ نکل سکے، پھر پیشاب کے ساتھ نکالے اور معلوم نہ ہو کہ منی نکلی ہے یا نہیں؟ تو غسل کرنا ہوگا یا بغیر غسل نماز جائز ہے؟

الجواب _____ وباللہ التوفیق

غسل کر لینا چاہیے، بغیر غسل نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۵/۱۲/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۸۷/۲)

منی کوروک لیا جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: مجھ کو چند روز سے بدخواہی زیادہ ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ عادت بھی ہو گئی ہے کہ احتلام کوروک لیتا ہوں، بعض مرتبہ تو قطرہ وغیرہ کچھ نہیں نکلتا اور بعض وقت ایک آدھ قطرہ نکل آتا ہے۔ مجھ کو بعض وقت یہ شبہ ہوتا ہے کہ قطرہ کو در شہوت کے ساتھ نکلا اور بعض وقت کو در شہوت کے ساتھ نہ نکلنے کا یقین ہوتا ہے، قطرہ بعض مرتبہ چوٹی کی برابر، بعض مرتبہ ذرا بڑا، بعض مرتبہ چھوٹا ہوتا ہے، بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ احتلام کوروک دینے کے بعد بلا شہوت بھی ایک دو قطرہ آجاتا ہے، ایسی حالت میں غسل فرض ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب _____

جس صورت میں قطرہ آدھ قطرہ نکلنے کا یقین ہو اس صورت میں غسل واجب ہو جاتا ہے اور جس صورت میں خروج

(۱) اگر احتلام کوروک لینے کے بعد بلا شہوت منی نکلے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے، اور امام اعظم

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ غسل کو واجب فرماتے ہیں، اور یہی احوط ہے۔ مجاہد

(وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو..... (منفصل عن مقبرہ)..... (بشهوة)..... لأنه ليس بشرط عندهما خلافاً للثاني، ولذا قال (وإن لم يخرج) من رأس الذكر (بها) وشرطه أبو يوسف وبقوله بفتی. (الدر المختار) لا سيما قد ذكروا أن قوله "قياس" وقولهما "استحسان" وأنه الأحوط فينبغي الإفتاء بقوله في مواضع الضرورة فقط، تأمل. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۲۹۷)

قطرہ وغیرہ کا بالکل نہ ہو، اس صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا (۱) اور احتلام کو روک لینے کے بعد بلا شہوت اگر قطرہ نکل آوے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس میں غسل کو واجب نہیں فرماتے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ غسل کو واجب فرماتے ہیں اور یہی احوط ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۳/۱)

منی نکلنے کے کچھ دیر بعد دوبارہ منی نکلے تو غسل واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: کوئی شخص خدا نخواستہ منی گراتا ہو تو جب گرنے لگے تو اس کو چاٹ لے، تو کیا غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر غسل واجب ہونے کے بعد وہ آدمی غسل کر کے فارغ ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد بغیر شہوت کے منی گر گئی ہے تو کیا پھر غسل واجب ہوگا۔ یا یہ کہ کسی نے کسی عورت کے ساتھ جماع کیا پھر جب منی گرنے کا وقت آیا تو نکال کر خوب زور سے چاٹ لیا، تو کیا اس طرح کرنے کے بعد بھی غسل واجب ہوگا؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

اس پر بھی غسل واجب ہوگا اگرچہ شہوت کے ختم ہونے کے بعد منی خارج ہوئی ہو۔ (۳) عورت سے جماع کیا تو محض دخول سے غسل واجب ہو گیا، منی اندر یا باہر خارج ہوئی ہو یا خارج نہ ہوئی ہو۔ (۴) خروج منی کے بعد غسل کر لیا پھر بعد میں منی خارج ہو تو دوبارہ غسل واجب ہوگا۔ (۵) منی کا چاٹنا کسی حال میں بھی درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۶/۵-۱۰۷)

(۱) قلت لعطاء: الرجل يحتلم فيدرک ذكره قبل أن تخرج النطفة، فيقبض عليه فيرجع هل عليه غسل؟ قال إن لم يخرج منه شيء فلا غسل عليه. (مصنف عبد الرزاق، ج اول، ص ۱۹۷، نمبر ۹۷۷)

اس قول تابعی سے واضح ہوتا ہے کہ منی نہ نکلے تو غسل واجب نہیں۔ انیس

(۲) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) الخ (منفصل عن مقره)..... (بشهوة) لأنه ليس بشرط عندهما خلافاً للثاني ولذا قال (وإن لم يخرج) من رأس الذكر (بها) وشرطه أبو يوسف وبقوله يفتي الخ. (در مختار). ولا سيما قد ذكروا أن قوله قياس وقولهما استحسان وأنه الأحوط. (رد المختار، أبحاث الغسل: ۱/۱۲۸، بعد مطلب في تحرير الصاع، الخ)

(۳) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو... (منفصل عن مقره) هو صلب الرجل وترائب المرأة.... (بشهوة) أي لئلا ولو حكماً كمحتلم، ولم يذكر الدفق ليشمل منی المرأة لأن الدفق فيه غير ظاهر. (الدر المختار: ۱۵۹/۱-۱۶۰، باب الغسل، سعيد، وكذا في مراقي الفلاح: ۹۶، فصل موجبات الغسل، قديمي، وكذا في تبیین الحقائق: ۶۵/۱، موجبات الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) لما أخرج الإمام أبو عيسى الترمذی عن عائشة رضي الله عنها قالت: إذا جاوز الختان الختان وجب الغسل، فعلت أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم فاعتسلنا. (سنن الترمذی: ۳۰/۱، باب ما جاء إذا التقى الختان وجب الغسل، سعيد، وكذا في الدر المختار: ۱۶۱/۱-۱۶۲، سنن الغسل، سعيد، وكذا في الفتاوى العالمگیریة: ۱۵/۱، الفصل الثالث في المعاني الموجبة، رشيدية)

(۵) لو اغتسل من الجنابة قبل أن يبول أو ينام وصلى ثم خرج بقية المنی فعليه أن يغتسل عندهما خلافاً لأبي يوسف ولكن لا يعيد تلك الصلوة في قولهم جميعاً، كذا في الذخيرة. (الفتاوى العالمگیریة: ۱۲/۱، الفصل الثالث في المعاني الموجبة، رشيدية، وكذا في التاتارخانية: ۱۵۶/۱، الغسل، إدارة القرآن، كراچی)

بعد غسل منی نکلے تو کیا پھر غسل واجب ہے:

سوال: اگر کسی کی منی رقیق ہو اور وہ بعد پیشاب کرنے کے غسل کرے اور پھر بقیہ منی نکل آوے تو پھر غسل واجب ہو گا یا نہ؟

الجواب

اس بارے میں شامی میں یہ تفصیل کی ہے کہ بعد بول کے اگر انتشار باقی رہے اور اس انتشار کی حالت میں بقیہ منی نکلے تو غسل دوبارہ لازم ہے اور اگر انتشار نہیں رہا تو غسل واجب نہیں اور وجوب غسل کے لئے انفصال بشہوة شرط ہے، اگرچہ خروج بشہوة نہ ہو، مگر مواقع ضرورت میں خروج بشہوة پرفتویٰ ہے جو قول ہے ابو یوسفؒ کا، پس ماسواء ضرورت کے انفصال بشہوة پرفتویٰ ہے، کذا فی الدر المختار والشمی وغیرہما۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۶)

غسل کے بعد منی نکلنے کا حکم:

سوال: میں بارہ بجے دن کے خواب راحت میں تھا کہ یکا یک میری آنکھ کھلی دیکھا مجھے حاجت غسل ہے، غسل کر کے ظہر کی نماز پڑھائی پھر جس وقت پیشاب کیا تو منی آئی مجھے وسوسہ آیا کہ میں نے جماعت باجانب پڑھائی ہے اب میں نہایت پریشان ہوں؟

الجواب

فی رد المحتار: وكذا لو خرج منه بقية المني بعد الغسل قبل النوم أو البول أو المشي الكثير (نهر) أي لا بعده لأن النوم والبول والمشي يقطع مادة الزائل عن مكانه بشهوة فيكون الثاني زائلاً عن مكانه بلا شهوة فلا يجب الغسل اتفاقاً، ذيلعى. اس روایت سے ثابت ہوا کہ صورت مسئلہ میں جب احتلام کے بعد پیشاب کر لیا گیا ہے پھر بعد غسل جو دھات نکلے اس سے دوبارہ غسل واجب نہیں ہوا پہلا ہی غسل صحیح ہے اور نماز وغیرہ سب درست رہی کچھ وسوسہ اور اندیشہ نہ کیا جاوے۔ (۲) یکم ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۸/۱-۴۹)

(۱) وفي الخانية: خرج مني بعد البول وذكره منتشر لزمه الغسل، قال في البحر: ومحملة إن وجد الشهوة (در مختار) قوله ومحملة: أي ما في الخانية، قال في البحر: ويدل عليه تعليقه في التجنيس بأن في حالة الانتشار وجد الخروج والانفصال جميعاً على وجه الدفق والشهوة آه وعبرة المحيط كما في الحلية: رجل بال فخرج من ذكره مني إن كان منتشرراً فعليہ الغسل لأن ذلك دلالة خروجه عن شهوة. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۲۹/۱) لأنه (أي الدفق) ليس بشرط عندهما خلافاً للثاني ولذا قال (وإن لم يخرج) من رأس الذكر (بها) (أي بشهوة) وشرطه أبو يوسف وبقوله يفتي في ضيف خاف رية أو استحيى الخ ويقول أبي يوسف نأخذ لأنه أيسر على المسلمين، قلت: ولا سيما في الشتاء والسفر (در مختار) فينبغي الإفتاء بقوله في مواضع الضرورة. (رد المحتار، أيضاً، ظفر، بعد مطلب في تحرير الصاع الخ، باب الغسل، انيس)

(۲) احقر مجيب کے ذہن میں ترتیب غلط یا درہی کہ پیشاب کے بعد غسل کیا ہے، حالانکہ سوال میں ہے کہ غسل کے بعد پیشاب کیا ہے، اس لئے جواب اس طرز سے دیا گیا تھا، اب موافق سوال کے جواب یہ ہے کہ وہ نماز تو ہوگی کیونکہ خروج بعد میں ہوا ہے، رہا غسل کے بعد جو منی آئی ہے، اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر منی کثیر کا اس کے قبل اتفاق ہوا ہے، تو دوبارہ غسل واجب نہیں، ورنہ واجب ہے، سائل اس سوال کے معلوم نہیں، اگر سائل اس مسئلہ کو دیکھیں، تو صحیح جواب سمجھ کر یاد کریں، اگر قاعدے سے دوبارہ غسل واجب ہوا ہو، تو جتنی نمازیں اس کے بعد پڑھی ہوں، اعادہ کریں اور جو پڑھائی ہو یاد کر کے پڑھنے والوں کو اطلاع کر دیں، جو یاد نہ آوے معاف ہے، پھر بھی ایک آدھ بار مجمع میں اعلان کر دیں اور یہ اعادہ اس وقت تک کی نمازوں کا ہوگا، جب تک اس کے بعد فرض یا سنت غسل نہ کیا ہو اور اس کے بعد نمازوں کا اعادہ نہیں۔ سعید احمد پالپوری

غسل کے بعد منی نکلنے پر غسل کا حکم:

سوال: کبھی کبھی جلدی کی وجہ سے جماع یا احتلام کے بعد غسل کیا جاتا ہے اور غسل کے بعد منی کے قطرے خارج ہو جاتے ہیں، تو کیا دوبارہ غسل کرنا واجب ہے یا پہلا غسل ہی کافی ہوگا؟

الجواب

غسل کرنے کے بعد منی کے جو قطرات خارج ہوتے ہیں اس میں قدرے تفصیل ہے، اگر منی کے قطرات کثرت مشی (زیادہ چلنے) سونے یا پیشاب کے بعد نکلے ہوں تو چونکہ بسا اوقات ان حالات میں بغیر شہوت و دفع کے منی خارج ہو جاتی ہے اس لئے عدم شہوت کی وجہ سے پہلا غسل ہی کافی ہے دوبارہ غسل واجب نہیں اور اگر ان عوارض سے قبل منی کے قطرات خارج ہو جائیں تو دوبارہ غسل واجب ہوگا۔

لما فی الہندیۃ: ”لو اغتسل من الجنابة قبل أن يبول أو ينام و صلى ثم خرج بقية المنى فعليه أن يغتسل عندهما خلافاً لأبي يوسف ولكن لا يعيد تلك الصلوة في قولهم جميعاً كذا في الذخيرة ولو خرج بعد ما بال أو نام أو مشى لا يجب عليه الغسل اتفاقاً كذا في التبيين“. (الہندیۃ: ج ۱ ص ۱۴، الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۳۴، ۵۳۵)

غسل جنابت کے بعد فرج عورت سے منی نکلے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا:

سوال: اگر مرد نے عورت سے خلوت کی، پھر عورت نے غسل کیا اور غسل کرنے کے بعد عورت کی فرج سے مرد کی منی نکلی تو عورت کا غسل ہو یا نہیں؟ اور فرج کو غسل میں کتنا دھونا فرض ہے؟

الجواب

عورت نے شوہر سے ہمبستری کے بعد جب غسل کر لیا پھر مرد کی منی اس کی فرج سے نکلی تو اس سے دوبارہ غسل واجب نہیں ہوگا۔ (۲) ”اغتسلت ثم خرج منها منی الزوج لا تلزمها إعادة الغسل“ کبیری۔ (۳)

(۱) قال ابن عابدين: ”وكذا لو خرج منه بقية المنى بعد الغسل قبل النوم أو البول أو المشى الكثير (نهر) أي لا بعده لأن النوم والبول والمشى يقطع مادة الزائل عن مكانه بشهوة فيكون الثاني زائلاً عن مكانه بلا شهوة فلا يجب الغسل اتفاقاً“. (رد المحتار، موجبات الغسل: ج ۱ ص ۱۶۰)

(۲) اگر کسی عورت نے غسل کی اور غسل کے بعد اس سے منی کا خروج ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو اس سے منی کا خروج شہوت کی وجہ سے ہوا اور وہ منی اسی کا ہے تو دوبارہ غسل کرے گی اور اگر خارج ہونے والا منی اس کا نہیں ہے یا اسی کا ہے لیکن خروج شہوت کے ساتھ نہیں ہوا تو ان دونوں صورتوں میں اس پر غسل واجب نہیں۔ (طہارت کے احکام و مسائل، ص ۲۴۲، مؤلفہ انیس الرحمن قاسمی)

(۳) الحلبي الكبير: ص ۲۶، الطهارة الكبرى، سهيل اكيڏمي، لاهور۔ ”فلو اغتسلت فخرج منها منی، إن منيها أعادت الغسل لا الصلوة ولا لا. (الدر المختار) قال ابن عابدين (قوله وإلا لا) أي وإن لم يكن منيها بل منی الرجل لا تعيد شيئاً وعليها الوضوء، الخ. (رد المحتار: ۱۶/۱، أبحاث الغسل، سعيد، وكذا في التاتارخانية: ۱۵۶/۱، أسباب الغسل، إدارة القرآن، كراچی)

غسل میں فرج خارج کا دھونا ضروری ہے: ”ویجب غسل فرج خارج لاداخل، الدر المختار مختصراً“ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ: ۱۲/۷/۸۸ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۸۸ھ
(فتاویٰ محمودیہ: ۹۹/۵-۱۰۰)

احتلام کے بعد بغیر پیشاب کے غسل کرنا اور پھر پیشاب کرنا:

سوال: احتلام و انزال کے بعد اگر کوئی شخص پیشاب نہ کرے اور صرف غسل کرے، پھر بعد غسل پیشاب کرے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا جب کہ پیشاب میں منی معلوم نہ ہو؟

الجواب _____ حامداً و مصلیاً

نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۸ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۲/۵)

عورت کے تصور سے منی کا خروج، منی مذی اور ودی کی تعریف اور مرض جریان کا حکم:

سوال: ایک شخص کو بیٹھے بیٹھے کسی لڑکی کا خیال آیا، یا اس نے کسی لڑکی کو دیکھا یا عورت کی تصویر دیکھی یا ناول پڑھتے ہوئے گندے خیالات اور شہوت پیدا ہوئی اور اس کے بعد خیالات میں گم ہو گیا، اس وقت شرمگاہ سے رطوبت خارج ہوئی تو اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ خارج ہونے والی چیز کیا کہی جائے گی منی یا مذی؟ اگر منی اور مذی کا فرق اور علامت بھی بیان کر دیں تو بہتر ہوگا۔

۲۔ اور اگر منی بلا کسی گندے خیال و تصور کے نکلے جیسے کہ کبھی جریان (دھات) کا مرض ہو تو پیشاب کے بعد نکل جاتی ہے، تو اس صورت میں غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب _____

اگر اس تصور اور خیال سے شہوت پیدا ہوئی اور عضو میں ایستادگی ہوئی اس کے بعد اگر منی کا خروج ہوا تو غسل واجب ہوگا اور اگر مذی کا خروج ہوا تو غسل واجب نہ ہوگا وضو کر لینا کافی ہے (۳) خارج ہونے والی چیز منی ہے یا مذی

(۱) الدر المختار: ۱۵۲/۱، فرائض الغسل سعید، و کذا فی مراقی الفلاح: ۱۰۳، فرائض الغسل، قدیمی

(۲) قال ابن عابدین: و کذا لو خرج منه بقية المنی بعد الغسل قبل النوم أو البول أو المشی الكثير (نہر) ای لا بعده، لأن النوم والبول والمشی یقطع مادة الزائل عن مکانہ بشهوة فيكون الثاني زائلاً عن مکانہ بلا شهوة فلا یجب الغسل اتفاقاً. (رد المحتار: ۱۶۰/۱، مایوجب الغسل، سعید، و کذا فی الحلبي الكبير: ۲۵، الطهارة الكبرى، سهیل اکیڈمی لاہور، و کذا فی التاتارخانیة: ۱۵۶/۱، باب الغسل، إدارة القرآن، کراچی)

(۳) اور بدن یا کپڑے پر مذی لگی ہو تو اس کا دھونا اور پاک کر لینا ضروری ہے۔ (ابوداؤد، نمبر ۲۰۶/مسند أحمد، علی بن أبی طالب، نمبر ۸۴۹، انیس)

یاودی اس کی پہچان کے لیے تینوں چیزوں کی تعریف اور فرق معلوم ہو تو اس کا تعین کیا جاسکتا ہے اور حکم کی تعیین بھی آسان ہوگی، فقہانے ہر ایک کی تعریف اس طرح کی ہے:

(أولها خروج المني) وهو ماء أبيض سخين ينكسر الذکر بخروجه يشبه رائحة الطلع ومني المرأة رقيق أصفر... (إلى ظاهر الجسد) لأنه مالم يظهر لا حكم له (إذا انفصل عن مقره) وهو الصلب (بشهوة) وكان خروجه (من غير جماع) كاحتلام ولوبأول مرة لبلوغ في الأصح وفكر ونظرو عبث بذكره. إلى قوله. فإذا لم توجد شهوة لا غسل كما إذا حمل ثقيلًا أو ضرب على صلبه فنزل منيه بلا شهوة. (مراقى الفلاح مع الطحطاوى: ج ۱ ص ۵۵)

مذی: مذی بفتح المیم وسكون الذال وكسرهما وهو ماء أبيض يخرج عند شهوة لا بشهوة ولادفق ولا يعقبه فتور وربما لا يحس بخروجه وهو أغلب في النساء من الرجال.

ودی: وهو ماء أبيض كدر تخين لارائحة له يعقب البول وقد يسبقه، أجمع العماء على أنه لا يجب الغسل بخروج المذی والودی. (مراقى الفلاح مع الطحطاوى: ج ۱ ص ۵۵)

سید المملت حضرت مولانا سید محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں: مذی اس پتلی رطوبت کو کہا جاتا ہے جو شہوت کے وقت خارج ہوتی ہے، اس کی رنگت سپید ہوتی ہے، اس میں اور منی میں فرق یہ ہے کہ (الف) مذی کے خروج کے وقت کوئی شہوت یا لذت حاصل نہیں ہوتی، منی میں حاصل ہوتی ہے۔ (ب) منی کا خروج قوت اور جست کے ساتھ ہوتا ہے، اس کے بعد انتشار ختم ہو جاتا ہے، مذی میں یہ سب باتیں نہیں ہوتیں، علاوہ ازیں منی کی رنگت زیادہ صاف ہوتی ہے اور کچے چھوڑے کی سی بو اس میں ہوتی ہے، ودی بھورے رنگ کی ہوتی ہے جو پیشاب کے بعد اور کبھی اس سے پیشتر خارج ہوتی ہے اور پیشاب سے گاڑھی ہوتی ہے۔ (ایضاح الإصباح شرح نور الایضاح: ۲۷)

عمدة الفقہ میں ہے: منی اور مذی اور ودی میں یہ فرق ہے کہ مرد کی منی غلیظ اور سفید رنگ کی ہوتی ہے اور عورتوں کی منی پتلی اور زرد رنگ کی گلائی والی ہوتی ہے، مردوں کی لمبائی میں پھیلتی ہے، منی بہت لذت سے شہوت کے ساتھ کود کر نکلتی ہے اور خرما کے شگوفہ جیسی بو اور اس میں چپکا ہٹ ہوتی ہے، اور اس کے نکلنے سے عضو سست ہو جاتا ہے یعنی شہوت و جوش جاتا رہتا ہے، مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے، شہوت کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے بغیر کود کر اور بغیر لذت و شہوت کے نکلتی ہے اس کے نکلنے پر شہوت قائم رہتی ہے اور جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے، یہی چیز جب عورتوں میں ہوتی ہے تو اس کو قذی کہتے ہیں۔ ودی گاڑھا پیشاب ہوتا ہے خواہ پیشاب کے بعد بلا شہوت نکلے یا بعد جماع یا بعد غسل بلا شہوت نکلے (عمدة الفقہ: ص ۱۱۱، حصہ اول موجبات غسل)

صورت مسئلہ میں مذکورہ وجوہات میں سے کسی وجہ سے گندے خیالات اور شہوت و عضو میں ایستادگی پیدا ہوئی اور اس کے بعد رطوبت خارج ہوئی، مندرجہ بالا منی، مذی کی تعریف اور علامات کے پیش نظر اگر یہ فیصلہ کرے کہ خارج

ہونے والی چیز منی ہے، تو غسل واجب ہوگا جیسا کہ مراقی الفلاح کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: حدث اکبر سے پاک ہونے کے لئے غسل فرض ہے اور حدث اکبر پیدا ہونے کے چار سبب ہیں، پہلا سبب خروج منی یعنی منی کا اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا خواہ سوتے میں یا جاگتے میں، بے ہوشی میں یا ہوش میں جماع سے یا بغیر جماع کے کسی خیال و تصور سے یا خاص حصہ کو حرکت دینے سے یا کسی اور طرح سے۔ (بہشتی زیور: ص ۱۷، غسل کا بیان)

(۲) اگر اس وقت بالکل شہوت نہ ہو نہ گندے خیالات ہوں نہ عضو میں ایستادگی ہو اور پیشاب کے بعد مرض جریان (دھات) کی وجہ سے منی نکل جائے تو غسل واجب نہ ہوگا اور اگر شہوت ہو اور ذکر منتشر ہو (ایستادگی ہو) تو اس صورت میں غسل واجب ہوگا۔ درمختار میں ہے: وفي الخانية: خرج مني بعد البول وذكره منتشر لزمه الغسل، قال في البحر: ومحملة إن وجد الشهوة وهو تقييد قولهم بعدم الغسل بخروجه بعد البول. (درمختار) شامی میں ہے: (قوله ومحملة) وعبارة المحيط كما في الحلية: ر. رجل بال فخرج من ذكره مني إن كان منتشراً فعليه الغسل لأن ذلك دلالة خروجه عن شهوة (قوله تقييد قولهم) أي فيقال إن عدم وجوب الغسل بخروجه بعد البول اتفاقاً إذا لم يكن ذكره منتشراً فلو منتشراً وجب لأنه إنزال جديد وجد معه الدفع والشهوة. (درمختار و شامی: ۱۴۹/۱، أبحاث الغسل)

غایۃ الاوطار میں ہے: وفي الخانية... بعد البول۔ اور خانیہ میں ہے کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ اس کا ذکر ایستادہ ہے تو غسل کرنا اس پر لازم ہوا۔ بحر الرائق میں ہے کہ یہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جب ایستادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنی ایستادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہے، فقہا کے اس قول کو کہ پیشاب کے بعد منی نکلنے سے غسل لازم نہیں، کتب فقہ میں مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہیں، تو عدم غسل کا اطلاق عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہے الخ۔ (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار: ۷۹/۱)

عمدة الفقہ میں ہے: اگر کسی شخص نے پیشاب کیا اور اس کے ذکر سے منی نکلی اگر اس کے ذکر میں تندی تھی یا منی شہوت سے کود کر نکلی، تو غسل واجب ہوگا اور اگر عضو سست تھا اور بغیر شہوت کے نکلی تو واجب نہیں (البتہ وضو ٹوٹ جائے گا)۔ (عمدة الفقہ: ۱۱۱/۱)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے: سوال: اگر کسی کو دھات آئے تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ الجواب: دھات سے غسل واجب نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم مکمل: ۱۵۳/۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۷-۱۴۵)

ندی یا ودی نکلنے کی صورت میں غسل:

سوال: اگر بیوی کے ساتھ صرف پیار کیا جائے مطلب یہ کہ جماع نہ کیا جائے، صرف تقبیل اور لمس ہو، دونوں کی

جانب سے، تو اس دوران جو منی کے علاوہ پانی خارج ہو، مرد یا عورت سے وہ ناپاک ہوتا ہے، کیا کپڑوں پر لگنے سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں؟ کیا غسل واجب ہوتا ہے، تفصیل سے جواب دیں؟

الجواب: _____ حامداً ومصلياً

جی ہاں! یہ مادہ ناپاک ہوتا ہے، اور کپڑے کے جس حصہ پر یہ لگ جائے اس کو دھونا ضروری ہو جاتا ہے، مگر یہ صرف ناقض وضو ہے اس سے غسل لازم نہیں ہوتا۔ (۱)

كما في الفقه الإسلامي: ولا غسل للمذی والودی، أما المذی فهو رقيق أبيض مائل إلى البياض يخرج عند ملاعبة الرجل أهله. الخ (۱/۳۶۰) وفيه: والمذی هو ماء أبيض رقيق يخرج عند ثوران الشهوة أو تذکر الجماع بلا تدفق وهو نجس للأمر بغسل الذکر منه الوضوء، الخ. (۱۵۲/۱) واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ، پاکستان، سیریل نمبر: ۸۸۴۴)

ودی کا حکم:

سوال: میں نے کتاب میں دیکھا ہے کہ جب یقین و دی نکلنے کا ہو اور خواب یاد ہو تو غسل واجب نہیں ہے، اب اس مسئلہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ و دی بعد پیشاب کے نکلتی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو خواب سے بیدار ہونے کی حالت میں جبکہ ابھی بستر کو نہ چھوڑا ہو و دی ہرگز نہیں نکل سکتی، تو پھر یہ کہنا کہ خواب یاد ہونے کی حالت میں تری کی بابت و دی کا یقین ہوتے ہوئے غسل واجب نہیں ہے، غلط ہوگا۔

الجواب:

کتابوں میں یہ جو لکھا ہے کہ و دی بعد پیشاب کے نکلتی ہے اس سے نہ تو یہ لازم آتا ہے کہ بدون پیشاب کے نہیں نکلتی اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ پیشاب کے بعد فوراً نکلتی ہو لیکن کبھی بدون پیشاب کے بھی نکلتی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ سونے کے قبل جو پیشاب نکلتا تھا اس کے بعد ذرا فصل سے سونے میں نکلی ہو پس کچھ اشکال نہ رہا اور علامہ شامیؒ نے خزانہ سے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے:

أن الودی ما يخرج بعد الاغتسال من الجماع وبعد البول وهو شیء لزج. (۱/۱۷۱) (۲)

پس ایک جواب اس سے بھی نکل آیا۔ (۳) ۸/محرم ۱۳۳۲ھ، تتمہ ثانیہ: ۱۱۲۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول ص ۵۴)

(۱) عن عائشة قالت: "المنی منه الغسل والمذی والودی يتوضأ منهما". (مصنف ابن أبي شيبة، باب في المنی، والمذی والودی، جلد اول، ص ۸۸، نمبر ۹۷۷، انیس)

(۲) رد المحتار: ۱/۱۶۵، قبیل مطلب فی رطوبة الفرج، بیروت، انیس

(۳) و دی نکلنے کی صورت میں غسل واجب نہیں ہے، عن عائشة قالت: "المنی منه الغسل والمذی والودی يتوضأ منهما". (مصنف ابن أبي شيبة، باب في المنی، والمذی والودی، ج اول، ص ۸۸، نمبر ۹۷۷، انیس)

مادہ منویہ کے نکلنے پر غسل اور دھونے کا حکم:

سوال:- اگر منی خارج ہو جائے اور کپڑے میں نہ لگے تو دھولینے پر پاک ہو جائے گا؟

_____ ہو المصوب

اگر منی شہوت سے نکلے ہو تو غسل واجب ہوگا اور اگر شہوت سے نہیں نکلی ہے تو غسل کے بغیر صرف جس جگہ لگی ہے اس کے دھولینے سے پاک ہو جائے گا۔ (۱) تحریر: محمد مسعود حسن حسنی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۹۰/۱)

زنا اور اغلام وغیرہ سے بھی غسل واجب ہے:

سوال اغلام اور زنا اور رنڈی بازی وغیرہ کا غسل واجب ہے یا مستحب؟

_____ الجواب

اس حالت میں غسل واجب ہے۔ (۲) اور جو گناہ کبیرہ اس فعل شنیع سے ہوا اس سے توبہ کرے، اور جنابت خواہ فعل حلال سے ہو خواہ حرام سے، غسل کا طریقہ ایک ہی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۷/۱)

دھوبن کی لڑکی سے صحبت کر کے کیا کبھی پاک نہیں ہو سکتا:

سوال: میں نے ایک مسلم دھوبن کی لڑکی سے صحبت کر لی، اب شرمندہ ہوں۔ سنا ہے کہ دھوبن کی لڑکی سے صحبت کرنے والا کبھی پاک نہیں ہوتا، نہ نماز روزہ کے قابل رہتا ہے۔ کیا لوگوں کی بات درست ہے، آدمی پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور پاکی حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

_____ الجواب _____ حامداً و مصلیاً

دھوبن کی لڑکی ہو یا کسی اور کی جب تک شریعت کے موافق اس سے نکاح نہ ہو جائے اس سے صحبت کرنا حرام ہے اور زنا کاری ہے، کبیرہ گناہ ہے۔ (۳) سچے دل سے نادم ہو کر توبہ کرنا ضروری ہے۔ غسل کرنے سے آدمی پاک ہو

(۱) (ویطہر منی) أي محله (یا بس بفرک) (والا) یکن یا بساً أولاً رأسها طاهراً (فیغسل) کسائر النجاسات. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۱۴/۱، باب الأنجاس)

(۲) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) الخ (وعند إیلاج حشفة) هی مافوق الختان الخ أو إیلاج قدرها من مقطوعها الخ (فی أحد سبیلی آدمی) حی یجامع مثله (علیهما) أي الفاعل والمفعول لو کنا مکلفین. (الدر المختار علی رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۲۹/۱ - ظفیر)

عن الحسن فی الرجل یصیب من المرأة فی غیر فرجها قال: إن هی أنزلت اغتسلت وإن هی لم تنزل توضأت و غسلت ما أصاب من جسدها من ماء الرجل. (مصنف ابن أبی شیبہ، نمبر ۹۹۲/ مصنف عبد الرزاق، نمبر ۱۹۷۷، ۱۹۷۸)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: "وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا". وقال ابن أبی الدنیا... عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "ما من ذنب بعد الشرك أعظم عند الله من نطفة وضعها رجل فی رحم لایحل له". (تفسیر ابن کثیر، سورة الإسراء: ۳۲-۳۳، ۵۵/۳، دار الفیحاء)

جاتا ہے، خواہ کہیں بھی اس نے برا کام کیا ہو، یہ کہنا کہ دھو بن کی لڑکی سے صحبت کرنے کی وجہ سے آدمی زندگی بھر پاک نہیں ہوتا اور نماز روزہ کے قابل نہیں رہتا، بالکل غلط ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم
حررہ العبد محمود وغفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۸/۵-۱۰۹)

زنا کے بعد غسل کتنی مرتبہ واجب ہے:

سوال: زید نے ہندہ سے زنا کیا ہے، کیا جنابت ظاہری ایک مرتبہ غسل کرنے سے دور ہو جائے گی یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چالیس مرتبہ غسل کرنا ہوگا۔ صحیح مسئلہ کیا ہے؟ (جیل احمد، عبدالرحمن اسٹریٹ، ممبئی نمبر-۳)

الجواب: حامداً ومصلیاً

ایک مرتبہ غسل کرنے سے ہر قسم کی جنابت ختم ہو کر شرعی طہارت حاصل ہو جاتی ہے خواہ احتمال سے جنابت ہوئی ہو، خواہ وطی حلال سے، خواہ وطی حرام سے یا کسی اور طرح سے۔ یہ غلط ہے کہ زنا کے بعد چالیس مرتبہ غسل کرنے سے قبل طہارت حاصل نہیں ہوتی اور جنابت زائل نہیں ہوتی۔ اگرچہ زنا کا گناہ، گناہ کبیرہ ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک صدق دل سے توبہ کر کے گناہ معاف نہ کرا لے اس کو طہارت ہی حاصل نہ ہو، لیکن ظاہراً شریعت نے اس کی پابندی نہیں کی، بلکہ ایک دفعہ غسل کرنے سے طہارت کا حکم دیدیا، کماہو فی کتب الفقہ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند: ۲۱/۳/۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۸/۵)

کندوم (ساتھی) کے ساتھ ایلاج موجب غسل ہے:

سوال: کندوم (ساتھی) کو استعمال کرنے کی صورت میں جماع بدوں انزال کے موجب غسل ہے یا نہیں؟

(۱) کسی بھی کبیرہ گناہ سے پاک ہونے کے لیے گناہ پرندامت کے ساتھ اس سے توبہ کرنے کو لازم قرار دیا گیا ہے جب کہ حالت جنابت سے پاک ہونے کے لیے غسل کا حکم دیا گیا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "إن المؤمن إذا أذنّب كانت نكتة سوداء في قلبه فإن تاب واستغفر صقل قلبه، وإن زاد زادت حتى تملو قلبه... آه، قال القاری تحتہ: (صقل قلبه) أى نظف و صفی مرآة قلبه لتجلیات ربہ، لأن النوبة بمنزلة المصقلة تمحو و سخ القلب و سواده حقیقاً أو تمثیلاً... آه. (مراقبة المفاتيح: ۳/۵، رقم الحديث: ۲۳۴۲، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثاني. رشیدی) وقال اللہ تعالیٰ: "وَأِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَرُوا".

قال الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: قال الکرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ: غرضہ بیان أن وجوب الغسل علی الجنب مستفاد من القرآن. (فتح الباری، کتاب الغسل: ۴/۱، سورة المائدة: ۶، قدیمی)

(۲) وفرض الغسل عند خروج منی من العضو... وعند ایلاج حشفة آدمی أو ایلاج قدرها من مقطوعها ولو لم یبق منه قدرها فی أحد سبیلی آدمی حتی یجامع مثله علیهما، أى الفاعل والمفعول لو كانا مکلفین ولو أحدهما مکلفاً فعليه فقط دون المراهق الخ. (الدر المختار: ۱۶۱/۱، موجبات الغسل، سعید، و کذا فی الفتاوی العالمگیریہ: ۱۵/۱، الفصل الثالث فی المعانی الموجبة، رشیدیہ، و کذا فی مجمع الانهر: ۳۹/۱، کتاب الطهارة، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

الجواب

نفس التقاء ختائین (دونوں شرمگاہوں کا مل جانا) جب سپاری غائب ہو جائے تو بغیر انزال کے موجب غسل ہے بشرطیکہ دونوں کو ایک دوسرے کی حرارت محسوس ہو، اس لئے فقہانے اس ایلاج (دخول) کو موجب غسل قرار نہیں دیا جو موٹے کپڑے کے ساتھ ہو اور اس میں فرج داخل کی حرارت محسوس نہ ہو، لیکن کنڈوم (ساتھی) میں اگرچہ ذکر ملفوف ہوتا ہے مگر یہ غلاف اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی میں بھی تمام تر لذت کا احساس ہوتا ہے اور طرفین ایک دوسرے سے لذت یاب ہوتے ہیں، اس لئے کنڈوم کے ساتھ ادخال بدوں انزال بھی موجب غسل ہے۔

”لما قال حسن بن عمار: ومنها إيلاج بخرقه مانعة من وجود اللذة على الأصح“، قال الشيخ أحمد الطحطاوى: (قوله مانعة من وجود اللذة) اقتصر على ذكر اللذة هنا وزاد فيما تقدم وجود الحرارة ولعلها متلازمان“۔ (الطحطاوى حاشية مراقى الفلاح: ص ۸۰، فصل عشرة أشياء لا يغتسل منها) وأيضاً قال: ”ولولف ذكره بخرقه وأولجه ولم ينزل فلا يصح أنه إن وجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل وإلا فلا“۔ (مراقى الفلاح على صدر الطحطاوى: ص ۷۸، موجبات الغسل) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم، صفحہ ۵۳۲) ☆

کپڑے کے ساتھ دخول سے غسل ہے یا نہیں:

سوال: مرد کا حشفہ عورت کے عضو مخصوص میں داخل ہونے سے غسل فرض ہوتا ہے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔ اگر دونوں کپڑے پہنے ہوں اور مندرجہ بالا صورت پیش آئے تو دونوں پر غسل فرض ہے یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں بھی احوط یہ ہے کہ دونوں غسل کریں۔ درمختار میں ہے:

(۱) قال الحصكفى: (أولج حشفته) أو قدرها (ملفوفة بخرقه، إن وجد لذة الجماع (وجب الغسل (والإلا) على الأصح“۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب الغسل: ج ۱ ص ۱۶۴ و ۱۶۵)

☆ نرودھ استعمال کرنے کی صورت میں غسل واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: آج کل عورت سے جماع کے وقت بعض لوگ نرودھ کا استعمال کرتے ہیں کیا اس صورت میں غسل واجب ہوگا؟

الجواب وباللہ التوفیق

غسل واجب ہو جائے گا۔ (ولولف ذكره بخرقه وأولجه ولم ينزل فلا يصح أنه إذا وجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل والا فلا والأحوط وجوب الغسل في الوجهين لقوله صلى الله عليه وسلم: إذا التقى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل أنزل أولم ينزل. (طحطاوى على مراقى الفلاح: ۵۴/۱، كتاب الطهارة) اور اگر بغیر ضرورت شرعی ایسا کیا گیا تو گناہ بھی سخت ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ العبد نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: حبیب الرحمن خیر آبادی (منتخب نظام الفتاویٰ: ۱۵۳)

الأحوط الوجوب (أولج حشفته) أو قدرها (ملفوفة بخرقه، إن وجد لذة) الجماع (وجب) الغسل (والإلا) على الأصح، والأحوط الوجوب (درمختار) أى وجوب الغسل فى الوجهين، بحر وسراج الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۲/۱)

کپڑا لپیٹ کر جماع سے غسل کی وجہ:

سوال: عضو تناسل پر کپڑا موٹا لپیٹ کر، جماع کرنے سے، غسل کیوں واجب نہیں ہوتا اور یہ فعل شنیع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اصل یہ ہے کہ فقہاء بعض مسائل اس باب کے لکھتے ہیں جن سے اس باب کا تعلق ہو اور دوسرے احکام اس کے وہاں نہیں لکھتے۔ یہ امور کسی عالم سے زبانی معلوم کر لئے جاویں۔ پس مسئلہ وجوب غسل میں اس سے بحث نہیں کہ یہ فعل جائز ہے یا نہیں جیسا کہ غسل کے احکام میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ احدا السبیلین میں غیوبہ حشفہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور اس موقع پر یہ تصریح نہیں فرماتے کہ یہ فعل ایلا ج احدا السبیلین جائز ہے یا ناجائز۔ یہ حکم دوسرے باب میں لکھا گیا ہے کہ ایلا ج فی الدبر حرام ہے، اسی طرح خرقہ کے ساتھ جماع کرنے کے بارے میں۔ اس باب میں صرف وجوب غسل وعدم وجوب غسل کا حکم لکھنا مقصود ہے اس کے جواز کا حکم لکھنا مقصود نہیں ہے، اس کا حکم دوسری جگہ ہے جو کہ اس باب سے متعلق نہیں ہے اور عدم وجوب غسل خاص اس صورت میں ہے کہ خرقہ ملفوفہ غلیظ ہو کہ حرارت ولذت معلوم نہ ہو اور خرقہ رقیق میں جس میں لذت جماع حاصل ہو مجرود دخول سے غسل واجب ہے اور انزال کے ساتھ باتفاق غسل واجب ہے۔ اور خرقہ غلیظ ہونے کی صورت میں بھی احوط یہ ہے کہ غسل کیا جاوے۔ درمختار کی عبارت یہ ہے:

(أولج حشفته) (ملفوفة بخرقه، إن وجد لذة) الجماع، (أى بأن كانت الخرقه رقيقة بحيث يجد حرارة الفرج واللذة، شامی) (وجب) الغسل (والإلا) على الأصح، والأحوط الوجوب الخ، درمختار. (۲)

قوله وإلا لا، أى مالم ينزل اور والأحوط الوجوب کی شرح میں شامی میں لکھا ہے:

وبه قالت الأئمة الثلاثة الخ وهو ظاهر حديث "إذا التقى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل" الخ شامی. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۳/۱، ۱۶۴)

کیا جماع کے بعد جب تک پیشاب نہ کرے پاک نہ ہوگا:

سوال: سنا ہے کہ صحبت کرنے کے بعد جب تک پیشاب نہ کرے گا پاک نہ ہوگا۔

- (۱) رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۵۲/۱-۱۵۳، ظفیر
- (۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۵۲/۱۔
- (۳) رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۵۳/۱، ظفیر

الجواب

یہ غلط مشہور ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۶/۱)

مشت زنی کرنے سے منی نکل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے:

سوال: میرا ایک دوست جسے مشت زنی (ہاتھ سے منی خارج کرنے) کی عادت ہے اس عمل کے بعد وہ غسل نہیں کرتا۔ یہ کام کرنے کے بعد وہ پیشاب کرتا ہے اس وقت منی خارج نہیں ہوتی اس بنا پر وہ کہتا ہے کہ غسل واجب نہ ہوگا۔ آپ وضاحت فرمائیں کہ اس عمل سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ بیوقوف تو جروا۔

الجواب

مشت زنی حصول شہوت کے لیے حرام ہے اور موجب لعنت ہے۔ طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

(قوله لا لجلبها أى الشهوة) أى فيحرم لما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم: "ناكح اليد ملعون"، وقال ابن جريج: سألت عنه عن عطاء فقال: مكروه سمعت قوماً يحشرون وأيديهم حبالى فأظنهم هولاء، وقال سعيد بن زبير: عذب الله أمة كانوا يعبثون بمذاكيرهم، وورد: "سبعة لا ينظر الله إليهم منهم الناكح يده". (طحاوی: ص ۵۶)

اس عمل پر شہوت سے منی کا خروج ہوتا ہے اس لیے غسل واجب ہوگا چاہے پیشاب کرنے کے بعد منی نہ نکلے۔
مراقی الفلاح میں ہے:

يفترض الغسل بواحد من سبعة أشياء أولها (خروج المنى إلى ظاهر الجسد إذا انفصل عن مقره بشهوة من غير جماع) كاحتلام ولو بأول مرة لبلوغ فى الأصح وفكر ونظر وعبث بذكره. (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى: ۵۶، باب الاغتسال) فقط والله أعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۷۴-۲۷۷)

جلق موجب غسل اور مفسدِ صوم ہے یا نہیں:

سوال: جلق لگایا گیا اور منی کپڑے وغیرہ میں نہیں لگی تو اس صورت میں صرف اعضائے تناسل دھولینا کافی ہے یا غسل واجب ہے؟ اور مفسدِ صوم ہے یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

جلق سے اگر منی نہیں نکلی تو روزہ فاسد نہیں ہوا۔ اگر مذی نکلی تو عضو کا دھولینا اور وضو کر لینا کافی ہے، غسل واجب

(۱) صحبت کرنے کے بعد غسل کرنا البتہ فرض ہے، پیشاب کرنے پر پاکی کا دارودار نہیں ہے: ”(وفرض) الغسل (عند خروج منی) من العضو الخ (وعند إيلاج حشفة)“۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۸، ظفیر)

نہیں، نہ روزہ فاسد ہوا۔ (۱) اگر منی نکلی ہے تو روزہ بھی فاسد ہو گیا اور غسل بھی واجب ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۱۷ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۶/۵)

عورتوں کا انگلیوں کے ذریعہ سیکس کرنے سے غسل لازم ہے:

سوال: السلام علیکم! سچ جانئے یہ بات کرتے ہوئے بہت شرم آرہی ہے لیکن صرف اسلام اور پاکی کی نیت سے یہ سوال کر رہی ہوں، کیا لڑکیاں انگلیوں سے ”سیکس“ کر سکتی ہیں؟ اس صورت میں غسل کس وقت واجب ہوگا؟ چاہے وہ اس چیز سے تسکین حاصل کرنے تک وہ انگلیوں سے سیکس کر سکتی ہیں؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

جب سیکس اور تسکین حاصل کرنے کی غرض سے داخل فرج میں انگلی داخل کی جائے اور انزال ہو جائے تو اس سے غسل لازم ہو جاتا ہے، اس لیے مذکورہ ناجائز طرز عمل سے احتراز واجب ہے، نیز ایسی صورت حال میں اپنے والدین یا دیگر اولیا کو مناسب طریقہ سے شادی پر آمادہ کرنا چاہیے۔

وفی الشامية: وقيد بالدبر لأن المختار وجوب الغسل في القبل إذا قصدت الاستمتاع لأن الشهوة فيهن غالبية في مقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمها. (قبيل مطلب في رطوبة الفرج: ۱/۱۶۶) وفي المنية: وفي وجوب الغسل بإدخال الأصبع في القبل أو الدبر خلاف والأولى أن يوجب في القبل إذا قصد الاستمتاع لغلبة الشهوة فيهن غالبية في مقام السبب مقام المسبب وهو الإنزال. (منية المصلى: ۴۶) واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ پاکستان، سیریل نمبر: ۳۶۲۱)

عورت کی شرمگاہ میں بشہوت یا بغیر شہوت انگلی ڈالنے کی صورت میں وجوب غسل:

سوال: آدمی کا عورت کی جائے مخصوص میں انگلی داخل کرنے سے بشہوت یا بغیر شہوت صرف فاعل یا دونوں پر غسل فرض ہوگا، یا نہیں؟ والسلام

(۱) عن علي قال: كنت رجلاً مذاءً فأمرت رجلاً أن يسأل النبي صلى الله عليه وسلم لمكانة ابنته فسأل، فقال: توضاً واغسل ذكرک. (بخاری، باب غسل المذی و الوضوء منه، ص ۴۸، نمبر ۲۶۹/۲، أبو داؤد، باب فی المذی، ص ۳۱، نمبر ۲۰۶، ابنس)

(۲) إذا استمتع بالكف فلما انفصل المنى عن مكانه عن شهوة أخذ إحليله حتى سكنت شهوته ثم خرج المنى فعلى قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله وجب عليه الغسل خلافاً لأبي يوسف. (الشافعية: ۱/۱۵۶، باب الغسل، إدارة القرآن کراچی) (کذا استمناء بالكف) أى فى كونه لا يفسد لكن هذا إذا لم ينزل أما إذا أنزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار، الخ. (رد المحتار: ۴/۳۹۹، فى حكم استمناء بالكف، سعيد)

الجواب

اگر انگلی داخل کرنے کے وقت عورت کی شہوت برا بیچتہ ہو جائے تو ایک قول میں عورت پر غسل واجب ہو جائیگا اور ایک قول میں واجب نہیں جب تک انزال نہ ہو، اور احتیاط غسل ہی میں ہے اور اگر عورت کی شہوت برا بیچتہ نہ ہو تو غسل کسی قول میں واجب نہیں، اور فاعل ادخال اصبع پر بھی غسل نہیں۔

والمسئلة مذکورة فی شرح المنية. (ص ۴۴) وفي الدر (ج ۱ ص ۱۸) وجعل فی الدر عدم وجوب الغسل وهو المختار، وفي الشامية حکى عن نوح آفندی وشرح المنية أن وجوب الغسل هو المختار. (۱) والله أعلم. ۲۶ / شعبان ۱۴۰۶ھ (امداد الاحکام جلد اول، ص ۳۵۹)

عورت کی شرم گاہ میں ہاتھ یا انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: عورت کی فرج داخل (شرم گاہ) میں ڈاکڑنی یا دایہ بغرض علاج یا تحقیق حمل کے واسطے ہاتھ یا انگلی داخل کرے یا عورت دوا لگانے کے لئے خود اپنی انگلی داخل کرے تو عورت پر غسل لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر شوہر یہ عمل کرے تو کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اگر عیال علاجاً ہو، چاہے ڈاکڑنی کرے یا عورت خود کرے اور عورت کے اندر شہوت پیدا نہیں ہوئی تو محض ہاتھ یا انگلی داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا، لیکن اگر عورت غلبہ شہوت سے بقصد استمتاع (یعنی لذت اندوز ہونے کے ارادے سے) اپنی انگلی داخل کرے یا میاں بیوی بقصد استمتاع یہ عمل کریں (اور شوہر انگلی داخل کرے) تو بعض فقہاء کے قول کے مطابق غسل واجب ہو جاتا ہے اور اس کو مختار بھی کہا گیا ہے لہذا اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ عورت غسل کر لے اسی میں احتیاط ہے (اور اگر عورت کو منی نکل آئی تو پھر یقیناً غسل واجب ہوگا)۔ در مختار میں ہے:

لا (يجب الغسل) عند (إدخال أصبع و نحوه) كذا في غير آدمي وذكر خنثى وميت وصبي لا يشتهي وما يصنع من نحو خشب (في الدبر أو القبل) على المختار. (در مختار) شامی میں ہے:

(قوله على المختار) قال في التجنيس: رجل أدخل أصبعه في دبره وهو صائم اختلف في وجوب الغسل والقضاء، والمختار أنه لا يجب الغسل ولا القضاء لأن الأصبع ليس آلة للجماع فصار بمنزلة الخشبة ذكره في الصوم، وقيد بالدبر لأن المختار وجوب الغسل في القبل إذا قصدت الاستمتاع، لأن الشهوة فيهن غالبية فيقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمها، نوح

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۱۶۶، قبيل مطلب في رطوبة الفرج، بيروت، انيس.

آفندی، اقول: آخر عبارة التجنيس عند قوله بمنزلة الخشبة، وقد راجعتها منه فرأيتها كذلك، فقولہ وقيد الخ من كلام نوح آفندی، وقولہ لأن المختار وجوب الغسل الخ بحث منه سبقہ إلیہ شارح المنية، حيث قال: والأولى أن يجب في القبل الخ وقد نبه في الإمداد أيضاً على أنه بحث من شارح المنية، فافهم. (درمختار و شامی: جلد ۱۵۳، ۱۵۴، أبحاث الغسل، قبیل مطلب فی رطوبة الفرج) طحاوی علی الدر المختار میں ہے:

(قوله (و) لا عند (إدخال أصبع)..... على المختار) يخالفه من جهة الترجيح في القبل ما ذكره نوح آفندی ونصه قال في التجنيس: رجل أدخل أصبعه في دبره وهو صائم اختلفوا في وجوب الغسل والقضاء والمختار أنه لا يجب الغسل ولا القضاء لأن الأصبع ليس آلة للجماع فصار بمنزلة الخشبة، وقيد بالدبر لأن المختار وجوب الغسل في القبل إذا قصدت الاستمتاع لأن الشهوة فيهن غالبية فيقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمها، فقد اختلف الترجيح في القبل، أبو السعود. (طحاوی علی الدر المختار: ۱۳۹/۱)

غایۃ الاوطار میں ہے: ولا عند إدخال أصبع ونحوه... فی الدبر أو القبل علی المختار، اور فرض نہیں نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اس کے مانند۔۔۔ الیٰ قولہ۔ بنا بر قول مختار کے دبر میں تو ترجیح متفق ہے مگر قبل میں ترجیح مختلف ہے اس واسطے کہ شیخ الاسلام ابوسعودؓ نے نوح آفندیؒ کے کلام سے نقل کیا ہے کہ داخل قبل میں وجوب غسل کا مختار ہے جب کہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہے اس واسطے کہ عورتوں میں شہوت غالب ہوتی ہے تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا۔ کذا فی الطحاوی ملخصاً. (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار: ۸۳/۱)

مرآی الفلاح میں ہے: ومنها إدخال أصبع ونحوه كشبه ذكر مصنوع من نحو جلد (فی أحد السبیلین) علی المختار لقصور الشهوة.

طحاوی میں ہے: (قوله على المختار) أى فى الدبر ومقابله ضعيف، وأما فى القبل فذكر فى شرح التنوير: أن المختار عدمه أيضاً وحكى العلامة نوح أن المختار فيه الوجوب إذا قصدت الاستمتاع، لأن الشهوة فيهن غالبية فيقام السبب مقام المسبب فاختلف الترجيح بالنسبة لإدخال الأصبع فى قبل المرأة، أفاده السيد رحمه الله. (طحاوی علی مرآی الفلاح، فصل عشرة أشياء لا يغتسل منها)

عمدة الفقه میں ہے: اگر عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے کسی خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ یا خشکی یا میت کے ذکر کو یا اپنی انگلی کو داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائے گا خواہ انزال ہو یا نہ ہو مگر یہ شارح منیہ کی رائے ہے اور اصل مذہب میں بغیر انزال کے غسل واجب نہیں۔ (عمدة الفقه: ۱۱۲/۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۳۶ تا ۱۳۷/۲)

بغیر شہوت خود اپنی انگلی شرم گاہ میں ڈالے تو اس سے نہ غسل واجب ہوتا ہے اور نہ روزہ جاتا ہے:

سوال: عورت اگر بغیر شہوت کے فرج میں انگلی ڈالے تو اس پر غسل واجب ہوگا یا نہیں اور حالت روزہ میں ایسا کرنے سے روزہ میں کچھ فرق آوے گا یا نہیں؟

الجواب

نہیں۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۸/۱)

انگلی ڈالنے کی وجہ سے غسل نہیں ہے:

سوال: (۱) مرد نے قصداً عورت کی پیشاب گاہ میں انگلی کردی اس حالت میں عورتوں کو غسل واجب ہوا، یا نہیں؟

اندر دوا ڈالنے سے غسل نہیں:

سوال: (۲) ایک عورت اگر دوسری عورت کے جسم میں دوا پہنچانے یا کوئی خرابی اندرونی دیکھنے کو ہاتھ یا انگلی کرے یا خواجخواہ ہی کرے تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس میں غسل واجب نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۵/۱)

عورت کا فرج میں دوا رکھنا موجب غسل ہے یا نہیں:

سوال: قابلہ جو دوا رکھتی ہے اس دوا کے رکھنے سے غسل تو واجب نہیں ہے یا ہے؟

(۱) (و) لا "أى لا يفرض الغسل" عند (إدخال أصبع ونحوه)..... (فى الدبر أو القبل) (الدرا المختار على هامش رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۵۳/۱) (أو أدخل أصبعه اليابسة فيه) أى دبره أو فرجها الخ (لم يفطر). (الدرا المختار على رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده: ۱۳۵/۲، ظفیر)

(۲) (و) لا (يجب الغسل) عند (إدخال أصبع ونحوه) كذا غير آدمي وذكر خنثى وميت وصبي لا يشتهي وما يصنع من نحو خشب (فى الدبر أو القبل) على المختار (الدرا المختار على هامش رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۵۳/۱، ظفیر) (قبيل مطلب فى رطوبة الفرج، انیس) اگر کوئی عورت شدت شہوت کی وجہ سے منی نکالنے کے ارادے سے شرم گاہ (قبل) میں انگلی کرے تو غسل واجب ہوگا۔ وفی وجوب الغسل بإدخال الأصبع فى القبل أو الدبر خلاف والأولى أن يجب فى القبل إذا قصد الاستمنااء لغلبة الشهوة لأن الشهوة غالبة فيقام السبب مقام المسبب وهو الإنزال دون الدبر لعدمها. (غنية المستملی معروف به کبیری: ص ۴۴، ظفیر)

الجواب

قول مختار میں تو مطلقاً غسل نہیں اور صاحب منیہ نے بحثاً کہا ہے کہ احتیاط وجوب غسل میں ہے، بشرطیکہ مقصود استمتاع واستلذ اذ ہو، اور جو مقصود محض تداوی ہو جیسا سوال میں مذکور ہے تو ان کے نزدیک بھی غسل نہیں، قال فی الدر: (و) لا عند (إدخال أصبع ونحوه)..... (فی الدبر أو القبل) علی المختار آہ ونقل الشامی من کلام نوح آفندی علی التجنیس أن المختار وجوب الغسل فی القبل إذا قصدت الاستمتاع، لأن الشهوة فیهن غالباً فیقام السبب مقام المسبب، قال: وقوله لأن المختار وجوب الغسل الخ بحث منه سبقه إليه شارح المنیة حیث قال: والأولی أن یجب فی القبل الخ وقد نبّه فی الإمداد أيضاً علی أنه بحث من شارح المنیة، فافهم، (۱) واللہ أعلم، ۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۵۹)

انجکشن کے ذریعہ عورت کے رحم میں مادہ منویہ پہونچانے کی صورت میں غسل:

سوال: انجکشن کے ذریعہ منی فرج کی راہ سے رحم میں پہونچائی، تو کیا عورت پر اس کی وجہ سے غسل واجب ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اگر اس عمل سے عورت میں شہوت پیدا ہوئی تو وجوب غسل رائج ہے اور اگر مطلقاً شہوت پیدا نہ ہوئی تو غسل واجب نہیں، کر لینے میں احتیاط ہے، اگر یہ عمل ڈاکٹر یا شوہر کرے تو شہوت کا مظنہ زیادہ ہے لہذا اس صورت میں غسل کا حکم رائج ہوگا۔ (مگر ڈاکٹر سے یہ عمل کرنا قطعاً حرام ہے، ملاحظہ ہو فتاویٰ رجیمیہ: ۲۸۱/۶۔ بوقت ضرورت سوائے شوہر کے کسی سے یہ عمل نہ کرایا جائے۔)

وما یصنع من نحو خشب (فی الدبر أو القبل) علی المختار. لأن المختار وجوب الغسل فی القبل إذا قصدت الاستمتاع لأن الشهوة فیهن غالباً فیقام السبب مقام المسبب الخ. (در مختار ورد المختار: ۱۵۳/۱-۱۵۴، أبحاث الغسل. طحطاوی علی الدر المختار: ۱۳۹/۱، مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ۵۵، عشرة أشياء لا یغتسل منها) فقط واللہ أعلم بالصواب (فتاویٰ رجیمیہ: ۳۵۴/۷)

ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے وجوب غسل کا مسئلہ:

سوال: ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ جو مادہ منویہ عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے، کیا اس عمل سے عورت پر غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱) الدر المختار مع رد المختار: ۱۶۶/۱، قبیل مطلب فی رطوبة الفرج، بیروت، انیس

الجواب

وجوب غسل کا سبب نفس خروج منی یا دخول منی نہیں بلکہ اصل علت اس میں لذت اور تسکین قلب ہوتی ہے جو شہوت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، ٹیسٹ ٹیوب میں لذت اور تسکین کی علت مفقود ہوتی ہے اور اس میں صرف مادہ منویہ عورت کے رحم میں بذریعہ مشین پہنچایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے وہ لذت و تسکین نہیں جو مرد کے جماع کرنے سے عورت کو حاصل ہوتی ہے۔

اس کی مثال عورت کا اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے یا غیر آدمی کے ذکر وغیرہ کو داخل کرنے کی ہے جو موجب غسل نہیں۔ البتہ اگر ٹیسٹ ٹیوب کے عمل کے وقت عورت کو انزال ہو جائے تو تب غسل واجب ہوگا اگرچہ بدوں انزال کے غسل کرنا زیادہ احوط ہے۔

”لما قال الحصكفي: (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو..... (منفصل عن مقره) هو صلب الرجل و ترائب المرأة..... (بشهوة) أى لذّة ولو حكماً كمحتلم ولم يذكر الدفق ليشمل منى المرأة، لأن الدفق فيه غير ظاهر“. (الدرا المختار علی صدر رد المحتار، باب الغسل: ج ۱ ص ۱۵۹ و ۱۶۰) وأيضاً قال: (و) لا عند (إدخال أصبع ونحوه) كذكر غير آدمي وذكر خشي وميت وصبي لا يشتهي وما يصنع من نحو خشب (في الدبر أو القبل) على المختار“. (الدرا المختار علی صدر رد المحتار، باب الغسل: ج ۱ ص ۱۶۶) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۳)

سپاری کا کچھ حصہ داخل ہو تو عورت پر غسل ہے یا نہیں:

سوال: اگر مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری کا حصہ پاؤ یا نصف یا تہائی حصہ فرج میں داخل ہو جاوے اور جوش کے ساتھ منی نکل کر فرج میں داخل ہو جاوے۔ اس صورت میں عورت پر بھی غسل واجب..... ہوگا یا نہیں؟

الجواب

عورت پر غسل واجب نہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۲/۱)

(۱) قال حسن بن عمار: أولها خروج المنى وهو ماء إلى ظاهر الجسد لأنه مالم يظهر لا حكم له إذا انفصل عن مقره بشهوة من غير جماع“. (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی: ص ۷۶، فصل موجبات الغسل) ”و أيضاً: ومنها إدخال أصبع ونحوه كشبه ذكر مصنوع من نحو الجلد في أحد السبيلين علی المختار لقصور الشهوة“. (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی: ص ۸۱، فصل عشرة أشياء لا يغتسل منها)

(۲) (وفرض) الغسل الخ عند (إيلاج حشفة) هي ما فوق الختان الخ (أو) إيلاج (قدرها من مقطوعها) ولولم يبق منه قدرها، قال في الأشباه: لم يتعلق به حكم، ولم أره. (در مختار) (قوله هي ما فوق الختان) كذا في القاموس، زاد الزيلعي من رأس الذكر، وفي حاشية نوح أفندي: هي رأس الذكر إلى الختان، الخ. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۳۹/۱، ظهير)

نابالغ بالغہ سے جماع کرے تو غسل کس پر ہے:

سوال: اگر نابالغ لڑکا بالغہ سے یا نابالغ مرد نابالغہ سے جماع کرے تو غسل کس پر واجب ہوگا؟

الجواب

عورت بالغہ پر غسل واجب ہوگا۔ اگر لڑکا اس قابل ہے کہ جماع کر سکتا ہے قریب البلوغ ہے اور اس کو شہوت ہوتی ہے تو اس پر غسل واجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر جماع کرے بالغ مرد نابالغہ سے تو مرد پر غسل واجب ہے۔ اگر لڑکی مرہقہ قریب البلوغ ہے اور اس کو شہوت ہوتی ہے تو اس پر بھی غسل واجب ہے۔ یہ مسئلہ منیۃ المصلیٰ اور ہدایہ، قدوری وغیرہ میں ہیں۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۵/۱)

نابالغہ پر وطی کی صورت میں غسل نہیں:

سوال: نابالغہ کے ساتھ اگر وطی ہو تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

نابالغہ پر غسل واجب نہیں۔ مگر اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا تاکہ اسلامی کاموں کی عادت رہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد عثمان غنی، ۲۱/۹/۱۳۵۱ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۶۹/۲)

جانور سے وطی کرنے کی صورت میں غسل کا مسئلہ:

سوال: اگر ایک آدمی کسی جانور سے وطی کرے لیکن انزال نہ ہو، تو غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب

نفس ایلاج موجب غسل نہیں بلکہ ایلاج (التقاء ختائین) کے لئے محل مشتبہ کا ہونا ضروری ہے، چونکہ بہیمہ (جانور) یا مہیمہ (مردہ) محل مشتبہات نہیں، اس لئے نفس وطی سے بدون انزال کے غسل واجب نہیں۔
”لما قال الحصکفی: ولا عند وطی بہیمۃ أو میتۃ أو صغیرۃ غیر مشتبہۃ بأن تصیر مفضۃ بالوطء وإن غابت الحشفۃ..... بلا إنزال لقصور الشہوۃ“۔ (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، سنن الغسل: ج ۱ ص ۱۶۶) (۳) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۳۳ و ۵۳۴) ☆

(۱) صبی ابن عشر جامع امرأۃ البالغۃ علیہا الغسل لوجود مواراة الحشفۃ بعد توجه الخطاب ولا غسل علی الغلام لانعدام الخطاب، إلا أنه یؤمر به تخلقاً كما یؤمر بالوضوء والصلوۃ ولو کان الزوج بالغاً والزوجة صغیرۃ تشتهی فالجواب بالعکس۔ (غنیۃ المستملی: ص ۴۴ بحث غسل ظفیر)

(۲) حاشیہ سابق۔ البدن لڑکی مرہقہ قبل البلوغ شہوت والی ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا۔

(۳) وفی الہندیۃ: ”والایلاج فی البہیمۃ والمیتۃ والصغیرۃ التي لا یجامع مثلہا لا یوجب الغسل بدون الإنزال“۔ (الہندیۃ: جلد ۱۵، الفصل الثالث فی المعانی الموجبۃ للغسل۔ ومثلہ فی خلاصۃ الفتاویٰ: ج ۱ ص ۱۳، الفصل الثانی فی الغسل) ==

ران پرڈ کر کور گڑنے سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: اگر کوئی شخص اپنے زانوؤں سے ذکر کور گڑ کر شہوت کو زائل کرتا ہے لیکن اس کی صورت یہ ہے کہ منی کا خروج نہیں کرتا، اس قدر زور سے دباتا ہے۔ تو کیا اس پر احناف کے نزدیک غسل واجب ہے؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

بلا انزال کے اس صورت میں غسل واجب نہ ہوگا۔ (۱) فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۶ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند: ۹۱/۲/۲۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۲/۵-۱۰۳)

ریش اور خیزش بغیر لذت کے موجب غسل نہیں:

سوال: بیماری کی وجہ سے اگر کسی کو پیشاب کے بعد یا پہلے منی کا قطرہ آتا ہو اور عضو مخصوص میں ایستادگی ہوتی ہو، لیکن لذت اور مزہ نہ محسوس ہو تو ایسی صورت میں اس شخص پر غسل فرض ہوگا یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل فرض ہوگا کیونکہ ایستادگی اور لذت ایک ہی چیز ہے، عالمگیری میں ایسا ہی لکھا ہے، دوسرے مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل بغیر لذت اور دفع کے فرض نہیں ہوگا، ہدایہ اور شامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

یہ خیزش اور ریش موجب غسل نہیں جبکہ اس کے ساتھ لذت اور دفع نہ ہو۔ (۲) محض ایستادگی کو لذت اور شہوت کہنا

☆ = جانور کے ساتھ وطی کی تو بدون انزال غسل واجب نہ ہوگا:

سوال: ایک شخص نے جانور کے ساتھ وطی کی ہے، کیا اس پر غسل فرض ہے یا نہیں؟ وضاحت سے جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب:

اگر انزال ہو گیا ہے تو غسل فرض ہے، ورنہ نہیں۔ والإیلاج فی البہیمۃ والمیتۃ والصغیرۃ التی لا یجامع مثلھا لا یوجب الغسل بدون الإنزال، اھـ (عالمگیری: ج ۸ ص ۸) فقط واللہ اعلم، بندہ محمد عبداللہ غفرلہ، ۱۳۶/۵/۲۵ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۷۲/۷)

(۱) قوله بخلاف البہیمۃ ومادون الفرج) أى بخلاف مادون الفرج، وهو التفخیز والتبطین فإنه لا یجب فیہ الغسل أيضاً لنقصان السببۃ إذا لم یبزل آہ. (فتح القدیر: ۶۲/۱، المعانی الموجبة للغسل، مصطفى البابی الحلبي، مصر، وكذا فی التاتارخانیة: ۱۵۴/۱، بیان أسباب الغسل، إدارة القرآن کراچی، وكذا فی البحر الرائق: ۱۰۶/۱، كتاب الطهارة، رشیدیہ)

(۲) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) ... (بشهوة) أى لذة ولو حکماً كمحتلم ... وفي الخانیة: خروج منی بعد البول وذكره منتشر، لزمه الغسل، قال فی البحر: محمله إن وجد شهوة وهو تنقید قولهم بعدم الغسل بخروجه بعد البول (الدر المختار) ”قوله محمله أى مافی الخانیة، قال فی البحر ویدل علیه تعلیله فی التجنیس بأن فی حالة الانتشار وجد الخروج والانفصال جميعاً علی وجه الدفع والشهوة. (الدر المختار، كتاب الطهارة: ۱۲۰/۱-۱۲۱، سعید، وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، كتاب الطهارة، الباب الثانی فی الغسل، الفصل الثالث: ۱۵۱/۱-۱۵۲/۱)

صحیح نہیں، اس لئے کہ وہ اتنے چھوٹے بچوں کو بھی ہوتی ہے جو کہ بالکل شہوت کے قابل نہیں، ایسے چھوٹے بچے اگر جماع کر لیں تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

”لو جامع ابن أربع سنين زوجة أبيه لا تثبت الحرمة الخ“۔ (شامی) (۱)

اور اگر لذت و ایستادگی ایک چیز ہوتی تو ایسے چھوٹے بچے کے جماع سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۳/۵-۱۰۴)

شوہر یا بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: بیوی کے سامنے برہنہ غسل کرے اس طرح پر کہ بیوی پہننے کیلئے کپڑے دے اور شوہر کی شرمگاہ کو بھی دیکھ لے اور کوئی شہوت وغیرہ بالکل نہ ہو، صرف کپڑے دیتے ہوئے بیوی کی نگاہ اس طرف چلی گئی، یا بیوی اس طرح غسل کرے اور نگاہ اس طرح پڑ گئی، اس غسل سے نماز ادا کرے، کیا یہ جائز اور صحیح ہے؟

الجواب: ————— حامداً ومصلياً

وضو یا غسل کے بعد اگر بیوی نے شوہر کی شرمگاہ کو دیکھ لیا یا شوہر نے بیوی کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اس کی وجہ سے اس وضو و غسل میں خلل نہیں آتا۔ (۲) اس سے نماز درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۰/۵)

غیر محرم کو برہنہ دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت کسی غیر محرم کو نگاہ یعنی برہنہ حالت میں دیکھ لے تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ بیٹو اتو جروا۔ (المستفتی: حاجی محمد ۲/۴/۱۹۷۷ء)

الجواب: —————

غسل واجب نہیں ہوتا ہے۔ (۳) وهو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ص ۶۵)

انیماء کے عمل سے غسل واجب نہیں:

سوال: پتہ کے ایک سرے کے لیے مریض کا ایک سرے سے قبل انیماء کیا جاتا ہے، یعنی اجابت کی جانب سے ایک خاص ٹکلی کے ذریعہ مریض کی آنتوں میں پانی پہنچایا جاتا ہے، پانی اتنا پہنچایا جاتا ہے کہ آنتیں خوب بھر جاتی ہیں اور پانی اسی دوران واپس آنے لگتا ہے، جس سے مریض کی ٹانگیں، کپڑے وغیرہ بھیگ جاتے ہیں، اس حالت میں مریض کو طہارت خانہ پہنچا دیا جاتا ہے جہاں مریض کو پہنچایا ہوا پانی اجابت کے ذریعہ خارج ہو جاتا ہے، شاید اس طریقہ کا مقصد آنتوں کی صفائی ہو۔

(۱) رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۵/۳، سعید

(۲) شرم گاہ دیکھنا موجبات غسل میں سے نہیں ہے۔

(۳) کیوں کہ یہ معافی موجب غسل میں سے نہیں ہے۔ (سیف اللہ خانی)

(الف) کیا اس صورت میں غسل واجب ہے؟

(ب) اگر غسل واجب نہیں ہوتا تو ٹانگیں وغیرہ دھونا اور کپڑے تبدیل کرنا ضروری ہے؟

(ج) اگر غسل واجب نہیں ہے تو کیا اس حالت میں نماز ہو جائے گی؟

الجواب

انیمائے عمل سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ (۱) مگر خارج شدہ پانی چونکہ نجس ہے اس لیے بدن اور کپڑے پر جو نجاست لگ جاتی ہے اس کا دھونا ضروری ہے۔ (۲) نجاست سے پاکی حاصل کرنے کے بعد بغیر غسل کئے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ص ۱۳۳)

غسل کرتے وقت پیشاب کا قطرہ آجانا:

سوال: جس شخص کو غسل کرتے وقت پیشاب کا قطرہ آتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب _____ وبالله التوفيق

اگر درمیان غسل پیشاب کا قطرہ آجائے تو غسل کے لوٹانے کی ضرورت نہیں صرف وضو کر لینا نماز وغیرہ کے لئے کافی ہے۔ (امداد المفتین ۲۳۲)

کیا بدن پر چھپکلی گر جائے تو غسل واجب ہوگا:

سوال: کیا چھپکلی ناپاک جانور ہے اگر جسم پر گر جائے یا چڑھ جائے تو غسل لازم ہے؟

الجواب_____وبالله التوفيق

چھپکلی کے بدن پر گرنے سے شرعاً غسل ضروری نہیں ہوتا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

☆ عبد اللہ خالد مظاہری، ۲۱/۱۱/۱۴۰۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۰۳)

(۱) کیوں کہ یہ موجبات غسل میں سے نہیں ہے، (ثم إنما وجب غسل جميع البدن بخروج المني ولم يجب بخروج البول والغائط وإنما وجب غسل الأعضاء المخصوصة لا غير الخ. (بدائع الصنائع ۱۶/۱، ۱۶/۲) لیکن اس عمل سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ والخارج من السبيلين متفق عليه على أنه ينقض الوضوء. (الجوهرة النيرة: ۱/۱۷۷، طبع بمبئی)

(٢) يجب على المصلي أن يقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس. (هداية: ج ١ ص ٩، باب شروط الصلوة... إلخ)

(۳) اس لیے کہ جن اسباب سے غسل واجب ہوتا ہے ان میں چھپکلی کا بدن پر گرنا نہیں ہے۔ چھپکلی کا ظاہر بدن پاک ہے۔ اس کے بدن پر گرنے سے وجوب غسل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اس کے بدن پر کوئی نجاست لگی ہو جس کا اثر کپڑے یا بدن کے اس حصہ پر ظاہر ہو جس پر چھپکلی گری ہو تو صرف اسی حصہ کا دھونا ضروری ہو گا نہ کہ پورے بدن کا۔ محامد۔

چھپکلی یا مکھی وغیرہ گر جائے تو غسل کا حکم:

سوال: (الف) اگر جسم پر چھپکلی وغیرہ گر جائے تو کیا غسل کرنا ضروری ہے، اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اگر چھپکلی گر جائے تو پانی میں سونا ڈال کر غسل کرنا چاہیے یا سونے کی چیز اس جگہ رگڑنا چاہیے۔

سوال: (ب) اگر کھانے کی اشیاء میں مکھی، جھنگر گر جائے تو سورہ قریش پھونکنے سے کیا ہر زائل ہو جاتا ہے؟ (سلطانہ یاسمین، بی بی کا چشمہ)

الجواب

(الف) جسم پر چھپکلی گرنے سے غسل کرنا یا وہاں پر سونا یا کسی اور چیز سے رگڑنا شرعاً واجب نہیں، کیوں کہ کسی جگہ کا دھونا اس صورت میں واجب ہوتا ہے جبکہ ناپاک چیز لگ جائے اور گر گٹ جو زندہ ہو اس کا جسم مس کرنے سے بدن یا کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔ (۱)

البتہ ممکن ہے کہ طبی اعتبار سے نقصان کا اندیشہ ہو اور کسی خاص چیز کے لگانے سے وہ نقصان زائل ہوتا ہو، اس سلسلہ میں اطباء سے مشورہ کرنا مناسب ہوگا۔

(ب) حدیث شریف میں یہ بات آئی ہے کہ مکھی میں ایک طرح کا زہر ہوتا ہے اور اسی میں اس کا علاج بھی ہوتا ہے اس لیے اگر مکھی کسی چیز میں گر جائے تو اسے ڈبو کر نکال لینا چاہیے، (۲) جدید میڈیکل تحقیق سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (۳)

== ثم إنما وجب غسل جميع البدن بخروج المنى ولم يجب بخروج البول والغائط وإنما وجب غسل الأعضاء المخصوصة لا غير الخ. (بدائع الصنائع: ۱۶۱/۱)

☆ چھپکلی کے بدن پر چڑھ جانے سے غسل واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: چھپکلی اگر بدن پر چڑھ جائے تو غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق

چھپکلی کے بدن پر چڑھ جانے سے غسل وغیرہ شرعاً کچھ واجب نہیں ہوتا۔ (ثم إنما وجب غسل جميع البدن بخروج المنى ولم يجب بخروج البول والغائط وإنما وجب غسل الأعضاء المخصوصة لا غير الخ. (بدائع الصنائع: ۱۶۱/۱، انیس)۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد دوم یعنی امداد المفتین: ص ۲۴۴)

(۱) ثم إنما وجب غسل جميع البدن بخروج المنى ولم يجب بخروج البول والغائط وإنما وجب غسل الأعضاء المخصوصة لا غير الخ. (بدائع الصنائع: ۱۶۱/۱، انیس)

(۲) سنن ابن ماجہ حدیث: ۳۵۰۴، ابواب الطب۔

(۳) سنت نبوی اور جدید سائنس: ص ۲۸۰۔

رہ گیا کبھی یا جھنگر کے گرنے پر سورۃ قریش کا پڑھ کر پھونکنا، تو میرے علم کے مطابق کسی حدیث میں یہ بات وارد نہیں ہوئی ہے، بہتر ہے کہ اس کو استعمال کرتے ہوئے ”بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء“ پڑھ لے، امید ہے کہ اس کی وجہ سے وہ نقصان سے محفوظ رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (کتاب الفتاویٰ: ۸۲/۸۳)

ناپاک چیز کے چھونے سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: شراب کی بھری ہوئی بند بوتل کو کسی نے اٹھا لیا تو بغیر غسل کے اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: وبالله التوفیق

کسی ناپاک چیز کے چھونے سے غسل واجب نہیں ہوتا، اگر ناپاک چیز لگ جائے تو اس کا دھونا کافی ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد عثمان غنی، ۲۲/۵/۱۳۷۱ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۷۰/۲)

ناپاک کپڑے دھونے سے غسل:

سوال: ناپاک کپڑے کو دھونے پر کیا غسل کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے؟

الجواب:

غسل کچھ خاص اسباب کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، ناپاک کپڑے کا دھونا ان اسباب میں سے نہیں ہے، اس لئے غسل واجب نہیں ہوگا، تین بار دھونے کے ساتھ کپڑے بھی پاک ہو جائیں گے اور ہاتھ بھی، ہاں! احتیاطاً الگ سے ہاتھ دھولے جائیں تو بہتر ہے، بس یہ کافی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۵۹/۲)

ناپاک کی تمام بدن میں لگ جائے تو غسل شرعی ضروری نہیں، نجاست دور کرنا کافی ہے:

سوال: درمختار میں ہے کہ تمام بدن ناپاک ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے وہ غسل مثل جنابت کے ہے یا نہ۔ یعنی دلک (ملنا) مشروط ہے یا فقط پانی پہنچانا فرض ہے؟

الجواب:

وہ غسل ایسا ہے جیسا کہ ناپاک چیز یا ناپاک عضو کو دھویا جاتا ہے۔ یعنی تین دفعہ پانی بہانا چاہئے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۵/۱)

(۱) اصلاً بوتل ناپاک نہیں ہے، اس لیے اس کے چھونے سے ناپاک کی نہیں آئے گی، البتہ اگر شراب جو ناپاک ہے جسم یا کپڑے میں لگ جائے تو جسم یا کپڑے کے اس حصے کو دھونا ضروری ہوگا۔ مجاہد

(۲) والنجاسة ضربتان مرئية وغير مرئية وما كان منها مرئياً فطهارتها بزوال عينها الخ وماليس بمرئى فطهارته أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر الخ وإنما قدر بالثلث. (الهداية، باب الأنجاس: ۴/۱، ظفیر)

بغیر پانی وکلوخ استنجا کرنے سے غسل:

سوال: زید سواری سے سفر کر رہا ہے چلتی گاڑی میں اس کو پیشاب معلوم ہوتا ہے روکنا ناقابل برداشت ہے، نہ وہاں پانی ہے نہ دوسری چیز جس سے استنجا ممکن ہو مجبوراً پیشاب سے فارغ ہو جاتا ہے پھر جب گاڑی ٹھہرتی ہے تو وہاں پانی یا ڈھیلا سے استنجا کرے، آیا وہ پاک ہو یا کہ ناپاک ہی ہے وہ بغیر غسل کے نماز ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب _____ وباللہ التوفیق

ڈھیلا یا پانی سے استنجا کر کے وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے غسل کی ضرورت نہیں، (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب
کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۱۲/۷/۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، محمد جمیل الرحمان، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۶۱/۱)

آبدست سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: حاجتِ ضروریہ سے فراغت کے بعد اسی مقام پر آب دست کرنے سے کیا غسل واجب ہوتا ہے؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

حاجتِ ضروریہ سے فراغت کے بعد آبدست لینے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ (۲) فقط واللہ اعلم
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند: ۵/۲/۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۶/۵)

حجامت کے بعد غسل ضروری نہیں ہے:

حجامت یا بال کٹوا کر صرف وضو کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہانا ضروری ہے اگر بغیر غسل کے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب _____ وباللہ التوفیق

محض حجامت بنوانے یا بال کٹوانے سے غسل واجب نہیں ہوتا محض وضو کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں بلکہ اگر پہلے سے با وضو ہوں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور بغیر نیا وضو کئے نماز پڑھ سکتے ہیں اور نماز ہو جائیگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب
کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۶۱/۱)

(۱) اعلم أن الجمع بين الماء والحجر أفضل. (شامی: ۸۳۲/۱، مکتبہ فیض القرآن، دیوبند)

(۲) ”آب دست، استنجا، طہارت، پاکیزگی جو پانی سے کی جائے۔“

کیا میت کو غسل دلانے والے پر غسل واجب ہے:

اگر نابالغ بچہ کا انتقال ہو جائے اور جو شخص اس نابالغ بچہ کو غسل دے اس پر غسل کرنا واجب ہے یا نہیں، اور اگر بچہ چند ہی دن کا ہے تو اس کو غسل دینے والے پر غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

صورت مسئلہ میں غسل دلانے والے پر غسل واجب نہیں ہے، چاہے میت بالغ ہو چاہے چند دنوں کا بچہ صغیر ہو۔ (۱) منیۃ المصلیٰ میں غسل کی گیارہ قسمیں مذکور ہیں اور یہ کسی بھی قسم میں شمار نہیں ہے۔ (۲) اور تصانیف کا مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے، اس لیے معلوم ہوا کہ یہ مواقع غسل میں سے نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور
الجواب صحیح: حبیب الرحمن خیر آبادی (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۴۲۱-۴۳)

× × ×

(۱) البتہ غسل دلانے والوں کو غسل کرنا مستحب ہے، کما فی رد المحتار: ”وندب أى الغسل لمجنون أفاق وكذا المغمی

علیہ (إلى قوله) أو غسل میتاً الخ“۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۱، ۱۷۶)

غسل کے مستحب ہونے کا ثبوت اس حدیث میں ہے:

عن عائشةؓ أنها حدثته أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يغتسل من أربع، من الجنابة و يوم الجمعة ومن

الحجامة، وغسل الميت. (أبو داؤد، باب فی الغسل من غسل الميت، ص ۴۶۲، نمبر ۳۱۶)

اس حدیث میں ہے کہ حجامت سے اور میت کے غسل دینے سے غسل کرے۔

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من غسل الميت فليغتسل، ومن حملة

فليتوضأ. (أبو داؤد، باب فی الغسل من غسل الميت، ص ۴۶۲، نمبر ۳۱۶ ترمذی، باب ما جاء فی الغسل من غسل

الميت، ص ۲۴۱، نمبر ۹۹۳)

اس حدیث میں بھی ہے کہ میت کے غسل دینے سے غسل کرے، انیس

(۲) کبیری، ص ۵۲، ۵۴، کتاب الطہارۃ۔

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾

(سورة المائدة: ٦)

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو۔

جنابت کے احکام

جنابت کی وجہ سے غسل کیوں ضروری ہے:

سوال: آدمی حلال ہے یا حرام۔ اگر حلال ہے تو اس کو پاک ہونے کی کوئی ضرورت نہیں وہ خود پاک ہے اور اگر حرام ہے تو حرام کی نماز کیوں جائز ہے؟

الجواب

آدمی جنابت وغیرہ کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا ہے، اور غسل کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ پس غسل کرے تاکہ نماز صحیح ہو۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۵۸، ۱۵۹)

جنابت میں غسل کی حکمت:

سوال: ایک ہندو نے اعتراضاً مجھ سے کہا کہ اہل اسلام اندھا دھند عبادت کرتے ہیں اور تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں، مثلاً منی کے انزال سے لازم نہیں آتا کہ تمام جسم کا غسل کیا جائے، بلکہ صرف عضو تناسل کی تطہیر سے انسان پاک ہو جاتا ہے، اگر تمام بدن ناپاک ہو جاتا ہے تو کس طرح؟

الجواب

یہ اللہ کی حکمتیں ہیں کہ ان کو ہر ایک اہل اسلام بھی نہیں جانتا، چہ جائیکہ ہندو۔ پس اس بحث میں نہ پڑنا چاہئے اور زبانی تو کچھ اس کے متعلق کہا بھی جاسکتا ہے، تحریر میں اس تفصیل کو لانے کی فرصت نہیں ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۵۳، ۱۵۴)

(۱) والمعانی الموجبة للغسل إنزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم والبقظة الخ والتقاء الختانیین من غیر إنزال الخ والحیض وكذا النفاس، الخ. (الهدایة، فصل فی الغسل: ۱/۳۷-ظفر)
قرآن مجید میں ہے: ”وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا“۔ (سورة المائدة: ۶)

عن علی رضی اللہ عنہ قال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تفعل إذا رأيت المذی فاعسل ذکرک وتوضاً وضوءک للصلوة فإذا فضخت الماء فاعتل. (أبو داؤد، باب فی المذی: ص ۳۱۶، ۲۰۶) دوسری روایت میں ہے: إذا حدثت فاعتل من الجنابة وإذا لم تكن حاذفاً فلا تغتسل. (مسند أحمد، علی بن أبی طالب: ۱/۸۳۹، نمبر ۸۱، ۸۲)

(۲) أما المسئلة الأولى وهي إيجاب الشارع صلی اللہ علیہ وسلم الغسل من المنی دون البول فهذا من أعظم محاسن الشريعة وما اشتملت عليه الرحمة والحكمة والمصلحة فإن المنی يخرج من جميع البدن،
==

جنابت کی صورت میں پورے بدن کے غسل کا فلسفہ:

سوال:- جنابت کی حالت میں پورے جسم کا غسل کیوں ضروری قرار دیا گیا ہے، حالانکہ نجاست تو عضو مخصوص سے نکلتی ہے، مناسب تو یہ ہے کہ صرف عضو مخصوص ہی دھویا جائے، آخر کار جنابت کا پورے جسم پر کیا اثر پڑتا ہے جس کی وجہ سے غسل میں ہر بال تک پانی پہنچانا ضروری قرار دیا گیا ہے؟

الجواب

احکامات شرعیہ میں حکمتیں تلاش کرنا ضعفِ ایمان کی دلیل ہے، مسلمان کے لئے بغیر کسی چوں و چرا کے احکام شرعیہ پر عمل ضروری ہے، احکام شرعیہ میں حکمتیں تلاش کرنا ایمان کا تقاضا نہیں، کیونکہ ایمان اور اسلام فرمانبرداری اور اطاعت کا نام ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ احکام شرعیہ عقل سے متضاد ہیں، بلکہ ہماری عقل ناقص ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات ان حکمتوں اور فلسفوں کے ادراک سے ہم قاصر رہ جاتے ہیں۔

تاہم جنابت کی حالت میں پورے بدن کے دھونے کے بارے میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جنابت سے جسم میں گرانی و کابلی اور کمزوری و غفلت پیدا ہو جاتی ہے اور غسل سے دل میں قوت و نشاط و سرور اور بدن میں سبکساری پیدا ہوتی ہے، جنابت سے انسان کو ارواحِ طیبہ یعنی فرشتوں سے بعد و دوری پیدا ہوتی ہے اور جب غسل کرتا ہے تو وہ بعد اور دوری ختم ہو جاتی ہے، جب انسان مجامعت سے فارغ ہو جاتا ہے تو حالتِ جنابت میں ہونے کی وجہ سے اس کا دل انقباض اور تنگی کی حالت میں ہوتا ہے اور اس پر بوجھ سا طاری ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو نہایت تنگی اور گھٹن میں پاتا ہے اور جب دونوں قسم کی نجاستیں دور ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے بدن کو ملتا اور غسل کرتا ہے تب اس کی گھٹن اور سستی دور ہو جاتی ہے۔ حاذقِ طبیبوں نے لکھا ہے کہ جماع کے بعد غسل کرنا بدن کی تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریوں کو لوٹا دیتا ہے اور بدن اور روح کے لئے نہایت نافع اور مفید ہے اور جنابت میں رہنا اور غسل نہ کرنا بدن و روح کے لئے سخت مضر ہے، اس امر کی خوبی پر عقل و فطرتِ سلیمہ کافی گواہ ہے۔

”وَالِيهِ أَشَارَ الشَّيْخُ ابْنُ الْقَيِّمِ الْجَوَزِيَّةُ حَيْثُ قَالَ: فَإِنَّ الْاِغْتِسَالَ مِنْ خُرُوجِ الْمَنِيِّ مِنْ أَنْفَعِ شَيْءٍ

== ولهذا سماه الله سبحانه سلاله لأنه يسيل من جميع البدن الخ وأيضا فإن الاغتسال من خروج المني من أنفع شيء للبدن والقلب والروح بل جميع الأرواح القائمة بالبدن فإنها تقوى بالاغتسال، والغسل يخلف عليه ما تحلل منه بخروج المني وهذا أمر يعرف بالحس، وأيضا فإن الجنابة توجب ثقلاً وكسلاً والغسل يحدث له نشاطاً وخفة ولهذا قال أبوذر الخ لما اغتسل من الجنابة كأنما ألقيت عنى جبلاً الخ وقد صرح أفاضل الأطباء بأن الاغتسال بعد الجماع يعيد إلى البدن قوته ويخلف عليه ما تحلل منه وأنه أنفع شيء للبدن والروح وتركه مضر. (اعلام الموقعين مطبع أشرف المطابع، دهلي: ۱/۱۷۱) معلوم ہوتا ہے کہ منی چونکہ بدن کے تمام حصوں سے سمٹ کر خارج ہوتی ہے پھر یہ کہ نہانے سے بدن سے ضائع شدہ قوت کی تلافی ہو جاتی ہے اس لئے اسلام نے تمام جسم کا دھونا یعنی غسل کو ضروری قرار دیا ہے۔ ظفر

للبدن والقلب والروح بل جميع الأرواح القائمة بالبدن فإنها تقوى بالاعتسالة، والغسل يخلف عليه ماتحلل منه بخروج المنى، وأيضاً فإن الجنابة توجب ثقباً وكسلاً والغسل يحدث له نشاطاً وخفةً (وبعد أسطر) وقد صرح أفاضل الأطباء بأن الاعتسالة بعد الجماع يعيد إلى البدن ويخلف عليه ماتحلل منه وأنه أنفع شيء للبدن والروح وتركه مضرٌ. (اعلام الموقعين: جواب ابن القيم المفصل عن باب الغسل من المنى، ج ۲ ص ۴۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۳۸ و ۵۳۹)

حالت جنابت میں وضو سے کیا فائدہ:

سوال: غسل جنابت میں اول وضو کرنے میں کیا فائدہ ہے؟ کیا ناپاکی دور کئے بغیر وضو ہو جاتا ہے؟ اسی طرح یہ چیز بھی کتب میں پائی جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل رہا کہ مباشرت کے بعد وضو کر کے سونا چاہئے، یہ ناپاکی میں وضو کیسا؟ سمجھ میں نہیں آیا۔ بینواتو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملهم الصواب

حالت جنابت میں وضو کرنے سے طہارت تو حاصل نہیں ہوتی مگر حدث میں کچھ تخفیف ہو جاتی ہے اگر کسی حکم شرعی کی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو کیا حرج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (حسن الفتاویٰ: ۳۵/۲)

غسل جنابت کا وضو کب کرنا چاہیے:

سوال: وضو، غسل کرنے سے قبل کرنا چاہیے یا بعد میں؟

الجواب: _____ وبالله التوفيق

جسم کی نجاست پاک کر کے وضو کرنا چاہیے اس کے بعد سر اور جسم پر پانی بہانا چاہیے، غسل میں وضو کا پہلے کرنا سنت ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد عثمان غنی، ۱۳۷۰ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۶۸/۲)

غسل جنابت سے پہلے وضو کرنے کا حکم:

سوال: غسل جنابت میں کسی نے سہو یا قصداً وضو نہیں کیا لیکن اعضاء وضو خود بخود تر ہو گئے تو غسل درست ہو یا نہیں اور اسی غسل سے بغیر وضو نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۱) (وسننه).... (البداء بغسل یدیه وفرجہ).... (وخبت بدنه إن كان) علیہ خبت لثلاً شیع (ثم يتوضأ) أطلقه فانصرف إلى الكامل. (الدرا المختار علی رد المختار، فصل فی سنن الغسل: ۲۹۱/۱-۲۹۲-مجاہد) حدثتني خالتي ميمونة قالت: أدنيت لرسول الله صلى الله عليه وسلم غسله من الجنابة، فغسل كفيه مرتين أو ثلاثاً، ثم أدخل يده في الإناء، ثم أفرغ به على فرجه، و غسله بشماله، ثم ضرب بشماله الأرض، فدلکها دلکاً شديداً، ثم توضأ وضوءه للصلاة ثم أفرغ على رأسه ثلاث حفنات ملء كفه، ثم غسل سائر جسده، ثم تنحى عن مقامه ذلک فغسل رجلیه، ثم أتیتہ بالمندیل فردہ. (مسلم، باب صفة غسل الجنابة/بخاری، باب الغسل مرة واحدة، انیس)

الجواب۔ وبالله التوفیق

غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا اور پورے بدن کو دھونا فرض ہے۔ (۱) اگر اس طرح کسی نے غسل کیا ہے تو وہ اس غسل سے نماز پڑھ سکتا ہے نماز درست ہوگی، غسل سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد عثمان غنی، ۲۴/۶/۱۳۶۹ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۶۲۲-۶۲۳)

غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا ضروری نہیں:

سوال (۱): غسل جنابت کی حالت میں غسل کرتے وقت وضو سے پہلے بھی غسل کیا جاسکتا ہے اور پھر غسل سے فراغت پانے کے بعد وضو کیا جاتا ہے یا کہ ہر حالت میں غسل کرنے سے پہلے ہی وضو کر لینا لازم ہے؟ اگر زید نے وضو کرنے کے بعد غسل کرنا شروع کیا اور غسل سے فراغت سے پہلے ہی بوجہ اخراج ریح اس کا وضو ٹوٹ گیا، اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے دوبارہ وضو کرے اور اس کے بعد از سر نو غسل کرے یا وہ پہلے پورا غسل کرے اور اس کے بعد دوبارہ وضو کر کے نماز ادا کر سکتا ہے؟

(۲) زید علی الصباح غسل کرنے کی نیت سے اپنے مکان کے ساتھ ملحق غسل خانہ میں داخل ہوا، غسل سے فارغ ہونے کے بعد وہ بحالت عریانی اپنے کمرے میں داخل ہوا اور پھر وہاں پر کپڑے پہن کر نماز ادا کی۔ کیا اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹا، جبکہ مکان کے کسی فرد کی نظر اس پر نہ پڑی ہو؟ کیونکہ وہ سب اس وقت اپنے اپنے کمروں میں نیند کی حالت میں تھے۔

الجواب۔ حامداً ومصلیاً

(۱) سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو کرے پھر غسل کرے، وضو کے بعد اگر خروج ریح ہو جائے پھر غسل میں اعضائے وضو پر پانی بہا دیا جائے تب بھی کافی ہے، جداگانہ وضو کی ضرورت نہیں۔ (۳)

(۱) ”وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن“۔ (الهدایة، فصل فی الغسل: ۲۹/۱- مرتب) عن محمد بن سیرین قال: سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المضمضة والاستنشاق فی الجنابة ثلثاً۔ (الدارقطنی، باب ماروی فی المضمضة والاستنشاق فی غسل الجنابة)

ابو حنیفہ عن عثمان بن راشد عن عائشة بنت عجر قالت قال ابن عباس رضی اللہ عنہ: اذا اغتسل الجنب ونسی المضمضة والاستنشاق فلیعد الوضوء بالمضمضة والاستنشاق۔ (مسند حافظ طلحہ بن محمد، مسند الامام حسن بن زیاد، کذا فی جامع المسانید: ۲۶۸، ۲۶۹ بحوالہ علماء السنن: ۲۰۶/۱، ۲۰۷، ۲۰۸، فرضیۃ المضمضة والاستنشاق فی الغسل المفروض، مکتبہ نجفی، سہارنپور یو پی، انیس)

(۲) (وسننہ)۔ (البداءۃ... الخ)۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار، مطلب سنن الغسل: ۲۹۱/۱-۲۹۲)

(۳) (وسننہ)۔ (الخ)۔ (الدر المختار: ۱/۱۵۷، سنن الغسل، سعید، وکذا فی النہر الفائق: ۶۲/۱، سنن الغسل، مکتبہ إمدادیہ، ملتان، وکذا فی بدائع الصنائع: ۲۶۹/۱، سنن الغسل، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عائشہ: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا اغتسل من الجنابة یداً فیغسل یدیه ثم یفرغ بیمینہ علی شمالہ فیغسل فرجہ ثم یتوضأ وضوءاً للصلوة ثم یأخذ الماء فیدخل أصابعہ فی أصول الشعر حتی إذا رأى أنه قد استبرأ حفن علی رأسہ ثلاث حفنات ثم أفاض علی سائر جسده ثم غسل رجلیه۔ (للسنة بلفظ مسلم، جمع الفوائد غسل الجنابة: ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، انیس)

(۲) اس کا وضو نہیں ٹوٹا، اتفاقاً اگر کسی کی نظر پڑ بھی جائے تب بھی وضو نہ ٹوٹا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۸۸/۵)

غسل جنابت میں بسم اللہ پڑھنی درست ہے یا نہیں:

سوال: غسل جنابت یا احتلام کے وقت شروع میں بسم اللہ وغیرہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ہر غسل کے لیے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۹/۱)

جنبی آدمی دعائیں وغیرہ پڑھ سکتا ہے:

سوال جنبی آدمی درود شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اذان کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں؟ کوئی اور عربی کی دعا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھ لے تو اسے گناہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب

سوال میں ذکر کی گئی تمام چیزیں پڑھ سکتا ہے۔ عربی دعائیں قرآنی ہوں، تو ان کو بہ نیت تلاوت نہ پڑھے، بلکہ بہ نیت دعا پڑھے۔

ويجب من سمع الأذان ولو جنباً. اهـ (درمختار علی الشامیة: ج ۱/۲۹۲) ويحرم قراءة آية من القرآن إلا بقصد الذكر إذا اشتملت عليه لا على حكم أو خبر. (مراقی الفلاح). (قوله إلا بقصد الذكر) أى أو الثناء أو الدعاء إن اشتملت عليه فلا بأس به فى أصح الروايات، قال فى العيون: و لو أنه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئاً من الآيات التى فيها معنى الدعاء ولم يرد به القرآن فلا بأس به واختاره الحلوانى وذكر فى غاية البيان أنه المختار كما فى البحر والنهر، اهـ. (طحطاوى: ص ۷۷) فقط واللہ أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان۔ ۲۵/۱/۱۴۰۰ھ
الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء (خیر الفتاویٰ: ۹۰/۲)

جنابت کی حالت میں سونا:

سوال: ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے، ایک شخص کے لڑکے لڑکیاں سیانے ہو گئے ہیں اور اس کا مکان بہت چھوٹا ہے تمام بچے اسی مکان میں رہتے ہیں... کبھی وہ اور اس کی اہلیہ مباشرت کرتے ہیں مگر مکان کے تنگ اور بچوں کے

(۱) برہنہ ہونا ناقض وضو نہیں۔

(۲) (وسننہ) کستنن الوضوء سوى الترتيب، (درمختار) قوله کستنن الوضوء: أى من البداءة بالنية والتسمية والسواک والتخليل والدلك والولاء. (ردالمحتار، مطلب سنن الغسل: ۱۴۲/۱، ظفیر)

بیدار ہو جانے کی وجہ سے شرم و حیا لاحق ہونے کی بنا پر وہ رات کو غسل نہیں کرتے صرف تیمم پر اکتفا کرتے ہیں اور صبح کو پہلی فرصت میں غسل کرتے ہیں تو یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ یہ خیال رہے کہ اگر اس طرح نہ کیا جائے تو صحبت اور مباشرت کی کوئی سبیل نہیں، امید کہ جواب عنایت فرمائیں گے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

رات کو جماع کے بعد ظاہری نجاست دھو کر وضو کر کے سو جائے، (۱) مگر نماز فجر سے پہلے غسل کر کے نماز ادا کرنا ضروری ہے، (۲) نماز قضا کرنا جائز نہیں، ایسی حیا شرم جائز نہیں جس کی وجہ سے فرض نماز قضا ہو جائے، رات کو کسی وقت بھی غسل کر لیا جائے یا پھر دن کو جس وقت بچے نہ ہوں صحبت کا وقت نکال لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

یکم محرم الحرام ۱۳۹۷ھ (فتاویٰ رحمیہ: ۲۱۳/۴) ☆

حالت جنابت میں کھانا پینا:

سوال: حالت جنابت میں شرعاً کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حالت جنابت میں کھانا پینا درست ہے۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم (عزیز الفتاویٰ: ۱۹۵/۱)

جنابت کی حالت میں کھانا کھانے کا حکم:

سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ حالت جنابت میں طعام کھانا حرام ہے، اور وہ طعام اس شخص کو لعنت کرتا ہے اور شیطان اس طعام میں بول ملا دیتا ہے اور اس شخص کے جسم کے بال جلاتے ہیں اور جو جان کرنا پاک رہے وہ شخص حشر میں قبر سے ناپاک اٹھے گا، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

- (۱) ولا بأس للجنب أن ينام أو يعاود أهله قبل أن يتوضأ وإن توضأ فحسن. (فتاویٰ عالمگیری: ۱۶/۱، انیس)
- (۲) عضيف بن الحارث أنه سأل عائشة أي الليل كان يغتسل رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت: ربما اغتسل أول الليل وربما اغتسل آخره. قلت: الحمد لله الذي جعل في الأمر سعة. (سنن النسائي، باب ذكر الاغتسال أول الليل. انیس)
- ☆ کیا غسل جنابت کے بغیر سونا جائز ہے:

سوال: اہلیہ سے صحبت کرنے کے بعد تیمم کر کے سونا درست ہے یا کہ غسل اور وضو بھی کرنا پڑے گا۔

الجواب

غسل یا وضو کر لینا افضل ہے، اس کے بغیر سونا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ فجر کی نماز قضا نہ ہو ورنہ گناہ گار ہوگا۔ (ولا بأس للجنب أن ينام أو يعاود أهله قبل أن يتوضأ وإن توضأ فحسن. (فتاویٰ عالمگیری: ۱۶/۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ۱۱۶-۱۱۷)

(۳) كان النبي صلى الله عليه وسلم: إذا أراد أن يأكل أو يشرب غسل يديه ثم يأكل أو يشرب. (سنن النسائي، جمع الفوائد، غسل الجنابة: ۱۳۴) لا قراءة قنوت (أي لا تكروه) ولا أكله وشربه بعد غسل يد وفم، ولا معاودة أهله قبل اغتساله. (الدر المختار: ۲۹/۱، أبحاث الغسل، انیس)

الجواب

سب خرافات، غلط، جہال کی ہنواات غلط ہے۔ (۱) فقط۔ بدست خاص ص: ۱۳۵۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۳۸۴)

حالت جنابت میں بغیر غسل کے سحری کھالیا تو روزہ ہوگا یا نہیں:

سوال: رمضان شریف میں سحری کے وقت کسی آدمی کو احتلام ہوا اور اسے یقین ہو کہ غسل کرنے کے بعد کھانے کا وقت باقی رہے گا مگر اس نے کابلی کی غسل نہیں کیا اور کھانا کھالیا تو اس کا روزہ ہوگا یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا کھانے سے گناہ گار ہوگا یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا جائز ہے یا نہیں اور جائز ہے تو کس طرح کھائے وضو کر کے یا ہاتھ دھو کر کھائے؟

الجواب

حالت جنابت میں بغیر منہ دھوئے ہوئے یا وضو کئے ہوئے کھانا پینا خواہ رمضان میں ہو یا بغیر رمضان میں، خلاف اولیٰ ہے بشرطیکہ ہاتھوں پر کسی قسم کی نجاست نہ لگی ہو، سحری کھاتے ہوئے مناسب تو یہ ہے کہ غسل کر ڈالے یا وضو کر لے یا کم از کم ہاتھ دھو ڈالے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۶/۲)

غسل جنابت سے پہلے کھانا:

سوال: غسل جنابت سے پہلے کھانا پینا کیسا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کھایا، پیا، ہے یا نہیں؟

الجواب۔ وبالله التوفیق

غسل جنابت سے پہلے اگر کھانے پینے کی ضرورت ہو تو بدن طاهر کر کے وضو کرے۔ (۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے، صحیحین میں یہ روایت موجود ہے۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد عباس، ۱۳۵۲/۱۲/۲۵ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۸۶/۲)

(۱) عن أبي هريرة قال: لقيني رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا جنب فأخذ بيدي فمشيت معه حتى قعد فانشلك فأتيت الرحل فاغتسلت ثم جئت وهو قاعد فقال: أين كنت يا أبا هريرة! فقلت له، فقال: سبحان الله! إن المؤمن لا ينجس، هذا لفظ البخاري. (مشکوٰۃ المصابيح، باب مخالطة الجنب وما يباح له: ص ۲۹) لا قراءة قنوت (أى لا تكروه)، ولا أكله وشربه بعد غسل يد وفم، ولا معاودة أهله قبل اغتساله. (الدر المختار: ۲۹/۱، أبحاث الغسل، انیس)

(۲) عن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان جنباً فأراد أن يأكل أو ينام توضأ وضوءه للصلاة. (مسلم، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له وغسل الفرج إذا أراد أن يأكل أو يشرب: ۲۲۰/۱) ولا يكره) أكله وشربه بعد غسل يد وفم. (الدر المختار: ۲۹/۱، انیس)

(۳) یعنی موضع نجاست کو دھو کر وضو کرے۔ مجاہد۔ (ولا بأس) لحائض و جنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى وتسبيح) وزيارة قبور، ودخول مصلّى عيد (وأكل وشرب بعد مضمضة، وغسل يد) وأما قبلهما فيكره لجنب لا لحائض مالم يتخاطب بغسل. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب الحيض: ۲۸۸/۱، ۲۸۹)

(۴) مسلم، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له وغسل الفرج إذا أراد أن يأكل أو يشرب. (۲۲۰/۱، انیس)

جنابت کی حالت میں کھانا پینا:

سوال: جنابت کی حالت میں کھانا پینا، حلال جانور ذبح کرنا درست ہے؟

الجواب: _____ باسمہ تعالیٰ

جنابت کی حالت میں کھانا پینا اور دوسرے ایسے تصرفات جن میں طہارت شرط نہیں، جائز ہیں، مگر کھانے پینے سے پہلے استنجا اور وضو کر لینا اچھا ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

”كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا كان جنباً فأراد أن يأكل أو ينام توضأ وضوءه للصلاة. (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الطہارۃ، باب مخالطة الجنب وما يباح له، الفصل الأول: ص ۴۹/۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں جب کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرمایا کرتے تھے۔

کتبہ محمد یوسف لدھیانوی، بینات۔ ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ (فتاویٰ بینات، جلد چہارم: ص ۴۴۶)

جنبی کو بغیر کلی پانی پینا مکروہ ہے:

سوال: جنبی کو غسل کرنے سے پہلے کوئی چیز پینا جائز ہے یا نہیں؟ بیوقوف جروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

بغیر کلی کئے پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے اور کسی چیز کے پینے یا کھانے میں کوئی کراہت نہیں، پانی بھی صرف پہلا گھونٹ مکروہ ہے اس لئے کہ یہ پانی منہ کی جنابت زائل کرنے میں استعمال ہوا ہے، اسی طرح ہاتھ دھونے سے قبل کچھ کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

قال العلماء: ويكفى الشرب عباً، لأن المج ليس بشرط في الأصح، قال في الشامية (قوله: يكفى الشرب عباً) أى لا مصاً، فتح، وهو بالعين المهملة والمراد به هنا الشرب بجميع الفم وهذا هو المراد بما في الخلاصة إن شرب على غير وجه السنة يخرج عن الجنابة وإلا فلا وبما قيل إن كان جاهلاً جازواً إن كان عالماً فلا أى لأن الجاهل يعب والعالم يشرب مصاً كما هو السنة (قوله لأن المج) أى طرح الماء من الفم ليس بشرط للمضمضة خلافاً لما ذكره في الخلاصة نعم هو الأحوط من حيث الخروج عن الخلاف وبلعه إياه مكروه كما في الحلية. (رد المحتار ۱۰/۱۳۱) فقط۔ ۲۹/ ذی الحجہ ۸۵ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۳۰۷)

غسل جنابت میں تاخیر کرنا اور کھانا پینا:

سوال (۱): ہمارے یہاں کے امام صاحب نے فجر کے وقت غسل جنابت نہیں کیا اور فجر کی نماز قضا کی اور ظہر میں غسل کر کے نماز پڑھی، اس درمیان میں حقہ اور روٹی وغیرہ کھاتے پیتے رہے تو صحیح ہے یا غلط، جبکہ ان کو اس حرکت پر ٹوکا گیا؟

جنبی کا جوٹھا کھانا، پینا:

سوال (۲): ان کا جھوٹا حقہ پینے والوں پر غسل واجب ہوا یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً و مصلیاً

(۱) نماز فجر کا قضا کر دینا اور ظہر تک بلا عذر شرعی کے مؤخر کر دینا، کبیرہ گناہ ہے، لیکن بلا غسل کے، جو کچھ کھایا پیا، وہ حرام نہیں۔ (۱)

(۲) جن لوگوں نے ان کے ساتھ یا ان کا بچا ہوا کھایا پیا، ان پر غسل واجب نہیں ہوا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۹۳ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند
(فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۱۵)

جنبی کے ہاتھ کا کھانا:

سوال: جو عورت حالت جنابت میں ہو اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کیسا ہے، کیا وہ ناپاک ہے، یا پاک؟

الجواب _____

جس کو جنابت یعنی غسل کی حاجت ہو اس کو ناپاک کہہ سکتے ہیں، مگر یہ ناپاکی ایسی نہیں ہے کہ اس کے بدن پر ناپاکی کے احکام جاری ہوں یہ ناپاکی حکماً ہے یعنی نماز پڑھنے، مسجد میں داخل ہونے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں تو وہ ناپاک ہے مگر کھانے پینے میں اس کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲/۲۶۸)

جنبی نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا:

سوال: جنبی اگر بالٹی میں ہاتھ ڈال کے پانی لیکر غسل کرے تو پانی پاک رہے گا یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

الجواب _____ باسم ملہم الصواب

اگر جنبی کے ہاتھ میں ظاہری نجاست نہ لگی ہو تو پانی پاک ہے مگر ہاتھ ڈالنے سے مستعمل ہو جانے کی وجہ سے اس

(۱) لا قراءة قنوت (أى لا تكبره)، ولا أكله وشربه بعد غسل يد وفم، ولا معاودة أهله قبل اغتساله. (الدر المختار: ۲۹/۱، أبحاث الغسل، سعيد، وكذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۱۶/۱، الفصل الثانى فى المعانى الموجبة للغسل، رشيدية. وكذا فى الحلبي الكبير: ص ۵۶، الغسل فى أربعة سنة، سهيل أكيدمى، لاہور)

(۲) سؤر الآدمى طاهر بالاتفاق سواء كان مسلماً أو كافراً أو جنباً أو حائضاً أو محدثاً. الخ. (الحلبى الكبير: ص ۱۶۶، فصل فى الآسار، سهيل أكيدمى، لاہور. وكذا فى بدائع الصنائع: ۳۷۲/۱، مطلب: سور الكلب والخنزير، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) مشکوة المصابيح، باب مخالطة الجنب وما يباح له: ۴۹.

لا قراءة قنوت... الخ. (الدر المختار: ۲۹/۱، أبحاث الغسل، انيس)

پانی سے غسل درست نہ ہوگا، لہذا ہاتھ دھو کر بالٹی میں ڈالے، (۱) البتہ اگر بدون ہاتھ ڈالے پانی لینے کی اور کوئی صورت نہ ہو تو ایسی مجبوری میں یہ پانی مستعمل شمار نہ ہوگا، بعض فتاویٰ کے مطابق اگر صرف انگلیاں پانی میں ڈالیں تھیلی نہیں ڈوبی تو پانی مستعمل نہیں ہوا، مگر اس کی وجہ غیر معقول ہے۔ اللہم إلا أن یوجہ بتعسر الصون منه۔ قال فی شرح التنبییر: بأن یغسل بعض أعضائه أو یدخل یدہ أو رجلہ فی حب لغير اغتراف ونحوہ، فإنہ یصیر مستعملاً، وفي الشامیة تحت (قوله بأن یغسل): فی الخلاصة وغیرہا إن کان أصبعاً أو أكثر دون الکف لا یضر، قال فی الفتح: ولا یخلو من حاجتہ إلى تأمل وجهہ۔ (رد المحتار: ۱/۱۸۴، مبحث الماء المستعمل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ غرہ ذی قعدہ ۹۳ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۴۰۲)

جنبی کا ایسے برتن میں ہاتھ ڈالنا جس میں نل کا پانی گر کر بہہ رہا ہو:

سوال: نل سے پانی بالٹی میں گر کر بہنے لگے اور جنبی ہاتھ ڈال کر غسل کرے تو پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

یہ پانی پاک ہے اور اس سے غسل بھی درست ہے اس لئے کہ یہ جاری ہے۔ قال فی الہدایۃ: والماء الجاری إذا وقعت فیہ النجاسة جاز الوضوء بہ إذا لم یرلہا أثر، وقال: والجاری ما لا یتکثر استعمالہ۔ (ہدایۃ: ۱/۳۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ غرہ ذی قعدہ ۹۳ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۴۰۲-۴۰۷)

حالت جنابت میں ذکر و تلاوت کا حکم:

سوال: جنابت کی حالت میں کلمہ طیبہ، درود شریف اور قرآن کریم پڑھنا جائز ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

کلمہ طیبہ، درود شریف اور ہر قسم کا ذکر جائز ہے، مگر قرآن کریم کی تلاوت جائز نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/ رجب الآخر ۹۹ھ۔ (حسن الفتاویٰ: ۲/۳۸)

(۱) عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إذا استيقظ أحدكم من نومه فلا يغمس يده في الإناء حتى يغسلها ثلاثاً فإنه لا يدرى أين باتت يده". (مسلم، باب كراهية غمس المتوضي وغيره يده المشكوك في نجاستها في الإناء قبل غسلها ثلاثاً، ص ۱۳۶، نمبر ۲۷۸۳/۶۴۳ ترمذی، باب ماجاء إذا استيقظ أحدكم من منامه، انیس)

(۲) عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن". (ترمذی، باب ماجاء في الجنب والحائض انهما لا يقرآن القرآن / شرح معاني الآثار: ۱/۸۸، انیس)

(و) یحرم بہ (تلاوة قرآن) ولو دون آیۃ علی المختار (بقصدہ) فلو قصد الدعاء أو الشاء أو افتتاح أمر أو التعليم ولقن كلمة كلمة حل فی الأصح، حتی لو قصد بالفاتحة الشاء فی الجنابة لم یکرہ، الخ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار، أبحاث الغسل، مطلب يطلق الدعاء علی ما يشمل الشاء: ۱/۷۲، بیروت، انیس)

حالت جنابت میں درود شریف پڑھنے کا حکم:

سوال: حالت جنابت میں درود شریف کا معمول پورا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

حالت جنابت میں صرف قرآن کریم کی تلاوت ممنوع ہے، (۱) لیکن دعائیں، اذکار و تسبیحات اور درود شریف پڑھنا، ناجائز نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ درود شریف اور اذکار و دعا کے لئے کم از کم وضو کر لے۔

لما فی الدر المختار: (ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى وتسبيح) وقال الشامي: يشير إلى أن وضوء الجنب لهذه الأشياء مستحب كوضوء المحدث. (شامی، باب الحيض: ۱/۱۹۳) واللہ أعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۴/۳/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر ۳۲۶/۲۸ ب) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۶۳ و ۳۶۲)

حالت جنابت میں سلام کہنا جائز ہے:

سوال: حالت جنابت اور حیض میں کسی سے سلام مصافحہ کرنا کھانا پینا مویشی وغیرہ رہنے کے گھر میں داخل ہونا شرعاً منع ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب — باسم ملهم الصواب

بحالت جنابت نماز پڑھنا، کلام پاک کی تلاوت کرنا یا بلا غلاف چھونا اور مسجد میں داخل ہونا منع ہے اس کے سوا اور سب کچھ جائز ہے، حالت حیض میں بھی امور مذکورہ اور روزہ اور جماع کے سوا سب کچھ جائز ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴/رجب ۹۱ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۳۳)

جنابت کی حالت میں سلام اور ذکر:

سوال: کیا احتلام کی صورت میں قرآن کی آیت لکھا ہوا کاغذ جیب میں رکھنا، سلام کرنا، اللہ اکبر کہنا، قرآن کے بازو سے گزرنا اور کھنڈر جگہ پر جانا درست ہے یا نہیں؟ (محمد متین احمد، بسو کلیان)

(۱) علی رضی اللہ عنہ قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ القرآن على كل حال الا الجنابة. (رواه النسائي في السنن الكبرى: ۱/۲۲، نمبر ۲۶۲/شرح معاني الآثار: ۱/۸۷، انیس)

(۲) ”لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنْبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا“۔ (سورة النساء)

اس آیت قرآنی سے پتہ چلتا ہے کہ جب نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی مسجد میں جاسکتا ہے۔ انیس

سمعت عائشة..... فقال: ”وَجْهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنِّي لَا أَهْلُ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنْبٍ. (أبو داود، باب في الجنب يدخل المسجد، ص ۳۲، نمبر ۲۳) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا ہے۔ انیس

(ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى وتسبيح) وقال الشامي: يشير إلى أن وضوء الجنب لهذه الأشياء مستحب كوضوء المحدث. (رد المحتار، باب الحيض: ۱/۱۹۳، انیس)

الحواب

جب آدمی کو غسل کی ضرورت ہو، تو اس حالت میں قرآن مجید پڑھنے، قرآن مجید کو چھونے اور مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت ہے، چونکہ نماز بھی قرآن ہی سے متعلق ہے، اس لئے اس حالت میں نماز بھی ادا نہیں کی جاسکتی، باقی دوسرے اذکار پڑھنے کی قرآن وحدیث میں کہیں ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے، اس لئے اس حالت میں قرآن کی آیات لکھے ہوئے کاغذ کا جیب میں رکھنا، سلام کرنا، اللہ اکبر کہنا، قرآن مجید کو ہاتھ لگائے بغیر قریب سے گزرنا اور مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ میں داخل ہونا درست ہے، اس میں مضائقہ نہیں۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۶۶)

حالت جنابت میں سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا:

سوال: حالت جنابت میں سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟

الحواب

جائز ہے۔ نظیرہ فی الدر المختار: (ولابأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية) الخ (باب الحيض: ج ۱ ص ۱۹۵) وفي العالمگیریة: ويجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان و نحو ذلك. (ج ۱ ص ۲۲) (فتاویٰ احیاء العلوم جلد اول: ص ۲۹۴)

حالت جنابت میں بال اور ناخن کا ٹٹنا:

سوال: حالت جنابت میں بال و ناخن کا ٹٹنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الحواب _____ باسم ملہم الصواب

مطلق کراہت کا قول ملتا ہے جس سے بالعموم کراہت تحریمیہ مراد ہوتی ہے مگر یہاں قرائن سے کراہت تنزیہیہ معلوم ہوتی ہے۔ قال فی الہندیة: حلق الشعر حالة الجنابة مکروہ و کذا قص الأظافر، کذا فی الغرائب. (عالمگیریة: ۵/۳۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (حسن الفتاویٰ: ۲/۳۸)

بحالت جنابت ناخن اور بال ترشوانا:

سوال: غسل واجب ہو، غسل سے پہلے ناخن اور بال ترشوانا درست ہے یا نہیں؟

الحواب _____ حامداً ومصلياً

بحالت جنابت ناخن اور بال ترشوانا مکروہ ہے۔ (۲) پاکی کے بعد ترشوائے۔ فقط واللہ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۱۵-۱۱۶)

- (۱) (لابأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية). (در مختار: ج ۱ ص ۱۹۵) حائضہ اور جنبی کے لیے دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وفي العالمگیریة: ويجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان و نحو ذلك. (ج ۱ ص ۲۲، ایش)
- (۲) حلق الشعر حالة الجنابة مکروہ، و کذا قص الأظافر، کذا فی الغرائب. (الفتاویٰ العالمگیریة: ۵/۳۵۸، الباب التاسع عشر فی الختان و الخضاب وغیرہ، رشیدیہ، و کذا فی إمداد الفتاویٰ: ۱/۲۸، باب الغسل، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

بحالت جنابت بال کٹوانا مکروہ ہے:

سوال: بحالت جنابت خط بنوانا، بال کتروانے اور ناخن ترشوانے جائز ہیں یا نہیں اور یہ قول کہ ایسی حالت میں غسل سے پہلے بالوں یا ناخن کے جدا کرنے سے بال اور ناخن جنبی رہیں گے اور قیامت کو مستغیث ہوں گے کہ ہم کو جنبی چھوڑا گیا، صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

فی رسالة هداية النور لمولانا سعد الله، در مطالب المؤمنين می آرد: ستردن و تراشیدن موئے و گرفتن ناخنہا در حالت جنابت کراہت ست اھ اس سے امر مسئول عنہ کی کراہت معلوم ہوئی۔ (۱) باقی اس کے متعلق جو قول نقل کیا گیا ہے، کہیں نظر سے نہیں گزرا، اور ظاہراً صحیح بھی نہیں۔ تتمہ ثالثہ صفحہ ۱۶۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول ص ۵۸)

حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلانا اور کھانا پکانا جائز ہے:

سوال: حالت جنابت میں عورت بچے کو دودھ پلا سکتی ہے؟ اور کھانا وغیرہ پکا سکتی ہے؟ جبکہ سردی کی شدت کے سبب مشکل ہو۔ بینواتو جروا۔

الجواب — باسم ملہم الصواب

دودھ پلا سکتی ہے اور کھانا وغیرہ بھی پکا سکتی ہے۔ (۲) فقط۔ ۱۷/ ذی قعدہ ۹۴ھ (حسن الفتاویٰ: ۳۶/۲) ☆

جنابت کی حالت میں قرآن چھونے اور پڑھنے کا حکم:

سوال: ایک شخص پر غسل واجب ہے، وضو کر کے قرآن مجید پر ہاتھ لگا کر، پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۱) حضرت مفتی عزیز الرحمن دیوبندیؒ تحریر فرماتے ہیں ”بال کترنے اور مونڈنے اور ناخن کترنے کو بحالت جنابت بعض فقہانے مکروہ لکھا ہے، بظاہر مراد مکروہ سے مکروہ تنزیہی ہے، جس کا مال خلاف اولیٰ ہے۔

عالمگیری جلد خامس میں ہے: حلق الشعر حالة الجنابة مکروہ، و کذا قص الأظافر، کذا فی الغرائب۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۳/۱) علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ”ہما أعلم بکراہیة إزالة شعر الجنب وظفره دلیلاً شرعياً، آہ۔“ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۴۴، سعید) وفيه جواز مصافحة الجنب واتفقوا على طهارة عرق الجنب والحائض۔ (حاشیة مشکوٰۃ: ص ۴۹ ج ۱، انیس)

☆ جنابہ دودھ پلا سکتی ہے:

سوال: جنبی عورت بچے کو دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں؟ بلا عذر یا عذر میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ (غلام اکبر چانڈیہ ڈی جی خان)

الجواب

جائز ہے پلا سکتی ہے۔ وفيه جواز مصافحة الجنب واتفقوا على طهارة عرق الجنب والحائض، آہ۔ (حاشیة مشکوٰۃ: ص ۴۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔ بندہ محمد اسحاق غفرلہ۔ ۱۶/۳/۱۳۹۵ھ (خیر الفتاویٰ: ۸۷-۸۸)

الجواب

جنابت کی حالت میں جب انسان پر غسل واجب ہو، اس کے لئے قرآن کریم کا چھونا پڑھنا سب ناجائز ہے، (۱) اور صرف وضو کرنے سے جنابت ختم نہیں ہوتی، اس لئے صرف وضو کرنے سے قرآن کریم کا چھونا یا پڑھنا بھی جائز نہیں ہوتا، اس کے لئے غسل ضروری ہے، (۲) واللہ اعلم بالصواب

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۲/۱۲/۱۳۸۷ھ (فتویٰ نمبر ۱۸۱۶۷، الف)

الجواب صحیح، محمد عاشق الہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۳۶۳/۱)

حالت جنابت میں جزدان کے ساتھ قرآن چھونا جائز ہے یا نہیں:

سوال: حالت جنابت میں قرآن شریف کو جزدان کے ساتھ چھو سکتے ہیں یا نہیں، اور بے وضو قرآن شریف اور درود شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جزدان کے ساتھ جنبی قرآن شریف کو چھو سکتا ہے۔ (۳) اور بے وضو کا پڑھنا قرآن اور درود شریف کا درست ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۷/۱۷، ۱۷)

(۱) فتاویٰ شامیہ: ج ۱/۲۹۳، ایچ ایم سعید، وفي مشكاة المصابيح: ۴۹/۱، طبع قدیمی کتب خانہ۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن". (رواه الترمذی) وفي المرقاة تحتہ: ۱۶۰۲/۲: وفي شرح السنة: اتفقوا على أن الجنب لا يجوز له قراءة القرآن..... والحاصل أن جمهور العلماء على الحرمة، إذ هي لا ثقة بتعظيم القرآن، وفي الدلالة عليها الأحاديث الكثيرة المصرحة بها وإن كانت كلها ضعيفة لأن تعدد طرقها يورثها قوة أي قوة ترقبها إلى درجة الحسن لغيره وهو حجة في الأحكام. وفي الدر المختار: ۲/۱، يحرم به تلاوة قرآن ولودون آية على المختار بقصد ومسه، وفي الهنديه: ۳۸/۱: ومنها حرمة قراءة القرآن لا تقرأ الحائض والنفساء والجنب شيئاً من القرآن، والآية وما دونها سواء في التحريم على الأصح۔ نیز دیکھئے حوالہ سابقہ، محمد زبیر حق نواز

(۲) عن عبد الله بن أبي بكر عن أبيه قال: كان في كتاب النبي صلى الله عليه وسلم لعمر بن حزم: "لا تمس القرآن إلا على طهر". (الدارقطني، باب في نهى المحدث عن مس القرآن، ج ۱، ص ۱۲۸، نمبر ۴۲۹، انیس)

(۳) ولا يجوز لهم أي للجنب والحائض والنفساء مس المصحف إلا بغلاف وكذا كل ما فيه آية تامة من لوح أو درهم ونحو ذلك، لقوله تعالى: "لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ". (غنية المستملی: ۵۶، ظفیر)

حكيم بن حزام قال: لما بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى اليمن قال: لا تمس القرآن إلا وأنت طاهر". (مستدرک علی الصحيحین: ۵۵۲/۳، نمبر ۶۰۵۱، المعجم الأوسط للطبرانی: ۳/۳۲۷، نمبر ۳۳۰، انیس)

عن عامر وسالم قالوا: لا يمس الرجل الدرهم فيها كتاب الله وهو جنب، قال: وقال عطاء والقاسم: يمسها إذا كانت مصرورة في خرقه". (مصنف ابن أبي شيبة، باب الرجل يمس الدرهم وهو جنب: ۱/۱۷۷، نمبر ۱۲۱۹، مصنف عبد الرزاق، باب مس المصحف والدرهم التي فيها القرآن، انیس)

(۴) ولا تكره قراءة القرآن للمحدث ظاهراً أي على ظهر لسانه حفظاً بالإجماع. غنية المستملی: ص ۵۷. والوضوء لمطلق الذكر مندوب وتركه خلاف الأولى. (الدر المختار على رد المحتار، أبحاث الغسل، بعد مطلب يطلق الدعاء الخ: ۱۷۱، ظفیر)

جنبی کا قرآن چھونا اور دوسری جگہ لے جانا:

سوال: قرآن شریف غسل کی حاجت میں چھوسکتا ہے اور ہاتھ میں لیکر کہیں لے جاسکتا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب: وبالله التوفیق

جنابت اور حاجت غسل کی حالت میں قرآن پاک پر کپڑا لپٹا ہوا ہو تو اس کے اوپر سے چھوسکتے ہیں۔ (۱)
اور ساتھ میں لے جا بھی سکتے ہیں، بغیر کسی حائل کے جنابت کی حالت میں، اسی طرح بے وضو کی حالت میں بلا کسی حائل کے نہیں چھوسکتے۔ (۲) فرق یہ ہے کہ بے وضو کے زبان سے بلا قرآن پاک چھوئے ہوئے پڑھ سکتا ہے۔ (۳) اور حاجت غسل کی حالت میں بلا غسل کئے زبان سے بھی نہیں پڑھ سکتا۔ (۴) فقط واللہ اعلم بالصواب
کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۲۱/۱۰/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: محمود غنی عنہ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۳۴/۱)

حالت جنابت میں کمپیوٹر سے قرآن لکھنے کا حکم:

سوال: جنابت کی حالت میں قرآنی آیات کی کتابت بذریعہ ٹائپ رائٹر یا کمپیوٹر کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

شریعت مقدسہ میں قرآن کریم کا احترام اصلاً مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ جب آدمی کے لئے قراءت قرآن (تلاوت کرنا) درست نہیں، اسی طرح فقہاء کرام نے جب کے لئے قرآن کریم کا لکھنا بھی منع فرمایا ہے۔ چونکہ ٹائپ رائٹر اور کمپیوٹر کے ذریعے حالت جنابت میں قرآن لکھنا ہوتا ہے اس لئے درست نہیں۔ (۵)

(۱) حرمة مس المصحف: لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة. (فتاویٰ ہندیہ: ۳۸/۱، رشیدیہ، پاکستان)

(۲) عن عبد اللہ بن أبی بکر عن أبیہ قال: کان فی کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعمر بن حزم: "لا تمس القرآن إلا علی طهر". (الدارقطنی، باب فی نہی المحدث عن مس القرآن، جلد اول، ص ۱۲۸، نمبر ۴۲۹، انیس)

(۳) ولا تکره قراءة القرآن للمحدث ظاهراً أی علی طهر لسانه حفظاً بالإجماع. (غنیة المستملی: ص ۵۷، انیس)
(۴) عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئاً من القرآن". (ابن ماجہ، باب ماجاء فی قراءة القرآن علی طهارة، نمبر ۵۹۵، انیس)

(۵) قرآن لکھنا اس صورت میں ممنوع ہے جبکہ کاغذ پر ہاتھ پڑے اور اگر کاغذ پر ہاتھ نہ لگے تو اس کے جواز میں اختلاف ہے، اسی وجہ سے عند الضرورة گنجائش ہے، اور ٹائپ رائٹر یا کمپیوٹر سے قرآن لکھنے میں نہ الفاظ قرآنی پڑھنے کی نوبت آتی ہے اور نہ ہی چھونے کی، لہذا اس صورت میں قرآن لکھنے کی گنجائش اور واضح ہے، ہاں البتہ خلاف ادب ہوگا، جیسا کہ خطاوی کی عبارت سے واضح ہے۔ انیس

البتہ بے وضوان جدید ذرائع سے کتابت قرآن کی جاسکتی ہے بشرطیکہ قرآنی آیات کو ہاتھ نہ لگے۔
 لما فی الہندیۃ: ”والجنب لا یکتب القرآن وإن كانت الصحیفۃ علی الأرض ولا یضع یدہ علیہا
 وإن کان مادون الآیۃ“۔ (الفتاویٰ الہندیۃ: ج ۱ ص ۳۹، الفصل الرابع فی أحكام الحيض) (۶)
 (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۶۶)

غسل کی حاجت میں قرآن شریف کو ہاتھ میں لے کر مسجد میں جانا:

سوال: غسل کی حاجت میں قرآن شریف کو ہاتھ میں لے کر مسجد میں جاسکتا ہے، اس ارادہ سے کہ، میں وہاں
 جا کر اور پہلے غسل اتار کر، نماز پڑھنے کے بعد، میں قرآن مجید پڑھوں گا؟

الجواب: ————— وباللہ التوفیق

پاک کپڑے میں لپیٹ کر لے جاسکتا ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب
 کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۲۱/۱۰/۱۳۸۵ھ
 الجواب صحیح: محمود عفی عنہ (منتجبات نظام الفتاویٰ: ۱۵۵)

جنبی کا کتب تفسیر و حدیث اور ترجمہ قرآن کو ہاتھ لگانا:

سوال: جنبی کے لئے کتب حدیث و تفسیر کو چھونا یا پڑھنا یا حدیث و قرآن کا ترجمہ لکھنا یا زبانی پڑھنا شرعاً
 جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ————— باسم ملہم الصواب

جنبی کے لئے کتب حدیث و فقہ کو چھونا و پڑھنا درست ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور کتب تفسیر میں اگر تفسیر غالب ہو تو
 چھونا درست ہے ورنہ نہیں۔ قرآن لکھنے کے جواز میں اس صورت میں اختلاف ہے جبکہ کتابت اس طور پر ہو کہ کاغذ کو
 ہاتھ نہ لگے، عند الضرورة اس کی گنجائش ہے لیکن کاغذ کو ہاتھ لگانا کسی صورت میں جائز نہیں، ترجمہ قرآن کو بھی بے وضو
 چھونے کے بارے میں فقہار رحمہم اللہ تعالیٰ نے بحکم قرآن قرار دیا ہے۔

(۶) قال السيد أحمد الطحطاوى: ”وأما كتابة القرآن فلا بأس بها إذا كانت الصحیفۃ علی الأرض عند أبي
 يوسف لأنه ليس بحامل للصحیفۃ وكره ذلك محمدٌ وبه أخذ مشايخ بخارى“۔ (الطحطاوى علی مراقی الفلاح:
 ج ۱ ص ۱۱۵، باب الحيض)

(۱) لا يجوز لهم أو للجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة. (الفتاویٰ
 الہندیۃ: ۳۸/۱، انیس)

قال فی الدر المختار: ”وقد جوز أصحابنا مس كتب التفسير للمحدث، ولم يفصلوا بين كون الأكثر تفسيراً أو قرآناً، ولوقيل به اعتباراً للغالب لكان حسناً، قلت: لكنه يخالف ما مر فتدبر.“
قال العلامة ابن عابدين: (قوله فتدبر): ”لعله يشير به إلى أنه يمكن ادعاء تقييد إطلاق المتن بما إذا لم يكن التفسير أكثر، فلا ينافي دعوى التفصيل“. (الدر المختار مع رد المحتار، قبل باب المياہ: ۱/۱۶۴)

وفی الدر: ”(و) لا تکره (کتابہ قرآن والصحیفۃ أو اللوح علی الأرض عند الثانی) خلافاً لمحمد، وینبغی أن یقال إن وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا وبين یدہ یؤخذ بقول الثانی وإلا فبقول الثالث قالہ الحلبي“. (الدر المختار مع رد المحتار، قبل باب المياہ: ۱/۱۶۴)

وفی باب حیض منہ: ”(وقراءۃ قرآن) بقصدہ (ومسہ) ولو مکتوباً بالفارسیۃ فی الأصح“. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/ ذی قعدہ ۸۷ھ (حسن الفتاویٰ: ۳۶/۲)

جنابت کی حالت میں بوقت ضرورت مسجد میں جانا:

سوال: اگر مسجد کے باہر گرم پانی میسر نہ ہو اور ٹھنڈے پانی سے غسل میں تکلیف ہوتی ہو تو گرم پانی کے لئے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ایسا ہی بسا اوقات پانی کے پمپ کا بٹن مسجد کے اندر ہوتا ہے، تو کیا جب شخص پانی کی مشین چلانے کے لئے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے؟

الجواب

اگر مسجد سے باہر غسل کا انتظام نہ ہو اور ضرورت کے تحت مسجد میں داخل ہونا ضروری ہو تو تیمم کر کے مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ (۱)

قال ابن عابدين: ”لكن لقائل أن يقول: إن مراد المبتغى أن الجنب إذا وجد ماءً في المسجد وأراد دخوله لاغتسال تیمم ويدخل“. (رد المحتار على الدر المختار، باب التيمم: ج ۱ ص ۲۴۳) (۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۸)

(۱) أبوداؤد باب في الجنب يدخل المسجد، ص ۳۴، نمبر ۲۳۲۔ انیس

(۲) قال إبراهيم الحلبي: ”جنب وجد الماء في المسجد ولم يجده في غيره وليس معه أحد يأتيه به، تیمم لأجل الدخول“. (كبرى، باب التيمم: ص ۷۲)

بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا:

سوال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا جائز تھا یا نہیں؟ اگر جائز تھا تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی یا سب کے واسطے برابر کا حکم ہے؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا دروازہ مسجد میں تھا، لہذا بحالت جنابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مروی اجازت تھی۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۲/۱۳۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۲/۱۳۵۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۱۳-۱۱۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ بحالت جنابت مسجد سے گزرنے کی ممانعت سے مستثنیٰ کیوں:

سوال: عن أبي سعيد رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي: "يا علي! لا يحل لأحد يجنب في هذا المسجد غيري وغيرك" وقال علي بن المنذر: قلت لضرار بن صرد: "ما معنى هذا الحديث؟" قال: "لا يحل لأحد يستطرقة جنباً غيري وغيرك". (ترمذی مع العرف الشذی، أبواب المناقب: ج ۲ ص ۲۱۴)

(۳) عن أبي بكرة ٢ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل في صلاة الفجر، فأوماً بيده أن مكانكم، ثم جاء ورأسه يقطر، فصلى بهم.

وعن يزيد بن هارون قال: أخبرنا حماد بن سلمة بإسناده ومعناه، وقال في أوله: فكبر، وقال في آخره فلما قضى الصلاة قال: إنما أنا بشر، وإنى كنت جنباً. (سنن أبي داود: ۳۵/۱، باب الجنب يصلى بالقوم، وهوناس، إمداديه، ملتان) قال العلامة السهارنفورى تحت هذه الأحاديث: أخرج الترمذی في سننه بسنده عن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي: يا علي! لا يحل لأحد أن يجنب في هذا المسجد غيري وغيرك..... فلما كان يحل لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم استطرق المسجد جنباً لا يستدل به لغيره، ولولم يكن له حلالاً، لم يكن الله ليدعه أن يدخل المسجد في حالة الجنابة وهو عليه حرام. (بذل المجهود في حل أبي داود: ۱۴۱/۱، باب في الجنب يصلى بالقوم وهوناس، مكتبة إمداديه، ملتان)

وكذا في قوت المغتذى على هامش الترمذی: ۲/۲۱۴، أبواب المناقب، مناقب علي بن أبي طالب رضى الله تعالى عنه، سعيد. جسرة بنت دجاجة، قالت: سمعت عائشة رضى الله عنها تقول: جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، ووجوه بيوت أصحابه شائعة في المسجد، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: وجوه هذه البيوت عن المسجد، ثم دخل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولم يصنع القوم شيئاً رجاء أن تنزل فيهم رخصة،

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ اے علی! میرے اور تمہارے علاوہ کسی کے لئے اس مسجد میں جنابت کی حالت میں رہنا جائز نہیں ہے۔ علی ابن منذرؒ کہتے ہیں: کہ میں نے ضرار ابن صردؓ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا، تو انھوں نے جواب دیا: کہ مطلب یہ ہے کہ جنبی ہونے کی حالت میں مسجد سے گزرنا میرے اور تمہارے علاوہ کسی کے لئے روا نہیں ہے۔“

سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بحالت جنابت دخول مسجد کی ممانعت سے مستثنیٰ کیوں رکھا گیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشریت سے خارج نہیں ہیں؟

الجواب

حالت جنابت میں استسراق مسجد کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر ائمہ سب کے لئے قائل ہیں، ان کا استدلال آیت:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا“ (سورة النساء)

(اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے، یہاں تک کہ غسل کرلو) سے ہے۔

یہ حضرات جمع بین الحقیقۃ والحجاز کے قائل ہیں۔ بطور صنعت استخدام، صلوٰۃ سے اول (حالت نشہ) میں ”حقیقت نماز“ اور ثانی (حالت جنابت) میں ”موضع صلوٰۃ“ یعنی مسجد مراد لیتے ہیں اور ”عابری سبیل“ سے استسراق یعنی حقیقی معنی مراد لیتے ہیں۔ (۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو کہ جمع بین الحقیقۃ والحجاز کے مانع ہیں ”صلوٰۃ“ کو ہر دو امور (حالت نشہ و جنابت) میں حقیقت پر حمل کرتے ہیں اور ”عبور سبیل“ کو سفر پر حمل کرتے ہیں اور حالت سفر میں بغیر غسل، تیمم سے نماز کی اجازت دیتے

== فخرج إليهم فقال: وجهوا هذه البيوت عن المسجد، فإني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب. (سنن أبي داؤد: ۳۴/۱، باب في الجنب يدخل المسجد، امداديه)

مسجد میں بحالت جنابت داخل ہونا اس وقت بھی جائز نہ تھا اور اب بھی کسی کیلئے جائز نہیں۔

ويحرم دخول المسجد بالحدث الأكبر لا مصلی عيد وجنازة، الخ. (الدر المختار: ۱/۱۷، باب الغسل، سعيد، وكذا في بدائع الصنائع: ۲۸۱/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) قال ابن رشد في بداية المجتهد: وقوم منعوا ذلك إلا لعابر فيه لا مقيم ومنهم الشافعي. (بداية المجتهد: ج ۱ ص ۳۵)

ہیں۔ اس لئے کہ عدم وجدان ماء، سفر میں عذر ہے حضر میں نہیں ہے، کیونکہ یہ چیز حضر میں عموماً نہیں پائی جاتی۔ (۲)
 دوسری توجیہ حنفیہ کے یہاں ”عبور سبیل“ کی مخصوص اس حالت کے ساتھ ہے کہ کسی کو مسجد میں جنابت بالاحتلام عارض ہوگئی اس کو بالتیمم اور بعض ائمہ (غالباً بخاریؒ بھی ان ہی میں سے ہیں) بغیر تیمم اس آیت سے ”عبور سبیل“ اور ”خروج عن المسجد“ کی اجازت دیتے ہیں۔ (۳)

بہر حال جب کے لئے استطر اق مسجد مطلقاً ممنوع ہی نہیں تاکہ اشکال کیا جائے جو احادیث ممانعت پر دال ہیں، وہ صراحۃً یا بعض مراداً دخول کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں اور مسئلہ عنہا روایت استطر اق پر دلالت کرتی ہے۔
 اس لئے مخالفت اصل مذاہب نہ ہوگی اس صورت میں اوروں کو منع کرنا حقیقت میں فتح ابواب الی المساجد سے کنایہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ نہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بلکہ جملہ ازواج کے حجرے سب کے دروازے مسجد ہی کی طرف تھے اور علاوہ نماز کے جملہ امور مسلمین مسجد میں انجام پاتے تھے۔ مجلس قضا بھی یہیں ہوتی تھی۔ مجالس تعلیم و مشاورت بھی یہیں منعقد ہوتی تھیں اور دیگر امور متعلقہ بالامت یہاں ہی انجام پاتے تھے۔ اس لئے ہر وقت مسجد میں آمد و رفت کی ضرورت پڑتی تھی۔ اس لئے بخاری رحمہ اللہ نے ابواب مسجد میں ان جملہ امور کے لئے ابواب منعقد کئے ہیں۔

(۲) قال فی البدائع: ”ولا یباح للجنب دخول المسجد وإن احتاج إلى ذلك یتیمم ویدخل سواء کان الدخول لقصد المکث أو للاجتياز عندنا وقال الشافعی: یباح له الدخول بدون التیمم إذا کان مجتازاً واحتج بقوله تعالى: يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنْبًا إِلَّا عَابِرِ سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا“۔
 قيل: المراد من الصلوة مكانها وهو المسجد كذا روى عن ابن مسعود، وعابر سبیل هو المار یقال: عبرأى مر، نهی الجنب عن دخول المسجد بدون الاغتسال واستثنیٰ عابر السبیل وحکم المستثنیٰ یخالف حکم المستثنیٰ منه فیباح له الدخول بدون الاغتسال۔

ولنا ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: سدوا الأبواب فإنی لا أحلها لجنب ولا لحائض“۔
 والهاء كناية عن المساجد، نفى الحل من غير فصل بين المجتاز وغيره۔

وأما الآية فقد روى عن عليّ وابن عباس: أن المراد هو حقيقة الصلوة وأن عابر السبیل وهو المسافر الجنب الذى لا يجد الماء یتیمم فكان هذا إباحة للصلوة بالتیمم للجنب المسافر إذا لم يجد الماء وبه نقول، وهذا التأويل أولى لأن فيه بقاء اسم الصلوة على حالها۔ (بدائع الصنائع: ج ۱ ص ۳۸)

(۳) نقل العلامة الشامی: ولو أصابته جنابة فی المسجد قيل: لا یباح له الخروج من المسجد من غیر تیمم اعتباراً بالدخول، وقيل: یباح۔ (شامی: ج ۱ ص ۱۷۲)

بنائے علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ مسجد ہی کی طرف دروازہ رکھیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بوقت مواخاۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حلیف اور اخ (بھائی) بنایا اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بعد از بدر نکاح کر دیا اور ان کی آمد و رفت اور دوسری ضروریات متقاضی تھیں کہ ان کا دروازہ بھی مسجد ہی کی طرف رکھا جائے، دوسرے لوگوں نے بھی اپنے اپنے دروازے مسجد کی طرف بنائے۔

اس حدیث میں ان کو دروازے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی علت فرمائی گئی ہے کہ دروازوں کا مسجد کی طرف رہنا ”مرور فی المسجد فی حالة الجنابة“ کو مستلزم ہے اور یہ درست نہیں ہے۔

مگر چونکہ حسب قاعدہ ”الضرورات تبیح المحظورات“ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلئے ایسی ضرورتیں تھیں، جس کی بنا پر اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، اس لئے اور دروازے بند کر دیئے جا سکتے ہیں، صرف یہ دروازے کھلے رہیں۔ (۱)

اس کے بعد سب لوگوں نے اپنے اپنے دروازے دوسری طرف کھول لئے۔

مگر چونکہ نمازوں میں اور جماعت کے اوقات میں شرکت جماعت میں مشکلات حائل ہوں، تو کھڑکیوں کی اجازت چاہی، چنانچہ اس کی اجازت دیدی گئی کہ اس میں ”استطراق فی حالة الجنابة“ کی نوبت نہیں ہو سکتی تھی۔

پھر آخر میں ان خوخت (کھڑکیوں) کو بھی بند کر دیا گیا اور صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خونے کی اجازت دی گئی۔ جس سے ائمہ نے خلافت کی طرف اشارۃً استنباط کیا ہے۔ مساجد کی تعظیم اور ان کو امتہان سے بچانے کا حکم بھی تدریجاً ہوا ہے۔

چنانچہ یہ روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے حالت جنابت میں ”بالتیمم مرور“ کی اجازت اور خاص خاص احوال میں اجازت، ائمہ نے مجموعۂ احادیث سے جو کہ آخری استقراء حکم پر دلالت کرتی ہیں استنباط کیا ہے۔ واللہ اعلم (مکتوبات: ۲۴۰/۱ تا ۲۴۲)۔ (فتاویٰ شیخ الاسلام: ج ۱۸ ص ۲۱۸)

ناواقفیت میں بحالت نایا کی، نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: کسی شخص کو رات کے وقت احتلام ہو جائے اور ناواقفیت ہی میں وہ مسجد جا کر صبح کی نماز پڑھ لے، تو کیا گناہ گار ہوگا؟

(۱) قال الشامي: وفيه: وقد علم أن دخوله صلى الله عليه وسلم المسجد جنباً ومكثه فيه من خواصه وكذا هو من خواص على رضي الله عنه كما ورد من طرق ثقات تدل على أن الحديث صحيح. (رد المحتار: ۱۷/۱)

الجواب _____ وبالله التوفیق

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں جب کہ ناواقفیت کی بنیاد پر نجاست کی حالت میں نماز پڑھ لے، تو وہ گناہ گار نہ ہوگا۔ (۱) لیکن ناپاک کا احساس ہوتے ہی غسل کر کے، نماز کا اعادہ اس پر لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمد عثمان غنی۔ ۱۴/۱۲/۱۳۷۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۶۱، ۶۰، ۶۲)

جنبی کا مسجد کے غسل خانہ میں غسل کرنا کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام کہ بیوی سے جماع کرنے کے بعد حالت جنابت میں مسجد میں جا کر غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً و مصلیاً

مسجد کے غسل خانوں تک جانے کا راستہ مسجد کے باہر سے ہو تو بلاشبہ جاسکتے ہیں مگر اتنی تاخیر قطعاً درست نہیں۔
كما في البدائع: ولا يباح للجنب دخول المسجد إن احتاج إلى ذلك تيمم ويدخل سواء كان الدخول لقصد المكث أو للاجتناب (إلى قوله) (ولنا) ماروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "سدوا الأبواب فإني لا أحلها لجنب ولا لحائض"، والهاء كناية عن المساجد، الخ. (۳۸/۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ، پاکستان، سیریل نمبر: ۱۱۴۰۴)

ناپاک کپڑا غسل جنابت کے بعد پاک کرے یا پہلے:

سوال: حالت جنابت میں کپڑا جو ناپاک ہو گیا ہو اس کو غسل جنابت کے بعد پاک کرنا چاہیے یا غسل جنابت سے پہلے اور حالت جنابت میں کپڑا دھونے سے پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب _____

حالت جنابت میں ناپاک کپڑے کو دھو کر پاک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لوگوں کا یہ خیال کہ جنابت کی حالت میں ناپاک کپڑا دھونے اور پاک کرنے سے کپڑا پاک نہیں ہوتا، غلط ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۲۷/۲)

(۱) عن أبي ذر الغفاري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه". (سنن ابن ماجه، باب طلاق المكره والناسي: ص ۱۳۸)

(۱) عن أبي هريرة قال: قال لقيني رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا جنب فأخذ بيدي فمشيت معه حتى قعد فانشلك فأتيت الرحل فاعتسلت ثم جئت وهو قاعد فقال: أين كنت يا أبا هريرة! فقلت له، فقال: سبحان الله! "إن المؤمن لا ينجس". (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، باب مخالطة الجنب وما يباح له، انیس)

متفرقات غسل

غسل کے پانی کی چھینٹوں کا حکم:

سوال: غسل کے وقت نیچے سے چھینٹیں اٹھ کر بالٹی میں گرتی ہیں تو یہ پاک ہے یا ناپاک؟ بیٹو! تو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملهم الصواب

پاک ہے اور اس سے غسل بھی صحیح ہے، کیونکہ مستعمل پانی دوسرے پانی سے کم ہو تو وہ مطہر ہے، البتہ مستعمل پانی زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو اس سے غسل درست نہیں۔

قال في العلائية: فإن المطلق أكثر من النصف جاز التطهير بالكل وإلا لا. (رد المحتار: ۱/۱۲۸) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غره ذی قعدہ ۹۳ھ (حسن الفتاویٰ: ۴۱۲)

بحالت غسل جنابت چھینٹ ٹب میں پڑنے سے پانی ناپاک ہوگا یا نہیں:

حالت جنابت میں غسل کرتے وقت بالٹی یا ٹب میں چھینٹ پڑتے رہتے ہیں، اب اس کا پانی پاک رہتا ہے یا ناپاک ہو جاتا ہے، ٹب یا بالٹی سے پانی نکالنے کے لئے ہاتھ بھی ڈالتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس پانی سے وضو یا غسل جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب: _____ وباللہ التوفیق

جس جگہ بدن پر ناپاکی لگی ہو، اگر وہاں سے اچھل کر چھینٹ پانی میں گرے گی، تو بالٹی کے پانی کو ناپاک کر دیگی، (۲) جس سے غسل جائز نہیں ہوگا۔

(۱) الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، مطلب فی مسألة الوضوء من الفساقی. انیس

(۲) و کل ماء وقعت فیہ نجاسة لم یجز الوضوء به قلیلاً کان أو کثیراً. (قدوری علی اللباب: ۴۴/۱، دار الایمان، سہارنپور)

اور اگر دوسری جگہ سے اچھل کر بالٹی میں چھینٹ گرے گی تو بالٹی کا پانی ناپاک نہ ہوگا جس سے وضو غسل درست ہو جائے گا۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۱۲/۷/۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، محمد جمیل الرحمان، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (منتجات نظام الفتاویٰ: ۱۵۳/۱)

غسل کی چھینٹ گھرے پر پڑے تو پانی کا کیا حکم ہے:

سوال: بعد طہارت مقام نجس اور بعد وضو کے غسل کرتے وقت جو چھینٹ غسل کی گھرے کے پانی میں پڑے اس سے پانی ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اس میں احتیاط کرنی چاہئے، تھوڑی بہت چھینٹوں سے وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۰/۱، ۱۶۱)

غسل خانے کی دیواروں پر جو چھینٹیں پڑتی ہیں اس سے غسل میں نقص نہیں ہوتا:

سوال: غسل کرتے وقت جو چھینٹیں غسل خانہ کی دیوار پر پڑتی ہیں اس سے غسل میں کچھ نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

غسل ہو گیا، کچھ خرابی نہیں رہی۔ (۳) وہم نہ کیا جاوے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۷/۱، ۱۵۸)

تالاب میں غسل:

سوال: تالاب میں نہاتے ہیں جہاں بہت سے ہندو لوگوں کے ساتھ نہانا ہوتا ہے، اور ان کے بدن اور کپڑے کی چھینٹیں بھی لگتی ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(۱) (و) عفی (دم سمک) الخ وانتضاح غسالة لا تظهر مواقع قطرها في الإناء عفو (درمختار) وفي الفتح: وما ترشش على الغاسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع عنه مادام في علاجه لا ينجسه لعموم البلوى، الخ. (رد المحتار، باب الأنجاس، مطلب العرق الذي يستقطر الخ: ۳۰۰/۱، انیس)

(۲) (و) عفی (دم سمک) الخ وانتضاح غسالة لا تظهر مواقع قطرها في الإناء عفو (درمختار) وفي الفتح: وما ترشش على الغاسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع عنه مادام في علاجه لا ينجسه لعموم البلوى، الخ. (رد المحتار، باب الأنجاس، مطلب العرق الذي يستقطر، الخ: ۳۰۰/۱)

(۳) فقہانے لکھا ہے: ”المشقة تجلب التيسير“ پھر لکھا ہے ”واعلم أن أسباب التخفيف في العبادات أو غيرها سبعة“ ان میں چھٹا سبب عموم بلوی کو شمار کیا ہے اور اس قسم کے تحت جزئیات میں جو امر قابل درگزر ہے غسل خانہ کی دیوار کو بھی لکھا ہے: و كذا الحمام إذا أهرق فيه النجاسات فعرق حيطانها وكوتها وتقاطر منه. (الأشباه والنظائر: ص ۹۸، ظفیر مفتاحی)

الجواب

اس صورت میں غسل جائز ہے ناپاکی کا وہم نہ کرنا چاہئے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۳/۱)

غسل کے بعد نجاست لگی لنگی کا حکم:

سوال: زید کو رات میں احتلام ہوا اور گندگی لنگی کے اکثر حصہ میں پھیل گئی، جب وہ نہانے گیا تو پہلے جہاں جہاں گندگی تھی پہلے ان جگہوں کو دھلا، پھر وضو، غسل مع فرائض کے ادا کیا۔ اب جب وہ دوسری لنگی بدلے گا تو پہلے برہنہ ہو کر پھر دوبارہ بدن دھل کر بدلے گا جب ہی پاک ہوگا، جیسے عام طور پر لوگ غسل بعد لنگی یا اور کوئی کپڑا بدلتے ہیں، تو کیا ان صورتوں میں زید پاک ہوگا یا نہیں؟

ہوالمصوب

دریافت کردہ صورت میں جب گندگی دور ہوگئی تو کپڑا پاک ہو گیا۔ (۲) لہذا جس طرح پاک کپڑے عام حالات میں بدلے جاتے ہیں اسی طرح یہ کپڑا بھی بدل جائے گا۔

نوٹ: اگر کپڑے کو اسی طرح پاک کر لیا ہے کہ اس کی نجاست جسم تک نہیں پہنچ سکی، یا اگر پہنچ گئی تھی تو جسم کو بھی نجاست سے پاک کر لیا ہے جسم اور کپڑا پر اب نجاست نہیں ہے تو اسی طرح کپڑا بدل لے، برہنہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۳۳/۱)

دوران اعتکاف غسل فرض ہو جائے تو کیا کرے:

سوال: السلام علیکم! کیا عورت اعتکاف کے دوران غسل کر سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر احتلام وغیرہ کی صورت میں غسل واجب ہو تو اعتکاف کے دوران بھی غسل کر سکتی ہے اس کے علاوہ نہیں۔ (۳)

- (۱) یقین لا یزول بالشک۔ (الأشباه والنظائر، مطبوعه نول کشور، لکھنؤ، القاعدة الثالثة، ظفیر)
- (۲) (ویطهر منی) أى محله الخ (وإلا) یکن یابساً (فیغسل) کسائر النجاسات، إلخ (وبدن علی الظاهر) من المذهب. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب الأنجاس: ۳۱۲/۱ تا ۳۱۲/۳، انیس)
- (۳) یہ حکم اس وقت ہے جب اعتکاف واجب ہو، جیسے اعتکاف نذر، البتہ اعتکاف سنت یا نفل ہو تو مطلقاً غسل کے لئے ٹکنا جائز ہے۔ (وحرّم علیه) أى علی المعتکف اعتکافاً واجباً أما النفل فله الخرج لأنه منه له لا مبطل. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب الاعتکاف: ۴۴۲/۲، ۴۴۵۔ انیس)

وفی الدر المختار: (و حرم علیہ) (الخروج إلی الحاجة الإنسان) طبعیة کبول و غائط و غسل لو احتلم. (۴۴۴/۲، ۴۴۵) واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ پاکستان فتویٰ نمبر: ۴۳۰۴۷)

بیڈروم کے ساتھ حمام:

سوال: گھر میں بیڈروم کے ساتھ بیت الخلا اور غسل خانہ بنانا کہاں تک جائز ہے؟ کیوں کہ آج کل دونوں کو ملا کر بنانے کا فیشن ہو گیا ہے؟

الجواب

شریعت نے مکانات کے ڈیزائن اور مکان میں کس ضرورت کا حصہ کس جانب ہو؟ اس کی تعیین میں تکلف اور تحدید سے کام نہیں لیا ہے اور اسے لوگوں کی سہولت پر رکھا ہے، اگر رہائشی کمرہ کے ساتھ حمام بنانے میں سہولت بہم پہنچتی ہو، تو اس میں کوئی قباحت نہیں، بیمار اور معذور لوگوں کو خاص کر اس میں آسانی ہوتی ہے، نیز اگر خاندان کے مختلف افراد کی مشترک رہائش ہو، اور کسی مرد یا عورت کو غسل کی ضرورت پیش آجائے اور کھلے عام غسل کرنے میں حجاب ہو، تو ایسے حمامات آسانی کا باعث ہوتے ہیں، اور حیا کے تقاضے کو پورا کرتے ہیں، اس نقطہ نظر سے یہ صورت بہتر معلوم ہوتی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۶۰/۲-۶۱)

سوئمنگ پول میں غسل کرنے کا حکم:

سوال: آج کل غسل کے لئے بعض مقامات پر سوئمنگ پول بنادیئے گئے ہیں جو درہ درہ حوض (ایک صد ذراع) سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں، ان میں غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جو حوض درہ درہ ہو تو مفتیٰ بقول کے اعتبار سے اس کا پانی ماء جاری کے حکم میں ہے، لہذا صورتِ مسئلہ میں سوئمنگ پول اگر درہ درہ ذراع یا اس سے زیادہ ہو تو وہ ماء جاری کے حکم میں ہے اس لئے اس میں غسل کرنا جائز ہے، البتہ چونکہ سوئمنگ پول میں غسل کرنا کفار اور فساق کا وطیرہ ہے اس لئے ایسی جگہوں میں غسل کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

لما قال طاہر بن عبد الرشید: ”الحوض الكبير مقدر بعشرة أذرع في عشرة أذرع..... وعليه

الفتوى“ خلاصة الفتاوى: ج ۳ ص ۳، کتاب الطہارۃ (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۵)

(۱) التقدير بعشر في عشر هو المفتي به قال السيد أحمد الطحطاوى: (قوله هو المفتي به) هو قول عامة المشايخ (خانية) وهو قول الأكثر وبه نأخذ (نوازل) وعليه الفتوى، كما في شرح الطحاوى. (طحطاوى حاشية مراقى الفلاح: ص ۲۱، كتاب الطهارة، بحث أقسام المياه، ومثله في الهندية: ج ۱ ص ۱۸، الباب الثالث في المياه)

ناپاک پانی سے غسل جائز نہیں:

سوال: نجس پانی سے غسل جائز نہیں، اگر جائز ہے تو کس وقت میں اور نجس پانی سے اگر غسل کرے تو مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں اور قرآن شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

نجس پانی سے غسل واجب (۱) نہیں اور وہ غسل معتبر نہ ہوگا، یعنی جنابت سے نہ نکلے گا، پس مسجد میں داخل ہونا اور قرآن شریف پڑھنا اس کو درست نہیں۔
در مختار میں ہے:

(یرفع الحدث) مطلقاً (بماء مطلق)، قال فی الشامی: فخرج المقيّد والماء المتنجس والماء المستعمل، بحر. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۷۷)

نجس بدن پر نجس صابون مل کر پانی بہا دینا کافی ہے یا نہیں:

سوال: نجس بدن پر نجس صابون مل کر پانی بہا دینا کافی ہے یا نہیں؟

الجواب

اس صابون کے دھو دینے اور بہا دینے سے بدن پاک ہو جاوے گا۔ (۳) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۳۵۹)

جو عورت غسل سے معذور ہو اس سے مباشرت کرنا:

سوال: ایک شخص کی بیوی دائم المریضہ ہے غسل سے معذور رہتی ہے اور کمزور بہت ہے غسل سے تکلیف ہو جاتی ہے، مگر خاوند ضرورۃً ہمبستر ہو گیا اور بیوی سے کہا کہ غسل کی نیت سے تیمم کر کے نماز پڑھتی رہو، تا وقتیکہ غسل نہ کر سکے، تو کیا یہ جائز ہوگا، ایسی حالت میں خاوند کا ہمبستر ہونا اور بیوی کا تیمم کے ساتھ نمازیں ادا کرنا؟ بینوا تو جروا۔

(۱) یعنی جائز نہیں، انیس

(۲) رد المحتار، باب المیاء: ۱/۱۶۵، ۱۶۶۔ ظفیر

(۳) ویطهر بدن المصلی وثوبه ومكانه عن نجس مرئی بزوال عینہ وإن بقی أثر یشق زوالہ بالماء متعلق بقولہ بزوال عینہ وبکل مائع طاهر مزیل کخل ونحوہ وأما لم یرأثره یغسله ثلاثاً وأثره فی کل مرة إن أمکن، إلخ. (شرح الوقایة، باب الأنجاس: ۱/۱۳۷، ظفیر)

الجواب ————— وباللہ التوفیق

یہ صورت جائز ہے، شوہر کے لئے ہمبستر ہونا بھی جائز اور بیوی کے لئے تیمم سے نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم
(فتاویٰ دارالعلوم یعنی امداد المفتین: ص ۲۳۵)

سفر میں غسل جنابت:

سوال: بکر ریل میں سفر کر رہا تھا اور اسے منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے دو یا تین دن لگتے ہیں، اگر اس دوران سفر غسل کی حاجت ہو جائے تو وہ کس طرح پاکی حاصل کر کے نماز پڑھے؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

ریل میں پانی بھی ہوتا ہے اور غسل کی بھی جگہ ہوتی ہے، وہاں غسل کر لے، غسل خانہ نہ ہو تو پہلے بیت الخلا میں پانی بہا دے پھر غسل کر لے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبدۃ دغفرلہ (فتاویٰ ۰ دیہ: ۱۱۲۵)

پانی تھوڑا ہو تو میت، جنبی اور حائضہ میں سے کس پر صرف کیا جائے:

سوال: دو مرد ایک عورت ایک ایسی جگہ پر محبوس ہیں جہاں پانی نہ دے۔ ان کے پاس صرف اس قدر پانی ہے کہ ایک آدمی غسل کر سکتا ہے۔ عورت حیض سے پاک ہوئی۔ مرد جنبی۔ پھر دو مردوں میں سے ایک مر جاتا ہے۔ اب یہ پانی کس پر صرف کیا جائے؟ میت پر، جنبی پر، یا حائضہ پر؟ (حافظ محمد افضل اوکاڑہ)

الجواب

الجنب أولى بمباح من حائض أو محدث ومیت ولولا حدہم فہو أولى ولو مشترکاً ینبغی صرفہ للمیت۔ اھ۔ (درمختار علی الشامی: ج ۱ ص ۱۸۶)
اگر یہ پانی کسی کا مملوک ہے تو وہی استعمال کرے۔ سب کا مشترک ہے تو میت پر صرف کیا جائے اور اگر مباح ہے تو جنبی اولیٰ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۳/۲/۱۳۹۶ھ (خیر الفتاویٰ: ۲/۹۱-۹۰)

(۲) (وسننہ) کسنن الوضوء سوی الترتیب وآدابہ کآدابہ۔ (الدر المختار: ۱۵۶/۱، مطلب سنن الغسل، سعید۔ ومن آدابہ... والجلوس فی مکان مرتفع تحرزاً عن الماء المستعمل لوقوع الخلاف فی نجاستہ ولأنہ مستقذر۔) (الدر المختار: ۱/۱۲، آداب الوضوء، سعید، وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۹/۱، الفصل الثالث فی المستحبات، رشیدیہ، وکذا فی إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح: ۸۲، فصل فی آداب الوضوء، حقانیہ)

نایا کی کی حالت میں نماز، اندیشہ کفر ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

- (۱) ایک عورت اپنے علم کے مطابق یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھ پر غسل واجب نہیں ہوا، بغیر غسل کے نماز پڑھ لے اور بعد میں مسئلہ دریافت کرنے پر پتہ چلے کہ اس حالت میں غسل فرض ہو جاتا ہے؟
- (۲) ایک عورت کو پتہ چلے کہ مجھ پر غسل فرض ہے اور وہ بغیر غسل نماز پڑھ لے؟
- (۳) بغیر وضو نماز پڑھ لے؟

الجواب

- (۱) اس نماز کی قضا کرے جو جنابت کی حالت میں پڑھ چکی ہے۔ (۱)
- (۲-۳) بغیر طہارت کے جان بوجھ کر نماز ادا کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے، کفر تک کا خطرہ ہے فوراً ہی توبہ کر لے اور اس نماز کی قضا کرے اور کئے پر پشیمان اور نادم ہو جائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
- حررہ عبداللطیف غفرلہ، چٹئے مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان، ۲۵/۱۱/۱۳۸۲ھ (فتاویٰ مفتی ۰ جلد اول: ۴۲۳)

×××

- (۱) كما في الدر المختار: والقضاء فعل الواجب بعد وقته، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت، ج ۲ ص ۶۳، طبع مكتبة رشيدية كوئٹہ، وكذا في الهندية: ولو صلى الظهر على ظن أنه متوضي... ثم تبين أنه صلى الظهر من غير وضوء يعيد الظهر خاصة. (كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، ج ۱ ص ۱۲۲، طبع بلوچستان، بك ڈپو كوئٹہ)
- (۲) وكذا في الدر المختار: قلت: وبه ظهر أن تعمد الصلوة بلا طهر غير مكفر، الخ. (أول كتاب الطهارة، ج ۱ ص ۸۱، طبع ايج ايم سعيد، كراچی)

وكذا في شرح الفقه الأكبر: ثم الصلوة بغير طهارة معصية فلا ينبغي أن يقال بكفره إلا إذا استحلفها. (مطلب في إبراء الألفاظ المكفرة التي جمع العلامة بدر الرشيد من أئمة الأحناف، فصل في القراءة والصلوة، ص ۲۸، طبع دار البشائر الإسلامية)

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ
مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا
صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ،
مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ، وَلَكِنْ يُرِيدُ
لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

(سورة المائدة: ٦)

معذور کے احکام

ہاتھ پاؤں سے معذور طہارت میں کس سے مدد لے:

سوال: ہاتھ پاؤں سے معذور شخص ایک عورت سے یا مرد سے، آب دست و موئے زیر ناف کٹوانے اور پاکی و طہارت کے سلسلہ میں دوسروں سے تعاون لے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر تعاون لے سکتا ہے یا لے سکتی ہے تو کس سے؟

الجواب _____ وباللہ التوفیق

موئے زیر ناف اگر بال صفا صابن وغیرہ کوئی چیز لگا کر بلا تعاون صاف کر سکتا ہو تو صاف کرے ورنہ استنجا و طہارت کے طریقہ سے بیوی سے یہ کام لے لے۔ اور عورت ہو تو اپنے شوہر سے یہ کام لے لے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو مرد کسی عورت سے نکاح کر کے اس کے ذریعہ سے یہ کام لے اور عورت کسی مرد سے نکاح کر کے کام لے لے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کوئی مرد، مرد کے لئے ہاتھ میں دستانہ باندھ کر کلوخ سے پہلے مہر ز صاف کرے پھر پانی سے طاہر کر لے اور بیٹا پوتا نواسہ کو تقدیم ہوگی اور عورت کے لئے بیٹی پوتی نواسی ہوں تو ان سے یا بہو سے ورنہ پھر محرم عورت سے اور پھر کسی بھی عورت سے یہ کام لے لے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۳۲/۱)

دونوں ہاتھ کٹا ہوا کیسے وضو کرے:

سوال: ایک شخص جس کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک کٹے ہوئے ہیں تو وہ پیشاب، پاخانہ کر کے کس طرح پاکی حاصل کرے؟ کیا دوسرے کو حق ہوگا کہ وہ اس کے مخرج کو اپنے ہاتھ سے پاک کرے اگر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو وہ اس صورت میں کیا کرے گا؟ نیز اس کے وضو کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب _____ حامداً و مصلیاً

اگر وہ پانی استعمال نہیں کر سکتا تو جواز نماز کے لیے دوسرے سے مخرج دھلوانے پر شرعاً مجبور و مکلف نہیں بغیر پانی

(۱) قوله "أصلاً سقط كمريض" في التاتارخانية: الرجل المريض إذا لم تكن له امرأة ولا أمة وله ابن وأخ وهو لا يقدر على الوضوء، قال: يوضئه ابنه أو أخوه غير الاستنجاء فإنه لا يمس فرجه ويسقط عنه، والمرأة المريضة... ولا يخفى أن هذا التفصيل يجري في من شلت يدها لأنه في حكم المريض. (رد المحتار: ۳۴۱/۱، فصل في الاستنجاء وكذا في التاتارخانية: ۱۰۴/۱، كتاب الطهارة، انيس)

استعمال کیے ہوئے اس کی نماز درست ہوگئی۔ (۱)

ایسی مجبوری کی حالت میں وضو کی جگہ صرف چہرہ کی جگہ دیوار وغیرہ پر کسی طرح مسح کرے کہ چہرہ کا تیمم ہو جائے، اس کی بھی قدرت نہ ہو تو ویسے ہی نماز پڑھ لے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند
جواب صحیح ہے، ہاں اس کی منکوحہ یہ خدمت کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ (۳) اور اس کو اس پر ثواب بھی ملے گا، اس کو ایسا کرنا افضل بھی ہے۔ بندہ نظام الدین عفی عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۱۵/۴۱۶)

ہاتھ پیر دونوں کٹے ہوئے ہوں تو وضو کس طرح کرے:

سوال: ایک شخص ہے جس کے ہاتھ پیر دونوں کٹے ہوئے ہیں وہ وضو پر قادر نہیں، وہ نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب: _____ حامداً و مصلیاً

بلا وضو نماز ادا کرے، البتہ اگر مرتقین یا کعبین میں سے کوئی حصہ باقی ہے تو مقدار فرض کا دھونا واجب ہے۔

”ولو قطعت يده أو رجله فلم يبق من المرفق والكعب شيء سقط الغسل ولو بقي وجب“۔ (کما فی الشامی: ۶۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴۱۶/۴۱۷)

مریض رعشہ کا حکم جو وضو اور استنجے پر قادر نہ ہو:

سوال: میرے بدن میں رعشہ ہے، جس کی وجہ سے چھوٹا بڑا استنجا بھی پوری طرح نہیں ہو سکتا ہے، اور وضو بھی باوجود کوشش کے پوری طرح نہیں ہو سکتی، کہیں سے خشک بھی رہ جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

صورت مسئلہ میں اس شخص کو چاہئے کہ ڈھیلے سے استنجا کر لیا کرے رعشہ پانی کا لوٹا اٹھانے سے تو مانع ہوگا، مگر ڈھیلے کے اٹھانے سے مانع نہ ہوگا، پس ڈھیلوں سے استنجا کر لیا کرے اور وضو اور غسل کی جگہ تیمم کر لیا کرے

(۱) مسئلہ: اگر بایاں ہاتھ بالکل کٹا ہوا ہو اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا ممکن نہ ہو یا اس طور کہ داہنا ہاتھ زخمی ہو یا پوچھنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو اور نہ نلکی کا پانی ہو نہ جاری پانی ہو جس سے وہ صفائی کر سکے اور نہ ہی کوئی پانی بہانے والا ہو تو اس حالت میں استنجا نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ زخمی ہو یا کٹے ہوئے ہوں اور اس کی بیوی نہ ہو یا عورت کا شوہر نہ ہو جو استنجا کرے تو ایسی حالت میں استنجا ساقط ہو جائے گا۔ یہی حکم اس مریض یا مریضہ کا ہے جس کے لیے خود سے پاخانہ یا پیشاب کرنے کے بعد دھونا یا پوچھنا ممکن نہ ہو اور نہ عورت کے لیے شوہر موجود ہو یا شوہر کے لیے بیوی موجود ہو جو استنجا کرے، تو ایسے شخص سے استنجا ساقط ہو جائے گا۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱۰۴/۱۔ الدر المختار: ۳۴۱/۱)۔ (طہارت کے احکام ومسائل ص ۲۲۲، انیس)

(۲) ولو قطعت يده أو رجله فلم يبق من المرفق والكعب شيء سقط الغسل ولو بقي وجب، الفتاویٰ العالمگیرية: ۵/۱، الفصل الأول فی فرائض الوضو (رشیدیہ) من قطعت يده أو رجله وبوجهه جراحة يصبلي بلا وضوء ولا تیمم ولا یعید، (الدر المختار) قوله ”وبوجهه جراحة“ قيد به لأنه لو كان سليماً مسح على الجدار لقصد التيمم. (رد المحتار، کتاب الطہارۃ: ۸۰/۱، سعید، وکذا فی البحر الرائق: ۱۲/۱، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان)

(۳) قوله ”أصلاً سقط كمريض“ فی التاتاریخانیہ: الرجل المريض..... (رد المحتار: ۳۴۱/۱، فصل فی الاستنجاء وکذا فی التاتاریخانیہ: ۱۰۴/۱، کتاب الطہارۃ)

بشرطیکہ سائل صاحب اولاد و صاحب زوجہ نہ ہو اور خدمت کے لئے نوکر رکھنے پر بھی قادر نہ ہو، یا صاحب اولاد و زوجہ ہو اور وہ اس کو وضو اور استنجا کرانے پر راضی نہ ہوں اور اگر بیوی اس پر راضی ہو کہ وضو اور استنجا کر دے تو پھر اسکو تیمم جائز نہیں اور بعض صورتوں میں صرف ڈھیلے سے استنجا بھی جائز نہیں یعنی جب کہ نجاست اپنے مخرج سے تجاوز کر جائے اور بیوی استنجا کرانے پر راضی ہو۔

قال فی الدر، باب التیمم: (أولمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ولو بتجربة، أو لم يجد من يوضئه، فإن وجد ولو بأجرة مثل وله ذلك لا يتيمم في ظاهر المذهب كما في البحر، آه قال الشامي: حاصل ما فيه أنه إن وجد خادماً: أي من تلزمه طاعته (في مثل ذلك) كعبده وولده وأجيريه لا يتيمم اتفاقاً، وإن وجد غيره ممن لو استعان به أعانه ولو زوجته، فظاهر المذهب أنه لا يتيمم أيضاً بلا خلاف، وقيل على قول الإمام يتيمم، وعلى قولهما، لا، كالخلاف في مريض لا يقدر على الاستقبال أو التحول من الفراش النجس ووجد من يوجهه أو يحوله، الخ. (ج ۱ ص ۲۴۰)

تنبیہ: استنجا میں بیوی کے سوا کسی اور سے مدد لینا جائز نہیں، ہاں وضو و غسل میں اولاد اور نوکر سب سے مدد لینا جائز بلکہ ایسے معذور پر واجب ہے۔ لیکن غسل میں پردہ کا اہتمام لنگی وغیرہ سے لازم و ضروری ہے، واللہ اعلم

۲۵ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول، ص ۳۷۵، ۳۷۶)

معذور وضو کرانے کے لئے ملازم رکھ سکتا ہو تو رکھنا ضروری ہے:

سوال: ۱۲ سال کے لڑکے کا کمر سے لے کر نیچے کا حصہ بالکل بے حس ہے۔ لیٹا ہوا، خود اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتا اور کمزور بھی اس قدر ہے کہ ایک پانی کا گلاس خود اٹھا کر چار پائی سے نہیں پی سکتا، پاخانہ، پیشاب بھی دوسرا آدمی اس کو کراتا ہے۔ وہ قریب البلوغ ہے اور خوب سمجھ دار ہے اس پر نماز کا کیا حکم ہے؟ کپڑا بالکل پاک نہیں رکھتا۔ وضو بھی نہیں کر سکتا۔ بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ دوسرے آدمی کے بغیر وہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ کیا وہ ایسے ہی بغیر وضو نماز پڑھ لے یا اسے وضو کرانا ضروری ہے؟

الجواب

اس لڑکے پر بعد از بلوغ نماز فرض ہوگی گھر کے لوگوں میں سے کوئی آدمی اس کا وضو کر دیا کرے۔ اگر اس لڑکے کی ملک میں کوئی مال یا جائیداد ہو تو وضو کرانے کے لئے ایک تنخواہ دار آدمی مقرر کر دیا جائے یعنی خادم کا انتظام کر دیا جائے۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہو سکتی ہوں تو یہ لڑکا تیمم کر کے نماز ادا کر لیا کرے۔ حاصل یہ ہے کہ نماز کے وقت کوئی وضو کرانے والا ہو تو وضو کرانا ضروری ہے ورنہ تیمم کر کے نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔ (۱)

(۱) فی التاتارخانیۃ: الرجل المریض إذا لم تکن له امرأة..... الخ. (رد المحتار: ۳۴۱/۱، فصل فی الاستنجاء و کذا فی التاتارخانیۃ: ۱۰۴/۱، کتاب الطہارۃ)

وإن وجد غيره ممن لو استعان به أعانته ولو زوجته فظاهر المذهب أنه لا يتيّم أيضاً بلا خلاف. (شامی: ۲۱۵/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ عبدالستار غنی عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۵/۱/۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح: محمد عبداللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس، ملتان (خیر الفتاویٰ: ۲/۴۸)

بلا طہارت نماز درست ہونے اور نہ ہونے کی تفصیل:

سوال: ایک عاجز شخص اپنی حرکت سے خود بخود اٹھ بیٹھ نہیں سکتا ہے جس کی وجہ سے وضو اور تیمم سے بھی عاجز ہے اور نہ کوئی مستقل معاون موجود ہے، تو وہ شخص کیسے نماز پڑھے؟ با طہارت یا بلا طہارت؟
الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

معذور بعد رسامی کے لئے شرعاً بلا طہارت نماز پڑھنا درست ہے، جیسا کہ وہ شخص جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں اور چہرہ زخمی ہو۔

مقطوع الیدین والرجلین إذا کان بوجہ جراحة یصلی بغیر طہارة ولا تیمم ولا یعیدو هذا هو الأصح، کذا فی الظہیریۃ. (عالمگیری: ۳۱/۱، ہکذا فی نور الإیضاح: ج ۴۶، باب التیمم)
چونکہ وضو اور تیمم سے عاجز شخص جس کے لئے کوئی معاون بھی نہیں وہ بھی معذور ہے، لہذا بلا طہارت نماز پڑھے گا، خلاصہ یہ کہ جس شخص کو وضو یا تیمم پر قدرت نہ ہو اور نہ کوئی معاون ہو، اس کے لئے بلا طہارت نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۶/۵۷)

پانی اور مٹی دونوں نہ ہو تو کیا کرے:

سوال: زید گاڑی پر سفر کر رہا ہے اور بے وضو ہے ادھر نماز کا وقت ہو چکا ہے اور پانی بھی معدوم ہے نیز نماز پڑھنے کے لیے گاڑی میں جگہ بھی موجود نہیں ہے تو کیا بلا وضو بلا اشارہ نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟
دوسری صورت اگر اس کو وضو تو ہے لیکن جگہ نہیں تو عدم موضع کی وجہ سے نماز بلا اشارہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
مذکورہ دونوں صورتوں میں نماز کے فوت ہونے کا بھی خوف ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

دونوں صورتوں میں جیسے بھی ممکن ہو نماز پڑھ لے مگر بعد میں قضا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۶/ربیع الاول ۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۲۶)

حکم فاقد طہورین:

سوال: اگر بوجہ نہ ملنے پانی یا مٹی کے وضو و تیمم نہ کر سکے تو نماز کس طور پر پڑھنی چاہیے یا قضا کر دے؟

الجواب

اگر ایسا موقع ہو جائے، تو وہاں تشبہ بالمصلین کرے اور نماز کو قضا کر لے، یہ مذہب امام صاحب (ابوحنیفہ) علیہ الرحمہ کا ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ۲۳۰)

وضو کے بارے میں معذور شرعی کی تعریف کیا ہے:

سوال: معذور شرعی جس کو وقتیہ وضو سے نماز وغیرہ پڑھنے کی اجازت ہے، اس کی مفتی بہ تعریف کیا ہے؟ مجھے ریح جاری رہتی ہے قریب قریب کوئی نماز بدوں اس کے نہیں گذرتی۔ آیا میرے لئے صرف ایک دفعہ وضو کر لینا ہر وقت گچھیا کافی ہے یا نہیں؟

الجواب

معذور شرعی، ابتداءً اس وقت ہوتا ہے کہ تمام وقت نماز میں کوئی وقت ایسا اس کو نہ مل سکے کہ وضو کر کے نماز بدوں اس عذر کے ادا کر سکے۔

”بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث الخ (وهذا شرط العذر (في حق الابتداء، وفي حق) البقاء كفي وجوده في جزء من الوقت) ولومرة (وفي حق الزوال يشترط) استيعاب الانقطاع تمام الوقت (حقيقة) الخ“۔ (درمختار) (۲)
پس اگر ایک دفعہ بھی تعریف مذکور اس پر صادق آگئی تو وہ معذور ہو گیا۔ پھر اس وقت تک معذور ہی رہے گا جب تک وہ عذر بالکل منقطع نہ ہو جائے۔ پس ایسے معذور کو وقت میں ایک دفعہ وضو کر لینا کافی ہے، تمام وقت میں اس عذر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے، (۳) پھر خروج وقت سے وہ وضو باطل ہو جاتا ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۹۸-۲۹۹)

(۱) **فائدہ طہورین کا مسئلہ:** جو شخص پانی اور مٹی دونوں سے کسی جگہ محروم ہوا سے فائدہ طہورین کہتے ہیں۔ ایسا شخص مثلاً ایسی جگہ قید ہو جہاں ان دونوں میں سے کوئی چیز نہ ہو یا پانی تو ہو مگر اسے پیاس بجھانے کے لیے رکھا ہو۔
اسی طرح مٹی ہو مگر پاک نہ ہو تو ایسے تمام اشخاص نماز کا وقت ہو جائے تو بدوں وضو و تیمم و بلائیت نماز کرنے کی صورت اختیار کر کے رکوع و سجدہ کریں گے۔ اور اگر زمین پاک نہ ہو تو اشارہ سے رکوع و سجدہ کریں گے اور بعد میں جب پانی یا مٹی مل جائے تو طہارت حاصل کر کے نماز کا اعادہ کر لے۔ (طہارت کے احکام و مسائل: ص ۱۹۹، ۲۰۰، انیس)

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۲۸۱/۱-ظفیر

(۳) عن عائشة قالت: جاءت فاطمة بنت أبي حبيش إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إنني امرأة أستحاض فلا أطهر أفأدع الصلاة؟ قال: لا، إنما ذلك عرق و ليس بالحیضة اجتنبی الصلاة أيام حیضک ثم اغتسلی وتوضئی لكل صلاة وإن قطر الدم علی الحصیر. (ابن ماجہ، باب ماجاء فی المستحاضة التي قد عدت أيام أقرانها، ص ۸۷، نمبر ۲۲۱، انیس)

معذور شرعی کون:

سوال: خاکسار کو تقریباً ۱۲ برس سے بوا سیر کا عارضہ ہے۔ چھوٹا استنجا کر لینے یا پاخانے کے بعد ریح کی کچھ دیر کے لئے کمی ہو جاتی ہے، اس طرح کسی صورت سے نماز ادا کرتا ہے۔ لیکن بعض وقت اس قدر ریح کی کثرت رہتی ہے کہ ایک وضو سے ۴ رکعت پڑھنا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں تا بعد ادا کیا کرے؟

الجواب

جب تک نماز کے پورے وقت میں اتنا وقت نہ مل سکے کہ وضو اور فرض کو بلا عذر نہ ادا کر سکیں، جب تک انسان معذور شرعی شمار نہیں ہو سکتا، اس لئے بار بار ہی وضو کرنا ہوگا۔ (۱)

البتہ ریح کو صرف اسی وقت ناقض وضو شمار کیا جائے گا جبکہ ظن غالب ہو جائے کہ ریح خارج ہوئی۔ (۲)
(مکتوبات: ۹۱/۳)۔ (فتاویٰ شیخ الاسلام: ص ۲۲)

طہارت کیلئے معذور ہونے کے کیا شرائط ہیں:

سوال: طہارت کے بارہ میں معذور ہونے کی کیا شرط ہے؟

الجواب

ابتداء میں معذور شرعی ہونے کیلئے یہ شرط کتب فقہ میں لکھی ہے کہ ایک نماز کا وقت اس پر ایسا گزر جاوے کہ اس میں اس کو اس قدر مہلت نہ ملے کہ وضو کر کے بلا اس عذر کے نماز فرض پوری پڑھ سکے۔
اگر کسی ایک وقت بھی ایسا ہو چکا ہے کہ اس کو مہلت نماز ادا کرنے کی بدوں اس عذر کے نہیں ملی تو وہ معذور ہو گیا، اس کے بعد تمام وقت میں ایک بار بھی عذر مذکور کافی ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۴/۱-۲۸۵)

(۲) قال فی البحر: ”فالحاصل أن صاحب العذر ابتداءً من استوعب عذره تمام وقت صلوٰۃ. (البحر الرائق: ۱/۲۱۷ ومثله فی المراقی مع الطحطاوی: ۸۱، عالمگیری: ۴۰/۱)

(۳) ولو أيقن بالطهارة وشك بالحدث أو بالعكس أخذ باليقين. (الدر المختار، نواقض الوضوء: ۱/۱۵۰)

(۴) (وصاحب عذر من به سلس) بول (إلى قوله) (إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰۃ مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث (إلى قوله) (وهذا..... في حق الابتداء وفي) حق (البقاء كفي) وجوده في جزء من الوقت (ولو مرة، الخ). (الدر المختار على رد المحتار، مطلب في أحكام المعذور: ۲۸۱/۱، ظفیر)

قطرہ پیشاب کی زیادتی اس قدر ہو کہ چار رکعت بھی خالی نہ بچے تو کیا کرے:

سوال: کسی کو عارضہٴ تقطیر بول اس درجہ کو بڑھ جاوے کہ کسی روز چار رکعت کے اندر بھی بند نہ ہو تو اس کو یہ رخصت حاصل ہوگئی کہ بعد وضو نماز پوری کیا کرے درمیان میں قطرہ آوے یا نہ آوے۔ اور اگر یہ حالت ہو کہ پھر قطرہ دیر دیر کر آنے لگے تو اس کے لئے تاحصت کامل بھی رخصت رہے گی یا جب کبھی جس نماز میں قطرہ آوے گا تو وضو جدید کر کے نماز از سر نو پڑھے گا؟

الجواب

اس کو یہ رخصت حاصل ہوگئی، وہ معذور شرعاً ہوا، پھر تاحصت کامل یہ رخصت رہے گی۔ کذا فی الدر المختار (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۶/۱-۲۸۷)

بیس رکعت تک جس کا وضو ہے وہ معذور نہیں ہے:

سوال: مریض سلسل بول یا نکسیر یا ریح، جس کو بارہ، پندرہ، بیس رکعت سے زیادہ وضو نہ ٹھہر سکتا ہو اور مہلت تمام شب و روز میں کسی وقت اس سے زیادہ نہ ملتی ہو وہ ہر وقت بغرض تلاوت یا طلباً کو قرآن شریف پڑھانے کے لئے تیمم سے چھو سکتا ہے یا نہیں، اور سجدہ تلاوت پڑھ کر یا سکر تیمم سے کر سکتا ہے یا نہیں؟ مینو اتو جروا۔

الجواب

وہ شخص معذور شرعی نہیں ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۷/۱)

حکم معذور میں شامل ہے یا نہیں، معلوم کرنے کا آسان طریقہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص پیشاب کا مریض ہے۔ اس مرض میں ریح بھی بکثرت خارج ہوتے ہوں تو ایسا شخص نماز کے لئے صرف ایک دفعہ وضو کرے یا ہر دفعہ ریح خارج ہونے پر

(۱) (إن استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي خالياً عن الحدث (ولو حكماً) لأن الانقطاع اليسير ملحق بالعدم (وهذا شرط) العذر (في حق الابتداء، وفي) حق (البقاء كفي) وجوده في جزء من الوقت) ولومرة الخ، (وحكمه الوضوء) لا غسل ثوبه ونحوه (لكل فرض). (الدر المختار على رد المحتار، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۲۸۱/۱، ظفیر)

(۲) وشرط ثبوت العذر ابتداءً أن يستوعب استمراره وقت الصلوة كاملاً كالانقطاع لا يثبت ما لم يستوعب الوقت كله. (عائگی: ۳۸۱/۱، ظفیر) اس کو قرآن شریف کا چھوٹا اور سجدہ تلاوت بدون وضو کے درست نہیں ہے۔ (ويعجب بسبب تلاوة آية، الخ، بشروط الصلوة المتقدمة (در مختار) ولهذا لا يجوز أدائها بالتيمم إلا أن لا يجد ماءً، الخ. (رد المحتار، باب سجود التلاوة: ۱۸۱/۱، ظفیر)

وضو کرے۔ میں نے دارالعلوم لاٹھی سے جواب منگوایا تھا انہوں نے لکھا تھا کہ ”ایک وقت نماز کا پورا حالت عذر میں گزر جائے۔ اور وہ ریح کو روکنے پر قدرت بھی نہ رکھتا ہو۔ اور وہ حالت عذر اس وقت کے بعد بھی برقرار رہے تو ایسا شخص شرعاً معذور ہے۔ اب دوسری نمازوں کے لئے وہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے۔“ مگر مجھے کوئی ایسا وقت نہیں ملتا ہے کہ میں شرعاً معذور مندرجہ بالا جواب کے مطابق ہوں، تو کیا مرض پیش شرعاً معذوری کے لئے کافی نہیں؟

میں ایک نماز کے لئے بسا اوقات پانچ یا چھ بار وضو کرتا ہوں۔ تب کہیں جا کر نماز ادا کر پاتا ہوں۔ جماعت کی نماز بھی وضو کرتے کرتے ہی رہ جاتی ہے۔ میرے پاس بسا اوقات وقت بھی اتنا نہیں ہوتا کہ اتنی مرتبہ وضو کر سکوں۔ اگر عشا کی نماز میں یہ حالت پیش آجائے تو میں اس انتظار میں کب تک رہوں کہ ایک وضو سے پوری نماز ادا کر لوں۔ اگر پوری رات جاگوں تو صبح کام پر جانا پڑ جاتا ہے۔ اتنی مرتبہ وضو کرنے میں بہت شرم اٹھانی پڑتی ہے۔ لوگ ہنستے ہیں۔ میرے ساتھ تقریباً ہر نماز میں یہ حالت پیش آتی ہے۔ مینو اتو جروا؟

الحواب ————— باسم ملہم الصواب

آپ ایک دفعہ ایسی نماز کا وقت منتخب کریں جو کم از کم ہو اور اس وقت میں آپ کو فرصت بھی ہو۔ مغرب کا وقت سب اوقات سے کم ہوتا ہے۔ میرے مرتبہ نقشہ میں غروب شفق احمر کا وقت دیا گیا ہے۔ اس کو وقت مغرب کی انتہا قرار دیا جاسکتا ہے پس آپ کسی روز بوقت مغرب خوب اہتمام سے اس کی کوشش کریں کہ پورے وقت میں ایسا موقع مل جائے جس میں آپ وضو کی اور فرض نماز کی سنتیں چھوڑ کر فرض پڑھ سکیں۔ اگر اتنا وقت نہیں ملتا تو آپ معذور کی تعریف میں داخل ہو گئے۔ آئندہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ پورا وقت بیٹھے انتظار کرتے رہیں۔ بلکہ صرف پورے وقت میں ایک دفعہ ریح کا خروج ضروری ہے۔ جب تک یہ حالت رہے گی آپ معذور ہیں۔ ہر وقت کے لئے نیا وضو ضروری ہوگا۔ (۱) اس وقت کے اندر اس وضو سے جو چاہیں پڑھیں۔ وقت کے اندر عذر پیش آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۲) البتہ اور کوئی چیز وضو توڑنے والی صادر ہوئی تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، خروج وقت سے وضو جاتا رہے گا البتہ اگر انقطاع عذر کی حالت میں وضو کیا پھر خروج وقت تک عذر پیش نہ آیا تو خروج وقت سے وضو نہیں کیا۔ بلکہ اس کے بعد جب پھر عذر پیش آئے گا اس وقت وضو ٹوٹے گا غرضیکہ صرف ایک وقت میں صرف ایک دفعہ آپ کو تکلیف کرنا پڑے گی۔ اگر اس میں عذر ثابت ہو گیا تو آئندہ کے لئے کوئی تکلیف نہیں۔ صرف اس کا خیال رکھیں کہ ہر نماز کے

(۱) عن عائشةؓ قالت: جاءت فاطمة بنت أبي حبيش إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ. (ابن ماجة، باب ماجاء في المستحاضة التي قد عدت أيام أقرانها، ص ۸۷، نمبر ۶۲۱، انیس)

(۲) (و حکمہ الوضوء) (لکل فرض) (ثم یصلی) به (فیہ فرضاً ونفلًا) فدخل الواجب (فإذا خرج الوقت بطل) أى ظهر حدثه السابق، الخ. (الدر المختار علی رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۳۰۵-۳۰۶، انیس)

پورے وقت میں ایک دفعہ عذر پیش آتا ہے یا نہیں۔ اگر پورے وقت میں ایک دفعہ بھی عذر پیش نہ آیا تو معذور کا حکم ختم ہو جائے گا۔ حکم معذور ختم ہونے کی صورت میں مزید اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جو پورا وقت نماز عذر سے خالی گزر رہا ہے۔ اس سے پہلے وقت میں اگر بحالت عذر وضو کیا مگر نماز پوری کرنے سے قبل عذر منقطع ہو گیا اور پھر دوسری نماز کا پورا وقت بھی بدوں عذر کے گزر گیا تو اس پہلے وقت کی نماز کی قضا فرض ہے۔ مثلاً ظہر کا وضو بحالت عذر کیا مگر ظہر کے فرض شروع کرنے سے قبل یا نماز کے دوران سلام پھیرنے سے قبل عذر ختم ہو گیا پھر عصر کا پورا کامل وقت بھی بلا عذر گزر گیا تو نماز ظہر کی قضا کرے ہاں اگر ظہر کے فرض کے سلام پھیرنے کے بعد عذر منقطع ہوا تو قضا فرض نہیں۔ ظہر کی قضا کی صورت میں صاحب ترتیب کی بھی عصر کی نماز ہو گئی۔ کیونکہ نماز ظہر صحیح نہ ہونے کا علم عصر کی نماز کے بعد ہوا ہے، اگر آپ کو مغرب کی نماز با وضو پڑھنے کا موقع مل گیا تو پھر کسی اور وقت کا تجربہ کریں۔ عشا کا وقت زیادہ وسیع ہونے کی وجہ سے اس کے تجربہ میں اگرچہ مشقت زیادہ ہوگی مگر اس لحاظ سے اس میں فائدہ ہے کہ عشا کی نماز سب نمازوں سے زیادہ طویل ہے۔ اس لئے کہ اس میں وتر بھی شامل ہے۔ چار فرض اور تین وتر، سات رکعات پڑھنے تک اگر وضو نہ ٹھہرا تو آپ معذروں کی فہرست میں داخل ہو جائیں گے۔ سفید شفق کے غروب سے لے کر صبح صادق تک عشا کا وقت ہے۔ سفید شفق کے اوقات میرے مرتبہ نقشے میں عشا ۲، کے تحت دئے گئے ہیں عشا کے پورے وقت میں یہ کوشش کریں کہ پھرتی سے اس طرح وضو کریں کہ صرف چار عضو دھوئیں جن کا دھونا فرض ہے۔ وضو کی سنتیں چھوڑ دیں پھر چار رکعت فرض اور تین رکعت وتر اس طرح پڑھیں کہ ان میں صرف فرائض اور واجبات ادا کریں سنتیں چھوڑ دیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ شروع میں ثناء، اعوذ باللہ اور بسم اللہ چھوڑ دیں، سورہ فاتحہ کے بعد آمین نہ کہیں پھر کہیں سے بھی اتنا قرآن پڑھیں کہ کل تیس (۳۰) حروف ہو جائیں رکوع اور سجدہ میں ایک تسبیح کہیں، تو مہ میں ربنا لک الحمد چھوڑ دیں، فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ نہ پڑھیں بلکہ ایک بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار قیام کر کے رکوع کر لیں، آخر میں صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں اور درود شریف اور دعا نہ پڑھیں۔ اور وتر میں مسنون دعاء قنوت کی بجائے کوئی مختصر دعا مثلاً ”ربنا آتنا“، الخ، یا ”رب اغفر لی“ وغیرہ پڑھیں۔

اگر آپ پر معذور کا حکم ثابت نہ ہو تو وضو کر کے نماز شروع کر دیا کریں اگر درمیان میں بلا اختیار وضو ٹوٹ گیا تو دوبارہ وضو کر کے پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لیا کریں مگر صحت بنا کی شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔ (ان شرائط کی تفصیل احسن الفتاویٰ، باب مفسادات الصلوٰۃ میں درج ہے۔) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۵ شعبان ۹۱ھ (احسن الفتاویٰ ۶/۲۷۷ تا ۷/۸۷)

معذور کے وضو کا کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کو عارضہ ناسور کا ہے اور قطرہ قطرہ رطوبت خارج ہو کر کپڑے میں جذب ہو جایا کرتی ہے اور

یہ مرض دائمی ہے تو یہ شخص عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اسی کپڑے کو پہنے ہوئے نماز پڑھنا اور امام ہونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص معذور ہے اور معذور غیر معذورین کا امام نہیں ہو سکتا۔ کما فی الدر المختار: ”ولا طاهر بمعذور“۔ (۱)
اور معذور وقت کے اندر نماز اس عذر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور کپڑے کے دھونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر کپڑے کو دھویا جاوے گا تو نماز سے پہلے ناپاک ہو جاوے گا تو نہ دھونا درست ہے اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے تک درہم سے زیادہ ناپاک نہ ہوگا تو دھونا چاہئے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۹۵/۱-۲۹۶)

معذور وقت سے پہلے وضو کر سکتا ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص کو پیشاب میں قطرہ آتا ہے اور ہر وقت آتا رہتا ہے، چونکہ یہ شخص ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرتا ہے، مغرب کے وقت اس کی ایک یا دو رکعت جماعت سے فوت ہو جاتی ہے ایسے وقت میں وقت سے پہلے وضو کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ وہ شخص معذور ہے تو اس کو قبل از وقت وضو کرنا درست نہیں ہے، (۳) بس وقت کے بعد ہی وضو کرے اگرچہ جماعت فوت ہو جاوے۔ (۴) (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۷/۱ و ۲۸۸)

معذور اشراق کے وضو سے ظہر پڑھ سکتا ہے:

سوال: کوئی معذور آدمی ہے اس نے وضو کر کے فجر پڑھی، پھر طلوع آفتاب کے بعد وضو کر کے اشراق پڑھی،

(۱) الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار: ۵۴۱/۱، ظفیر

(۲) (و حکمہ (أی صاحب العذر) (الوضوء) لا غسل ثوبه ونحوه (لکل فرض) (إلی قوله) (وإن سال علی ثوبه) فوق الدرہم (جواز له أن لا يغسله إن كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها) أي الصلوة (والا) يتنجس قبل فراغه (فلا) يجوز ترک غسله، هو المختار للفتویٰ (الدر المختار علی رد المحتار: ۳۸۱/۱، ظفیر)

(۳) نوٹ: چونکہ معذور کا وضو فرض وقت کے نکلنے سے ٹوٹ جاتا ہے، اور یہاں مغرب سے پہلے وضو کرنے میں عصر کا وقت نکلنے سے وضو ٹوٹ جائیگا، اس لئے وقت سے پہلے وضو کرنا درست نہیں۔ انیس۔

(۴) (و صاحب عذر) (إلی قوله) (و حکمہ الوضوء..... (لکل فرض) (اللام للوقت کما فی ”لدلوک الشمس“ (ثم یصلی) به (فیہ فرضاً ونفلاً)..... (فإذا خرج الوقت بطل). (الدر المختار علی رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۲۸۰/۱، ظفیر)

کچھ دیر کے بعد اسی وضو سے چاشت پڑھی کیا ہوگئی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب _____ باسم ملہم الصواب

چاشت ہوگئی، بلکہ اسی وضو سے ظہر بھی پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ معذور کا وضو وقت کے خروج سے ٹوٹتا ہے۔ (۱) اس لئے ظہر کا وقت ختم ہونے تک فرائض نوافل جو چاہے پڑھے۔

قال فی التنویر: ثم یصلی فیہ فرضاً ونفلًا فإذا خرج الوقت بطل، وفي الشرح: وأفاد أنه لو توضأ بعد الطلوع ولولعید أوضی لم یبطل إلا بخروج وقت الظهر. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۲۸۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۰ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ (حسن الفتاویٰ ۷۸/۲)

معذور کی نماز کا حکم اور کپڑوں کے پاک کرنے کا طریقہ:

سوال: اگر کوئی شخص اس قدر معذور ہو جائے کہ چار رکعت کی تعداد تک بھی خالی از عذر نہیں رہتا، اب دو وجہ ہیں، ایک یہ کہ سلس البول کے عارضہ میں مبتلا ہے، اب اگر وہ شخص دو تہ بند بھی رکھے تو بھی لاچار ہے، اگر اب ہر چار رکعت کے لئے تہ بند علیحدہ بنائے تو بھی حرج عظیم ہے، اور جس قدر مقدار چار رکعت میں کپڑا ناپاک ہو رہا ہے وہ ہر دفعہ دھونا پڑے گا یا نہ، اسی طرح ریح والا ہر چار رکعت کی مقدار میں جو مبتلا ہو جاتا ہے وہ ہر چار رکعت کے بعد وضو کی تجدید کرے یا نہ کرے؟

الجواب

ایسا معذور جو چار رکعت بھی بدوں عذر کے نہ پڑھ سکے اس کو ہر وقت تازہ وضو کرنا چاہئے، وقت کے اندر اندر اس وضو سے بہت نمازیں پڑھ سکتا ہے، گو وہ عذر جاری ہو پس ریح والا جو اتنا وقت بھی ریح سے خالی نہیں پاتا جس میں وضو کر کے فرض نماز پڑھ سکے تو معذور شرعی ہے، اس کو ہر چار رکعت کے بعد تجدید وضو کی ضرورت نہیں، ایسے ہی سلس البول والا، اور اگر وضو اور فرض نماز کی مقدار اس عذر سے خالی ملتا ہو تو وہ معذور شرعی نہیں، رہا کپڑا پاک کرنے کا حکم، تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کپڑے کا دھونا مفید ہوتا ہو کہ اگر کپڑا دھو کر نماز پڑھے تو نماز کے درمیان میں وہ دوبارہ ناپاک نہ ہوتا ہو تب تو اس کے ذمہ دھونا واجب ہے، اور اگر مفید نہ ہو یعنی یہ حالت ہو کہ کپڑا دھو کر نماز پڑھنے سے درمیان نماز کے وہ پھر ناپاک ہو جاتا ہو تو دھونا واجب نہیں۔

قال فی حاشیۃ مراقی الفلاح: وفي النوازل: إن كان لو غسله تنجس ثانياً قبل الفراغ من الصلوة جاز أن لا يغسله وإلا فلا قال هو المختار، آ۵. (ص ۸۶)

(۱) نوٹ: چونکہ معذور کا وضو فرض وقت کے نکلنے سے ٹوٹتا ہے اور یہاں ظہر سے قبل کسی فرض وقت کا خروج نہیں ہو رہا ہے بلکہ ایک مہل وقت کا خروج ہو رہا ہے اس لئے ظہر سے قبل وضو کرنے سے وہ وضو خروج ظہر تک باقی رہے گا۔ جیسا کہ علامہ شامی نے واضح کیا ہے: (قولہ وأفاد) اُی بقولہ فإذا خرج الوقت بطل، فإن المراد به وقت الفرض لا المهمل. (رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۳۰۶، بیروت، انیس)

مگر جب نجاست بہت زیادہ جمع ہو جایا کرے تو دن میں ایک بار دو بار دھولیا جائے۔

۲۳ شعبان ۱۴۲ھ۔ (امداد الاحکام، جلد اول، ص ۳۷۲)

معذور کا وضو اور نماز:

سوال: اگر بیٹھ کر استنجا کیا جائے لیکن استنجا کے بعد ایک قطرہ سے بھی کچھ کم حصہ پھر باہر نکل آتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں نماز ادا کی جاسکتی ہے اور طہارت باقی رہتی ہے؟ (الطاف بیگ، نظام آباد)

الجواب

بہتر یہی ہے کہ وہ اس حصہ کو دھولے، تاہم اگر پیشاب اتنی کم مقدار میں نکلا جس کا آپ نے ذکر کیا ہے اور دوبارہ استنجا کے بغیر وضو کر کے آپ نے نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہو جائے گی، کیوں کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر نجاست ایک درہم کو پہنچ جائے تو اس کو دھونا واجب ہے اور اس سے کم ہو تو اسے دھونا ضروری نہیں:

”وإن كان أقل من قدر الدرهم لا يجب غسله عند أبي حنيفة وأبي يوسف“ (۱)

جس شخص کو اس طرح کا عارضہ ہو، اسے چاہئے کہ پانی کا استعمال کرنے سے پہلے کھڑا ہو جائے یا کوئی ایسا عمل کرے جس سے پیشاب کے قطرات پوری طرح نکل آئیں، پھر پانی کا استعمال کر لے۔ (کتب الفتاویٰ، ۲/۳۶۷-۳۷۷)

معذور کے لئے وضو باقی رہنے کا حکم اور یہ کہ وہ اسی وضو سے ادا و قضا نماز پڑھ سکتا ہے:

سوال: زید کو قضا نماز میں بہت سی رہی ہوئی پڑھنی ہیں اور اس کا وضو نہیں ٹھیرتا ہے اس کو وضو ٹوٹ جانے کا مرض ہے وہ ایک ہی وضو سے چار پانچ نمازیں اکٹھا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جب تک ایک وقت کسی نماز کا باقی ہے اس کا وضو ہے گا اس میں جتنی قضا نمازیں چاہے پڑھے۔ (۲) فقط

(امداد الفتاویٰ جدید: ۳۴۱)

معذورین کے لئے مختصر ترین نماز:

سوال: بندہ پیٹ کی تکلیف کا دائمی مریض ہے ریاخ خارج ہوتی رہتی ہے، اگر وضو کے بعد ریاخ کو اتنی دیر روک لیا جائے کہ نماز مکمل پڑھی جاسکے تو پیٹ میں تکلیف پیدا ہو کر دل کی طرف آ جاتی ہے۔ اگر ریاخ کو نہ روکا جائے تو

(۱) بدائع الصنائع: ۴/۱۔

(۲) (وصاحب عذر) (إلى قوله) (و حكمه الوضوء.....) (لكل فرض) (اللام للوقت كما في "لدلوک الشمس"

(ثم یصلی) به (فيه فرضاً ونفلاً)..... (فإذا خرج الوقت بطل). (الدرا المختار علی رد المختار، مطلب فی احکام المعذور: ۲۸۰/۱، انیس) البتہ جب دوسری نماز کا وقت آئے گا تو یہ وضو کافی نہ ہوگا دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۵۳۱/۱، سعید)

کئی دفعہ وضو ٹوٹ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے نماز دہرائی پڑتی ہے۔ یہ صورت متواتر پریشان کن ہے۔ شرعی لحاظ سے بندہ معذور ہے یا نہیں؟ (محمد فاروق، ملتان)

الجواب

وضو کر کے اگر صرف نماز کی فرض رکعتیں بغیر وضو ٹوٹے پڑھ سکتے ہوں تو آپ شرعاً معذور نہیں ہوں گے۔ گو اس دوران ریاح کو معمولی طور پر روکنا بھی پڑے یہ فرض رکعتیں بھی اس طرح سے پڑھیں کہ صرف نماز کے فرض و واجبات ادا ہو جائیں گو سنن و مستحبات رہ جائیں اس طرح یہ رکعتیں مزید مختصر ہو جائیں گی۔

مثلاً قیام میں صرف سورۃ فاتحہ اور سورۃ کوثر یا اخلاص۔ رکوع اور سجود میں ایک ایک دفعہ تسبیح اور التحيات کے بعد ”اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد“ مختصر درود اور ”اللہم اغفر لی“ دعا کافی ہے تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں صرف تین تین مرتبہ ”سبحان اللہ“ گو سورۃ فاتحہ نہ پڑھیں۔ امید ہے کہ اس طرح سے آپ با وضو نماز پڑھ سکیں گے۔ اگر اس میں بھی دشواری ہو تو تفصیل لکھ کر دوبارہ جواب حاصل کر لیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار، عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان، ۲۴/۸/۱۳۸۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۶۳/۲)

معذور کے لئے آخر وقت میں نماز ادا کرنے کا حکم:

سوال: اگر نماز مغرب کے قریب، کہیں چوٹ لگ جائے، یا کوئی چھوٹا دانہ ٹوٹ جائے اور دونوں حالتوں میں خون نکل آئے اور خون بند نہ ہو، بلکہ ذرا ذرا سا پانی نکلتا رہے، ایسی حالت میں مغرب کا وقت نہایت مختصر ہوتا ہے، نماز کس طرح ادا کی جائے؟

الجواب

فی رد المحتار، فی احکام المعذور: ولو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر الی آخره فإن لم ينقطع يتوضأ ویصلی ثم إن انقطع فی أثناء الوقت الثانی یعید تلک الصلوۃ وإن استوعب الوقت الثانی لا یعید لثبوت العذر حیثین من وقت العروض، اھ۔

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں آخر وقت میں نماز پڑھے پھر اگر عشا کے وقت وہ بند ہو گیا اور ختم وقت عشا تک بند رہا تو مغرب کی نماز پھر لوٹا دے۔

۴/ربیع الاول ۱۳۳۳ھ۔ تتمہ ثالث: ۲۳۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول، ص ۵۶)

نماز کے وقت نکسیر جاری ہو جائے تو کیا کرے:

سوال: نماز کا وقت شروع ہو جانے کے بعد، کسی کی نکسیر جاری ہوئی اور آخر وقت تک بند نہیں ہوئی، تو نماز کس طرح پڑھے؟

الجواب

اگر دخول وقت کے بعد کسی کو عذر نکسیر وغیرہ پیش آیا تو وہ آخر وقت تک انتظار کرے، اگر نکسیر برابر جاری ہے تو اسی

حالت میں وضو کر کے نماز ادا کرے اور اگر دوسرے وقت عذر کا استیجاب رہا تو اعادہ لازم نہیں، ورنہ اعادہ لازم ہے، شامی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۵/۱-۲۸۶)

بار بار پیشاب آتا ہو تو وضو کیسے کرے:

سوال میری عمر بہتر (۷۳) برس ہے بار بار پیشاب آتا ہے صبح کو ایک ڈیڑھ گلاس پانی دوا کے طور پر پیتا ہوں ظاہر ہے کہ پیشاب بار بار آئے گا۔ اگر پانی نہیں پیتا تو جوڑوں میں درد ہونے کا امکان ہے۔ کئی سال سے یہ تکلیف ہے اب کھانسنے پر یا کسی ایسی جگہ پر گزرنے سے جو کہ سڑک کی سطح سے نیچے ہو پیشاب کا قطرہ نکل جاتا ہے۔ رات کو سوتا ہوں تو شبہ رہتا ہے کہ شاید کوئی قطرہ نکل گیا ہو۔ رات کو کئی مرتبہ اٹھتا ہوں اس خیال سے کہ قطرہ نکل گیا ہو تو پاک کر لوں۔ عرصہ کئی سال سے صبح سویرے نچلا دھڑاپنا اچھی طرح سے دھو کر پاک کرتا ہوں، پھر وضو کرتا ہوں، پھر نماز پڑھتا ہوں اور پھر نوافل و وظائف کے لئے کئی بار وضو کرتا ہوں اور پیشاب بھی رک رک کر آتا ہے۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس بیماری کی وجہ سے اور پیشاب بار بار کرنے کی وجہ سے وضو کرنا ضروری ہے یا نہ؟

الجواب

بہتر یہ ہے کہ آپ لنگوٹ باندھ لیا کریں اس سے قطرہ سوراخ ذکر سے باہر نہیں آئے گا۔ اگر کسی وقت آ بھی جائے تو صرف کپڑا بدل لینا کافی ہوگا۔ استنجا کر کے وضو کر لیں نچلا دھڑاپورا دھونے کی ضرورت نہیں۔ بار بار وضو کرنے کی صورت میں وقت ہو تو جلدی جلدی بھی کر سکتے ہیں لیکن فرائض وضو کا ہر حال میں اہتمام رہے۔ فقط واللہ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ، ۶/۶/۱۴۰۶ھ۔ الجواب صحیح۔ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۶۲۲-۶۲۵)

بعد استنجا چند قدم چلنے سے قطرہ آنا:

سوال: بعد فراغت استنجا آٹھ دس قدم چلنے پر پیشاب کے قطرے نکل کر پانچامہ کو لگ جائیں تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا، تراویح پڑھانا جائز ہے؟

الجواب

بفضل اللہ تعالیٰ جب قطرے گرنے کا مرض دائمی نہیں، عارضی طور پر ہے تو (اس کے ازالہ کی تدبیر یہ ہے کہ) بعد قضائے حاجت مٹی یا کچی اینٹ کے ڈھیلے کے ساتھ ٹہلے یعنی چند قدم چلے اور داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر چڑھا کر دبائے اس تدبیر سے جو قطرے اندر ہونگے وہ نکل جاویں گے، جب اطمینان ہو جاوے تب پانی سے استنجا کرے اور وضو کر کے نماز پڑھے اور پڑھا بھی سکتا ہے۔

(۱) ولو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر إلى آخره، فإن لم ينقطع يتوضأ ويصلي ثم إن انقطع في أثناء الوقت الثاني يعيد تلك الصلوة، وإن استوعب الوقت الثاني لا يعيد لثبوت العذر حينئذ من وقت العروض، آه. (رد المحتار، مطلب في أحكام المعذور: ۲۸۱/۱، ظفیر)

اگر مذکورہ تدبیر اختیار کرنے سے قطرہ آنے کی شکایت دور نہ ہو بلکہ قطرے آتے ہی رہیں اور نماز کا وقت ختم ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسی حالت میں بھی بدن پاک کرے اور وضو کر کے پاک کپڑے پہنے پھر نماز پڑھے، نماز قضا نہ ہونے دے، لیکن امامت کی اجازت نہیں، (ہاں اپنے جیسے معذورین یعنی جن کو سلس البول کا مرض ہو ان کی امامت کر سکتا ہے)

(ولا یصلی الطاهر خلف من هو فی معنی المستحاضة) کمن به سلس البول (إلی قولہ) ویجوز اقتداء معذور بمثله إذا اتحد عذرهما لا إن اختلف. (فتح القدیر: ۲۵۹/۱-۲۶۰)

ایسی حالت ہمیشہ رہتی ہو تو تفصیل معلوم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے احکام الگ ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمیہ ۸/۹۶ و ۹۵)

پیشاب کے بعد جس کو قطرہ آتا رہتا ہو وہ کب معذور ہوگا:

سوال: بعض اوقات روئی نہیں رکھ پاتا ہوں تو کیا میں معذور نہیں ہوں جبکہ تیس چالیس منٹ تک بلا مبالغہ پیشاب میں لگتے ہیں۔ کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، چل کر ہر طرح قطرہ پیشاب نکالتا ہوں اور بعض دفعہ پینتا لیس منٹ بھی لگ جاتے ہیں، ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ ۱۵/۲۰ منٹ میں فرصت مل جائے۔

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

محض اتنی سی بات سے آپ معذور نہیں، البتہ اگر کسی نماز کا پورا وقت، اس حالت میں گزر جائے کہ برابر قطرہ آتا رہے اور اتنی مہلت نہ مل سکے کہ آپ وضو کر کے نماز پڑھ لیں، تو آپ معذور ہو جائیں گے، لیکن جب ایسا نہیں، بلکہ تیس چالیس منٹ کے بعد آپ مطمئن ہو جاتے ہیں اور قطرہ نہیں آتا، تو آپ معذور نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۶/۵، ۲۱۷)

پیشاب کے بعد قطرہ کا آنا:

سوال: ایک شخص ہیں جنہیں پیشاب کی بیماری ہے کہ استنجا کرنے کے بعد کچھ دیر تک قطرے آتے رہتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب نے بتلایا کہ نماز سے آدھ گھنٹہ پہلے استنجا کر لیا کیجئے، پھر لنگی کو بدل کر دوسری لنگی پہن کر نماز پڑھ لیا کیجئے۔ اگر یہ مسئلہ مولوی صاحب کا صحیح ہے تو اب جو قطرے آئے اس کی وجہ سے عضو کو دوبارہ دھوئے یا نہیں یا صرف لنگی بدل کر نماز پڑھ لے؟

(۱) ”إن استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة) بأن لا یجد فی جمیع وقتها زمناً يتوضأ ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۰۵/۱، مطلب فی احکام المعذور، سعید و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۰۱/۱، و کذا فی مجمع الأنهر: ۸۴/۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ و کذا فی مراقی الفلاح، ص: ۱۲۹، باب الحیض والنفس، قدیمی)

الحواب ————— حامداً ومصلياً

اگر وہ شخص شرعاً معذور ہے تو اس کو دوبارہ عضو دھونے کی ضرورت نہیں اور یہ لنگی بدلنا بھی واجب نہیں، بلکہ محض تقلیلِ نجاست کیلئے ہے، اگر وہ شرعاً معذور نہیں تو اس کو عضو دھونا بھی ضروری ہے اور وضو کا اعادہ بھی لازم ہے، محض لنگی بدلنا کافی نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ”نظام“ جون ۱۹۶۴ء۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۷-۲۱۸)

پیشاب کے قطروں کی بنا پر کپڑے کی پاکیا اور وضو کا حکم:

سوال: مثانہ کی کمزوری کی بنا پر اکثر پیشاب سکھانے کے بعد قطرے نکل جاتے ہیں، اکثر وضو کرنے کے بعد ایسا ہو جاتا ہے، وضو اور کپڑے کی پاکیا یا ناپاکی کا کیا حکم ہے؟

الحواب —————

صورتِ مسئلہ میں جب قطرہ آئے تو کپڑا پاک کر کے وضو دوبارہ کیا جائے، (۲) واللہ اعلم
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۸/۹/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر ۹۷/۲۸ ج)۔ (فتاویٰ عثمانی: ج ۱/۳۶۵)

پیشاب کے بعد قطرہ آنے سے وضو کا حکم:

سوال: مجھے دو سال سے پیشاب کے بارے میں خلل ہوتا آرہا ہے، وہ یہ کہ جب پیشاب کرتا ہوں اور پانی سے صاف کرنے کے بعد دو تین بار، کبھی زیادہ، قطرے پیشاب کے نکلتے ہیں لیکن وہ قطرے نکلتے کے بعد پھر دوبارہ پیشاب کو جانے تک نکلتے نہیں، کبھی کبھی پانی کے بغیر کپڑے سے صاف کروں تو قطرے نہیں نکلتے، یہ سلسل البول کی طرح نکلتے نہیں بلکہ جب پیشاب کو جاتا ہوں اس کے بعد نکلتا ہے۔ ایک دن میں دس مرتبہ پیشاب کرنے گیا تو پھر دس مرتبہ ہی وہ قطرے نکلتے ہیں، اس کے لئے کئی علاجوں سے ناکام ہو گیا اور اس وجہ سے اطمینان سے عبادت نہیں کر سکتا ہوں۔

اب جو بات ہے کہ پیشاب کے بعد وضو کرتا ہوں، اس وقت یا وضو سے فارغ ہونے کے بعد نکلتا ہے تو یہ وضو فی مذہب شافعی ادا ہوگئی یا نہیں؟ اور ایک وضو سے کئی فرض کی نماز پڑھ سکتا ہوں اور وقت آنے سے پہلے نماز کے لئے اس حالت میں وضو کر سکتا ہوں یا نہیں؟

(۱) ”المستحاضة ومن به سلس بول أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو عاف دائم أو جرح لا يرقأ، يتوضؤون لوقت كل صلوة، ويصلون به في الوقت ماشاً أو من فرض ونقل، ويبتل بخروجه فقط، والمعذور من لا يمضي عليه وقت صلوة إلا والذي ابتلى به يوجد فيه“۔ (ملتقى الأبحر متن مجمع الأنهر: ۸۴/۱، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۲) ”وينقصه خروج كل خارج (نجس) (منه) أى من المتوضئ الحي معتاداً أولاً، من السبيلين أولاً (إلى ما يطهر) ثم المراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور. (الدر المختار)
قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله مجرد الظهور) أى الظهور المجردة عن السيلان، فلونزل البول إلى قصبة الذكر لا ينقص لعدم ظهوره. (رد المحتار: ۱۳۴/۱-۱۳۵، نواقض الوضوء، انيس)

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

(وہ) سلس البول نہیں جس کی وجہ سے آدمی شرعی معذور ہو جاتا ہے، اس لئے وضو کے بعد جب پیشاب کا قطرہ نکل آئے گا تو وضو باقی نہیں رہے گا دوبارہ وضو کی ضرورت پیش آئے گی۔ (۱) وضو کے بعد جب قطرے نہ آئیں تو اس وضو سے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ وقت سے پہلے بھی وضو کر سکتے ہیں، قطرے سے تحفظ کیلئے ڈھیلایا کپڑا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۸-۲۱۹)

جس کو پیشاب کا قطرہ ٹپکتا رہتا ہو وہ نماز کس طرح پڑھے:

سوال: زید کو پیشاب کا قطرہ بہت آتا ہے، یہاں تک کہ کبھی نماز کے اندر بھی آ جاتا ہے، اس صورت میں زید نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب _____ وبالله التوفیق

اس شخص کو ہر وقت کی نماز کے لئے تازہ وضو کرنا چاہئے، اور کوئی کپڑا ایسا رکھنا چاہئے جس میں پیشاب جذب ہو۔ وضو کرنے کے وقت اس کو ہٹا کر پاک کپڑا رکھنا چاہئے، اور نماز پڑھنی چاہئے، اگر وضو کرنے کے بعد یا نماز کی حالت میں قطرہ آئے گا، تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی، اور وضو بھی نہیں ٹوٹے گا، جب تک اس نماز کا وقت ختم نہ ہو جائے۔ جیسے زوال کے بعد اس نے وضو کیا، تو اس کا یہ وضو اس وقت تک رہے گا جب تک ظہر کا وقت نہ رہے گا، اسی طرح ہر وقت کو سمجھنا چاہئے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۶/۳-۱-۱۳۷۱ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ ۷۲، ۷۳)

استنجے کے بعد قطرہ کا شبہ ہونا:

سوال: ایک شخص قریب چار سال سے قطرہ کے مرض میں مبتلا ہے چند دنوں سے اس کی حالت یہ ہوئی کہ بعد

(۱) (وینقضہ خروج) کل خارج (نجس).... (منہ).... الخ. (رد المحتار: ۱۳۲/۱-۱۳۵، نوافض الوضوء۔ انیس)

(۲) ”شرط ثبوت العذر ابتداءً أن يستوعب استمراره وقت الصلاة كاملاً، وهو الأظهر، كالاقتطاع لا يثبت مالم يستوعب الوقت كله حتى لو سال دمها في بعض وقت صلاة، فتوضأت وصلت ثم خرج الوقت ودخل وقت صلاة أخرى وانقطع دمها فيه، أعادت تلك الصلوة لعدم الاستيعاب..... وشرط بقائه أن لا يمضي عليه وقت فرض إلا والحدث الذي ابتلى به يوجد فيه، الخ“ (الفتاوى العالمية: ۴۱/۱، الفصل الرابع في أحكام الحيض، رشيدية. وكذا في الدر المختار: ۳۰۵/۱، أحكام المعذور، سعيد)

(۳) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ زید شرعاً معذور ہو، مجاہد۔ ”(وصاحب عذر من به سلس) بول لا یکنہ إمساكہ (أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو استحاضة)..... (إن استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة) بأن لا یجد فی جمیع وقتها زمناً يتوضأ ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث..... (و حکمہ الوضوء)..... (لکل فرض)..... (ثم یصلی) به (فیہ فرضاً ونفلاً)..... (فإذا خرج الوقت بطل). (الدر المختار علی هامش رد المحتار، مطلب فی أحكام المعذور: ۵۰۴/۱، ۵۰۵، ۵۰۶)

وضو یا درمیان نماز خفیف سی حرکت معلوم ہوتی ہے جس سے وہم ہوتا ہے کہ قطرہ آگیا اور جب دیکھا جاتا ہے تو اکثر اوقات کچھ نہیں ہوتا، شاذ و نادر پندرہ بیس دفعہ کے بعد ایک آدھ دفعہ قطرہ دکھائی دیتا ہے، ورنہ اکثر وہم ہی وہم رہتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں کہ شاذ و نادر خروج ثابت ہوتا ہے اور اکثر نہیں، آیا دیکھنا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

قال فی الخلاصة: ومن توضأ ثم رأى البلب سائلاً من ذكره أبعاد الوضوء فإن كان الشيطان يريه كثيراً أو لا يعلم أنه بول أو ماء مضى على صلواته وينبغي أن ينضح فرجه وإزاره بالماء إذا توضأ قطعاً للوسوسة لكن هذه الحيلة إنما تنفع إذا كان قريب العهد من الوضوء أما إذا كان بعيداً وجف عضوه لا ينفعه هذا، وهذا إذا لم يستيقن أنه بول فإن تيقن لا تنفعه الحيلة. آه (ج ۱ ص ۱۸) وفي العالمگیریة: شك أنه كبرل لافتحاح أولاً وهل أحدث أولاً وهل أصابت النجاسة ثوبه أولاً أو مسح رأسه أولاً استقبال إن كان أول مرة وإلا مضى (في صلواته) ولا يلزم الوضوء ولا غسل ثوبه كذا في فتح القدير، آه (ج ۱ ص ۸۴) وفي الخلاصة أيضاً: وعلى هذا (لا يجب عليه الإعادة) إذا ظهرت الندوة على رأس الإحليل بعد الفراغ من الصلوة ولم يعلم أنها ظهرت في الصلوة وهذا إذا لم يشك في الصلوة أما إذا شك في الصلوة وتيقن بالندوة بعد الفراغ من الصلوة يجب عليه إعادة الصلوة، آه (ج ۱ ص ۷۷)

صورت مسئلہ میں جب وہم کا غلبہ ہو تو وہم سے وضو فاسد نہیں ہوتا، نہ نماز میں نقصان لازم آتا ہے اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ دیکھنا بھی واجب نہیں، البتہ اگر غالب ظن یہ ہو جائے کہ قطرہ آگیا تو دیکھنا واجب ہے، نماز میں ہاتھ لگا کر دیکھ لے اور خارج صلوٰۃ جس صورت سے آسانی ہو دیکھ لے اور اگر نماز میں قطرہ کا شک ہو گیا ہو غالب ظن نہ ہو تو بعد فراغ از نماز فوراً دیکھ لینا چاہئے، اگر تری کا تيقن ہو جائے تو إعادة صلوٰۃ واجب ہے، (۱) اور ایسے مبتلی بہ کو بعد وضو کے اپنے عضو اور لنگی کو جھگو لینا چاہئے، پھر جب تک پیشاب کے قطرہ کا تيقن نہ ہو ہو وہم کو اسی پر محمول کرے کہ پانی کی تری ہوگی، جب تک کہ عضو اور کپڑا خشک نہ ہو جاوے۔ واللہ اعلم (امداد الاحکام جلد اول، ص ۳۴۹، ۳۵۰)

قطرہ خارج ہونے کا شبہ ہو تو وضو برقرار رہے گا یا نہیں:

سوال: اگر کسی کو نماز کے اندر یا نماز سے پہلے پیشاب کے قطرہ آجانے کا شبہ ہوا ہو، تو ہر دو صورت میں کیا عمل کرنا چاہئے؟ آیا وضو وہی رہے گا، یا تازہ کرنا پڑے گا؟ قطرہ کا آنا یقینی معلوم نہیں ہوا کہ آیا، یا نہیں اور اس وقت دیکھ بھی نہیں سکتا؟

(۱) استنجا کو گیا، اس کے بعد وضو کے لیے بیٹھا، تو کپڑے پر تری محسوس کی اور اسے بار بار شبہ ہوتا ہو کہ پیشاب کا قطرہ آتا ہے، لیکن اس کا یقین نہ ہو کہ پانی کا اثر ہے یا پیشاب کا، تو ایسا شخص اس شبہ کی طرف توجہ نہ کرے اور وضو کر لے۔ البتہ اگر اس کا علم ہو کہ پیشاب کا قطرہ آیا ہے تو پھر اس کو دھو لے۔ اگر وضو کے دوران قطرہ آئے تو نئے سرے سے وضو کرے۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۱۴۶/۱)۔ (طہارت کے احکام ومسائل: ص ۱۳۸، انیس)

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

اگر یہ شخص شرعاً معذور نہیں تو قطرہ آنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے، جب قطرہ آئے فوراً نیت توڑ دے (۱) اور یہ اس وقت ہے کہ قطرہ کا آنایقین سے معلوم ہو جائے اور محض شبہ سے کچھ نہیں ہوتا، نہ نماز ٹوٹتی ہے نہ وضو۔ (۲) اور شبہ کا علاج یہ ہے کہ وضو کے بعد رومالی پر پانی کا چھینٹا دے لیا کرے، لیکن اتنا خیال رہے کہ اگر قطرہ آیا تو نماز اور وضو ٹوٹنے کے علاوہ رومالی بھی ناپاک ہو جائے گی۔

شرعاً معذور وہ شخص ہے جس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہو کہ جس سے وہ با وضو نہ رہ سکتا ہو، اگر ایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت ایسا گزر گیا کہ وہ وضو کر کے نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہوا، بلکہ مسلسل پورے وقت میں اس کو یہ عذر لاحق رہا تو وہ شرعاً معذور ہے، اس کے بعد ہر نماز کے وقت میں ایک دو مرتبہ اس کا پایا جانا ضروری ہے، اگر پورے وقت میں ایک دو مرتبہ بھی یہ عذر نہیں پایا گیا تو وہ معذور نہیں اور معذور کا حکم یہ ہے کہ اس کو ہر وقت کے لئے مستقل وضو کرنا چاہئے، ایک وضو سے دو وقت کی نماز جائز نہیں اور اس عذر سے وضو میں نقصان نہیں آئے گا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۳/۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۶/۳/۵۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۰/۵-۲۲۱)

کبھی قطرے آجائیں اور کبھی نہیں تو کیا کیا جائے:

سوال: مجھے عارضہ قطرہ کا ہے، کبھی دو دو ماہ برابر آتا رہتا ہے، کبھی دو دو تین تین ماہ نہیں آتا، بعض اوقات اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھتا ہوں، قطرہ کا گمان بھی نہیں ہوتا، لیکن نماز پڑھتے ہوئے قطرہ نکل جاتا ہے۔ ایسی حالت

(۱) ”وینقضہ خروج کل خارج (نفس)..... (منہ) الخ. (رد المحتار: ۱۳۴/۱، ۱۳۵، نواقض الوضوء. انیس)

(۲) شریعت میں یقین پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ البتہ محض عبادات میں شک کے پہلو کا بھی اعتبار کیا گیا ہے۔ چنانچہ وضو جیسی عبادت میں بھی اس کا اعتبار کیا گیا ہے۔ لیکن یقین کو ترجیح بہر حال ہوگی۔ مثلاً وضو کیا اور اس کا یقین ہے کہ وہ با وضو ہے اور اس بارے میں شک ہو جائے کہ کوئی حدیث (وضو کو توڑنے والا معاملہ) پیش آیا ہے یا نہیں تو اس شک سے وضو باطل نہ ہوگا۔ (رد المحتار)

البتہ اگر ظن غالب حدیث لاحق ہونے کا ہو تو اس صورت میں افضل یہ ہے کہ دوبارہ وضو کر لے۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱۳۵/۱)۔ (طہارت کے احکام ومسائل: ص ۱۳۶، ۱۳۷)

ولو یقین بالطہارة وشک بالحدث أو بالعکس أخذ بالیقین. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۰/۱، نواقض الوضوء قبیل مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

(۳) (ملتقى الأبحر متن مجمع الأنهر: ۸۴/۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

میں کیا صورت اختیار کرنی چاہئے، آیا نیت توڑ کر وضو کر کے جماعت میں شامل ہوں، یا ویسے ہی پڑھتا رہوں، اور بعد نماز کپڑے پاک کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً و مصلیاً

اگر آپ شرعاً معذور نہیں تو قطرہ آنے سے نماز ٹوٹ جائے گی، (۱) فوراً نیت توڑ کر وضو کرنا چاہئے اور کپڑا بھی پاک کرنا چاہئے، اگر شرعاً معذور ہیں تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (۲) بہشتی زیور حصہ اول میں معذور کی تعریف اور احکام دیکھئے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، ۱۸ ربیع الاول ۱۴۵۵ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸ ربیع الاول ۱۴۵۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۱۵)

اگر قطرہ آنے کا احتمال ہو تو کیا کرے:

سوال: ایک شخص کو نماز میں کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے کہ ذکر سے پیشاب کا قطرہ نکل رہا ہے، مگر یقین حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ نماز کی حالت میں معائنہ کی کوئی شکل نہیں ہے تو کیا یہ شخص محض اس خیال کی وجہ سے نماز کو چھوڑ کر دوبارہ وضو کر لے اور اگر نماز کو جاری رکھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی؟

الجواب _____ حامداً و مصلیاً

اگر تجربہ ہے کہ یہ صرف متخیل ہے، واقعاً قطرہ نہیں تو نماز کو توڑنے کی ضرورت نہیں، اگر تجربہ ہے کہ واقعہ قطرہ ہے تو نماز کو توڑ کر دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھے۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۶/۸/۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۱۵-۲۲۲)

- (۱) (وینقضہ خروج) کل خارج (نجس)..... (منہ)... الخ. (رد المحتار: ۱۳۴/۱-۱۳۵، نواقض الوضوء. انیس)
- (۲) المستحاضة ومن به سلس بول... الخ. (ملتی الأبحر متن مجمع الأنهر: ۸۴/۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت)
- (۳) ”بہشتی زیور“ ص: ۴۷، کتاب الطہارۃ، معذور کے احکام، مکتبہ مدنی، لاہور۔
- (۴) (وینقضہ خروج) کل خارج (نجس)..... (منہ) أى من المتوضئ الحي معتاداً أولاً، من السبيلين أولاً (إلى ما يطهر)..... ثم المراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور. (الدر المختار) قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله مجرد الظهور)..... أى الظهور المجردة عن السيلان فلونزل البول إلى قصبه الذكر لا ينقض لعدم ظهوره (رد المحتار: ۱۳۴/۱-۱۳۵، نواقض الوضوء. سعید. وكذا في النهر الفائق: ۵۱/۱، نواقض الوضوء، إمدادیه، وكذا في تبیین الحقائق: ۴۵/۱، نواقض الوضوء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ولو یقین بالطہارۃ وشك بالحدث أو بالعكس أخذ بالیقین. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۰/۱، نواقض الوضوء، قبیل مطلب فی أبحاث الغسل، سعید)

قطرہ آنے کے بعد کیا عضو کا دھونا لازم ہے:

سوال: (۱) پیشاب اور استنجا سے فارغ ہونے کے بعد اگر پیشاب کا قطرہ نکلا تو اس کے ایک دو قطرے کی وجہ سے بھی ذکر کا دھونا ضروری ہے یا بعینہ وضو کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) ایک شخص کو پیشاب کے قطرے نکلنے کی ایسی شکایت ہے کہ استنجا بالماء کے بعد وہ احتیاطاً اپنے اہلیل (ذکر) میں روئی کا ٹکڑا رکھ دیتا ہے، آدھے گھنٹہ کے بعد پیشاب کا قطرہ آنا بند ہو جاتا ہے، مگر اس روئی پر کچھ قطرہ نظر آتا ہے، اب اس کا حال یہ ہے کہ روئی نکالنے کے بعد جب ذکر دھوتا ہے تو اس سے تری لگنے کی وجہ سے پھر قطرہ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو کیا ایسے آدمی کیلئے اس کی اجازت ہے کہ روئی پر قطرہ نظر آنے کے باوجود ذکر کو دھو کر..... وضو کر کے نماز پڑھے؟ کیونکہ جب دھوتا ہے تو پھر قطرہ آنے لگتا ہے اور اگر نہیں دھوتا ہے تو قطرہ نہیں نکلتا ہے۔

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

(۱) پانی سے پاک کرنا اعلیٰ بات ہے جبکہ وہ قطرہ اس (کے) بدن پر نہ لگا ہو، اگر لگ گیا ہو تو پانی سے پاک کرنے کی تاکید ہے۔ (۱)

(۲) ایسا آدمی اب پانی سے نہ دھوئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵، ۲۲۲ و ۲۲۳)

اگر نماز سے فراغت سے پہلے کپڑے کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو تو کیا کرے:

سوال: جس شخص کو قطرہ وغیرہ آتا ہو اور وہ معذور ہو، جب اس نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو کپڑا دھولیا لیکن پھر کپڑا ناپاک ہو گیا تو دوبارہ اس کو کپڑا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب _____

معذور اگر ایسا ہے کہ اگر وہ کپڑے کو دھوے تو خیال ہے کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پھر نجس ہو جاوے گا تو دھونے کی ضرورت نہیں۔ (۲) دوسرے وقت کے لئے دھونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱، ۲۸۷ و ۲۸۸)

(۱) ”یطهر بدن المصلی وثوبه من النجس الحقيقي بالماء وبكل مائع طاهر مزيل النجس“ (مجمع الأنهر: ۱/۸۶، باب الأنجاس، دارالکتب العلمیہ، بیروت و کذا فی الہدایۃ: ۱/۷۱، باب الأنجاس و تطہیرھا، مکتبہ شرکۃ علمیۃ، ملتان)
(۲) (وإن سال علی ثوبه) فوق الدرهم (جازه أن لا یغسله إن کان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها) أى الصلوۃ (والا) یتنجس قبل فراغه (فلا) یجوز ترک غسله، هو المختار للفتویٰ. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۱/۲۸۲)

معذور کا کپڑا کب تک پاک رہتا ہے:

سوال: درمختار صفحہ ۲۱۳ پر ایک مسئلہ معذورین کے بیان میں آیا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

”(و حکمہ الوضوء) لا غسل ثوبہ ونحوہ الخ“۔ اس میں شبہ یہ باقی رہا کہ غسل ثوب کا بالتفصیل کوئی عرصہ نہیں بتایا کہ کب تک نہ دھویا جائے اور ثوب معذورین کب تک پاک ہی کے حکم میں رہے گا؟

الجواب

آپ نے درمختار کی عبارت: ”(و حکمہ الوضوء) لا غسل ثوبہ“ کے متعلق دریافت فرمایا ہے کہ کپڑا کب تک نہ دھویا جائے، اس میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ اگر دھونے کے بعد دوبارہ نجس ہونے کا اندیشہ نہ ہو، تو دھونا واجب ہے اور اگر دوبارہ نجس ہونے کا اندیشہ ہو تو دھونا واجب نہیں۔ دوسرا قول یہ کہ اگر دھو کر ادائے نماز کا موقع مل سکتا ہے یعنی دوبارہ ناپاک ہونے سے پہلے نماز ادا کر سکتا ہے تو دھونا واجب ہے ورنہ نہیں۔ تیسرا قول یہ کہ دھونے کے بعد نماز کے وقت کے اندر ناپاک ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو تو دھونا واجب ہے اور نماز کے وقت کے اندر دوبارہ ناپاک ہو جائے تو دھونا واجب نہیں۔ درمختار نے قول ثانی کو مختار للفتویٰ کہا ہے اس کی تصریح و حکمہ الوضوء کے پانچ سطر کے بعد (وإن سال علی ثوبہ) میں موجود ہے۔ (۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۷۲/۲)

قطرہ کے مریض کے لئے وضو کرنے کا آسان طریقہ:

سوال: چہل قدمی اور اوپر سے نیچے چلنے کے بعد اگر پیشاب کا قطرہ بند نہ ہوتا ہو تو کیا کرنا چاہئے۔ اس صورت میں نماز میں کوئی خلل آئے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

چہل قدمی وغیرہ کوئی قید نہیں ہے۔ اکثر اس سے استبرا حاصل ہو جاتا ہے۔ اصل میں مقصود یہ ہے کہ قطرہ ٹپکنے سے اطمینان حاصل ہو جائے، جب تک اطمینان حاصل نہ ہو وضو شروع کرنا صحیح نہیں۔ جس کو بہت دیر تک قطرہ آتا ہو اس کو چاہئے کہ وقت سے پہلے پیشاب کر لیا کرے یا پیشاب کے سوراخ کے اندر کوئی چیز روٹی وغیرہ اس طرح داخل کر دے کہ اس کا اندرونی حصہ پیشاب کے قطرہ کو جذب کر لے اور تری باہر نہ آنے پائے۔

(۱) (وإن سال علی ثوبہ) فوق الدرہم (جازلہ أن لا یغسلہ إن کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منها) أی الصلوۃ (والا) یتنجس قبل فراغہ (فلا) یجوز ترک غسلہ، هو المختار للفتویٰ. (الدرا المختار علی رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۳۰۶/۱، بیروت، انیس)

قال فی شرح التنویر: یجب الاستبراء بمشی أو تنحیح أو نوم علی شقه الأیسر، ویختلف بطباع الناس، وقال فی الشامیة: أما نفس الاستبراء حتی یطمئن قلبه بزوال الرشح فهو فرض وهو المراد بالوجوب، ولذا قال الشرنبلالی: یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول أثر البول ویطمئن قلبه. وقال: عبرت باللزوم لكونه أقوى من الواجب لأن هذا یفوت الجواز لفوته فلا یصح له الشروع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال الرشح، آه، قلت: ومن كان بطی الاستبراء فلیفتل نحو ورقة مثل الشعيرة ویحتشی بها فی الإحلیل فإنها تشرب ما بقی من أثر الرطوبة التي یخاف خروجها، و ینبغی أن یغییها فی المحل لثلاث تذهب الرطوبة إلى طرفها الخارج، آه. (رد المحتار: ۱/۳۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸/ صفر ۹۱ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۷۳)

قطرہ والا مریض معذور ہے یا نہیں:

سوال: قطرے والے مریض کو خواہ وقفہ سے آوے یا جلدی جلدی قطرہ آوے، معذور ہے یا نہیں، اور ایک وضو سے ایک وقت کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ وہ معذور ہو گیا اور شرعاً اس پر حکم مریض کا لگ گیا تو اب خواہ قطرہ وقفہ سے آوے یا جلدی جلدی ایک وضو سے ایک وقت میں تمام فرض وسنت نفل پڑھ سکتا ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۸۸)

جس شخص کا مرض کی وجہ سے ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہے اس کا کیا حکم ہے:

سوال: معذور آدمی جس کا بول ہر وقت جاری رہتا ہو کہ کپڑا پاک نہ رہ سکے اس کا کیا حکم ہے، ہر وقت نماز میں اور (پاک) کپڑے سے نماز پڑھا کرے (کذا) یا اسی ناپاک سے، کیوں کہ ہر وقت (کپڑا) بدلنے اور پاک کرنے میں دقت ہوتی ہے؟

الجواب

ہر وقت وضو نہ کرے (۲) اور ہر وقت کپڑے کو پاک کر لیوے کپڑا پاک کرنے میں کچھ حرج نہیں، تین دفعہ پانی نکال دیوے۔ فقط واللہ اعلم۔ بدست خاص، ص: ۱۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۶)

- (۱) (إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰۃ مفروضة) الخ، (وحكمه الوضوء) لا غسل ثوبه ونحوه (لكل فرض) اللام للوقت كما في "لَدْئُوكِ الشَّمْسِ" (ثم یصلی) به (فيه فرضاً ونفلاً) فدخل الواجب بالأولی (فإذا خرج الوقت بطل). (الدر المختار علی رد المحتار، باب الحيض، مطلب فی أحكام المعذور: ۲۸۱/۱، ظفیر)
- (۲) حاشیہ سابق، رد المحتار: ۲۸۱/۱۔

نوٹ: فتویٰ میں وقت سے مراد نماز کا وقت ہے، یعنی ہر وقت نماز میں نیا وضو کرے اور ناپاک کپڑے دھوئے۔ انیس

قطرہ پیشاب کے عارضہ کی حالت میں کیا حکم ہے:

سوال: کسی شخص کو عارضہ قطرہ پیشاب یا منی کا ہے ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے، آیا دوبارہ وضو کرے اور کپڑا پاک کرے یا کیا؟

الجواب

اگر قطرہ پیشاب وغیرہ کا آنا حدِ عذر شرعی کو نہیں پہنچتا تو جبکہ قطرہ باہر آنا یقینی ہو وضو کرنا ضروری ہے۔ (۱) اور اگر حدِ شرعی کو پہنچ گیا ہے بایں طور کہ تمام وقت نماز میں اتنا وقت بھی اس کو نہیں ملا کہ وضو پورا کر کے نماز پڑھے اور قطرہ سے محفوظ رہا ہو تو وہ شخص معذور شرعی ہو گیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ تمام وقت میں ایک بار وضو کر کے تمام وقت کی جو نماز چاہے پڑھے، اعادہ وضو کی ضرورت اس وقت میں نہیں ہے، جب وقت نکل جائے گا وضو ٹوٹ جائے گا۔

کذا فی الدر المختار وغیرہ۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۵/۱)

قطرہ قطرہ پیشاب آنے کا حکم:

سوال: بندہ کو مسلسل چھ سال سے تقاطر بول کی شکایت ہے، اکثر تو پیشاب کرنے کے فوراً بعد یا کچھ دیر بعد یا کبھی نماز کے اندر یا وضو کرنے کے وقت پیشاب کے قطرے نکل آتے ہیں، اب جب نماز میں یہ حالت پیش آتی ہے تو بندہ وضو کیلئے جائے گا تو ادھر جماعت ختم ہو جاتی ہے تو اس صورت میں بندہ کیا کرے؟ کبھی پیشاب کی مقدار اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ درہم کی مقدار سے زیادہ ہے۔ بندہ کو کبھی عین درس کی حالت میں یہ بیماری پیش آتی ہے اور درس کے وقت میں وضو کا ہونا ضروری ہے، اگر بندہ وضو کیلئے جائے گا تو سبق فوت ہو جائے گا۔ بندہ اس صورت میں کیا کرے؟

بندہ فی الحال ایک کپڑا استعمال کرتا ہے اور ہر نماز سے پہلے کپڑے کو دھو لیتا ہے، پیشاب کر کے وضو کرتا ہوں پیشاب کے قطرے نکلے یا نہیں، تو کیا میری نماز صحیح ہوئی یا نہیں یا بندہ سب کی قضا کرے، کیا بندہ صاحبِ عذر نہیں؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

جب آپ صاحبِ عذر (شرعی معذور) نہیں ہیں تو جو نمازیں قطرے آنے کی حالت میں یا قطرے آنے کے بعد بغیر وضو کئے ناپاک کپڑے سے (جبکہ مقدارِ عفو سے زائد ہو) پڑھی ہوں، ان سب کا اعادہ ضروری ہے۔ (۳) قطرہ آنا

(۱) (وینقصہ خروج) کل خارج (نجس)..... (منہ) أى من المتوضئ الحي معتاداً كان أولاً، من السبيلين أولاً (در مختار) قوله معتاداً كالبول والغاية. (رد المختار، نواقض الوضوء: ۱۲۴/۱، ظفیر)

(۲) وصاحب عذر من به سلس بول الخ (إن استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة) .. (الدر المختار علی صدر رد المختار، باب الحيض، مطلب فی أحكام المعذور: ۲۸۰/۱-۲۸۱، ظفیر)

(۳) ”ولو صلى مع هذا الثوب صلوات ثم ظهر أن النجاسة في الطرف الآخر، يجب عليه إعادة الصلوات التي صلى مع هذا الثوب، الخ“۔ (خلاصة الفتاوى: ۴۰/۱، الفصل السادس في غسل الثوب والدهن ونحوه، امجد أكيدى، لاہور، وكذا في النهر الفائق: ۱۳۲/۱، باب الأنجاس، إمدادية)

آپ کے حق میں ناقض وضو ہے، قطرہ کیلئے مستقل کپڑا رکھیں نماز کے وقت اس کو الگ کر دیا کریں یا نماز کیلئے مستقل لنگی رکھیں، اگر اتفاقاً وہ ناپاک ہو جائے تو پاک کر لیں۔

سبق کیلئے پاک رہنا ضروری نہیں، قرآن کریم کو بلا وضو ہاتھ نہ لگائیں اور ضرورت پیش آئے تو رومال سے پکڑ لیں، کتاب میں گنجائش ہے، احتیاط کرنا چاہیں تو کتاب کو بھی رومال سے پکڑ لیا کریں، (۱) وضو میں سبق کے وقت زحمت ہو اور بغیر وضو کتاب سمجھ میں نہ آئے تو تیمم کی گنجائش ہے، زیادہ تشویش میں نہ پڑیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۹/۵-۲۲۰)

پیشاب کے مریض کے لیے وضو کا حکم:

سوال: مجھ کو پیشاب کے بعد دیر تک قطرہ یا نمی آجانے کا شک رہا کرتا ہے، مثلاً پیشاب کے آدھ گھنٹہ پیچھے وضو کرنے بیٹھا پس دوران وضو میں خیال ہوا کہ پیشاب کے مقام پر نمی آگئی، یا آیا چاہتی ہے، اس کا امتحان کرنے کے لئے کہ آیا درحقیقت نمی آگئی یا نہیں، ڈھیلے سے دیکھا، پس بعض اوقات ڈھیلے میں نمی یعنی بھیگا پن معلوم ہوا اور بعض اوقات نہیں، اس نمی کے آجانے کے اندیشہ سے تقریباً نماز سے ڈیڑھ یا دو گھنٹے پہلے خواہ پیشاب لگے یا نہ لگے، پیشاب کر لیا کرتا ہوں تاکہ نماز اطمینان کے ساتھ ہو، اور اگر کسی وقت ڈیڑھ یا دو گھنٹے پہلے پیشاب کرنے کا اتفاق نہ ہو تو پھر پیشاب لگنے پر بھی نماز سے فارغ ہونے تک روکنا پڑتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس قطرہ کی وجہ سے طبیعت میں الجھن سی رہتی ہے، پس ارشاد فرمائیں کہ آیا یہ ضرور ہے کہ قطرہ کا گمان ہونے کی حالت میں ہمیشہ وضو مکرر کر لینا چاہئے، یا گمان ہونے پر ہر وقت دیکھ لینا چاہئے، یا قطرہ آجانے کی جانب بالکل دھیان ہی نہ کرنا چاہئے، غرض جو حکم شرعی ہو یا شرعاً کوئی آسان شکل ہو اس سے خاکسار کو آگاہ فرمائیں، اور یہ امر بھی قابل گزارش ہے کہ بندہ کو دو گھنٹہ یا سو دو گھنٹہ پیچھے پیشاب کی حاجت ہوا کرتی ہے، پس اگر کسی وقت بھول گیا اور جماعت میں گھنٹہ یا پون گھنٹہ باقی ہوا تو بڑی مشکل و تکلیف پیش آتی ہے۔ فقط والسلام

الجواب

قال فی مراقی الفلاح: يلزم الرجل الاستبراء والمراد طلب براءة المخرج عن أثر الرشح حتى يزول أثر البول بزوال البلل الذي يظهر على الحجر بوضعه على المخرج وحينئذ يطمئن قلبه على حسب عادته إما بالمشي أو التنحج أو الاضطجاع على شقه الأيسر أو غيره بنقل أقدام

(۱) قال الشيخ إبراهيم الحلبي: ويكره أيضاً للمحدث ونحوه مس تفسير القرآن وكتب الفقه وكذا كتب السنن ولأنها لا يخلو عن آيات وهذا التعليل يمنع مس شروح النحو أيضاً والأصح أنه لا يكره عند أبي حنيفة. (الكبرى: ص ۵۶، في آخرباب الغسل، انيس)

ور كض وعصر ذكره برفق لاختلاف عادات الناس فلا يقيد بشيء، آه وفي حاشيته للطحاوی عن المصممرات: ومتى وقع في قلبه أنه صار طاهراً جاز له أن يستنجي (وبتوضاً) لأن كل أحد أعلم بحاله (ص: ۲۶) وقال في الدر: يستحب للرجل إن رابه الشيطان أن يحتشي ويجب إن كان لا ينقطع إلا به قدر ما يصلی آه (ج ۱ ص ۱۵۵) وقال الشامي في باب الاستنجاء: وجدناه نافعاً جداً لقطع التقاطر.

صورت مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ وضو کرنے سے پہلے اگر استنجا کیا ہو تو دفع تقاطر کی جو تدبیر تجربہ میں نافع ہوئی ہو خواہ چلنا پھرنا یا لیٹنا وغیرہ ان تدابیر سے دفع تقاطر کا اطمینان کیا جائے اور جب اطمینان ہو جائے کہ اب قطرہ آنا بند ہو گیا، اس کے بعد وضو کیا جائے اس کے بعد اگر پھر شبہ قطرہ آنے کا ہو تو ہاتھ ڈال کر دیکھ لیا جائے، اگر انگلی پر نمی معلوم ہو تو وضو دوبارہ کر لیا جائے ورنہ نہیں، اگر کسی وقت نماز کے قریب استنجے کی ضرورت ہو، اور پیشاب کے روکنے میں ضرطبی کا اندیشہ ہو تو پیشاب کو روکنا نہ چاہئے، بلکہ پیشاب کر کے رفع قطرہ کی تدبیر کی جاوے، اور کچھ دیر ٹھلنے چلنے پھرنے کے بعد وضو کر لیا جائے پھر نماز شروع کر دیں، اس کے بعد اگر قطرہ کاشبہ ہو تو ہاتھ سے دیکھ لیا جائے اگر معلوم ہو کہ نمی آئی ہے تو وضو دوبارہ کیا جائے ورنہ نماز پڑھتا رہے، جس کو قطرہ کا وسوسہ زیادہ آتا ہو اس کے لئے یہ تدبیر مفید ہے کہ عضو خاص کے اندر کسی قدر روئی رکھ لیا کرے، اس سے قطرہ بند ہو جاتا ہے اور روئی کو سوراخ سے ملا ہوا نہ رکھے، بلکہ ذرا سوراخ سے نیچے کو یعنی اندر کو رکھے، اس صورت میں روئی کے تر ہونے سے وضو باطل نہ ہوگا، جب تک سوراخ کے منہ پر تری نہ آجائے، اور اگر روئی سوراخ کے متصل ہوگی تو باہر کا حصہ تر ہو جانے سے وضو ٹوٹ جائے گا، کما ذکرہ فی الدر. (ج ۱ ص ۱۵۴)

۱۸ صفر ۱۴۲۲ھ - (امداد الاحکام جلد اول ص ۲۷۳ تا ۳۷۷)

جس کی منی برابر نکلتی رہتی ہو اس کا حکم:

سوال: زید کو ہر وقت منی آتی رہتی ہے، شروع شروع میں تمام نمازوں کے اوقات میں نہیں آتی تھی، لیکن اب تقریباً تمام نمازوں کے اوقات میں آتی رہتی ہے، لیکن نماز کے پورے وقت میں نہیں آتی بلکہ وقت کے کسی حصہ میں آگئی اور کسی حصہ میں رک گئی اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دو وقت خالی بھی چلا جاتا ہے، لیکن وہ وقت بھی مشتبہ رہتا ہے، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ایک دو وقت خالی گذرے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کو معذور شرعی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسا شخص اسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے، کئی کئی مرتبہ وضو کرنا پڑتا ہے؟ جو صورت ہو تحریر فرمائیں؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

ان حالات میں یہ شخص شرعاً معذور نہیں، ہر مرتبہ خروج منی اس کے حق میں ناقض وضو ہے، بدن کو پاک صاف کر کے روئی اندر رکھ لے، اس طرح نماز پڑھ لے، جب روئی پر تری ظاہر ہوگئی تب وضو ٹوٹے گا اور حکم لگایا جائے گا ناقض وضو ہونے کا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۱۷)

جریان کے مریض کے لئے غسل کا حکم:

سوال: مجھے شدید جریان منی ہے، کافی علاج کیا، لیکن نفع نہیں ہوا، حالت نماز میں بھی منی خارج ہو جاتی ہے، ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر بغیر کسی شہوت کے منی خارج ہو جاتی ہو، تو یہ بیماری ہے، اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو واجب ہو جاتا ہے، اگر جریان کا اس قدر غلبہ ہو کہ اس سے بچ کر نماز کی ادائیگی دشوار ہو، تو نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کر لیں، اور جب تک کوئی دوسرا ناقض وضو پیش نہ آئے، وقت ختم ہونے تک انزال کے باوجود نماز ادا کرتے رہیں۔

ثم المعتبر عند أبي حنيفة ومحمد انفصاله عن مكانه على وجه الشهوة، قال المحشي: ثبت أن لا غسل على من خرج المنى منه بلا شهوة. (۲) فقط (کتاب الفتاوی: ۵۸/۲-۵۹)

جریان کی کثرت سے جب کپڑا پاک نہ رہ سکے تو کس طرح نماز پڑھے:

سوال: خاکسار مرض جریان میں مبتلا ہے اور ایسی حالت ہے کہ ہر وقت کپڑا خراب رہتا ہے، نہا کر بھی پاک رہنا مشکل ہے۔ اب فرمائیے کہ نماز کیسے ادا کروں؟

الجواب

ایسی حالت میں آپ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لیا کریں غسل کی ضرورت نہیں، یہ ودی وغیرہ ہے منی نہیں ہے۔ اس میں وضو لازم ہوتی ہے، اور نماز کیلئے دوسرا کپڑا رکھیں، اگر نماز کی حالت میں بھی قطرہ آوے تو نماز پوری کر لیں نماز صحیح ہو جاتی ہے، بعد نماز کے اس پا جامہ کو اگر قطرہ لگا ہو تو دھو کر رکھ دیں دوسری نماز کے وقت پھر اس کو پہن

(۱) ”ينقض (لو حشا إحليلة بقطنه وابتل الطرف الظاهر) هذا لو القطنه عالية أو محاذية..... وإن متسفله عنه لا

ينقض“. (الدر المختار: ۱/۱۲۸، ۱۲۹، نواقض الوضوء، قبل مطلب في أبحاث الغسل، سعيد، وكذا في المحيط البرهاني:

۵۶/۱، مسائل الأصل الثالث، غفرارية. وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۱۷)

(۲) الهداية: ۳۱/۱۔

کروضو کر کے نماز پڑھیں۔ بہر حال نماز اسی حالت میں پڑھتے رہیں وہ نماز صحیح ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۹/۱)

کیا کثیر الاحتمام معذور ہے:

سوال: زید احتمال شدید کے مرض میں مبتلا ہے، تقریباً ہر روز ہی احتمال ہوتا ہے، بدن کے اعتبار سے کمزور اور لاغر ہے، ہر روز سردی کے موسم میں غسل کرنا بہت دشوار ہے، اگر غسل نہ کرے اور نماز پڑھے تو طبعی کراہت محسوس ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں شرعی معذور کا حکم ہوگا یا نہیں؟

کشف الحاجۃ ترجمہ مالا بدمنہ میں ہے کہ:

”اگر کسی نمازی کا سارا بدن اور کپڑا ناپاک ہے اور وہ بے چارہ پانی کے استعمال پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کو اس ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنی جائز ہے، بشرطیکہ ستر ڈھانکنے کے بقدر پاک کپڑا میسر نہ ہو“۔ ص: ۱۹۔ (مالا بدمنہ، ص: ۲۸، کتاب الطہارۃ، فصل در تیمم، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

”مسئلہ: اگر بدن مصلی یا پارچہ او نجس باشد و براستعمال آب قادر نباشد، اور انماز بانجاست جائز ست، اگر بر پارچہ پاک بقدر ستر عورت قادر نباشد۔“

اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب _____ حامداً و مصلیاً

مالا بدمنہ کے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص بیمار ہے، مثلاً دستوں کا عارضہ ہے یا اس کو کوئی زخم ہے جس سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے، وہ نہ خود اپنے کپڑوں کو پاک کر سکتا ہے نہ وضو کر سکتا ہے، صاحبِ فراش ہے تو وہ ایسی ہی حالت میں نماز ادا کرے۔ (۲) یا ایک لنگی مستقلاً نماز کیلئے تجویز کر لیں کہ جب ضرورت ہو اور سب کپڑے ناپاک ہوں تو اس کو استعمال کر لیا کریں، بغیر نماز کے اس کو استعمال نہ کریں، مبادا وہ ناپاک ہو جائے، پھر احتمال سے جو نجاست

(۱) (وصاحب عذر من به سلس) بول لایکمنہ إمساكه (أو استطلاق بطن أو انفلات ریح الخ إن استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة) بأن لا یجد فی جمیع وقتها زمناً یتوضأ ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث الخ (وحکمه الوضوء) لا غسل ثوبه ونحوه (لکل فرض). (الدر المختار علی رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۲۸۶/۱، ظفیر)

(۲) ”ثم قال: مريض مجروح تحته ثياب نجسة، إن كان بحال لا یسط تحته شیء إلا تنجس من ساعته، له أن یصلی علی حاله، وكذا لو لم یتنجس الثانی إلا أن یزاد مرضه، له أن یصلی فیہ“. (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲۰۲/۲، رشیدیہ)

بدن پر لگے اس کو پاک کر لیں۔ (۱) اگر غسل سے مرض پیدا ہو جائے یا مرض میں شدت ہو جائے تو تیمم کر کے نماز ادا کر لیا کریں۔ (۲) طبعی کراہت کا خیال نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۵/۵-۲۲۶)

خروج ریح کی کثرت پر وضو و نماز وغیرہ کا حکم:

سوال: زید کو بعض دفعہ اس قدر استخراج ریح بڑھ جاتا ہے کہ اطمینان سے وضو پورا نہیں کر سکتا، نماز تو درکنار، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وضو بھی اور دو تین رکعت بھی پڑھ لیتا ہے مگر ریح نہیں آتی۔ ایسی حالت مذکورہ بالا میں زید بلا خطر نماز پڑھا کرے یا کوئی دوسرا حکم شارع علیہ السلام کا ہے؟ ہر دو حالت میں زید اُس وضو سے جس سے اس نے نماز ادا کی ہے، تلاوت کلام پاک دیکھ کر یا اور کوئی وظائف یاد رو پڑھ سکتا ہے یا تعلیم دے سکتا ہے یا ہر کسی کیلئے وضو تازہ کیا کرے؟

الجواب

اس کا حکم معذور کا ہے، ہر ایک وقت کے لئے جد اوضو کرے اور وقت کے اندر ایک دفعہ وضو کرنے سے فرض اور سنن اور نوافل اور سجدۂ تلاوت اور تلاوت قرآن بمس مصحف کر سکتا ہے۔ (۳) اور وظائف تسبیح و تہلیل، درود شریف تو بلا وضو بھی پڑھ سکتا ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۹۷/۱-۲۹۸)

خروج ریح کے مریض کے لئے وضو و نماز کا حکم:

ایک شخص عرصہ ۱۷-۱۸ سال سے ریاحی مریض ہے جس کی وجہ سے وضو ایک بار کرنے کے بعد فوراً یا کچھ دیر بعد یا عین نماز میں رکوع و سجود کے وقت ساقط ہو جاتا ہے اگر ریاح کوروکا جاتا ہے تو مزید جس ریاح سے اور دیگر امراض کا

- (۱) ”يجب تطهير ما أصابته النجاسة من بدن وثوب أو مكان لقوله تعالى: ﴿وَتَيَابُكَ فَطَهِّرْ﴾ الخ“۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲۴۰/۱، المبحث الثاني، شروط وجوب الطهارة، رشيدية. وكذا في المحيط البرهاني: ۲۴۰/۱، تطهير النجاسات، غفارية. وكذا في التاتارخانية: ۳۰۵/۱، الفصل الثامن في تطهير النجاسات، إدارة القرآن)
- (۲) ”من عجز عن استعمال الماء لبعده أو لمرض يشدد أو يمتد بغلبة الظن أو قول حاذق مسلم ولو بتجربة أولم يجد من يوضئه تیمم لهذه الأعذار كلها“۔ (الدر المختار: ۲۳۲/۱، باب التيمم، سعيد، وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۵۷۳/۱، المرض وبطء البرء، رشيدية. وكذا في النهر الفائق: ۹۸/۱، باب التيمم، إمدادية)
- (۳) (وحكمه الوضوء) (لكل فرض) أي لوقت كل صلاة، الخ (ثم يصلي) به (فيه فرضاً ونفلًا) فدخل الواجب بالأولى الخ (فإذا خرج الوقت بطل). (الدر المختار)

أفاد أن الوضوء إنما يبطل بخروج الوقت فقط لا بدخوله. (ردالمحتار، مطلب في أحكام المعذور: ۲۸۱/۱، ظفیر)

(۴) فالوضوء لمطلق الذكر مندوب وتركه خلاف الأولى وهو مرجع كراهة التنزيه. (الدر المختار على ردالمحتار، أبحاث الغسل: ۱۶۱/۱، ظفیر)

اندیشہ ہے۔ ایسی صورت میں بار بار وضو کرنا بھی بے سود ہے کیونکہ پھر ساقط ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، عموماً مغرب اور عشا میں صرف ایک وضو سے پوری نماز مشکل ہے نیز دوبارہ وضو کرنے سے جماعت کے آداب اور تسلسل میں فرق پڑتا ہے ایسی مجبوری کی حالت میں صرف ایک بار کر کے پوری نماز ادا کی جاسکتی ہے اور درمیان میں کسی بھی وقت وضو کا ساقط ہونا مرض سے قابل معافی ہو سکتا ہے؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

اگر آپ کو خروجِ ریح کا مرض ایسا ہے کہ کوئی وقت نماز کا پورا اس طرح نہیں گذرتا ہے جس میں آپ وضو کر کے نماز پڑھ سکیں اور یہ مرض پایا جاتا ہے تو آپ شرعاً معذور ہیں اور بقائے عذر کے لئے ہر وقت میں ایک آدھ مرتبہ بھی یہ مرض (خروجِ ریح) پایا جانا کافی ہے، تو آپ معذور رہیں گے اور پورے وقت کے لئے آپ کو ایک ہی وضو کافی رہے گا وقت بھر یہ وضو خروجِ ریح سے نہیں ٹوٹے گا جتنی نمازیں فرض سنت نفل تراویح آپ چاہیں پڑھیں، البتہ اگر خروجِ ریح کے علاوہ اور کوئی دوسرا ناقض پایا جائے گا تو اس سے آپ کا وضو ٹوٹے گا، خروجِ ریح سے نہیں ٹوٹے گا، جب ایک وقت نماز کا ختم ہو جائے اور دوسرا شروع ہو تو پھر سے نیا وضو آپ کر لیں۔ چاہے خروجِ ریح بعد وضو کے نہ ہوا ہو کیونکہ معذور کے حق میں وقت کا ٹکنا اور داخل ہونا ہی ناقض وضو کے حکم میں ہے مثلاً آفتاب غروب ہونے سے پہلے آپ نے وضو کیا تو یہ وضو عصر کے وقت میں ہوا اور عصر کے ہی وقت بھر رہے گا، جب آفتاب غروب ہوا وقت عصر ختم ہوا ساتھ ساتھ یہ وضو بھی ختم ہوا اب مغرب کا وقت شروع ہو گیا اب اس وقت کے لئے ایک جدید وضو کر لیجئے اور عشا کا وقت ہونے تک جتنی نمازیں چاہیں اسی وضو سے جس طرح وقت بھر جتنی نمازیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں، مس مصحف وغیرہ سب کر سکتے ہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۴۷-۱۴۸)

خروجِ ریح کا مرض ہو تو معذور ہے یا نہیں:

سوال: زید کو اکثر ریح جاری رہتی ہیں اور بعض دفعہ کامل وقت نماز کا گذر جاتا ہے کہ وہ مرض مذکور سے فارغ رہتا ہے، کیا وہ معذور شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور وضو واحد سے حالت ابتلا میں نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب —————

ابتدا میں صاحب عذر ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام وقت نماز میں اس کو اتنا وقت نہ ملے کہ وضو کر کے نماز

(۱) ومن به عذر كسلس بول أو استطلاق بطن) وانفلات ریح ورعاف دائم وجرح لا يرقأ ولا يمكن حبسه بحشوم غير مشقة ولا بجلوس ولا بإلایماء فی الصلوة فیہذا يتوضون (لوقت کل فرض) لا لكل فرض ولا نفل (ویصلون به) أي بوضوء هم فی الوقت (ما شاء وا من الفرائض) أداءً للوقتية وقضاءً لغيرها . (مراقی الفلاح: ۲۷، دارالکتب العربیة الکبریٰ بمصر)

بدوں اُس عذر کے پڑھ سکے۔ پس اگر ایک بار بھی ایسا وقت آچکا ہے کہ اس کو اتنا موقع نہیں ملا کہ تمام وقت نماز میں بدوں اس عذر کے وضو اور نماز پوری کر سکا ہو تو وہ معذور ہو گیا، اس کو ایک وضو سے تمام وقت نماز میں نماز فرض و نفل پڑھنا درست ہے اور جب وقت نکل گیا وضو اس کا باقی نہ رہا۔ پھر وہ شخص اس وقت تک معذور رہے گا کہ تمام وقت نماز میں ایک بار بھی اس کو عذر مذکور واقع ہو جاوے۔ قال فی الدر المختار: ”(إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰۃ مفروضة) بأن لا یجد فی جمیع وقتها زمناً یتوضأ ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث الخ (وهذا شرط) العذر (فی حق الابتداء، وفی) حق (البقاء کفی وجوده فی جزء من الوقت) ولومرة (وفی) حق الزوال یشترط (استیعاب الانقطاع) تمام الوقت (حقیقۃً) الخ۔ (در مختار) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۹۰-۲۹۱)

حافظ قرآن ریح کا مریض ہو تو وہ کیا کرے:

سوال: گزارش ہے کہ مجھے ریح بہت آتی ہے اور میں قرآن کا حافظ ہوں رمضان میں تراویح پڑھانے میں پانچ چھ دفع روزانہ ریح خارج ہو جاتی ہے بار بار نیت توڑنے پر لوگوں میں بدنامی ہو جائے گی اور کوئی سنانے والا بھی نہیں ہے، اسی طرح میں ایک وضو پر پوری تراویح پڑھا دیتا ہوں جبکہ دس پانچ منٹ سے زیادہ ریح نہیں رکتی ہے اگر اس طرح نہ پڑھائیں تو قرآن پاک رہ جائے گا میں بہت پریشان ہوں کیا کروں؟ دریافت ہے کہ قرآن پڑھانا بند کر دوں یا اس طرح پڑھاتا رہوں؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

حسب تحریر سوال آپ شرعاً ایسے معذور نہیں ہیں کہ محض ایک وضو سے وقت بھر نماز پڑھتے رہیں، خواہ ریح خارج ہوا کرے۔

اور آپ کے پیچھے تمام مقتدیوں کی جنہوں نے ریح خارج ہونے پر نمازیں پڑھی ہیں، کوئی نماز نہیں ہوگی اور جو پڑھی ہیں، وہ نہیں ہوئیں۔

آپ قطعاً نماز پڑھنا ترک کر دیں اور جتنی نمازیں اس طرح ریح خارج ہونے کے بعد پڑھائی ہوں، اعلان کر دیں کہ وہ نمازیں دہرائیں ورنہ سب کا گناہ آپ پر ہوگا۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور۔ الجواب صحیح: سید احمد علی سعید (منتجات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۳۹)

(۱) الدر المختار علی رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۱/۲۸، ظفر

(۲) مراقی الفلاح: ۲۷، دار الکتب العربیۃ الکبریٰ بمصر۔

خروج ریح کا دورہ پڑتا ہو تو کس طرح نماز ادا کرے:

سوال: مجھ کو معذور کی کمزوری کے باعث اخراج ریح کا مرض بھی معلوم ہوتا ہے، اکثر نماز میں بھی ریح خارج ہو جاتی ہے اور مجھ کو بطور دورہ کے رہتا ہے، ایام دورہ میں ایک نماز کیلئے چار پانچ مرتبہ وضو کرنا پڑتا ہے، ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

ایام دورہ ریاحی میں ایک نماز کے وقت میں ایک دفعہ وضو کرنا کافی ہے اسی وضو سے تمام وقت میں فرض و سنن و نوافل ادا کرنا جائز ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۹۸/۱)

انفلات ریح والے کی نیند ناقض وضو ہے یا نہیں:

سوال: اگر کسی کو خروج ریاح کا مرض ہو تو اس کے حق میں نوم ناقض وضو ہے یا نہیں؟

الجواب

انفلات ریح والے کی نوم ناقض وضو ہے یا نہیں۔ اس میں دو قول ہیں۔

شامی نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ ناقض وضو نہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۳۳۱-۱۳۳۲)

جس کو ہر وقت ریاح خارج ہوتی ہو اس کی نماز کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص بعارضہ ریاح مبتلا ہو، مثلاً ریاحی بوا سیر وغیرہ ہو، جس کی وجہ سے اکثر ریاح خارج ہوتی ہو، تو اس صورت میں ایک ہی وضو سے فرائض و سنن وغیرہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں، اور اس کے لئے وضو کا مسئلہ کیا ہوگا؟

الجواب وباللہ التوفیق

ایسے شخص کو جو ایسے امراض میں مبتلا ہو جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس کو ہر وقت کی نماز کے لئے اسی وقت میں وضو کرنا چاہئے، اور جب تک اس نماز کا وقت رہے، وہ فرض سنت اور نفل نمازیں پڑھ سکتا ہے، فجر کی نماز کے لئے اس کا وضو صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب کے پہلے تک رہے گا، یعنی جس وقت تک فجر کی نماز کا وقت ہے، آفتاب نکلتے ہی وضو باطل ہو جائے گا۔ اس لئے طلوع آفتاب کے بعد وہ فجر کے وضو سے نفل یا تلاوت نہیں کر سکتا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۱۱/۱۱-۵۱۳ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ ۷۷، ۷۸)

(۱) (وصاحب عذر من بہ سلس) الخ. (الدر المختار علی رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۲۸۰/۱، ظفیر)

(۲) (و) ینقضہ حکماً (نوم.....) (در مختار) أقول: ینبغی... الخ. (رد المحتار، نواقض الوضوء: ۱۳۰/۱-۱۳۱، ظفیر صدیقی)

(۳) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ہر وقت ریاح خارج ہوتی رہتی ہو اور کسی فرض نماز کے پورے وقت میں ریاح خارج ہوئے بغیر وضو کر کے نماز نہ پڑھ سکتا ہو۔ مجاہد۔ (وصاحب عذر) الخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۵۰۴/۱، ۵۰۵)

خروج ریح کے مریض کا سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا:

سوال: اگر ریحی مریض عشا کی نماز پڑھ کر سو گیا تو وہ عشا ہی کے وضو سے تہجد کی نماز اور صبح کی نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

فی رد المحتار: والأحسن ما فی فتاویٰ ابن الشلیبی حیث قال: سئلت عن شخص به انفلات ریح هل ینقض وضوءه بالنوم؟ فأجبت بعدم النقص بناءً علی ما هو الصحيح من أن النوم نفسه لیس بناقض وإنما الناقض ما یخرج ومن ذهب إلى أن النوم نفسه ناقض لزمه النقص. (رد المحتار: ۱۳۱/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کو انفلات ریح کا مرض ہو اور وہ شرعاً معذور ہو اس کی نیند ناقض وضو نہیں، کیونکہ نقض کا سبب خروج ریح ہے، (۱) جو اس کے لئے وقت کے اندر ناقض وضو نہیں، لہذا یہ شخص عشا کے وضو سے تہجد پڑھ سکتا ہے۔ فجر کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۲/ ذی الحجہ ۸۵ھ۔ (حسن الفتاویٰ: ۷۸/۲-۷۹)

مریض کو آپریشن کے بعد طہارت میں شبہ رہتا ہے تو نماز پڑھے یا نہ پڑھے:

سوال: زید کا پیشاب بند ہو گیا۔ ڈاکٹر نے ناف کے اوپر سے آپریشن کر کے ربڑ کی ٹی رکھ دی اس ٹی سے پیشاب ہوتا ہے وہ ٹی ہمیشہ پیٹ پر رہتی ہے۔ اور اس میں پیشاب بھرا رہتا ہے ٹی کے منہ کو تاگے سے بند کر دیا جاتا ہے۔ جب پیشاب کرانا ہوتا ہے تو اس کے منہ کو کھول کر کرا لیا جاتا ہے۔ پھر تاگے سے بند کر دیا جاتا ہے۔ تو ایسی حالت میں یہ شخص نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(۱) نجاست نکلنے کی نئی جگہ کا دھونا:

اگر پیشاب یا پاخانہ نکلنے کا جو مخرج ہے، جیسے مقعد اور آلہ تناسل، اس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا مخرج آپریشن وغیرہ سے بن جائے اور اس سے پیشاب یا پاخانہ نکلنے لگے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی:

(الف) اگر اس سے ہر وقت پیشاب یا پاخانہ نکلتا رہتا ہے تو وہ شخص سلس بول کے مریض کے حکم میں ہوگا اور ایک بار نماز کے لیے وضو کرنے سے پہلے دھونا ضروری ہوگا۔

(ب) اور اگر متعین وقت پر پیشاب یا پاخانہ نکلتا ہے تو اس کو ہر بار پانی سے دھونا ضروری ہوگا، نیز صرف پوچھنا (ڈھیلے وغیرہ سے) کافی نہ ہوگا۔ (الموسوعة الفقهیہ: ۱۱۷/۳۔ بحوالہ الذخیرہ: ۲۰۳/۱، المغنی: ۱۱۸/۱)

یہ امام احمد کے مسلک پر ہے، احناف کے یہاں یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے۔

اگر ٹکی کے ذریعہ پیشاب یا پاخانہ نکلتا رہتا ہے اور وہ نجاست کسی تھیلے میں جمع ہوتی رہتی ہے تو چوں کہ ان پر وہ نجاست نہیں لگتی ہے، اس لیے اس کا دھونا ضروری نہ ہوگا۔ (طہارت کے احکام ومسائل، ص ۲۲۵، انیس الرحمن)

الجواب

اس حالت میں بھی نماز معاف نہیں۔ پڑھنا ضروری ہے، شبہ رہتا ہے تو بعد میں دہرائی جائے۔ بیٹھ کر نہ پڑھ سکتا ہو تو لیٹے لیٹے اشارے سے پڑھے مگر چھوڑے نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رجبیہ: ۲۶۵/۴)

ناسور والا معذور ہے یا نہیں:

سوال: جس شخص کے ناسور ہو وہ معذور ہے یا نہیں؟

الجواب

ناسور اگر ہر وقت بہتا ہے تو صاحب ناسور معذور ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۸/۱)

ناسور والا معذور عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص کو عارضہ ناسور ہے اور قطرہ قطرہ رطوبت خارج ہو کر کپڑے میں جذب ہو جایا کرتی ہے اور یہ مرض دائمی ہے، تو یہ شخص عصر کی وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں، اسی کپڑے کو پہنے ہوئے نماز پڑھنا اور امام ہونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص معذور ہے اور معذور غیر معذورین کا امام نہیں ہو سکتا۔

كما في الدر المختار: "ولا طاهر بمعذور"۔ (۲)

اور معذور وقت کے اندر نماز اس عذر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے، اور کپڑے کے دھونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر کپڑے کو دھویا جاوے گا تو پھر نماز سے پہلے ناپاک ہو جاوے گا تو نہ دھونا درست ہے، اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے تک درہم سے زیادہ ناپاک نہ ہوگا تو دھونا چاہئے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۶/۱)

رطوبت والی بوا سیر کا حکم:

سوال: بادی بوا سیر جس میں ہر وقت رساوت رہے اور جس کا روکنا ممکن نہ ہو ایسی صورت میں ادائیگی نماز کی کیا صورت ہوگی؟

(۱) وهذا إذا لم يمض عليهم وقت فرض إلا وذلك الحدث يوجد فيه الخ فالحاصل أن صاحب العذر ابتداءً من استوعب عذره تمام وقت صلوة ولو حكماً لأن الانقطاع اليسير ملحق بالعدم وفي البقاء من وجد عذره في جزء من الوقت وفي الزوال يشترط استيعاب الانقطاع حقيقة. (البحر الرائق، باب الحيض: ۲۲۸/۱، ظفیر)

(۲) الدر المختار علی رد المحتار، باب الإمامة: ۵۴۱/۱۔ ظفیر

(۳) (وإن سال علی ثوبه)۔ الخ. (الدر المختار علی رد المحتار، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۲۸۲/۱، ظفیر)

الجواب ————— وباللہ التوفیق

جب کہ بواسیر کی رساوٹ کسی وقت بند نہیں ہوتی تو یہ شخص معذور ہے اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز فرض کے وقت ایک مرتبہ وضو کر لے اور پھر اسی وضو سے اس وقت کے اندر اندر جتنی چاہے نمازیں اور قرآن شریف پڑھے سب درست ہوگی اگرچہ رساوٹ جاری رہے اور کپڑے بھی خراب ہوں، البتہ جب دوسری نماز کا وقت آیا تو یہ وضو کافی نہ ہوگا دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔ کذا فی الہدایۃ والدر المختار وغیرہ۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ص ۲۳۶)

مرض بواسیر والے کا کپڑا دھونے والا کوئی نہ ہو تو کیا کرے:

سوال: ایک شخص مرض بواسیر میں مبتلا ہے ہر وقت مسے باہر نکلے رہتے ہیں۔ گھڑی گھڑی انگلی سے دبا کر اندر کرتا رہتا ہے اور نیز فوطہ پر پھوڑا نکالتا تھا جو ٹوٹ گیا ہے، ایک سوراخ نیچے ہوا ہے اور دوسرا اوپر ہے۔ دونوں ہر وقت جاری رہتے ہیں اور جب ہوا کھتی ہے تو نیچے والے سوراخ سے بھی نکلتی ہے انگلی بدل کر نماز پڑھتا ہے۔ جب بھی نجاست سے کچھ نہ کچھ کپڑے آلودہ ہو جاتے ہیں، اور مریض کے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جو ہر وقت کپڑے دھو سکے، ایسی صورت میں مریض نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب

مریض کے پاس اگر کوئی آدمی نہیں ہے تو وہ جہاں تک خود صفائی اور پاکی پر قادر ہو وہاں تک کرے اس کے بعد خدا تعالیٰ کے عفو و کرم پر نظر رکھے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ (کفایت المفتی: ۲۷۲)

بواسیر کی مستقل رساوٹ پر وضو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کو بادی بواسیر ہے، جس کی وجہ سے ہر وقت رساوٹ رہتا ہے، جس کا روکنا ناممکن ہے، اس صورت میں ادائیگی نماز کی کیا صورت ہوگی کہ استنجا کرنے کے بعد پھر ناپاک ہو جاتا ہے اور ادھر ادھر رساوٹ لگ جاتی ہے اور کپڑا بھی روپیہ سے زیادہ پلید ہو جاتا ہے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

ابتدا میں صاحب عذر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تمام وقت نماز میں اس کو اتنا وقت نہ ملے کہ وضو کر کے نماز، بلا

(۱) (وصاحب عذر من بہ سلس) بول لا یمکنہ إمساکہ... الخ. (الدر المختار، مطلب فی احکام المعذور: ۱/۲۸، انیس)

(۲) فی التاتارخانیۃ: الرجل المریض إذا لم تکن له امرأة ولا أمة وله ابن وأخ وهو لا یقدر علی الوضوء، قال: یوضئہ ابنہ أو أخوہ غیر الاستنجاء فإنه لا یمس فرجہ ویسقط عنہ، والمرأة المریضة... ولا یخفی أن هذا التفصیل یجری فی من شلت یداہ لأنه فی حکم المریض. (رد المختار: ۳۴۱/۱، فصل فی الاستنجاء وکذا فی التاتارخانیۃ: ۱/۱۰۴، کتاب الطہارۃ، انیس)

ہونے اس عذر کے، پڑھ سکے پس اگر ایک بار بھی ایسا وقت آچکا ہے کہ اس کو اتنا موقع نہیں ملا کہ تمام وقت نماز میں، بدوں اس عذر کے وجود کے، نماز پوری کر سکا ہو تو وہ معذور ہوگا۔ اس کو ایک وضو سے تمام وقت نماز میں نماز فرض، سنن و نفل پڑھنا درست ہے اور جب وقت نکل گیا وضو اس کا باقی نہ رہا پھر وہ شخص اس وقت تک معذور رہے گا کہ تمام وقت نماز میں ایک ہی بار ہی اس کو عذر مذکور واقع ہو جاوے بہر حال وقت نکلنے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ دوسرے وقت کے لیے پھر تازہ وضو کرنا چاہیے۔

(و حکمہ الوضوء) (لکل فرض) (فإذا خرج الوقت بطل). (در مختار) (۱) کپڑے دھونے میں یہ تفصیل ہے، اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر کپڑے کو دھویا جاوے تو نماز سے پہلے ناپاک ہو جائے گا تو نہ دھونا درست ہے اور اگر سمجھتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے تک درہم سے زیادہ ناپاک نہ ہوگا تو دھونا چاہیے اور یہی حکم استنجا کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود جلد اول: ۲۲۹-۲۳۰)

مرض کی وجہ سے زخم لگوا یا اور نماز کے پورے وقت تک خون جاری رہا تو کیا کرے:

سوال: کسی شخص نے فساد خون کو دفع کرنے کے لئے اپنی ساق میں ایسا زخم کر لیا کہ زخم کرتے ہی خون جاری ہو گیا اور پورا ایک وقت نماز کا خون جاری رہا۔ مگر زخم کو تازہ رکھنے کیلئے نیم کی لکڑی کی ایک چھوٹی سی گوٹی اس کے اندر داخل کر کے اوپر سے دو چار تہہ کپڑے کی ایک پٹی بھی باندھ لی جس کی وجہ سے کبھی کبھی خون یا پیپ جاری ہوتی ہے، کبھی دو تین وقت تک خون بند رہتا ہے اور کبھی ایک وقت کے اندر دو تین مرتبہ خون یا پیپ جاری ہوتا ہے۔ آیا یہ شخص معذور شمار کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب

در مختار میں ہے: ”(وصاحب عذر) الخ (إن استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة) بأن لا یجد فی جمیع وقتها زمناً يتوضأ ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث.... (وهذا شرط) العذر (فی حق الابتداء، وفی) حق (البقاء کفی' وجوده فی جزء من الوقت) ولو مرة (وفی) حق الزوال یشترط (استیعاب الانقطاع) تمام الوقت (حقیقة)، الخ“۔ (در مختار) (۲) اس عبارت سے معذور کے متعلق جو کچھ تفصیل تھی ظاہر ہوگئی۔ پس ابتداء جبکہ نماز کے ایک وقت کامل میں خون جاری رہا تو وہ شخص معذور ہو گیا اور پھر جب تک تمام وقت میں انقطاع حقیقہ نہ ہوگا وہ شخص معذور ہی رہے گا اور معذور شخص غیر معذورین کا امام نہیں ہو سکتا۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۹۴/۱)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی أحكام المعذور: ۳۰۵، ۳۰۶، بیروت، انیس

(۲) الدر المختار علی رد المحتار، مطلب فی أحكام المعذور: ۲۸۱/۱، ظفیر۔

(۳) ولا طاهر بمعذور۔ (الدر المختار علی رد المحتار، باب الإمامة: ۵۴۱/۱، ظفیر)

زخم سے مواد رستار ہوتا ہے اس حالت میں ظہر کے وضو سے عصر کی نماز جائز ہے یا نہیں:

سوال: میری پنڈلی میں ایک پھوڑا تھا جس میں سوراخ ہو کر مواد خارج ہو گیا وہ سوراخ ابھی باقی ہے اور اس میں سے رقیق مواد خارج ہو رہا ہے، زخم کی شکل نہیں ہے سوائے شب اور صبح کے اس پر گیلی مٹی پلٹس کی طرح باندھی جا رہی ہے۔ مٹی باندھ کر ظہر، عصر، مغرب کے واسطے وضو کرتا ہوں، عشا اور فجر کے وقت کپڑے کی گدی بنا کر باندھ دی جاتی ہے۔ تو ظہر کے وضو سے عصر کی، یا عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہوں بلا پٹی کھولے جبکہ وضو باقی ہو؟

الجواب

اگر اس سوراخ میں سے ہر وقت کچھ کچھ مواد نکلتا رہتا ہے تو وہ شخص معذور ہے اس کو ایک وضو سے دوسرے وقت کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے، وقت کے نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، دوسرے وقت کے لئے پھر تازہ وضو کرنا چاہئے۔ درمختار میں ہے: ”(و حکمہ الوضوء) (لکل فرض) الخ (فإذا خرج الوقت بطل) الخ“۔ (۱) اور معذور کی تعریف یہ ہے کہ ابتداءً اس کو ایسی نوبت آئی ہو کہ تمام وقت میں اتنی دیر کو بھی مواد نکلتا نہ رکھا ہو جس میں وضو کر کے نماز پڑھ سکے۔

درمختار میں ہے: ”(وصاحب عذر من به سلس) بول الخ أو بعينه رمد الخ (أى ويسيل منه الدمع، شامی) (إن استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلى فيه خالياً عن الحدث الخ (وهذا) (في حق الابتداء، وفي) حق (البقاء كفى وجوده في جزء من الوقت) ولو مرة الخ“۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۹۴/۱-۲۹۵)

زخم سے خون مستقل رستار ہے:

سوال: کسی صاحب کے بدن میں خون و مواد رستا ہے جس کی وجہ سے وہ ناپاک رہتے ہیں تو ان حالات میں وہ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کا علاج آپریشن ہے لیکن وہ کمزور ہیں آپریشن ہو نہیں سکتا۔

هو المصوب

جب نماز کا وقت آئے اس وقت وضو کر کے نماز شروع کی جائے گی اور اس وضو سے اسی وقت کی تمام نمازیں ادا کر لی جائیں کہ خواہ دوران نماز خون اور مواد رستا ہو (۳) اگر اعضاء وضو پر زخم ہو، اور پانی ڈالنا ضرر رساں ہو تو اس حصہ

(۱) الدر المختار علی رد المحتار، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۲۸۱/۱، ۲۸۲، ظفیر

(۲) الدر المختار علی رد المحتار، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۲۸۱/۱، ۲۸۱، ظفیر

(۳) (ومن به سلس بول) وهو من لا يقدر على إمساكه (والرعاف) الدم الخارج من الأنف (والجرح الذي لا يرقأ) أي لا يسكن دمه من رقا الدم سكن، وإنما كان وضوءه لوقت كل فرض لا لكل صلاة لقوله عليه السلام: ”المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلاة“۔ (البحر الرائق: ج ۳ ص ۳۷)

پر پٹی باندھ لی جائے اور اس کے اوپر مسح کیا جائے۔ (۱) بقیہ تمام اعضاء جن پر پانی بہانا ضروری ہے، پانی بہایا جائے۔
تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء، جلد اول، صفحہ ۲۱۹)

زخم کے ارد گرد جمی ہوئی دوا کو ہٹانے کا حکم:

سوال زخم کے ارد گرد بالکل قریب گندہ بروزہ پکھل کر تندرست جسم پر چمٹ جاتا ہے۔ اب اگر بوقت ہر وضو اس کو ہٹاتا ہے تو بلا مبالغہ وہ ہٹتا نہیں۔ یعنی چاقو وغیرہ سے ہٹانے کے بغیر دور نہیں ہوتا۔ اس طرح جلد پر کچھ خراش آ جاتی ہے ورنہ دور نہیں ہوتا۔ یا پھر بوجہ قرب زخم کے زخم پر اثر پڑتا ہے، یا پانی کے اندر جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ اس طرح تندرست جسم سے خون یا پیپ کا پھیلنا واجب ہے یا نہ؟
۲: زخم کے اوپر درہم سے زیادہ پٹی تھی۔ زخم کا خون یا پیپ پٹی کے اوپر والے حصے میں ظاہر ہوا، اب اس پٹی کو دور کرنا واجب ہوگا یا نہ؟ حافظ نور الدین میواتی رانیونڈ۔

الجواب

۱: زخم کے قریبی حصے پر جو دوائی مانع نفوذ ماء جم گئی ہے اگر اس کے دور کرنے میں زخم کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو اسے دور کرنا ضروری ہوگا۔ ورنہ نہیں، لیکن تکلف سے بچا جائے۔
۲: اگر زخم کے دیر سے اچھا ہونے کا اندیشہ اور غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں پٹی اتارنا واجب نہ ہوگا اور اگر زخم بالکل درست ہو گیا ہے تو پٹی اتار دینی چاہئے۔ (۲) فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، ۲۸/۶/۱۳۸۲ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۱۳۱/۲-۱۳۲)

خون آلود پلستر کے ساتھ بوجہ عذر نماز پڑھنا درست ہے:

سوال: احقر کی بوجہ اکسیڈنٹ پاؤں کی ہڈی ٹخنوں سے اوپر تک ٹوٹ گئی تھی پھر مجھے خیبر ہسپتال میں داخل کیا گیا مگر خون بالکل ظاہر نہیں ہوا تھا، اس لیے بندہ تیمم سے بیٹھ کر نماز پڑھتا رہا، اس کے بعد پاؤں میں کچھ فرق تھا تو مجھے نشہ دے کے پاؤں میں دوبارہ اسٹیل کی کیل لگا کر پلستر کر دیا اور کافی خون بھی نکلا جو پلستر کے ساتھ چمٹ گیا تھا، اس لیے

(۱) (ویمسح) نحو (مفتصد وجریح علی کل عصابة) مع فرجتها فی الأصح (إن ضره) الماء (أوحلها). (الدر المختار مع الرد: ۴/۱۷۷، باب المسح علی الخفین، المسح علی الجبيرة، مطلب فی لفظ کل، انیس)
(۲) قال العلامة ابن عابدين: فإن ضره الحل والغسل مسح الكل تبعاً وإلا فلا بل يغسل ماحول الجراحة ویمسح علیها لا علی الخرقه مالم یضره مسحها فیمسح علی الخرقه التي علیها ویغسل حوالیها و ماتحت الخرقه الزائده لأن الثابت بالضرورة یتقدر بقدرها کما أوضحه فی البحر عن المحيط والفتح. (رد المختار علی الدر المختار: ص ۲۰۵ جلد ۱، قبیل باب الحيض، انیس)

بندہ بوجہ خون آلودہ پلستر کے نماز پڑھنے سے معذور رہا، اب عرض یہ ہے کہ مجھ سے اسی طرح جو نمازیں قضا ہوئی ہیں، صحت یابی اور پلستر کھلنے کے بعد دوبارہ نمازوں کی قضا کروں گا؟ یا خون آلودہ پلستر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہوں؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی عبدالواسع بلی ٹنگ کو ہاٹ۔ ۲۱/شعبان ۱۴۰۳)

الجواب

پلستر اور پیٹی سے جو نجاست چٹ جائے تو وہ مغفوع ہے کیوں کہ اس کا دھونا ناممکن یا ضرر رساں ہوتا ہے، آپ باقاعدہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۱) وھوالموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۱۱۲)

قعدہ اور سجدہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہو تو کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے:

سوال: ایک شخص کو بواسیر کی شکایت ہے وہ جب نماز پڑھتا ہے تو رکوع اور سجدہ کی حالت میں اور بیٹھنے کی صورت میں بھی ہمیشہ فضلہ خارج ہوتا رہتا ہے، ہاں جب تک وہ کھڑا رہتا ہے اس وقت تک یہ صورت نہیں ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں نماز کس طرح ادا کرے صرف کھڑے کھڑے نماز پڑھ سکتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب — باسم ملہم الصواب

اگر بیٹھنے کی کوئی ایسی ہیئت ہو سکتی ہو کہ اس میں فضلہ خارج نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع و سجدہ اشارہ سے ادا کرے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو حالت قیام ہی میں نماز پڑھے رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرے اگر پاخانہ کے مقام میں کوئی کپڑا وغیرہ لگانے سے فضلہ خارج نہ ہو اور کپڑے کی بیرونی جانب تک نجاست نہ پہنچے تو اس طرح نماز ادا کرے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۹/جمادی الاولیٰ ۹۸ھ (حسن الفتاویٰ: ۸۰۲)

قعدہ اور سجدہ سے وضو ٹوٹ جائے تو کس طرح نماز ادا کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا بیٹھنے اور سجدے

(۱) قال العلامة ابن عابدين: فإن ضره الحل والغسل مسح الكل تبعاً وإلا فلا بل يغسل ما حول الجراحة ويمسح عليها لأعلى الخرقه مالم يضره مسحها فيمسح على الخرقه التي عليها ويغسل حواشيها و ماتحت الخرقه الزائدة لأن الثابت بالضرورة يتقدر بقدرها كما أوضحه في البحر عن المحيط والفتح. (رد المحتار على الدر المختار: ص ۲۰۵ جلد ۱، قبيل باب الحيض. وهاب)

(۲) يجب رد عذره أو تقليله بقدر قدرته ولو بصلوته مؤمياً، الخ وفي الشامي: وكذا لو سال عند القيام يصلي قاعداً، الخ“ (رد المحتار، مطلب في أحكام المعذور ۲۸۳/۱، ومنها القيام)..... (في فرض).... (لقد ار عليه) و على السجود فلو قدر عليه دون السجود ندب إيماءه قاعداً وكذا من يسيل جرحه لو سجد وقد يتحتم القعود كمن يسيل جرحه إذا قام أو يسلس بوله.... الخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۱۵/۱، باب صفة الصلوة، انيس)

سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور رکوع و سجود سے بھی عاجز ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حالت قیام میں اشارہ سے نماز ادا کرے یا حالت استلقاء میں یا معذور شمار ہوگا؟ بینو باللیل تو جرداً عندا للیل۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

ایسا مریض کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے استلقاء جائز نہیں، حالت قیام میں رکوع و سجود کے لیے اشارہ صحیح ہے۔
قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: إنه لو لم يقدر علی الإيماء قاعداً كما لو كان بحال لو صلى قاعداً يسيل بوله وجرحه ولو مستلقياً لا، صلى قائماً بركوع وسجود لأن الاستلقاء لا يجوز بلا عذر كالصلوة مع الحدث فيترجح ما فيه الإتيان بالأركان كما في المنية وشرحها. (رد المحتار: ۷۹/۱)

قال ابن نجيم رحمہ اللہ تعالیٰ: قوله (وخير إن طهر أقل من ربه) يعني بين أن يصلي فيه وهو الأفضل لما فيه من الإتيان بالركوع والسجود وستر العورة الغليظة وبين أن يصلي عريانياً قاعداً يؤمى بالركوع والسجود وهو يلي الأول في الفضل لما فيه من ستر العورة الغليظة وبين أن يصلي قائماً عريانياً بركوع وسجود وهو دونهما في الفضل. وفي ملتقى البحار: إن شاء صلى عريانياً بالركوع والسجود أو مؤمياً بهما إما قاعداً وإما قائماً فهذا نص على جواز الإيماء قائماً. (بحر: ۲۷۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (حسن الفتاوى: ۸۰۲/۸۱)

قطرہ آنے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا مسئلہ:

سوال: مجھے بول کا عارضہ ہے، دن رات میں بیس پچیس مرتبہ پیشاب آتا ہے اور پانچامہ تر ہو جاتا ہے اس لئے وضو نہیں رہتا، نماز کے وقت تازہ کر لیتا ہوں مگر حالت نماز میں نشست و برخاست سے قطرہ نکل جاتا ہے، ہر رکعت میں یہی حالت ہوتی ہے اس واسطے نماز بیٹھ کر ادا کرتا ہوں، ایسی حالت میں قطرہ نہیں نکلتا۔ اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں پیٹ زانو سے لگ جاتا ہے اور سجدہ کے وقت پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف نہیں ہوتیں بلکہ دونوں پیر بچھا کر بیٹھنے میں سکون رہتا ہے، سیدھا پیر کھڑا رکھ کر قعدہ میں بیٹھنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے اس لئے یہ نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

در مختار میں ہے:

”يجب رد عذره أو تقليله بقدر قدرته ولو بصلوته مؤمياً، الخ وفي الشامي: وكذا لو سال عند

القيام يصلي قاعداً، الخ“۔ (۱)

پس صورت موجودہ میں آپ کو نماز بیٹھ کر پڑھنا درست ہے جبکہ اس سے قطرہ بند رہتا ہے اور سجدہ کے وقت اگر

بضرورت مذکورہ انگلیاں قبلہ کی طرف نہ ہوں تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، جس طرح سہولت ہو اور قطرہ بند ہو اسی طرح کریں اور نماز پڑھیں۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۹/۱-۲۹۰)

پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے:

سوال: ایک آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے تو پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ اور بیٹھنے میں یہ چیز نہیں ہے تو یہ آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے یا بیٹھ کر؟

الجواب

ایسا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے۔ (۲) (فتاویٰ سراجیہ: ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رجمیہ: ۹۵/۱)

رکوع سجدہ کرنے سے ریح خارج ہو جاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: مجھے سخت ریاحی تکلیف ہے نماز میں جب رکوع اور سجدہ میں جانا ہوتا ہے اور پیٹ پر دباؤ پڑتا ہے تو پیٹ پر دباؤ کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ میں نماز کس طرح ادا کروں اس کی بڑی فکر رہتی ہے۔ احقر کی رہنمائی فرمائیں؟ بینواتو جروا۔

الجواب

پیٹ پر دباؤ آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپ اس طرح نماز ادا کریں کہ پیٹ پر دباؤ نہ آئے اور وضو کی حفاظت ہو سکے۔ اگر رکوع اور سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہو تو آپ بیٹھ کر رکوع و سجدہ کا اشارہ کر کے نماز ادا کریں۔ (۳) سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو۔ درمختار میں ہے:

(ومنها القيام)..... (فی فرض).... (لقادر علیہ) وعلى السجود فلو قدر عليه دون السجود ندب إيماء ه قاعداً وكذا من يسيل جرحه لو سجد وقد يتحتم القعود كمن يسيل جرحه إذا قام أو يسلس بوله.... الخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۱۵/۱، باب صفة الصلوة)

(۱) (ومنها القيام)..... (فی فرض).... (لقادر علیہ) وعلى السجود فلو قدر عليه دون السجود ندب إيماء ه قاعداً وكذا من يسيل جرحه لو سجد وقد يتحتم القعود كمن يسيل جرحه إذا قام أو يسلس بوله.... الخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۱۵/۱، باب صفة الصلوة، انیس)

(۲) يجب رد عذره أو تقييله بقدر قدرته ولو بصلوته مؤمياً.... (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۱۵/۱، باب صفة الصلوة، انیس)

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر: ۲۔

طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے:

قال فی الفتح: رجل بحلقه جراح لا یقدر علی السجود ویقدر علی غیره من الأفعال یصلی قاعداً بالإیماء ولو قام وقرء و رکع ثم قعد وأوما للسجود جاز والأول أولى. (ص ۲۳۵، باب صلوة المریض) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمیہ: ۲۱۴/۸)

پیشاب ٹپکتا ہو تو سوتے ہوئے اشارہ سے نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے تو قطرے ٹپکتے ہیں اور چت لیٹ کر سونے میں یہ عذر نہیں ہے تو نماز کس طرح پڑھے؟

الجواب

اس صورت میں سوتے سوتے اشارہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کھڑے کھڑے نماز پڑھے۔ (۱) (نفع المفتی والوسائل ص ۹۸) فقط (فتاویٰ رحمیہ ۱۹۵/۱)

مریض کے نایاک کپڑے بدلنا مشکل ہو تو ویسے ہی نماز پڑھے:

سوال: ہسپتال میں بدن اور کپڑوں کی طہارت کبھی تو یقینی طور پر نہیں ہوتی اور کبھی نامکمل اور مشتبہ ہوتی ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں بہر حال نماز پڑھ لینی چاہئے یا قضا کر دی جائے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

ایسے مریض کو اسی حالت میں نماز پڑھ لینا چاہئے۔

مریض تحته ثياب نجسة و کلمما بسط شیئاً تنجس من ساعتہ صلی علی حالہ و کذا لو لم ینجس إلا أنه یلحقہ مشقة بتحریکہ. (ردالمحتار: ۵۲۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۳/ محرم ۹۵ھ (حسن الفتاویٰ: ۷۵۲/۲)

حالت عذر میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں:

سوال: مرض جریان وغیرہ سے ایک شخص مجبور ہے اور طاقت زائل ہوتی رہتی ہے، آیا ایسی حالت میں بھی وہ احکام دین نماز وغیرہ ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: إنه لو لم یقدر علی الإیماء قاعداً کما لو کان بحال لوصلی قاعداً یسیل بولہ وجرحہ ولومستلقياً لا، صلی قائماً برکوع وسجود لأن الاستلقاء لا یجوز بلا عذر کالصلوة مع الحدث فیرجح ما فیہ الإتیان بالأرکان کما فی المنیة وشرحها. (ردالمحتار: ۷۰۹/۱، انیس)

الجواب

اسی حالت میں سب کام کرے۔ معذور کا مسئلہ بھی فقہ میں موجود ہے، جو شخص معذور ہو وہ وقت کے اندر نماز ایک وضو سے پڑھ سکتا ہے اور تلاوت قرآن شریف اور درود شریف و تسبیح وغیرہ درست ہے، جب وقت نکل جاوے گا وضو نہ رہے گی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۹۲/۱)

کپڑا اور بدن کی پاکي سے معذور کے لیے نماز کا حکم:

سوال: میں ایک ہفتہ سے بخارا اور کھانسی، نزلہ زکام میں مبتلا ہوں، میرا چھوٹا بچہ صرف پانچ مہینہ کا ہے جو ہر روز رات کے وقت پیشاب سے میرا جسم ناپاک کر دیتا ہے، باوجود حفاظت کے بھی اس کی نجاست سے بچنا غیر ممکن ہے، بیماری سے قبل میں ہر روز جسم کے ناپاک حصہ کو گرم پانی سے پاک کر لیا کرتی تھی اور کپڑے بدل کر نماز پڑھ لیا کرتی تھی، لیکن جس دن سے میں بیمار ہوئی ہوں بدن کو پاک کرنے سے مجبور ہوں، ایک دور و زالیسی حالت میں بھی پاک کیا تو بیماری نے طول پکڑ لیا، چھوٹا بچہ بھی بیمار ہو گیا، اب میں جناب کی خدمت میں عرض کرتی ہوں کہ ایسی حالت میں تیمم جائز ہے یا نہیں، اور اگر تیمم کیا جائے تو کس طرح، آیا مٹی پر ہاتھ مار کر جسم کے ناپاک حصہ کو مل لینا کافی ہے یا صرف غسل وضو کا تیمم کر دوں، اس شش و پنج میں میری کئی روز سے نمازیں قضا ہو رہی ہیں، جس سے میری طبیعت سخت پریشان ہے، ایک ایک وقت کی نماز چھوٹنے سے دل بے قرار ہے، باقی کیا عرض کروں؟

الجواب

ایسی حالت میں نماز ہرگز قضا نہ کریں، بلکہ ناپاکی سے بچنے کی پوری تدبیر کریں، بچہ کے رات کو لنگر باندھ دیا کریں، اس سے ناپاکی ماں کے اوپر نہ آئے گی، اور اس کے بعد بھی تھوڑی بہت ناپاکی لگے تو اگر گرم پانی سے پاک کرنا مضر نہ ہو تو گرم پانی سے دھوئیں، اور یہ بھی مضر ہو تو اسی طرح نماز پڑھ لیں نماز درست ہو جائے گی، اور کپڑوں کا یہ انتظام کیا جائے کہ نماز کے واسطے ایک پاک جوڑا لگ رکھ لیں جو صرف نماز کے وقت پہن لیا، پھر اتار دیا، اور یہ ممکن نہ ہو تو کپڑوں کی ناپاکی کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیا کریں، جب کہ دھونا اور بھیگا کپڑا بدن پر رہنا مضر ہو۔

قال فی شرح المنیة: إن الرجل (وفی حکمہ المرأة) إذا کان علی جسده نجاسة وهو مسافر قید به باعتبار الغالب وإلا فلا فرق بین المسافر وغیره ولیس معه ماء أو مائع مزیل

(۱) (إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰۃ مفروضة) بأن لا یجد فی جمیع وقتها زماناً یتوضأ ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث الخ (وحکمہ الوضوء) لکل فرض، الخ. (الدر المختار علی رد المحتار، مطلب فی احکام المعذور: ۲۸۱/۱، ظفیر)

أو كان معه وهو يخاف العطش (وفي حكمه ازدياد المرض) حالاً أو ملاً على نفسه أو على من تلزمه مؤنته فإنه لا يلزمه إزالة عين النجاسة ويجوز له أن يصلي بها (۱۹۵) والله اعلم
۲ / شعبان ۱۴۰۵ هـ ج. (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۷۵ تا ۳۷۷)

نامردی کی وجہ سے طلاء استعمال کرتا ہے اور ڈاکٹر پانی سے بالکل منع کرتا ہے تو وہ نماز کیسے پڑھے:

سوال: کوئی شخص مرض سستی کی وجہ سے طلاء نامردی استعمال کرتا ہے اور پانی لگانے سے طیب منع کرتا ہے، بلکہ شراب سے عضو تناسل کو دھلواتا ہے۔ اس صورت میں وہ استنجا کرنے اور حالت احتلام میں غسل کرنے سے مجبور ہے۔ وہ نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب

دوا کرنا، حرام اور نجس چیز کے ساتھ اس وقت درست ہے کہ طیب مسلم حافظ یہ کہے کہ اس دوا میں شفا ہے اور اس کا بدل دواء حلال سے نہ ہو سکے:

قال في النهاية: وفي التهذيب: يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه، إلخ. (۱)
پس اگر شرط مذکور پائی جاوے تو استعمال شراب کا بغرض صحت درست ہے اور نماز بھی اس حالت میں درست ہے، ورنہ درست نہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۹۳، ۲۹۴)

جس کا کان بہتا ہو، اس کے وضو اور نماز کا حکم:

سوال: زید کا کان ہمیشہ بہتا رہتا ہے، اس حال میں اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق

جس شخص کو کان بہنے کا عارضہ ہے اور ہر وقت کان بہتا ہے، اس کو ہر وقت کی نماز کے لئے تازہ وضو کرنا چاہئے، جب تک اس نماز کا وقت رہے گا کان بہنے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، نماز کا وقت ختم ہوتے ہی وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۲۵/۹۔ ۱۳۷۱ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ ۷۱)

(۱) رد المحتار، باب المتفرقات، فی کتاب البیوع جلد: ۴/۲۹۸؛ ظفر

(۲) (وصاحب عذر من به سلس) بول لایکمنہ إمساک (أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو استحاضة) أو بعینه رمد أو عمش أو غرب، وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من أذى وثدی وسرة (إن استوعب عذره تمام وقت صلوۃ مفروضة) بأن لا یجد فی جمیع وقتها زمناً یوضأ ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث..... (وحکمہ الوضوء) لا غسل ثوبه ونحوه (لکل فرض)..... (ثم یصلی) به (فیہ فرضاً ونفلاً)..... (فیذا خرج الوقت بطل). (الدر المختار علی هامش رد المحتار، مطلب فی أحکام المعذور: ۵۰۴، ۵۰۵)

معذور کے لیے مسح کے احکام

پٹی پر مسح:

سوال: زید کے ہاتھ کے انگوٹھے میں زخم نکل آیا ہے زخم کا حصہ تخمیناً نصف انگوٹھا ہے، نماز جمعہ سے تین ساعت پیشتر زخم پر مرہم لگا کر پٹی کپڑے کی باندھ لی کہ پٹی سے پورا انگوٹھا چھپ گیا۔ نماز جمعہ کے وقت زید نے وضو کیا لیکن وضو کرتے وقت اس نے پٹی کھول کر نہ تو پورے انگوٹھے کو دھویا اور نہ زخم کے علاوہ بقیہ حصہ کو بلکہ صرف کپڑے سے اس کو تر کیا۔ خلاصہ یہ کہ مسلم انگوٹھا خشک رہ گیا اگر زید پٹی کھول کر اس کے بقیہ حصہ کو تر کرتا اور زخم پر مسح کرتا تو زخم کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا؟

الجواب _____ وباللہ التوفیق

وضو میں زخم کی پٹی کھولنا یا پٹی کو تر کرنا ضروری نہیں صرف پٹی کے اوپر مسح کر لینا کافی ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس - ۱۴/۲/۱۳۵۷ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۸۸/۲ تا ۹۰)

(۱) عن جابرؓ قال: خرجنا في سفر.... إنما يكفيه أن يتيمم ويعصر أو يعصب - شك موسى - على جرحه خرقه ثم يمسح عليها ويغسل سائر جسده. (أبو داؤد، باب في المجدور يتيمم)
عن علي بن أبي طالب قال: انكسرت إحدى زندي فسلأت النبي صلى الله عليه وسلم فأمرني أن أمسح على الجبائر. (ابن ماجه، باب المسح على الجبائر، ص ۹۳، نمبر ۲۵۷/الدارقطني، باب جواز المسح على الجبائر)
صحت وضو کے لیے اصلاً اعضاء وضو کا دھونا ضروری ہے، تیم یا مسح کی اجازت اس وقت ہے جب کہ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو یا پانی کا استعمال نقصان دہ ہو، سر کا مسح اس لیے مشروع ہے کہ پانی کا استعمال سر کے لیے نقصان دہ ہے جس میں حرج شدید ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے: "الحرج مدفوع"۔ اعضاء وضو کے کسی بھی حصہ میں اگر زخم ہو یا کٹ گیا ہو، جس کو دھونے سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو اس حصہ پر مسح کر لینا کافی ہے اور اگر مسح بھی نقصان دہ ہو تو مسح بھی ساقط ہو جائے گا۔

اگر زخم پر پٹی باندھ لی گئی ہو تو ایسی صورت میں مسح اور غسل کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

- ۱۔ اگر پٹی کھولنے میں کوئی نقصان ہو یا پٹی کھولنے کے بعد از خود اس کے باندھنے پر قدرت نہ ہو اور نہ ہی کوئی دوسرا باندھنے والا ہو تو ایسی صورت میں پٹی پر ہی مسح کر لینا کافی ہوگا۔ اس کا کھولنا ضروری نہیں ہے۔
- ۲۔ اگر پٹی کھولنے میں کوئی نقصان نہ ہو تو پٹی کھول کر اس حصہ کو دھونا ضروری ہوگا جس پر دھونے سے کوئی نقصان نہ ہو اور اس حصہ پر مسح کرنا ضروری ہوگا جس پر مسح کرنا نقصان دہ نہ ہو۔ اس لیے کہ جو چیز ضرورتاً ثابت ہو وہ بقدر ضرورت ہی ثابت ہوتی ہے۔
- ۳۔ اگر پٹی کھولنے کے بعد دھونا بھی نقصان دہ ہو اور مسح بھی تو پھر پٹی کھولنے کی ضرورت نہیں پٹی ہی پر مسح کر لینا کافی ہوگا۔ ==

پھایہ پر مسح کا حکم:

سوال: زید کے منہ پر پھنسی یعنی زخم ہے اس پر انگریزی مرہم کا پھایہ لگا ہوا ہے، اب اس کو ہٹا کر وضو کرے یا پھایہ کے اوپر سے پانی بہائے۔ پھایہ کو ہٹانے میں تکلیف ہوگی یعنی یہ سختی سے کھال پر چٹ گیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

اگر زخم کو پانی نقصان کرتا ہو یا پھایہ ہٹانے میں تکلیف ہو تو پھایہ ہٹائے بغیر اس پر مسح کرے۔

قال فی التنویر: وحکم مسح جبيرة وخرقة قرحة وموضع فصد ونحو ذلك كغسل لما

تحتها. (رد المحتار: ۱/۲۵۷) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۸/ربیع الاول ۹۱ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۶۴)

پلستر پر مسح جائز ہے:

سوال: کسی کے پھنسی یا زخم پر پلستر لگا ہوا ہو، اگر غسل یا وضو کے وقت اس کو کھول کر دھوئے تو کچھ نقصان نہیں، البتہ جو دوا لگائی تھی پلستر کو ہٹانے کی وجہ سے وہ باقی نہیں رہے گی، لہذا وہ دوا مرض کے لئے مفید ثابت نہ ہوگی یا یہ کہ پھر پلستر نہیں ملے گا یا زیادہ گراں ملے گا تو کیا پلستر کو ہٹا کر اس عضو کو دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز دوا کی گرانی کی کیا تحدید ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

قال فی الدر المختار: أولم يجد من يوضئه، فإن وجد ولو بأجرة مثل وله ذلك لا يتيمن. (رد

== ۴۔ اگر پٹی کھولنے کے بعد زخم پر مسح نقصان نہ ہو لیکن بقیہ حصہ کا دھونا نقصان نہ ہو تو پٹی کھول کر بقیہ حصہ کو دھونا ضروری ہوگا، بقیہ حصہ کو دھو کر پھر پٹی باندھ کر پٹی پر مسح کر لینا کافی ہوگا۔

صورت مسئلہ میں سوال سے یہ واضح ہے کہ اگر زید پٹی کھول کر زخم پر مسح کرتا اور بقیہ حصہ کو دھوتا تو اس کے زخم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، لیکن اس نے پٹی کھول کر نہ تو زخم پر مسح کیا اور نہ ہی بقیہ حصہ کو دھویا اور اس نے اپنا وضو مکمل کر کے نماز پڑھ لی۔ لہذا صورت مسئلہ میں نہ تو اس کا وضو صحیح ہوا اور نہ ہی اس وضو سے پڑھی گئی نماز صحیح ہوئی۔ (مجاہد)

”والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار، فإن ضر مسحہ، فإن ضر مسحہا، فإن ضر سقط أصلاً (ویمسح) نحو (مفتصد وجریح علی کل عصابة) مع فرجتها فی الأصح (إن ضره) الماء (أو حلها) ومنه أن لا يمكنه ربطها بنفسه ولا يجد من يربطها. (الدر المختار علی رد المحتار: ۱/۲۷۷-۲۷۸)

(قوله أو حلها) أي ولو كان بعد البرء بأن التصقت بالمحل بحيث يعسر نزاعها ط، لكن حينئذ يمسح على الملتصق ويغسل ما قدر على غسله من الجوانب كما مر، ثم المسئلة رباعية كما أشار إليه في الخزان، لأنه إن ضره الحل يمسح سواء ضره أيضاً المسح على ماتحتها أولاً، وإن لم يضره الحل، فإما أن لا يضره المسح أيضاً فيحلها ويغسل ما لا يضره ويمسح ما يضره، وإما أن يضره المسح فيحلها ويغسل كذلك ثم يمسح الجرح على العصابة، إذ الثابت بالضرورة يتقدر بقدرها. (رد المحتار: ۱/۲۷۷، قبيل باب الحيض)

(۱) الدر المختار علی رد المحتار، قبيل باب الحيض، أنیس

المحتار: ج ۱/۲۱۵) وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: (فرع) في جامع الجوامع: رجل به رمد فداواه وأمر أن لا يغسل فهو كالجبيرة، شر نبلاية. (رد المحتار: ۲۶۰/۱، قبيل باب الحيض)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر پلستر کھولنا زخم کے لیے مضر ہو تو پلستر کھول کر اس عضو کا دھونا ضروری نہیں بلکہ پلستر پر مسح کافی ہے اور وہ پلستر جبیرہ کے حکم میں ہے اور اگر کھولنا مضر نہیں مگر پلستر عام مروج قیمت سے زیادہ گراں ملے گا یا قیمت تو زیادہ نہیں مگر تنگ دستی کی وجہ سے خریدنے پر قدرت نہیں تو بھی مسح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ (حسن الفتاویٰ: ۶۳/۲)

پلستر پر مسح کرنے کا حکم:

سوال: ہاتھ پاؤں یا دوسرے اعضا کے ٹوٹ جانے کی صورت میں ڈاکٹر حضرات اس عضو کو جوڑنے کے لیے پلستر لگاتے ہیں، کیا اس پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پلستر کا استعمال ٹوٹے ہوئے اعضا کو جوڑنے کے لیے ہوتا ہے اور ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر اس کا کھولنا عموماً مضر نہ بھی ہو لیکن بار بار اس کو کھول کر باندھنا مالی اعتبار سے بھی نقصان کا باعث ہوتا ہے، اس لیے جبیرہ کی طرح پلستر کے اندر ملفوف اعضا کا دھونا ضروری نہیں بلکہ مسح کافی ہے۔

لما قال الحصكفي: (ويمسح) نحو (مفتصد وجريح على كل عصابة) مع فرجتها في الأصح، قال ابن عابدين: (قوله على كل عصابة) أي على كل فرد من أفرادها سواء كانت عصابة تحتها جراحة وهي بقدرها أو زائدة عليها كعصابة المفتصد، أو لم يكن تحتها جراحة أصلاً بل كسر أو كس، وهذا معنى قول الكنز: كان تحتها جراحة أولاً، لكن إذا كانت زائدة على قدر الجراحة، فإن ضره الحل والغسل مسح الكل تبعاً وإلا فلا. (رد المحتار: ج ۱/۲۸۰، باب الخفين، مطلب في لفظ كل إذا دخلت على منكر أو معروف) (۱) فقط (فتاویٰ حقایق: ۶۱۹/۲) ☆

(۱) قال إبراهيم الحلبي رحمه الله: جاز له المسح على كل الجبيرة ما تحته جراحة وما ليس تحته تبعاً لموضع الجراحة لأن الجبيرة والعصابة لا توضع على وجه تأتي على موضع الجراحة فحسب بل تكون على ما حول الجراحة أيضاً فتحقت الضرورة إلى جواز المسح على الزائد على الجراحة، الخ. (كبيرى: ص ۱۱۷) باب المسح على الخفين / ومثله في مراقى الفلاح على صدر الطحطاوى: ص ۱۰۷ فصل في الجبيرة ونحوها

☆ پلستر پر مسح کرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص کے پاؤں پر زخم تھا اس نے زخم پر پلستر لگایا، اس کے بعد اس نے نماز ادا کرنے کے لئے وضو کیا اور پاؤں کو اچھی طرح دھویا مگر پلستر نہیں اتار کیا اس کا وضو ہو گیا؟ ایسے ہی پنڈلی کے زخم پر پلستر لگا ہوا تھا۔ پھر اس کو غسل فرض کی حاجت ہوئی تو اس نے غسل کیا مگر پلستر نہیں اتارا، کیا اس کا غسل صحیح ہو گیا؟

بار بار پٹی اتارنا زخم کو مضر نہ ہوتا تاراری جائے:

سوال: اگر زخم پر مسح یا دھونا مضر نہ ہو تو پٹی کو اکھاڑ کر مسح یا زخم کو دھونا واجب ہوگا، سوال یہ ہے کہ نہ مسح اور نہ دھونا مضر ہے لیکن بار بار اکھاڑنے سے زخم دیر سے اچھا ہوگا۔ اس صورت میں شرعاً پٹی نہ اکھیڑنے اور دوا نہ ہٹانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الحواب ————— وباللہ التوفیق

جواز تیمم کے لئے فقہانے تاخر شفا کو بھی عذر معتبر اور ضرر واقعی قرار دیا ہے۔ (کما فی الہندیۃ: ج ۱ ص ۱۵) ہم سمجھتے ہیں کہ مسح جیسے جگہ کے لئے بھی یہ عذر معتبر قرار پائے گا۔ پس اس ضرر کی بنا پر بھی بدوں پٹی اکھاڑے اگر مسح کر لیا گیا تو جائز ہو جائے گا۔

۲۔ ان سب صورتوں کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جن صورتوں میں پٹی اکھاڑنے سے زخم کے بڑھ جانے یا دیر سے اچھا ہونے کا غالب گمان ہو ان صورتوں میں مسح جائز ہوگا، شدید تکلیف بھی اس میں داخل ہے محض معمولی تکلیف کی صورت میں مسح جائز نہ ہوگا۔ (۱) فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۳۰)

پٹی پر مسح کے بعد پٹی گر گئی:

سوال: زخم کی پٹی پر مسح کیا وہ گر گئی اور دوسری پٹی بدلی تو دوبارہ مسح کرے گا یا نہیں؟ بینا تو جروا۔

الحواب

==

اگر پلستر اتار کر ارد گرد کی جگہ دھویا جاسکتا ہو اور زخم پر مسح یعنی گیلہا ہاتھ پھیرا جاسکتا ہو تو پلستر پر مسح جائز نہیں، بلکہ پلستر اتار کر زخم کی جگہ پر مسح کیا جائے اور ارد گرد کی جگہ کو دھویا جائے۔

اور اگر پلستر اتار کر زخم پر مسح نہ کیا جاسکتا ہو لیکن ارد گرد کی جگہ کو دھویا جاسکتا ہو تو پلستر اتار کر ارد گرد کی جگہ کو دھویا جائے اور زخم والی جگہ پر پلستر کے اوپر مسح کر لیا جائے۔ اور اگر دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں یعنی پلستر کا اتارنا تکلیف دیتا ہو تو پورے پلستر پر مسح کر لیا جائے وضو اور غسل صحیح ہو جائے گا۔ شامی: ج ۱ ص ۲۵۸ میں ہے:

”ویمسح) نحو (مفتصد و جریح علی کل عصابة) (در مختار) ای علی کل فرد من افرادھا سواء کانت عصابة تحتھا جراحة وھی بقدرھا أو زائدة علیھا کعصابة المفتصد أولم یکن تحتھا جراحة أصلاً بل کسراً وکئی، وھذا معنی قول الکثر کان تحتھا جراحة أولاً، لکن إذا کانت زائدة علی قدر الجراحة فإن ضررہ الحل والغسل مسح الكل تبعاً وإلا فلا، بل یغسل ماحول الجراحة ویمسح علیھا لا علی الخرقۃ مالم یضرہ مسحھا فیمسح علی الخرقۃ التی علیھا و یغسل حوالیھا و ماتحت الخرقۃ الزائدة لأن الثابت بالضرورة یتقدر بقدرھا کما أوضحہ فی البحر. اھ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، ۲۳/۶/۱۳۹۷ھ، الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۲۷ و ۱۲۸)

(۱) ”والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حاراً... إذ الثابت بالضرورة یتقدر بقدرھا. (رد المحتار: ۱/۲۷، قبیل باب الحیض، انیس)

الجواب ————— باسم ملهم الصواب

قال في التنوير: والمسح يبطله سقوطها عن برء وإلا لا. (رد المحتار: ۱/۲۵۹)
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پٹی کے گرنے سے سابق مسح نہیں ٹوٹتا، البتہ زخم اچھا ہونے کے بعد پٹی گری ہو تو سابق مسح ٹوٹ جائے گا اور اس جگہ کا دھونا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۳ صفر ۸۷ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۶۳)

اوپر کی پٹی گر جائے تو نچلی پر اعادہ مسح واجب نہیں:

سوال: اوپر کی پٹی دور ہو جائے تو نیچے کی پٹی پر مسح کا اعادہ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملهم الصواب

اس صورت میں نچلی پٹی پر مسح کرنا ضروری نہیں، مندوب ہے۔

قال العلاء رحمه الله: ولو بدلها بأخرى أو سقطت العليا لم يجب إعادة المسح بل يندب، وفي الشامية: (قوله لم يجب) وعن الثاني أنه يجب المسح على العصاة الباقية، نهر. (رد المحتار: ۱/۲۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ صفر ۸۷ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۶۳-۶۴)

پٹی پر مسح کب تک باقی رہتا ہے:

سوال: پٹی پر مسح کب تک باقی رہتا ہے، کن کن حالات میں مسح ختم ہو جاتا ہے؟

الجواب —————

پٹی پر مسح دو حالتوں میں ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) اتارنے یا اترنے کی حالت میں جب زخم مندمل ہو جائے، اس لئے کہ جس علت کی وجہ سے مسح شروع

ہوا تھا وہ ختم ہو گیا۔

(۲) حدث کی وجہ سے یعنی وضو ٹوٹنے کی حالت میں جبیرہ کا مسح بھی ختم ہو جاتا ہے۔

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي: يبطل المسح على الجبيرة في حالتين، هما (۱) نزاعها وسقوطها، قال الحنفية: يبطل المسح على الجبيرة إن سقطت عن برء لزوال العذر...

(۲) الحدث يبطل المسح على الجبيرة بالاتفاق بالحدث. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۵۶، نواقض

المسح على الجبيرة) (۱) (فتاویٰ تھانیہ: ۲/۶۱۸)

(۱) قال العلامة أبو بكر الكاساني: فسقوط الجبائر عن برء ينقض المسح. (بدائع الصنائع في ترتيب

الشرائع: ۱/۱۲۱، مطلب نواقض المسح على الجبيرة)

سرف زخم کی جگہ پر مسح کرنا چاہئے یا پورے عضو پر:

سوال: اگر کسی عضو کے پورے حصے پر یا اس سے کم و بیش پر مثلاً پیر پر کوئی زخم ہو تو مسح کل پیر پر کرنا چاہئے یا محض اتنی ہی جگہ پر جہاں زخم ہے۔ اگر کل پیر پر مسح کیا تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ جتنی جگہ میں زخم ہے اسی پر مسح کیا جاوے باقی عضو کو دھونا چاہئے اور مسح علی العصابہ میں محض عصابہ پر مسح کیا جاوے باقی کو دھونا چاہئے؟

الجواب

ان سب صورتوں میں مسح صرف اسی مقدار پر کرنا چاہئے جس جگہ زخم ہے اور اچھی جگہ کو دھونا چاہئے، لیکن اگر صحیح حصہ کے دھونے سے زخم پر پانی پہنچے اور اس کو مضر ہو تو کل پر مسح کرنا درست ہے۔ (۱) پس قول اس شخص کا درست ہے جو کہتا ہے کہ صرف اسی موقع پر مسح کرنا چاہئے جس جگہ پھنسی یا زخم ہے اور باقی حصہ کو دھونا چاہئے۔ پس اگر کل پر مسح کر لیا بدون اس خوف کے جو اوپر لکھا گیا تو نماز نہ ہوگی، اور مسح علی العصابہ میں بے شک صرف پٹی پر ہی مسح کرنا چاہئے، باقی عضو صحیح کو دھونا چاہئے، لیکن اس قدر تخفیف اس میں کی گئی ہے کہ پٹی کے درمیان میں اگر کچھ جگہ کھلی ہوئی ہو تو اس پر بھی مسح درست ہے اور پٹی کے نیچے جو صحیح و سالم حصہ عضو کا آیا ہے اس پر بھی مسح درست ہے، باقی عضو کو دھونا چاہئے۔ درمختار میں ہے:

”(ویمسح) نحو (مفتصد و جریح علی کل عصابہ) مع فرجتها فی الأصح۔ الخ۔“ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۶/۱: ۲۷۷ و ۲۷۸)

اگر اعضاء وضو میں زخم ہو:

سوال: ایک شخص کے پیروں میں پھوڑے ہیں، ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ زخم پر پانی نہیں لگنا چاہئے، کیا ایسی صورت میں نماز پڑھنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کے لئے تیمم کر لینا کافی ہے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب

اگر صرف زخم پر پانی کا پہنچنا نقصان دہ ہے، تو تیمم کرنا کافی نہیں، چہرہ اور ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کرے، اگر ایک پاؤں میں زخم ہو دوسرے پاؤں میں نہ ہو تو دوسرا پاؤں بھی دھوئے، جس پاؤں میں زخم ہے اگر اس کے کچھ حصہ پر

(۱) عن علی بن ابی طالب قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الجائر يكون على الكسير، كيف يتوضأ صاحبها وكيف يغتسل إذا أجنب؟ قال: يمسح بالماء عليها في الجنابة والوضوء، قلت: فإن كان في برد يخاف على نفسه إذا اغتسل؟ قال: يمر على جسده، وقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾، إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿وَيَتِيمًا﴾ إذا خاف. (الدارقطني، باب جواز المسح على الجائر، ص ۲۳۳، نمبر ۸۶۵، انیس)

(۲) الدر المختار على رد المحتار، باب المسح على الخفين، قبيل باب الحيض، ۲۵۸/۱، ظفیر

زخم ہو اور کچھ خالی ہو اور خالی حصہ میں پانی کا پہنچنا ممکن ہو تو اسے بھی دھو لے، جس حصہ پر زخم ہے اگر اس حصہ پر مسح کر لینے میں نقصان نہ ہو تو صرف مسح کر لے، اگر اس پر پٹی بندھی ہوئی ہو تو اس پٹی پر مسح کر لے، اگر پٹی نہ ہو اور زخم پر مسح سے بھی طبیب نے منع کیا ہو، تو اس حصہ کو یوں ہی چھوڑ دے۔ چنانچہ علامہ کا سائی لکھتے ہیں:

”ومن شرط جواز المسح على الجبيرة أيضاً أن يكون المسح على عين الجراحة مما يضرّ

بها، فإن كان لا يضر بها لا يجوز المسح إلا على نفس الجراحة ولا يجوز على الجبيرة“ (۱)

پٹی پر مسح کے جواز کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسح زخم کے اوپر ہو تو نقصان ہو، اگر اس سے نقصان نہ پہنچتا ہو تو نفس زخم پر ہی مسح کیا جاسکتا ہے نہ کہ پٹی پر۔ (کتاب الفتاویٰ: ۵۶/۲-۵۷-۵۸)

ہاتھ پیر پر زخم ہو تو مسح کس طرح کرے:

سوال: ہاتھ پیر میں زخم ہو اور پانی لگانے سے اندیشہ، بڑھنے کا ہو تو کس طریق سے مسح کرے؟ زخم کے آس پاس خشک جگہ تو ضرور رہے گی، اگر پھیلا رکھا ہوا ہے تو کیا پھیلا پر مسح کرے؟ اور اگر اس سے پانی اندر جانے کا اندیشہ ہو تو کیا آس پاس مسح کر لیوے؟ اور اس کا کیا طریق ہے؟ اور اگر پٹی زخم سے زیادہ جگہ پر ہو تو کس طرح مسح کرے؟ اور حاجت غسل میں کیا کرے؟

الجواب

جبکہ دھونے سے اندیشہ زخم کے بڑھنے کا ہو تو اس پر مسح درست ہے، مسح میں تر ہاتھ پھیرنا ہوتا ہے، اس جگہ پر۔ اول تو یہ حکم ہے کہ اگر بلا پٹی پھیلا کے ہاتھ پھیرنے میں کچھ اندیشہ نہ ہو تو بلا پٹی پھیلا کے اس جگہ پر تر ہاتھ پھیرے، اگرچہ بعض بعض موقع اس میں خشک رہ جاوے اور بلا پٹی وغیرہ مسح کرنے میں زخم کا خوف ہے تو پٹی یا پھیلا پر تر ہاتھ پھیرے، آس پاس کی جگہ خشک رہ جانے سے کچھ حرج نہیں، ہاتھ سب جگہ پھیرے اگرچہ پانی کہیں لگے اور کہیں نہ لگے جیسا کہ مسح میں ہوتا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اور پٹی اگرچہ موضع زخم سے زیادہ ہو، تمام پٹی پر مسح کرے کچھ حرج نہیں ہے اور غسل کی ضرورت ہو تب بھی یہی حکم ہے کہ زخم کی جگہ مسح کر لے جیسے اوپر مذکور ہوا اور باقی بدن کو دھو دے اور پانی بہا دے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۹۶/۱-۲۹۷)

(۱) بدائع الصنائع ۹۰/۱، بیان المسح على الجبائر.

(۲) (ویمسح) نحو (مفتصد وجریح علی کل عصابة) مع فرجتها فی الأصح (إن ضره) الماء (أو حلها) ومنه أن لا یکمنه ربطها بنفسه ولا یجد من یربطها (انکسر ظفره فجعل علیه دواءً أو وضعه علی شقوق رجلیه أجرى الماء علیه) وإن قدر وإلا مسحہ وإلا ترکه. (الدر المختار، مجتبیٰ: ۵۰/۱، باب المسح على الخفين، قبیل باب الحيض) لكن إذا كانت زائدة على قدر الجراحة فإن ضره الحل والغسل مسح الكل تبعاً، الخ. (رد المختار: ۲۵۹/۱، ظفر)

زخم پر مسح کرنے کا مسئلہ:

سوال: اگر زخم پر مسح کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

اگر ظاہر زخم پر مسح کرنے سے تکلیف ہو تو پٹی وغیرہ کے اوپر مسح کرے اور اگر اس سے بھی شدید تکلیف کا احساس ہو تو پھر بوجہ مجبوری اس کا ترک کرنا جائز ہے۔

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي: وإذا رمد وأمره طبيب مسلم ألا يغسل عينه أو انكسر ظفره أو حصل به داء وجعل عليه دواء، جازله المسح للضرورة وإن ضره المسح تركه لأن الضرورة تقدر بقدرها. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۲۵۵، نواقض المسح على الجبيرة) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲/۶۱۸، ۶۱۹)

پیر پر مسح کی صورت:

سوال: میرے پیر کے اوپری حصہ پر آدھے سے زائد جگہ پر ”ایکریما“ ہو گیا، کھجلی ہوتی ہے اور پانی پڑنے سے مواد بھی ہو جاتا ہے، ڈاکٹر پانی کو مضر بتاتے ہیں۔ وضو کرنے میں پہلے بقیہ حصہ کو جب دھوتا ہوں تو چونکہ وہ درمیان میں ہے اس لئے پانی سے بچت نہیں ہو پاتی۔ اس لیے دریافت طلب یہ ہے کہ کیا پیر کو نہ دھوؤں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسح کرو تو مسح کی ترکیب نہیں معلوم ہے، اس سے مطلع فرمائیں؟

الجواب ————— حامد اومصلیاً

جس حصہ قدم پر پانی مضر ہے اس پر مسح کر لیا جائے یعنی تر ہاتھ پھیر لیا جائے اور بقیہ کو دھولیا جائے اس طرح کہ وہاں پانی نہ پہنچے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۱۳۸۸ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۵، ۲۶)

(۱) قال الحصكفي: (انكسر ظفره فجعل عليه دواء أو وضعه على شقوق رجله أجرى الماء عليه) وإن قدر وإلا مسحها ولا تركه. (الدر المختار على صدر رد المحتار: ۱/۲۸۱، باب المسح على الخفين ومثله في مراقى الفلاح على صدر الطحطاوى: ۱۰۹، فصل في مسح الجبيرة)

(۲) ”فی أعضاء ه شقاق غسله إن قدر وإلا مسحها وإلا تركه ولو بيده، ولا يقدر على الماء تيمم، ولو قطع من المرفق غسل محل القطع. (الدر المختار: ۱/۱۰۲، بيان فرائض الوضوء، سعيد)

وذكر شمس الأئمة الحلواني: إذا كان في أعضاء ه شقاق وقد عجز عن غسله، سقط عنه فرض الغسل، ويلزم إمرار الماء عليه، فإن عجز عن إمرار الماء يكفيه المسح، فإن عجز عن المسح سقط عنه المسح أيضاً، فيغسل ما حوله ويترك ذلك الموضوع، كذا في الذخيرة. (الفتاوى الهندية: ۱/۵، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيدية)

پاؤں دھونے سے مرض کا اندیشہ قوی ہو تو ان پر مسح کر لیا جائے:

سوال: ایک شخص عارضہ تنفس میں مبتلا ہے وضو کرنے میں پاؤں دھونے سے نزلہ ہو کر تکلیف دہ صورت اختیار کر لیتا ہے، ایسی حالت میں وضو کیا جاوے اور پاؤں پر مسح کر لیا جائے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: وبالله التوفیق

اگر تکلیف شدید ہو اور اس سے بچنے کی دوسری صورت نہ ہو تو پاؤں پر مسح کر لیا جائے اور باقی اعضا کو حسب دستور دھویا جائے۔

وذلك لما في الشرح الكبير للمنية: وكذلك إذا كان على أعضاء الوضوء كلها أو على أكثرها جراحة يتيمة ولا يجب غسل الصحيح واليتم لأجل الحرج وإن كان على أقله أي أقل بدنه أو أعضاء وضوئه جراحة وأكثر أي أكثر البدن أو أعضاء الوضوء صحيح فإنه يغسل الموضع الصحيح ويمسح على المجروح إن لم يضر (إلى قوله) ثم الكثرة في الأعضاء قليل تعتبر من حيث العدد حتى لو كانت الجراحة في رأسه ووجهه ويديه ولم تكن في رجله يباح له التيمم (إلى) وعلى عكسه لا يباح. (كبرى: ص ۶۴، كاپوری) واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم

کتبہ محمد شفیع غفرلہ

جواب صحیح ہے، اگر ٹھنڈے پانی سے نقصان ہو تو گرم پانی سے پاؤں دھو کر فوراً خشک کر لے اگر کوئی ترکیب بھی نافع نہ ہو تو سردی کے اوقات میں مسح کر لے۔ (بندہ اصغر حسین عفا عنہ) (امداد المقتنین: ص ۲۴۲)

انگلیوں میں ورم پیدا ہونے سے پاؤں پر مسح:

سوال: سردی کے موسم میں بسا اوقات پاؤں میں سوجن پیدا ہو کر انگلیاں متورم ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے پانی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے، کیا ایسے پاؤں پر مسح کرنا جائز ہے؟

الجواب

صورت مذکورہ میں اگر ٹھنڈے پانی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے تو گرم پانی استعمال کرے، اور اگر گرم پانی دستیاب نہ ہو یا گرم پانی کا استعمال بھی باعث تکلیف ہو تو پھر اس پر مسح کافی رہے گا۔ تاہم اگر جبیرہ کے نیچے مسح کرنے سے تکلیف نہ ہو تو جلد پر مسح کرے گا، اور اگر جلد پر مسح کرنے سے تکلیف ہوتی ہو یا بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو جبیرہ کے مسح پر اکتفا ہو سکتا ہے۔

قال ابن نجيم: وفي شرح الجامع الصغير لقاضي خان: والمسح على الجبائر على وجوه: إن كان لا يضره غسل ما تحته يلزمه الغسل، وإن كان يضره الغسل بالماء البارد ولا يضره الغسل

بالماء الحارّ يلزمه الغسل بالماء الحار، وإن كان يضربه الغسل ولا يضربه المسح يمسح ما تحت الجبيرة ولا يمسح فوقها. (البحر الرائق، باب المسح على الخفين: ۱/۱۸۷/صغیری، باب المسح: ص ۶۵) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲/۵۵۵، ۵۵۶)

پاؤں پر داذچنبیل ہونے کی وجہ سے مسح:

سوال: ایک امام مسجد کے پاؤں پر داذچنبیل ہے، جس کی وجہ سے تقریباً چار ماہ سے وضو نہیں کر رہا ہے اور تیمم سے امامت کر رہا ہے۔ اور تیمم بھی مسجد کی سینٹ سے پلستر شدہ دیوار سے کر لیتا ہے۔ کیا وہ درست کر رہا ہے۔ مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ (سائل: اللہ رکھا، بستی شریف پورہ)

الجواب

پاؤں پر داذچنبیل ہونے کی وجہ سے وضو ساقط نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں تیمم جائز نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا تھا کہ پانی نقصان دیتا ہو تو پاؤں پر مسح کر لیا جاتا۔ لہذا جتنی نمازیں مذکور امام کے پیچھے اس تیمم کی حالت میں ادا کی گئی ہیں ان کو دوبارہ ادا کیا جائے۔ فقط، واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۵/۵/۱۴۰۰ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء (خیر الفتاویٰ: ۲/۶۶)

مشقت کی وجہ سے پاؤں پر مسح:

سوال: ایک شخص جو انتہائی کمزور ہے، اس کو وضو کرنے میں کافی تکلیف ہوتی ہے، کھڑے کھڑے وضو کرنا آسان ہوتا ہے، لیکن کھڑے ہو کر پیر دھونا مشکل ہے، اگر پیر دھونے کے بجائے پیر پر مسح کرنے کی اجازت ہو تو وضو میں بہت سہولت ہو جائے۔

هو المصوب

صرف دقت و مشقت کی وجہ سے پیر پر مسح کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہوگی، اگر اس مشقت کو برداشت کرتے ہوئے وضو کرے تو انشاء اللہ مشقت کا اجر و ثواب عند اللہ ملے گا۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء، جلد اول، صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳)

مرض کی وجہ سے دوا پر پانی بہا لینا کافی ہے:

سوال: ایک شخص کے ہاتھ پاؤں پھٹے اس نے موم پگھلا کر لگایا اور وضو کر کے نماز پڑھ لی تو اس کی وضو اور نماز ہوئی یا نہیں؟

الحواب

اس کی وضو اور نماز ہوگئی۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۴۱/۱)

ناپاک دوا زخم پر لگانے کے بعد اگر پانی کا استعمال مضر ہو تو اس پر مسح کا حکم:

سوال: کوئی ایسی دوا جس میں پیپ، خون یا اور اس قسم کی اشیاء ہوں، استعمال کرنے کے دوران نماز پڑھنے کے واسطے، تیمم بعد وضو کر لیا جاوے یا اور کوئی صورت اختیار کی جاوے پانی سے دھونا دوا کے نفع کو باطل کر دے گا۔

الحواب

جس دوا میں سور کی چربی وغیرہ ہو اس کا استعمال اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ حکیم حافظ مسلم یہ نہ کہہ دے کہ مریض کے لئے شفا ایسی دوا میں ہے اور کوئی دوا نافع نہ ہوگی (۲) اور اس صورت میں اگر دھونا مضر ہو تو عضو نجس کو کھول کر اس پر مسح کرے اور کھولنا بھی مضر ہو تو پٹی پر مسح کرے یعنی بھیگا ہاتھ اس پر پھیر لے اور یہ مسح اس وقت تک کافی ہے جب تک عضو صحتیاب ہو، البتہ اگر پٹی کو بدلتے ہوئے ہر دفعہ نیا مسح کر لیا کرے تو احوط ہے، اور اگر یہ عضو اعضاء وضو میں سے ہو تو ہر وضو کے وقت مسح لازم ہوگا، (۳) اور تیمم بعد الوضو سے کچھ نہ ہوگا، اس کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ لغو ہوگا اور اگر شفا اس دوا میں منحصر نہ ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں، کوئی ایسی دوا استعمال کرے جس کے اجزاء طاہر ہوں، واللہ اعلم

۲۵/۱ جب ۲۵ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۴۶)

کینسر کے مریض کے لیے اگر پانی نقصان دہ ہو تو مسح کر سکتا ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص کینسر کا مریض ہے، ڈاکٹر نے اس کو چہرے پر پانی لگانے سے منع کیا ہے، اس حالت میں وہ نماز کیسے پڑھے گا؟

(۱) فی أعضائه شقاق غسله إن قدر وإلا مسحہ وإلا ترکه ولو یبده ولا یقدر علی الماء تیمم (در مختار) ولو کان فی رجله فجعل فیہ الدواء یکفیه إمرار الماء فوقه ولا یکفیه المسح. (رد المحتار، کتاب الطهارة، فروع، فرائض وضوء: ۹۵/۱) کبیری میں صراحت ہے کہ اگر پانی پہنچانا نقصان دہ نہ ہو تو اس طرح وضو جائز نہ ہوگا ہاں اگر پانی پہنچانے میں نقصان ہو تو البتہ جائز ہے۔

وإذا کان برجله شقاق فجعل فیہ الشحم أو المرهم إن کان لا یضربه یصل الماء لا یجوز غسله ووضوئه وإن کان یضربه یجوز إذا أمر الماء علی ظاهر ذلک. (غنیة المستملی: ۲۸، ظفیر)

(۲) قال فی النهایة: وفی التهذیب: یجوز للعلیل شرب البول والدم والمیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم أن فیہ شفاء ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه، الخ. (رد المحتار، باب المتفرقات، فی کتاب البیوع جلد: ۳/۲۹۸، انیس)

(۳) قال ابن نجیم: وفی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان: إن کان لا یضربه غسل ما تحته یلزمه الغسل، الخ. وإن کان یضربه الغسل ولا یضربه المسح یمسح ما تحت الجبيرة ولا یمسح فوقها. (البحر الرائق، باب المسح علی

الخفین: ۱۸۷/۱۔ انیس)

وإذا کان برجله شقاق فجعل... الخ. (غنیة المستملی: ۲۸۔ انیس)

الجواب

یہ شخص چہرے پر موٹا کپڑا لگا کر مسح کر لے اور نماز پڑھ لے، پانی لگانے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر دوسرے اعضا کے لیے بھی پانی مضر ہو تو تیمم کرے گا۔
شامی میں ہے:

(تیمم لو) کان (اکثره) الخ (مجروحاً) أو به جذری اعتباراً للأكثر (وبعكسه يغسل) الصحيح
ویمسح الجریح (قوله وبعكسه) وهو ما لو كان أكثر الأعضاء صحيحاً يغسل الخ لكن إذا كان
يمكنه غسل الصحيح بدون إصابة الجريح وإلا تیمم. حلیة. الخ (قوله ویمسح الجریح) أى إن
لم یضره وإلا عصبها بخرقه ومسح فوقها، خانیة وغیرها، ومفاده کما قال ط أنه یلزمه شد
الخرقة إن لم تکن موضوعة. (شامی: ۱/۲۵۷) وهکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح:
ص ۶۷) واللہ اعلم۔ (فتاویٰ دارالعلوم زکریا، جلد اول: ص ۵۱۹-۵۲۰)

× × ×

تیمم کے مسائل

تیمم کی اجازت کب ہے (۱):

سوال: زید اپنی بیماری اور معذوری کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے اوقات میں مکمل وضو کرنے سے قاصر ہے، صرف صبح سویرے مکمل وضو کر سکتا ہے، باقی اوقات میں چہرہ پاؤں وغیرہ دھونے سے شدید قہم کا درد شروع ہو جاتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) اس صورت میں زید نماز کس طرح ادا کرے۔ آیا تیمم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ یا وضو ہی کرنا ضروری ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ، مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ، وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“ (سورة المائدة: ۶)

اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو، یا آپا ہے کوئی تم میں سے ضرورت کی جگہ سے یا پاس گیا ہو عورتوں کے، پھر نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو پاک زمین کا پھر ملو اپنے منہ اور ہاتھوں کو۔ الخ۔

تیمم کی یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ۵ھ میں غزوہ (بنی مصطلق) میں گئے ہوئے تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے کا ہار جو وہ اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مانگ کر لائی تھیں، گر گیا۔ جب سب آگے بڑھ آئے تو ان کو احساس ہوا کہ ہار گر گیا ہے۔ اس کی خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو ہوئی تو وہ ٹھہر گئے، اور ہار کی تلاشی کی گئی۔ قافلہ کے پاس پانی نہ تھا اور جس جگہ قیام کیے ہوئے تھے وہاں بھی پانی نہ تھا۔ تلاش میں تاخیر ہوئی۔ جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں میں بے چینی ہوئی۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آکر کہا: آپ دیکھ رہے ہیں کہ عائشہ نے کیا کیا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور بولے، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ایسی جگہ روک دیا ہے، جہاں پانی نہیں ہے۔ پھر اور کچھ سخت سست کہا۔ اسی موقع پر تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے:

اے آل ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے (یعنی اسلام میں تمہاری برکات بہت ہیں) تمہاری وجہ سے تیمم کی رخصت ملی۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد وغیرہ، باب التیمم)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۸۷، ۸۸، مؤلفہ فی الرحمن قاسمی)

”عن أبي ذرٍّ: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الصعيد الطيب طهور للمسلم وإن لم يجد الماء عشر سنين“۔ (ترمذی، باب التیمم للجنب إذا لم يجد الماء. وأبو داؤد، باب الجنب)

(۲) باقی اوقات میں صرف ہاتھوں کو دھوسکتا ہے، تو کیا اس کی اجازت ہے کہ چہرہ اور پاؤں پر مسح کرے یا تیمم کرے؟ وضاحت کے ساتھ جواب سے نوازیں۔

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

تیمم کے جواز و عدم جواز کی بنیاد عذر ہے کہ اگر ایسی بیماری یا ایسا عذر ہو جس میں پانی کا استعمال مضر اور تکلیف دہ ہو یا پانی کے استعمال پر بالکل قدرت نہ ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرنا شرعاً جائز ہے۔ (۱)

== حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمانوں کے لیے پاکی کا ذریعہ ہے اگرچہ دس سال تک پانی نہ ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکی کو نصف ایمان قرار دیا ہے اور یہ پاکی چاہے حدث اصغر سے ہو یا حدث اکبر سے پانی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ مگر انسان کے حالات مختلف ہوتے ہیں، کبھی وہ صحت مند رہتا ہے اور کبھی بیمار ہوتا ہے اور بیماری ایسی بھی ہوتی ہے کہ پانی کا استعمال اس کی صحت کے لیے سخت نقصان دہ ہوتا ہے۔ یا کبھی وہ ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں پانی نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ایسی تمام صورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ”یُسْر و آسانی“ کے پیش نظر مٹی کو پانی کے قائم مقام کر دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

زمین ہمارے لیے (اللہ کی طرف سے) مسجد اور پاکی (حاصل کرنے) کا ذریعہ بنائی گئی ہے۔ (بخاری و مسلم، باب التیمم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مٹی کے ذریعہ پاکی حاصل کرنا صرف اس امت کی خصوصیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء کرام آئے تھے، ان کی امتوں کو پاکی حاصل کرنے کی یہ سہولت نہیں دی گئی تھی، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں اس کی تشریح ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں ان میں سے ایک زمین کی پاکی اور اس کا نماز کے لیے ہونا ہے۔ (بخاری و مسلم، باب التیمم)

تیمم کی حکمت:

مٹی کو پاکی کا ذریعہ بنانے کی حکمت یہ ہے کہ مٹی ہر جگہ عموماً ملتی ہے اور بعض چیزوں میں پانی کے بدلے پاکی کے لیے اسے استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ جیسے جو تے یا چپل میں اگر نجاست لگ جائے تو مٹی پر گر کر کُرا صاف کر لینے سے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ اس لیے تنگی و حرج کے موقع پر مٹی ہی کو وضو و غسل کا قائم مقام کرنا مناسب تھا اور اس لیے بھی کہ وضو کے اعضا میں سے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے پورے حصہ پر جب مٹی ملی جاتی ہے تو اس سے نفس میں تدلل اور خدا کے آگے جھکاؤ پیدا ہوتا ہے اور یہ خدا سے غفوَ و کرم طلب کرنے کی حالت ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کیفیت حکماً طہارت کی ہو جاتی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۱۸۰/۱)۔ (طہارت کے احکام و مسائل صفحہ ۶، ۷، ۱۷، انیس)

(۱) تیمم مندرجہ ذیل عبادتوں کے لئے ہے:

طہارت کے واسطے تیمم کی سہولت ان لوگوں کو دی گئی ہے جن کے پاس طہارت کے لیے پانی نہ ہو یا پانی کے استعمال پر مرض وغیرہ اعذار کی وجہ سے قدرت نہ ہو، ایسی صورتوں میں:

- ۱۔ جن عبادتوں کے لیے وضو کرنا فرض ہے ان کے لیے وضو..... کا تیمم بھی فرض ہے اور جن کے لیے واجب ہے ان کے لیے تیمم بھی واجب ہے اور جن کے لیے وضو مست یا مستحب ہے ان کے لیے وضو کے بدلے تیمم بھی سنت یا مستحب ہے اور یہی حکم عام ہے۔
- ۲۔ چنانچہ پانی نہ ملنے کی صورتوں میں فرض و واجب نمازوں کے لیے تیمم کرنا بھی فرض ہے اسی طرح سنن و نوافل کی ادائیگی کے لیے بھی، اور ایک تیمم سے جب تک کہ حدیث یا نافع تیمم نہ پایا جائے اگر وہ تیمم نماز کی نیت سے کیا گیا ہے تو اس سے ہر نماز یعنی فرائض، واجبات، نوافل و سنن اور قضا نمازیں بشمول صلوٰۃ کسوف و خسوف، عیدین، جنازہ و استسقا ادا کی جائے گی، اسی طرح اس تیمم سے قرآن چھونا، لکھنا پڑھنا، سجدہ تلاوت کرنا اور دیگر تمام عبادتیں جن کے لیے طہارت شرط ہے وہ سب جائز ہیں، نیز جن عبادتوں کے لیے طہارت مستحب یا سنت ہے وہ بھی جائز ہیں۔ (رد المحتار: ۲۴۱/۱، ۲۴۲۔ الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۵۸/۱)۔ (طہارت کے احکام و مسائل: صفحہ ۱۹۵، انیس)

لہذا صورت مسئلہ میں جب مکمل وضو کرنے پر قدرت ہو وضو کرنا ضروری ہے مسح یا تیمم درست نہیں اور جب ہاتھ کے علاوہ دوسرے اعضا چہرہ اور پاؤں دھونے سے سر میں شدید قسم کا درد ہونا تجربہ یا ظن غالب سے ثابت ہو، تو ایسی صورت میں ہاتھ کو دھولیں اور بقیہ اعضا پر مسح کر کے نماز پڑھیں، تیمم کرنا درست نہیں ہے۔

كما في الفتاوى الهندية: ولو كان يجد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمال الماء اشتد مرضه أو أبطأ براءه، (إلى قوله) ويعرف ذلك الخوف إما بغلبة الظن عن أمارة أو تجربة أو خبر طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق. كذا في شرح منية المصلي لإبراهيم الحلبي (إلى قوله) ولا يجمع بين الغسل والتيمم. (ج ۱ ص ۲۸، هكذا في الهداية ونور الإيضاح وغيرهما) وفي البدائع: ولنا قوله تعالى مطلقاً من غير فصل بين مرض ومرض إلا أن المرض الذي لا يضر معه استعمال الماء ليس بمراد بقى المرض الذي يضر معه استعمال الماء. (۱/۲۸)

وفي النوادر: وإن استوى الصحيح والسقيم لم يذكر في ظاهر الرواية، وذكر في النوادر: أنه يغسل الصحيح ويربط الجائر على السقيم ويمسح عليها وليس هذا جمع بين الغسل والمسح لأن المسح على الجائر كما لغسل لما تحتها. (بدائع الصنائع: ۵/۱، مطبع پاکستانی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرره العبد حبيب الله القاسمي - (حبيب الفتاوى: ۵۵/۶ تا ۵۷)

تیمم کی نیت:

سوال: تیمم کی نیت کیسے کرنی چاہئے؟ اگر عربی کی نیت انسان کو یاد نہ ہو، مادری زبان میں نیت کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز عربی میں نیت کے الفاظ کیا ہیں؟

الجواب

تیمم کی نیت دل کے ارادہ سے عبارت ہے۔ اگر دل میں ارادہ ہو تو یہ نیت صحت تیمم کے لئے کافی ہے۔ تاہم بہتر یہ ہے کہ زبان سے بھی نیت کی جائے اگر عربی میں نیت یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کرے، البتہ عربی میں نیت یوں ہے: نويت أن أتيمم لرفع الحدث ولاستباحة الصلوة. (۱)

لیکن نیت پر تلفظ کرتے وقت متعلقہ فعل کا دل سے ارادہ کرنا ہوگا تاکہ زبان اور دل کے ارادہ میں یکسانیت رہے۔ قال الحسن بن عمار: التيمم: وهو لغة: القصد، وشرعاً: مسح الوجه واليدين عن صعيد مطهر والقصد شرط له (وبعد أسطر) يشترط لصحة نية التيمم للصلوة به أحد ثلاثة أشياء إما نية

(۱) ”إنى أتيمم لرفع الحدث“، یا ”إنى أتيمم لاستباحة الصلوة“، یا تیمم جنابت میں ”إنى أتيمم لرفع الجنابة“، بھی کہہ لینا کافی ہے، ”نویت“ کا کہنا ضروری نہیں ہے۔ انیس

الطهارة من الحدث القائم به أو نية استحالة الصلوة أو نية عبادة مقصودة لا تصح بدون طهارة. (مراقی الفلاح، باب التیمم: ج ۱ ص ۶۰) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۵۴۹/۲) ☆

دوسرا شخص تیمم کرائے تو درست ہے یا نہیں اور نیت کون کرے:

سوال: شدید بیماری یا ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھ شل ہو جانے کی وجہ سے خود تیمم نہ کر سکتا ہو تو دوسرا شخص تیمم کر دے تو درست ہے یا نہیں؟ اور نیت کون کرے؟ بینوا تو جروا۔

(۱) وفي الهندية: منها النية وكيفية أن ينوي عبادة مقصودة لا تصح إلا بالطهارة أو نية الطهارة أو استحالة الصلوة تقوم مقام إرادة الصلوة... الخ. (الهندية: ۲۵/۱-۲۶، باب التيمم، ومثله في تبیین الحقائق: ۳۹/۱-۴۰، باب التيمم)

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا. (سورة المائدة: ۶)

یعنی پاک مٹی سے تیمم کا ارادہ کیا جائے، اس لئے کہ تیمم میں نیت کرنا شرط ہے۔

قال سفيان: إذا علمت الرجل التيمم فلا يجزئك ذلك التيمم أن تصلي به إلا إن نويت به أنك تيمم لنفسك وإذا علمتها لوضوء أجزأك. (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل يعلم التيمم أجزأه، انيس)

☆ **تیمم میں نیت کس طرح کی جائے:**

سوال: جب تبلیغی جماعت کے ساتھ جاتے ہیں تو مسائل کے مذاکرہ میں بتاتے ہیں کہ تیمم میں نیت کرنا فرض ہے، تو اس سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کہ نیت کرے کہ میں تیمم کر رہا ہوں یا کچھ اور؟

الجواب

تیمم میں نیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیت کرے کہ میں یہ تیمم نماز پڑھنے کے لئے کر رہا ہوں۔ یا طہارت حاصل کرنے کے لئے کر رہا ہوں، یا حدث کو زائل کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ صرف تیمم برائے تیمم نیت کافی نہیں۔

وفي البحر: وشروطها أن ينوي عبادة مقصودة الخ أو الطهارة أو استحالة الصلوة أو رفع الحدث أو الجنبه فلا تكفي نية التيمم على المذهب، اهـ. (شامي: ج ۱ ص ۱۸۱) فقط والله اعلم
احقر محمد نور عفا الله عنه، مفتي جامعة خير المدارس، ملتان، ۱۴۰۹ھ (خير الفتاوى: ۱۲۵/۲)

تیمم کا طریقہ:

تیمم کے لیے سب سے پہلی نیت ہونی چاہیے۔ نیت کا تعلق دل کے ارادہ سے ہے۔ تیمم سے پہلے (یعنی ہاتھوں کو مٹی پر مارتے وقت) یہ ارادہ ہونا چاہیے کہ وہ پاکی و عبادت کے لیے تیمم کر رہا ہے، چاہے یہ تیمم وضو کے بدلے ہو یا غسل کے بدلے اور جب نیت ہو جائے تو بسم اللہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی کو پاک مٹی پر ہلکے سے مارنا چاہیے اس طرح کہ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں۔ اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالنی چاہیے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو پورے طور پر چہرہ پر دائرہ سمیت اوپر سے نیچے کی طرف اس طرح ملنا چاہیے کہ چہرہ کا کوئی حصہ خالی نہ رہ جائے۔ اس کے بعد دوبارہ اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارنا چاہیے اور ان کی مٹی کو چھاڑ ڈالے، پہلے بائیں ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کا مسح کرے، جب دائیں ہاتھ کا مسح ہو جائے تو اس کے بعد بائیں ہاتھ کا مسح کرے۔ اگر ہاتھ کی انگلیوں میں انگوٹھی ہے تو اس کو نکال کر مسح کرے۔ اور کوئی حصہ مسح سے چھوٹنے نہ پائے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمم دونوں کے لیے کافی ہے بشرطیکہ دونوں کی نیت کی جائے۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۱۸۲، ۱۸۱، انیس)

الجواب

مذکورہ لا چاری اور مجبوری کی صورتوں میں دوسرا شخص تیمم کر دے تو تیمم ہو جائے گا مگر نیت معذور کو کرنا ہوگی، تیمم کرانے والے کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۱۸)

تیمم میں اعضا کو گرد لگانا فرض ہے یا صرف ہاتھ پھیرنا:

سوال: تیمم میں اعضا کو گرد لگانا فرض ہے؟ یا صرف ہاتھ پھیرنا فرض ہے؟ نیز یہ کہ تیمم دو ضرب سے ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی عضو چھوٹ جائے تو اس کے لئے تیسری ضرب لگائی جائے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

تیمم میں اعضا تیمم پر غبار آلود ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اعضا پر بھی غبار نظر آنے لگے۔ تیمم میں اگر کوئی عضو چھوٹ جائے تو اس کے لئے تیسری ضرب کی ضرورت نہیں۔ ویسے ہی اس جگہ ہاتھ پھیر دینا کافی ہے۔ (۲)
(کفایت المفتی: ۲۶۱/۲)

تیمم میں مٹی کا اثر آنے کا حکم:

سوال: آیا تیمم کا ڈھیلا ایسا ہونا چاہئے جس کے ریزے جھڑ کر چہرے اور ہاتھ کو مٹی سے آلودہ کر دیں اگر مٹی کا اثر چہرہ اور ہاتھ میں نہ پہنچے تو وضو کا بدل تیمم ہو جائے گا؟

الجواب — حامداً و مصلياً

مٹی کے ڈھیلے کا ہاتھ پر کوئی ریزہ نہ آئے تب بھی تیمم درست ہو جائے گا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۲/۵)

(۱) وفي البحر: وشرطها أن ينوي عبادةً مقصودةً الخ أو الطهارة أو استباحة الصلوة أو رفع الحدث أو الجنابة فلا تكفي نية التيمم على المذهب، اهـ۔ (رد المحتار: ج ۱ ص ۱۸۱، انیس)

(۲) عن عمار بن ياسر حين تيمموا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأمر المسلمين فضربوا بأكفهم التراب ولم يقبضوا من التراب شيئاً فمسحوا بوجوههم مسحاً واحدة ثم عادوا فضربوا بأكفهم الصعيد مرة أخرى فمسحوا بأيديهم۔ (ابن ماجه، باب في التيمم ضربتان ج ۸۱، نمبر ۵۷)

جاء رجل إلى عمر بن الخطاب... فقال النبي صلى الله عليه وسلم: إنما كان يكفيك هكذا، وضرب النبي صلى الله عليه وسلم بكفيه الأرض، ونفخ فيهما، ثم مسح بهما وجهه وكفيه۔ (بخاری، باب المتيمم هل ينفخ فيهما؟، ص ۲۸ نمبر ۳۳۸ مسلم، باب التيمم، ص ۱۵۹ نمبر ۸۱۹/۳) ان دونوں حدیثوں میں مسح کا جو طریقہ پیش کیا گیا ہے، اس میں کہیں بدن میں گرد وغبار لگنے کا ذکر نہیں ہے، لہذا نہ تو ہاتھ میں غبار لگانا فرض ہے اور نہ ہی اعضا مسح پر لگانا ضروری ہے۔ انیس

(۳) (تیمم)... (بمطهر من جنس الأرض وإن لم يكن عليه نقع) أي غبار۔ (الدر المختار: ۲۳۶/۱-۲۳۹، باب التيمم، سعيد۔ وكذا في الفتاوى الهندية: ۲/۱، الباب الرابع في التيمم، رشيدية۔ وكذا في فتاوى قاضي خان: ۶۱/۱، فصل فيما يجوز به التيمم، رشيدية)

تیمم میں استیعاب کا حکم:

سوال: تیمم میں استیعاب فرض ہے یا کہ نہیں اگر شق اول ہے تو اکمال فرض محال ہے، کیوں کہ اول تو وضرب رکھا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ ظاہر کف اور انگلیوں کے درمیان میں مسح نہیں ہوگا دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ ہاتھ پھیرنے سے ہر گوشہ تک ہاتھ پہنچانا ناقص خیال میں محال ہے؟

الجواب: _____ حامداً و مصلیاً

استیعاب ضروری ہے۔ (۱)

قال حسن بن عمار الشرنبلالی: الرابع من الشروط استيعاب المحل وهو الوجه واليدان إلى المرفقين بالمسح في ظاهر الرواية وهو الصحيح المفتى به فينزع الخاتم ويخلل الأصابع ويمسح جميع بشرة الوجه والشعر على الصحيح وما بين العذار والأذن إلحاقاً له بأصله. (مراقى الفلاح). (۲)

محال کو ضروری قرار دینا خلاف نص ہے: لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (سورة البقرة: ۲۸۶)

اور ضروری کو محال سمجھنا خیال ناقص ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرره العبد محمود غفر له دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۶/۵-۱۸۷)

انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو تیمم میں اس کو ہلانے کا حکم:

سوال: تیمم میں تمام جگہوں پر ہاتھ کا پھیرنا ضروری ہے تو اگر انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو اس کے اوپر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے یا اس کے نیچے والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے؟

الجواب:

انگوٹھی کو ہلا کر اس کے نیچے والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

(۱) تیمم کے فرائض:

- ۱۔ تیمم کے لیے نیت کا ہونا۔
- ۲۔ پاک مٹی یا اس کے جنس کا ہونا۔
- ۳۔ دوبار مٹی یا اس کے جنس کی چیزوں پر ہاتھ مارنا یا رکھنا۔
- ۴۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت اور پورے چہرہ کا مسح کرنا۔
- ۵۔ اپنے ہاتھ سے مسح کے وقت کم از کم تین انگلیوں کا مسح کے لیے استعمال کرنا۔ (طہارت کے احکام و مسائل: ۱۸۲، ۱۸۳، انیس)

(۲) ص ۱۲۰، باب التیمم، قدیمی۔ فأما في ظاهر الرواية: الاستيعاب في التيمم فرض كما في الوضوء. (المبسوط للسرخسي: ۲۳۳/۱، باب التيمم، دار الكتب العلمية. وكذا في الفتاوى الهندية: ۲۶۱/۱. الفصل الأول. خلاصة الفتاوى: ۳۵/۱، مطبوعه امجد اكيڈمي، لاہور. الحلبي الكبير: ص ۶۳، فصل في التيمم)

والظاہر أن ما تحت الخاتم الواسع إن أصابه الغبار لا يلزم تحريكه وإلا لزم كالتخليل المذكور. آھ. (شامی: ج ۵ ص ۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد نور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۳/۷/۱۴۰۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۲۵)

ہاتھوں کا کلائی تک مسح کرنا:

سوال: تیمم میں دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک مسح کرنا کسی امام کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

گٹوں تک مسح کرنا امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک فرض ہے اس سے زائد میں اختیار ہے۔ یعنی شرح ہدایہ میں ہے: قال الأوزاعي: التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين إلى الكوعين والفرض عند مالك إلى الكوعين والاختيار إلى المرفقين، انتهى. (۱) (مجموع فتاویٰ عبدالحی: ۱۹۴)

تیمم میں کہنیوں تک مسح کیا جائے گا یا کلائی تک:

سوال: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے تیمم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وضو کے متعلق فرمایا ہے کہ ”پس تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ“، اور تیمم کے متعلق فرمایا: ”پس تم اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو“ اور فرمایا: ”چوری کرنے والے مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو“۔ تو قطع میں مسنون طریقہ کفین کا قطع ہے تو تیمم میں بھی چہرہ اور کفین کا مسح ہے۔ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کہنیاں دھونے کے حکم میں داخل ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک داخل نہیں ہیں۔ یہی قیاس تیمم میں بھی ہے اور قطع یدین کے باب میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قطع کلائی تک ہے۔

(۱) تیمم وضو کا خلیفہ ہے اور وضو میں کہنیوں سمیت دھویا جاتا ہے، جس میں بال برابر سوکھانہ رہے، اس لئے تیمم میں بھی کہنیوں سمیت مسح کیا جائے گا، حدیث میں ہے:

۱۔ عن عمار بن ياسر أنه كان يحدث أنهم تمسحوا وهم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصعيد لصلاة الفجر فضربوا بأكفهم الصعيد ثم تمسحوا وجوههم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا بأكفهم الصعيد مرة أخرى فمسحوا بأيديهم كلها إلى المناكب والآباط من بطون أيديهم. (أبو داود، باب التيمم، ص ۵۷، نمبر ۳۱۸)

۲۔ قال يحيى بن إسحاق في حديثه فأراني رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف أمسح فمسحت، قال فضرب بكفيه الأرض، ثم رفعهما لوجهه، ثم ضرب ضربة أخرى فمسح ذراعيه باطنهما وظاهرهما، حتى مس يديه المرفقين. (الدارقطني، باب التيمم، ج ۱ ص ۱۸۸، نمبر ۶۷۲)

۳۔ عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين إلى المرفقين. (الدارقطني: ج ۱ ص ۱۸۸، نمبر ۶۷۲/ سنن بیہقی، باب کیف التيمم، ج ۱ ص ۳۲۹ نمبر ۹۹۹)

۴۔ عن نافع أنه أقبل هو وعبد الله بن عمر رضي الله عنهما من الجرف حتى إذا كان بالمربد نزل عبد الله فيصم صعيداً طيباً فمسح بوجهه ويديه إلى المرفقين. (رواه مالك في الموطأ: ص ۱۹، باب التيمم وإسناده صحيح، آثار السنن، انيس)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے پوچھا کہ تیمم میں کون سا حکم مقرر ہے؟ آیا وضو پر قیاس کیا جائے گا یا قطع ایدی پر؟ یعنی اگر وضو پر قیاس ہو تو کہنیوں تک مسح ضروری ہوتا ہے۔ اور قطع پر قیاس ہو تو صرف کلائیوں تک ہوتا ہے۔ اب اگر وضو پر قیاس کیا جائے تو مذہب حنفیہ کے موافق ہوگا اور قطع پر قیاس کیا جائے جیسا کہ فکان السنۃ فی القطع الکفین الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ تو اگرچہ بظاہر حنفیہ کے مخالف ہے مگر مضرب نہیں۔ کیونکہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا اجتہاد ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث صریح کے مخالف ہے جو تیمم کے بارے میں آئی ہے کہ دو ضربیں ہیں۔ ایک چہرے کے لئے دوسری ذرا عین کے لئے۔ پھر یہ کہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے تو جیسے وضو میں کہنیاں داخل ہیں تیمم میں بھی داخل ہوں گی۔

(نوٹ) یہ امتحان کے پرچہ کا جواب ہے۔ حاصل کردہ نمبر ۵۰/۴۰ ہے۔ (واصف)

الجواب

ریمارک متحن: حضرت ابن عباسؓ کے جواب کا مطلب یہ نہیں ہے جو مجیب نے سمجھا۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کلائیوں تک ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تیمم مرفقین تک ہوتا تو حق تعالیٰ الی المرافق بھی فرماتا۔ جیسا کہ آیۃ وضو میں ذکر فرمایا ہے اور جس طرح یہ آیۃ قطع میں غایت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے کلائیوں پر قصر کرنا مسنون ہوا۔ اسی طرح تیمم میں عدم ذکر غایت قصر پر سرغین کو مستلزم ہے۔ لیکن حنفیہ کا جواب تم نے کچھ لکھا اور کچھ چھوڑ دیا۔

محمد کفایت اللہ۔ ۷/صفر ۱۳۲۸ھ (کفایت المفتی: ۲۶۸/۲ - ۲۷۰/۱)

(۱) نوٹ اصل کتاب میں سوال وجواب فارسی زبان میں ہے، جو یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. عن ابن عباسؓ سئل عن التیمم؟ فقال إن اللہ تعالیٰ قال فی کتابہ حین ذکر الوضوء: "فَاعْسِلْوْا وُجُوْهُكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ" وقال فی التیمم: "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِنْهُ" وقال: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا" فکان السنۃ فی القطع الکفین. (فالسنة فی المسح) إنما هو الوجه والكفین.

مذہب حنفیہ میں است کہ مرفقان داخل است در غسل وعند الشافعی داخل نیست۔ هذا القیاس فی التیمم ودر قطع یدین مذہب حنفیہ میں است کہ قطع تا سرغین باشد۔

از ابن عباسؓ کسے سوال کرد کہ در تیمم کدام حکم مقرر است۔ ایا قیاس بروضو است یا بر قطع ایدی۔ یعنی اگر قیاس بروضو شود تا مرفقین مسح لازم می آید و اگر بر قطع قیاس شود تا سرغین لازم می آید۔

الحال اگر قیاس بروضو شود بالکل موافق باشد با مذہب حنفیہ و اگر قیاس بر قطع شود چنانچہ فکان السنۃ فی القطع الکفین الخ معلوم می شود بظاہر از مذہب حنفیہ مخالف باشد تا ہم مضرب نیست زیرا کہ ایں اجتہاد حضرت ابن عباسؓ باشد۔

دیگر ایں است کہ مخالف از حدیث صریح است کہ در باب تیمم ذکر شدہ ضربتین فرمودہ یک لوجہ و دیگر للذرا عین۔ دیگر ایں کہ تیمم خلف وضو است چنانچہ در وضو مرفقین داخل است در تیمم نیز داخل شود۔ امام الدین ۱۳۲۸ھ

الجواب

مطلب جواب ابن عباسؓ نایں است کہ مجیب فہمید۔ بلکہ ابن عباسؓ تیمم را تا سرغین ثابت می کنند و گویند کہ اگر تا مرفقین بودے حق تعالیٰ الی المرافق ذکر نمودے چنان کہ در آیۃ وضو ذکر فرمود۔ چنان کہ در آیۃ قطع ذکر غایت نیست و ازین وجہ در آن قصر بر سرغین سنت شدہ ہم چنین عدم ذکر غایت در تیمم مستلزم قصر بر سرغین است۔ اما جواب حنفیہ پس قدرے از ان ذکر کردید و قدر ترک نمودید۔ محمد کفایت اللہ: ۷/صفر ۱۳۲۸ھ (انیس)

تیمم میں ہاتھوں پر مسح کرنے کا طریقہ:

تیمم میں بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں یا چار انگلیوں کو داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے نیچے رکھ کر پھیرنا چاہیے، ایک صاحب تین انگلیوں سے بتاتے ہیں اور تعلیم الاسلام میں چاروں انگلیوں سے لکھا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً

تعلیم الاسلام میں صحیح لکھا ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۷/۵)

تیمم میں ڈاڑھی کا خلال سنت ہے:

سوال: تیمم میں ڈاڑھی کا خلال مستحب ہے یا سنت یا واجب؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: باسم ملهم الصواب

تیمم میں ڈاڑھی کا خلال سنت ہے۔ (۲)

قال في الشامية: وفي الفيز: ويخلل لحيته وأصابعه، ويحرك الخاتم والقرط كالوضوء والغسل اهـ. قلت: لكن في الخانية: أن تخليل الأصابع لا بد منه ليتم الاستيعاب، وقال في البحر: وكذا نزع الخاتم أو تحريكه اهـ فبقى تخليل اللحية من السنن. (ردالمحتار، باب التيمم: ج ۲۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۰/۱۰ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ (حسن الفتاویٰ: ۵۸/۲)

تیمم میں تخلیل لحيہ کا حکم:

سوال: وضو کے وقت ڈاڑھی کا خلال تو ہوتا رہتا ہے لیکن تیمم کے وقت ڈاڑھی کے خلال کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

تیمم میں ڈاڑھی کا خلال مسنون ہے، تاہم اس کے لیے مستقل ضربہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱) ويشترط المسح بجميع اليد أو بأكثرها حتى لومسح بأصبع واحدة أو أصبعين لا يجوز.

(البحر الرائق: ۲۵۲/۱، باب التيمم، رشديه. كذا في ردالمحتار: ۲۳۰/۱، باب التيمم، سعيد. خلاصة الفتاوى: ۳۵/۱)

(۲) تیمم کے سنن و مستحبات یہ ہیں:

۱۔ تیمم کے شروع میں بسم اللہ کہنا مستحب ہے۔ ۲۔ پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو مارنا اور ان کو تھوڑا آگے پیچھے کرنا سنت ہے۔ ۳۔ مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑ ڈالنا سنت ہے۔ ۴۔ مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے تاکہ غبار ان کے اندر نہ پھنس جائے۔ ۵۔ پوری ہتھیلی انگلیوں سے کم سے کم تین انگلیوں سے مسح کرنا سنت ہے۔ ۶۔ پہلے چہرہ کا مسح کرنا اور اس کے بعد ہاتھوں کا مسح کرنا سنت ہے۔ ۷۔ دونوں ہاتھوں میں پہلے داہنے ہاتھ کا اور پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا سنت ہے۔ ۸۔ چہرہ کے مسح کے وقت ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔ ۹۔ ہاتھوں کے مسح کے وقت انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے۔ ۱۰۔ ایک عضو کے مسح کے بعد بلا توقف دوسرے عضو کا مسح کرنا سنت ہے۔ ۱۱۔ جس شخص کو آخر وقت صلوٰۃ تک پانی ملنے کا یقین ہو یا ظن غالب ہو اسے نماز کے آخر وقت تک تیمم کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۱۸۳، انیس)

قال العلامة ابن عابدین: وفي الفيض: ويخلل لحيته وأصابعه ويحرك الخاتم و القُرط كالوضوء والغسل آه. قلت: لكن في الخانية: أن تخليل الأصابع لا بد منه ليتم الاستيعاب وقال في البحر: وكذا نزع الخاتم أو تحريكه آه فبقى تخليل اللحية من السنن. (ردالمحتار على الدر المختار، باب التيمم: ۲۳۲۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۵۵۰/۲)

تیمم کے چند اہم مسائل:

سوال (۱): تیمم کے لئے پاک پتھر پر ہاتھ مار کر چہرے پر پھیرا، ہاتھ چہرے سے الگ کر لیا۔ کچھ جگہ مسح ہونے سے رہ گئی۔ دوبارہ اسی الگ شدہ ہاتھ سے ان جگہوں پر مسح کر لے یا دوبارہ انگلیوں وغیرہ کو پتھر پر مار کر پھر ان جگہوں پر مسح کرے اس خیال سے کہ ہاتھ چہرے پر پھر گیا اور الگ کر دیا تو یہ ہاتھ مستعمل ہو گیا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) دوسری ضرب جو مارے گا اس میں بوقتِ خلال انگلیوں کے جو حصے دوسری انگلیوں کے اندر کے حصہ کا مسح کرتے ہیں۔ یعنی مسح کرنے والی انگلیوں کی کروٹیں وہ خود ہی پتھر پر مَس نہ ہونے کی وجہ سے غیر ماح ہیں۔ پھر بوقتِ خلال یہ انگلیوں کے پتھر سے نہ لگے ہوئے حصے ایک دوسرے کا مسح کیسے کر سکتے ہیں۔ پھر تیمم کیسے درست ہوگا؟ جب کہ مسئلہ ہے کہ بال برابر جگہ اگر رہ جائے تو تیمم نہ ہوگا۔

(۳) ہاتھوں کا مسح کرتے وقت ناخنوں کے بالکل قریب والے پورے ناخنوں کے کونوں والے حصے ہتھیلی کے بالکل بیچ والے حصے وغیرہ پر نہ تو بوقتِ مسح ہاتھ اور نہ یہ پتھر سے مس ہوتے ہیں ان کا مسح کیسے کریں؟

(۴) ”مفتاح الجہت“ میں لکھا ہے کہ اگر انگلیوں کے درمیان غبار نہ پہنچا تو تیسری بار ہاتھ مار کر پھر انگلیوں کا خلال کرے۔ کیا یہ تیسری ضرب صحیح ہے؟

(۵) جس طرح وضو میں اگر داڑھی کی جلد نظر آتی یا بالوں میں سے جلد چھلکتی ہو تو نیچے پانی پہنچانا فرض ہے کیا اسی طرح تیمم میں بھی انگلیاں ڈال کر نیچی جلد کو رگڑنا فرض ہوگا؟ (حافظ محمد ابراہیم: مدرسہ عربیہ رانیونڈ)

الجواب

قال في الفتح: هذا يفيد تصور استعماله وهو مقصور على صورة واحدة وهو أن يمسح الذراعين بالضربة التي مسح بها وجهه لا غير. (طحطاوى: ص ۶۵)

فتح القدیر کے حوالہ بالا سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورتِ مسئلہ میں ہاتھ مستعمل نہیں ہوں گے بدون ضرب جدید کے رہی ہوئی جگہ کا مسح کر لے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ بدوں ہاتھ اٹھائے اچھی طرح سے مسح کر لے کہ کوئی جگہ بدوں اس کے نہ رہ جائے۔

۲: وفي الدر المختار مع الشامی: (بمظهر من جنس الأرض وإن لم يكن عليه نفع) أي غبار، فلو لم يدخل بين أصابعه لم يحتاج إلى ضربة ثالثة للتخليل، (في الشامی): أي بل يخلل من غير ضربة. (باب التيمم: ج ۱ ص ۱۶۷)

عبارت ہذا سے ظاہر ہے کہ تحلیل اصابع کے جواز کے لئے ان میں غبار کا داخل ہونا یا مٹی سے مس کئے ہوئے ہونا ضروری نہیں۔ پس ایسی صورت میں اگر پورے ہاتھ کا مسح اچھی طرح سے کر لیا گیا ہے اور انگلیوں کا خلال بھی کر لیا گیا ہو تو تیمم درست ہو جائے گا۔ گوان میں غبار داخل نہ ہوا ہو۔ ایک بال برابر جگہ کا بغیر مسح کئے رہ جانا مضر ہے۔ غبار پہنچے بغیر رہ جانا قاذح نہیں۔ پس شبہ نہ کیا جائے۔

۳: ان جگہوں پر ذرا خیال سے ہاتھ پھیر لے زیادہ تکلف میں نہ پڑے۔

۴: ”مفتاح الحجۃ“ میں ضریحہ ثالثہ کا حکم امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کی بنا پر ہے۔

کما فی الدر المختار، ج ۱ ص ۱۶۷۔ ظاہر مذہب وہی ہے جو جواب نمبر ۲ میں مذکور ہے۔

۵: وفي الحلیۃ: یمسح من وجہہ ظاہر البشرۃ و ظاہر الشعر علی الصحیح. (عالمگیری: ج ۱ ص ۱۴) عبارت ہذا کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کے بالوں پر مسح کر لے اتنا کافی ہے۔ لحيہ خفیفہ کا الگ حکم نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ علامہ طحاویؒ نے شرح مراۃ میں اس صورت کا الگ تذکرہ فرمایا ہے، لیکن حکم نہیں بتایا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۲/۱۲/۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان (خیر الفتاویٰ: ۱۲۲۲-۱۲۳)

تیمم کے جواز کے لئے مسافت کی تعیین:

سوال: مسافر یا مقیم کے تیمم کے جواز کے لئے کتنی مسافت اور دوری معتبر ہے؟

الجواب

اگر اس کو ظن غالب ہو کہ پانی ایک میل دور ہے تو تیمم کر لینا جائز ہے۔ ورنہ نہیں۔ (۱)

قال فی البدائع: و لم يذكر حد البعد في ظاهر الروايات فعن محمد التقدير بالميل فإن تحقق كونه ميلاً جاز له التيمم وإن تحقق كونه أقل أو ظن أنه ميل أو أقل لا يجوز، قال في الهداية: والميل هو المختار في المقدار لأنه يلحقه الحرج بدخول المصرو الماء معدوم حقيقة، انتهى.

(مجموع فتاویٰ عبدالحی: ص ۱۹۴)

جواز تیمم کے لئے پانی سے کتنی دوری شرط ہے:

سوال: اگر شکار وغیرہ میں ایسی جگہ کہ جہاں پانی تلاش کرنے سے تو بہم پہنچ سکتا ہے لیکن تلاش کرنے میں نماز

(۱) یعنی تلاش ضروری ہے۔ حدیث میں ہے: عن عائشة سقطت قلادة لي بالبيداء.... ثم إن النبي صلى الله عليه وسلم استيقظ وحضرت الصبح فالتمس الماء فلم يوجد. (بخاری، باب قوله تعالى ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾. (سورة المائدة: ۵، آیت: ۶۰-۶۱) (نیس)

کے قضا ہو جانے کا اندیشہ ہے تو ایسے وقت میں تیمم کر سکتا ہے یا نہیں، اگر تیمم نہیں کر سکتا تو کیا کرے؟

الجواب

اگر پانی ایک میل شرعی (۱) کے اندر ہو جو کہ میل انگریزی سے کچھ زیادہ ہوتا ہے تو تیمم جائز نہیں۔ اگرچہ نماز قضا ہو جائے، پانی تلاش کر کے وضو کرے اور نماز قضا پڑھے۔ (۲)
۱۳ صفر ۱۳۳۳ھ - تتمہ اولیٰ ص ۹ - (امداد الفتاویٰ: ۲/۱: ۷۳، ۷۴)

تیمم کے لیے پانی کا کتنا دور ہونا ضروری ہے:

سوال: ایک شخص راجستھان میں وہاں کے باشندوں سے کہتا ہے کہ ایک سو دس قدم دور پانی ہو تو وہاں تیمم کر کے نماز پڑھنا درست ہے اور حال وہاں کا یہ ہے کہ وہ جنگل میں گھر بنا کر رہتے ہیں اور ساتھ میں کافی مویشی رکھتے ہیں اور ان مویشیوں کو پانی دور دور سے لا کر پلاتے ہیں اور خود اس پانی سے نہاتے اور کپڑے دھوتے ہیں اور بعض لوگوں کے گھرنکی بنی ہوئی ہے جس میں تیس سے چالیس مکے پانی آتا ہے اور گھروں میں بھی کسی کسی کے گھرتیس تیس مکے پانی موجود ہوتا ہے اور مسجد میں پانچ دس مکے پانی موجود ہوتا ہے پھر بھی تیمم کرتے ہیں جانوروں کو پلانے کے لیے پانی لاتے ہیں اور پلاتے ہیں اور نہانے دھونے کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں اور نماز تیمم سے پڑھتے ہیں اور بعض لوگ تو اپنی بستی سے ایک سو دس قدم دور چلے جاتے ہیں (جنگل میں) اور وہاں پانی کا یہی حال ہوتا ہے پھر بھی وہ تیمم سے نماز ادا کرتا ہے تو کیا اس طرح تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب _____ حامداً و مصلياً

ان حالات میں تیمم کی اجازت نہیں۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ الْآيَةَ. (۲) ((فَقَطَّ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۸۷، ۱۸۸)

(۱) شرعی میل چار ہزار قدم کا ہوتا ہے۔ سعید احمد پالنپوری

(۲) اولیٰ یہ ہے کہ احتیاطاً اس وقت تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر پانی ملنے کے بعد وضو کر کے اعادہ کر لے۔

كما في الدر المختار: (قال الحلبي): الأحوط أن يتيمم و يصلی ثم يعيده. وقال في رد المحتار: وهذا قول متوسط بين القولين، وفيه الخروج عن العهدة بيقين فلذا أقره الشارح (إلى قوله) فينبغي العمل به احتياطاً. (شامی مصری: ج ۱ ص ۱۸۰، قبل مطلب في تقدير الغلوة. محمد شفيع)

تیمم کی سہولت اصل میں اس وقت کے لیے ہے جب انسان ایسی جگہ میں ہو جہاں ایک میل (تقریباً سو کیلومیٹر) دور تک پانی نہ ہو یا اس کے استعمال پر قادر نہ ہو اور عبادت کا وقت آجائے۔ یا پانی موجود ہو مگر وضو کرنے میں عیدین کی نماز یا جنازہ کی نماز چھوٹ جانے کا خوف ہو تو تیمم کر کے ادا کر لے گا۔ (مرآتی الفلاح: ۶۳)۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۷۷، ۷۸، ۷۹)

(۲) سورة المائدة: ۶. (من عجز)..... (عن استعمال الماء)..... (بعده) ولو مقيماً في المصر (مياً)

==

أربعة آلاف ذراع، وهو أربع وعشرون أصبعاً، الخ. (الدر المختار: ۲۳۲/۱، باب التيمم، سعید)

ایک میل شرعی کے اندر پانی کے ہونے کا یقین ہو:

سوال: (۱) مسئلہ (۱): اگر پانی ایک میل شرعی سے دور نہیں لیکن وقت بہت تنگ ہے۔ اگر پانی لینے جاوے تو وقت جاتا رہے گا تو بھی تیمم درست نہیں پانی لاوے اور قضا پڑھے۔

مسئلہ (۲): اگر آگے چل کر پانی ملنے کی امید ہے تو بہتر ہے کہ اول وقت نماز نہ پڑھے بلکہ پانی کا انتظار

== وكذا في مجمع الأنهر: ۶۰/۱، باب التيمم، دار الكتب العلمية، بيروت، النهر الفائق: ۹۷/۱، باب التيمم، رشيدية.

جس وجہ سے تیمم جائز ہوا ہے وہ اصلاً پانی کا نہ پایا جانا ہے اور پانی کا نہ پایا جانا عموماً سفر کی حالت میں ہوتا ہے۔ آیات تیمم کا نزول بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی وقت ہوا تھا جبکہ وہ مدینہ سے باہر سفر میں تھے، لیکن سفر کا ہونا شرط نہیں ہے، چاہے سفر ہو یا اقامت و حضر اگر پانی نہیں ہے تو تیمم کرنا جائز ہوگا۔

۱..... اور پانی نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی نہ پاس میں موجود ہو اور نہ ایک میل کے اندر ہونے کا علم ہو، اگر ایسا ہے تو مسافر پانی کی تلاش کے بغیر تیمم کرے گا، اور اگر اسے گمان ہو کہ ایک میل کے اندر پانی مل سکتا ہے تو اس کے اوپر پانی تلاش کرنا واجب ہوگا، بغیر پانی تلاش کیے اگر اس نے تیمم کر لیا تو جائز نہ ہوگا۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۲۳۱/۱)

۲..... اور اگر کوئی شخص مسافرت کی حالت میں نہ ہو بلکہ بستی و شہر میں ہو تو ہر حال میں اس کے اوپر ایک میل کے دوران پانی تلاش کرنا ضروری ہوگا۔ اگر اس نے پانی تلاش کیے بغیر تیمم کر لیا تو جائز نہ ہوگا۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۲۳۱/۱)

۳..... اگر کوئی شخص مسافر ہو اور اس کے قریب پانی ہو مگر اسے علم نہ ہو اور اس نے تیمم کر لیا تو جائز ہو جائے گا۔ (فتاویٰ التاثرانیہ: ۲۳۲/۱)

۴..... اسی طرح اگر کسی کے پاس پانی تو ہو مگر وہ پانی اس کی ملک نہ ہو بلکہ کسی دوسرے کا ہو اور امانتاً اس کے پاس ہو یا کسی کا غصب کردہ پانی ہو تو اس صورت میں تیمم کرے گا۔ (الدر المختار)

۵..... اگر پانی اپنے کسی ساتھی کے پاس ہو تو اس سے پانی طلب کرنا چاہیے اگر وہ دیدے تو وضو کر لے اور اگر فروخت کرے تو خرید لے اور وضو کر لے ورنہ تیمم کرے۔ اسی طرح اگر وہ فروخت کرے مگر اس کے پاس قیمت نہ ہو یا پانی عام نرخ سے زیادہ قیمت میں ملتا ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہوگا۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۲۳۳/۱)

۶..... پانی کنویں میں موجود ہو مگر اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کو کنویں میں ڈال کر پانی نکال کر وضو کر سکے تو اس صورت میں تیمم کرے گا۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۲۳۶/۱)

۷..... اگر کوئی شخص ایسی سواری پر سوار ہو جس میں پانی کا نظم نہ ہو جیسے بس، ہوائی جہاز وغیرہ اور اس کو روک کر اتارنا اور پانی لینا اختیار میں نہ ہو تو ایسی حالت میں تیمم جائز ہوگا۔

۸..... اگر کوئی شخص مسافر ہو اور اس نے اپنی گاڑی کی ڈکی میں پانی رکھ چھوڑا ہو اور بھول گیا ہو اور اس صورت میں اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو جائز ہوگا۔ لیکن اگر ایسا ڈرائیور نے کیا تو اس کے لیے جائز نہ ہوگا، اس صورت میں اس کی بھول کا اعتبار نہیں۔ (التاثرانیہ: ۲۳۷/۱)

۹..... اگر گاڑی کا ڈرائیور ہو اور گاڑی میں انجن کو ٹھنڈا کرنے کے لیے مشین میں صرف پانی ہو اور اس سے پانی نکالنے میں حرج و ضرر کا اندیشہ ہو تو ایسے ڈرائیور کے لیے تیمم کی اجازت ہوگی۔

۱۰..... پانی موجود نہ ہو یا تھوڑا پانی ہو جو غسل کے لیے ناکافی ہو اور اس کے باوجود کسی نے بیوی سے ہمبستری کی تو جائز ہے، ایسی صورت میں وہ تیمم کرے گا۔ (رد المحتار)۔ (طہارت کے احکام و مسائل: صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۷، انیس)

(۱) یہ دونوں مسئلے بہشتی ثمر میں ہیں۔ انیس

کرے لیکن اتنی دیر نہ لگا دے کہ وقت مکروہ ہو جائے اور اگر پانی کا انتظار نہ کیا اول ہی وقت نماز پڑھ لی تب بھی درست ہے۔ دونوں میں کچھ تضاد سا معلوم ہوتا ہے۔ پہلے مسئلہ میں قضا کرنے کا حکم اور دوسرے میں ادا مع تیمم۔ سمجھ میں بات نہیں آئی، براہ کرم تشریح فرمادیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

دونوں مسئلوں میں تضاد نہیں ہے۔ پہلی صورت میں شرعی میل کے اندر پانی ہونا یقینی ہے تو تیمم کے جواز کی شرط مفقود ہے۔ اس لئے اس صورت میں تیمم جائز نہیں۔ صاحب ہدایہ نے تحریر فرمایا ہے:

والمعتبر المسافة دون خوف الفوت. یعنی تیمم کے جواز کے لئے معتبر یہ ہے کہ پانی ایک میل سے دور ہو، نماز کے قضا ہونے کا خوف یہ علت نہیں۔ (ہدایہ: ۳۲۱)

اور دوسری صورت میں صرف امید ہے، فافتراق۔ درمختار میں ہے:

(ويجب) أى يفترض (طلبه) ولو برسوله... إلى قوله... (إن ظن ظناً قوياً) (قربة) دون ميل بأمارة أو إخبار عدل (و ألا) يغلب على ظنه قربة (لا) يجب بل يندب إن رجا وإلا لا. (درمختار مع الشامی: ۲۲۷-۲۲۸)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے:

اور واجب ہے یعنی فرض ہے تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بھیج کر تلاش کرے۔ إلى قوله - اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے، اور اگر پانی کے پاس ہونے کا اس کو ظن غالب نہ ہو یعنی شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر امید ہونزدیکی کی اور اگر امید نہ ہو تو تلاش مستحب بھی نہیں۔

اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ بہشتی ثمر کے مسئلہ صحیح ہیں۔ مزید وضاحت کے لئے ہدایہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

وكذا (أى لا يتيمم) إذا خاف فوت الوقت لو توضأ لم يتيمم ويتوضأ ويقضى ما فاته لأن الفوت إلى خلف وهو القضاء. (ہدایہ: ۳۸۱)

ويستحب لعادم الماء وهو ير جوه أن يؤخر الصلوة إلى آخر الوقت فإن وجد الماء يتوضأ وإلا يتيمم الخ. (ہدایہ: ۳۶۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۷۱-۲۷۲)

مقدار میل:

سوال: میل کتنی مسافت کا نام ہے؟

الجواب

میل کی مقدار چار ہزار خطوہ ہے اور ایک خطوہ عام ذراع کے لحاظ سے جو چوبیس انگشت کا ہوتا ہے ڈیڑھ ذراع کا ہوتا ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

والمیل فی کلام العرب منتهی مد البصر وقیل الأعلام المبنیة فی طرق مكة أمیال لأنها بنیت علی مقادیر منتهی البصر کذا فی الصحاح والمغرب، والمراد ههنا ثلث الفرسخ والفرسخ اثنا عشر ألف خطوة کل خطوة ذراع ونصف بذراع العامة وهو أربع وعشرون أصبعاً کذا فی الینابیع، وعن الکرخی: إن کان فی موضع یسمع صوت أهل الماء فهو قریب وإن کان لا یسمع فهو بعید وبه أخذ أكثر مشائخنا، کذا فی الخانیة، وعن أبی یوسف: إذا کان بحیث لو ذهب إلیه وتوضأ فذهب القافلة وتغیب عن بصره فهو بعید ویجوز له التیمم، واستحسن المشائخ هذه الروایة، کذا فی التجنیس وغیره، إلا أن ظاهره أنه فی حق المسافر لا المقیم وهو جائز لهما ولو فی المصر لأن الشرط هو العدم فأینما تحقق جاز التیمم، نص علیه فی الأسرار، إنتهی'. (البحر الرائق، باب التیمم: ۲۲۳/۱) فقط (مجموع فتاویٰ عبدالحی: ۱۹۴)

سفر کی حالت میں جب تک مجبور نہ ہو، تیمم کا کیا حکم ہے:

سوال: سفر میں راستہ چلتے ہوئے اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اپنے ہمراہی لوگ باعث جلدی کے ٹھہرتے نہیں اور نہ اتنا تساہل کرتے ہیں کہ جو آدمی کہیں وضو کر لے اور پانی اپنے پاس ہوتا نہیں، اور بعض جگہ ایسا بھی موقع ہوتا ہے کہ اندھیرے میں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ پانی کہاں ملے گا اور اگر کوئی گاؤں یا چاہ یا تالاب معلوم بھی ہوا کہ فلاں جگہ ہے تو ساتھی لوگ ٹھہرتے نہیں اور تنہا وہاں تک جانے میں دقت ہے کہ رات ہو گئی ہے، کہیں ٹھہرنے کا موقع نہیں، ادھر ہمراہی لوگ الگ ہوتے ہیں یا اور کوئی ضروری کام ہے کہ جو بہت جلد منزل پر پہنچنے سے ہوتا ہے، تو ایسے وقت میں نماز تیمم سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ہندوستان میں جائز نہیں۔ (۱) اور نہ ایسی صورت میں تاخیر نماز جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص: ۴۵) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۴۱)

(۱) کیوں کہ ہندوستان میں ہر جگہ پانی ملنے کی امید ہوتی ہے، مگر وہ علاقے اس سے مستثنیٰ ہیں، جہاں کئی کئی میل پانی نہیں ملتا، گویا مفقود ہے، جیسے ہندوستان میں راجستھان وغیرہ کا علاقہ اس کے لیے حکم نہیں۔ نور الحسن کا ندھلوی قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾. (سورة المائدہ: ۶) (من عجز)..... (عن استعمال الماء).... (لبعده) ولو مقيماً فی المصر (میلاً) أربعة الاف ذراع، وهو أربع وعشرون أصبعاً، الخ. (الدر المختار: ۲۳۲/۱، باب التیمم)

عن أبی یوسف: إذا کان بحیث لو ذهب إلیه وتوضأ فذهب القافلة وتغیب عن بصره فهو بعید ویجوز له التیمم، واستحسن المشائخ هذه الروایة، کذا فی التجنیس وغیره، إلا أن ظاهره أنه فی حق المسافر لا المقیم وهو جائز لهما ولو فی المصر لأن الشرط هو العدم فأینما تحقق جاز التیمم، نص علیه فی الأسرار، إنتهی'. (البحر الرائق، باب التیمم: ۲۲۳/۱، نیس)

پانی کی قلت کے وقت پردہ نشیں عورتیں تیمم کریں یا نہیں:

سوال: بعض گاؤں میں پانی کی بہت قلت ہے، اس لیے بعض عورتیں پردہ نشیں بیوہ کو بعض وقت پانی نہیں ملتا، اس لئے وہ مستورات نماز قضا کرتی رہتی ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے۔ آیا اس وقت ان کے لئے تیمم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

تیمم کی اجازت اس وقت ہے کہ پانی نہ ملے، شہر، قصبہ اور گاؤں میں ایسی صورت کم تر پیش آتی ہے کہ پانی نہ ملے، لیکن اگر ایسا کبھی اتفاق ہو جائے کہ پردہ دار عورتوں کو کوئی صورت پانی ملنے کی نہیں اور وقت تنگ ہوا جاتا ہے تو تیمم سے نماز پڑھیں قضا نہ کریں۔ (۱) (بعد میں وضو کر کے اعادہ کر لیں۔ ظفیر) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۳۵/۱-۲۳۶)

تیمم کر کے نماز پڑھنے کے بعد پانی مل جانے کا حکم:

سوال: ایک شخص ایسی جگہ پر ہے جہاں پانی نہیں ہے، لیکن ایک اس کا ساتھی ہے جس کے پاس پانی موجود ہے اس سے مانگے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لیا نماز کے بعد پانی مانگا اس نے دیدیا اس کی نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً و مصلیاً

نماز واجب الاعادہ ہے۔ (۳)

”وإن شك في الإعطاء وتيمم وصلى فسأله وأعطاه، يعيد.“ (كما في العالمگیریة: ۲۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم، حرره العبد حبیب اللہ القاسمی (حیث الفتاویٰ: ۵۱/۴)

(۱) عن أبي هريرة قال: جاء أعرابي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إنا نكون في الرمل وفينا الحائض والجنب والنفساء فيأتي علينا أربعة أشهر لا نجد الماء، قال: عليك بالتراب يعني التيمم. (سنن البيهقي، باب ما روى في الحائض والنفساء أي يكفيهما التيمم عند انقطاع الدم إذا عدما الماء، أنيس)

(۲) (لا) يتيمم (لفوت الجمعة ووقت) ولو تراً لفواتها إلى بدل، وقيل يتيمم لفوات الوقت، قال الحلبي: فالأحوط أن يتيمم ويصلي ثم يعيده. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب التيمم، قبيل مطلب في تقدير الغلو: ۲۲۷/۱)

اس عبارت سے اور شامی نے اس پر جو کچھ لکھا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں پھر پانی سے وضو کر کے نماز کا اعادہ کیا جاوے اس لئے کہ احتیاط کا یہی تقاضہ ہے۔

ولعل هذا من هؤلاء المشايخ اختيار لقول زفر لقوة دليله، وهو أن التيمم إنما شرع للحاجة إلى أداء الصلوة في الوقت فيتيمم عند خوف فوته. قال شيخنا ابن الهمام: ولم يتجه لهم عليه سوى أن التقصير جاء من قبله فلا يوجب الترخيص عليه، وهو إنما يتم إذا أخر لا لعذر، آه، وأقول: إذا أخر لا لعذر فهو عاصي. والمذهب عندنا أنه كالمطيع في الرخص، نعم تأخيره إلى هذا الحد عذر جاء من قبل غير صاحب الحق، فينبغي أن يقال يتيمم ويصلي ثم يعيد الوضوء، كمن عجز بعذر من قبل العباد الخ. (رد المحتار، أيضاً، ظفیر)

(۳) عن الثوري قال: إذا تيمم الرجل ثم مر بماء، فقال حتى آتى ماء آخر فقد نقض تيممه، ويتوضأ لتلك الصلاة. (مصنف عبد الرزاق، باب يتيمم ثم يمر بالماء هل يتوضأ؟ ج اول، ص ۱۸۰، نمبر ۸۹۲، أنيس)

بغیر عذر شرعی تیمم کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے یہاں ماسٹر صاحب امام ہیں، وہ غسل نہیں کرتے ہیں اور وضو بھی کبھی کبھی کرتے ہیں، بلکہ اس کے بدلے عام طور پر تیمم کر لیتے ہیں، جب کہ ان کو کوئی عذر شرعی بھی نہیں، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرنا صحیح ہے؟ نیز اس کی اور دوسرے مقتدیوں کی نماز ایسی حالت میں ہو جائے گی؟

الجواب _____ وباللہ التوفیق

اگر بغیر عذر شرعی ماسٹر صاحب تیمم کرتے ہیں تو نہ ان کی نماز صحیح ہوتی ہے اور نہ ان کی اقتدا کرنے والوں کی، (۱) اور اگر وہ کبھی غسل نہیں کرتے اور وضو نہیں کرتے ہیں اور ان کے پاس کوئی عذر شرعی بھی نہیں ہے تو بہت بڑا گناہ اور بہت دور تک پہنچانے والا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

ایسی صورت میں جبکہ وہ بظاہر معذور نہیں ہیں اور پھر بھی تیمم کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اپنے خیال میں اپنے کو معذور سمجھتے ہیں تو انہیں ان کے اپنے حق میں چھوڑ دیا جائے، لیکن انہیں امامت ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ قاضی مجاہد الاسلام: ص ۵۷) ☆

(۱) و شرطه (أى التيمم) ستة: النية، والمسح، وكونه بثلاث أصابع فأكثر، والصعيد، وكونه مطهراً، وفقد الماء (قوله فقد الماء) أى ولو حكماً ليشمل نحو المرض، فافهم. (الدر المختار مع رد المحتار، باب التيمم: ۲۳۰/۱، أنيس)

☆ وضو اور غسل کے لیے ایک تیمم کافی ہے:

”عن عمران بن حصين رضى الله عنه قال: كنا فى سفر مع النبى صلى الله عليه وسلم فصلى بالناس فلما انفتل من صلوته إذا هو برجل معتزل لم يصل مع القوم فقال: ما منعك يا فلان أن تصلى مع القوم؟ قال: أصابتنى جنابة ولا ماء. قال: عليك بالصعيد فإنه يكفيك“. (الصحيح للبخارى، باب الصعيد الطيب ووضوء المسلم يكفيه من الماء، الخ: ۲۹/۱، الصحيح لمسلم، باب التيمم: ۱۶۱/۱)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی جماعت سے الگ بیٹھا تھا جس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ: اے فلاں! قوم کے ساتھ نماز پڑھنے سے تیرے لئے کون سی چیز مانع رہی؟ اس نے کہا: مجھے جنابت لاحق ہوئی اور پانی نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ: تمہیں پاک مٹی لینی چاہئے وہ کافی ہے۔ (پانی موجود نہ ہونے کی صورت میں تیمم وضو کے قائم مقام ہوتا ہے اور جس طرح وضو سے طہارت حاصل ہوتی ہے اسی طرح تیمم سے بھی ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”الصعيد الطيب وضوء المسلم ولو إلى عشر حجج فإذا وجد الماء فليمس بشره الماء... الخ“. (ابوداؤد باب التيمم)

یعنی تیمم مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس سال تک ایسا کرنا پڑے بشرطیکہ پانی نہ ملے یا حدث لاحق نہ ہو۔

==

جنبی کے لئے غسل اور وضو کے واسطے ایک ہی تیمم کافی ہے:

سوال: تیمم میں غسل اور وضو کے واسطے جنبی کو فقط نیت غسل ہی کرنا کافی ہے یا وقت تیمم غسل اور وضو دونوں کی نیت کرے اور دونوں کے واسطے علیحدہ علیحدہ ضرب لگاوے؟

الحواب

ایک تیمم میں دونوں کی نیت کر لے ایک تیمم کافی ہوگا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(بدست خاص، ص: ۵۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۴۱)

جو وضو و غسل دونوں سے معذور ہو وہ حالت جنابت میں کیا کرے:

سوال: جو شخص وضو اور غسل سے معذور ہو وہ حالت جنابت میں کیا کرے؟

== اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

جعلت لی الأرض مسجداً وطهوراً. (مسند احمد: ۵/۲۴۸)

ہمارے واسطے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔

پہلی حدیث میں تیمم کو وضو قرار دیا گیا ہے اور دوسری حدیث میں مٹی کو طہور یعنی پاک کرنے والا بنایا گیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح وضو، سے حد زائل ہوتا ہے اسی طرح تیمم سے بھی حد زائل ہوتا ہے۔

اور تیمم جس طرح وضو کے قائم مقام ہے اسی طرح غسل کے بھی قائم مقام ہوتا ہے اور ایک ہی تیمم سے اگر غسل اور وضو دونوں کی نیت کر لی جائے تو کافی ہے اور غسل کا تیمم بھی صرف چہرہ و دونوں ہاتھوں پر مٹی کا ملنا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابزی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھے جنابت لاحق ہوئی مگر پانی نہ ملا۔ تو عمار بن یاسر نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یاد دلاتے ہوئے کہا کہ آپ کو یاد ہے کہ ہم دونوں سفر میں تھے اور اس حالت میں آپ نے (پانی نہ ملنے کی وجہ سے) نماز ادا نہ کی، میں نے پورے بدن میں مٹی لگالیا پھر نماز پڑھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

تمہارے لیے ایسا کرنا کافی تھا۔ پھر آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارا اور پھونک کر (ان کی مٹی جھاڑی) اور ان سے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کو ملا۔ (بخاری و مسلم، باب تیمم)

دوسری حدیث میں پورے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت مسح کرنے کا حکم آیا ہے۔ (الدر القطنی: ۱۸۰/۱)

جنبی کے لیے اور حیض و نفاس کی مدت ختم ہونے کے بعد ایسی عورتوں کے لیے تیمم کے ذریعہ پاک ہونا جائز ہے جب کہ پانی نہ ہو یا نا کافی ہو یا مریض ہوں۔ (رد المحتار: ۲۳۸/۸) (طہارت کے احکام و مسائل: صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۴، انیس)

(۱) عن عمران بن حصین أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلاً معتزلاً لم يصل مع القوم، فقال: ما منعك يا فلان أن تصلني في القوم؟ فقال يا رسول الله! أصابني جنابة، ولا ماء، فقال: عليك بالصعيد فإنه يكفيك. (صحيح البخاري، كتاب التيمم، حديث نمبر: ۳۴۴)

الجواب

ایک تیمم بنیت غسل و وضو اس کے لئے کافی ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۳/۱)

حدث اکبر کے لئے تیمم:

سوال: میرے کو لہے کی ہڈی ٹوٹ گئی، پاخانہ پیشاب سے کپڑے گندے رہتے ہیں، اسی درمیان احتلام ہو گیا، احتلام کے بعد پاک ہونے کا طریقہ کیا ہے؟ تاکہ میں پاک ہو کر نماز پڑھوں۔

هو المصوب

آپ بوجہ مجبوری حدث اکبر سے پاکی کی نیت سے تیمم کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں۔ (۲)
نوٹ: حتی الامکان نجاست کو دور کریں اور وضو غسل پر قدرت نہیں ہے تو دونوں کیلئے تیمم کریں اور اگر صرف غسل نہیں کر سکتے تو غسل کیلئے تیمم کریں، غسل اور وضو کے تیمم کا طریقہ ایک ہی ہے۔
تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۳۰/۱)

پانی نہ ہو یا ناکافی ہو تو جنبی کیا کرے:

سوال: ایک آدمی جنبی ہے اور غسل کے لیے پانی کافی نہیں اور وضو کے لیے پانی کافی ہے تو وضو کر کے تیمم کرے یا وضو کی ضرورت نہیں؟

الجواب — حامداً و مصلياً

اس حالت میں اس کے ذمہ وضو واجب نہیں، تیمم کافی ہے، کذا فی الدر المختار۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۱۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/۱۲/۵۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۸/۵)

(۱) (من عجز)..... (عن استعمال الماء المطلق الكافي لطهارته الخ (تيمم). (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۳/۱، بظفر)

(۲) عن عمران بن حصين أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلاً معزلاً لم يصل مع القوم، فقال: ما منعك يا فلان أن تصل في القوم؟ فقال يا رسول الله! أصابني جنابة، ولا ماء، فقال: عليك بالصعيد فإنه يكفيك. (صحيح البخاري، كتاب التيمم، حديث نمبر: ۳۴۴)

قوله ”ولو جنباً أو حائضاً“ يعني تيمم الجنب والمحدث والحائض والنفساء وهو قول جمهور العلماء، للأحاديث الواردة. (البحر الرائق: ۲۵۵/۱)

(۳) وفي القهستاني: إذا كان للجنب ما يكفي لبعض أعضائه أو للوضوء، تيمم ولم يجب عليه صرفه إليه. (رد المحتار: ۲۳۲/۱، باب التيمم، سعيد، وكذا في الفتاوى الهندية: ۳۰۱/۱، الفصل الثالث في المتفرقات، رشديه، والحبلى الكبير: ۷۴، باب التيمم، سهيل اكيڊمي، لاهور)

جنبی کے پاس پانی بقدر وضو ہو، تو کیا کرے اور پہلے تیمم جنابت کرے یا نہ:

سوال: جنبی کے پاس اس قدر پانی ہے کہ اس سے صرف وضو کر سکتا ہے غسل کے لائق پانی نہیں ہے، اس صورت میں اگر نماز کے لئے وضو اور غسل کیلئے تیمم کا حکم ہے تو پہلے وضو کرے یا تیمم؟

الجواب

خواہ پہلے تیمم کرے یا پہلے وضو کرے اور پھر تیمم جنابت کے لئے کرے، دونوں طرح جائز ہے۔ (۱) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۲/۱)

پانی تھوڑا ہو تو جنبی پہلے نجاست دھوئے یا وضو کرے:

سوال: جنبی کے پاس بقدر وضو پانی ہے اور جسم بھی نجس ہے، اگر جسم دھوتا ہے تو وضو کو پانی نہیں بچتا، اس کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

جسم نجس کو دھو دے، اور غسل و وضو کے لئے تیمم کرے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۲/۱)

معذور کے لئے وضو یا تیمم:

سوال: استنجا کی زیادتی جس سے گھڑی گھڑی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری شکایات مرض شکم جس سے وضو کا رہنا یقینی نہیں ہو سکتا، اگر وضو کیا جائے تو مرض کے آغاز کا باعث ہوتا ہے، ایسی صورت میں تیمم کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے عذرات کا حکم شریعت میں دوسرا ہے، وہ یہ کہ جو شخص معذور ہو کہ اس کا وضو نہ رہتا ہو، خواہ اخراج رت کی وجہ سے یا استسلاق بطن کی وجہ سے اور وہ بلا اس عذر کے نماز کے وقت کے اندر نہ پڑھ سکتا ہو تو اس کو صرف ایک دفعہ وضو، وقت

(۱) وفي القهستانی: إذا كان للجنب ما يكفي لبعض أعضائه أو للوضوء، تیمم ولم يجب عليه صرفه إليه. (رد المحتار: ۲۳۲/۱، باب التیمم، انیس)

(۲) مسافر محدث نجس الثوب معه ماء يكفي لأحدهما يغسل به النجاسة ويتيمم للحدث. (عالمگیری، باب التیمم، الفصل الثاني: ۲۸/۱، ظفیر)

عن علی قال: إذا أصابتك جنابة فأردت أن تتوضأ أو قال تغتسل وليس معك من الماء إلا ما تشرب وأنت تخاف فتييمم. (سنن البيهقي، باب الجنب أو المحدث يجد ماء لغسله وهو يخاف العطش فتييمم، ج اول، ص ۳۵۶، نمبر ۱۱۰۸ / مصنف عبد الرزاق، باب المسافر يخاف العطش ومعه ماء، جلد اول، ص ۱۸۱، نمبر ۸۹۷)

عن ابن عباس قال: إذا كنت مسافراً أو أنت جنب أو أنت على غير وضوء فخفت أن توضع أن تموت من العطش فلا توضأ به واحبس لنفسك. (سنن البيهقي، باب الجنب أو المحدث، الخ، جلد اول، ص ۳۵۶، نمبر ۱۱۰۹ - انیس الرحمن قاسمی)

کے اندر کافی ہے، اسی ایک وضو سے، تمام وقت میں نماز فرض و سنن و نفل پڑھ سکتا ہے۔ باقی تفصیل اس کی کتب فقہ میں دیکھی جاوے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۵۹/۱)

نوٹ: ایسا معذور وضو کرے گا، نہ کہ تیمم کرے گا۔ (انیس)

جو قفل میں قید ہو اس کے لئے تیمم کا حکم:

سوال: ایک مسئلہ یہ دریافت طلب ہے کہ مثلاً کوئی اپنے مکان کے اندر ہے اور غلطی سے ملازم باہر سے قفل بند کر کے چلا گیا اب مالک مکان اندر ہے اور نماز کا وقت آ گیا اور مکان میں پانی موجود نہیں ہے اور حتی الوسع مالک مکان نے کوشش کی کہ کسی کو آواز دیکر پانی لے مگر نہ ملا اور وقت نماز کا نکلا جاتا ہے، آیا وہ تیمم سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر پڑھ سکتا ہے تو بعد پانی ملنے کے وہ اس تیمم والی نماز کو قضا کرے یا نہیں؟

الجواب

پڑھ سکتا ہے اور قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ عاودہ کرے۔ لہٰذا محبوس من جهة العبد. (۲)

۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ - تتر العبد ص ۲۶ - (امداد الفتاویٰ: ۷۳۱/۱ - ۷۳۲)

(۱) (وصاحب عذر من به سلس) بول لا يمكنه إمساكه (أو استطلاق بطن أو انفلات ربيع أو استحاضة) الخ (إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث ولو حكماً لأن الانقطاع ليسير ملحق بالعدم (وهذا شرط) العذر (في حق الابتداء وفي) حق البقاء (كفى) وجوده في جزء من الوقت) ولو مرة وفي حق الزوال يشترط استيعاب الانقطاع تمام الوقت حقيقةً لأنه الانقطاع الكامل (وحكمه الوضوء) لا غسل ثوبه ونحوه (لكل فرض) اللام للوقت، (ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلاً) فدخل الواجب بالأول (فإذا خرج الوقت بطل) أي ظهر حدثه السابق. (الدر المختار على رد المحتار، مطلب في أحكام المعذور، قبيل باب الأنجاس: ۲۸۰/۱ تا ۲۸۲، ظفر)

(۲) (والمحبوس في السجن يصلي بالتيمم ويعيد بالوضوء لأن العجز إنما تحقق بصنع العباد وصنع العباد لا يؤثر في إسقاط حق الله تعالى). (الفتاوى الهندية: ج ۱ ص ۱۵، انیس)

جس طرح مرض و خوف مرض کی صورت میں وضو و غسل کے بدلے تیمم کرنا جائز ہے اسی طرح پانی کے استعمال سے عاجز ہونے کی صورت میں بھی تیمم درست ہے۔ اور یہ عجز کی صورتوں میں ہوتا ہے۔

۱..... مثلاً اگر کوئی شخص قیدی ہو اور نماز کا وقت ہو جائے مگر اسے پانی نہ ملے تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔ اگر ایسا ہو کہ کسی وقت اسے پانی ملتا ہو اور کسی وقت نہ ملتا ہو تو جس وقت پانی نہ ملے اور نہ وہ طہارت کی حالت میں ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر دوسرے وقت عاودہ کر لے، یہ بہتر ہے۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۴۶/۱)

۲..... اور اگر قیدی کے پاس نہ تو پانی ہو اور نہ پاک مٹی ہو، دیواریں بھی چونا، اینٹ، سمٹ وغیرہ اجناس ارض کی نہ ہوں تو ایسا شخص بلا طہارت نماز پڑھ لے اور پھر جب پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز لوٹائے۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۴۶/۱)

جیل خانہ میں پانی نہ ملنے پر تیمم کا حکم:

سوال: افغانستان اور کشمیر کے جہاد میں جو لوگ کفار کی جیلوں میں محبوس ہیں اگر دشمن باوجود پانی کی موجودگی کے ان کو وضو یا غسل کے لئے نہ چھوڑیں تو کیا یہ لوگ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

تیمم کے جواز کے لئے پانی پر عدم قدرت ضروری ہے اور یہ عدم قدرت چاہے مسافت کی وجہ سے ہو یا مرض کی وجہ سے یا دشمن کی وجہ سے ہو تو ان تمام صورتوں میں تیمم کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے، لہذا اگر قیدی تیمم کر کے نماز ادا کریں تو جائز ہے۔

قال العلامة الحصكفي: (من عجز)... (عن استعمال الماء)... (لبعدہ) ولو مقيماً في المصر (مياً)... (أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم... (أو برد) يهلك الجنب أو يمرضه... (أو خوف عدو) كحبة أو نار على نفسه ولو من فاسق أو حبس غريم أو ماله... (أو عطش) ولو لكلبه أو رفيق القافلة حالاً أو مآلاً... (الدرا المختار على صدر الدالمحتار، باب التيمم: ج ۲ ص ۲۳۲ تا ۲۳۵) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۶۱۲)

== ۳..... اگر کوئی شخص پانی کے پاس ہو مگر وہ بندھا ہوا ہو اور نماز کا وقت ختم ہو رہا ہو تو وہ تیمم کر کے نماز اسی حالت میں ادا کرے گا اور اگر تیمم پر بھی قدرت نہ ہو تو وہ اشارہ سے پڑھے گا اور پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے گا۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۲۳۶/۱-۲۳۷) (۲۳۷-۲۳۶) ۴..... اسی طرح اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں پانی تو موجود ہے مگر اسے یہ دھمکی دی جاتی ہو کہ وضو کرو گے تو مار ڈالیں گے یا قید کر دیں گے تو ایسی حالت میں وہ تیمم کر کے نماز ادا کرے گا اور بعد میں نماز کا اعادہ کرے گا۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۲۳۶/۱-۲۳۷) (۲۳۷-۲۳۶)

۵..... اگر کوئی شخص پانی کے قریب ہو مگر سوار ہو اور اترنے میں اسے دشمن کی طرف سے مارے جانے یا گرفتار کر لیے جانے کا خوف ہو تو اس کے لیے تیمم کر کے نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔ (حوالہ سابق: ۲۳۱) ۶..... اسی طرح اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں پانی کا چشمہ قریب ہو مگر وہاں شیر یا دیگر خونخوار درندوں کی طرف سے حملہ کا خوف ہو تو اس کے لیے تیمم جائز ہوگا۔ (حوالہ سابق: ۲۳۱)

۷..... اگر کوئی ایسا شخص ہو جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اور چہرہ پہ زخم ہو تو ایسا شخص تیمم کے بغیر نماز پڑھے گا۔ (حاشیہ طحاوی: ۶۲/۱، ۶۳)

۸..... اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں یا فالج زدہ ہوں اور ان ہاتھوں سے وہ تیمم نہیں کر سکتا ہو اور نہ کوئی تیمم کرانے والا ہو تو بغیر طہارت نماز ادا کرے گا۔ (رد المحتار: ۲۵۳/۱) اور اگر وہ محصور ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز کو طہارت پانے تک مؤخر کرے گا بغیر طہارت نماز ادا نہ کرے گا۔ (رد المحتار: ۲۵۴/۱) ان تمام صورتوں میں گرچہ پانی حقیقتاً موجود ہے مگر استعمال سے عاجز ہونے کی وجہ سے شریعت نے اسے پانی نہ پانے والا تسلیم کر کے تیمم کی اجازت دی ہے۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۱۹، ۱۹۲ تا ۱۹۳، انیس)

(۱) قال الشيخ السيد أحمد الطحطاوي: ”(ومنه خوف عدو) آدمي أو غيره سواء خافه على نفسه أو ماله أو أمانته أو خاف فاسقاً عند الماء أو خاف المديون المفلس الحبس ولا إعادة عليهم ولا على من حبس في السفر بخلاف المكروه على ترك الوضوء فتيمم فإنه يعيد الصلوة“۔ (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی، باب التيمم: ص ۹۲)

قیدی کو پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر اس کا اعادہ کرے:

سوال: بکر جیل میں قید ہے، جیل کا دستور ہے کہ پانچ بجے کے بعد قیدیوں کو کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں اور وہ مغرب، عشاء اور فجر اندر ہی پڑھتے ہیں، کبھی کبھی رات کو پانی نہیں ہوتا تو کیا بکر تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟ اور پھر اس نماز کا اعادہ بھی کرے یا نہ کرے؟ (محمد شفیع کالی موری حیدر آباد)

الجواب

ایسی صورت میں وضو کے لئے پانی بھر کے رکھ لیا کریں۔ اگر کبھی ایسا نہ ہو سکے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیں مگر بعد میں اس کا اعادہ کریں۔

والمحبوس فی السجن یصلی بالتیمم ویعید بالوضوء لأن العجز إنما تحقق بصنع العباد وصنع العباد لا یؤثر فی إسقاط حق اللہ تعالیٰ. (عالمگیری: ج ۱ ص ۱۵) فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، الجواب صحیح: بندہ عبد الستار، عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء
(خیر الفتاوی: ۱۲۱/۲-۱۲۲)

مرض کی وجہ سے پانی نقصان دہ ہو تو تیمم کیا جاسکتا ہے:

سوال: زید کی بیوی ایک طویل بیماری میں مبتلا ہے حتیٰ کہ نل کے پانی سے وضو کرنے سے بھی اس کے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔ کیا اس بیماری کی وجہ سے زید کی بیوی کے لئے تیمم کرنا جائز ہو گا یا نہیں؟

الجواب

کسی طبیب سے مشورہ کیا جائے، اگر وہ وضو کو مضر قرار دے تو تیمم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) واللہ اعلم
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۶/۵/۱۳۸۸ھ (فتویٰ نمبر ۶۱۸/۱۹، الف) الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۷۷)

(۱) عن عمرو بن العاص قال: احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل، فأشفقت أن أغتسل فأهلك ف تیممت ثم صلیت بأصحابی الصبح، فذكروا ذلك لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا عمرو! صلیت بأصحابک وأنت جنب؟ فأخبرته بالذی معنی من الاغتسال وقلت: إني سمعت اللہ یقول: وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً. (سورة النساء: ۲۹) فضحك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئاً. (أبو داود، باب إذا خاف جنب البرد أیتیمم؟ ص ۶۰، نمبر ۳۳۴)

۱..... تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مریض کے لیے اس صورت میں تیمم جائز ہے جب پانی کے استعمال سے یا جان یا کسی عضو کی ہلاکت کا یقین ہو۔ اسی طرح اگر مرض کی تکلیف میں شدت یا شفا میں تاخیر کا ظن غالب ہو چاہے اپنے علم کے ذریعہ ہو یا معتبر طبیب کے کہنے پر ہو جو مسلمان ہو اور فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو تو اس صورت میں تیمم جائز ہے۔ (رد المحتار: ۲۱۵/۱)

۲..... جہاں مسلمان معتبر طبیب نہ ہو اور کوئی غیر مسلم ماہر طبیب ہو اور پانی کے استعمال سے روکتا ہو اور مریض کو اس کی بات پر یقین ہو تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔

مرض کی وجہ سے تیمم:

سوال: ایک طبیب مسلمان بعض مخصوص مرض کے متعلق اپنے آپ کو حاذق کہتے ہیں اور بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مرض کی دوا اس کی، بہ نسبت دوسروں کی، اچھی ہے وہ دوا کے استعمال کے بعد اغتسال کے بجائے تیمم کا حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر غسل فرض ہو تب بھی تیمم کرو؟

الجواب _____ حامداً ومصلياً

اگر حاذق دیندار طبیب یہ کہتا ہے کہ غسل کرنے سے مرض میں ترقی ہو جائے گی یا دیر میں اچھا ہوگا، تو تیمم درست ہے۔ (۱)

تیمم لبعدہ میلاً عن ماء أول لمرض، کنز. (۲)

قال الزيلعي: وأما المرض، فمنصوص عليه، سواء خاف ازدياد المرض أو طول له باستعمال

الماء، الخ. (۳)

۳..... اگر کوئی شخص بخار میں مبتلا ہو اور بخار ایسا ہو کہ پانی چاہے گرم ہو یا ٹھنڈا، اس کے استعمال سے مرض میں اضافہ اور تکلیف بڑھنے کا اندیشہ غالب ہو تو تیمم درست ہے اور اگر گرم پانی کے استعمال سے مرض کی زیادتی کا اندیشہ نہ ہو تو تیمم جائز نہیں گرم پانی سے وضو کرنا ضروری ہے۔

۴..... اگر کسی کا آپریشن ہوا ہو، یہ آپریشن آنکھ یا پیٹ کا ہو جس میں وضو کرنے میں حرکت ہونے سے مرض کے بڑھنے کا اندیشہ قوی ہو تو ایسی حالت میں تیمم کر کے نماز ادا کرے۔

۵..... اسی طرح اگر کوئی ایسا شخص ہو جسے رات کو غسل کی حاجت پیش آجائے اور موسم سرد ہو اور گرم پانی میسر نہ ہو اور نہ کوئی ذریعہ پانی گرم کرنے کا ہو جیسے حالت سفر میں ہو اور اگر وہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرتا ہے تو مریض ہونے کا اندیشہ غالب ہو تو ایسے شخص کے لیے جائز ہے کہ صبح کی نماز تیمم سے پڑھ لے اور پھر دن میں غسل کر کے باقی نمازیں ادا کرے۔ (غنیۃ المستملی: ص ۶۴)

۶..... اگر جنبی کو موسم سرما میں غسل کرنے سے مریض ہونے کا اندیشہ ہو مگر وضو سے نہ ہو تو ایسے شخص کے لیے جائز ہے کہ وضو کرے اور غسل کی جگہ تیمم کر لے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۲/۱)

۷..... جو شخص وضو اور غسل دونوں سے معذور ہو وہ حالت جنابت میں ایک ہی تیمم غسل اور وضو کی نیت سے کر لے تو جائز ہے اور اگر تیمم صرف غسل کی نیت سے کیا تو اس کے لیے دوبارہ عبادات کے لیے وضو کی نیت سے تیمم کرنا ضروری ہوگا۔ (رد المحتار: ۲۱۴/۱- تا تاریخ: ۲۳۵/۱)

۸..... اگر کوئی عورت ہو جسے رات کے وقت جنابت سے غسل میں اپنے یا بچہ کی بیماری کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر جب دن میں دھوپ نکل جائے یا گرم پانی میسر ہو تو غسل کر کے بقیہ نمازیں پڑھ لے۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۱۸۷، انیس)

وفی الدر المختار، باب التیمم، ج ۳ ص ۲۳۲: من عجز عن استعمال الماء... لمرض يشند أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم... تیمم، وكذا في الهندية، الباب الرابع في التیمم: ۲۸/۱۔

(۱) عن عمرو بن العاص قال: احتلمت في ليلة باردة... الخ. (أبو داود، باب إذا خاف الجنب البرد أیتیمم، انیس)

(۲) كنز الدقائق: ۹/۱، باب التیمم، كتب خانہ رشیدیہ، دہلی۔

(۳) تبیین الحقائق: ۱۱۸/۱، كتاب الطهارة، باب التیمم، دارالكتب العلمیہ، بیروت

وقال العلامة الحصكفي: (أولمرض) يشهد أويمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم. (الدر المختار) قال الشامي: أي إخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق وقيل عدالته شرط. (۱) فقط والله تعالى أعلم - حرره العبد محمود غفر له (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷۷/۵)

اندیشہ مرض میں مریض کی طبیعت اور طبیب دونوں کا اعتبار ہے:

سوال: علالت کے وقت جو تیمم جائز ہے اس میں طبیعت بیمار کو دخل ہے یا طبیب حاذق کو یا اور کوئی معیار ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے: ”(أولمرض) يشهد أويمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم الخ“۔ (۲)
اس سے معلوم ہوا کہ تیمم میں طبیعت و تجربہ و ظن غالب بیمار کو بھی دخل ہے اور طبیب حاذق کے قول کو بھی، ان میں سے جو بھی پایا جاوے میج تیمم ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۵۸/۱)

مرگی کے مریض کے لیے غسل کے بجائے تیمم کا حکم:

سوال: میں مرگی کا مریض ہوں ایک دفعہ غسل کا ارادہ کیا، دوران غسل مرگی کا دورہ پڑ گیا جس کی وجہ سے پیشانی کسی تیز پتھر سے لگی اور زخمی ہو گئی تقریباً ایک ماہ تک زخم تھا، کیا ایسی حالت میں مجھے غسل نہ کرنے کی اجازت ہوگی، یا غسل ضرور کرنا ہے؟ یا کوئی اور طریقہ بتلایا جائے؟ بینواتو جروا۔ المستفتی عبدالرحمن بنوں۔ ۲۰ نومبر ۱۹۷۷ء۔

الجواب

اگر ہو سکے تو آپ طلوع فجر سے قبل غسل کیا کریں اور باقی مسئلہ یہ ہے کہ اگر غسل کرنے سے دورہ آنا متیقن ہو یا مظنون ہو تو آپ تیمم کر سکتے ہیں۔

كما في الهندية، جلد ۲۸: ويعرف ذلك الخوف إما بغلبة الظن عن أماراة أو تجربة أو إخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق، كذا في شرح منية المصلى لإبراهيم الحلبي. (۴) وهو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۹۰-۹۱)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۳/۱، باب التيمم، سعيد، وكذا في الفتاوى الهندية: ۲۸/۱، باب التيمم، رشيديه، وكذا في التاتار خانية: ۲۳۳/۱، باب التيمم، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۵، ظهير

(۳) قوله بغلبة ظن أي عن أماراة أو تجربة. (شرح المنية) قوله حاذق مسلم أي إخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق وقيل وعدالته شرط، شرح المنية. (رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۵، ظهير)

(۴) الفتاوى الهندية، باب التيمم، الفصل الأول.

عن عمرو بن العاص قال: احتلمت في ليلة باردة... الخ. (أبو داود، باب إذا خاف الجنب البرد أيتيمم، أنيس)

دائمی زکام کے مریض کے لیے تیمم کا حکم:

سوال: کوئی شخص زکام کا دائمی مریض ہو اور مغرب، فجر اور عشا کے وقت وضو کرنے سے تباہ اور کھانسی کی شکایت ہو جاتی ہے، اس کے لیے تیمم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: وبالله التوفیق

اگر وضو کرنے سے اس شخص کے مرض میں شدت ہو جاتی ہے اس کے لیے تیمم درست ہے، تیمم کر کے نماز پڑھے لیکن تیمم صرف مرض کی زیادتی کے وہم کی بنا پر درست نہیں ہے۔ (۱)

ولو كان يجده الماء إلا أنه مريض فحاف إن استعمل الماء اشتد مرضه يتيمم (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمد عثمان غنی۔ ۱۳/۸/۱۳۷۵ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۷۴/۲)

بخار اور سخت سردی اور ٹھنڈ کی وجہ سے تیمم جائز ہے یا نہیں:

سوال: اگر سردی کے موسم میں کوئی شخص ایسے جنگل میں کام کرنے جاتا ہو کہ جہاں پانی نہایت درجہ کا سرد ہو اور وہاں گرم کرنے کے اسباب نہ ہوں جیسے برتن و ایندھن اور جاڑے کا وقت بہت ہو جیسے ابر کی وجہ سے دھوپ نہ ہو، یا شام یا رات یا صبح کا وقت ہو اور جاڑے کی وجہ سے جنبی کو غسل اور بے وضو وضو کرنے کی تاب نہ ہو سکے، یا کسی کو بخار جاڑا بہت چڑھ رہا ہو تو تیمم کرنا ایسے شخصوں کے واسطے جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

حالت مرض اور خوف مرض میں تیمم درست ہے جب کہ سرد پانی سے غسل کرنے میں یا وضو کرنے میں اندیشہ ہلاکت کا یا مرض کا ہو تو تیمم جائز ہے۔ (۳)

كما في الدر المختار: (أو لمرض) يشد أو يمتد، إلخ. (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۵۷)

اندیشہ بخار میں تیمم کر سکتا ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص کو ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے سے سردی ہو کر بخار کا اندیشہ ہے اگر یہ شخص گرم پانی سے وضو

(۱) عن عمرو بن العاص قال: احتلمت في ليلة باردة... إلخ. (أبو داود، باب إذا خاف الجنب البرد أيتيمم؟ أنيس)

(۲) الهداية: ۳۹/۱۔

(۳) (من عجز)..... (عن استعمال الماء) إلخ (لبعد)..... (مياً) إلخ (أو لمرض) يشد أو يمتد بغلبة ظن أو قول

حاذق مسلم إلخ (أو برد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن أجرة حمام ولا ما يد

فته، إلخ، (تيمم). (الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۴/۱؛ ظفیر)

(۴) الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۵/۱؛ ظفیر

کرنا چاہیے تو اسے یا اس کی عورت کو اکثر پانی گرم کرنے میں تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ پانی گرم کر کے وضو کرنے کی استطاعت ہے تو تیمم کرنا اس کو درست نہیں ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۵۷)

اندیشہ مرض کے وقت تیمم جائز ہے یا نہیں:

سوال: زید ایک ضعیف الجشہ دائم المریض شخص ہے، شامت اعمال سے اس کی صحت بہت خراب ہو گئی ہے خصوصاً اعصاب اور دماغ نہایت ہی ضعیف ہو گیا ہے۔ اندریں حالت موسم سرما میں جب کہ اس کو ضرورت شرعی سے بخیاں قضاے نماز صبح کے وقت ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کی نوبت آتی ہے تو دوسریاز کام وغیرہ کی تکلیف لاحق ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی، اور چونکہ گرم پانی کا حصول بروقت اپنی بے سروسامانی سے غیر ممکن ہے اس لیے مجبوراً ٹھنڈے ہی پانی سے کام لینا پڑتا ہے جس سے ایک خوف یہ بھی لگا رہتا ہے کہ مبادا فالج وغیرہ کا اثر نہ ہو جائے کیونکہ اعصاب میں نہایت کمزوری آ گئی ہے۔ زید کی موجودہ حالت پر نظر کر کے ایک طبیب صاحب علم نے زید کو یہ رائے دی کہ تم ایسی حالت میں ضرورت کے وقت بجائے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے صبح کی نماز تیمم کر کے پڑھ لیا کرو۔ بعد میں پھر گرم پانی سے غسل کر لیا کرو اور تیمم غسل کے بعد وضو کر کے نماز پڑھنی چاہئے۔ اور نماز کو بعد غسل کے احتیاطاً اعادہ کرنے کی تو ضرورت نہیں ہے؟

الجواب

اگر گرم پانی میسر نہ ہو اور طبیب حاذق کے قول وغیرہ سے بظن غالب اندیشہ مرض کا ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لینا اس حالت میں درست ہے اور چونکہ تیمم غسل کا بجائے وضو و غسل کے ہے اس لیے وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہی ایک تیمم دونوں کے لیے کافی ہے۔ (۲) مگر احتیاط یہ ہے کہ بعد میں گرم پانی سے غسل کر کے اعادہ اس نماز کا کر لیوے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۳۶-۲۳۷)

- (۱) وإذا خاف المحدث أن يقتله البرد أو يمرضه يتيمم الخ لكن الأصح عدم جواز إجتماعاً، كذا في النهر الفائق والصحيح أنه لا يباح له التيمم، كذا في الخلاصة وفتاوى قاضیخان. (عالمگیری كشوری، الباب الرابع فی التيمم: ۳۶/۱)
- (۲) (أو برد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفنه الخ (تيمم) لهذه الأعداء كلها. (الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۶/۱، ظفیر)
- (۳) اعادہ کا جزئی نہیں مل سکا، شاید درمختار کی اس عبارت سے لیا گیا ہے: ”(لا) يتيمم (لفوت جمعة ووقت) ولو ترواً لفواتها إلى بدل وقيل تيمم لفوات الوقت، قال الحلبي: فالأحوط أن يتيمم ويصلي ثم يعيده“. (الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۲۲۷/۱، ظفیر)

بیماری یا پیری کی وجہ سے پانی نقصان دہ ہو، تو غسل کے لیے تیمم کر سکتا ہے یا نہیں:

سوال: تیمم بحالت عذر جیسا کہ وضو سے ہو سکتا ہے ویسا ہی غسل سے بھی ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس تیمم غسل سے نماز فرض و نفل اور قرآن شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کسی شخص کو بوجہ ضعف بیماری یا پیری پانی ضرر رساں ہو یا خوف ضرر ہو یا استعمال ماء اس پر گراں سخت ہو اور تحمل نہ کر سکے تو تیمم وضو اور غسل سے اس کو نماز فرض و نفل اور تلاوت قرآن شریف جائز ہوگی یا نہ؟

الجواب

تیمم بحالت عذر جیسا کہ وضو سے ہوتا ہے، ویسا ہی غسل سے بھی ہوتا ہے اور اس تیمم سے نماز فرض و نفل و تلاوت کلام مجید سب درست ہے۔ (۱) اور وہ عذر جس سے تیمم حدث و جنابت سے درست ہے، یہ ہے کہ مریض کو اشتداد مرض یا امتداد مرض کا خوف ہو یعنی وضو کرنے یا غسل کرنے سے اس کا مرض بڑھ جاوے گا، یا ممتد ہو جاوے گا یا جاڑے کی وجہ سے ہلاک یا بیمار ہو جاوے گا۔ محض اس وجہ سے کہ ٹھنڈا پانی برا معلوم ہو اور گراں ہو اور اس سے تکلیف ہوتی ہو، تیمم درست نہیں ہے، بلکہ اندیشہ یہ ہو کہ مر جاوے گا، یا بیمار ہو جاوے گا، اس وقت تیمم درست ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/۲۳۸، ۲۳۹)

بیماری کے وہم کی بنیاد پر تیمم:

سوال: اگر تیمم کرنے میں بار بار کا تجربہ نہیں ہے مگر جب بھی غسل کرتا ہے کچھ نہ کچھ ہوتا ضرور ہے تب کیا کیا جائے؟ بعض دفعہ ضعف قلب اور ضعف طبیعت کی بنا پر وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ غسل اور وضو سے شاید طبیعت خراب ہو جائے، اس بنا پر تیمم کر لیا جائے، یا طبیعت سست ہوئی اور تیمم کر لیا کہ کہیں خراب نہ ہو جائے، یا نزلہ اور زکام ہو جانے کے اندیشہ سے تیمم کیا جائے، یا ٹھنڈے پانی سے وضو و غسل کرنے سے ڈر معلوم ہوا، طبیعت کے نہ برداشت کرنے کی وجہ سے یا طبیعت کے کسل یا ضعف طبیعت کی بنا پر جیسا کہ مشہور ہے کہ ”گرم پانی سے وضو و غسل کرنے سے ٹھنڈ زیادہ محسوس ہوتی ہے“ اس وجہ سے نہ ٹھنڈے سے کیا نہ گرم سے کہ گرم سے زیادہ ٹھنڈ محسوس ہوگی، یا گرم پانی سے اس لیے وضو و غسل نہیں کیا کہ ٹھنڈے پانی کا عادی ہے اور ٹھنڈ زیادہ پڑ رہی ہے۔

(۱) ویصلی بتیممہ ما شاء من الفرائض والنوافل. (الہدایۃ، باب التیمم: ۵۵/۱، ظفیر مفتاحی)

(۲) (من عجز)..... (عن استعمال الماء) لبعده..... (میلاً)..... (أو لمرض) یشتد أو یمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم..... أو یبرد) یهلک..... أو یمرضه..... (أو خوف عدو) (أو عطش)..... (أو عدم آلة) طاهرة یستخرج بها الماء..... (تیمم) لہذہ الأعدار کلہا (الدرا المختار علی ہامش رد المحتار، باب التیمم: ج ۱ ص ۲۱۳ و ۲۱۸) قال فی البحر: إنه متى قدر علی الاغتسال بوجه من الوجوه لا یباح لہ التیمم إجماعاً. (رد المحتار، باب التیمم: ج ۱ ص ۲۱۶، ظفیر)

گرم پانی سے کرتا ہے تو جلد پھٹ جائے گی یا خشکی جلد پر پیدا ہو جائے گی جس کی وجہ سے ظاہر ہے کہ پریشانی ہوگی، اور ٹھنڈے پانی کی برداشت نہیں، اس لیے تیمم کر لیا تب کیا حکم ہے؟ اور ٹھنڈے سے کرنے کی ہمت نہیں، گو بعض اوقات طبیعت بھی خراب ہو جاتی ہے مگر وجوہات وہی ہیں جو اوپر گزریں۔

اور جن اوقات میں وضو و غسل کرنے سے طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے، یا کسل و کم ہمتی، یا پانی زیادہ ٹھنڈا رہتا ہے تو ان اوقات کے علاوہ جن میں یہ وجوہات رفع ہو جائیں اور ان میں بھی وضو و غسل نہ کیا جائے اور پھر وہی اوقات آجائیں، جن میں یہ باتیں پیدا ہو جائیں جو اوپر مذکور ہوئیں اور بیچ میں کوئی نماز نہیں آئی، یا آئی، لیکن کوئی عذر پیدا ہو گیا، مثلاً کھانا کھالیا اور اب دو گھنٹہ کے بعد نہانا چاہئے اور نماز پڑھ لی، یا پڑھادی اور دو گھنٹہ کے بعد پھر وہی اوقات آگئے، جن میں مذکورہ بالا وجوہات پیدا ہو گئیں تو ان صورتوں میں نماز ہوگی یا نہیں؟ دو معذوریوں کے درمیان میں جو وضو یا غسل نہیں کیا ہے جس میں کوئی عذر نہیں تھا اس کا کیا ہوگا؟ نیز ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟ (محمد انس، تلی تال، نینی تال)

الجواب: ————— حامداً و مصلیاً

محض کم ہمتی، سستی، وہم کوئی چیز نہیں ہے ہاں اگر بار بار کا تجربہ ہو کہ غسل یا وضو کرنے سے بیماری ہو جاتی ہے، یا بیماری میں اضافہ ہو جاتا ہے تو تیمم کی اجازت ہے، پھر جب یہ عذر باقی نہیں رہا تو غسل کر لینا لازم ہے تاکہ دوسری نماز با غسل ادا ہو، لیکن اگر عذر ایسے وقت ختم ہوا کہ کسی نماز کا وقت نہیں مگر غسل نہیں کیا، پھر جب دوسری نماز کا وقت آیا تو وہی عذر غسل سے مانع پھر پیش آگیا، تو اب پھر تیمم کر کے نماز ادا کرنا درست ہوگا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۷/۹۴ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷۸/۱۷۹)

زیادتی مرض کی وجہ سے اور مسجد کی دیوار سے تیمم:

سوال: ایک آدمی جس کی عمر ۶۵ سال ہے، عرصہ ۷ سال سے مرض درد (گٹھیا) ہے، ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے پر مرض میں اضافہ ہو جاتا ہے، اکثر اسی وجہ سے تیمم کرتا ہے، لیکن بعض احباب معترض ہیں کہ ہمیشہ تیمم نہ کیا جائے۔ کاروباری آدمی ہے گرم پانی کا ہر وقت انتظام نہیں کر سکتا، ہمارے یہاں کی مساجد میں گرم پانی کا نظم نہیں رہتا ہے اور تیمم کے لیے مٹی بارش کی وجہ سے نرم رہتی ہے، اس لئے مسجد کے اندر تیمم کر لیتا ہے، اس پر بھی بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مسجد کے اندر تیمم نہیں کرنا چاہئے، براہ کرم حکم شرعی سے مطلع فرمادیں؟

(۱) الشانی العذر المبیح للتیمم ... ومن العذر حصول مرض یخاف منه اشتداد المرض أو بطل البرء أو تحركه كالمحموم والمبطون، ومن الأعذار برد یخاف منه بغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء أو لمرض إذا كان خارج المصر یعنی العمران ولو القرى التي يوجد بها الماء المستخن، الخ. (مراقی الفلاح: ص ۱۱۴، باب التیمم، قدیمی، وکذا فی البحر الرائق: ۲۳۶/۱، باب التیمم، رشیدیہ، وکذا فی الحلبي الكبير: ص ۶۵، فصل فی التیمم، سهیل اکیڈمی، لاہور)

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

جب کہ وضو کرنے سے مرض میں اضافہ ہوتا ہے تو تیمم آپ کے لیے درست ہے۔ (۱) تیمم کے لیے ایک بڑا ڈھیلا یا اینٹ مستقل علاحدہ محفوظ رکھ لیں، بارش کا اثر نہ پہنچے، پختہ دیوار اور پتھر سے بھی تیمم درست ہے۔ (۲) مسجد کی دیوار سے تیمم نہ کریں۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۸۶ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۱۵-۱۹۲)

بچہ کے مرض کے خطرہ کے وقت ماں کو تیمم کرنا درست ہے یا نہیں:

سوال: ایک عورت اپنے بچہ کو دودھ پلاتی ہے جو پاخانہ پیشاب اکثر ماں کے کپڑوں پر کرتا ہے اور بوجہ اس کے کہ میرے متواتر غسل سے بچہ علیل ہو جائے گا یا میں خود علیل ہو جاؤں گی نہایتی نہیں ہے تو اس وجہ سے کیا اس کو قرآن پڑھنا جائز ہوگا؟

الجواب

اگر بار بار کے غسل سے اس کو اپنے یا بچہ کی بیماری کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیا کرے پھر دھوپ کے وقت یا گرم پانی سے غسل کر کے ان نمازوں کا پھر اعادہ کر لیا کرے اور تیمم کے بعد تلاوت قرآن شریف بھی درست ہے۔ (۴) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۱/۱)

(۱) (من عجز)..... (عن استعمال الماء)..... (لبعدہ)..... (میلًا)..... (أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ولو يتحرك، الخ (تیمم) لهذه الأعذار كلها. (الدر المختار متن رد المحتار: ۲۳۶/۱ تا ۲۳۶/۲، باب التیمم، سعید، وكذا في الفتاوى العالمية: ۲۸/۱، الباب الرابع في التیمم، رشیدیة، وكذا في النهر الفائق: ۹۸/۱، باب التیمم، امدادیہ)

(۲) (تیمم) لهذه الأعذار كلها، الخ (بمطهر من جنس الأرض وإن لم يكن عليه نقع) أي غبار. (الدر المختار متن رد المحتار: ۲۳۶/۱، ۲۳۹، باب التیمم، سعید، وكذا في الفتاوى: ۳۵/۱، جنس آخر فيما يجوز به التیمم، أمجد اکیڈمی، لاہور)

(۳) ويكره مسح الرجل من طين الردغة بأسطوانة المسجد أو بحائطه. (فتاوى قاضیخان: ۶۵/۱، كتاب الطهارة، فصل في المسجد، رشیدیہ)

(۴) جواب میں عورت کو جی فرض کر لیا گیا ہے ورنہ صرف بچہ کے پیشاب، پاخانہ سے نہانا واجب نہیں ہوتا جس حصہ میں نجاست لگی ہے اس کا دھو لینا اور کپڑا بدل لینا کافی ہے، فقہانے ہلاکت اور بیماری یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں جنبی (نا پاک) کو تیمم کی اجازت دی ہے۔ ((من عجز)..... (عن استعمال الماء) الخ (لبعدہ)..... (میلًا) الخ (أوبرد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن أجرة حمام ولا ما يدفنه، الخ (در مختار) أي من ثوب يلبسه أو مكان يأويه. قال في البحر: فصار الأصل أنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لا يباح له التیمم إجماعاً. (رد المحتار، باب التیمم: ۲۱۶/۱، ظفیر)

بوڑھا آدمی ضعف و مرض کی بنیاد پر تیمم کر یگا یا نہیں:

سوال: متعلقہ تیمم بوجہ ضعف و مرض۔

الجواب

بوڑھا کمزور آدمی جسے خوف ہو کہ اگر غسل کرے تو سخت بیمار ہو جائے گا۔ اسے جائز ہے کہ غسل کے بجائے غسل کا تیمم کر لے اور وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ۔ دہلی (کفایت المفتی: ۲/۲۶۸)

پانی سے نقصان کا خطرہ ہو، تو طہارت کیسے حاصل کرے:

سوال: بیمار آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہے پانی نقصان کرتا ہے تو کس طرح طہارت حاصل کرے؟

الجواب

بدن پر نجاست ہو تو اس کو دھو لے بعد میں تیمم کرے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۴۴)

جو مریض وضو کر سکتا ہے مگر غسل نہیں، تو کیا کرے:

سوال: جو مریض وضو کر سکتا ہو، مگر غسل سے معذور ہو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ جائز ہے یعنی وضو کرے اور غسل کی جگہ تیمم کرے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۶۲)

دمہ کے مریض کے لیے تیمم کی اجازت:

سوال: زید دمہ کا مریض ہے حاجت غسل ہو جانے کی صورت میں فجر کی نماز سے قبل اگر غسل کر لے تو مرض بڑھ جاتا ہے اور آفتاب کے نکلنے کے بعد غسل کرنے سے مرض نہیں بڑھتا ہے مگر نماز قضا ہو جاتی ہے اس صورت میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟

(۱) ”وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ“۔ (سورۃ النساء: ۴۳، انیس)

پھر دھوپ کے وقت غسل کر لے۔ قال فی البحر: فصار الأصل أنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لا يباح له التيمم إجماعاً. (رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۳۴، انیس)

(۲) وكذا يطهر محل نجاسة الخ مريئة الخ بقلعها أي بزوال عينها الخ ويطهر محل غيرها أي غير مريئة بغلبة ظن غاسل الخ. (الدر المختار على رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۰۲)

أو لمرض يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم الخ تيمم. (الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۱۵، ظفیر)

(۳) ويجوز التيمم إذا خاف الجنب إذا اغتسل بالماء أن يقتله البرد أو يمرضه الخ. (عالمگیری، باب التيمم: ۱/۲۶، ظفیر)

الجواب _____ وبالله التوفیق

اگر زید دمہ کا مریض ہے اور صبح میں غسل کرنے سے اس کا مرض بڑھ جاتا ہے تو وہ نجاست کو دھو کر غسل کے بجائے تیمم کر لیا کرے۔ (۱) اور اگر وضو سے نقصان نہیں ہوتا ہے تو نماز وضو کر کے پڑھا کرے اور اگر وضو سے بھی نقصان ہوتا ہے تو اس تیمم سے نماز بھی درست ہے۔

دھوپ نکلنے پر جب غسل نقصان نہیں کرتا تو اس وقت تیمم باطل ہو جائے گا اس لیے غسل فرض ہو جائے گا فجر کی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۲۵/۵/۱۴۳۷ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۷۵/۲)

بیماری کی حالت میں تیمم سے پڑھی گئی نماز کا حکم:

سوال: میں بیمار تھا ریڑھ کی ہڈیاں خراب ہو گئیں جن پر ڈاکٹر نے پلاسٹر لگا دیا اور مسلسل دو سال تک لیٹے رہنے کا حکم دیا میں اس دوران برابر تیمم سے نماز پڑھتا رہا، معذوری کی بنا پر وضو اور غسل نہیں کر سکتا تھا ان نمازوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب _____ وبالله التوفیق

صورت مسئلہ میں جب معذوری کی بنا پر تیمم کر کے نماز پڑھی اور وضو غسل نہیں کیا تو یہ تیمم، وضو اور غسل کے قائم مقام ہو گیا اور نماز صحیح ہوئی، اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۲۹/۱۱/۱۴۳۷ھ۔ (فتاویٰ امارت: ۷۵/۲-۷۶)

سردی میں نزلہ کے خوف سے بجائے غسل جنابت، تیمم:

سوال: ایک شخص کو سردی کے اثر سے نزلہ ہو جاتا ہے تو اس کو ایام سرما میں صبح یا اور کسی سردی کے وقت بخوف نزلہ بجائے غسل جنابت تیمم کرنا اور اس تیمم سے صلوٰۃ فجر یا اور کسی نماز کو ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۱) بشرطیکہ گرم پانی سے بھی وضو یا غسل نقصان دہ ہو یا گرم پانی میسر نہ ہو۔ (مجاہد)

(من عجز)..... (عن استعمال الماء)..... (لبعدہ)..... (میلاً)..... (أولمرض) یشتد أو یمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم..... (تیمم). (الدرا المختار علی رد المحتار، باب التیمم: ۱/۳۹۵ تا ۴۰۱)

(۲) ”(و کذا) ینقصه (کل ما یمنع وجوده التیمم إذا وجد بعدہ) لأن ما جاز بعذر بطل بزواله، فلو تیمم لمرض بطل ببرئہ أو لبرد بطل بزواله“۔ (الدرا المختار علی رد المحتار: ۱/۴۲۸)

(۳) اس مسئلہ پر مفصل بحث علامہ شامی نے کی ہے جس کا حاصل ہے کہ کسی شخص کے پاس خادم ہو یا اولاد ہو یا دوست ہو یا بیوی ہو، کسی شخص کو اجرت پر رکھے یا بغیر اجرت پر بہر صورت اگر کوئی دوسرا وضو کرانے والا موجود ہو تو تیمم اس کے لیے صحیح نہیں ہے اور ایک دم معذور ہو یا اس کو سخت تکلیف پہنچائے بغیر وضو نہیں کرایا جاسکتا ہو تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔ (بحوالہ رد المحتار، باب التیمم: ۱/۳۹۷، مجاہد الاسلام)

الجواب

جواز تیمم کے لیے استعمال آب سے عاجز ہونا شرط ہے خواہ وہ اس وجہ سے ہو کہ پانی مفقود ہے یا اس وجہ سے کہ پانی کے استعمال سے مرض کی زیادتی و امتداد کا خوف ہے یا سردی کی وجہ سے ہلاکت یا بیماری کا اندیشہ ہے اور پانی گرم نہیں مل سکتا۔ پس اگر ان امور میں سے کوئی امر پایا جاوے تو تیمم جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ صورت مسئلہ میں اگر سرد پانی سے مرض کا اندیشہ ہو تو گرم پانی سے غسل کرنا چاہئے، اگر گرم پانی سے بغلبہ ظن یا بغلبہ قول طبیب حاذق مسلم اندیشہ مرض کا ہے تو تیمم جائز ہے ورنہ نہیں:

(أولمريض) يشهد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحريك الخ (أوبرد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في مصر إذا لم تكن له أجره حمام الخ، درمختار. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۳۴/۱ و ۲۳۵)

سرد ملکوں میں تیمم کرنے کا حکم:

سوال: اس جگہ برف باری بشت ہوتی ہے سردی بھی بکثرت ہوتی ہے۔ ہوا نہایت تند چلتی ہے، وضو کرنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے حتیٰ کہ دست و پا اکڑ کر چند ساعت بالکل معطل رہتے ہیں اس حالت میں تیمم یا مسح سے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار، باب التيمم: (أوبرد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في مصر إذا لم تكن له أجره حمام ولا ما يدفئه، في رد المحتار: قيد بالجنب لأن المحدث لا يجوز له التيمم خلافاً لبعض المشايخ (إلى قوله) وكأنه لعدم تحقق ذلك في الوضوء عادة (وفيه أيضاً) نعم مفاد التعليل بعدم تحقق الضرر في الوضوء عادة أنه لو تحقق جاز فيه أيضاً اتفاقاً اهـ. (۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اگر کہیں شاذ و نادر ایسی صورت ہو کہ وضو کرنے سے ہلاکت یا مرض کا غالب اندیشہ ہو اور گرم پانی کرنے کا بھی سامان نہ ہو۔ نہ ایسا کوئی کپڑا ہو کہ اس میں لپٹ کر بدن گرم کر لیں ایسی صورت میں تیمم جائز ہے ورنہ جائز نہیں اور پاؤں دھونے کا بدل مسح خفین ہو سکتا ہے۔

۱۳/ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ۔ امداد ج ۱ ص ۶ (امداد الفتاویٰ جدید: ۷۴/۱)

سردی کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمم کرنا:

سوال: زید کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں بہت کمزور ہوں اور میں اپنی بیوی کے پاس گیا سردی کا موسم ہے نہانے سے بیمار ہو جانے کا ڈر ہے اور فجر کی نماز کا وقت تنگ ہے اگر پانی گرم کر کے نہاتا ہوں تو فجر کی نماز قضا

(۱) الدر المختار علی رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۵/۱ و ۲۱۶، ظفیر

(۲) الدر المختار علی رد المحتار، باب التيمم: ۱۵۶/۱، انیس

ہو جائے گی ایسی حالت میں تیمم کر کے نماز ادا کر سکتا ہوں یا قضا نماز پڑھوں؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

پانی گرم کرنے کا اگر انتظام موجود ہے تو سویرے سے پانی گرم کر لیا جائے، ایسی حالت میں تیمم نہ کرے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۹۰ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۹۰ھ
(فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۰/۵-۱۸۱)

سخت سردی میں غسل کے بجائے تیمم کا حکم:

سوال: جہاں پر میں رہتا ہوں وہاں پر برف پڑتی ہے پانی کئی کئی فٹ برف کے نیچے ملتا ہے شدید سردی پڑتی ہے اگر رمضان کے مہینہ میں کسی کو احتلام ہو جائے اور سردی کی شدت کی وجہ سے وہ غسل نہ کر سکے تو اس کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

اگر پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہیں اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو اس وقت تیمم کر لے اور نماز پڑھ لے۔ پھر پانی گرم کر کے غسل کرے گا، اس سے روزہ میں بھی خلل نہیں آئے گا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۱/۵-۱۸۲)

جنسی کو زکام کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے یا نہیں:

سوال: زید کو احتلام زیادہ ہوتا ہے اور بوجہ سردی کے غسل کرنے سے زکام ہو کر بخار ہو جاتا ہے، اور اگر بوقت دوپہر غسل کیا جاتا ہے تو زیادہ نقصان نہیں ہوتا، اس حالت میں زید تیمم سے صبح کی نماز ادا کرے تو اعادہ کرے یا تیمم ہی کافی ہے دوسرے احتلام تک۔ اور جنابت احتلام اور ہم بستری کے لیے ایک ہی حکم ہے یا جدا؟

الجواب —————

مرض کے خوف سے جب کہ گرم پانی بھی مضر ہو، یا گرم پانی میسر نہ ہو، تو تیمم کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔ (۳)

(۱) "الثانی العذر المبیح للتیمم... ومن الأعذار برد یخاف منه لغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء أو لمرض إذا كان خارج المصر یعنی العمران، ولو القرى التي يوجد بها الماء المسخن أو مایسخن به، سواء كان جنباً أو محدثاً وإذا عدم الماء المسخن أو مایسخن به فی المصر کالبرية ﴿وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾". (مراقی الفلاح، ص ۱۱۳ تا ۱۱۶، باب التیمم، قدیمی)

(۲) "الثانی العذر المبیح للتیمم... الخ. (مراقی الفلاح، ص ۱۱۳ تا ۱۱۶، باب التیمم، قدیمی)

(۳) (أو لمرض) یشدد أو یمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم..... (أو برد) یهلک الجنب أو یمرضه..... (تیمم) لهذه الأعذار کلها. (الدر المختار علی رد المحتار، باب التیمم: ج ۱ ص ۲۱۶، ظفیر)

اور تیمم غسل اور وضو کا ایک ہی ہے، ایک تیمم دونوں کے لیے کافی ہے، پھر دو پہر کو جب کہ غسل مضر نہیں ہے، غسل کر کے ظہر و عصر وغیرہ کی نمازیں پڑھے اور احتلام اور مجامعت کی جنابت کا ایک ہی حکم ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۰/۲۲۷-۲۲۸)

سردی میں پانی گرم کرے تو وقت جاتا رہے گا:

سوال: سردی کا موسم ہے درمیان رات میں ایک شخص پر غسل فرض ہو جاتا ہے وہ یہ سوچ کر سو جاتا ہے کہ فجر سے کافی پہلے اٹھ کر غسل کر لوں گا، لیکن اس کی نیند سے بیداری صبح صادق سے بہت بعد یعنی طلوع آفتاب سے پندرہ منٹ پہلے ہوتی ہے اب اگر وہ فوراً اٹھ کر نلکے کے پانی سے غسل کر لے تو طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھ سکتا ہے لیکن نلکے کے ٹھنڈے پانی سے نہانے سے وہ یقینی بیمار ہو جائے گا، اور اگر پانی گرم کر لے گا تو پندرہ منٹ میں پانی گرم کر کے نہا نہیں سکتا تو اس صورت میں نماز کس طرح اور کس وقت ادا کرے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

صورت مسئلہ میں ٹھنڈے پانی سے غسل کر کے فوراً گرم کپڑے لپیٹ لے۔ اگر اس کے باوجود مرض کا ظن غالب ہو تو پانی گرم کر کے غسل کرے اور وقت جاتا رہے تو قضا پڑھے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اس وقت تیمم کر کے نماز پڑھ لے بعد میں گرم پانی سے غسل کر کے قضا بھی کرے۔ (۲) کما حرد نافی من یخاف فوت الوقت لو اشتغل بالوضوء۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۷/ صفر ۱۳۹۶ھ (حسن الفتاویٰ: ۵۵/۲)

تنگی وقت کی وجہ سے غسل کا تیمم:

سوال: اگر غسل کی حالت ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو تو کیا تیمم کر کے نماز ادا کی جائے گی؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

نہیں، بلکہ غسل کیا جائے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۳/۵)

(۱) یعنی دونوں موجبات غسل ہیں: المعانی الموجبة للغسل إنزال المني على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة الخ (الهداية، فصل في الغسل: ۱/۳۷، ظفیر) والمسئلة کذا فی احسن الفتاویٰ: ۵۶/۲۔

(۲) (لا) یتیمم (لفوت الجمعة ووقت) ولو تراً لفواتها إلى بدل وقيل تیمم لفوات الوقت، قال الحلبي: فلا حوط أن یتیمم ویصلی ثم یعیده۔ (الدر المختار علی رد المحتار، باب التیمم: ۱/۲۲۷، انیس)

(۳) (لا) یتیمم (لفوت الجمعة ووقت) ولو تراً لفواتها إلى بدل، الخ۔ (الدر المختار متن رد المحتار: ۱/۲۲۶، باب التیمم، سعید) الأصل أن كل موضع يفوت فيه الأداء لا إلى الخلف، فإنه يجوز له التیمم، وما يفوت إلى خلف، لا يجوز له التیمم كالجمعة، كذا في الجوهرة النيرة۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۱/۱، الفصل الثالث في المتفرقات، الہدایہ: ۵۵/۱، باب التیمم، شركة علمية، ملتان)

وقت کی تنگی میں قدرت کے باوجود، تیمم درست ہے یا نہیں:

سوال: اگر مصلی صبح کے وقت ایسے وقت سوکراٹھا کہ گرم پانی اس کے مکان میں یا مسجد میں نہ ملا اور سرد پانی سے بوجہ سردی کے غسل نہ کر سکتا ہو اور نہ وقت میں اتنی دیر ہے کہ گرم کر کے غسل کر لیوے اور ادا وقت میں نماز پڑھ لیوے۔ پس یہ مصلی ادا وقت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لیوے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جب کہ اس کو قدرت گرم پانی کی ہے تو تیمم جائز نہیں۔ نماز قضا پڑھ لیوے مگر غسل و وضو ضرور کرے۔ (۱) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم: ۲۳۳/۱)

تنگی وقت کی وجہ سے تیمم کرنا:

سوال: اسٹیشن پر تاخیر کی صورت میں نماز تیمم سے ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

پانی موجود نہ ہو اور اسٹیشن پہنچنے تک وقت ختم ہو جانے کا مظنہ ہو تو تیمم سے نماز پڑھ لی جائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۴/۵)

تنگی وقت کی وجہ سے تیمم اور اس کے ذریعہ پڑھی گئی نماز کا حکم:

سوال: (۱) زید صحت مند ہے مگر وقت تنگ ہے کہ بعد غسل نماز کا وقت نہیں رہتا تو ایسی حالت میں تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) تنگی وقت کی بنا پر جو نماز تیمم کر کے پڑھی گئی بعد غسل احتیاطاً اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

(۱) قال فی البحر: فصار الأصل أنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لا يباح التيمم إجماعاً. (رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۶/۱، تحت قوله ولا ما يدفنه، الخ، ظهير)
کذا فی احسن الفتاویٰ: ۵۵۵/۲۔

(۲) الأصل أن كل موضع يفوت فيه الأداء لا إلى الخلف، فإنه يجوز له التيمم، وما يفوت إلى خلف، لا يجوز له التيمم كالجمعة، كذا في الجوهرية النيرة. (الفتاوى العالمية: ۳۱/۱، الفصل الثالث في المتفرقات، رشيدية)
التقدير بالميل هو المختار في حق المسافر، قال الفقيه أبو جعفر: أجمع أصحابنا على أنه يجوز للمسافر أن يتيمم إذا كان بينه وبين الماء ميل، وإن كان أقل من ذلك لا يجوز وإن خاف خروج الوقت (الحلبى الكبير: ص ۶۷، فصل في التيمم، سهيل الكيلى، لاهور)
وكذا في التاتارخانية: ۲۳۸/۱، باب التيمم، إدارة القرآن، كراچی.

الحواب ————— حامداً و مصلیاً

- (۱) تنگی وقت کی وجہ سے غسل کی جگہ تیمم کرنا جائز نہیں۔ (۱)
- (۲) وہ نماز صحیح نہیں ہوئی، اس کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
- حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۸۷ھ
- الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۱۸/۶/۸۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۵/۱۸۶)

ٹھنڈک کی وجہ سے تیمم:

زید پر غسل واجب ہے لیکن سردی میں کابلی کی وجہ سے صرف تیمم پراکتفا کر لیتا ہے اور نماز پڑھ لیتا ہے آیا اس کا یہ فعل درست ہے کیا نماز ہو جائے گی یا کہ نہیں۔

الحواب ————— وبالله التوفیق

محض کابلی کی وجہ سے تیمم پراکتفا کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر بار بار کا اپنا تجربہ ہو کہ اس حالت میں غسل نقصان کرتا ہے یا مسلمان حاذق طبیب تشخیص کر دے کہ پانی مضر ہوگا تو تیمم کرنا صحیح ہوگا۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۹/۱۰/۱۳۸۵ھ، الجواب صحیح: محمود عفی عنہ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۵۲/۱)

- (۱) ولو خاف خروج الوقت لو اشتغل بالوضوء في سائر الصلوة ماعدا صلوة الجنابة والعید لا يتيمم عندنا بل يتوضأ ويقضى الصلوة وإن خرج الوقت. (الحلبی الكبير: ص ۸۳، فصل في التيمم، سهيل اكيذهمي، لاهور، كذا في الدر المختار: ۲۴۶/۱، باب التيمم، سعيد، الفتاوى الهندية: ۳۱/۱، الفصل الثالث في المتفرقات، رشديه)
- عن عليّ قال: إذا أجنب الرجل في السفر تلوّم ما بينه وبين آخر الوقت فإن لم يجد الماء تيمم وصلى. (الدارقطني، باب في بيان الموضع الذي يجوز التيمم فيه: ج ۱، ص ۱۹۵، سنن للبيهقي، باب من تلوّم ما بينه وبين آخر الوقت رجاء وجود الماء، ج ۱، ص ۳۳۵، نبراس، انيس)
- (۲) قال في شرح الطحاوي: لا يجوز التيمم في المصر إلا لخوف فوت جنازة أو صلوة عيد... وبما قررناه علم أن المعتبر المسافة دون خوف فوت الوقت. (البحر الرائق، ۲۴۲/۱، رشديه، باب التيمم)
- (ولو خاف خروج الوقت) لو اشتغل بالوضوء (في سائر الصلوات) ماعدا صلاة الجنابة والعید، لا يتيمم عندنا بل يتوضأ ويقضى (الصلوة) وإن خرج الوقت. (الحلبی الكبير: ص ۸۳، فصل في التيمم، سهيل اكيذهمي، لاهور، حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب التيمم: ص ۱۱۸، قدیمی)
- وكذا إذا خاف فوت الوقت أو توضأ، لم يتيمم، ويتوضأ ويقضى ما فاتته، لأن الفوات إلى خلف، وهو القضاء. (الهداية، باب التيمم: ۷۵۵/۱، مكتبة شركة علمية، ملتان)
- (۳) الثاني العذر المبيح للتيمم... ومن الأعداء برد يخاف منه لغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء أو لمرض إذا كان خارج المصر يعني العمران، ولو القرى التي يوجد بها الماء المسخن أو ما يسخن به، سواء كان جنباً أو محدثاً وإذا عدم الماء المسخن أو ما يسخن به في المصر كالبرية ﴿وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾. (مراقي الفلاح، ص ۱۱۳ تا ۱۱۶، باب التيمم، قدیمی، انيس)

تہجد کے وقت بجائے تیمم کے، گرم پانی سے وضو کر کے نماز فرض ادا کرے:

سوال: ضعف اور ٹھنڈک کی وجہ سے اگر تہجد کے وقت تیمم سے نماز پڑھی جائے اور صرف فجر کی فرض نماز کے لیے گرم پانی سے وضو کیا جائے تو نماز درست ہوئی یا نہیں ایسی شکل میں تہجد چھوڑ دینا اولیٰ ہے یا تیمم سے نماز تہجد پڑھنا اولیٰ ہے ایک ہی تیمم سے نماز تہجد اور فجر دونوں پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

پانی گرم کرنے کا انتظام ہے اور فجر کے وقت گرم کر کے اس سے وضو کر کے نماز فجر ادا کی جاتی ہے اور اتنی وقت میں گنجائش بھی ہے کہ تہجد کے وقت تیمم کر کے اس سے فجر پڑھ سکتے ہیں تو تہجد ہی کے وقت پانی گرم کر لیا جائے اسی سے وضو کر کے تہجد بھی پڑھیں اور اسی سے نماز فجر بھی ادا کریں جس طرح فرض نماز کے لیے وضو کا حکم ہے اسی طرح نماز نفل کے لیے بھی حکم ہے، جس حالت میں فرض کے لیے تیمم جائز نہیں، نفل کے لیے بھی جائز نہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۹/۵)

درد کی وجہ سے تیمم:

سوال: ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کی وجہ سے ہڈی میں درد ہوتا ہے، جس سے بڑی پریشانی ہوتی ہے، تو کیا تیمم کرنا درست ہے کیوں کہ ہر وقت پانی گرم نہیں کر سکتی ہیں۔

هو المصوب

مذکورہ عورت تیمم کر کے نماز پڑھ سکتی ہے۔ (۲)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۲۹/۱)

(۱) (أوبرد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفعه، وما قيل إنه في زماننا يتحيل بالعدة فمما لم يأذن به الشرع، نعم إن كان له مال غائب يلزمه الشراء نسيئةً وإلا لا. (الدر المختار متن رد المحتار: ۲۳۴/۱، باب التيمم، سعيد، وكذا في حاشية الطحطاوي على 'مراقى الفلاح: ص ۱۱۵، الطهارة، قديمي، بدائع الصنائع: ۳۲۰/۱، فصل في بيان شرائط الركن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) لیکن جس وقت گرم پانی میسر ہو جائے اور وہ نقصان نہ ہو اس وقت وضو کر لینا ضروری ہوگا، تیمم جائز نہیں ہوگا۔ الثانی: العذر المبیح للتيمم... ومن الأعذار برد يخاف منه لغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء أو لمرض إذا كان خارج المصر يعني العمران، ولو القرى التي يوجد بها الماء المسخن أو ما يسخن به، سواء كان جنباً أو محدثاً وإذا عدم الماء المسخن أو ما يسخن به في المصر كالبرية ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾. (مراقى الفلاح، ص ۱۱۳، ۱۱۴، باب التيمم، انيس) (أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحريك، أو لم يجد من يوضئه. (الدر المختار مع رد المحتار، باب التيمم: ۳۹۷/۱)

تیمم ایسی حالت میں کہ پانی ٹھنڈا یا گرم نقصان دے:

سوال: جو شخص ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا عادی ہو اور اس کو یہ اندازہ اور تجربہ ہو کہ فلاں فلاں وقت ماء بارد سے غسل کرنے میں طبیعت خراب ہو جاتی ہے یا طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور ہو بھی جاتی ہے اور گرم پانی سے جلد طبیعت خراب ہوگی، کیوں کہ وہ ماء بارد کا عادی ہے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

اگر بار بار کا تجربہ ہے کہ غسل کرنے سے تکلیف ہو جاتی ہے تو ایسے وقت میں تیمم مشروع ہے، مائے بارد سے اگر تکلیف ہو تو گرم پانی سے کرے، گرم سے تکلیف ہو تو بارد سے غسل کرے، دونوں قسم کے پانی سے تکلیف ہو تو تیمم کرے۔ (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۲/۵)

گرم پانی بھی نقصان دہ ہو تو تیمم کرنا کیسا ہے:

سوال: گرم پانی سے وضو کرنے سے سر میں درد ہوتا ہے کیا ایسی حالت میں میرے لئے تیمم کرنا جائز ہے؟

الجواب: _____ وبالله التوفیق

کسی مسلمان دیندار حاذق طیب کی اجازت سے جائز ہوگا، (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب
کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۳/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ الجواب صحیح: محمود غنی عنہ (منتخب نظام الفتاویٰ: ۱۵۲/۱)

نہانے سے بیمار ہونے کا گمان غالب ہو، تو شوہر کو جماع سے روک سکتی ہے یا نہیں:

سوال: زید کی صرف ایک بیوی ہے، اکثر علیل رہتی ہے اور جب وہ غسل کرتی ہے تو کمزوری کی وجہ سے کبھی اس کو زکام ہو جاتا ہے، کبھی کان اور سر میں درد۔ اسی خوف سے وہ اپنے شوہر کی خواہش ہم بستری کو مسترد کر دیتی ہے، جس کی وجہ سے زید کو ارتکاب گناہ کا خوف ہے، ایسی صورت میں زید کی بیوی تیمم سے نماز ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتی تو غسل کے متعلق اور کیا صورت زید کی بیوی اختیار کر سکتی ہے اور زید کی بیوی کا ہم بستری سے انکار کرنا اس حالت میں درست ہے یا نہ؟

(۱) (من عجز)..... (عن استعمال الماء)..... (لبعده)..... (میل)..... (أولمرض) يشند أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق

مسلم ولوبتحرک،..... (تیمم) لهذه الأعذار كلها. (الدر المختار: ۲۳۲/۱ تا ۲۳۶، باب التیمم، سعید، وكذا في بدائع الصنائع: ۳۲۰/۱، فصل في بيان شرائط الركن، دارالكتب العلمية، بيروت، وكذا في البحر الرائق: ۲۲۵، باب التیمم، رشیدیہ)

(۲) ایضاً حاشیہ سابق۔ انیس

الجواب

درمختار میں ہے:

”ولو ضرها غسل رأسها تركته، وقيل تمسحه ولا تمنع نفسها عن زوجها، إلخ“۔ (۱)
یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو تو سر کو نہ دھو وے اور عند البعض وہ سر کا مسح کرے، اور یہی احوط ہے۔
دوسرے موقع میں درمختار میں اس کو واجب لکھا ہے، یعنی اگر سر کا مسح کر سکے اور اس میں خوف مرض نہ ہو تو سر کا مسح کرے ورنہ سر کو پٹی باندھ کر اس پر مسح کرے۔ درمختار۔ (۲)
اور وہ عورت اپنے شوہر کو جماع سے منع نہ کرے۔ (۳)
اور ایک روایت درمختار میں یہ بھی نقل کی ہے:

”(من به وجع رأس لا يستطيع معه مسحه) إلخ. ففي الفيض عن غريب الرواية: يتيمم، إلخ“۔ (۴)
یعنی جس کے سر میں ایسا درد ہو کہ مسح بھی نہ کر سکے تو وہ تیمم کرے۔
اور نیز درمختار میں ہے:

”(أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن إلخ قال في الشامي: وكذا لو كان صحيحاً خاف حدوث مرض، إلخ“۔ (۵)

اس اخیر عبارت شامی میں تصریح ہے کہ تندرست آدمی کو اگر غسل سے خوف حدوث مرض بظن غالب یا تجربہ سابقہ کے موافق ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے، لہذا اس صورت میں وہ عورت تیمم کرے، اور شوہر کو جماع سے نہ روکے، تیمم کرنا اس کو تازوال خوف لحوق عوارض مذکورہ درست ہے، پھر جب وہ خوف نہ رہے تو غسل کرے۔ فقط

☆ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۳/۱: ۲۶۴)

- (۱) الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۴۲/۱۔
- (۲) (من به وجع رأس لا يستطيع معه مسحه) إلخ (يسقط)..... (فرض مسحه ولو على جيرة، ففي مسحها قولان، وكذا يسقط غسله فيمسحه ولو على جيرة إن لم يضره وإلا يسقط أصلاً) (در مختار) (قوله ولو على جيرة) (ويجب شديداً إن لم تكن مشدودة ط أي إن أمكنه). (رد المحتار، آخر باب التيمم، قبيل باب المسح على الخفين: ۲۳۹/۱-۲۴۰، ظفیر)
- (۳) (قوله ولا تمنع نفسها) أي خوفاً من وجوب الغسل عليها إذا وطئها لأنه حقه، ولها مندوحة عن غسل رأسها. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۴۲/۱، ظفیر)

(۴) الدر المختار علیٰ رد المحتار، آخر باب التيمم: ۲۳۹/۱، ظفیر

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۵/۱، ظفیر۔

☆ پانی کے مضر ہونے کی صورت میں اجازت جماع اور تیمم کا حکم:

سوال: إذا كان أحد الزوجين مريضاً بحيث يضره الماء بارداً كان أو حاراً هل يجوز له أن يجامع أم لا؟
(خلاصہ سوال: زوجین میں سے کوئی ایک ایسا مریض ہو کہ گرم یا ٹھنڈا پانی مضر ہو، تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ وہ جماع کرے؟ انیس) ==

بخوف فاج وغیرہ تیمم جائز ہے یا نہیں:

سوال: زید کی عمر ۷۷ سال کی ہوئی اور بسبب ایام سرما کے بخوف امراض فاج وغیرہ نماز فجر وعشا تیمم کر کے پڑھتا ہے جائز ہے یا نہیں اور اس سن کے لئے کوئی خاص حکم نماز وغیرہ کے بارہ میں ہے، نیز شیخ فانی کس عمر کا ہوتا ہے، اور اس کے لئے شرعاً کون کونسی رعایتیں ہیں۔

الجواب

شیخ فانی کیلئے کسی خاص عمر کی تحدید شرعاً نہیں ہے، بلکہ شیخ فانی اس بوڑھے کو کہتے ہیں جو قریب بفناء و مرگ کے پہنچ گیا ہو، اور روز بروز اور وقتاً فوقتاً اس کی قوت زوال اور کمی کی طرف ہو، یہاں تک کہ مرجاوے، ایسے شخص فانی کے لئے روزہ میں یہ حکم ہے کہ وہ روزوں کا فدیہ دے دیوے، پس شیخ فانی کے لئے خاص روزہ کے متعلق تخفیف کی گئی ہے۔ (۱) اور نماز کیلئے کوئی خاص حکم شیخ فانی کے لئے نہیں ہے بلکہ نماز کے متعلق حکم عام یہ ہے کہ جو شخص خواہ کتنی عمر کا ہو جب تک کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ (۲) اسی طرح جب تک بیماری وغیرہ کا کوئی عذر نہ ہو تیمم اس کیلئے درست نہیں ہے اور اگر ٹھنڈے پانی سے موسم سرما میں ضرر کا اندیشہ ہو تو اگر گرم کرنے کی قدرت ہے تو پانی گرم کر کر اس سے وضو کرے، تیمم ایسی حالت میں بھی درست نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۵۶/۱-۲۵۷)

الجواب حامداً ومصلیاً

==

نعم يجوز له الجماع بزوجه وإن كان يضربه الماء وإذا لم يقدر على الغسل فعليه أن يتيمم كذا في شرح المنية. (خلاصہ جواب: ہاں، اس کے لئے شرعاً گنجائش ہے کہ وہ اپنی بیوی سے جماع کرے اگرچہ پانی نقصان دہ ہو، اور اگر غسل پر بھی قادر نہ ہو تو تیمم کر لے۔ انیس)

(”و كذا في شرطه عجزه عن استعمال الماء... والدليل على كون العجز شرطاً عبارة الآية ودلالاتها، فإن قوله تعالى: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ﴾ يدل بعبارة على أن المرض شرط، وبدلالته على بقية الأعذار، فإنها إما مثله أو فوقه في الحرج المدفوع على سبيل التأكيد لقوله تعالى: ﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ﴾ (حتى إن المريض إذا خاف زيادة المرض) بسبب الوضوء أو بالتحرك أو باستعمال الماء (أو) خاف (إبطاء البرء) من المرض بسبب ذلك (جاءه التيمم) ويعرف ذلك إما بغلبة الظن عن أمانة تجربة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق. (الحلبى الكبير: ۲۵، كتاب الطهارة، فصل في التيمم، سهيل الكيدى، لاهور) واللهم سبحانك لا حول ولا قوة إلا بك (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۷/۸، ۱۵-۱۹)

(۱) وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوباً (درمختار) (قوله للشيخ الفاني) (أى الذى فئت قوته أو أشرف على الفناء ولذا عرفوه بأنه الذى كل يوم نقص إلى أن يموت (رد المحتار، كتاب الصوم، فصل فى العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۱۲۳/۲، ظفر)

(۲) (من فرائضها) التى لا تصح بدونها (التحرمة) قائماً الخ (ومنها القيام) الخ (فى فرض) وملحق به كذا وسنة فجر فى الأصح (لقادر عليه) وعلى السجود. (الدر المختار على رد المحتار، باب صفة الصلوة: ۲۹۹/۱، ظفر)

(۳) وإذا خاف المحدث إن تواضاً أن يقتله البرد أو يمرضه يتيمم، الخ، لكن الأصح عدم جوازه إجماعاً كذا فى النهر الفائق والصحيح أنه لا يباح له التيمم كذا فى الخلاصة وفتاوى قاضيهان. (عالمگیری كشورى، الباب الرابع فى التيمم: ۳۶۱/۱) ==

فالج زدہ مجبوراً تیمم کرے گا یا نہیں:

سوال: اگر فالج کا مریض بلا امداد ملازم وضو کرنے سے مجبور ہو اور گرم پانی کے بغیر وضو نہ کر سکتا ہو اور بوجہ عدم موجودگی ملازم نہ ہونے گرم پانی کے نماز عشا تیمم سے پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں۔ اگر وضو کرنے کے بعد جراب پہنکر اس پر چمڑے کا موزہ پہن لے تو پھر اس چمڑے کے موزہ پر تیمم درست ہے یا نہ؟

الجواب

وہ شخص تیمم کر سکتا ہے اور وضو کرنے کے بعد اگر چمڑے کے موزے پہنے تو ایک دن رات یعنی مقیم پانچوں نماز کی وضو میں ان موزوں پر مسح کر سکتا ہے اور اگر موزہ پہنے ہوئے تیمم کی ضرورت ہوئی۔ مثلاً وضو کرانے والا موجود نہیں یا گرم پانی موجود نہیں جس کی وجہ سے تیمم درست ہے تو موزہ پہنے ہوئے تیمم کر سکتا ہے۔ تیمم کے لئے موزہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

در مختار میں ان اعذار میں جن میں تیمم جائز ہے یہ بھی لکھا ہے:

أولم يجد من يوضئه، فإن وجد ولو بأجرة مثل وله ذلك لا يتيمم، الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۵/۱)

ہاتھوں پر زخم ہوں تو تیمم کرے:

سوال: ایک شخص کے ہاتھوں پر پھنسیاں ہیں تو کیا یہ شخص تیمم کر سکتا ہے یا کہ دوسرے کسی سے وضو کرائے؟ بیذا تو جروا۔

الجواب — باسم ملہم الصواب

اگر دونوں ہاتھوں پر پھنسیاں ہیں اور ان کو پانی نقصان کرتا ہے تو تیمم درست ہے، البتہ اگر کوئی دوسرا شخص وضو کرانے والا ہو تو جواز تیمم میں اختلاف ہے ارنج و احوط عدم جواز ہے۔

قال في شرح التنوير: ولو ببده (أى شقاق) ولا يقدر على الماء يتيمم، وقال ابن عابدين: زاد

== مگر علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق اگر وضو کرنے میں ضرر تحقق ہو تو تیمم کی اجازت ہوگی اس سلسلہ میں انہوں نے جو تفصیل نقل کی ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

قيد بالجنب، لأن المحدث لا يجوز له التيمم للبرد في الصحيح خلافاً لبعض المشائخ كما في الخاية والخلاصة وغيرهما، وفي المصنف أنه بالإجماع على الأصح، قال في الفتح: وكأنه لعدم تحقق ذلك في الوضوء عادة، آة. واستشكله الرملي بما صححه في الفتح وغيره في مسألة المسح على الخف من أنه لو خاف سقوط رجله من البرد بعد مضي مدته يجوز له التيمم. قال: وليس هذا إلا تيمم المحدث لخوفه على عضوه، فيتجه ما في الأسرار من اختيار قول بعض المشائخ. أقول: المختار في مسألة الخف هو المسح لا التيمم كما سيأتي في محله إن شاء الله تعالى، نعم مفاد التعليل بعدم تحقق الضرر في الوضوء عادة أنه لو تحقق جاز فيه أيضاً اتفاقاً، ولذا مشى عليه في الإمداد لأن الحرج مدفوع بالنص، وهو ظاهر إطلاق المتن (رد المحتار، باب التيمم، تحت قوله يهلك الجنب، إلخ: ۲۱۶/۱، ظفیر)

(۱) الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۵/۱، ظفیر

فی الخزان: وصلاته جائزة عنده خلافاً لهما (ردالمحتار: ج ۱/۹۵) وفي تیمم شرح التنویر: كما تیمم لوالجرح بیدیه وإن وجد من یوضیه خلافاً لهما. وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: لكن عبر عن هذا فی القنیة والمبتغی بقیل جازماً بالتفصیل، وهو الموافق لما مر فی المریض العاجز، من أنه لو وجد من یعینه لا یتیمم فی ظاہر الروایة، فتنبه لذلك. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب التیمم: ج ۱/۲۳۸) فقط واللہ اعلم۔ ۲۰/ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ (حسن الفتاویٰ: ۵۶/۲-۵۷)

زخمی کے لئے غسل ممکن نہ ہو، تو تیمم کر سکتا ہے:

سوال:- اگر کوئی شخص اتنا زخمی ہو کہ اس کے لئے غسل کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے غسل کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر کسی شخص کے نصف بدن یا اس سے زیادہ پر زخم ہوں تو وہ شخص تیمم کر سکتا ہے البتہ اگر بدن کے زخم کم ہوں اور غسل کرنا ممکن ہو تو وہ شخص غسل کرے گا اور زخم کی جگہوں پر مسح کرے گا، اور اگر زخم کم ہوں لیکن پانی کے اثر سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو پھر بھی تیمم جائز ہے۔

”ویجوز التیمم إذا خاف الجنب إذا اغتسل بالماء أن یقتله البرد أو یمرضه، وإن كان به جراحات یعتبر الأكثر محدثاً كان أو جنباً ففي الجنبایة یعتبر أكثر البدن وفي الحدث یعتبر أكثر أعضاء الوضوء فإن كان الأكثر صحيحاً والأقل جريحاً یغسل الصحيح ویمسح علی الجريح إن أمكنه وإن لم یمكنه المسح یمسح علی الجبائر أو فوق الخرقه ولا یجمع بین الغسل والتیمم.“ (الہندیة: ج ۱ ص ۳۸) (۱) (فتاویٰ حقایق جلد دوم صفحہ ۶۱۳)

بدن پر زخم ہو تو غسل کرے یا تیمم:

سوال: اگر کسی کے نصف اسفل میں یا صرف ذکر پر قروح ہو اور پانی پڑنا نقصان کرے تو کیوں کر نہاوے، کیونکہ بدن پر پانی ڈالنے سے ضرور ہاں پر بھی پہنچے گا، کیا اس کو تیمم کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں تیمم ناجائز ہے۔ امداد اول: ص ۵۔ (۲) (امداد الفتاویٰ جدید، جلد اول ۳۵/۲ و ۳۶)

(۱) قال العلامة الحصكفی: ”(أو لمرض) یشتد أو یمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ولو یتحرك“. (الدر المختار علی صدر الد المختار، باب التیمم: ج ۱ ص ۲۳۳، ومثله فی الفقہ الإسلامی وأدلته، باب التیمم، المرض أویطأ البرء: جلد ۱ صفحہ ۴۱۸)

(۲) اصل امداد الفتاویٰ میں یہ مسئلہ اس طرح تھا: الجواب۔ اس صورت میں چونکہ اکثر بدن کا غسل معتذر ہے، لہذا تیمم جائز ہے۔

فی الدر المختار: (تیمم لو) كان (أكثره) (مجروحاً) (وبعكسه یغسل) الصحيح ویمسح الجريح. = =

زخموں کی وجہ سے نہانا ممکن نہ ہو تو کیا کرے:

سوال: بندہ موٹر سائیکل پر جا رہا تھا کہ اتفاقاً ایکسیڈنٹ ہو گیا جس سے جسم کے کافی حصہ پر خراشیں آ گئیں اور کچھ زخم ہو گئے۔ خراشوں اور زخموں پر ہر وقت دوا چھڑکتے رہتے ہیں۔ اسی دوران اگر مجھ پر غسل واجب ہو جائے تو کیسے غسل کروں؟ واضح رہے کہ زخم والی جگہ پر پانی لگنا سخت نقصان دے گا۔ عبد الوحید، بوہڑ گیٹ، ملتان۔

الجواب

اگر زخمی حصہ کو بچا کر باقی کو دھو سکتے ہوں تو غسل کر لیں اور اگر غسل کی صورت میں زخمی حصہ پر پانی پہنچنا گزیر ہو تو غسل نہ کریں تیمم کر لیں۔

(تیمم لو) کان (اکثرہ) أى أكثر أعضاء الوضوء عددًا وفى الغسل مساحةً (مجروحاً) أو به جدرى اعتباراً للأكثر (وبعكسه يغسل) الصحيح ويمسح الجريح. (درمختار) (قوله وبعكسه) وهو ما لو كان أكثر الأعضاء صحيحاً يغسل الخ، لكن إذا كان يمكنه غسل الصحيح بدون

== فى رد المحتار: (قوله وبعكسه) وهو ما لو كان أكثر الأعضاء صحيحاً يغسل الخ، لكن إذا كان يمكنه غسل الصحيح بدون إصابة الجريح وإلا تیمم. (حلیة) فلو كانت الجراحة بظهره مثلاً وإذا صب الماء سال عليها يكون ما فوقها فى حكمها فيضهم إليها كما بحثه الشرنبلالی فى الإمداد وقال لم أره، وما ذكرناه صريح فيه آه. (الدر المختار مع رد المحتار، باب التیمم: ج ۱/ ۲۵۷، انیس) واللہ اعلم، ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۳۲۲ھ

اور اس کے حاشیہ میں یہ عبارت تھی۔ وجہ تعذر کی یہ تھی کہ اس صورت میں سر کو تو بلا تکلف دھو سکتا ہے اس لئے کل کا دھونا معتذر نہ ہو لیکن سر سے نیچے اگر اعلیٰ بدن دھوتا ہے تو اس سے اسفل پر پانی پہنچتا ہے جو کہ مضر ہے اس لئے اکثر میں معتذر ہوا البتہ تکلف شدید کیا جاوے تو لیٹ کر ممکن ہے مگر ایسے تکلف کا شرع میں وجوب نہیں، اور اگر دوسرا آدمی کسی قدر سہولت سے نصف اعلیٰ کو غسل دے سکتا ہے مگر قادر بقدرت غیر قادر نہیں، یہ احقر کی تحقیق ہے لیکن اگر دوسرے علما سے بھی تحقیق کر لیا جاوے تو بہتر ہے۔ سعید احمد پالنپوری عفی عنہ

پھر ملحقات تنہ اولیٰ میں اس مسئلہ کے متعلق لکھا گیا (مسئلہ نمبر ۲ جلد اول فتاویٰ امدادیہ: ص ۵)

خلاصہ سوال: از تیمم مجروح نصف اسفل، یا صرف ذکر پر قروح ہوں۔

خلاصہ جواب: در ہر دو صورت تیمم جائز است۔

تساع سوال: چونکہ از دو حالت بود (۱) مجروح نصف اسفل (۲) یا صرف قروح ذکر، در جواب تفصیل فرمودندے، در أعضاء غسل اکثر در مساحت مراد است وفى الغسل مساحة (در مختار) ظاہر است اگر بر ذکر قروح باشند بدن اسفل ازاں، بخوشی بلا حرج مشغول می شود و دریں حالت غسل سر نیز بلا حرج میشود پس در مساحت بدن صحیح زیادہ شد پس تیمم جائز نشد و در صورت قروح نصف اسفل اگر با عانت خادم وزوجہ وغیرہما غسل ممکن باشد بموجب ظاہر مذہب غسل نماید و قدرت بقدرت غیر معتبرست بقول مفتی بہ، حاصل ما فیہ: أنه إن وجد خادماً: أى من تلزمه طاعته كعبده وولده وأجيره لا تیمم اتفاقاً، وإن وجد غیره ممن لو استعان به أعانه ولوز جته، فظاهر المذهب أنه لا تیمم أيضاً بلا خلاف. (رد المحتار، باب التیمم: ص ۲۳۳) وحال منی (مراد بحر کا حاشیہ منی الخلق: ۱۳۶۱، ہے) کہ ایں جاست کہ نیز معلوم شد، ولنعم ما قال فیہا۔ اگر دوسرے علما سے بھی تحقیق کر لیا جاوے تو بہتر ہے۔

اور اسی تساع کی بنا پر تصحیح الاغلاط مطبوعہ مجتہائی دہلی میں اصل مسئلہ اس عبارت سے بدل دیا گیا جو اس وقت متن میں لگی ہوئی ہے۔ (محمد شفیع عفی عنہ دیوبندی)

إصابة الجريح وإلا تیمم (حلیہ) فلو كانت الجراحة بظهره مثلاً وإذا صب الماء سال عليها يكون ما فوقها في حكمها فيضم إليها كما بحثه الشرنبلالی فی الإمداد وقال لم أره، وما ذكرناه صريح فيه. (شامی، باب التیمم: ج ۱ ص ۲۳۷) فقط واللہ أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان، ۲۸/۱۲/۱۴۱۰ھ (خیر الفتاویٰ: ۸۳/۸۳)

وضو کے اکثر اعضاء پر زخم ہوں تو تیمم کرے یا نہیں:

سوال: کسی کے ہاتھ پاؤں اور چہرے پر خارش کی پھنسیاں ہوں اور پانی نقصان کرتا ہو تو کیا یہ شخص غسل اور وضو کے لئے تیمم کر سکتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب _____ باسم ملهم الصواب

اگر اعضاء وضو (چہرہ، دو ہاتھ، دو پاؤں) میں سے اکثر پر زخم ہوں تو تیمم کرے ورنہ صحیح اعضا کو دھوئے اور زخمی پر مسح کرے۔ (۱) غسل کا بھی یہی حکم ہے مگر اس میں اعضا کے عدد کی بجائے پورے بدن کی پیمائش کو دیکھا جائیگا، اگر آدھے سے زائد بدن پر زخم ہوں تو تیمم کرے اور اگر آدھے بدن پر یا اس سے کم پر ہوں تو مسح کرے، اگر تندرست بدن پر پانی بہانے سے زخمی حصہ کو پانی سے بچانا مشکل ہو تو اتنا تندرست حصہ بھی زخمی کے حکم میں شمار ہوگا۔

قال فی شرح التنویر: (تیمم لو) کان (اکثره) أى أكثر أعضاء الوضوء عدداً وفى الغسل مساحة (مجروحاً) أو به جدری اعتباراً للأكثر (وبعكسه يغسل) الصحيح ويمسح الجريح (و) كذا (إن استويا غسل الصحيح) من أعضاء الوضوء ولا رواية فى الغسل (و) مسح الباقي (منها) (وهو) الأصح لأنه (أحوط) فكان أولى، وفى الشامیة (قوله وبعكسه) وهو ما لو كان أكثر الأعضاء صحيحاً يغسل الخ، لكن إذا كان يمكنه غسل الصحيح بدون إصابة الجريح وإلا

(۱) عن جابر قال: خرجنا فى سفر فأصاب رجلاً منا حجر فشجه فى رأسه ثم احتلم فسأل أصحابه فقال: هل تجدون لى رخصة فى التيمم؟ قالوا: ما نجد لك رخصة وأنت تقدر على الماء فاغتسل فمات، فلما قدمنا على النبی صلی اللہ علیہ وسلم أجبر بذلك فقال: قتلوه قتلهم اللہ ألا سألوا إذا لم يعلموا فإنما شفاء العی السؤال، إنما كان یفکيه أن یتیمم ویعصر أو یعصب - شک موسی - علی جرحه خرقه ثم یمسح علیها ویغسل سائر جسده. (أبو داود، باب المجدور یتیمم)

عن ابن عباس یخبر أن رجلاً أصابه جرح فى رأسه على عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم أصابه احتلام فأمر بالاعتسال فاغتسل فمات فبلغ ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: قتلوه قتلهم اللہ، أولم یکن شفاء العی السؤال؟ قال عطاء: فبلغنا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لو غسل جسده وترك رأسه حیث أصابه الجراح. (ابن ماجه، باب فى المجروح تصیبه الجنابة فیخاف على نفسه إن اغتسل، ص ۸۱، نمبر ۵۷/الدارقطنی، باب جواز التیمم لصاحب الجراح، الخ، ج ۱، ص ۱۹۸، نمبر ۷۲)

اس حدیث میں تیمم اور غسل دونوں کو جمع کرنے کا اشارہ ملتا ہے، لیکن تیمم کو زیادہ زخم پر محمول کیا جائے اور غسل اور وضو کو کم زخم پر۔ انیس

تیمم (حلیۃ) فلو كانت الجراحة بظهره مثلاً وإذا صب الماء سال عليها يكون ما فوقها في حكمها فيضم إليها كما بحثه الشرنبلالی فی الإمداد وقال تحت (قوله ولا رواية في الغسل) ورجح فی البحر تصحيح الثاني (أى الغسل والمسح) بأنه أحوط وتبعه فی المتن. (الدر المختار مع رد المحتار، باب التيمم: ج ۱/ ۲۳۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۲۴/ ربيع الآخر ۱۳۹۷ھ (حسن الفتاویٰ: ۵۸۲-۵۹)

زخم یا پٹی پر مسح کرنا دشوار ہو تو کیا کرے:

سوال: اگر زخم یا پٹی پر مسح کرنا دشوار ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

اگر زخم یا پٹی پر مسح نہیں ہو سکتا تو پھر تیمم درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۴۶/۱)

صاحب عذر کے لئے خادم نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم:

سوال: اگر کسی شخص کے ہاتھ پاؤں پر ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے یہ شخص خود وضو کرنے پر قادر نہ ہو تو کیا یہ شخص خدمت کے لئے خادم رکھے گا یا تیمم کرے گا؟

الجواب

اس پر خادم رکھنا ضروری نہیں، جب خادم یا معاون کی کوئی ممکن صورت میسر ہو تو وضو کرے ورنہ تیمم کر کے نماز پڑھے۔

قال ابن نجيم: أو كان لا يجد من يوضئه ولا يقدر بنفسه اتفاقاً وإن وجد خادماً كعبده وولده و
أجيريه لا يجزيه التيمم اتفاقاً. (البحر الرائق، باب التيمم: ج ۱ ص ۱۴۰) (۲) (فتاویٰ حناني: ج ۵۵۲/۲)

جنگل میں مویشی کو خطرہ ہو تو تیمم کر سکتا ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص جنگل میں مویشی چراتا ہے نماز کا وقت آگیا اور پانی میل بھر سے قریب ہے، اندیشہ ہے کہ اگر وضو کے واسطے جاوے گا تو مویشی کسی کی زراعت میں پڑ جاویں گے، یا گم ہونے کا خوف ہے، اس صورت میں تیمم سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۱) (ويترك) المسح كالغسل (إن ضر وإلا لا يترك). (الدر المختار على رد المحتار، باب المسح على الخفين، المسح على الجيرة: ۲۵۸/۱، ظفر) والمسألة كذا في حسن الفتاویٰ: ۵۶۲-۵۶۳

(۲) قال الحصكفي: أو لم يجد من يوضئه فإن وجد ولو بأجرة مثل وله ذلك لا يتييم في ظاهر المذهب. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب التيمم: ۲۳۳/۱ ومثله في الهندية، باب التيمم: ۲۸/۲)

الجواب

اس صورت میں تیمم کرنا جائز ہے، درمختار۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۳/۱-۲۶۵)

جنگل میں جانوروں کے چرواہے کے لئے تیمم کا حکم:

- سوال: (۱) ایک شخص بیس یا کہ تیس بھینسوں کے گلہ کے پاس ہے، اور پانی بھی قریب ہے، مگر اندیشہ ہے کہ وہ بھینسیں کھیت میں نقصان کر دیں گی، کیونکہ کھیت دوسرے کا ہے، اس حالت میں تیمم سے نماز جائز ہے یا کہ نہیں؟
- سوال: (۲) ایک شخص اپنے اناج کے پاس ہے، اور وہ جنگل میں اکیلا ہے، اس کو اندیشہ ہے کہ اگر میں یہاں سے وضو کرنے گیا تو اناج چور اٹھالے جائیں گے، اگر پانی بھی آدھ کوس ہووے تو تیمم جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

قال فی الدر: (من عجز)..... (عن استعمال الماء)..... (لبعدہ)..... (میلاً)..... (أو لمض)..... (أو برد) یهلك الجنب أو یمرضه..... (أو خوف عدو) كحیة أو نار علی نفسه ولومن فاسق أو حبس غریم أو ماله ولو أمانة. وفي الشامی: عد الأمانة ماله باعتبار وضع اليد علیها، ط. (أو عطش)..... (أو عدم آلة) طاهرة..... (تیمم) لهذه الأعذار كلها. آه (الدر مع الرد: ج ۱ ص ۲۳۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مال کے تلف ہونے کا خوف تیمم کو جائز کرتا ہے، (۲) اور دوسرے کے مال تلف ہونے کا خوف میج تیمم نہیں، پس اس صورت میں شخص مذکور کو تیمم جائز نہیں، بلکہ لازم ہے کہ وضو کرے اور جانوروں کو اپنے ساتھ پانی پر لیجائے، اور وضو کرتے ہوئے ان کو کھیت میں گھسنے سے روکتا رہے، دوسرے جیسا وضو کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ جانور کھیت میں گھس جائیں گے نماز پڑھنے میں بھی تو یہ اندیشہ ہے، تو کیا یہ شخص نماز کو بھی ترک کرنا چاہتا ہے، پس یہ عذر قابل قبول نہیں اور اس پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے جانوروں کا پورا انتظام جتنا کر سکتا ہے کرے، اس کے بعد وضو اور نماز میں مشغول ہو جاوے۔

(۲) اس صورت میں تیمم جائز ہے۔ لخوفه علی ماله وقدره بالدرهم، كما فی الشامیة. (رد

المختار، باب التیمم: جلد ۱ صفحہ ۲۲۲). ۲۷ شوال ۱۳۴۲ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۸۷ و ۳۸۸)

(۱) (أو خوف عدو) كحیة أو نار علی نفسه ولومن فاسق أو حبس غریم أو ماله ولو أمانة الخ (تیمم). (درمختار) (قوله أو ماله) عطف علی نفسه ح، ولم أر من قدر المال بمقدار، وسند ذكر عن التتارخانية ما یفید تقدیرہ بدرهم، كما یجوز له قطع الصلوة. (الدر المختار مع رد المختار، باب التیمم: ۲۱۶/۱-۲۱۷، ظفر)

نوٹ: یہ تیمم اس صورت میں جائز ہے جب مویشی کے گم ہونے کا خطرہ ہو، اگر مویشی کے کسی کی زراعت میں پڑ جانے کا خطرہ ہو تو جائز نہیں، جیسا کہ اگلے جواب سے واضح ہے کہ اپنے مال (خواہ ذاتی ہو یا بطور امانت) کے ہلاک ہونے کے خوف پر تیمم کی گنجائش ہے دوسرے کا مال ہلاک ہونے کے خوف پر نہیں۔ انیس

(۲) خواہ ذاتی ہو یا بطور امانت۔ انیس

لوگوں کے سامنے کشف عورت کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمم کرنا:

سوال: اگر ایک آدمی ایک ایسی جگہ میں مقیم ہو جہاں پر غسل کا انتظام نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ جب غسل کیا جاتا ہو تو لوگوں کے سامنے کشف عورت یقینی ہو تو ایسی حالت میں یہ شخص تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ نیز دوسروں کے لیے امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جردا۔ (المستفتی علی عباس خان، مدرسہ قاضی حسام الدین کوہاٹ۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ)

الجواب

جب دیگر آدمیوں کے سامنے کشف عورت کے بغیر غسل ممکن نہ ہو تو اس شخص کے لیے تیمم کرنے میں اختلاف ہے، امام حلتی جواز کی طرف مائل ہیں۔

کما صرح فی شرح الکبیر: ص ۵۰، وبالجملة فلا ضرورة فی کشف العورة للغسل عند من لا يجوز نظره إليها لأن له خلفاً بخلاف الختان ونحوه. (۱)

پس احوط یہ ہے کہ امامت نہ کرائے اور اگر امامت کی ہو تو خط کے ذریعہ ان مقتدیوں کو اعادہ کرنے کی خبر دیدے۔
کما فی شرح التنویر (کما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب)... (بالقدر الممكن) بلسانه أو (بكتاب أو رسول على الأصح) لومعنيين وإلا يلزمه، وفي رد المحتار: جلد اول ص ۵۵۲، وقال ح: وإن تعين بعضهم لزومه إخباره. (۲) وهو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۹۳)

کشف عورت کی صورت میں تیمم کی رخصت:

سوال: اگر کسی شخص کو ایسی جگہ میں غسل کی ضرورت پڑے جہاں غسل کرنے کے لئے باپردہ انتظام نہ ہو اور اگر غسل کرتا ہے تو کشف عورت کا قوی امکان ہے، تو ایسی صورت میں غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جب دیگر آدمیوں کے سامنے کشف عورت کے بغیر غسل ممکن نہ ہو تو اس شخص کے لئے تیمم کرنا جائز ہے یعنی کشف عورت سے بچنے کے لئے تیمم پر اکتفا کرے اور جب موقع ملے تو پھر غسل کر لے۔

”قال إبراهيم الحلبي: وللغسل خلف وهو التيمم فلا يجوز كشف العورة عند من لا يجوز نظره إليها لأجله.“ (كبيرى، فرائض الغسل: ص ۵۱) (۳) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۸ و ۵۲۹)

- (۱) غنية المستملى شرح منية المصلى: ص ۵۰، بحث الغسل.
- (۲) الدر المختار مع رد المحتار: ص ۴۳۸ جلد ۱، مطلب المواضع التي تفسد صلوٰۃ الإمام دون المؤتم.
- (۳) قال ابن عابدين: ولا يخفى أن تأخير الغسل لا يقتضى عدم التيمم فان المبيح له وهو العجز عن الماء قد وجد، فافهم. (رد المحتار على الدر المختار، أبحاث الغسل: ج ۱ ص ۱۵۵)

دوران وضو پانی ختم ہونے پر تیمم کا مسئلہ:

سوال: اگر وضو کرتے وقت ایک عضو باقی رہ جائے اور پانی قریب میں بھی نہ ملے تو اس وقت کیا کیا جائے؟

الجواب: وبالله التوفیق

جب پانی کم ہونے کا اندیشہ ہو تو شروع وضو سے ہی کفایت کر کے وضو کفایت یا وضو فرض پر قناعت کرے، بہر حال اگر ایک عضو دھونے سے قبل پانی بالکل ختم ہو جائے اور حسب قاعدہ شرع پانی ملنے کی توقع نہ ہو تو تیمم کر لیں، (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور ۲۱/۲/۱۴۰۲ھ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۵۱/۱)

جنبی کے لئے ریل میں تیمم کی شرط:

سوال: ریل وغیرہ کے سفر میں کہیں ضرورت غسل کی ہو جاوے اور پانی بقدر غسل نہ ملے اور وضو وغیرہ جس میں ہو سکے اتنا ملتا ہو تو غسل کا تیمم کر کے نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اسٹیشن پر اگرچہ پانی ہر جگہ بکثرت مل سکتا ہے، لیکن غسل کرنا ریل میں مشکل ہے، تو تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

غسل اسٹیشن پر مشکل نہیں، لنگی باندھ کر پلیٹ فارم پر بیٹھ کر سقہ کو پیسے دیکر کہہ دے کہ مشک سے پانی چھوڑ دے اور اس کے قبل ٹانگیں وغیرہ ریل کے پانچخانہ یا غسل خانہ میں جا کر پاک کرے یا برتن میں پانی لے کر یا اگر ٹل میں پانی موجود ہو تو اس سے اس پانچخانہ یا غسل خانہ میں بھی غسل ممکن ہے، ہمت کی ضرورت ہے ایسی حالت میں تیمم درست نہیں۔

۱۳/ صفر ۱۴۰۳ھ - تتمہ اولیٰ ص: ۹ (امداد الفتاویٰ: ۷۱/۱-۷۵)

ٹرین میں بھیڑ کی وجہ سے تیمم:

سوال: ایک نمازی ٹرین میں سفر کر رہا ہے، جس میں پانی کا انتظام نہیں ہے، بھیڑ اس قدر ہے کہ اگر کسی پلیٹ فارم پر اتر کر وضو کریں تو ٹرین کے چھوٹنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اور بعض مرتبہ اترنا ہی ناممکن ہوتا ہے۔ کیا اس صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ہوالمصوب

ایسی صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔ (۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۲۹/۱)

(۱) لوکان مع المحدث ما یکفی لغسل بعض أعضاء الوضوء فإنه یتیم من غیر غسله، هکذا فی شرح الوقایة. (الفتاویٰ الہندیۃ، باب التیمم، الفصل الثالث فی المتفرقات: ۳۰۶/۱، دارالکتاب)

(۲) وعن أبی یوسف: إذا کان بحیث لو ذهب إلیه وتوضأ تذهب القافلة وتغیب عن بصره فهو بعید ویجوز له التیمم، واستحسن المشائخ هذه الروایة، کذا فی التجنیس. (البحر الرائق: ۲۲۳/۱)

ریل گاڑی میں تیمم جائز ہے یا نہیں:

سوال: ریل یا موٹر میں نماز قضا ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں، ریل کے تختے پر یا موٹر کی لوہے کی چادر پر تیمم جائز ہوگا یا نہیں جبکہ موٹر والا کہنے سے نہ روکے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

ریل گاڑی اور موٹر میں تیمم سے نماز کی صحت کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:-

- (۱) ریل گاڑی کے دوسرے کسی ڈبے میں بھی پانی نہ ہو۔
- (۲) راستہ میں ایک میل شرعی ۸۳۱۱- کلومیٹر کے اندر کہیں پانی کے وجود کا علم نہ ہو۔
- (۳) اگر ریل گاڑی یا موٹر کے تختے پر اتنا غبار ہو کہ بخوبی ہاتھ کو لگے تو اس پر تیمم کرے۔
- (۴) کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔

(۵) قبلہ رخ پڑھے، قبلہ معلوم نہ ہو تو غور کے بعد جدھر دل شہادت دے اس طرف رخ کرے۔ ان میں سے کسی ایک شرط پر بھی قدرت نہ ہو تو جیسے ہی ممکن ہو پڑھ لے مگر بعد میں قضا کرے۔

قال فی الدر المختار: (أو خوف عدو) كحیة أو نار علی نفسه ولو من فاسق أو حبس غریم أو ماله ولو أمانة ثم إن نشأ الخوف بسبب وعید عبد أعاد الصلاة وإلا لا لأنه سماوی. وقال فی رد المحتار تحت (قوله ثم إن نشأ الخوف الخ): اعلم أن المانع من الوضوء إن كان من قبل العباد: كأسير منعه الكفار من الوضوء، ومحبوس فی السجن، ومن قیل له إن توضأت قتلتك جازله التيمم ويعید الصلاة إذا زال المانع، كذا فی الدرر والوقایة. (الدر المختار مع رد المحتار، باب التيمم: ج ۲/ ۲۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ غرہ ذی الحجہ ۸۶ھ (حسن الفتاویٰ: ۵۵/۲)

ریل سے متعلق مسائل نماز و وضو اور تیمم:

سوال: چونکہ اس کی بہت ضرورت ہے کہ نماز پڑھنے میں کامل بنانے والی دشواریوں کو حل کیا جائے۔ لہذا جناب والا سے عرض کیا جاتا ہے کہ ریل کے سفر میں حسب ذیل یا مثل ان کے جو جناب والا کے خیال میں آئیں ان وقتوں کا از روئے احکام شریعت دفعیہ کیا ہے۔ مثلاً قلت وقفہ، ریل کے سبب سے اتنا وقت نہ ملے کہ انسان حوائج ضروری پیشاب پاخانہ سے (اس حالت میں کہ ریل میں بیت الخلاء نہ ہو) فراغت حاصل کر کے وضو کرے اور نماز پڑھ لے تو کیا کرنا چاہئے، آیا بہ تیمم نماز پڑھ لے یا کیا۔ مثلاً سفر ریل میں وضو اور غسل شرعی کے واسطے پانی اور وقت میسر نہ ہو سکے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لی جائے یا نہیں۔ مثلاً بوجہ کمی قیام ریل کے اسٹیشن پر، چلتی ریل میں نماز پڑھنے کا

ایسی حالت میں کہ رکوع وسجود کی، بوجہ کثرت آدمیوں، جگہ نہ ہو، یا قبلہ کی سمت میں منہ کا رکھنا، بوجہ ایچ پیج راہ ریل کے، ممکن نہ ہو تو کس طرح نماز ادا کی جائے؟

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً. أما بعد: امور مستفسرہ کا جواب حسب تفصیل ذیل ہے:-

- (۱) ریل میں اگر پانی نہ ملے تو مسئلہ یہ ہے کہ اگر یہ یقین ہو کہ نماز کے وقت کے اندر پانی مل جاوے گا تو نماز کا مؤخر کرنا مستحب ہے اگر پانی مل جاوے تو وضو کر کے نماز ادا کرے اور اگر نہ ملے اور وقت تمام ہونے کا اندیشہ ہے تو تیمم کر کے نماز ادا کرے۔ (۱) پانی نہ ملنے کی صورت میں پانی کا کم از کم ایک میل کی مسافت پر ہونا شرط ہے۔ (۲)
- (۲) اگر پانی نہ ملنے کی صورت میں کسی آدمی نے تیمم کر کے نماز پڑھنا شروع کی اور ابھی نماز ختم نہ ہوئی تھی کہ ریل کا اسٹیشن قریب آ گیا جہاں پانی کا ملنا یقینی امر ہے، تو اب نماز کو وضو کر کے از سر نو ادا کرنا چاہئے اور اگر نماز ختم کرنے کے بعد ریل کا اسٹیشن جہاں پانی ملنے کا یقین ہے قریب آیا تو وہ نماز ہوگئی، اب اس کو دوبارہ پڑھنے کی حاجت نہیں ہے۔ (۳)

- (۳) ریلوے اسٹیشن پر پانی مفت نہ ملے بلکہ بقیہ ملے۔ اگر قیمت عرف کے موافق ہے اور اس کے پاس قیمت موجود ہے، تو خرید کر وضو کر کے نماز پڑھے تیمم کرنا جائز نہیں، اور اگر دام پاس نہیں یا قیمت زیادہ گراں ہے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ (۴)

- (۴) ریلوے اسٹیشن پر اگر پانی دینے والا مسلمان نہیں بلکہ ہندو ہے تو اس سے پانی لے کر وضو کر لینا جائز ہے، ہاں اگر یقین ہے کہ اس کا پانی یا برتن ناپاک ہے تو تیمم کرنا جائز ہے۔ (۵)
- (۵) اگر ریل میں کسی مسافر کے پاس پانی ہے تو اس سے وضو کے لیے پانی مانگنا چاہئے اگر وہ پانی بلا قیمت یا

- (۱) ويستحب لعادم الماء وهو ير جوه أن يؤخر الصلوة إلى آخر الوقت فإن وجد الماء يتوضأ ولا تیمم و صلی لیقع الأداء بأكمل الطهارتين الخ. (الهدایة، باب التیمم: ج ۵۵/۱)
- (۲) (من عجز)..... (عن استعمال الماء)..... (لبعدہ)..... (میلاً) الخ (تیمم). (الدر المختار علی رد المحتار، باب التیمم: ج ۲۱۴/۱)

- (۳) وندب لراجیه رجاءً قویاً آخر الوقت المستحب ولولم يؤخر و تیمم و صلی جاز إن كان بينه وبين الماء ميل وإلا لا. (الدر المختار علی رد المحتار، باب التیمم: ج ۲۲۹/۴ ظفر)
- (۴) وإن لم يعطه إلا بضمن مثله أو بغبن يسير وله ذلك فاضلاً عن حاجته لا تیمم ولو أعطاه بأكثر یعنی بغبن فاحش وهو ضعف قيمته في ذلك المكان أو ليس له ثمن ذلك تیمم. (الدر المختار علی رد المحتار، باب التیمم، ج ۲۳۱/ص)

- (۵) اسٹیشن پر جو پانی تقسیم ہوتا ہے عموماً وہ پاک ہوتا ہے اور اس کا برتن بھی۔ لہذا شبہ نہ کرنا چاہئے۔ ظفر

بقیمت دیدے تو وضو کر کے نماز ادا کرے، اور اگر وہ پانی نہ دے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ ایسی صورت میں پانی مانگنے سے عار نہ کرنا چاہئے۔ کیوں کہ شرعی فرض کا ادا کرنا زیادہ ضروری ہے، جب تک پانی نہ مانگے گا عجز نہ پایا جاوے گا، تو تیمم بھی درست نہ ہوگا۔ (۱)

(۶) کسی کے پاس پانی موجود ہے اور اس کو معلوم ہے کہ ریل کے اسٹیشنوں پر پانی نہیں ملتا ہے، اگر وضو کرے گا تو پیاسا رہے گا اور پیاس کی شدت برداشت نہ کر سکے گا، تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ (۲)

(۷) ریل کے مسافر کو پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہے تو پہلے پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو لے بعد میں وضو کر کے نماز پڑھے اور اگر پیشاب پاخانہ کی ضرورت تھی مگر موقع نہ ملنے کی وجہ سے عاجز رہا اور کچھ دیر کے بعد ضرورت نہ رہی تو اب وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ (۳)

(۸) مسافر کے پاس ایک لوٹا پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہے، وضو اور طہارت کے لیے کافی نہیں ہے، تو ایسے شخص کو اگر پاخانہ کی حاجت ہو تو وہ ڈھیلوں سے استنجا کرے، اور پانی سے وضو کرے، ہاں اگر نجاست پاخانہ کے مقام سے کچھ ادھر ادھر کو متجاوز ہوئی ہے تو پانی سے استنجا کرے اور نماز کے لیے تیمم کر لے۔ (۴)

(۹) ریل کے مسافر کو چاہئے کہ وہ نماز کے وقت سے پہلے نماز کا خیال و اہتمام رکھے۔ مثلاً پیشاب پاخانہ کی اگر حاجت ہو تو فارغ ہو لے، ریل گاڑیوں میں عموماً پاخانہ ہوتا ہے اگر اتفاق سے کسی گاڑی میں نہ ہو تو اس کا خیال رکھے کہ وقت سے پہلے ایسے اسٹیشن پر جہاں ریل دس پندرہ منٹ ٹھہرتی ہے فارغ ہو جائے، یا کسی دوسری گاڑی میں جا کر پاخانہ سے فراغت حاصل کر لے۔ ایسے ہی نماز کے وقت سے پہلے ہی کسی اسٹیشن پر پانی لے کر رکھ لے، تو نماز کے ادا کرنے میں کچھ دقت نہ ہوگی آخر ہم اپنی دوسری حاجتوں کے لیے ریل میں کیا ہی کرتے ہیں۔ جب کسی اسٹیشن پر کھانا وغیرہ حسب خواہش ملتا ہے تو اول ہی سے لے کر رکھ لیتے ہیں، تاکہ وقت پر دقت نہ ہو، ایسے ہی نماز کے لیے

(۱) ویطلبہ وجوباً علی الظاہر من رفیقہ ممن ہو معہ فإن منعه ولو دلالة بأن استهلكه تیمم لتحقق عجزه الخ وقبل طلبه لا تیمم علی الظاہر الخ لأنه مبذول عادةً وعلیہ الفتویٰ. (الدر المختار، باب التیمم، ج ۲/۲۳۱، ظفیر)
آج کل ہر ٹرین میں پاخانہ کے اندر پانی کا انتظام ہوتا ہے اور وہ پانی پاک ہوتا ہے اس سے وضو اور غسل جائز ہے، اس لیے تیمم کی نوبت نہیں پیش آتی۔ ظفیر

(۲) وخائف السبع والعدو والعطش عاجز حکماً. (الهدایة، باب التیمم: ۵۵/۱، ظفیر)

(۳) ریل میں اب پاخانہ کا نظم ہوتا ہے۔ ظفیر

(۴) (ویجب) أى یفرض غسله (إن جاوز المخرج نجس) مائع ویعتبر القدر المانع لصلوة (فیما وراء موضع الاستنجاء) لأن ما علی المخرج ساقط شرعاً وإن کثر، ولہذا لا تکرہ الصلاة معہ. (الدر المختار علی رد المحتار، باب الاستنجاء: ۳۱۳/۱ و ۳۱۴)

آج کل ریل میں پاخانوں کے اندر پانی کا نل لگا ہوتا ہے اور وہ پانی پاک ہوتا ہے اور اس کے استعمال کی عام اجازت ہے۔ ظفیر

خیال رکھنا ایک مسلم کا نصب العین ہونا چاہئے۔

(۱۰) جیسا کہ بے وضو آدمی پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے جیسا کہ اوپر مفصل مذکور ہوا۔ ایسے ہی جب یعنی جس کو نہانے کی حاجت ہو پانی نہ ملنے کی صورت میں غسل کے لیے تیمم کر سکتا ہے۔ نماز ایسی صورتوں میں ہرگز ترک نہیں کی جاسکتی۔ (۱)

(۱۱) اگر اس کو یقین ہے کہ نماز کے وقت کے اندر گاڑی کسی ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی کا نل ہے یا کنواں ہے اور یہ اتنی دیر میں غسل کر سکتا ہے تو تیمم نہ کرنا چاہئے۔ (۲)

(۱۲) نل دھوپ میں ہے جس کا پانی گرم ہے اور بہ یقین جانتا ہے کہ اس پانی سے مضرت ہوگی یا سردی کے موسم میں نل کا پانی ٹھنڈا ہے اور یقین ہے کہ اگر غسل کروں گا تو مریض ہو جاؤں گا تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ (۳)

(۱۳) نل پر نہاتے ہوئے اگر شرم آئے اور اسٹیشن کے کنویں پر نہانا اپنی خلاف شان سمجھے، یہ عذر شرعاً قبول و مسموع نہیں۔

(۱۴) ریل میں نماز پڑھنے میں استقبال قبلہ ضروری ہے، قبلہ کی طرف کو منھ کر کے نماز شروع کرے اور نماز

پڑھنے کی حالت میں اگر ریل کا رخ بدل جائے اور یہ جانتا ہے کہ ریل کا رخ بدل گیا، تو یہ بھی قبلہ کی طرف کو پھر جائے

اور اگر اس کی نماز پڑھنے کی حالت میں ریل کا رخ چند مرتبہ بدلا اور اس نے برابر قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کی اور چاروں

رکعتیں نماز کی چار طرف کو ادا ہوئی تو کچھ مضائقہ نہ سمجھے، بلکہ یوں ہی ہونا ضروری ہے اور اگر اس کو نماز پڑھنے میں

ریل کے رخ بدلنے کی خبر نہ ہوئی اور ایک طرف کو نماز پڑھ گیا، تو نماز ہو گئی۔ اگر ریل میں سمت قبلہ کی معلوم نہ ہو تو

لوگوں سے معلوم کر لے، اگر کوئی بتانے والا نہ ہو تو دل میں خوب غور کرے اور اٹکل سے کام لے جس طرف کو اس کا دل

گواہی دے، اسی طرف کو نماز ادا کرے۔ (۴)

(۱) والحدث والجنبانية فيه سواء وكذا الحيض والنفاس لما رُوى أن قوماً جاؤا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وقالوا: إنا قوم نسكن هذه الرمال ولا نجد الماء شهراً أو شهرين وفيما الجنب والحائض والنفاس فقال: عليكم

بأرضكم. (الهداية، باب التيمم: ۵۲/۱، ۵۳، ظفیر)

(۲) (ويجب) أي يفترض (طلبه) ولو برسوله (قدر غلوة) ثلثمائة ذراع الخ (إن ظن) ظناً قوياً (قربه) دون ميل

بأمانة أو إخبار عدل (وإلا) الخ (لا) يجب. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۴/۱، ظفیر)

(۳) الجنب الصحيح في المصر إذا خاف بغلبة ظنه عن التجربة الصحيحة إن اغتسل أن يقتله البرد أو يمرضه

يتيمم عند أبي حنيفة وإن كان الجنب خارج المصر يتيمم بالاتفاق. (غنية المستملی: ص ۶۲، ظفیر)

(۴) (وقبله العاجز عنها) لمرض وإن وجد موجهاً عند الإمام أو خوف مال، وكذا كل من سقط عنه الأركان

(جهة قدرته) الخ (ويتحرى) هو بذل المجهود لنيل المقصود (عاجز عن معرفة القبلة) بما مر (فإن ظهر خطؤه لم يعد)

لما مر (وإن علم به في صلاته أو تحول رأيه) الخ (استدار وبنى) حتى لو صلى كل ركعة لجهة جاز. (الدر المختار على

هامش رد المحتار، باب شروط الصلوة: ۴۰۲/۱) ومن أراد أن يصلي في سفينة تطوعاً أو فريضة فعليه أن يستقبل القبلة

الخ حتى لو دارت السفينة وهو يصلي توجه إلى القبلة حيث دارت الخ. (عالمگیری فی استقبال القبلة: ۵۹/۱، ظفیر)

(۱۵) ریل میں بلا عذر بیٹھ کر نماز نہ پڑھے، کیوں کہ نماز میں قیام فرض ہے اس کو ترک کرنا نہ چاہئے، یہ خیال کر لینا کہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، محض وہم ہے، کیوں کہ تجربہ نے دکھلا دیا کہ صدا ہادی ریل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے کوئی نہیں گرتا، نہ چکر آتا ہے، نہ قے ہوتی ہے۔ (۱)

(۱۶) ریل کا حکم کشتی، گھوڑے اور اونٹ کا سا نہیں ہے، کشتی میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، کیوں کہ دوران سرا کثر الوقوع ہے مگر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک کشتی میں بھی بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، جب تک دوران سرا اور متلی نہ ہو گھوڑے وغیرہ پر بلا عذر فرض نماز ادا نہیں کی جاسکتی، گھوڑا گاڑی، شکر م وغیرہ میں جب اس میں گھوڑا جوتا ہوا ہو تو بلا عذر فرض نماز ادا کرنا درست نہیں ہے اور گھوڑا گاڑی و شکر م میں جانور جوتا ہوا نہ ہو اور وہ زمین پر مستقر ہو تو اس میں نماز کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے ان کو علما نے تحت کے مشابہ قرار دیا ہے۔ ریل کو جو صاحب کشتی پر قیاس کرتے ہیں وہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رائے دیتے ہیں، مگر واضح رہے کہ صاحبین کے نزدیک کشتی میں بھی جب دوران سرا اور متلی نہ ہو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں، پس کشتی میں قیام ترک کرنے کی وجہ دوران سرا اور جی متلانا ہے، امام صاحبؒ نے اس خیال سے کہ اکثر کشتی میں دوران سرا ہوتا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور صاحبینؒ نے اس کے پائے جانے کو ضروری نہ سمجھا، بہر حال ترک قیام کی وجہ دوران سرا ہے، لیکن ریل میں سفر کرنے والے جانتے ہیں کہ دوران سرا نہیں ہوتا، ہم دن و رات دیکھتے ہیں کہ ہزاروں آدمی، مرد و عورت، بوڑھے اور بچے ہر ملک کے رہنے والے ریل میں سفر کرتے ہیں اور کسی کو دوران سرا نہیں ہوتا، تو اب سمجھنا چاہئے کہ ریل کو کشتی سے کوئی مناسبت اس معنی میں نہیں ہے، پھر قیام کیوں ترک کیا جائے، تحت پر نماز پڑھنے کا جو حکم ہے وہی ریل کے مناسب معلوم ہوتا ہے، تحت میں اگر پہیلا لگا کر اس کو چلا دیا جائے، تو اس کا حکم جو نماز پڑھنے کے باب میں تھا وہ بحال رہے گا، پس کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ریل میں نماز پڑھنے والوں سے قیام ساقط ہو جائے۔ رہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں گر جانے کا اندیشہ، سو یہ محض وہم ہے تجربہ اس کے خلاف شہادت دیتا ہے کم سے کم ایک مرتبہ امتحان تو کر لینا چاہئے کہ گرتا ہے یا نہیں گرتا، پہلے سے اس وہم کی بدولت فریضہ الہی کو ترک کرنا کون عقل کی بات ہے۔ (۲)

- (۱) (من تعذر علیہ القيام)..... (لمرض) حقیقی وحده أن يلحقه بالقيام ضرر، به يفتى الخ (أو) حکمی بأن (خاف زيادته)..... أو دوران رأسه أو وجد لقيامه ألماً شديداً) الخ (صلی قاعداً) الخ (وإن قدر علی بعض القيام) ولومتكناً علی عصاً أو حائط (قام) لزوماً بقدر ما يقدر (الدرا المختار علی رد المحتار، باب صلاة المريض ۷/۸۰۷)
- (۲) (صلی الفرض فی فلک) جار (قاعداً بلا عذر صرح) (لغلبة العجز (وأساء) وقالوا: لا یصح إلا بعذر وهو الاظهر، برهان (والمربوطة فی الشط كالشط) فی الأصح (والمربوطة بلجة البحر إن كان الريح بحر کها شديداً فکالسايرة وإلا فکالواقفة) (درمختار) (قوله لغلبة العجز): أي لأن دوران الرأس فيها غالب، والغالب کالمتحقق فأقيم مقامه...

(۱۷) ریل میں بعض آدمی اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ ریل کے ایک تختہ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ جاتے ہیں، جیسا کہ کرسی، موڑھے پر بیٹھتے ہیں اور دوسرے تختہ پر سجدہ کرتے ہیں یہ جائز نہیں ہے ایسا کرنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، کیوں کہ اول تو قیام ترک ہوا اور قیام فرض تھا اور دوسرے یہ کہ سجدہ میں گھٹنوں کا زمین پر ٹکنا ضروری تھا وہ بھی ترک ہوا۔ (۱) ریل میں اگر قبلہ ایسے رخ پر واقع ہو تو بیچ میں کچھ اسباب رکھ کر ایک تختہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہئے اور سامنے کے تختہ پر سجدہ کرنا چاہئے اپنا اسباب نہ ہو تو دوسرے مسافروں کے جو بہت سے اسباب موجود ہوتے ہیں ان کی اجازت سے اس کو رکھ سکتے ہیں اور اگر اسباب نہ ہوں یا نہ ملے تو اس طرح نماز نہ پڑھنی چاہئے، جب اسٹیشن آئے تب نماز پڑھے اگر ریل میں مسافر اس قدر زیادہ ہوں کہ نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ بن پائے اور سجدہ و رکوع نہ ہو سکے تو نماز کو ایسی حالت میں مؤخر کرنا چاہئے، اشارہ سے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ (۲)

(۱۸) بعض لوگ اس خیال سے نماز کو ترک کر دیتے ہیں کہ لوگوں کو تکلیف ہوگی یا وہ نماز کے لیے جگہ نہ دیں گے مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے، نماز کے لیے کوئی بخل نہیں کرتا۔ اکثر یہ تجربہ ہوا ہے کہ مسلمان تو مسلمان ہندو لوگ بھی نہایت بشاشت سے نماز پڑھنے کے لیے جگہ تھوڑی دیر کے لیے خالی کر دیتے ہیں، پس اس خیال سے نماز کو ترک کر دینا مناسب نہیں ہے، آخر جب انسان مجبور ہوتا ہے تو مسافروں سے اپنے لیٹنے اور سونے کے لیے جگہ کی خواہش کرتا ہے پھر نماز کے لیے جو کہ فریضہ الہی ہے کیوں نہ کرے۔

اس وقت یہ چند صورتیں ذہن میں آئیں ان کے متعلق مختصراً لکھ دیا گیا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم ۱۲۹۷/۱: ۲۵۶)

معذور کا تیمم اور اس کی امامت:

سوال: ایک شخص پر غسل جنابت واجب ہے، نماز فجر کے پہلے غسل کرنے میں جبکہ سردی بھی شدید ہے بیمار

== (قوله وأساء): أشار إلى أن القيام أفضل لأنه أبعد عن شبهة الخلاف والخروج أفضل إن أمكنه لأنه أمكن لقلبه (قوله وهو الأظهر) وفي الحلبة بعد سوق الأدلة: والأظهر أن قولهما أشبه فلا جرم أن في الحواي القدسي وبه نأخذ. (قوله والمربوطة في الشط الخ) فلا تجوز الصلاة فيها قاعدة اتفاقاً الخ وعلى هذا ينبغي أن لا تجوز الصلاة فيها سائرة مع إمكان الخروج إلى البر، (قوله وإلا فكالواقفة) أي إن لم تحر كها الريح شديداً بل يسيراً فحكمها كالواقفة فلا تجوز الصلاة فيها قاعدة مع القدرة على القيام. (رد المحتار، باب صلاة المريض: ۱۳/۱ و ۱۴)

مفتی علام کی بحث سے واضح ہے کہ اگر آدمی گر جاتا ہے تو بیٹھ کر ریل میں نماز درست ہے، ہندوستان کی بعض چھوٹی چھوٹی لائیں ایسی ہیں جن کی ریل میں کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں ہو سکتی ہے آدمی گر جاتا ہے، لہذا ان لائنوں کی ٹرین میں بیٹھ کر نماز درست ہوگی۔ واللہ اعلم۔ ظفیر مقاحی (۱) (ومن فرائضها القيام) بحيث لومد يديه لاينال ركبتيه الخ (ومنها السجود) بجهته

وقدميه، الخ. (الدر المختار على رد المحتار، باب صفة الصلوة: ۱۶/۱)

(۲) اگر اشارہ سے پڑھ ہی لیا تو بعد میں اعادہ ضروری ہے۔ انیس

ہونے کا یقین ہے، کیا وہ غسل کا تیمم کرنے کے بعد وضو کر کے مکان میں نماز فجر ادا کرے، یا مسجد میں جا کر نماز فجر ادا کر سکتا ہے، جبکہ وہ اس مسجد کا امام بھی ہے اور اس سے زیادہ لائق شخص موجود بھی نہیں ہے؟

الحواب ————— حامداً ومصلیاً

اگر پانی گرم کرنے کا انتظام ہے تو پانی گرم کر لیا جائے ورنہ تیمم کر کے نماز پڑھیں قضا نہ کریں، غسل کیلئے جو تیمم کیا جائے وہ وضو کیلئے کافی ہوگا۔ اگر وضو مضر نہ ہو تو تیمم سے پہلے وضو کر لیں۔ تیمم سے جو نماز ادا کی جائے اس کیلئے ضروری نہیں کہ مکان پر ہی پڑھیں بلکہ مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھیں، جماعت ترک نہ کریں، باجائز شرع جو شخص تیمم کرے وہ امامت بھی کر سکتا ہے۔ (۱)

” (أو برد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفنه“ در مختار ” قال في البحر: فصار الأصل أنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه، لا يباح له التيمم إجماعاً الخ“۔ (رد المحتار: ۱۵۶/۱) (۲)

”وترجع المذهب بفعل عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه حين صلى بقومه بالتيمم لخوف البرد من غسل الجنابة وهم متوضئون، ولم يأمرهم عليه الصلوة والسلام بالإعادة حين علم، الخ“۔ (۳۶۳/۱) (۳)

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت کا جس نے بحکم شرع تیمم کیا ہو اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۴/۵، ۲۱۵)

(۱) تیمم کر نیوالے کی امامت:

۱..... چون کہ تیمم وضو اور غسل کا بدل ہے اس لیے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تیمم کرنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ امامت کرے اس کے پیچھے وضو کرنے والے اور تیمم کرنے والے دونوں کی اقتدا صحیح ہے۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۵۷)

۲..... اگر تیمم کرنے والے نے امامت شروع کی اور اس کے پیچھے وضو کرنے والے مقتدی ہیں، پھر امام کو نماز کے اندر کوئی حدث لاحق ہو گیا اور اس نے کسی وضو کرنے والے کو بقیہ نماز پڑھانے کے لئے آگے کر دیا تو صحیح ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے تیمم کرنے والے کو امامت کے لیے آگے بڑھادے اور یہ شخص پھر تیمم کر کے اس کی اقتدا کر لے، یا اگر پانی موجود ہو تو وضو کر لے مگر اس صورت میں وہ بنا نہیں کرے گا بلکہ اس نے سابق میں جو رکعتیں پڑھی تھیں اس کے حق میں باطل ہو جائیں گی۔ البتہ قوم کے حق میں وہ صحیح ہوں گی۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۵۷، ۲۳۹)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۹۸: ۱ نیس)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۴/۱، باب التيمم، سعيد. وكذا في التاتارخانية: ۲۴۵/۱، نوع آخر في بيان من يجوز له التيمم، إدارة القرآن كراچی. وكذا في النهر الفائق: ۹۹/۱، باب التيمم.

(۳) البحر الرائق: ۶۳۶/۱، كتاب الصلوة، باب الإمامة، رشيدية.

تیمم کن چیزوں پر جائز ہے:

سوال: کیا ان چیزوں سے تیمم کر سکتے ہیں؟

- (۱) صراحی، گھڑا، مٹکا وغیرہ خواہ اس میں پانی بھرا ہوا ہو یا نہ ہو بلکہ خشک ہو اور اس کے اوپر گرد نہ ہو۔
- (۲) ایسی دیوار جس پر سفیدی ہو چکی ہو خواہ خالص چونہ سے یا چونہ میں نیل یا کوئی رنگ ملانے کے بعد۔
- (۳) عورتیں عموماً مٹی بھگو کر جمع کر لیتی ہیں اور اس کے خشک ہو جانے کے بعد اس سے تیمم کرتی رہتی ہیں۔
- (۴) چولہے کی راکھ سے خواہ وہ لکڑی وغیرہ کسی پاک چیز کی ہو یا گوہر کے اپلوں یا کنڈوں کی جو خشک ہونے کے بعد جل کر راکھ ہو گئے ہوں۔
- (۵) ریل گاڑی یا بس اور موٹر کار کی سیٹ پر خواہ اس پر گرد ہو یا نہ ہو یا معمولی گرد ہو۔ مینو اتو جروا۔

الجواب: باسم ملہم الصواب

پہلے تین نمبروں میں مذکورہ اشیاء سے تیمم جائز ہے نمبر چار سے جائز نہیں اور نمبر پانچ پر گرد ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (۱) قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز نہ جلانے سے جلے، نہ پکھلانے سے پگھلے اس پر تیمم جائز ہے مگر راکھ پر جائز نہیں اور جو چیز جل جائے یا پکھل جائے اس پر تیمم جائز نہیں مگر چونہ پر جائز ہے۔

(۱) عن حماد قال: تیمم بالصعيد والجص والجبل والرمل. (مصنف ابن أبي شيبة، ۱۹۲، ما يجرى الرجل في تیممه، ج اول، ص ۱۴۸، نمبر ۱۷۰)

تیمم کے لیے پاک مٹی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لیے حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ”فَتَيْمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا“۔ یعنی تیمم کرو پاک مٹی سے۔

اور ”صعيد“ عربی زبان میں مٹی اور جو چیزیں زمین کے اوپری حصہ پر ہوں ان کو کہا جاتا ہے۔

اس لیے مٹی کی جنس کی تمام چیزوں جیسے پہاڑی نمک، سرمہ، ریگ، پتھر اور اس کی تمام اقسام عقیق، زبرجد، فیروزہ، سنگ مرمر، ہڑتال اور ہر قسم کی مٹی چاہے لال ہو سبز ہو، کالی ہو یا کسی رنگ کی ہو، نیز سنکھیا، گج، چونہ، گیرو، سیمنٹ، کچی یا کچی اینٹ، مٹی کے کچے یا کچے برتن اگر ان پر روغن نہ چڑھایا گیا ہو، مٹی، ہمنٹ یا اینٹ، پتھر کی دیوار پر تیمم جائز ہے، چاہے ان پر گرد وغبار ہو یا نہ ہو۔ (حدیث: ۵۳۱۱، مزنیہ المصلی: ص ۲۳۔ رد المحتار: ۲۴۰/۱، وغیرہ) اگر کوئی ایسی چیز ہو جس سے تیمم جائز نہیں، مگر وہ مٹی وغیرہ سے مل جائے تو غالب کا اعتبار ہوگا۔ اگر مٹی کی جنس غالب ہے تو تیمم جائز ہوگا۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۲۴۲/۱)

اگر کسی نجس چیز پر غبار ہو اور وہ غبار اس پر خشکی کی حالت میں پڑا ہو اور اس سے تیمم کرنے میں نجاست کے کسی جز کے آنے کا خوف نہ ہو تو اس سے تیمم جائز ہے، جیسے کوئی کپڑا یا پاک ہو اور اس کے خشک ہونے کے بعد اس پر غبار پڑ گیا ہو تو اس کے غبار سے تیمم جائز ہے۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۲۴۰/۱) اگر کوئی زمین ناپاک ہو کر خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر زائل ہو جائے تو گرچہ اس پر نماز پڑھنا جائز ہے مگر تیمم جائز نہیں ہے، کیوں کہ نجس مٹی گرچہ ظاہر ہے مگر وہ مطہر نہیں ہے۔ البتہ اگر مجبوری ہو اور کوئی دوسری مٹی نہ ہو تو درست ہے۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۲۴۲/۱)

اگر مٹی اپنی ملکیت کی نہ ہو اور نہ ہی مباح ہو (جیسے سڑک و عام غیر مزروعہ اراضی نہ ہو) تو بغیر اجازت دوسرے کی زمین سے تیمم جائز نہیں۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۷۱ تا ۱۸۱، انیس قاسمی)

قال فی التنویر: بمطهر من جنس الأرض وإن لم یکن علیہ نفع، فلا یجوز بمنطبع و مترمد. وفي الشرح: إلا رماد الحجر فیجوز كحجر مدقوق أو مغسول، و حائط مطین أو مجصص، و أوان من طین غیر مدھونۃ، آہ، وقال فی الشامیۃ: (قوله من جنس الأرض الخ) الفارق بین جنس الأرض و غیرہ أن كل ما یحترق بالنار فیصیر رماداً كالشجر والحشیش أو ینتطبع و یلین كالحدید و الصفر و الذهب و الزجاج و نحوھا فلیس من جنس الأرض، ابن کمال عن التحفة، آہ. (التنویر مع الدر المختار مع رد المحتار، باب التیمم: ۱/۲۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰/ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۵۷-۵۸)

پکی اینٹ پر تیمم کا حکم:

سوال: کیا پکی اینٹ پر جو بھٹھ میں پکی ہوئی ہو اس پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بنیو تو جروا۔ (محمد رفیق ٹھیکیدار، لاہور)

الجواب

جائز ہے۔

و أما التیمم بالأجر فعند أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ یجوز مطلقاً دق أولاً، لأنه من أجزاء الأرض وإن شوی و تصلب بمنزلة النورة. (کبیری: ص ۷۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۵/۵/۱۴۰۸ھ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۳۳)

مسجد کی زمین پر تیمم کرنے کا حکم:

سوال: مسجد کی زمین میں تیمم درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اس وقت روایت نہیں ملی مگر کہیں دیکھا ہے کہ مکروہ ہے۔ (۱) تتمہ اولیٰ صفحہ: ۶ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱ تا ۳۷)

(۱) مسجد کی مٹی سے تیمم کرنے کی دو صورتیں ہیں:

اول: ضرورت کی وجہ سے مثلاً کوئی شخص مسجد میں سویا اور اسے غسل کی حاجت پیش آگئی اور فوراً باہر نکلتا تاریکی یا بارش وغیرہ اعذار کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو تیمم کر لینا مستحب ہے تاکہ جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا لازم نہ آئے تمام فقہائے احناف نے یہ مسئلہ لکھا ہے لیکن کسی نے یہ نہیں لکھا کہ مسجد کی مٹی سے تیمم نہ کرے بلکہ سب کی عبارتیں مطلق ہیں۔

ولو كان نائماً فاحتلم والماء خارج وخشى من الخروج يتيمم وينام فيه إلى أن يمكنه الخروج قال في المنية: وإن احتلم في المسجد يتيمم للخروج إذا لم يخف وإن خاف يجلس مع التيمم، آہ (شامی: ۱/۲۲۵، باب التیمم)
لہذا اگر وہاں کوئی اور مٹی نہ ہو تو مسجد کی مٹی سے تیمم کر لینا جائز ہے۔ لا طلاق الروایات۔

البتہ حضرات شوافع نے لکھا ہے کہ اس صورت میں بھی مسجد کی مٹی سے تیمم نہ کرے اور مٹی ہو تو تیمم کرے ورنہ بغیر تیمم کے جنابت کی... ==

مسجد کی دیوار پر یتیم:

سوال: مسجد کی پختہ دیوار جس پر چونہ کی قلمی رہتی ہے اس پر یتیم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: وبالله التوفیق

مسجد کی دیوار پر اگر کوئی یتیم کر لے تو اس کا یتیم ہو جائے گا اور نماز درست ہوگی۔ (۱) لیکن مسجد کی دیوار پر یتیم کرنا مسجد کی نظافت کے خلاف ہے اس لیے اس پر یتیم نہیں کرنا چاہیے نیز چونہ پر یتیم کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس لئے چونہ پر یتیم کرنے میں احتیاط مناسب ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی - ۱۳/۴/۱۳۹۹ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۷۷/۲)

== حالت ہی میں مسجد میں ٹھہرا ہے، لیکن امام نوویؒ نے اعتراض کیا ہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے کوئی شخص مسجد کی تھوڑی سی مٹی استعمال کر لے تو اس میں کراہت کی کیا وجہ؟ امام زکشیؒ محمد بن عبد اللہ شافعی (ولادت ۳۵۷ھ وفات ۹۲۴ھ) اعلام الساجد باحکام المساجد، ص ۳۱۷ میں لکھتے ہیں:

يجوز المكث للجنب في المسجد للضرورة بأن نام في المسجد واحتلم ولم يمكنه الخروج لإغلاق الباب أو الخوف على نفسه أو ماله، قال في الروضة: ويجب أن يتيمم إن وجد غير تراب المسجد ولا يتيمم بترابه آه (إلى قوله) و قول الرافعي: ولا يتيمم بتراب المسجد كما لو لم يجد إلا تراباً مملوكاً، نازعه فيه النووي في شرح التنبية، فقال هكذا قال تبعاً لصاحب التهذيب والتمة، وفيه نظر، وأي مانع يمنع عن غبار يسير للضرورة؟ والفرق بينه وبين المملوك ظاهر، وقال الروياني في البحر: لو احتلم في المسجد أو خاف العسس (الشرطة التي تطوف ليلاً للحراسة) يتيمم بغير تراب المسجد، فإن لم يجد إلا تراب المسجد لا يتيمم، كما لو وجدت فيه تراباً مملوكاً للغير، ولكنه لو تيمم به جاز. آه.

دوم: بلا ضرورت مسجد کی مٹی سے یتیم کرنا۔ یہ مکروہ ہے۔

قال في الأشباه في أحكام المساجد: ومنها منع أخذ شيء من أجزائه، قالوا في ترابه: إن كان مجتمعاً جازاً لأخذ منه ومسح الرجل عليه، وإلا لا، آه قال الحموي: قوله وإلا لا، أقول: لأن المجتمع المنبسط بمنزلة أرض المسجد فيكره أخذه يعني على سبيل الاستعمال، وأما إذا أخذه للتبرك فجاز كما قالوا في تراب الكعبة. هذا، واعلم أن هذا الحكم كان حيث كانت المساجد لا تنبسط أما الآن فإزالة التراب ورفع قربة، آه.

علامہ حموی کے قول واعلم الخ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کراہت اس مٹی سے یتیم کرنے میں ہے جو مسجد کا جز ہے لیکن اگر مسجد کے پکے فرش پر غبار ہو تو چونکہ وہ مسجد کا جز نہیں ہے، اس لئے اس سے یتیم کرنا جائز ہوگا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ سعید احمد پالنپوری

(۱) فيجوز كحجر مدقوق أو مغسول، وحائط مطين أو مجصص. (الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۴۰۶/۱)

(۲) اگر کوئی شخص مسجد میں ہو اور اسے جنابت لاحق ہو جائے یا حدث کی حالت میں ہو اور وہ مسجد کے فرش یا دیواروں پر یتیم کر لے تو جائز ہوگا۔ لیکن بلا ضرورت عام حالات میں مسجد کی زمین و مٹی سے یتیم نہیں کرنا چاہیے۔ علمائے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ (طہارت کے احکام ومسائل، انیس)

(ويجوز التيمم عند أبي حنيفة ومحمد بكل ما كان من جنس الأرض كالتراب والرمل والحجر والحصى والنورة والكحل والزرنخ وقال أبو يوسف لا يجوز إلا بالتراب والرمل. (الهداية، باب التيمم: ۵۱/۱))

مسجد کی دیوار یا چھت پر تیمم کرنا:

سوال: مسجد کی دیوار یا چھت پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے (۱) لیکن اس میں سوئے ادبی ہے، کیوں کہ جس مٹی سے نجاست کا ازالہ کیا وہ مٹی قابل تعظیم ہے۔
الأشباه والنظائر میں ہے: منها منع أخذ شيء من أجزاءه قالوا: في ترابه إن كان مجتمعاً جاز الأخذ منه ومسح الرجل عليه وإلا لا، انتهى
ابوالحسنات محمد عبدالحی (مجموع فتاویٰ عبدالحی: ۱۹۳) ☆

تیمم میں کم از کم کتنا بڑا ڈھیلہ ہونا چاہئے اور کلوں تیمم سے استنجا کا حکم:

سوال: دو مسئلے دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ:

- (۱) کم سے کم کتنے چھوٹے ڈھیلے پر تیمم ہو سکتا ہے یا چھوٹی چھوٹی دوڑی ہوں ان دونوں کو ایک جگہ کر کے بھی ہو جاتا ہے، بعض دفعہ کوئی آدمی پاس نہیں ہوتا، ایسا اتفاق مجبوری میں ہوا۔
- (۲) دوسرا یہ مسئلہ ہے کہ جس ڈھیلے سے تیمم کیا ہو اس سے استنجا پاک کرنے میں کوئی حرج تو نہیں اس میں سے توڑ کر ڈھیلے سے استنجا کر لیں؟

الجواب

قال فی الدر: (هو)..... (قصد صعيد)..... (مطهر)..... (واستعماله) حقيقة أو حكماً ليعم التيمم

- (۱) قال انطلقت مع ابن عمر في حاجة إلى ابن عباس..... حتى إذا كان الرجل أن يتواري في السكة، فضرب يديه على الحائط ومسح بهما وجهه. (أبو داود، باب التيمم في الحضر، ص ۵۳، نمبر ۳۳، انیس)
- والمسئلة كذا في فتاویٰ محمودیہ ۱۹۲

☆ مسجد کی مٹی پر تیمم کا حکم:

سوال: تیمم کی ضرورت پڑنے پر مسجد کی دیواروں سے تیمم کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

مسجد کی دیوار یا فرش پر تیمم کرنا مکروہ ہے کیونکہ تیمم کی صورت میں یہ مٹی حدث کے لیے مزیل (زائل کرنے والی، انیس) ہے، جو مٹی یا پتھر مسجد میں نصب اور قائم ہو وہ واجب التعظیم ہونے کی وجہ سے اس کی طرف ازالہ حدث کی نسبت بے ادبی کے مترادف ہے، البتہ اگر دیوار یا فرش کی مٹی کسی نے جمع کر کے مسجد کے ایک کونے میں رکھی ہو تو پھر اس پر تیمم جائز ہے کیونکہ مٹی کو اکٹھا کر کے کسی کونے میں رکھنا مسجد سے خارج ہونے کے معنی میں ہے اور مسجد کی مٹی جب مسجد سے باہر نکالی جائے تو اس کا تقدس اور حرمت باقی نہیں رہتی۔

قال قاضي خان: ويكره مسح الرجل من طين الردغة بأسطوانة المسجد أو بحائطه وإن مسح بتراب في المسجد إن كان ذلك التراب مجموعاً في ناحية غير منبسط لا بأس به وإن كان منبسطاً مفروشاً يكره لأنه بمنزلة أرض المسجد. (فتاویٰ قاضیخان علی ہامش الہندیہ، فصل فی المسجد: ۶۵/۱)۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۵۵۰/۲)

بالحجر الأملس (بصفة مخصوصة) هذا يفيد أن الضربتين ركن، وهو الأصح الأحوط (إلى أن قال) وركنه شيان: الضربتان، والاستيعاب، وشرطه ستة: النية، والمسح، وكونه بثلاث أصابع فأكثر، آه، قال الشامي تحت (قوله وهو الأصح الأحوط): هذا ما ذهب إليه السيد أبو شجاع، وصححه الحلواني، وفي النصاب: وهذا استحسان وبه نأخذ، وهو الأحوط. وقيل ليسا بركن، وإليه ذهب الإسيجاني وقاضي خان، وإليه مال في البحر والبرازية والإمداد، وقال في الفتح: إنه الذي يقتضيه النظر، ولأن المأمور به في الآية المسح ليس غير، ويحمل قوله عليه السلام: "التيمم ضربتان" إما على إرادة الضربة أعم من كونها على الأرض أو على العضو مسحاً أو أنه خرج مخرج الغالب، آه، وأقره في الحلية، ورجحه في شرح الوهبانية، آه، (وفيه بعد سطر أيضاً) : لو كنس داراً أو هدم حائطاً أو كال حنطة فأصاب وجهه وذراعيه غبار لم يجزه ذلك عن التيمم حتى يمر يده عليه، آه (وبعد سطر) وإذا ألقت الريح الغبار على وجهه ويديه فمسح بنية التيمم أجزأ على الثاني دون الأول. (الدر المختار مع رد المحتار، باب التيمم: ج ۱ ص ۲۳۷)

احوط یہ ہے کہ ڈھیلا اتنا بڑا ہو جس پر دونوں ہاتھ سے ایک دفعہ ضرب کر سکیں، یا کہ کم از کم اتنا بڑا کہ ایک ہاتھ پورا یعنی ہتھیلی مع انگلیوں کے اس پر آجائے اور یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھوں کو اس پر مار سکیں کیونکہ بعض علما کے نزدیک ضرب تیمم کا رکن ہے (۱) اور استنجا میں تیمم کا ڈھیلا استعمال کرنا جائز ہے مگر اچھا نہیں، فقہانے ناپاک جگہ وضو کرنے کو خلاف ادب کہا ہے اور وجہ یہی لکھی ہے کہ وضو کا پانی قابل حرمت ہے، پس ایسے ہی تیمم کا ڈھیلا بھی ہے۔

۶ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۸۶ و ۳۸۷)

ایک جگہ متعدد بار تیمم درست ہے یا نہیں:

سوال: اکثر مسجدوں میں دیکھا گیا ہے کہ تیمم کرنے کے واسطے مٹی کا ایک گولہ بنا لیتے ہیں اور اس پر تیمم کرتے ہیں، ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس گولہ پر صرف ایک مرتبہ تیمم درست ہے، اس پر بار بار تیمم نہیں کر سکتے ہیں، کیوں کہ اس پر نجاست حکمی اترتی ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

اس مٹی کے گولہ پر بار بار تیمم کرنا درست ہے اور اس پر نجاست حکمی کا اثر نہیں ہوتا جو شخص ایسا کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔

(۱) عن عمار ابن یاسرؓ أنه كان يحدث أنهم تمسحوا وهم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصعيد لصلاة الفجر فضرّبوا بأكفهم الصعيد ثم تمسحوا وجوههم مسحاً واحدة ثم عادوا فضرّبوا بأكفهم الصعيد مرة أخرى فمسحوا بأيديهم كلها إلى المناكب والآباط من بطون أيديهم. (أبو داؤد، باب التيمم، ص ۵۷، نمبر ۳۱۸)

اس حدیث میں بھی ضرب ہی کا تذکرہ ہے۔ انیس الرحمن قاسمی

در مختار میں تصریح ہے کہ ایک جگہ پر بار بار تیمم کرنا صحیح ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۱/۱) ☆

نمک پر تیمم کرنے کا حکم:

سوال: اگر نمک کا بڑا ڈھیلا رکھا ہوا ہو تو اس پر تیمم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

سمندری نمک کے ڈھیلے پر نہیں کر سکتے، پہاڑی نمک پر تیمم کر سکتے ہیں۔

ولو تیمم بالملح نظر إن كان مائياً أى كان ماءً فجمد لا يجوز لأنه ليس من أجزاء الأرض وإن كان جبلياً أى معدنياً وهو ما استحال ملحاً من أجزاء الأرض يجوز به التيمم لأنه من جنس الأرض الخ وقال قاضیخان: واختلّفوا فى الجبلی والصحيح هو الجواز. اهـ. (کبیری: ص ۷۶) فقط واللہ اعلم

احقر محمد نور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۲/۶/۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء (خیر الفتاویٰ: ۱۲۰/۲) ☆

(۱) وأما إذا تیمم جماعة من محل واحد فيجوز كما سيأتى فى الفروع لأنه لم يصير مستعملاً، إذ التيمم إنما يتأدى بما التزق بيده لا بما فضل كالماء الفاضل فى الإناء بعد وضوء الأول، وإذا كان على حجر أمّلس فيجوز بالأولى، نهـ. (رد المحتار، باب التيمم، تحت قوله بمطهر: ۲۲۰/۱، ظفیر)

☆ ایک ہی جگہ سے بار بار تیمم کرنا درست ہے:

سوال والد صاحب بہت زیادہ عمر رسیدہ ہیں وضو کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایک بڑا سا مٹی کا ڈھیلا ان کے پاس رکھا ہوا ہے جس پر وہ بار بار بوقت نماز تیمم کرتے رہتے ہیں۔ کیا بار بار اس ایک ہی ڈھیلے پر تیمم کرنا جائز ہے یا اسے بدلنا چاہئے؟ بینوا تو جروا۔ (العبد سیف اللہ خالد قادری، لاہور)

الجواب

ایک ہی ڈھیلے پر بار بار تیمم کرنا درست ہے۔

وإذا تیمم مراراً من موضع واحد جاز، كذا فى التاتارخانية. (عالمگیری: ج ۱ ص ۱۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
احقر محمد نور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۶/۷/۱۳۹۸ھ (خیر الفتاویٰ: ۱۲۲/۲)

☆ **نمک پر تیمم کرنے کا حکم:**

سوال: جناب محترم مفتی صاحب! ایک آدمی نمک کی کان میں کام کرتا ہے، اگر وہاں اس کو تیمم کی ضرورت پڑ جائے اور گرد و نواح میں مٹی بھی موجود نہ ہو تو کیا یہ شخص نمک پر تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

پہاڑی نمک چونکہ زمین ہی کے اجزا میں سے ہے اس لئے اس پر تیمم کرنا شرعاً جائز ہے، تاہم جو نمک سمندر کے پانی سے بنا ہوا ہو اس پر تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

كما قال العلامة إبراهيم الحلبي: "ولو تیمم بالملح نظر إن كان مائياً أى كان ماءً فجمد لا يجوز لأنه ليس من أجزاء الأرض وإن كان جبلياً أى معدنياً وهو ما استحال ملحاً من أجزاء الأرض يجوز به التيمم لأنه من جنس الأرض". (کبیری، باب التيمم: ص ۷۶) (قال العلامة قاضی خان: "اختلّفوا فى الجبلی والصحيح هو الجواز"). (فتاویٰ قاضی خان، فصل فيما يجوز به التيمم: ج ۱ ص ۲۲ ومثله فى البحر الرائق، باب التيمم: ج ۱ ص ۴۷)۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۶۱۲/۲)

کوئلہ سے تیمم کرنا:

سوال: کوئلہ دو قسم کا ہوتا ہے: (۱) جبلی (پھاڑی) کوئلہ جو کہ کان سے نکالا جاتا ہے (۲) اور ایک وہ جو لکڑی کو جلا کر اس سے کوئلہ بنایا جاتا ہے، کیا جبلی (پھاڑی) کوئلہ اور اس کی بنی ہوئی راکھ پر تیمم کرنا جائز ہے؟

الجواب

جبلی کوئلہ چونکہ حکماً پتھر ہے اس لئے یہ جنس الارض سے شمار ہوگا جس پر تیمم صحیح اور درست ہے، اسی طرح اس کی راکھ پر بھی تیمم صحیح ہے۔ (۱)

قال الحصكفي: ”(و مترمد) بالاحتراق إلا رماد الحجر فيجوز كحجر مدقوق أو مغسول“۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب التيمم: ج ۱ ص ۲۴۰) (فتاویٰ حقانیہ، جلد دوم صفحہ ۶۰۹)

جبلی کوئلہ اور اس کی راکھ پر تیمم:

سوال: جہاز میں اگر مٹی نہ مل سکے تو بوقت ضرورت جو جبلی کوئلہ جہاز میں جلایا جاتا ہے اس پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں، اس کوئلہ کو اصلی جبلی سوختہ ہونے کا حکم دے کر عدم جواز ہوگا یا سیاہ پتھر کا حکم دے کر جواز کا حکم ہوگا؟

الجواب

بندہ کے نزدیک جبلی کوئلہ اور اس کی راکھ پر تیمم کرنا جائز ہے، کیوں کہ ان کا حکم حجر کا ہوگا۔ (۲)
ولا (بمنطوع) (و مترمد) بالاحتراق إلا رماد الحجر فيجوز كحجر مدقوق. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب التيمم: ۱۶۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر العلوم: ۱۷۱)

پتھر، لکڑی اور کپڑے وغیرہ پر تیمم کا حکم

لکڑی، پتھر، کپڑا، پختہ فرش یا دیوار، خشک یا سبز گھاس ان میں کسی پر ذرا بھی غبار نہ ہو تو تیمم درست ہے یا نہیں؟

الجواب

لکڑی، کپڑے پر بدون غبار کے تیمم درست نہیں، اسی طرح گھاس سبز اور خشک کا حکم ہے۔ (۳)

(۲-۱) عن الشعبي قال يتيمم بالكأ والجبل يعني ما يقع على الجبل من التراب. (مصنف عبد الرزاق، باب الذي لا يجد تراباً يتيمم بغيره: ج ۱، ص ۱۶۹، نمبر ۸۳۷/ مصنف ابن أبي شيبة، باب ما يجزى الرجل في تيممه، ج ۱، ص ۱۴۸، نمبر ۱۷۰۶، انيس)

(۳) ولا يجوز عندنا بما ليس من جنس الأرض وهو ما يلين بالنار أو يترمد كالذهب والفضة الخ وكالحنطة وسائر الحبوب والأطعمة من الفواكه وغيرها وأنواع النباتات مما يترمد بالنار إذا لم يكن عليه غبار. (غنية المستملی: ص ۷۲، باب التيمم، ظفیر)

اور پتھر، دیوار، خشت خام و پختہ و چونہ پر بلا غبار بھی تیمم درست ہے۔ (۱)
 لکڑی وغیرہ پر تھوڑا غبار بھی کافی ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۴۴/۱)
راکھ پر تیمم کرنے کا حکم:

سوال: گو برکی راکھ پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ سنا ہے کہ راکھ پاک ہوتی ہے۔
 (محمد طیب طاہر، نقشبند کالونی، ملتان)

الجواب

راکھ پاک ہوتی ہے۔ السرقین إذا أحرقت حتى صار رماداً فعند محمد يحكم بطهارته وعليها الفتوى، اهـ۔ (عالمگیری: ج ۱ ص ۲۳) مگر اس پر تیمم اس لئے جائز نہیں کیونکہ یہ جنس ارض سے نہیں۔ کل ما يحترق فيصير رماداً كالخطب والحشيش ونحوهما أو ما ينطبع ويلين كالحديد والصفرو النحاس والزجاج وعين الذهب والفضة ونحوها فليس من جنس الأرض..... (إلى قوله) ولا يجوز بالرماد والعنبر اهـ (عالمگیری: ج ۱ ص ۱۴) فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۱۲۶/۲) ☆

(۱) ويجوز التيمم عند أبي حنيفة ومحمد بكل ما كان من جنس الأرض كالتراب والرمل والحجر والجص والنورة والكحل والزربخ الخ ثم لا يشترط أن يكون عليه غبار. (الهداية، باب التيمم، ۱۵/۱، ظهير)
 (۲) وكذا يجوز بالغبار مع القدرة على الصعيد عند أبي حنيفة ومحمد لأنه تراب رقيق. (هداية: ۱۵/۱) ولأن الحنطة أو الشيء الذي لا يجوز عليه التيمم إذا عليه الغبار فضررب يده عليه وتيمم ينظر إن كان يستبين أثره بمدّه عليه جاز وإلا فلا. (رد المحتار، باب التيمم، ۲۲۶/۱، بظهير)

عن الشعبي قال: يتيمم بالكأ والجبل يعني ما يقع على الجبل من التراب (مصنف عبد الرزاق، باب الذي لا يجد تراباً يتيمم بغيره، ج ۱ ص ۱۶۹، نمبر ۸۳۷/ مصنف ابن ابی شبيبہ، باب ما يجوزى الرجل في تيممه، ج ۱ ص ۱۸، نمبر ۷۶/ ۱۷)
 جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں جیسے لکڑی، سونا، چاندی، کپڑا، لوہا، تانبا، پلاسٹک، نمک، موٹی، شیشہ، عہر، کافور، مسک، لکڑی و لوہے وغیرہ کے برادے اور جملہ پھل و اناج وغیرہ ان پر تیمم جائز نہیں۔ البتہ اگر ان پر گرد و غبار ہو تو ان پر اس غبار کی وجہ سے مسح جائز ہے۔ سونا چاندی وغیرہ میں اگر خام مٹی ملی ہوئی ہو تو ان پر تیمم جائز ہے۔ (رد المحتار: ۲۴۴/۱) (طہارت کے احکام و مسائل، ۱۷۹، ۱۸۰، انیس)

☆ **راکھ پر تیمم کرنے کا حکم:**

سوال: راکھ پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

تیمم کیلئے جنس الارض ہونا ضروری ہے، فقہاء کرامؒ نے جنس الارض کی پہچان کے بارے میں فرمایا ہے کہ جنس الارض ہر وہ شے ہے جو جلانے سے نہ راکھ بنے اور نہ پگھل جائے، چونکہ راکھ اس شے سے بنتی ہے جو جل کر راکھ بن جاتی ہے جس پر جنس الارض کی تعریف صادق نہیں آتی، اس لئے طہارت کے باوجود اس سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

قال العلامة أبوبكر الكاساني: "جنس الأرض: فكل ما يحترق بالنار فيصير رماداً كالخطب والحشيش ونحوهما أو ما ينطبع ويلين كالحديد والصفرو النحاس والزجاج وعين الذهب والفضة ونحوها فليس من الأرض وما كان بخلاف ذلك فهو من جنسها". (بدائع الصنائع، فصل في بيان ما يتيمم به: ج ۱ ص ۵۳) (وفى الهدية مثله، الباب الرابع فى التيمم، الفصل الأول: ج ۱ ص ۲۶) (فتاویٰ تھانی جلد دوم صفحہ ۶۱)

بس کی دیوار وغیرہ پر تیمم کرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص بس میں سفر کر رہا ہے اور نماز کا وقت ہو گیا بس میں وضو کا انتظام نہیں ہے اور نہ بس رکتی ہے تو یہ شخص بس کی دیوار پر تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

بس کی دیوار وغیرہ پر اگر غبار ہے تو تیمم کر سکتا ہے ورنہ نہیں کر سکتا ہے۔
ہدایہ میں ہے:

ويجوز التيمم عند أبي حنيفة ومحمد بكل ما كان من جنس الأرض من التراب الرمل والحجر والجص... وكذا يجوز بالغبار. (الهداية: ۱/۵۱، باب التيمم)
جدید فقہی مسائل میں ہے:

”ٹرین بس وغیرہ کی دیوار عموماً لوہے یا لکڑی یا پلاسٹک کی ہوتی ہیں ان پر تیمم کرنا درست نہیں ہے، البتہ عموماً سفر کے دوران ان پر گرد و غبار جم جاتا ہے اور امام ابو حنیفہ کے یہاں گرد و غبار پر بھی تیمم کیا جاسکتا ہے۔ (جدید فقہی مسائل: ۱/۹۸) (۱) واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا، جلد اول، ص ۵۷)

گدّ ایا تکیہ پر تیمم کا حکم:

سوال: ایک شخص صاحبِ فراش ہے اور ڈاکٹروں نے اس کو پانی کے استعمال سے منع کیا ہوا ہے، کیا وہ گدّ ایا تکیہ پر تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسا صاحبِ فراش جس کو ڈاکٹروں نے پانی کے استعمال سے منع کیا ہو اس کے لئے گدّ اور تکیہ پر تیمم کرنا جائز ہے

(۱) اگر گرد و غبار کسی چیز پر ہو جیسے گاڑی، بس، ہوائی جہاز، ٹرین یا خود اپنا بدن یا کسی حلال جانور کے جسم پر ہو تو ان سے تیمم جائز ہے۔ تکیہ، گدّا وغیرہ پر اگر گرد اتنی ہو کہ ہاتھ مارنے سے اڑے تو ان پر تیمم جائز ہے۔ راکھ سے تیمم جائز نہیں۔ الا یہ کہ وہ راکھ پتھر یا مٹی کی ہو۔ (رد المحتار: ۱/۲۴۰)
گھاس وغیرہ پر اگر گرد و غبار ہو تو اس پر تیمم کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر گرد و غبار اڑ کر منہ اور ہاتھوں پر پڑ جائے اور ہاتھ سے مل لے تو تیمم جائز ہوگا۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۱۸، انیس الرحمن)

قال إبراهيم الحلبي: "ولا يجوز عندنا بما ليس من جنس الأرض وهو ما يلبس بالنار أو يترمد كالذهب والفضة والحديد والرمصاص والصفرو النحاس ونحوها مما ينطبع ويلين بالنار أو كالحنطة وسائر الحبوب والأطعمة من الفواكه وغيرها وأنواع النبات مما يترمد بالنار إذا لم يكن عليها غبار وإن كان على هذه الأشياء المذكورة غبار يجوز التيمم بغبار عند أبي حنيفة" الخ. (كبرى، باب التيمم: ج ۶، ص ۷۷، انيس)

جبکہ اس پر غبار ہو، جیسا کہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

والصحيح قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وصورة التيمم بالغبار أن يضرب بيده ثوباً أو لبدًا أو وسادةً أو ما أشبهها من الأعيان الطاهرة التي عليها غبار فإذا وقع الغبار على يده تيمم، آه (تاتارخانية، باب التيمم: ج ۱ ص ۲۴۰) (۱) (فتاویٰ حقانیہ، جلد دوم، صفحہ ۶۱۰)

تیمم کے وقت کپڑے کی نجاست کو دور کرنے کا حکم:

سوال: زید کے پاس ایک ہی کپڑا پاک تھا وہ بھی ناپاکی سے مل کر ناپاک ہو گیا تو کیا تیمم کے باوجود اس ناپاک کپڑے کو جس قدر نجاست لگی ہے دھو کر پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: _____ حامداً ومصلياً

ناپاک کپڑے کو جس قدر نجاست لگی ہو اس کا دھونا ضروری ہے، چاہے غسل سے نماز پڑھی جائے یا تیمم سے، تیمم کی وجہ سے اس کے حکم میں فرق نہیں آیا۔ (۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۹/۵) ☆

بیمار کو نجاست لگی ہو اور پانی نقصان کرے تو وہ طہارت کیسے حاصل کرے گا:

سوال: بیمار آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہے پانی نقصان کرتا ہے تو کس طرح طہارت حاصل کرے؟

- (۱) قال إبراهيم الحلبي: "ولا يجوز عندنا بما ليس من جنس الأرض وهو ما يلين بالنار أو يترمد كالذهب والفضة... الخ. (كبيرى، باب التيمم: ج ۱ ص ۷۶، ومثله في مجموعة الفتاوى، كتاب الطهارة: (ج ۱ ص ۱۷۸)
- (۲) تطهير النجاسة واجب من بدن المصلى وثوبه ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر. (الهداية: ۱/۱، باب الأنجاس وتطهيرها، شركة علمية، وكذا في خلاصة الفتاوى: ۳۶/۱، الفصل الثامن في النجاسة. كذا في النهر الفائق: ۱۳۲/۱، باب الأنجاس، رشيدية)

☆ اگر پانی نقصان کرتا ہو تو نجاست حقیقیہ کے دھوئے بغیر صرف تیمم کرنا:

سوال: ایک شخص وجع مفاصل کی بیماری میں مبتلا ہے اور اس کو پانی نقصان کرتا ہے۔ اگر اس کو احتلام ہو جائے تو وہ بلا دھوئے نجاست حقیقیہ کے تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (المستفتی مولوی عبدالرؤف خان، جگن پور)

الجواب: _____

نجاست لگی رہے تو نماز نہیں ہوگی، نجاست زائل کرنا ضروری ہے۔ (تطهير النجاسة واجب من بدن المصلى وثوبه ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر. (الهداية: ۱/۱، باب الأنجاس وتطهيرها، انيس)

محمد کفایت اللہ کان اللہ (کفایت المفتی: ۲۷۲/۲)

الجواب

بدن پر نجاست ہو تو اس کو دھو لے بعد میں تیمم کرے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۴۲/۱) ☆

جنبی کا تیمم کر کے تلاوت اور نماز پڑھنا:

سوال: ایک شخص ماسٹری کرتا ہے اور دینی تعلیم وغیرہ بھی اس کے ساتھ ساتھ رکھتا ہے، تو وہ بحالت جنابت کلام پاک تعلیم دے سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور احتیاطاً صبح کو غسل نہیں کرتا ہے دوپہر کو غسل کرتا ہے، فجر کی قضا ظہر کے وقت میں پڑھتا ہے۔ غسل جنابت کے بجائے تیمم کر کے قرآن چھونا اور پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ اگر غسل کر کے صبح کی نماز یا تلاوت قرآن کرتا ہے تو بیمار ہونے کا غالب گمان ہے، جبکہ کلام پاک میں موجود ہے:

”لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ“

دوسری جگہ:

”فَتَيْمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا“۔ بھی موجود ہے۔

سائل کی مراد ہے کہ جنابت کے دفع کے لئے تیمم کر کے نماز اور قرآن پاک پڑھے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب _____ وباللہ التوفیق

اگر آپ کو بار بار کے تجربہ سے، یا مسلمان دیندار حافظ طیب کی تشخیص و قول کے مطابق، غسل کے نقصان کرنے کا

(۱) وكذا يطهر محل نجاسة الخ مرئية الخ بقلعها أي بزوال عينها الخ ويطهر محل غيرها أي غير مرئية بغلبة ظن غاسل الخ. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب الأنجاس: ۳۰۲/۱)
(أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم الخ (تيمم). (الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۲۱۵/۱، ظفر)

☆ تیمم سے بدن پر لگی نجاست پاک نہیں ہوتی:

سوال: اگر غسل کرنے سے معذوری ہو تو کیا وقت کی تنگی یا بغیر تنگی کے بدن پر جہاں نجاست لگی ہو دھونا ضروری ہے یا تیمم سے یہ جگہ بھی پاک ہو جائے گی؟

الجواب _____ حامداً ومصلياً

اگر عذر شرعی کی بنا پر تیمم کیا ہے، تو اس سے جو نجاست بدن پر لگی ہوئی ہے، وہ پاک نہیں ہوتی، اس کو مستقلاً پاک کرنا ضروری ہے۔ (تطهير النجاسة واجب من بدن المصلي..... ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر. (الهداية: ۱/۱، باب الأنجاس، مكتبة شركة علمية، الحلبي الكبير: ص ۱۷۷، باب الأنجاس، سهيل اكيڊمي، لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۶/۱۵ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۶/۱۶ھ
الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۸۷/۶/۱۸ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۰/۵)

ظن غالب ہو، تو غسل کے لئے تیمم کر کے تمام نمازیں اور تلاوت سب پڑھیں اور کریں، اگر وضو میں نقصان کرتا ہو تو اس کے لئے بھی تیمم کر لیا کریں مگر نماز قضا ہرگز، ہونے نہ دیں۔

اور جس تیمم سے نماز پڑھ سکتے ہیں اس سے تلاوت بھی کر سکتے ہیں۔ تلاوت کے لئے علیحدہ تیمم کی ضرورت نہیں ہے۔ (۱)

البتہ محض تلاوت کے لئے یا ذکر اذکار کے لئے تیمم کرے تو اس تیمم سے نماز نہ ہوگی، نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ تو فقہ کی کتابوں میں عام طور سے لکھا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۱۴/۹/۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔ (منتخب نظام الفتاویٰ: ۱۵۱/۱۵۲)

نماز جنازہ اور سنت مؤکدہ کے لئے تیمم:

سوال: اگر نماز جنازہ تیار ہو اور وضو کرنے لگے، تو نماز ختم ہو جانے کا خطرہ ہو، اس صورت میں تیمم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی عبادت کے فوت ہونے کا خطرہ ہو اور اس کی قضا بھی نہ ہو، تو پانی موجود ہونے کے باوجود اس کے لئے تیمم جائز ہے، اس لئے اگر نماز جنازہ کی آخری تکبیر سے قبل شرکت کی امید ہو تو تیمم جائز نہیں، ورنہ تیمم کر کے شریک ہو سکتا ہے۔ (۲)

(۱) لو كان يجرد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه ويعرف ذلك الخوف إما بغلبة الظن عن أمانة أو التجربة أو إخبار طبيب حاذق مسلم. (فتاویٰ ہندیہ: ۲۸/۱، رشیدیہ، پاکستان)

--- لو تیمم الجنب یرید بہ الوضوء جاز. لو تیمم لقراءة القرآن عن ظهر القلب أو عن المصحف أو لزيارة القبور أو لدفن الميت أو للأذان أو للإقامة أو لدخول المسجد أو لخروجه، الخ. (فتاویٰ ہندیہ: ۲۶/۱، رشیدیہ، پاکستان، مرتب)

(۲) مندرجہ ذیل عبادتوں کے لیے پانی قریب ہونے کے باوجود تیمم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ جب نماز جنازہ کھڑی ہو اور کسی شخص کو وضو نہ ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ اگر وہ وضو کرنے کے لیے جائے گا تو نماز چھوٹ جائے گی، تو اس کے لیے تیمم کر کے جنازہ میں شریک ہونا جائز ہے، البتہ اگر نماز جنازہ کی بعض تکبیرات ملنے کا گمان ہو تو پھر تیمم سے نماز جائز نہیں، وضو ضروری ہے اس لیے کہ اس صورت میں اس کے لیے باقی تکبیرات کو پورا کرنا ممکن ہے۔

۲۔ اگر تیمم کر کے اس نے ایک جنازہ کی نماز ادا کی اور پھر دوسرا جنازہ آگیا اور وضو کی مہلت نہ ملی تو اس تیمم سے دوسری نماز بھی پڑھے گا، اور اگر پہلی نماز کے بعد وضو کے لیے وقت تھا مگر پھر بھی نہ کیا تو پہلا تیمم ٹوٹ گیا، اب اگر اس دوسرے جنازہ کی نماز کے لیے وضو کی گنجائش نہیں ہے، تو دوبارہ تیمم کر کے نماز پڑھے گا۔ (رد المحتار: ۲۴۱/۱-۲۴۲)

نماز عید کا بھی یہی حکم ہے کہ فراغ امام کا خوف ہو تو تیمم کر کے شریک ہو جائے، اسی طرح چونکہ سنن مؤکدہ کی قضا نہیں، لہذا ان کے فوت ہونے کا خوف ہو تو بھی پانی ہونے کے باوجود تیمم کر کے سنتیں پڑھ لے۔

قال فی شرح التنویر: (و) جاز (لخوف فوت صلاة جنازة) أى کل تکبیر اتھا ... (أو) فوت (عید) بفراغ إمام أو زوال شمس (إلى قوله) لأن المناطق خوف الفوت لا إلى بدل، فجاز لكسوف وسنن رواتب. (الدر المختار متن رد المحتار، باب التیمم: ج ۱/۲۴۱، ۲۴۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ / ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ (حسن الفتاویٰ: ۵۹/۲) ☆

== ۳۔ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز تیار ہو اور قریب میں پانی نہ ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر وضو کے لیے جائے گا تو نماز چھوٹ جائے گی، تو تیمم کر کے نماز میں شریک ہوگا۔ (رد المحتار: ۲۴۱/۱: ۲۴۲)

۴۔ اگر عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز آخری وقت (استواء شمس) ہو رہا ہو امام بے وضو ہو اور بالکل قریب میں پانی نہ ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ عید گاہ سے اگر وضو کے لیے جائے گا تو زوال شمس ہو جائے گا، تو اس صورت میں تیمم کر کے نماز ادا کرے گا، (لیکن واضح ہو کہ اس زمانہ میں ہر جگہ بالکل قریب میں پانی ہوتا ہے اس لیے تیمم جائز نہ ہوگا، جہاں قریب میں پانی نہ ہو وہاں جائز ہوگا)۔ (رد المحتار: ۲۴۱/۱: ۲۴۲)

۵۔ اسی طرح وہ تمام سنن مؤکدہ جو نماز ظہر و مغرب و عشاء اور جمعہ کے بعد ہیں اگر ان کو ادا نہ کی اور وضو جاتا رہا اور وقت اس قدر تنگ ہو کہ اگر وضو کے لیے جائے گا تو وقت ختم ہو جائے گا، تو ان کو تیمم کر کے ادا کرے گا۔ (رد المحتار: ۲۴۱/۱: ۲۴۲)

۶۔ اسی طرح اگر کسوف کی نماز کھڑی ہو اور کسی کو وضو نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ وضو کے لیے جائے گا تو نماز چھوٹ جائے گی، تو اس کے لیے تیمم کر کے شریک ہونا جائز ہے۔ یا کسوف و خسوف کی نماز کا وقت ختم ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے ادا کرے گا۔ (رد المحتار: ۲۴۱/۱: ۲۴۲) (طہارت کے احکام و مسائل - انیس)

عن ابن عباس قال: إذا خفت أن تفوتك الجنازة وأنت على غير وضوء فتيمم وصل. (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الجنائز، في الرجل يخاف أن تفوته الصلوة على الجنازة وهو غير متوضئ ۴، ۲ / ص ۴۹۷، نمبر ۱۱۴۶۷، انیس)

☆ نماز جنازہ کے لیے تیمم:

سوال: پانی کی موجودگی میں اگر جنازہ فوت ہونے کا خطرہ ہو تو تیمم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ہر وہ نماز جس کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی تلائی بصورت قضا ممکن نہ ہو اور اس کے فوت ہونے کا خطرہ ہو، تو اس مجبوری کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لیے تیمم کرنا مرخص ہے، لہذا نماز جنازہ فوت ہونے کے خدشہ کی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے، (عن ابن عباس قال: إذا خفت أن تفوتك الجنازة وأنت على غير وضوء فتيمم وصل. (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الجنائز، في الرجل يخاف أن تفوته الصلوة على الجنازة وهو غير متوضئ ۴، جلد ثانی: ص ۴۹۷، نمبر ۱۱۴۶۷ - انیس)

تاہم ولی میت اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے۔

قال الحصكفي: (و) جاز (لخوف فوت صلاة جنازة) أى کل تکبیر اتھا و لو جنباً (أو) فوت (عید) بفراغ إمام أو زوال شمس. قال ابن عابدين: (قوله و جاز لخوف فوت صلاة جنازة) أى لو كان الماء قريباً (قوله أى کل تکبیر اتھا) فبان كان ير جو أن يدرک البعض لا تیمم لأنه يمكنه أداء الباقي وحده. بحر عن البدائع والقيّة. (الدر المختار مع رد المحتار، باب التیمم: ۲۴۱/۱، ۲۴۲)

جلدی میں تیمم سے نماز جنازہ پڑھی، کیا اس سے نماز وقتی بھی پڑھ سکتا ہے:

سوال: زید بوجہ جلدی کے تیمم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو گیا تھا۔ بعدہ فرض نماز بھی اسی تیمم سے پڑھ سکتا ہے یا باقاعدہ وضو کرنا پڑے گا؟

الجواب

اس تیمم سے نماز فرض وقتیہ نہیں پڑھ سکتا۔ وضو کر کے نماز وقتیہ پڑھنی چاہئے۔ ہکذا فی کتب الفقہ (۱) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۳۵)

تلاوت قرآن کے لئے تیمم جائز ہے:

سوال: کیا تلاوت قرآن مجید کے لیے بلاعذر تیمم جائز ہے؟

الجواب

تلاوت کے لیے طہارت شرط نہیں، ہر وہ عبادت جس کے لیے طہارت شرط نہ ہو، تو اس کی ادائیگی بلا وضو بھی جائز ہے، تاہم اس کے لیے تیمم کرنا مستحب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صرف سلام کے جواب کے لیے تیمم فرمایا تھا۔

قال محمد عبد الحی: یتیمم لذكر الله ولكل خير ولو السلام، قال ابن عمر: مر رجل من المهاجرين على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يبول فسلم عليه ولم يرد عليه حتى كاد الرجل يتوارى عنه ثم تیمم فرد السلام، وقال: لم يمعنى أن أرد عليك السلام إلا أنى لم أكن على طهر، ففي هذا الحديث دلالة على كراهة الكلام وعدم استحباب السلام ورده في هذا المقام وعلى أنه يستحب أن يكون ذكر الله على الوضوء أو التيمم لأن السلام اسم من أسماء الله تعالى كذا في المصابيح، ونحوه أى يتيمم أيضاً لمثل ذلك المذكور كمس المصحف و

== (قال في الهندية: ويجوز التيمم إذا حضرته جنازة والولى غيره فخاف إن اشتغل بالطهارة أن تفوته الصلوة ولا يجوز للولى وهو الصحيح هكذا في الهداية). (الهندية، الفصل الثالث في المتفرقات: ۱/۳۱، ومثله في مختصر القدورى: ۱۵، باب التيمم). (فتاویٰ حقانیہ: ۲/۵۵۱)

(۱) (و) جاز (أى التيمم) (لخوف فوت صلاة جنازة الخ وإن لم تجز الصلاة به، قال في البحر: وكذا لكل ما لا تشترط له الطهارة) (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۳۳ و ۲۳۴، ظفر)

عن عبد الرحمن بن القاسم في الرجل يحدث في العيد ويخاف الفوت قال: يتيمم ويصلى إذا خاف. (مصنف ابن أبى شيبة، باب في من يحدث يوم العيد ما يصنع، ج ثانی، ص ۱۰، نمبر ۵۸۶۸، انیس)

قراءة القرآن عنه أو عن ظهر القلب وزيارة القبور ودفن الميت والأذان والإقامة والدخول في المسجد أو خروجه ولوعند وجود المال، صرح به في شرح النقاية نقلاً من المبسوط. (السعاية، باب التيمم: ۵۳۲/۱) (۱) (فتاویٰ حنفیہ: ۵۵۱۲/۵۵۲)

تلاوت کے تیمم سے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: ایک مریض کے لئے پانی مضر ہے اس نے قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تیمم کیا، تو اس تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملهم الصواب

قاعدہ یہ ہے کہ اگر ایسی عبادت کے لئے تیمم کیا جو خود مقصود بالذات ہو اور اس کے لئے طہارت بھی ضروری ہو، تو اس تیمم سے نماز صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں، مذکورہ بالا دونوں شرطیں پائی جائیں تو اس سے نماز ہوگی اور اگر دونوں شرطیں یا دونوں میں سے ایک مفقود ہو تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

پس اگر بے وضو شخص نے زبانی تلاوت کے لئے تیمم کیا، تو اس میں دوسری شرط مفقود ہے یعنی طہارت ضروری نہیں، اور اگر قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کے لئے تیمم کیا تو پہلی شرط مفقود ہے یعنی یہ عبادت مقصودہ نہیں، اس لئے ان دونوں صورتوں میں اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا، البتہ اگر بوقت تیمم صرف تلاوت کی نیت کے بجائے طہارت کاملہ کی نیت کرے تو اس سے نماز بھی درست ہے اور اگر جب نے تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو وہ اس تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ تلاوت عبادت مقصودہ ہے اور اس کے لئے جنابت سے طہارت بھی شرط ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله لم تجز الصلوة به) أى لفقد الشرط وهو أمران: كون المنوى عبادة مقصودة، وكونها لا تحل إلا بالطهارة. أما في دخول المسجد ففي المحدث فقد الأمران، وفي الجنب فقد الأول، وأما في القراءة للمحدث فلفقد الثاني، ولا يراد الجنب هنا لما تقدم قريباً من قوله أو جنباً فكالثاني: أى فتجوز الصلاة به. وأما المس مطلقاً فلفقد الأول. (رد المحتار، باب التيمم: ۲۲۶/۱) فقط والله تعالى أعلم

۲۵/ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ (حسن الفتاویٰ: ۶۰۵۹/۲)

(۱) زبانی تلاوت کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔

قال العلامة محمد يوسف البنوري: ويجوز التيمم مع وجود الماء لما ليس الطهور شرطاً في فعله وحله كدخول المسجد للمحدث وكذا النوم أو قراءة القرآن على ظهر القلب، الخ. (معارف السنن: ۱/۴۹۷، بيان مسألة جواز التيمم مع وجود الماء لما لم يكن الطهور شرطاً له)

پانی ہوتے ہوئے قرآن چھونے کے لئے تیمم درست ہے یا نہیں:
سوال: مس مصحف کے لئے عند وجود الماء تیمم درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست نہیں ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۶۰)

مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم:

سوال: زید مسجد میں سو رہا تھا اس کو احتلام ہو گیا، نکلتے وقت اس کو تیمم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟
(عبدالرزاق جالندھری، مقیم حجرہ نامہ)

الجواب _____ حامداً و مصلياً

مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم ضروری نہیں ہے۔ (۲)

البتہ کسی عارض کی وجہ سے اس وقت نکلنا دشوار ہو تو تیمم ضروری ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمد وغفرلہ، ۱۹/۱۱/۵۳ھ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۲/ذیقعدہ ۵۳ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۸۲-۱۸۳)

(۱) قلت: وفي المنية وشرحها: تیممه لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء ليس بشيء بل هو عدم لأنه ليس لعبادة يخاف فوتها، الخ لما مر من الضابط أنه يجوز لكل ما لا تشترط الطهارة له ولو مع وجود الماء، وأما ما تشترط له فيشترط فقد الماء كتييم لمس مصحف فلا يجوز لواجد الماء الخ. (الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۲۵، ظفیر)

(۲) کر۔ تو بہتر ہے، انیس۔

(۳) مستحب تیمم:

مندرجہ ذیل عبادتوں کے لیے پانی کی موجودگی میں بھی تیمم کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ ان کے لیے طہارت شرط نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔ جیسے:

۱۔ سلام کرنا یا اس کا جواب دینا۔

۲۔ مسجد میں داخل ہونا۔

۳۔ قبروں کی زیارت کرنا۔

۴۔ میت کی تدفین۔

۵۔ اذان و اقامت۔

۶۔ مریض کی عیادت۔

۷۔ زبانی قرآن کی تلاوت۔

ہر نماز کے وقت غسل کے لئے تیمم کرنا:

سوال: اگر غسل واجب ہونے کی صورت میں عذر شرعی کی وجہ سے تیمم کر لیا تو کیا ہر نماز کے لئے مستقل تیمم کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب

اس کا یہ تیمم کافی ہوگا، جب تک کہ موجب غسل کوئی امر پیش نہ آئے اور ہر نماز کے وقت ضرورت نہیں ہے۔ (۱)
(مجموع فتاویٰ عبدالحی ص ۱۹۳)

نواقض وضو، تیمم جنابت کے لئے ناقض نہیں:

سوال: اگر جنبی بعد شرعی تیمم جنابت کرے تو وہ نواقض وضو سے ٹوٹ جاوے گا یا نہیں؟

الجواب

جنبی نے اگر بعد شرعی تیمم کیا تو اس عذر کے ختم پر وہ تیمم بھی زائل ہو جائے گا، مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو اگر پانی مل گیا اور قدرت ہو گئی تو تیمم جنابت کا ٹوٹ جاوے گا، یا اگر مرض کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو جس وقت وہ مرض زائل ہو جاوے گا تیمم ٹوٹ جاوے گا، یا اگر کوئی امر موجب غسل پایا جاوے گا تو تیمم ٹوٹ جاوے گا اور نواقض وضو سے قطعاً وہ تیمم نہ ٹوٹے گا، مثلاً اس نے مرض کی وجہ سے تیمم جنابت کیا یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا، اور پھر حدث جو موجب وضو ہے اس کو پیش آیا تو اس سے تیمم جنابت کا نہ ٹوٹے گا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۵۸/۱ و ۲۵۹)

== ۸۔ سونے سے پہلے، وغیرہ۔ (ردالمحتار: ۲۳۱/۱-۲۳۲)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، انیس)

ولو احتلم فيه، (أى المسجد) إن خرج مسرعاً تیمم ندباً، وإن مكث لخوف فوجوباً، ولا یصلی ولا یقرأ. (الدر المختار: ۲/۱، سعید)

وفى الشامى: "أقول: والظاهر أن هذا فى الخروج، أما فى الدخول فىجب الخ ثم رأيت فى الحلية عن المحيط مایؤیدہ حیث قال: ولو أصابته جنابة فى المسجد، قيل: لا یباح له الخروج من غیر تیمم اعتباراً بالدخول، وقیل: یباح الخ فجعل الخلاف فى الخروج دون الدخول، والوجه فيه ظاهر لا یخفى على الماهر الخ". (ردالمحتار: ۲/۱، قبیل مطلب یطلق الدعاء على ما یشمل الثناء، سعید. وكذا فى الفتاوى العالمگیرية: ۲۶۱/۱، الفصل الأول ما لا بد منها للتیمم)

(۱) ویصلی تیمم ما شاء من الفرائض والنوافل. (الهدایة، باب التیمم: ۵۵/۱)

ہاں البتہ اگر کوئی ناقض وضو پیش آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور غسل کا تیمم باقی رہے گا، دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں۔ انیس

(۲) وناقضه ناقض الأصل) ولو غسلاً، فلو تیمم للجنابة ثم أحدث صار محدثاً لا جنبا الخ (وقدرة ماء) (کاف لطهره) (فضل عن حاجته) ... الخ. (الدر المختار علی رد المحتار، باب التیمم: ۲۳۴/۱، ظفیر)

==

جنابت کے تیمم پر، وضو ٹوٹ جانے کا کوئی اثر نہیں پڑتا:

سوال: جنبی اگر کسی عذر کی وجہ سے تیمم کرے اور اس کے بعد وضو ٹوٹ جائے لیکن تاہنوز غسل پر قادر نہیں تو کیا وضو کے ساتھ ساتھ جنابت کے لیے دوبارہ تیمم کی ضرورت ہوگی یا وہ ایک تیمم کافی ہے؟

الجواب

جب تک عذر باقی ہو تو جنابت کے لیے یہ ایک تیمم کافی ہے، موجب غسل اگر دوبارہ متحقق نہ ہو تو قدرت علی الماء تک جنابت کے لیے دوبارہ تیمم کی ضرورت نہیں، البتہ نواقض وضو کی موجودگی میں وضو باقاعدہ کرنا پڑے گا، تاہم اگر دوبارہ احتلام ہو جائے یا جماع کرے تو پھر دوبارہ تیمم ضروری ہوگا۔

== نواقض تیمم:

نواقض تیمم سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ کرنا ہوتا ہے اس سلسلہ میں دو امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔
۱..... (الف) اول یہ کہ وضو جن امور (جیسے حدث کا لاحق ہونا، خون وغیرہ بہہ نکلنا) سے ٹوٹ جاتا ہے اگر وہ تیمم کرنے والے کو پیش آجائیں تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(ب) اسی طرح اگر تیمم غسل کے بدلے کیا ہے تو جو چیزیں غسل کو واجب کرتی ہیں جیسے جنابت حیض و نفاس اگر تیمم کرنے والے کو پیش آجائیں تو اس کا تیمم باطل ہو جائے گا، پھر طہارت کے لیے غسل کی جگہ تیمم کیا جائے گا۔
(ج) اگر غسل اور وضو دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا تھا اور وضو توڑنے والی کوئی چیز پیش آجائے تو وہ تیمم وضو کے حق میں ٹوٹ جائے گا اور غسل کے حق میں باقی رہے گا جب تک غسل واجب کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے۔

۲..... دوسرے یہ کہ اگر تیمم کسی عذر کی وجہ سے کیا تھا اور وہ عذر ختم ہو گیا تو اس کے زائل ہوتے ہی تیمم باطل ہو جاتا ہے گرچہ اس کے بعد ہی فوراً دوسرا عذر پیدا ہو جائے۔

۳..... اور تیسری چیز پانی کے استعمال پر قدرت کا ہونا۔

جیسے پانی کی غیر موجودگی میں تیمم کیا تھا۔ پھر اسے پانی نظر آ گیا اور اس کے استعمال پر قدرت بھی اسے حاصل ہوگئی تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔
اور اگر پانی نظر آجائے مگر اس پر قدرت نہ ہو تو تیمم باطل نہ ہوگا، جیسے کوئی شخص ریل پر ہوا سے پانی کے چشمے وغیرہ دکھائی دیں تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ یا اگر کوئی شخص غسل کے بدلے تیمم کیا تھا اور کسی سواری پر سوار تھا اور راستے میں پانی ملا مگر وہ سوار تھا اسے خبر نہ ہوئی تو اس کا تیمم باطل نہ ہوگا۔
اگر کوئی شخص تیمم سے نماز پڑھ رہا ہو اسی حالت میں اسے پانی نظر آجائے تو تیمم باطل ہو جائے گا۔ (ماخوذ رد المحتار: ۱/۲۵۷-۲۵۸، فتاویٰ

تاتاریخانیہ: ۲۵۸-۲۵۹)

اگر نماز کی حالت میں بعض مقتدیوں نے پانی دیکھا اور امام نے نہ دیکھا اور اسی حالت میں نماز پوری کر لیا تو جس نے پانی دیکھا تھا اس کی نماز فاسد ہوگئی وہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے گا، باقی لوگوں کی نماز ہوگئی۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱/۲۵۵-۲۵۹)

اگر چند تیمم کرنے والے جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہوں اور کسی نے ایک جگہ پانی لا کر رکھ دیا اور بولا کہ جو چاہے وضو کر لے تو سب کی نماز فاسد ہوگئی۔ ایسی صورت میں امام کو چاہیے کہ اس سے وضو کر لے اور دوبارہ نماز پڑھائے۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱/۲۵۵-۲۵۹) (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲)

قال إبراهيم الحلبي: وإن كان الماء يكفى للوضوء ولا يكفى للمعة يتوضأ به ولا ينتقض تیمم الجنابة لأن الماء في حق المعة كالمعدوم لعدم كفايته لها. (۱) (کبیری، باب التیمم: ص ۸۶)
(فتاویٰ حقانیہ: ج ۲ ص ۵۵۲ و ۵۵۳)

ٹھنڈک کی وجہ سے تیمم:

سوال: کسی کو غسل کی ضرورت ہو جائے اور سردی کی وجہ سے غسل نہ کر سکے، تو تیمم کر کے قرآن پاک کو بغیر ہاتھ لگائے بچوں کو بتانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

محض سردی کے سبب غسل کی ضرورت ہونے پر تیمم کر لینا درست نہیں ہے، اس سے طہارت حاصل نہیں ہوگی، ہاں اگر غسل کرنے سے بیماری کا خطرہ ہو تو تیمم جائز ہے۔ اس سے نماز بھی درست ہے اور قرآن کا پڑھنا پڑھانا بھی جائز و درست ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمد عثمان غنی۔ ۸/۷۔ ۱۳۷۱ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ ۷۴)

مرض کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھنا:

سوال: کوئی شخص نجاست غلیظہ میں گرفتار، علالت کی وجہ سے غسل نہیں کر سکتا ہو تو وہ جماعت سے نماز کیسے پڑھے؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

غسل نہ کر سکتا ہو تو بغیر غسل کئے ہوئے نجاست غلیظہ کو دھو کر وضو کر کے نماز پڑھے۔
جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہو تو جماعت سے پڑھے، اور غسل کرنا واجب ہو گیا ہو اور غسل نہ کر سکتا ہو تو نجاست دھو کر غسل کی نیت سے تیمم کر کے نماز پڑھے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالصمد رحمانی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ ۸۲)

(۱) قال فی الهندیة: لو كان مع الجنب ما يكفى للوضوء يتيمم ولا يجب التوضوء به إلا إذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء. (الفتاوى الهندية، الفصل الثالث في المتفرقات: ۳۰/۱)
(۲-۳) اس لئے کہ ایسی ٹھنڈک میں تیمم جائز ہے، جس میں پانی کا استعمال ہلاک کر دینے والا یا بیمار بنا دینے والا ہو، محض ٹھنڈک کا احساس جواز تیمم کے لئے کافی نہیں ہے۔ مجاہد

”(من عجز)..... (عن استعمال الماء)..... (لبعدہ)..... (میلاً)..... (أو برد) يهلك الجنب أو يمرضه..... (تیمم). (الدر المختار علی رد المحتار، باب التیمم: ۴۰۱/۳۹۵)

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ،
قُلْ هُوَ أَذًى، فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي
الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ﴾
(سورة البقرة: ٢٢٢)

اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا، کہہ دے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے
حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہوویں۔

مسائل حیض

سن بلوغ کی حد:

سوال: لڑکی کے بلوغ کی حد کیا ہے اور اس کی عمر کتنی ہوگی؟

هوالمصوب

لڑکی کے بلوغ کی حد حیض آنا یا حاملہ ہو جانا ہے، اگر یہ آثار نہ ہوں تو پندرہ سال بلوغ کی عمر ہے۔ (۱)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۳۸/۱) ☆

لڑکی کے شرعی بالغ ہونے کا قطعی معیار:

سوال: (۱) لڑکی کے شرعی بالغ ہونے کا قطعی معیار اور یقینی پہچان کیا ہے؟

(۲) کیا صرف موئے زیر ناف کا ظاہر ہونا لڑکی کے شرعی بالغ ہونے کا کافی ثبوت ہے؟

(۳) اگر حیض کا آنا بالغ ہونے کی دلیل ہو تو شبہ یہ ہے کہ بعض لڑکیوں کو محض آٹھ نو برس کے سن میں جبکہ نہ موئے

زیر ناف کا پتہ ہوتا ہے نہ کسی اور علامت کا، مگر حیض کا آنا شروع ہو جاتا ہے، پھر کیا ایسی لڑکیوں کو ہم بالغ کہیں گے؟

(۴) یہ ظاہر ہے کہ بالغ لڑکیوں کو اپنے نکاح میں اختیار ہے اور ان کی رضامندی کے بغیر نکاح درست نہیں

ہوتا تو معاملہ نکاح میں لڑکی کے بالغ یا نابالغ ہونے کی پہچان کیا ہے؟

(۵) خون حیض آنے کے بعد لڑکی باکرہ کہلائے گی یا نہیں؟

(۶) مراہق اور مراہقہ کی پہچان کیا ہے؟

(۱) وللجارية الاحتلام والحیض والحبل..... فإن لم يوجد منها شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة

سنة، به يفتى، لقصر أعمار أهل زماننا. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۲۶/۱)

☆ لڑکی کے بالغ ہونے کی حد:

سوال: لڑکی کس عمر میں بالغ ہوتی ہے؟

الجواب

جب لڑکی کو حیض آنے لگے، یا پندرہ سال کی پوری ہو جائے، بالغ ہو جاتی ہے۔ محمد کفایت اللہ، کان اللہ لدہ، دہلی (کفایت المفتی جلد دوم ص: ۲۷۳)

- (۷) معاملات میں شہادت کے لئے بالغ ہونا شرط ہے تو اس وقت علامت بلوغ کون سی چیز قرار پائے گی؟
- (۸) لڑکوں کے بالغ ہونے کی کیا کیا علامتیں ہیں؟ (المستفتی: محمد حسین ضلع پٹنہ۔ ۲۶ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب

- (۱) حیض، احتلام، حمل، علامات بلوغ ہیں۔ یا پندرہ سال کی عمر پوری ہو جانا۔
- (۲) نہیں۔
- (۳) اگر نو سال کی عمر والی لڑکی کو باقاعدہ حیض آنے لگے تو وہ بالغہ قرار دی جائے گی۔
- (۴) باقاعدہ حیض یا پندرہ سال کی عمر پوری ہونا (احتلام یا حمل حیض کے بعد ہی واقع ہوتے ہیں)۔
- (۵) ہاں باکرہ کہلائے گی یعنی حیض آنے سے بکارت زائل نہیں ہوتی۔
- (۶) قریب البلوغ کو مراہق کہتے ہیں، لڑکیوں میں اس کی پہچان چھاتیوں کا ابھار وغیرہ ہے۔
- (۷) وہی علامتیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔
- (۸) احتلام یا انزال یا پندرہ سال کی عمر پوری ہو جانا۔
- محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی جلد دوم ص ۲۷۳)

حیض کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی:

سوال: حضرت مفتی صاحب؛ ایک مسئلہ درپیش ہے کہ حیض کی ابتدا کب، کیسے اور کس سے ہوئی جو آج تک جاری و ساری ہے، ازراہ کرم اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر تفصیلاً روشنی ڈالیں؟

الجواب

حیض ایک مرض ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم کو مبتلا کیا ہوا ہے، (۱) حضرت حوا رضی اللہ عنہا نے گندم یا کسی اور شے کو جو ان کے لئے ممنوع تھی کھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو اسی وجہ سے اس مرض میں مبتلا فرمایا اور آج تک ان کی اولاد میں یہ بیماری چلی آرہی ہے۔

لما قال الحصکفی: ”وسببه ابتداء ابتلاء الله لحواء لأكل الشجرة“. وفي الشامی: أى وبقي في بناتها إلى يوم القيامة، وما قيل: إنه أول ما أرسل الحيض على بنی اسرائیل فقد رده البخاری بقوله: وحديث النبی صلی اللہ علیہ وسلم أكبر، وهو مارواه عن عائشة رضي الله تعالى عنها

(۱) عائشةؓ قالت: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم لانرى إلا الحج فلما كنا بسرف حضت فدخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أبكى، فقال مالک أنفست؟ قلت: نعم، قال: هذا أمر كتبته الله عز وجل على بنات آدم فأقصى ما يقضى الحاج غير أن لا تطوفى بالبيت. (سنن النسائي، باب بدء الحيض وهل يسمى الحيض نفاساً. انيس)

قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في الحيض: هذا شيء كتبته الله على بنات آدم، قال النووي: "أى إنه عام في جميع بنات آدم". (رد المحتار: ج ۱ ص ۲۸۳، ۲۸۴، باب الحيض) (۱)

(فتاویٰ حقایق جلد دوم صفحہ: ۵۵۹)

حیض کی تکلیف پر اجر و ثواب ملے گا:

سوال: عورتیں ہر مہینے جو حیض کی وجہ سے تکلیف اٹھاتی ہیں اس تکلیف پر انہیں اجر و ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب

عورتیں حالت حیض میں جو تکلیف اٹھاتی ہیں اس پر اجر و ثواب ملے گا۔ حدیث شریف میں ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا أذى حتى الشوكة يشاكها إلا كفر الله بها من خطاياها". (رواه مسلم: ۳۱۸/۲)

ایک دوسری روایت میں ہے: "ما من مسلم یصیبہ أذى شوكة فما فوقها إلا كفر الله بها سيئاته وحطت عنه ذنوبه كما تحط الشجرة ورقها". (رواه مسلم: ۳۱۸/۲)

ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ مسلمان جو بھی تکلیف برداشت کرتا ہے اس پر بے شمار اجر و ثواب کا مستحق بن جاتا ہے خواہ وہ تکلیف حیض کی ہو یا کوئی اور تکلیف ہو۔

علاوہ ازیں حیض کا آنا خود کوئی مصیبت یا بلا کی چیز نہیں بلکہ نسل انسانی کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے یہ بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، اگرچہ اس میں کلفت ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے:

إن الله تعالى قطع حيض بنی اسرائیل عقوبة لهن ولأزواجهن لكثرة عنادهن مضت على ذلك مدة ثم إن الله تعالى رحمهم وأعاد حيض نسائهم لأن من حكم الله تعالى أنه جعل الحيض سبباً لوجود النسل ألا ترى أن المرأة إذا ارتفع حيضها لا تحمل عادة. (عمدة القاری: ۹۶/۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے لیے بنی اسرائیل کی عورتوں سے حیض اٹھالیا (سزا کے طور پر) پھر دوبارہ لوٹا دیا کیوں کہ نسل انسانی کا ذریعہ ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول ص: ۵۷۳-۵۷۴)

حیض سے پہلے جو پانی آئے اس کا کیا حکم ہے:

سوال: حیض کے خون سے پہلے جو پانی آتا ہے کیا وہ بھی حیض میں شمار ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱) قال الشيخ السيد أحمد الطحطاوى: "قوله وسببه ابتداء أى السبب فى حصوله أولاً قوله ابتداء الله لحوائه" فيه رد على من قال: إنه أول ما أرسل على بنی اسرائیل فإن الحديث دال على عمومہ لجميع بنات آدم والحديث أقوى وهو ما روى عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الحيض: هذا شيء كتبته الله تعالى على بنات آدم". (طحطاوى حاشية الدر المختار: ج ۱ ص ۱۴۶، باب الحيض)

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

اگر یہ پانی خالص سفید ہو تو وہ حیض شمار نہیں ہوگا، جبکہ اس کے علاوہ دیگر رنگوں میں آنے والا یہ پانی حیض کی تکلیف شروع ہونے کے بعد آتا ہے اور اس کا رنگ کیا ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے، اس کی وضاحت کر کے دوبارہ ای میل کر دیں تو اس پر بھی غور کیا جائے گا۔

کما فی الہندیۃ: ویوقوف کونہ حیضاً علی أمور (إلی قوله) و المختار أن مارأته إن کان دماً قویاً کان حیضاً کذا فی شرح المجمع لابن الملک (إلی قوله) (ومنها) أن یکون علی لون من الألوان الستة السواد والحمرة والصفرة والكدرۃ والخضرة و التریبة، هکذا فی النہایۃ. الخ. (۱/ ۳۶۱) واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ پاکستان سیریل نمبر: ۱۳۱۲۳)

حیض کی تعیین کے لئے درد سے آنے کی قید:

سوال: لکھا جاتا ہے کہ حیض وہ ہے جو بے درد خون آوے ایام متعادل میں، سو اگر ایام متعادل میں درد سے خون آوے وہ بھی حیض ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

یہ قید لغو ہے، درد سے کچھ بحث نہیں، درد بسبب مرض کے ہوتا ہے۔ (۱)
(بدست خاص، سوال: ۴۷) (بایات فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۳۸)

طہر کا مطلب:

سوال: تین طہر کا کیا مطلب ہے؟

هو المصوب

دو حیضوں کے درمیان کم از کم پندرہ دنوں کے زمانہ پاکی کو ایک طہر کہتے ہیں۔ (۲)
تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/ ۲۴۸)

طہر متخلل:

سوال: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت کو پہلی بار پیدائش کے بعد بیس روز تک نفاس کا خون آتا رہا، بعد

- (۱) الحيض: هو..... دم من رحم..... لا لولادة. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: ۱/ ۲۸۳، انیس الرحمن قاسمی)
- (۲) وأقل الطهر خمسة عشر يوماً ولا غاية لأكثره إلا إذا احتيج إلى نصب العادة كما إذا بلغت مستمرة الدم فيقدر حيضها بعشر أيام من كل شهر وباقيۃ، هکذا فی الہدایۃ. (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/ ۳۷)

ازاں انیس روز تک پاک رہی، پھر بیسویں روز خون آیا۔ وہ خون کیسا ہے؟ اور حیض کی عادت تک آتا رہا، حیض یا نفاس؟ نیز درمیان میں جو انیس روز پاک رہی، اس مدت میں نماز روزہ جماع وغیرہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نماز نہیں پڑھ سکتی ہے تو اس کے اوپر قضا واجب ہوگی یا نہیں اور اگر پڑھ لی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ نیز اس مدت میں جماع کرے تو کیا حکم ہے؟ اگر یہ صورت رمضان شریف میں پیش آجائے تو اس طہر والی مدت میں روزہ رکھا تو روزہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

بیس روز کے بعد جو انیس روز تک طہر رہا تو یہ طہر مختل ہے جو کہ کالدم المتوالی ہے۔ (۱)
اس میں نماز، روزہ، جماع درست نہیں، اگر اس مدت میں رمضان شریف کا روزہ رکھا ہے تو دوبارہ رکھے، اگر نماز نہیں پڑھی تو اس کی قضا لازم نہیں۔ اگر جماع کر لیا ہے تو استغفار کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۹/۵)

حیض میں اختلال ہو تو حیض کتنے دن شمار ہوگا:

سوال: ایک عورت کو ہمیشہ پانچ دن حیض آتا ہے، چند ماہ سے اختلال پیدا ہوا، کبھی ایک قطرہ ظاہر ہوا، چار روز بند رہا، پانچویں روز پھر کچھ ظاہر ہوا اور پھر بند ہوا، یا برابر ہوتا رہا، یا ایک روز ہو کر بعد سات آٹھ روز کے، پھر خون متواتر پانچ دن جاری رہا۔ اس صورت میں حیض کتنے روز شمار ہوگا؟

الجواب —————

اگر دس دن سے زیادہ تک ایسی حالت رہے تو اس کے موافق عادت قدیمہ پانچ روز حیض اور باقی ایام کو استحاضہ مصنف چاہئے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷۸/۱)

حیض کا خون بند ہو جانے کے بعد پھر نظر آئے:

سوال: ماہ واری ہر تین روز میں بند ہو جاتی ہے پاک ہونے اور ۳/۴/۵، وقت کی نماز پڑھنے کے بعد پھر ذرا خون نظر آتا ہے اور کبھی تو نظر نہیں آتا۔ اب وہ نماز جو پڑھی ہے اس کی قضا پڑھنی ہوگی؟ یا غسل دیر سے کرتی ہے تو نمازیں جاتی ہیں اس کی قضا پڑھنی ہوگی؟ مینا تو جروا۔

الجواب —————

جب کہ ہمیشہ کی عادت تین دن کی ہے، تین روز میں خون بند ہو جاتا ہے، تو خون بند ہوتے ہی غسل کر کے

(۱) الدر المختار: ۳۰۲/۱، وکذا فی التاتارخانیۃ: ۳۹۴/۱۔

(۲) فإن لم یجاوز العشرة فالطهر والدم كلاهما حیض سواء كانت مبتدأة أو معتادة وإن جاوز العشرة ففي المبتدأة حیضها عشرة أيام وفي المعتادة معروفها فی الحيض والطهر طهر. (عالمگیری کشوری: ۳۵/۱)

نماز کا وقت ہو تو نماز پڑھنا ضروری ہے نہ پڑھی گئی تو قضا لازم ہے۔ (۱) مگر احتیاط اسی میں ہے جب تک خون آنے کا احتمال ہے، شوہر سے نہ ملے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمیہ: ۱۲/۳-۱۳)

حیض کی غیر متعینہ مدت میں اکثریت کا خیال کیا جائے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کی عادت غیر متعینہ ہے کبھی خون چار روز جاری رہتا ہے اور کبھی پانچ، علیٰ ہذا آٹھ روز تک، اس عورت نے چھ روز میں بعد موقوف ہونے خون کے، غسل کیا اور نماز ظہر ادا کی، بعد نماز ظہر پھر خون ظاہر ہوا عشاء تک، پھر کچھ اثر نہ پایا، پس اس عورت کے لئے کیا حکم ہے بعد عشاء کے غسل یا قبل غسل، اپنے خاوند سے صحبت کرے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

عشاء کی نماز، دوسرا غسل کر کے پڑھے اور زوج اس کا اس کے پاس نہ جاوے، جب تک آٹھ روز تمام نہ ہو لیویں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی۔ مجموعہ کلاں، ص: ۱۳۱-۱۳۲ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۸)

خون اگر تین دن سے کم جاری ہو، تو وہ استحاضہ ہے:

سوال: معتادہ عورت نے ایک دن خون دیکھا پھر ایام عادت کے اخیر تک خون منقطع رہا، صرف خالص سفیدی دیکھتی رہی تو کیا ان ایام کو حیض شمار کیا جائے یا نہیں؟

الجواب

معتادہ کے ایک دن خون دیکھنے کے بعد وہ موقوف ہو گیا اور سوائے بیاض کے اور کوئی رنگ اس نے نہیں دیکھا اور مدت حیض کے اندر خون کا عود نہ ہوا تو وہ دم استحاضہ ہے۔ چنانچہ شرح وقایہ میں ہے:

”وأقله ثلاثة أيام ولياليها“.

اور اسی میں لکھا ہے:

”وما نقص عن أقل مدة الحيض فهو استحاضة انتهى ملخصاً“ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبد الوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ویلور: ص: ۴-۵)

- (۱) وإن انقطع... لعادتها... (لا) يحل (حتى تغتسل) أو تيمم بشرطه (أو يمضي عليها زمن يسع الغسل)... (والتحريمية) يعني من آخر وقت الصلاة لتعليقهم بوجوبها في ذمتها. (الدر المختار: ۲۹۴/۱، باب الحيض، انیس)
- (۲) فإن لدون عاداتها لم يحل و تغتسل و تصلي و تصوم احتياطاً، و في الشامية: (قوله: لم يحل) أى الوطى وإن اغتسلت، لأن العود في العادة غالب بحر (قوله تغتسل و تصلي) أى في آخر الوقت المستحب و تأخير ه إليه واجب هنا أما في صورة الانقطاع لتمام العادة فإنه مستحب كما في النهاية و الفتح و غيرهما. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۴/۱، باب الحيض، انیس)

ایام عادت سے قبل خون بند ہو گیا:

سوال: ایک عورت کو ہمیشہ پانچ روز تک خون آتا تھا، اب چوتھے روز بند ہو گیا تو اس کے لئے نماز کا کیا حکم ہے اور ہمبستری جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

اس صورت میں نماز اور روزہ فرض ہے۔ مگر پانچ روز مکمل ہونے سے قبل ہمبستری جائز نہیں اور نماز کو وقت مستحب کے آخر تک موخر کرنا واجب ہے۔

قال العلاء: فإن لدون عاداتها لم يحل وتغتسل وتصلی وتصوم احتياطاً، وفي الشامية: (قوله: لم يحل) أى الوطی وإن اغتسلت، لأن العود في العادة غالب بحر (قوله تغتسل وتصلی) أى في آخر الوقت المستحب وتأخيرہ إليه واجب هنا أما في صورة الانقطاع لتمام العادة فإنه مستحب كما في النهاية والفتح وغيرهما. (رد المحتار: ۱/۲۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۷/ جمادی الاخریٰ ۹۲ھ (حسن الفتاویٰ: ۶۸/۲-۶۹)

ایام عادت کے بعد خون آنا:

سوال: ایک عورت کی عادت مستمرہ یہ ہے کہ ہر مہینہ میں پانچ روز حیض آتا ہے۔ کبھی کبھی چھ دن بھی آجاتا ہے۔ کبھی تو یہاں تک نوبت آتی ہے کہ نہادھو کر دو تین نماز پڑھتی ہے۔ پھر خون آجاتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

پانچ دن گزرنے کے بعد جب خون بند ہو جائے تو نماز کے وقت میں غسل کر کے نماز پڑھے پھر اگر خون آجائے تو نماز چھوڑ دے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۳/ ربیع الآخر ۹۶ھ (حسن الفتاویٰ: ۶۸/۲)

ایام حیض میں جب تک عورت خالص سفیدی نہ دیکھے تب تک پاک نہیں ہوگی:

سوال: حیض کے منقطع ہونے کے لئے بیاض کا دیکھنا ضروری ہے کہ نہیں؟

(۱) عن أبی سعید الخدری قال: خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الأضحیٰ.... قال: ألیس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل؟ قلن: بلی، قال: فذالك من نقصان عقلها، ألیس إذا حاضت لم تصل ولم تصم؟ قلن: بلی، قال: ذالك من نقصان دينها. (بخاری، باب ترك الحائض الصوم، ص ۵۳، نمبر ۳۰۴)
عن عائشة أنها قالت: قالت فاطمة بنت أبي حبيش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا رسول اللہ! إني لا أطهر أفادع الصلاة؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنما ذالك عرق وليس بالحیضة، فإذا أقبلت الحيضة فاتركی الصلاة فإذا ذهب قدرها فاعسلی عنك الدم وصلی. (بخاری، باب الاستحاضة، ص ۵۳، نمبر ۳۰۶، انیس)

الجواب

ہاں بیاض کا دیکھنا لازم ہے۔ یعنی کرسف پرسوائے بیاض کے دوسرا رنگ نہ ہو جیسا کہ موطا امام محمد میں لکھا ہے:
 قال محمد: لا تطهر المرأة مادامت ترى حمرة أو صفرة أو كدرة حتى ترى البياض خالصاً
 وهو قول أبي حنيفة،، انتھی۔
 اور شرح وقایہ میں ہے:

وما رأت في المدة سوى البياض حيض، انتھی۔ (۱) (فتاویٰ باقیات صالحات، ویلور: ص: ۳-۴)

جو خون پندرہ دن سے پہلے آوے وہ حیض نہیں:

سوال: ایک عورت کو ایک مہینے میں دو بار حیض آتا ہے تو وہ ہر دو دفعہ میں نماز، روزہ ترک کرے یا کیا کرے؟

الجواب

اگر ایک حیض سے پاک ہونے پر، پندرہ روز بعد آوے تو وہ حیض ہے نماز روزہ ترک کرے اور جو پندرہ روز سے پہلے آوے تو وہ استحاضہ ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بدست خاص، ص: ۶۲ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۸)

خون بند ہونے پر نماز اور روزہ فرض ہونے کی تفصیل:

سوال: عورت کی ماہواری کا خون نماز کے آخر وقت میں بند ہوا تو اس پر یہ نماز فرض ہونے کی کیا شرط ہے۔ نیز رمضان میں بالکل آخر شب میں خون بند ہوا تو اس دن کا روزہ فرض ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب — باسم ملہم الصواب

اگر دس روز سے کم خون کی عادت ہے تو نماز فرض ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ خون بند ہونے کے بعد نماز کا وقت ختم ہونے سے قبل پھر تی (جلدی) سے غسل کا فرض ادا کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکے، اگر چہ غسل کی سنتیں ادا کرنے کا وقت نہ ہو، اور پورے دس روز خون آتا ہو تو اگر وقت ختم ہونے سے صرف اتنی دیر پہلے دس روز پورے ہو گئے جس میں بدوں غسل کے صرف تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو یہ نماز فرض ہو گئی۔ اس کی قضا کرے، روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ پہلی صورت میں صبح صادق سے قبل فرض غسل کے بعد تکبیر تحریمہ اور دوسری صورت میں صرف تکبیر تحریمہ کا وقت پالیا تو اس دن کا روزہ صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔

(۱) کن نساء یبعثن إلى عائشة بالدرجة فيها الكرسف فيه الصفرة فتقول: لا يعجلن حتى ترين القصة البيضاء تريد بذلك الطهر من الحيضة. (بخاری، باب إقبال المحيض وإدباره، ص: ۴۶، نمبر ۱۳۲۰ انیس)

(۲) (وأقل الطهر) بین الحيضتين أو النفاس والحيض (خمسة عشر يوماً) ولياليها إجماعاً (ولا حد لأكثره). (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: ۱/۲۸۵، انیس)

قال فی شرح التنویر: ”(أویمضی علیہا زمن یسع الغسل) ولبس الثیاب (و التحریمة) یعنی من آخر وقت الصلوة لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا (إلی قوله) وهل تعتبر التحریمة فی الصوم؟ الأصح لا، وهی من الطهر مطلقاً، وكذا الغسل لولاً کثره وإلا فمن الحيض، فتقضى إن بقى بعد الغسل والتحریمة ولو لعشرة فقد التحریمة فقط لثلاثاً تزيد أيامه علی عشرة فلیحفظ، وفي الشامية: (قوله یسع الغسل) أى مع مقدماته كالإستقاء وخلع الثوب والتستر عن الأعین. و فی شرح البزدوی: ولم یذكروا أن المراد به الغسل المسنون أو الفرض، والظاهر الفرض لأنه یثبت به رجحان جانب الطهارة اه كذا فی شرح التحریر لابن أمیر حاج (قوله والتحریمة) وهی ”الله“ عند أبی حنیفة و”الله أكبر“ عند أبی یوسف، والفتوی علی الأول كما فی المضممرات، قهستانی، وقال تحت (قوله الأصح لا): هذا ما صححه فی المجتبى.

ونقل بعده فی البحر عن التوشیح والسراج: أنه لا یجزیها صوم ذالك اليوم إذا لم یبق من الوقت قدر الاغتسال والتحریمة (إلی قوله) ونحوه فی الزیلعی. وقال فی البحر: وهذا هو الحق فیما یظهر آه. قال فی النهر: وفيه نظر، ولم یبین وجهه (إلی قوله) فالذى یظهر ما قال فی البحر أنه الحق. (ردالمحتار: ۲/۳۷۱) فقط واللہ تعالی اعلم۔ ۲۶/ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ (حسن الفتاوی: ۷/۷۰۲-۷۰۱)

استقاط کے بعد خون حیض سے یا نہیں:

سوال: ایک عورت کو اسقاط ہوا، حکیموں اور دایہ کی یہ رائے ہے کہ کچھ اسقاط ہوا اور کچھ باقی ہے اور اب تک حکیم اس کو حاملہ بتلاتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں اگر عورت کو خون آئے تو یہ خون حیض شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

اگر اس کو حمل ہے، تو جو خون حالت حمل میں آئے، وہ حیض نہیں۔ اگر اسقاط ہو گیا اور اب حمل نہیں اور سقط کی خلقت ظاہر نہیں ہوئی اور (سقط کے ساتھ) کم از کم تین یوم خون آیا اور اس سے قبل طہر تام تھا تو اس خون کو حیض کہا جائے گا، ورنہ استحاضہ۔

”فإن لم یظهر له شیء فلیس بشیء، والمرئی حیض إن دام ثلاثاً وتقدمه طهر تام وإلا استحاضة اه“ درمختار. (قوله: والمرئی) أى الدم المرئی مع السقط الذى لم یظهر من خلقه شیء اه“ شامی: ۱/۲۷۹. (۱) (أقله ثلاثة أيام بلياليها) الثلاث، فالإضافة لبيان العدد المقدر بالساعات الفلكية لا للاختصاص، الخ“۔ (۲) فقط واللہ تعالی اعلم

حرره العبد محمد غفر له (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۹/۵-۲۰۰)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: ۳۰۳/۱، بیروت، انیس

(۲) الدر المختار علی رد المحتار: ۲۸۴/۱، وكذا فی التاتارخانية: ۳۲۷/۱۔

عورت کے حق میں ایک دن چوبیس شمیمہ کا ہے:

سوال: کسی عورت کو کبھی دو دن، کبھی تین دن لگا تار حیض آتا ہے اور پھر بالکل ختم ہو جاتا ہے، ایک دو دن کے بعد پھر آتا ہے، کبھی دو تین دفعہ ہو کر، کبھی گھنٹہ دو گھنٹہ رہ کر رک جاتا ہے، پھر ایک دن کے بعد ایک آدھ مرتبہ آ کر بند ہو جاتا ہے، یہ مجموعہ سات دن کا ہوا۔ اسی طرح ہمیشہ ہوتا ہے اور کم از کم چار دن اور زیادہ سے زیادہ سات دن رہتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے، اللہ و رسول کا حکم کیا ہے؟ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چھ دن پورا کر کے غسل کر کے نماز پڑھتی ہے پھر خون آ جاتا ہے، اس کیفیت سے سات دن پورے ہوتے ہیں۔ نیز ایک مکمل دن سے کتنے مراد ہے، کیا ۲۴ شمیمہ مراد ہیں؟ مثلاً کسی عورت کو جمعہ کو ۱۱ بجے سے حیض شروع ہوئے تو دو شنبہ کو جب گیارہ بجے تک آئے گا تب پورے تین دن ہوں گے، اگر گیارہ بجے تک آئے تو پورے تین دن سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

الجواب: ————— حامداً و مصلیاً

یہ عورت سات روز تک حائضہ شمار ہوگی، اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھے۔ ۲۴ گھنٹہ کا ایک دن ایک رات ہے۔ ۱۲ بجے سے آئندہ دن کے بارہ بجے تک دن رات مکمل کہا جائے گا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۳ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۴ھ
(فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۹/۵ تا ۲۰۱۳)

ایام عادت بھولنے والی حائضہ کا حکم:

سوال: ایک عورت کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور اس کو اپنی پہلی عادت بالکل یاد نہیں کہ پہلے مہینے میں کس دن خون آیا تھا تو اب اس عورت کو کتنے روز نماز قضا کرنی چاہئے؟

الجواب: —————

وہ تخری یعنی اٹکل کرے یعنی یاد کرے کہ کس دن ماہ سابق میں حیض آیا تھا بے دن غالب گمان سے حیض یاد آوے اتنے دنوں اپنے کو حائضہ سمجھے اور اس کی نمازیں قضا نہ کرے اور بے دن غالب گمان سے طہر یاد آوے اسی قدر طاہر سمجھے اور ان کی نمازیں قضا کرے اور جس میں دونوں جانب برابر ہوں احتیاط پر عمل کرے یعنی ان کی بھی نمازیں قضا کر لے اور آئندہ ماہ میں بھی اگر عادت مظنونہ سے بڑھنے لگے تو بھی نمازوں کے اوقات میں اٹکل پر عمل کرے یعنی اس اٹکل سے جو وقت غالب ظن سے حیض کا معلوم ہو اس میں غسل کر کے نماز وغیرہ پڑھے اور جس وقت یہ شبہ ہو کہ میں حائضہ ہوں یعنی ابھی حیض میرا منقطع نہیں ہوا یا طاہرہ ہوں یعنی حیض سابق مرا منقطع ہو گیا تو غسل کر کے نماز

پڑھے اور اس صورت میں احتیاط یہ بھی ہے کہ اگلے وقت میں بھی غسل کر کے وقتیہ سے پہلے اس کا اعادہ کرے، (۱) پھر وقتیہ پڑھے اور جس وقت یہ شبہ ہو کہ میں طاہرہ ہوں یعنی طہارت سابقہ میری مستمر ہے حیض شروع نہیں ہوا، یا حائضہ ہوں یعنی حیض شروع ہو گیا تو وضو کر کے نماز پڑھے۔

كذا يفهم من الدر المختار ورد المحتار حيث قال: وحاصله أنها تتحرى، الخ. فقط

۸/ جمادی الاخریٰ ۱۲۹۹ھ (تمتہ اولیٰ ص ۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۸۵/۱-۸۶)

دس دن سے زیادہ حیض آئے اور عادت فراموش کر جائے تو کیا کرے:

سوال: کسی عورت کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور پچھلی عادت کو بھول گئی تو اب حیض کے کتنے دن ہیں؟

الجواب

دس دن حیض کے شمار کرے باقی استحاضہ۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷۹/۱)

جس عورت کو ایام حیض کی عدد اور تاریخ دونوں یا تاریخ یاد نہ ہو اس کے لئے کیا حکم ہے:

سوال: جس عورت کو ایام حیض کی شمار اور تاریخ (یعنی محل حیض) یاد نہ ہو پھر اس کو استحاضہ مستمرہ ہو جائے اس کا کیا حکم ہے، اور جس کو شمار ایام یاد ہو مگر محل دم یاد نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟ بینو اتوجروا۔

الجواب

قال ابن عابدين في رسالته منهل الواردين من بحار الفيض في أحكام المضلة: اعلم أنه يجب على كل امرأة حفظ عاداتها في الحيض والنفاس والطهر عدداً ومكاناً ككونه خمسة مثلاً من أول شهر أو آخره مثلاً وأطلق المكان على الزمان تجوزاً فإن جنت أو أغمى عليها أو تساهلت في

(۱) اس لئے کہ احتمال ہے کہ جب اس نے گزشتہ وقت کی نماز پڑھی تھی اس وقت وہ حائضہ ہی ہو اور نماز کے بعد وقت نکلنے سے پہلے وہ پاک ہو گئی ہو اس لئے گزشتہ نماز بھی احتیاطاً قضا کر لے، لاحتمال حیضہا فی وقت الأولى وطہرها قبل خروجه فيلزمها القضاء احتیاطاً، اھ۔ (شامی: ۲۶۵/۱، سعید احمد)

(۲) (أكثره عشرة) بعشرة ليال، الخ، (والناقص والزائد الخ استحاضة إلا عند) نصب عادة الدم). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الحيض: ۲۶۲/۱، ظفیر)

عن وائلة بن الأسقع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أقل الحيض ثلاثة أيام وأكثره عشرة أيام". (الدار قطني، كتاب الحيض، ج ۱، ص ۲۲۵، نمبر ۸۳۶)

عن أبي أمامة الباهلي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فإذا رأت الدم فوق عشرة أيام فهي مستحاضة. (الدارقطني، نمبر ۸۳۴، انيس)

حفظ ذلك ولم تهتم لدينها فسقاً فنسيت عاداتها فاستمر الدم فعلیها بعد ما أفقت أو ندمت أن تتحرى بغلبة الظن كما في اشتباه القبلة وأعداد الركعات فإن استقر ظنها على موضع حیضها و عدده عملت به وإلا فعلیها الأخذ بالأحوط في الأحكام فما غلب على ظنها أنه حیضها أو طهرها عملت به وإن ترددت تصلى وتصوم احتياطاً على ما يأتى تفصیله، ولا تدخل المسجد ولا تنطوف إلا للزيارة لأنه ركن الحج فلا يترك لإحتمال الحيض بخلاف القدوم فإنه سنة ثم تعيد طواف الزيارة بعد عشرة أيام ليقع أحدهما في طهر بيقين وإلا للصدر فلا تتركه لوجوبه على غير المكي ولا تعيده، ولا تمس المصحف ولا يجوز وطئها أبداً لأن التحرى في الفروج لا يجوز نص عليه محمد، محيط، ولا تقرأ القرآن في غير الصلوة وتصلى الفرض والواجب والسنن المشهورة أى المؤكدة، بحر، لكونها تبعاً للفرائض، وتقرأ في كل ركعة الفاتحة وسورة قصيرة على الصحيح وقيل تقتصر على المفروض، بحر، سوى ما عدا الأوليين من الفرض فلا تقرأ فى شىء من ذلك السورة بل تقرأ الفاتحة فقط لوجوبها فى رواية عن أبى حنيفة، محيط، وقيل: لا تقرأ أصلاً، والصحيح الأول، تنازعاً، وتقرأ القنوت وسائر الدعوات والأذكار .

وكلما ترددت بين الطهر ودخول الحيض صلت بالوضوء لوقت كل صلوة وإن ترددت بين الطهر والخروج من الحيض فتصلى بال غسل كذلك أى لوقت كل صلوة ثم تعيد فى وقت الثانية بعد الغسل قبل الوقتية وهكذا تصنع فى وقت كل صلوة، انتهى، مثاله امرأة تذكر أن حیضها فى كل شهر مرة وانقطاعه فى النصف الأخير ولا تذكر غير هذين فإنها فى النصف الأول تتردد بين الدخول والطهر وفى النصف الأخير بين الطهر والخروج وأما إذا لم تذكر شيئاً أصلاً فهى مترددة فى كل زمان بين الطهر والدخول فحكمه حكم التردد بين الطهر والخروج بالافرق، وإن سمعت سجدة فسجدتها للحال سقطت عنها وإلا أعادتها بعد عشرة أيام وإن كانت عليها فائتة فقضتها فعلیها إعادتها بعد عشرة أيام من يوم القضاء قبل أن تزيد المدة على خمسة عشر وهو الصحيح، وأما حكم الصوم فإنها لا تفطر فى رمضان أصلاً لإحتمالها طهارتها كل يوم ثم لها حالات (ذكرها مفصلة فليراجع) وهذا حكم الإضلال العام أى إضلال العدد والمكان بحيث تكون فى كل يوم مترددة بين الحيض والطهر وما يقربه أى ما يقرب من العام كإن علمت عدد أيامها لكن أضلت مكانها فى جميع الشهر وأما الخاص وهو الإضلال فى المكان فقط كإن علمت عدد أيامها وأضلت مكانها فى بعض الشهر كالعشر الأول منه مثلاً والإضلال فى العدد فقط مع العلم بالمكان فموقوف على مقدمة (فذكرها مع الأمثلة فليراجع

ثم ذكر بعده الإضلال في النفاس أيضاً فليطالع. (ص ۹۹ و ۱۰۶)

قلت: وهذا هو مذهب الحنفية في المضلة، والعلم والعمل عسير جداً لنساء زماننا، فأرأينا الإفتاء بقول أحمد في أولي وأيسر، وهو ما ذكره ابن قدامة في المغني بما نصه: فإن كانت لها أيام نسيتها فإنها تقعد ستاً أو سبعا في كل شهر، وقوله ستاً أو سبعا الظاهر أنه ردها إلى اجتهداها ورأيها فيما يغلب على ظنها أنه أقرب إلى عاداتها أو عادة نساؤها أو ما يكون أشبه بكونه حيضاً، ذكره القاضى في بعض المواضع، وهل تجلس أيام حيضها من أول كل شهر أو بالتحرى والإجتهد، فيه وجهان: أحدهما تجلس من أول كل شهر إذا كان يحتمل لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال لحمنة: ”فتحصى ستة أيام أو سبعة أيام في علم الله ثم اغتسلى وصلى أربعاً وعشرين ليلة أو ثلاثاً وعشرين ليلة وأيامها“ فقدّم حيضها على الطهر ثم أمرها بالصلوة والصوم في بقيته ولأن المبتدأة تجلس من أول الشهر مع أنه لاعادة لها فكذلك الناسية .

القسم الثالث: الناسية لوقتها دون عددها وهذه تتنوع نوعين: أحدهما أن لا تعلم لها وقتاً ... أصلاً وتعلم أن حيضها خمسة أيام فإنها تجلس خمسة من كل شهر إما من أوله أو بالتحرى على اختلاف الوجهين الخ. (ص: ۳۴۰ و ۳۴۲) وقول الشافعي موافق لقول الحنفية في الباب كما ذكره في المغني: جلد ۱ ص ۳۴۱. (۱) والله تعالى أعلم وعلمه أتم وأحكم

۱۳ / رذيقه ۱۳۴۷ھ - (امداد الاحكام جلد اول ص: ۳۶۸ تا ۳۷۰)

(۱) خلاصہ جواب: علامہ ابن عابدین شامی نے اس مسئلہ سے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ”منہل الواردين من بحار الفيض في أحكام المضلة“ ہے، اس میں انہوں نے ایسی عورت جو اپنے مخصوص ایام کا شمار اور اس کی تاریخ یاد نہ رکھ سکے، اس کے احکام کو بحسن و خوبی جمع کر دیا ہے، جو مندرجہ بالا عبارت میں مذکور ہے، اس کا خلاصہ یہاں پیش ہے:

”معلوم ہونا چاہئے کہ ہر عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے ایام مخصوصہ یعنی حیض، نفاس اور طہر کے ایام اور تاریخ کو یاد رکھے مثلاً پانچ دن ہے اور یہ مہینہ کے شروع میں ہے یا آخر میں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی عورت مجھوں یا بیہوش ہو جائے یا اس کو یاد رکھنے میں سستی برتے اور بے دینی کی وجہ سے اپنے دین و مسائل کا اہتمام نہ کر سکے اور اپنی ہر ماہ کے ایام مخصوصہ کی عادت بھول جائے، اور خون مستقل جاری رہے، تو اس عورت پر واجب ہے کہ اپنی بیہوشی یا ندامت و شرمندگی کے بعد اپنے غلبہ گمان سے اندازہ لگائے اپنی ہر ماہ کی عادت کا، کہ ایام مخصوصہ والی عادت کتنے دن کی ہے اور کن تاریخوں میں ہے، جیسا کہ قبلہ کے مشتبہ ہونے پر یا رکعات کی تعداد بھولنے پر غلبہ گمان پر اندازہ کیا جاتا ہے، پس اگر اس کو اپنے غلبہ گمان سے حیض کے ایام اور تاریخ متعین ہو جائے تو اسی پر عمل کرے، ورنہ اس پر لازم ہے کہ احکام شرعیہ سے متعلق احتیاط پر عمل کرے، پس جب اس کو غلبہ گمان ہو کہ یہ حیض کے ایام ہیں یا پاکی کے، تو اسی کے مطابق عمل باقی رکھے، اور اگر اس کے باوجود بھی شک ہو تو احتیاطاً نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے، اور مسجد میں داخل نہ ہو، اور طواف زیارت کے علاوہ کوئی دوسرا طواف نہ کرے، کیونکہ طواف زیارت حج کا رکن ہے، تو یہ رکن حج حیض کے احتمال سے نہیں چھوڑا جائے گا بخلاف طواف قدوم کے، کیونکہ وہ سنت ہے، پھر دس دن کے بعد طواف زیارت کا اعادہ کر لے تاکہ یقینی طور پر کوئی ایک طواف طہر میں ہو جائے، اور پس طواف صد رکوع نہ چھوڑے، اس لئے کہ وہ غیر کی پر واجب ہے، ...

==

حائضہ پردم کرنا:

سوال: حیض یا نفاس والی عورت پر قرآن پاک پڑھ کر دم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۱ ربیع الاول ۹۵ھ (حسن الفتاویٰ: ۶۸/۲)

==... البتہ اس کا اعادہ نہ کرے، اور قرآن شریف کو ہاتھ نہ لگائے، اور اس سے وطی کرنا کبھی بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ فروج سے متعلق تحری جائز نہیں ہے، امام محمدؒ نے اس کی وضاحت کی ہے (محیط) اور نماز کے علاوہ میں قرآن نہ پڑھے، اور نمازوں میں بھی صرف فرائض، واجبات اور سنن مؤکدہ پڑھے (بحر) اس لئے کہ وہ فرائض کے تابع ہیں۔ اور اس میں بھی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھے، صحیح قول کے مطابق، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف فرض مقدار قراءت پر اکتفا کرے (بحر) فرض کی پہلی دو رکعتوں کے علاوہ، پس اس میں سے کسی میں سورت نہ پڑھے بلکہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت اس کے وجوب کا ہے (محیط) اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بالکل کچھ بھی نہ پڑھے، اور رائج قول پہلا ہی ہے (تاتارخانیہ) اور قنوت اور باقی تمام دعاؤں اور اذکار کو پڑھ سکتی ہے۔

اور جب جب اس کو تردد ہو طہر اور حیض کے شروع ہونے کے درمیان، تو ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھے، اور اگر حیض سے نکلنے اور پاکی کے درمیان شک ہو تو ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھے پھر دوسری نماز کے وقت پہلی نماز کا اعادہ کر لے دوسری نماز کے لئے غسل کرنے کے بعد، ہر نماز کے وقت اسی طرح عمل کرے، انتہی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک عورت ہے اسکو یہ یاد ہے کہ اس کا حیض ہر ماہ ایک بار ہے اور اس کا اختتام مہینہ کے آخر میں ہے، ان دو باتوں کے علاوہ اسے کچھ بھی یاد نہیں ہے، تو گویا وہ مہینہ کے نصف اول میں پاکی اور حیض کے شروع ہونے میں شک کرتی ہے اور نصف اخیر میں اسے حیض سے نکلنے اور پاکی میں شک ہے، اور اگر اس عورت کو بالکل کچھ بھی نہیں یاد ہے تو وہ گویا ہر زمانے میں پاکی اور حیض کے شروع ہونے کے درمیان شک میں ہے تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو حیض سے نکلنے اور پاک ہونے کے درمیان شک کرنے کا حکم ہے بغیر کسی فرق کے، اور اگر آیت سجدہ سننے اور فوراً سجدہ کر لے تو ساقط ہو جائے گا ورنہ دس دن کے بعد اس کا اعادہ کرنا پڑے گا، اور اگر اس پر کوئی سجدہ قضا تھا اور اس کا قضا کر لیا تو قضا کرنے کے دن سے دس دن کے بعد پھر اس کا اعادہ کرے پندرہ دن ہونے سے پہلے پہلے، یہی صحیح قول ہے۔

رہا روزے کا حکم، تو وہ یہ ہے کہ رمضان میں روزہ بالکل نہ چھوڑے روزانہ پاکی کے احتمال کی وجہ سے، پھر اس کے بھی بہت سے حالات اور شکلیں ہیں (جن کو علامہ شامیؒ نے اس رسالہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جاسکتا ہے)۔

یہ سارے احکام اضلال عام یعنی ایام مخصوصہ کے شمار اور تاریخ یاد نہ ہونے کے ہیں، اس طور پر کہ وہ عورت شک کرے حیض اور طہر کے درمیان، یا اس کے قریب قریب، جیسا کہ اسے ایام مخصوصہ کا شمار یاد ہو لیکن پورے مہینے میں تاریخ یاد نہ ہو۔

رہا اضلال خاص، تو وہ یہ ہے کہ صرف تاریخ یاد نہ ہو، مثلاً ایام مخصوصہ کے ایام و شمار یاد ہوں اور مہینہ کے کس حصے میں یہ پیش آیا اس کی تاریخ یاد نہ ہو، مثلاً مہینہ کا پہلا عشرہ یا کوئی اور، یا اسے صرف ایام کے شمار یاد نہ ہوں تاریخ یاد ہو (یہ بھی اضلال خاص کی صورت ہو سکتی ہے) تو یہ ایک مقدمہ پر موقوف ہے (چنانچہ علامہ شامیؒ نے اس کو بھی مثالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کو وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، پھر اس کے بعد انہوں نے اضلال نفاس کو بھی ذکر کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے)۔ (صفحہ ۹۹-۱۰۶)

میں (صاحب امداد الاحکام) کہتا ہوں کہ یہی احناف کا مذہب ہے ایسی عورت سے متعلق جو اپنے ایام مخصوصہ کے شمار اور تاریخ کو بھول جائے، اور ہمارے زمانے کی عورتوں گھیا ان مسائل کی جانکاری اور ان پر عمل بہت دشوار ہے، ...

حائضہ عورت پردم کرنے کا حکم:

سوال: حائضہ، نفاس والی عورت یا بچ آدی بیمار ہو جائے تو قرآنی آیات پڑھ کر اس کو دم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وظائف یا اوراد کے لئے طہارت شرط نہیں بغیر طہارت کے بھی دم کیا جاسکتا ہے، جب دم کرنے والے کا طاهر ہونا ضروری نہیں تو جس پردم کیا جانا ہو اس کا طاهر ہونا بدرجہ اولیٰ ضروری نہ ہوگا، لہذا حیض و نفاس والی عورت اگرچہ خود پاک نہیں مگر اس پردم کرنا جائز ہے۔

لما قال العلامة الحصكفی: ”(ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى، وتسبيح) وزیارة قبور، ودخول مصلى عيد“. (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ج ۱ ص ۲۹۳، باب الحيض) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۶۶)

حائضہ اذان کا جواب دے یا نہیں:

سوال: کیا عورت کے لیے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور اگر عورت حائضہ ہو تو کیا حکم ہے؟

== ... تو ہم اس سلسلے میں امام احمد کے قول پر فتویٰ دینا بہتر اور آسان سمجھتے ہیں، امام احمد کا مذہب وہ ہے جو علامہ ابن قدامہ نے معنی میں لکھا ہے، جس کی عبارت یہ ہے: کہ اگر اس عورت کے لئے چند ایام ہوں جن کو وہ بھول گئی ہو تو ہر ماہ وہ چھ یا سات دن بیٹھے (یعنی نماز روزہ موقوف کر دے)۔ ان کا یہ قول کہ چھ یا سات دن، ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے اس کو اس کے اجتہاد اور غلبہ گمان پر ڈال دیا ہے کہ وہ اس کی عادت سے قریب ہے یا اس کے خاندان کی عورتوں کی عادت سے قریب ہے یا اسکے مشابہ۔ قاضی نے بعض جگہ اس کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اور کیا وہ عورت اپنے ایام حیض میں ہر ماہ کے شروع میں بیٹھے گی یا تحری اور اجتہاد کرے گی، اس کی دو شکلیں ہیں: ایک یہ کہ ہر ماہ کے شروع ہی میں بیٹھے جبکہ اس کا احتمال ہو، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمنہ سے فرمایا تھا: ”فتن حیضی ستة أيام أو سبعة أيام“ الحدیث۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حیض کو طہر پر مقدم کیا پھر بقیہ ایام میں نماز روزے کا حکم دیا، اور اس وجہ سے بھی کہ مبتدأ مہینہ کے شروع ہی میں بیٹھتی ہے باوجودیکہ اس کی کوئی عادت نہیں تو اسی طرح ناسیہ بھی کرے گی۔

تیسری قسم یہ ہے کہ عورت حیض کے ایام کو نہ بھولے بلکہ وقت ہی بھول جائے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ بالکل وقت کا علم نہ ہو البتہ اتنا علم ہو کہ اس کا حیض پانچ دن ہے، تو وہ ہر ماہ پانچ دن بیٹھے یا تو شروع ہی سے یا تحری کر کے دونوں صورتوں کے اختلاف کے مطابق (صفحہ ۳۴۰ و ۳۴۱) اور اس باب میں شافعیہ کا قول حنفیہ کی طرح ہے جیسا کہ معنی میں ذکر کیا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۳۴۱)

اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتے ہیں ان ہی کا علم مکمل اور مضبوط ہے۔ انیس

(۱) قال السيد أحمد الطحطاوى: (تحت قوله: ويحرم قراءة آية من القرآن إلا بقصد الذكر) أى أو الشاء أو الدعاء إن اشتملت عليه فلا بأس به فى أصح الروايات، قال فى العيون: ”ولو أنه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئاً من الآيات التى فيها معنى الدعاء ولم يرد به القرآن فلا بأس به“. (الطحطاوى حاشية مراقى الفلاح: ۱۱۴، باب الحيض / ومثله فى البحر الرائق: ج ۱ ص ۱۹۹، باب الحيض)

الحواب

عورت کے لیے اذان کا جواب دینا مستحب ہے البتہ حائضہ کے بارے میں اختلاف ہے اکثر فقہاء کے نزدیک حائضہ کو اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے کیوں کہ اجابت کے معنی کام کاج کو چھوڑ کر نماز کی جگہ آنا ہے اگرچہ عورت مسجد میں نماز نہ پڑھتی ہو اور بالفعل اجابت سے وہ عاجز ہے۔

رد المحتار میں ہے: (و یجیب) وجوباً، وقال الحلوانی: ندباً، والواجب الإجابة بالقدم (من سمع الأذان) يفهم منه أنه لو لم يسمع لصمم أو لبعد أنه لا يجیب، (قوله لا حائضاً ونفساء) لأنهما ليسا من أهل الإجابة بالفعل فكذا بالقول إمداد، أي بخلاف الجنب فإنه مخاطب بالصلوة، ولأن حدثه أخف من الحيض والنفاس لإمكان إزالته سريعاً. (رد المحتار: ۱/۳۹۶)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ویجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان ونحو ذلك كذا في السراجية. (فتاویٰ ہندیہ: ۱/۳۸)

الفقہ الاسلامی میں ہے:

وقال الحنفية: تشمل الإجابة من سمع الأذان ولو كان جنباً لا حائضاً ونفساء. (الفقہ الاسلامی وأدلته: ۱/۵۵۴)

حاشیۃ الطحاوی میں ہے:

ویجیب الجنب لا الحائض والنفاس لعجزهما عن الإجابة بالفعل أي فسقطت بالقول تبعاً للفعل. (حاشیۃ الطحاوی: ۱/۱۰۰) واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم ذکریا جلد اول: ۵۹۱)

حیض و نفاس کی حالت میں سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا:

سوال: حائض و نفساء کو سجدہ تلاوت سننے سے، سجدہ واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الحواب

واجب نہیں ہوتا (۱) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ بدست خاص، ص: ۶۸ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۹)

حائضہ نماز کے اوقات میں ذکر و اذکار کا معمول رکھے یا نہیں:

سوال: تبلیغی جماعت کی خواتین کی تبلیغی مجالس و محافل میں اہلیہ شرکت کرتی ہے ایک محفل میں ایک مسئلہ سن کر آئی تو اس کی تصدیق چاہی کہ عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ حیض کے دنوں میں بوقت نماز وضو کر کے مصلیٰ پر اتنی

(۱) حیض و نفاس میں عورت نماز کی مکلف نہیں اور سجدہ نماز کا جز ہے، پس اس کی بھی مکلف نہیں۔ سعید پالن پوری (یمنع صلاة) مطلقاً ولو سجدة شكر الخ، وفي الشامی: قوله یمنع: أي الحيض وكذا النفاس، خزائن، قوله مطلقاً: أي كلاً أو بعضاً لأن منع الشيء منع لأبعاضه، نہر، قوله ولو سجدة شكر: أي أو تلاوة فيمنع صحتها ويحرّمها، بحر. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: ۱/۹۰، ۹۱، بیروت، انیس)

دیر بیٹھ کر تسبیح و درود پاک اور ذکر و اذکار کرتی رہے جتنی دیر میں کہ وہ نماز پڑھتی ہے۔ تو کیا یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں؟
مدلل جواب تحریر فرمائیں؟ (العبد سیف اللہ خالد قادری لاہور)

الجواب

یہ درست ہے اس حالت میں ذکر و تسبیح وغیرہ منع نہیں اور سوال میں مذکور عمل کو معمول بنالینے میں علاوہ ثواب کے یہ فائدہ بھی ہے کہ ان اوقات میں نماز و عبادت کی عادت پختہ رہے گی۔

و يستحب لها أن تتوضأ لوقت كل صلاة وتقع على مصلاها وتسبح وتهلل وتكبر بقدر أدائها كي لا تنسى عاداتها وفي رواية: يكتب لها ثواب أحسن صلاة كانت تصلي. اهـ. (شامی: ج ۱ ص ۲۱۳) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۱۴۴۲/۲)

حائضہ عورتیں اوقات نماز میں ذکر و اذکار کو معمول بنائیں:

سوال: حالت حیض میں عورت کو نماز پڑھنا تو جائز نہیں، کیا ایسی عورت اپنے معمول پر دوام کے لئے اوقات نماز میں مصلیٰ پر بیٹھ کر تسبیح و تہلیل، ذکر و اذکار کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

حائضہ عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ نماز کے اوقات میں وضو کر کے اپنے مصلیٰ پر آ کر بیٹھ جائے اور اتنی دیر تک تسبیح و تحمید، ذکر و اذکار میں مشغول رہے جتنے وقت میں یہ عورت نماز پڑھتی تھی، تا کہ معمول میں کوئی فرق نہ آئے۔

قال ابن عابدين: "ويستحب لها أن تتوضأ لوقت كل صلاة وتقع على مصلاها وتسبح وتهلل وتكبر بقدر أدائها كي لا تنسى عاداتها، وفي رواية: يكتب لها أحسن صلاة كانت تصلي". (رد المحتار: ج ۱ ص ۲۹۰، باب الحيض) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۶۰)

حائضہ کو دعائیں اور وظائف پڑھنے کا حکم:

سوال: بعض مستورات کا سوال ہے کہ جناب کی تالیف کتاب ”قربات عند اللہ و صلوات الرسول و مناجات مقبول“ ایام حیض میں بھی اس کی منزل پڑھی جاوے یا نہ، اس لئے کہ آیات قرآن مجید و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس میں مسطور ہیں؟

(۱) قال العلامة عالم بن العلاء الأنصاري: ويستحب للمرأة الحائض إذا دخل عليها وقت الصلاة أن تتوضأ وتجلس عند مسجد بيتها. وفي السراجية: مقدار ما يمكن أداء الصلاة لو كانت طاهرة وتسبح وتهلل كي لا تنزل عنها عادة العبادة. (الفتاوى التاتارخانية: ج ۱ ص ۳۳۲، باب الحيض، نوع في الأحكام التي تتعلق بالحيض) ومثله في الهندية: ج ۱ ص ۳۸، الباب السادس في الدعاء المختصة بالنساء، الفصل الرابع في أحكام الحيض

الجواب

فی الدر المختار، أحكام الجنب: (و) يحرم به (تلاوة قرآن) ولودون آية على المختار (بقصده) فلو قصد الدعاء أو الشاء أو افتتاح أمر أو التعليم ولقن كلمة كلمة حل في الأصح آه في رد المحتار: (قوله على المختار) أى من قولين مصححين ثانيهما أنه لا يحرم مادون آية، ورجحه ابن الهمام بأنه لا يعد قارئاً بما دون آية في حق جواز الصلوة فكذا ههنا واعترضه في البحر تبعاً للحلية بأن الأحاديث لم تفصل بين القليل والكثير، والتعليل في مقابلة النص مردود، آه. (۱)

قلت (أى أشرف على التهانوى): بأنه ليس تعليلاً بل تفسير للحديث الناهي كحديث ابن عمر مثلاً عن النبي صلى الله عليه وسلم: "لا تقراء الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن" أخرجه الترمذى فإن النهى تعلق بالقرآن ومادون آية لا يسمى قرآناً والنصوص واردة على محاورات أهل اللسان فهو أيضاً عمل بالحديث، ثم ذكر فى الدر المختار، فى أحكام الحيض: (وقراءة قرآن) بقصده الخ فى رد المحتار: (قوله بقصده) فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التى فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به كما قدمناه عن العيون لأبى الليث، (۲) قلت: وهو مانقل فى أحكام الجنب ونصه: قال فى العيون لأبى الليث: قرأ الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التى فيها معنى الدعاء ولم يرد القراءة لا بأس به، وفى الغاية: أنه المختار، واختاره الحلوانى، لكن قال الهندوانى: لا أفتى به وإن روى عن الإمام الخ. (۳)

ان روایات سے چند امور مستفاد ہوئے۔

امراول: جب اور حائض کو قرآن پڑھنا جائز نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایک آیت تامہ کا پڑھنا جائز نہیں۔

امرثانی: احادیث کا پڑھنا جائز ہے اس میں بھی اختلاف نہیں۔

امرثالث: آیت سے کم پڑھنا بعض کے نزدیک جائز نہیں۔

امرالرابع: اگر قرآن بقصد تلاوت نہ پڑھا جاوے بلکہ بقصد دعا پڑھا جاوے، جب کہ اس میں دعا کے معنی ہوں تو اکثر کے نزدیک جائز ہے بعض نے اس پر فتویٰ نہیں دیا۔

امر خامس: چونکہ مفہم روایات فقہیہ کے حجت ہیں لہذا یہی روایات جواز قراءت احادیث پر خصوصاً احادیث دعا پر دال ہیں اس تقریر سے سوال کا مفصل جواب حاصل ہو گیا۔ یہ تو نفس احکام کا بیان تھا جو ضروری تھا جس کے دلائل

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، أبحاث الغسل، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الشاء: ۱/۲۷، بيروت، انيس.

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: ۱/۲۹۳، انيس.

(۳) أيضاً، حاشية نمبر ۱:

بیان کرنا عمل کے لئے ضروری نہیں لیکن اہل علم کے نشاط کے لئے ان کے دلائل کی طرف مختصراً اشارہ کرتا ہوں۔
امراول کی دلیل عبارت مذکورہ میں مذکور ہے یعنی: لا تنقروا الحائض ولا الجنب الخ وفي الباب أحاديث كثيرة غير ما ذكر.

امراول کے جز ثانی کی دلیل بھی یہی احادیث ہیں کیونکہ اس پر قراءت قرآن صادق آتی ہے۔
امر ثانی کی دلیل بھی یہی احادیث ہیں کیونکہ اس پر قراءت قرآن صادق نہیں آتی۔ نیز مجز، بخاری و نسائی کے سب اصحاب صحاح نے حدیث ذکر کی ہے۔

”كان صلى الله عليه وسلم يذكر الله في كل أحيانه، كذا في إحياء السنن.“
ظاہر ہے کہ یہ حدیث کو بھی عام ہے بلکہ قرآن کو بھی لیکن چونکہ قراءت قرآن سے نہی وارد ہے وہ اس سے مخصوص ہو گئی اور قراءت حدیث اس عموم میں داخل رہی، نیز خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حالات میں کلام فرماتے تھے اور آپ کا ہر کلام حدیث ہے، پس قراءت روایت کا جواز دلیل فعلی سے بھی ثابت ہو گیا۔
امر ثالث۔ مانع کی دلیل یہی احادیث ہیں منطوقاً اس بناء پر کہ قراءت لغتاً اس کو بھی عام ہے اور میح کی دلیل بھی یہی احادیث ہیں مفہوماً اس بناء پر کہ یہ عرف اور محاورہ میں قراءت نہیں۔

امر رابع۔ اکثر کی دلیل یہ حدیث ہو سکتی ہے۔

عن عائشة: ”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان جنباً وأراد أن يأكل أو ينام توضأ وضوءه للصلاة“ رواه مسلم، وعن عائشة ”أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا أراد أن يطعم وهو جنب غسل كفيه ومضمض فاه ثم طعم“ رواه الدارقطني وقال صحيح كذا في إحياء السنن.
اور دوسری احادیث سے ابتداء اکل میں بسم اللہ اور فراغ عن الأكل پر الحمد للہ کہنا منقول ہے اور وضو ء شرعی بھی رافع جنابت نہیں اور وضوء لغوی تو وضو ہی نہیں، تو جنابت کی حالت میں بسم اللہ اور الحمد للہ کہنا ثابت ہوا، اور بسم اللہ کا قرآن ہونا تو اتر سے ثابت اور دلائل مطلق ہیں تسمیہ تامہ اور غیر تامہ کو، اور الحمد للہ ایک قول پر کہ قرآن آیت غیر تامہ کو بھی عام ہے قرآن ہے، مگر چونکہ اس تسمیہ و حمد لہ سے مقصود تلاوت نہ تھی بلکہ افتتاح واختتام و تبرک مقصود تھا اس لئے جائز رکھا گیا پس امر رابع میں اکثر کا قول ثابت ہو گیا، اور بعض کا معلوم ہوتا ہے کہ محض تنزه و احتیاط پر مبنی ہے کہ لوگ حدود سے تجاوز نہ کرنے لگیں، پس بطور سد ذرائع کے جواز پر فتویٰ نہیں دیا ورنہ تسمیہ و حمد لہ کو وہ بھی ناجائز نہیں کہتے، کیونکہ اس وقت اس کے قرآن ہونے کا خطرہ بھی نہیں ہوتا تو اس میں تجاوز عن الحد و کا احتمال نہ تھا۔

امر خامس گچھیا امر ثانی کی تقریر کا کافی ہے۔

فرع: چونکہ جب اور حائض کے احکام میں کچھ فرق نہیں اس لئے یہ احکام اور دلائل دونوں کے لئے مشترک ہیں، اصل سوال کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ قربات عند اللہ کی ادعیہ قرآنیہ و حدیثیہ کا حائضہ کو پڑھنا جائز ہے صرف ادعیہ قرآنیہ میں یہ قید ہوگی کہ دعا کی نیت سے پڑھے۔ قرآن کی نیت سے نہ پڑھے اور جہاں اس احتیاط کی علماء و عملاً توقع نہ ہو وہاں احوط و اورع منع ہی ہے اور عجب نہیں فقیہ ہندوائی نے ایسے ہی عوام کے لئے منع فرمادیا ہو۔

فائدہ: اس تحریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ سب اہل فتویٰ کا قصد اتباع حدیث کا ہے، گو وجہ استدلال میں اختلاف ہو گیا۔ واللہ اعلم، اشرف علی ۴ شعبان ۱۳۶۵ھ (النور رمضان ۱۳۵۷ھ) (امداد الفتاویٰ جدیدہ: ۱/۸۸ تا ۹۱)

عورت حالت حیض و نفاس میں تسبیح پڑھ سکتی ہے یا نہیں:

سوال: عورتوں کو حالت حیض و نفاس میں وضو کر کے دلائل الخیرات و حزب الاعظم وغیرہ اور دو وظیفہ ”سبحان اللہ“ یا ”الحمد للہ“ یا ”اللہ اکبر“ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس بات کا خیال رکھے کہ اگر وظیفہ کی کتاب میں کوئی آیت قرآنی آوے تو اس کو نہ پڑھے۔

الجواب

وظیفہ مذکورہ اور تسبیح و تہلیل جائز ہے اور آیات قرآنیہ کا پڑھنا بھی بہ نیت دعا جائز ہے۔ درمختار میں ہے: ”(ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها واذكر الله تعالى، وتسبيح)، إلخ. (۱) وفي الشامي: ”فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات النبی فیہا معنی الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به“۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۸)

چالیس دن پر مشتمل وظیفہ کیسے پورا کرے:

سوال: کسی کتاب میں علماء دین نے سورہ یس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص سورہ یس کو دوام کے ساتھ چالیس دن تک لگاتار پڑھے تو وہ جس مقصد گچھیا دعا کرے گا اس کا مقصد ضرور پورا ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی عورت اپنے کسی مقصد کے لئے اس مسئلہ پر عمل کرنا چاہے تو چالیس دنوں کے دوران وہ حیض کی شکار ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں وہ کیسے اور کس طرح چالیس دن پورا کرے گی؟

(۱) الدر المختار، علی رد المحتار، باب الحيض: ۲۷۱/۲ - ظفیر

(۲) رد المحتار، باب الحيض، تحت قوله بقصده: ۲۷۱/۲ - ظفیر

عن هشام بن حسان قال: ”الجنب يسبح ويحمد الله، ويدعو، ولا يقرأ آية واحدة“۔ (مصنف عبد الرزاق، باب هل تذكر الله الحائض والجنب: جلد اول، ص ۲۶۱، مبر ۱۳۱۱)

امام ترمذی لکھتے ہیں: قالوا: لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القرآن شيئاً إلا طرف الآية والحرف ونحو ذلك، وورخصوا للجنب والحائض في التسبيح والتلهيل. (ترمذی باب ما جاء في الجنب والحائض أنهما لا يقرآن القرآن، أنیس)

هو المصوب

مذکورہ عورت پاکی کے دنوں میں چالیس دن پورے کر لے، انشاء اللہ وہی فضیلت اس کو بھی حاصل ہو جائے گی۔
تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۵۲/۱)

حالت حیض میں ذکر جائز ہے:

سوال: عورت حیض کی حالت میں ذکر اور تسبیح وغیرہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ مینو اتوجروا۔

الجواب: باسم ملهم الصواب

حالت حیض میں تلاوت قرآن کے سوا ہر قسم کا ذکر جائز ہے، قرآن کی آیت بھی دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔ (۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲ ذی الحجہ ۸۹ھ (حسن الفتاویٰ: ۶۷/۲)

ایام حیض میں مناجات مقبول کا پڑھنا:

سوال: مستورات ایام حیض میں ”مناجات مقبول“ پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مناجات مقبول میں عربی والی دعا میں قرآن کی آیت بھی ہوتی ہے، لہذا اردو والی منظوم دعائیں الگ مجلد کروا کر پڑھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

کپڑے رومال وغیرہ سے پکڑ کر اردو کی دعائیں پڑھنا درست ہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۹/۵-۲۱۰)

حالت حیض میں آیۃ الکرسی پڑھنا:

سوال: اگر کسی کورات کو سوتے وقت پنج کلمہ آیۃ الکرسی اور چاروں قل اور الحمد شریف پڑھنے کی عادت ہے تو حیض کے دنوں میں کیا کیا جائے؟

(۱) عن هشام بن حسان قال: الجنب يسبح ويحمد الله، ويدعو، ولا يقرأ آية واحدة. (مصنف عبد الرزاق، باب هل تذكر الله الحائض والجنب، ج اول، ص ۳۳۷، نمبر ۳۰۹)

(ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى، وتسبيح) الخ. وفي رد المحتار: ”فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به“. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: ۲۹۳/۱، بيروت، انيس)

(۲) ”مناجات مقبول کی عربی دعاؤں میں آیات قرآنیہ دعا کی نیت سے پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، البتہ تلاوت کی نیت سے جائز نہیں: ”(قوله بقصدہ): فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة، لا بأس به“. (رد المحتار: ۲۹۳/۱، باب الحيض، سعيد، كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۱۵۰/۱)

الجواب ————— باسم ملهم الصواب

دعا کی نیت سے پڑھ لے۔ تلاوت کی نیت نہ کرے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ شعبان ۹۷ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۷/۲۰)

حالت حیض میں درود شریف وغیرہ پڑھنا:

سوال جس عورت کو حیض آتا ہو وہ درود شریف دلائل الخیرات پڑھ سکتی ہے نہیں؟

الجواب

ہاں سوائے قرآن مجید کے تمام اذکار پڑھنا مباح ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ (کفایت المفتی: ۲/۲۵۳)

میدان عرفات میں حائضہ کا آیت کریمہ، بطور ذکر یاد عا پڑھنا:

سوال: ایک عورت کہتی ہے کہ عرفات میں حالت حیض میں لا الہ الا انت الخ آیت کریمہ نہیں پڑھ سکتے تو کیا بغیر دیکھے زبانی طور پر آیت کریمہ اور سورہ اخلاص اور مناجات مقبول میں سنیچر کی منزل حالت حیض میں نہیں پڑھ سکتے؟ بینواتو جروا۔

الجواب

عورت حیض یا نفاس کی حالت میں قرآن مجید کی کوئی بھی آیت تلاوت کی نیت سے نہیں پڑھ سکتی البتہ قرآن مجید کی وہ آیت یا سورت جس میں دعایا اللہ کی حمد و ثنا ہو دعا اور ذکر کی نیت سے پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتی ہے۔

مرآۃ الفلاح میں ہے:

ويحرم قراءة آية من القرآن إلا بقصد الذكر إذا اشتملت عليه لا على حكم أو خبر... الخ. طحاوی میں ہے:

(قوله إلا بقصد الذكر): أي أو الشاء أو الدعاء إن اشتملت عليه فلا بأس به في أصح الروايات، قال في الحيوان: ولو أنه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم يرد به القرآن فلا بأس به، آه، واختاره الحلواني وذكر في غاية البيان: أنه المختار، كما في البحر والنهر... آه. (مرآۃ الفلاح وطحطاوی علی مرآۃ الفلاح: ۷/۷۷)

بہشتی زیور میں ہے: (مسئلہ) جو عورت حیض سے ہو یا نفاس سے ہو اور جس پر نہانا واجب ہو اس کو مسجد میں جانا

(۱) عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن." (ترمذی، باب ماجاء في الجنب والحائض لا يقرأ القرآن / أبو داؤد، باب في الجنب يقرأ القرآن، انیس)

(۲) (قوله بقصد): فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة، لا بأس به. (رد المحتار: ۲۹۳/۱، باب الحيض، كذا في حاشية الطحاوی علی الدر المختار: ۱۵/۱، انیس)

اور کعبہ شریف کا طواف کرنا اور کلام مجید پڑھنا اور کلام مجید کا چھوننا درست نہیں، الخ۔

نیز بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: اگر الحمد للہ کی پوری سورت دعا کی نیت سے پڑھے یا اور دعائیں جو قرآن میں آئی ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھے، تلاوت کے ارادے سے نہ پڑھے تو درست ہے، اس میں کچھ گناہ نہیں ہے، جیسے یہ دعا: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، اور یہ دعا: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔

آخر تک جو سورہ بقرہ کے آخر میں ہے یا اور کوئی دعا جو قرآن شریف میں آئی ہے، دعا کی نیت سے سب کا پڑھنا درست ہے۔ (بہشتی زیور: ۷۷-۷۸، حصہ دوم، نفاس اور حیض وغیرہ کے احکام کا بیان)

لہذا مذکورہ صورت میں عورت حالت حیض میں میدان عرفات میں ذکر اور دعا کی نیت سے سورہ اخلاص (قُلْ هُوَ اللَّهُ) پڑھ سکتی ہے، تلاوت کی نیت سے نہ پڑھے اور عرفات میں اس وظیفہ کی بہت فضیلت بھی آئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو مسلمان عرفہ کو زوال کے بعد موقف میں وقف کرے اور قبلہ رخ ہو کر سومرتبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ پھر سومرتبہ ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ پھر سومرتبہ نماز کا درود (درود ابراہیمی) پڑھے تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”اے میرے فرشتوں! کیا جزا ہے میرے اس بندے کی کہ اس نے میری تسبیح و تہلیل کی اور بڑائی و عظمت بیان کی اور ثنائے اور میرے نبی پر درود بھیجا، میں نے اس کو بخش دیا اور اس کی شفاعت کو اس کے نفس کے بارے میں قبول کیا اور اگر میرا بندہ اہل موقف کی بھی شفاعت کرے گا تو قبول کروں گا اور جو دعا چاہے مانگے“۔ (معلم الحجاج: ۱۷۵-۱۷۶، کیفیت وقوف عرفہ)

اسی طرح مناجات مقبول کی سنیچر کی منزل بھی دعا کی نیت سے پڑھ سکتی ہیں۔

البتہ حیض کی حالت میں قرآنی دعاؤں کو نہ چھوئے، زبانی پڑھے یا اس طرح پڑھے کہ ان دعاؤں پر ہاتھ نہ لگے۔ مراقی الفلاح میں ہے:

ويحرم (مسہا) أى الآية لقوله تعالى: ”لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ“، سواء كتب على قرطاس أو درهم أو حائط (إلا بغلاف) متجافٍ عن القرآن والحائل كالخريطة في الصحيح. طحاوی میں ہے:

وفيما عدا المصحف إنما يحرم مس الكتابة لا الحواشي ويحرم الكل في المصحف لأن الكل تبع له كما في الحدادی وغيره الخ. (طحاوی علی مراقی الفلاح: ۷۷) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۱۷/۹-۱۱۹)

حائضہ کے لئے تعلیم قرآن کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حائضہ عورت جو بچوں کو پڑھاتی ہو کیا وہ ان ایام میں پڑھانا

چھوڑ دے۔ نیز دوسری دعائیں اور درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب _____ باسم ملهم الصواب

قال فی شرح التنویر: (و) يمنع (قراءة قرآن) بقصده (ومسه) (إلى أن قال) (ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى، وتسبيح) وفي الشامية: (قوله: قراءة قرآن): أي ولودون آية من المركات لا المفردات، لأنه جوز للحائض المعلمة تعليمه كلمة كلمة (قوله بقصده): فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لأبأس به. (رد المحتار: ۱/۲۷۰) وفي غسل شرح التنویر: (و) يحرم به (تلاوة قرآن) ولودون آية على المختار (بقصده) وفي الشامية: (قوله على المختار): أي من قولين مصححين ثانيهما أنه لا يحرم ما دون آية (إلى قوله) أقول: و محله إذا لم تكن طويلة، فلو كانت طويلة كان بعضها كآية لأنها تعدل ثلاث آيات ذكره في الحلية عن شرح الجامع لفخر الإسلام. (رد المحتار: ۱۵۹/۱)

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

- (۱) حائضہ کا ایک آیت یا اس سے زیادہ بنیت تلاوت پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ آیت کا ٹکڑا بشرطیکہ چھوٹی سے چھوٹی آیت یعنی چھ حروف کے برابر نہ ہو پڑھنے کے جواز میں اختلاف ہے اور عدم جواز رائج ہے۔
 - (۳) مفردات میں سے ایک ایک کلمہ پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔
 - (۴) بقصد دعائے آیات قرآنیہ کا پڑھنا جائز ہے جن میں دعا کا مضمون ہے۔
 - (۵) ادعیہ ماثورہ کا پڑھنا اور ہاتھ لگانا اور ذکر اللہ و تسبیح وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)
- ۱۳ شعبان ۹۵ھ (حسن الفتاویٰ: ۲۷۸-۲۷۹)

حالت حیض میں بچوں کو پڑھانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

- (۱) عورت بحالت حیض و نفاس کتب فقہ وحدیث وتفسیر جوار دوزبان میں ہوں ان کا مطالعہ کر سکتی ہے یا نہ؟
- (۲) اس حالت میں اگر بچوں کو سبق پڑھانا چاہے، تو کیا جائز ہے، کتاب کو ہاتھ لگا سکتی ہے، یا کوئی اور صورت اس میں ہو؟

الجواب _____

- (۱) مطالعہ کر سکتی ہے۔ (۲)

(۱) کذا فی محمود الفتاویٰ: ۳۸۲/۱

(۲) (ولا یکره النظر لیه) أى القرآن (لجنب وحائض ونفساء) لأن الجنابة لاتحل العین (ک) ... ==

(۲) اگرچہ مستحب یہ ہے کہ ہاتھ نہ لگائے، لیکن بوجہ ضرورت کے ہاتھ بھی لگا سکتی ہے، حائضہ، جنبی اور محدث تینوں قرآن وغیرہ میں برابر ہیں، فرق فقط قراءت میں ہے۔

وفی الخلاصة: یکره مس کتب الأحادیث والفقہ للمحدث عندہما وعندابی حنیفة رحمہ اللہ الأصح أنه لا یکره (ثم قال بعده) والمستحب أن لا یأخذ کتب الشریعة بکم أيضاً بل یجدد الموضوع کما أحدث، الخ. (البحر الرائق: ص ۲۰۲) واللہ اعلم
محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان۔ ۱۳۷۵ھ (فتاویٰ مفتی محمود جلد اول: ۴۵۱)

قرآن چھونے سے متعلق دو عبارتوں کی وضاحت:

سوال: ”ولا تمس هؤلاء أى الحائض والجنب والنفساء والمحدث مصحفاً إلا بغلاف متجاف أى منفصل عنه“۔ اس عبارت کی تشریح شرح وقایہ کی شرح میں یہ ہے کہ: لا تمس بے وضو شخص کے لئے بھی قرآن شریف چھونا جائز نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ”لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ“ اور حدیث میں ہے: ”عن حکیم بن حزام قال: لما بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلى الیمن قال: ”لا تمس القرآن إلا وأنت طاهر“، آیت اور حدیث میں مناسبت ہے۔ لیکن عبارت کنایہ ہے کہ إلا بغلاف متجاف أى منفصل عنه لیکن مسئلہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ حائضہ، نفساء قرآن چھو سکتی ہے تو اس کو منفصل طور پر تحریر کیجئے کہ کن حالت میں جائز ہے۔

هو المصوب:

دونوں عبارتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، إلا بغلاف متجاف کا مطلب یہ ہے کہ بے وضو کپڑے کے واسطے سے چھوئیں۔ غلاف منفصل سے چھونا قرآن کریم کا چھونا نہیں ہے، بلکہ غلاف کا چھونا ہے۔
تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۵۱، ۲۵۲)

لڑکی حافظ ہوتے ہوئے بالغ ہو جائے آموختہ یا در ہے، اس کی کوئی صورت ہے:

سوال: ایک لڑکی قرآن کریم کا حفظ کر رہی ہے وہ بالغ ہو گئی اور اس کے ایام شروع ہو گئے۔ اب اس کی وجہ سے ہر مہینے آٹھ دن کا ناغہ ہوتا ہے۔ بقیہ دنوں میں وہ قرآن پڑھ سکتی ہے۔ مگر پریشانی یہ ہے کہ حفظ پورا کرنے کے لئے بہت وقت لگے گا اور جب بیچ میں اتنے دن چھوٹ جاتے ہیں تو یاد کیا ہوا بھول جاتی ہے اور پھر دوبارہ یاد کرنا پڑتا ہے تو ایسی کوئی صورت ہے کہ وہ اپنے حیض کے ایام میں تلاوت کر سکے تاکہ کم از کم، پڑھا ہوا یاد رہے۔ جواب عنایت فرمائیں؟ بینواتو جروا۔

== مالا تکرہ (أدعية) أى تحريماً، وإلا فالوضوء لمطلق الذكر مندوب، وترکه خلاف الأولى، وهو مرجع كراهة التنزيه. (الدرا المختار مع رد المحتار، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء، قبل باب المياہ: ۱/۴۷، بیروت، انیس)

الجواب _____ باسم ملهم الصواب

ایام کے زمانہ میں مذکورہ عذر کی وجہ سے قرآن شریف کے تلاوت کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ یاد کیا ہوا بھول نہ جائے اس کے دو طریقے ہو سکتے ہیں!

(۱) کپڑے وغیرہ سے قرآن شریف کھول کر بیٹھے اور قلم وغیرہ کسی چیز سے ورق پلٹائے اور قرآن میں دیکھ کر دل میں پڑھے۔ زبان نہ ہلائے۔

(۲) کوئی تلاوت کر رہا ہو تو اس کے پاس بیٹھ جائے اور سنتی رہے سننے سے بھی یاد ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں طریقے جائز ہیں اور انشاء اللہ یاد کیا ہوا محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۱۹/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ (حسن الفتاویٰ: ۶۶/۲)

حالت حیض میں ایسی کتاب کو ہاتھ لگانا جس میں قرآن کی آیت لکھی ہو:

سوال اگر ایسے ایام ہوں جس میں حرام ہے کہ عورتیں ہاتھ لگائیں کلام پاک کو، کیا ایسی حالت میں ایسی کتاب کو بھی ہاتھ لگانا، پڑھنا جائز ہے جس میں دس بارہ یا ایک دو آیات قرآن پاک ہوں؟ (المستفتی ۱۰۸ میر عبد الغفور صاحب سابق ج ۲، شملہ ۲۲، رجب ۱۳۵۲ء مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء)

الجواب _____

حیض کی حالت میں قرآن مجید کو چھونا اور ایسی کتاب جس میں قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوں ان آیات کے ورق پر ہاتھ لگانا، ناجائز ہے۔ کتاب کو چھونا اٹھانا جائز ہے۔ (۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ (کفایت المفتی: ۲۵۲/۲-۲۵۳)

کیا حائضہ میت کے پاس بیٹھ سکتی ہے:

سوال: کیا حائضہ عورت میت کے پاس بیٹھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب _____

بہتر یہ ہے کہ حائضہ عورت میت کے پاس نہ بیٹھے۔

(۱) عن عبد اللہ بن ابی بکر عن أبيه قال : كان في كتاب النبي صلى الله عليه وسلم لعمر بن حزم: "لا تمس القرآن إلا على طهر". (الدار قطنی، باب فی نهی المحدث عن مس القرآن / سنن للبيهقي، باب الحائض لا تمس المصحف ولا تقرأ القرآن) عن عامر وسالم قال: "لا يمس الرجل الدرهم فيها كتاب الله وهو جنب" قال: وقال عطاء والقاسم: "يمسها إذا كانت مصرورة في خرقه". (مصنف ابن أبي شيبة، باب الرجل يمس الدراهم وهو جنب / مصنف عبد الرزاق، باب مس المصحف والدراهم التي فيها القرآن)

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن". (ترمذی، باب ماجاء في الجنب والحائض لا يقرأ القرآن / أبو داود، باب في الجنب يقرأ القرآن، انیس)

ملاحظہ ہو۔ الفقہ الاسلامی میں ہے: قال الحنفیة: ویخرج من عنده الحائض والنفساء والجنب لامتناع حضور الملائكة بسببهم. (الفقہ الإسلامی وأدلته: ۲/۴۵۴)

البحر الرائق میں ہے: قال ابن نجيم: ویخرج من عنده الحائض والنفساء. (البحر الرائق: ۱۷۲/۱۷۳)
رد المحتار میں ہے: قال ابن عابدين: (ویخرج من عنده الحائض والنفساء والجنب) فی النهر:
وینبغی إخراج الحائض... وفی نور الإيضاح: واختلف فی إخراج الحائض. (رد المحتار: ۲/۱۹۳)
طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: (واختلفوا فی إخراج الحائض) إخراجهم علی سبیل
الأولوية إذا كان عن حضورهم غنی فلا ینافی ما ذكره الكاکی من أنه لا یمنع حضور الجنب
والحائض وقت الإحضار ووجه عدم الإخراج أنه قد لا یمکن الإخراج للشفقة أو للاحتیاج
إلیهن. (طحاوی علی مراقی الفلاح: ص: ۳۰۸)
خلاصہ یہ ہے کہ حائضہ میت کے پاس نہ ٹھہرے یہی اولیٰ ہے۔ الأولیٰ أن لا تجلس عند الميت الحائض
والنفساء والجنب. واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول: ۵۷۸، ۵۷۹)

ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت:

سوال:- ایک حج کرنے والی عورت بارہ روزی الحجہ تک حیض سے پاک نہیں ہوتی، اور ۱۳ روزی الحجہ کو وہ قانونی
مجبوری سے سفر کرے گی، ایسی صورت میں اگر وہ حیض کی حالت میں طواف زیارت کرے اور ایک اونٹ کا دم دے
دے تو کیا اس کا طواف زیارت صحیح ہو جائے گا؟ یا پھر ایسی صورت میں اس کو کیا کرنا ہے؟

هو المصوب

دریافت کردہ صورت میں حج پورا ہو جائے گا اور احرام سے بھی پوری طرح حلال ہو جائے گی۔
عمدة القاری میں ہے:

أن الحائض لا تطوف بالبيت فإن هجمت وطافت وهي حائض ففيه تفصيل وإن كانت
حائضاً وكان الطواف طواف القدوم فعليها شاة وإن كان طواف الركن فعليها بدنة. (عمدة
القاری شرح صحيح البخاری، كتاب الحيض: ۱/۱۷۷)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوة العلماء: ۱/۲۵۴)

مباشرت حائضہ:

سوال: جماع اور مباشرت میں کیا فرق ہے؟ ”بخاری“ کے باب مباشرة الحائض، صفحہ: ۲۰۷ میں جو
احادیث بیان کی گئی ہیں انہیں دیکھ کر بعض مرشدین نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ جو انسان اپنے نفس پر قابو نہیں پاسکتا

وہ حائضہ کی شرمگاہ پر کپڑا رکھ کر خواہش پوری کر سکتا ہے، لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ”بہشتی زیور“ میں بحوالہ ”در مختار: ۱/۱۹۴“ لکھا ہے کہ ”حیض کے زمانہ میں مرد کے پاس رہنا یعنی صحبت کرنا درست نہیں اور صحبت کے سوا اور سب باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا لینا درست ہے“۔ (۱)

علامہ شرنبلالیؒ نے نور الإيضاح ”باب الحيض والنفاس والاستحاضة“ میں لکھا ہے کہ:

”حالت حیض میں عورت کی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک کسی حصہ سے تمتع حاصل کرنا یعنی لذت لینا حرام ہے“۔

لہذا مباشرت اور جماع کے معنی کی تشریح فرمائیں اور مسئلہ کی وضاحت بھی فرمائیں؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

جماع کو تو سب ہی جانتے ہیں اس میں تو کوئی خفا نہیں، مباشرت کے معنی ہیں: ”کھال سے کھال ملانا“ اور کبھی اس سے مراد لیتے ہیں: ”مرد کے عضو خاص کا عورت کے عضو مخصوص سے بحالت شہوت بغیر کسی حائل کے ملانا“ جس کو ”مباشرت فاحشہ“ بھی کہتے ہیں جیسا کہ مراقی الفلاح میں ہے۔ (۲)

حائضہ سے مباشرت کی تین صورتیں ہیں:

ایک حرام ہے وہ یہ کہ اس سے جماع یعنی ادخال کیا جائے۔ (۲)

دوسری صورت جائز ہے وہ یہ کہ ناف سے اوپر اور کھٹکھٹال سے نیچے کے حصہ جسم سے استمتاع کیا جائے۔

تیسری صورت میں اختلاف ہے وہ یہ کہ جماع تو نہ کیا جائے لیکن ناف سے کھٹکھٹال تک کے حصہ جسم سے استمتاع کیا جائے۔ بعض علما نے اس کی اجازت دی ہے، بعض نے منع کیا ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں اور ”اوجز المسالک“ شرح مؤطا امام مالک: ۱/۱۳۶ پر تفصیل مذکور ہے۔ (۳)

بعض مرشدین کا قول آپ نے نقل کیا ہے آپ خود دیکھ لیں کہ ”بخاری شریف“ کی کس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد اس باب میں مذکور ہے:

”وَأَيْكُم يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَهُ“۔ (۴)

(۱) بہشتی زیور، باب بیست و ششم، حیض کے احکام کا بیان، مسئلہ: ۴، ص: ۱۶۸، دارالاشاعت دیوبند

(۲) مباشرة فاحشة وهي مس فرج أو دبر بذكر منتصب بلا حائل يمنع حرارة الجسد. (مراقی الفلاح: ۹۲، نواقض الوضوء، قدیمی۔ وکذا فی خلاصة الفتاوی: ۱/۱۵۸، الفصل الثالث فی الوضوء، امجد اکیدمی، لاہور)

(۳) ”اعلم أن مباشرة الحائض على ثلاثة أنواع: أحدها: المباشرة في الفرج بالوطي وهو حرام بالنص والإجماع، ومستحلّه يكفر على الاختلاف فيما بينهم في وجوب الكفارة على من أتاها... والثاني: المباشرة بما فوق السرة ودون الركبة باليد أو الذکر وغیره وهو مباح بالإجماع... والثالث: الاستمتاع بما بينهما من الفرج والدبر فمختلف فيما بين الأئمة، قال احمد ومحمد، إلخ“۔ (أوجز المسالک: ۱/۱۳۶)

”وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ، قُلْ هُوَ أَذًى، فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ“۔ (سورة البقرة: ۲۲۲)

(۴) الصحيح للبخاری: ۱/۴۴، باب مباشرة الحائض، قدیمی۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش پر جیسے قابو یافتہ تھے تم میں سے کون ایسا قابو یافتہ ہے یعنی حالت حیض میں ناف سے پچھتھوں تک حصہ جسم کو کپڑے سے مستور کر دیتے تھے پھر ساتھ لیتے تھے اور پھر بھی پورے طور سے قابو یافتہ رہتے تھے اور خواہش پوری نہیں کیا کرتے تھے، تم میں کس کو یہ قوت ضبط حاصل ہے کہ ایسی حالت میں خواہش پوری نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود گنگوہی (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۵/۵، ۲۰۶)

حائضہ سے انتفاع کی صورت:

سوال: اگر مرد اپنی حائضہ بیوی کے ’مابین السرة إلى ركبتيہ‘ کو جبکہ اس پر کپڑا ہو، اپنے عضو سے کپڑا لپیٹ کر مس کرے فرج داخل چھوڑ کر اور اس کو انزال ہو جائے تو یہ فعل عند الشریعہ کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً

جب کپڑا درمیان میں حائل ہے تو یہ صورت ممنوع نہیں:

”فيجوز الإستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل، وكذا بمابينهما بحائل بغير الوطء ولوتلطيح دماً“۔ (شامی: ۱/۱۹۴) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۳/۵)

حالت حیض میں جماع کرنا حرام ہے:

سوال: کیا ایام حیض میں عورت سے صحبت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس کی نسبت سخت وعید آئی ہے؟

الجواب:

ایام حیض میں جماع کرنا نص قرآنی سے حرام ہو چکا ہے گناہ کبیرہ ہے، اگر غلطی سے کبھی ایسا ہو جائے تو اگر شروع حیض میں صحبت کی ہو تو ایک دینار اور آخر میں کی ہو تو نصف دینار خیرات کر دینا افضل ہے اور توبہ واستغفار واجب ہے۔ (۲) فقط۔ ۶/ جمادی الاولیٰ ۴۰ھ (امداد الاحکام جلد اول ص: ۳۶۲)

(۱) رد المحتار: ۲۹۲/۱، باب الحيض، سعيد. وكذا في الفتاوى العالمية: ۳۹/۱-وتبيين الحقائق: ۱/۱۲۴

عائشة قالت: كنت أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم نبيت في الشعار الواحد وأنا طامث أو حائض فإن أصابه منى شيء غسل مكانه ولم يعده وصلى فيه ثم يعود فإن أصابه منى شيء فعل مثل ذلك غسل مكانه ولم يعده وصلى فيه. (سنن النسائي، باب مباشرة الحائض - أنيس)

(۲) ”وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ، قُلْ هُوَ أَذَى، فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ“۔ (سورة البقرة: ۲۲۲)

عن مجاهد في قوله عز وجل (وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ) حتى ينقطع الدم فإذا تطهرن، قال: يقول إذا اغتسلن. (سنن البيهقي، باب الحائض لا توطأ حتى تطهر وتغتسل، جلد اول، ص ۴۶۲، نمبر ۱۲۸) ==

حالت حیض میں استمتاع:

سوال: زید کی بیوی ایام حیض کے اندر ہے، زید تو تہ شہوت کی بنا پر حرام کاری کا قصد کرنے پر مجبور ہے، ایسی صورت میں زید اپنی بیوی سے حالت حیض میں مباشرت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ اگر کوئی اور صورت ہو، تو تحریر فرمائیں؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

حالت حیض میں بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے، حرام کاری تو حرام ہے ہی اس کا کیا پوچھنا۔ ناف سے گھٹنے تک کے علاوہ بقیہ جسم سے استمتاع کی گنجائش ہے۔ (۱) زید کو چاہئے کہ ایام حیض میں صبر کرے یا روزے رکھے، یا پھر دوسری شادی کر لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۲/۸۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۷/۵) ☆

== سمعت میمونۃ تقول: "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا أراد أن یبشر امرأة من نسائه أمرها فأتزرت وهي حائض. (بخاری باب مباشرة الحائض، ص ۵۳، نمبر ۳۰۳)
عن میمونۃ قالت: إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبشر المرأة من نسائه وهي حائض إذا کان علیها إزار إلى أنصاف الفخذین أو الرکتین تحتجز به. (أبو داؤد، باب فی الرجل یصیب منها ما دون الجماع، ص ۲۸، نمبر ۲۶۷)
عن بعض أزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت: إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا أراد من الحائض شیئاً ألقى علی فرجها ثوباً. (أبو داؤد، باب فی الرجل یصیب منها ما دون الجماع، ص ۲۹، نمبر ۲۷۲)
عن مجاهد فی الحائض ینقطع عنها الدم قال: لا یأتیها حتی تحل لها الصلوة. (مصنف ابن أبی شیبہ، باب فی المرأة ینقطع عنها الدم فیأتیها قبل أن تغتسل، ج ۱، ص ۹۲، نمبر ۱۰۴۷، انیس)
(۱) فیجوز الاستمتاع بسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولولبلا حائل وكذا بما بینهما بحائل بغير الوطیء ولو تلطخ دماً. (ردالمحتار: ۲۹۲/۱، باب الحیض، سعید. وكذا فی حاشیة الطحطاوی علی مرقی الفلاح: ۱۴۵، باب الحیض، قدیمی. وكذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۱۴۹/۱، باب الحیض، دارالمعرفة، بیروت. وكذا فی البحر الرائق: ۲۱۱/۲، باب الحیض، رشیدیہ)
عائشة قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمر إحداها إذا كانت حائضاً أمرها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن تنزل ثم یبشرها. (سنن النسائی، باب مباشرة الحائض۔ انیس)

☆ حالت حیض میں وطی:

سوال: اگر کسی آدمی نے حالت حیض میں اپنی بیوی سے وطی کی اور مرد کو کچھ علم نہیں کہ حیض میں ہے یا طہر میں اور اس کی بیوی نے بھی یہ بات شوہر کو نہیں بتائی، وطی سے فارغ ہونے کے بعد عورت نے پھر اپنے شوہر کو پوری بات بتادی کہ میں حالت حیض میں تھی۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مرد گناہ کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر عورت حالت حیض میں بوجہ غلبہ شہوت کے اپنے شوہر کو وطی کرنے پر اصرار کرے تو مرد کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ نیز عورت کی جانب سے یہ بھی خطرہ ہے کہ اگر اصرار کو پورا نہ کیا جائے تو کوئی برا فعل نہ کر بیٹھے؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

اگر حالت حیض میں مرد نے عدم علم کی بنا پر جماع کیا اور عورت کو معلوم ہے تو عورت گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوگی، نیز اگر عورت حالت حیض میں بوجہ غلبہ شہوت کے مرد کو وطی پر مجبور کرے...

حالت حیض میں بیوی سے مجامعت:

اگر کوئی شخص حالت حیض میں اپنی بیوی سے مجامعت کرے اور اس کو شیوہ بنائے تو اس پر حکم شرع کیا ہے؟

الجواب ————— وباللہ التوفیق

شیوہ بنالینا استحلال کو مستلزم نہیں بلکہ اصرار کو مستلزم ہے جو گناہ کبیرہ ضرور ہے مگر کفر نہیں ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے تفریق بین الزوجین کا حکم نہیں ہے محض توبہ اور استغفار کافی ہے اور اگر استحلال کو مستلزم کر بھی لیں جب بھی تفریق بین الزوجین کا حکم نہیں ہے، مستحل الوطی فی حالة الحيض مفتیٰ بہ قول میں کافر نہیں ہوتا ہے، کما صرح بہ فی ”الطحاوی علی مراقی الفلاح“ (۱) (ص ۴۷، فی باب الحيض والنفاس):

”وصح صاحب الخلاصة عدم كفره وقال في الفصل الثاني من ألفاظ الكفر: أن من اعتقد الحلال حراماً أو على القلب يكفر إذا كان حراماً لعينه وثبتت حرمة بدليل قطعي أما إذا كان حراماً لغيره بدليل قطعي أو حراماً لعينه بخبر الأحاد لا يكفر إذا اعتقده حالاً فعلى هذا لا يفتى بكفر مستحله لأن حرمة لغيره وهو الأذى“.

لہذا تکفیر یا تفریق کا فتویٰ غلط ہے۔ بلکہ صورت مسئلہ میں نکاح علی حالہ باقی ہے، البتہ شخص مذکور کو لازم ہے کہ وہ اس شنیع حرکت سے توبہ کرے اور باز آجائے اور اس جرم کے صدور کی وجہ سے کچھ مال تصدق کر دے تو بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۲۶/۹/۱۳۸۵ھ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۳۶/۱-۱۳۷)

حائضہ کے ساتھ سونا:

سوال: حیض و نفاس کی حالت میں مرد اپنی عورت کے پاس سو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً ومصلياً

سو سکتا ہے۔ ”قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”يجوز مباشرة الحائض فوق الإزار وإن لزم منه التلطخ بالدم“، ۵، شامی: ۲۰۷/۱ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۲/۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۳/۵)

== ... تو مرد کو وحلی کرنا ایسی حالت میں بالکل درست نہیں ہے۔

”ووطأها في الفرج عالماً بالحرمة عامداً مختاراً ثم هو كبيرة لا جاهلاً ولا ناسياً ولا مكرهاً“۔ (کذا فی البحر الرائق: ۱۹۸/۱) حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۷/۵، ۲۰۸)

(۱) طحاوی علی المراقی: ص ۴۷، مطبع سلیمان مصطفیٰ (دشق)

(۲) قوله: ما بين سرّة وركبة، فيجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولوبلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطأ ولوطأ طمخ دمًا. (رد المحتار: ۲۹۲/۱، باب الحيض، سعيد)

==

حالت حیض میں جسم کے زیر ناف تا گھٹنہ مباشرت کا حکم:

سوال: دریاں حالیکہ ایام حیض میں عورت سے تماس وغیرہ جائز ہے تو کیا بغیر دخول اوپر اوپر جسم کے زیر ناف جماع جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر کا بدن حالت حیض میں مس کرنا بدون حائل کے جائز نہیں، اور امام محمدؒ کے نزدیک بجز جماع در فرج کے اور سب طرح مباشرت درست ہے، پس ان کے نزدیک یہ صورت جائز ہے جو مسائل نے دریافت کی ہے، اور احتیاط امام صاحب کے قول میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور ضرورت کے وقت امام محمدؒ کے قول پر بھی عمل جائز ہے۔

قال فی الدر: ”(وقربان ماتحت إزار) یعنی مابین سرۃ و رکبۃ ولولبلا شہوة، وحل ماعداء مطلقاً، آہ وقال الشامی: فیجوز الإستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وماتحتها ولولبلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطأ (إلى أن قال) وقال محمد: یجتنب شعار الدم یعنی الجماع فقط، آہ. (ص: ۳۰۱ ج: ۱) وفي الطحطاوی (ص: ۸۳) علی مراقی الفلاح: وخص محمد التحريم بشعار الدم وهو موضع خروجه كما في الجوهرة وفي شرح التاویلات وبقول محمد نقول، ورجحه صاحب الغایة وقد علمت مابه الفتوی، آہ وهو قول الشیخین. (امداد الاحکام جلد اول ص: ۳۶۳)

حائضہ کے ساتھ اس کے شوہر کا حائل کے ساتھ مس کرنے کا، کیا حکم ہے:

سوال: حائض عورت کو بالائے زانو معہ جامہ یا عریاں مس کرنا، اور شہوت نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

برہنہ ناجائز اور حائل کے ساتھ درست ہے۔ (۱) بدست خاص، سوال: ۴۵ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۹)

== أم سلمةؓ قالت: بينما أنا مضطجعة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخميعة إذ حضت فانسلت فأخذت ثياب حيضتي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنفست؟ قلت: نعم، فدعاني فاضطجعت معه في الخميعة. (سنن النسائي، باب مضاجعة الحائض - انيس)

(۱) قال فی الدر المختار: ”(وقربان ماتحت إزار) یعنی مابین سرۃ و رکبۃ ولولبلا شہوة، وحل ماعداء مطلقاً، آہ وقال الشامی: فیجوز الإستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وماتحتها ولولبلا حائل وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطأ. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: ۲۹۲/۱، بیروت، انيس)

بوقتِ ضرورت مباشرتِ حائضہ اور غلبہ شہوت میں استمنا:

- سوال: (۱) جماع کی سخت ضرورت ہو اور منکوحہ حیض میں ہو تو سُرین یا مقامِ دبر کے اوپر گڑ کر منی اخراج کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ اپنے اوپر مکمل اعتماد ہو کہ مقامِ خاص میں داخل نہ کریں گے، یا کوئی اور صورت ہو؟
- سوال: (۲) اگر بیوی پاس میں نہ ہو، زید کہیں باہر رہتا ہے یا نکاح نہیں ہوا ہے اور شہوت سے عورتوں پر نظر پڑتی ہے، ذہن و دماغ پریشان رہتا ہے، نماز وغیرہ میں بھی خیال منتشر ہوتا ہے۔ اس عمل (استمنا) کو معمول نہ بنائے بلکہ گاہے گاہے زیادہ پریشان ہو تو سکون حاصل کرنے کے لئے ایسا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً و مصلیاً

- (۱) یہ صورت ناجائز ہے، البتہ پنڈلی یا پیٹ یا ہاتھ وغیرہ پر رکھ کر انزال کرنے سے تسکین ہو جائے تو معصیت سے بچ جائے تو درست ہے۔ (۱)
- (۲) اگر بغیر اس کے زنا میں مبتلا ہو جانے کا ظن غالب ہو تو زنا سے تحفظ کیلئے ایسا کر لینے سے امید ہے کہ عذاب نہ ہوگا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
- حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۴/۵)

بے خبری کی وجہ سے حالتِ حیض میں ہمبستری کر لی تو گناہ ہوا یا نہیں:

- سوال ایک عورت کو ہمیشہ مہینہ کے آخری ہفتہ میں حیض ہوا کرتا تھا، اس کی شادی مہینے کے دوسرے ہفتے میں ہوئی اول شب کو ہمبستر ہونے سے اسے حیض شروع ہو گیا۔ لیکن بے خبری کی وجہ سے خاوند دوبارہ ہمبستر ہوا۔ ایسی حالت میں دونوں میں سے کسی پر گناہ ہوا یا نہیں؟ اگر گناہ ہوا تو اس کا کفارہ وغیرہ کتنا دینا چاہئے۔ شادی کے بعد سے حیض مہینہ کے دوسرے ہفتے میں ہونے لگا ہے۔

الجواب _____

بے خبری سے ایسا ہو گیا تو دونوں میں سے کسی پر گناہ نہیں ہوا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہ دہلی (کفایت المفتی: ۲۵۳/۲)

- (۱) وكذا الاستمنا بالكف وإن كره تحريماً لحديث "ناكح اليد ملعون" ولو خاف الزنى يرجي أن لا وبال عليه. (الدر المختار على رد المحتار: ۳۹۹/۱ - وكذا في خلاصة الفتاوى: ۲۶۰/۱، جنس آخر في المجامعة وما في معناها، كتاب الصوم، امجد اكيڈمی)
- (۲) بہشتی زیور، باب بیست و ششم، حیض کے احکام کا بیان، مسئلہ ۴، ۱۶۸، دارالاشاعت۔
- (۳) ووطأها في الفرج عالماً بالحرمه... الخ. (البحر الرائق: ۱۹۸/۱، انیس)

حالتِ حیض میں غلط فہمی سے صحبت کی سزا:

سوال: ایک عورت کی حیض کی عادت چار یوم کی تھی، حسب معمول چوتھے روز دن کے پانچ بجے حیض بند ہو گیا اور اس روز اس نے غسل بھی کر لیا، اس رات کو تقریباً رات کے ۱۲ بجے اس کے خاوند نے اس سے ہمبستری کی، صبح کو معلوم ہوا کہ خون جاری ہے، رات کو تقریباً ہمبستری کرنے کے بعد سے علیٰ ہذا صبح خون پھر بند ہو گیا اور کچھ غلط فہمیوں کی بنا پر یہ سمجھتے ہوئے کہ اب گو خون بند ہو گیا ہے، دن کے تقریباً بارہ بجے کے بعد زن وشوہر ہمبستر ہوئے، حالانکہ خون جاری تھا جس کا بعد میں اندازہ ہوا (دونوں کو) اور وہ خون دوسرے روز صبح بند ہو گیا۔ اس صورت میں ان پر کیا سزا شرعی طور پر واجب ہوتی ہے؟ دونوں غریب ہیں اور غلط فہمی اور عدم معلومات کی بنا پر یہ فعل ان سے سرزد ہوا، خصوصاً عورت کے اس قول پر کہ خون بند ہو گیا ہے جس کی علامت اس کا غسل کرنا اور باندھی ہوئی پٹی کھول ڈالنا بھی تھا؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

اس صورت میں عند الحنفیہ شرعاً کوئی کفارہ، صدقہ وغیرہ واجب نہیں، غلط فہمی کی بنا پر جو کچھ ہو گیا توبہ واستغفار کر لیں: ”اختلف العلماء فی وجوب الکفارة، فقال الشافعی رحمہ اللہ فی أصح قولہ وهو الجدید ومالک وأبو حنیفة رحمہما اللہ وأحمد رحمہ اللہ فی إحدى الروایتین وجماہیر السلف: إنه لا کفارة علیہ، وعلیہ أن یتستغفر ویتوب“ اھ۔ (بذل المجہود: ۱/۱۵۸، باب إتیان الحائض بحالة علم وعمد) (۱)

ایک دینار یا نصف دینار تصدق کرنا مستحب ہے تاکہ آئندہ پوری احتیاط سے کام لیا جائے: ثم هو أى وطأ الحائض کبيرة لو عامداً مختاراً عالماً بالحرمة، لا جاهلاً أو مکرهاً أو ناسیاً، فتلزمه التوبة، ویندب تصدقه بدینار أو نصفه، اھ۔ (در مختار) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۲/۵)

حیض کے ایام میں بیوی سے وطی کرنے کے بعد کیا دو غسل ضروری ہیں یا ایک ہی کافی ہے:

سوال: (۱) جب مجھے مہینہ ہوا تو تین چار دن گزر گئے، مگر غسل نہ کر پائی تھی کہ میرا شوہر آیا اور باوجود منع کرنے کے نہ مانا اور خواہش پوری کر لی، تو اب دو غسل کرنے پڑیں گے؟ ایک ہفتہ کی ناپاکی، دوسرے شوہر کے آنے

(۱) الدر المختار: ۱/۲۹۷، باب الحيض، سعيد. الفتاوى العالمگیریة: ۱/۳۹، الفصل الرابع فی أحكام

الحيض، إلخ. رشيدية

(۲) ردالمختار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد وكذا فی الفتاوى العالمگیریة: ۱/۳۹، الفصل الرابع فی أحكام الحيض.

کی۔ اجتماع والی عورتوں نے کہا: ۱۱/۱۱ ڈھیلے ہونے چاہئیں، سر دھو کر ڈھیلے سے استنجا پاک کر کے ناف کے نیچے تک بدن کو دھوؤ، پھر وضو کر کے نہاؤ، پھر دوبارہ ناف سے نیچے تک باقاعدہ وضو کرو، تب نہاؤ، تب پاک ہو سکتی ہو۔ لہذا آپ شرع شریف سے مطلع فرمائیں؟

(۲) میرا شوہر رات کو میرے پاس آیا، صبح کو غسل کرنے کی کسی کو مہلت نہ مل سکی اس طرح تین رات گزر گئیں تو غسل تین روز کریں یا ایک ہی دفعہ سے پاک ہو جائیں گے؟ اجتماع کرنے والی عورتوں نے تین دفعہ بتلایا ہے۔ لہذا عورتوں کے غسل کا طریقہ تحریر فرمائیں؟

الجواب

(۱) ان دونوں باتوں کی وجہ سے دو غسل واجب نہیں ہوں گے بلکہ ایک ہی غسل کافی ہے۔ (۱) ایک غسل میں جتنے پانی کی ضرورت ہوتی ہے بس وہی کافی ہے۔ ۱۱/۱۱ ڈھیلے سے استنجا بھی غلط ہے۔ (۲)

(۲) تین رات غسل نہ کرنا اور نمازیں قضا کرنا کبیرہ گناہ ہے، سخت وبال کی چیز ہے مگر شوہر کے تین روز صحبت کرنے سے تین غسل واجب نہیں ہوں گے ایک ہی غسل کافی ہوگا، (۳) جس نے دو یا تین دفعہ غسل کرنا بتایا ہے اس نے غلط بتایا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۱۰-۱۱۲)

حیض کی حالت میں پیچھے کی طرف سے صحبت:

سوال: اسلام میں عورت سے پیچھے سے صحبت کرنے کی ممانعت ہے، اس کی کیا وجہ ہے، اور اگر ایسا کر لیا تو اس کا کیا اور کتنا گناہ ہے اور اس کا کیا کفارہ ہے۔ کیا مجبوری کی حالت میں مثلاً حیض کے وقت اگر پیچھے سے صحبت کرنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۱) ویکفی غسل واحد لعید و جمعة اجتماع جنابة کما لفرضی جنابة و حیض. (الدر المختار: ۱۶۹/۱، أبحاث الغسل، سعید، و کذا فی الفتاویٰ العالمگیرية: ۱۶/۱، أما أنواع الغسل، رشیدیہ، و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته: ۵۴۱/۱، المطلب السابع، الاغتسال المسنون، رشیدیہ)

(۲) حدیث میں صرف تین ڈھیلوں سے استنجا کا ذکر ہے لیکن وہ بھی ایک استنبائی عمل ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وليس العدد ثلاثاً... بل مستحب. (الدر المختار) وقال العلامة ابن عابدين: (بل يستحب) أشار إلى أن المراد نفى السنة المؤكدة لأصلها لما ورد من الأمر بالاستنجاء بثلاثة أحجار ولم نقل إن الأمر للوجوب... لأن قوله عليه الصلوة والسلام: "من استجمر فليوتر فممن فعل فحسن ومن لا فلا حرج". دليل على عدم الوجوب. (رد المختار: ۳۳۷/۱، كتاب الطهارة فصل في الاستنجاء، سعید)

بہشتی زیور میں غسل کا طریقہ لکھا ہے اس کے موافق غسل کر لیا جائے۔ (بہشتی زیور حصہ، غسل کا بیان: ۷۰-۷۲، دارالاشاعت، کراچی)

(۳) ویکفی غسل واحد لعید و جمعة اجتماع جنابة کما لفرضی جنابة و حیض. (الدر المختار: ۱۶۹/۱، أبحاث الغسل، انیس)

هو المصوب

حالت حیض میں اور دبر میں وطی کرنے کی حدیث میں سخت ممانعت وارد ہوئی ہے:

عن ابن عباسؓ قال: أوحى إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم (”نَسَائُكُمْ حَرْتُ لَكُمْ فَاتُوا حَرَّتُكُمْ“ الخ) أقبل وأدبروا اتقوا الدبر والحیضة. (سنن الترمذی، أبواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، حدیث نمبر: ۳۱۶۲)

دوسری بہت سی احادیث سے دبر میں وطی کرنے والے پر لعنت کا پتہ چلتا ہے۔ لہذا اس سے بچنا ضروری ہے اور اس سلسلہ میں کثرت احادیث اور احادیث میں لعنت کا ہونا گناہ کبیرہ پر دل ہے۔ لہذا اس کے مبتلیٰ بہ پر توبہ کرنا لازم ہے۔ (۱) توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ اس گناہ پر دل سے سخت ندامت پائی جائے اور آئندہ ایسا گناہ نہ کرنے کا عزم ہو اور اس حالت کو دوبارہ تصور میں نہ لائے۔

تحریر: محمد مسعود حسن حسینی ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۶۲/۱)

حالت حیض میں جماع کرنے سے کفارہ لازم ہے یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی زوجہ سے حالت حیض میں جماع کرے تو اس پر کفارہ لازم آوے گا یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ حالت حیض میں اپنی زوجہ سے وطی کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اس کو توبہ کرنا لازم ہے اور ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا مستحب ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷۸/۱)

حیض کے بعد غسل سے پہلے جماع کر لیا تو کفارہ واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: عورت جس وقت حیض سے فارغ ہو جاوے تو قبل از غسل جماع جائز ہے یا نہیں، اور اگر کسی نے قبل از غسل جماع کر لیا تو کچھ کفارہ واجب ہوگا یا نہیں اور بحالت حیض ہم صحبت ہونے کا کیا کفارہ ہے؟

(۱) ”ملعون من أتى امرأته في دبرها“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۶۲۔)
(۲) ثم هو كبيرة لو عامداً مختاراً عالماً بالحرمه لا جاهلاً أو مكرهاً أو ناسياً فتلزمه التوبة ويندب تصدقه بدینار أو نصفه ومصرفه كزكوة وهل على المرأة تصدق قال في الضیاء: الظاهر لا. درمختار باب الحيض قوله: ثم هو أى وطىء الحائض. (ردالمحتار، باب الحيض: ۲۷۵/۱)

عن ابن عباسؓ قال: إذا أصابها في أول الدم فدينار وإذا أصابها في انقطاع الدم ف نصف دينار. (أبو داؤد، باب فی إتيان الحائض: ص ۴۰ نمبر ۲۶۵)

اگر خون کارنگ سیاہ تھا، اس زمانہ میں وطی کی ہو تو ایک دینار کا صدقہ کرنا مستحب ہے اور اس کارنگ زرد ہو اس زمانہ میں وطی کی ہو تو آدھے دینار کا صدقہ کرنا مستحب ہے۔ (شامی ۲۱۸/۱ بحوالہ محمود الفتاویٰ: ۳۸۵/۱) اور ایک دینار ساڑھے چار ماشے سونے کا ہوتا ہے۔ (ایک دینار سے مراد چار ماشہ اور چار رتی کی مقدار سونا ہے یا اس کی قیمت۔) (اوزان شرعیہ بحوالہ محمود الفتاویٰ: ۳۸۵/۱)

الجواب

اگر انقطاع حیض اکثر مدت حیض یعنی دس دن میں ہوا تو قبل غسل جماع اس سے درست ہے اگرچہ بہتر بعد الغسل ہے۔
درمختار میں ہے: ”و یحل و طؤها إذا انقطع حیضها أكثره بلا غسل و جوباً بل ندباً“ الخ۔ (۱)
اور اگر دس دن سے کم مگر عادت کے موافق چھ سات دن میں مثلاً حیض منقطع ہوا تو جماع اُس سے اُس وقت درست ہے کہ غسل کر لے یا اتنا وقت گزر جاوے کہ اس میں غسل کر کے کپڑے پہنکر نماز شروع کر سکے۔ یا یوں کہا جاوے کہ نماز کا وقت بعد انقطاع حیض کے گزر جاوے اور وہ نماز اس کے ذمہ لازم ہو جاوے۔ (۲) اور بحالت حیض اگر جماع کر لیا تو کفارہ اس کا یہ ہے کہ توبہ کرے اور مستحب ہے کہ بقدر ایک دینار کے یا نصف دینار کے صدقہ کرے۔ (۳) ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷۹/۱)

ایام حیض کے گزر جانے کے بعد غسل کرنے سے پہلے بیوی سے مباشرت کا حکم:

سوال: اگر حائضہ عورت بعد بند ہونے حیض کے اور انقضائے ایام معہودہ کے دو ایک روز اور غسل نہ کرے تو قبل غسل اس سے جماع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جب عورت کے ایام حیض گزر جائیں اور دس دن سے پہلے خون بند ہو جائے اور بندش کے بعد ایک نماز کامل کا وقت کامل گزر جائے تو اس عورت سے جماع جائز ہے غسل کرے یا نہ کرے، اور دس دن کے بعد وقت نماز گزرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ (۴) واللہ اعلم ۲۰ محرم ۱۴۵ھ (امداد الاحکام جلد اول ص: ۳۶۳ تا ۳۶۴)

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب الحيض: ۲۷۱/۱۔ ظفیر

سأل إنسان عطاءً قال: الحائض ترى الطهر ولا تغتسل أتحل لزوجها؟ قال: لا حتى تغتسل. (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل يصيب امرأته وقد رأت الطهر ولم تغتسل / السنن للبيهقي، باب الحائض لا توطأ حتى تطهر وتغتسل)
عن عطاء قال: إذا طهرت الحائض فلم تجد ماءً تيمم وبأيتها زوجها. (مصنف ابن أبي شيبة، باب من قال إذا طهرت و هي في سفر تيمم وبأيتها، أنيس)

(۲) وإن لأقله الخ لا يحل حتى تغتسل أو تيمم بشرطه أو يمضي عليها زمن يسع الغسل ولبس الثياب، الخ. (الدر المختار علی صدر رد المحتار باب الحيض: ۲۷۱/۱)

(۳) ويندب تصدقه بدینار أو نصفه ومصرفه كزكوة وهل على المرأة تصدق قال في الضياء الظاهر: لا. (الدر المختار علی رد المحتار، باب الحيض: ۲۷۱/۱، ظفیر)

(۴) (ويحل و طؤها إذا انقطع حیضها لأكثره) بلا غسل و جوباً بل ندباً (وإن..... لأقله) الخ (لا يحل) حتى تغتسل (أو تيمم بشرطه (أو يمضي عليها زمن يسع الغسل) ولبس الثياب، الخ. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: ۲۹۴/۱، ۲۹۵، بیروت، انیس)

جنابت کے بعد فوراً حائضہ ہوگئی تو غسل حیض کے بعد کر لے گی:

سوال: ایک شخص اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا۔ صبح کو اس کی بیوی حائضہ ہوگئی، تو اس کی بیوی پر غسل جنابت فرض ہے یا نہیں؟

الحواب

غسل جنابت اس پر فرض نہیں رہا حیض سے پاک ہو کر غسل کرے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۷۷)

جنابت کی حالت میں حیض شروع ہو جائے تو غسل کب کرے:

سوال: مجھے مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ میاں بیوی دونوں صحبت کرنے کے بعد جب ان پر غسل فرض ہو جاتا ہے، تو اس رات میں غسل سے پہلے عورت کو ماہواری شروع ہو جائے تو کیا وہ غسل جنابت کریں یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الحواب ————— حامداً و مصلیاً

اگرچہ ایام حیض کے ختم ہونے پر ایک غسل دونوں امور (جنابت و حیض) کے لیے کافی ہو جائے گا تاہم ماہواری کے دوران جنابت کے غسل سے صحت کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو وہ غسل کر سکتی ہے۔

كما في الدر: ويكفي غسل واحد لعيد وجمعة اجتماع مع جنابة كما لفرضي جنابة وحيض. الخ. (۱/۱۶۹)
وفي الفقه الإسلامي وأدلته: ومن اغتسل لجنابة أو نحوها كحيض مع غسل جمعة أو عيد أجزأه الغسل عنهما (إلى قوله) كما اغتسل لفرضي جنابة وحيض اتفاقاً. الخ. (۱/۳۸۸) واللہ اعلم بالصواب
(فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ پاکستان، سیریل نمبر: ۱۳۷۷)

حیض کے درمیان غسل جنابت:

سوال: کیا غسل جنابت حیض کے دوران کرنا ضروری ہے؟ اختتام حیض پر غسل کرنا کیا ناجائز ہوگا؟

هو المصوب

غسل جنابت حیض کے دوران لازم نہیں ہے، اگر اس دوران غسل کر لیا تو بھی عورت ناپاک رہے گی، حیض کے

(۱) (وفرض) الغسل (إلى قوله) عند انقطاع حيض ونفاس الخ أي يجب عنده (در مختار) أي عند تحقق الانقطاع ونحوه، والمراد بعده. (ردالمحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۵۳)

الإجماع على أنه لا يجب الوضوء على المحدث والغسل على الجنب والحائض والنفساء قبل وجوب الصلوة أو إرادة ما لا يحل إلا به، كذا في البحر الرائق. (عالمگیری کشوری، موجبات غسل: ۱۵۱/۱) (ظفیر)

اختتام پر غسل کرنا ہوگا، (۱) اور حیض کی حالت میں زن و شوہر کا تعلق قائم کرنا حرام ہے۔ (۲)
 تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۳۷ و ۲۳۸)

عورت ناپاکی کے ایام میں نہا سکتی ہے:

میں نے سنا ہے کہ ناپاکی کے دنوں میں نہانا نہیں چاہیے، کیوں کہ نہانے سے جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا، اگر گرمی کی وجہ سے صرف سر دھولیا جائے تو سر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ مسئلہ یہ ہے کہ کم سے کم سات دن میں ناپاکی دور ہوتی ہے اور گرمیوں میں سات دن بغیر نہائے رہنا بہت مشکل ہے، برائے مہربانی آپ یہ بتائیں کہ واقعی مجبوری کے دنوں میں بالکل نہیں نہانا چاہیے؟

الجواب

عورت کو ناپاکی کے ایام میں نہانے کی اجازت ہے، اور یہ نہانا ٹھنڈک کے لیے ہے، طہارت کے لیے نہیں، یہ کسی نے بالکل جھوٹ کہا ہے کہ اس حالت میں نہانے سے جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ۱۳۶)

حائضہ و نفساء کا بستر سے الگ رہنا اور رکوع کی حالت میں پاخانہ پیشاب کرنا:

سوال: رکوع کی حالت بنا کر عورتوں کا پاخانہ پیشاب کرنا اور حائضہ عورت کا ناپاکی کی حالت میں بستر سے علاحدہ رہنا، بے غسل کھانا نہ پکانا، چھوت کے خیال سے جو چھوئے اس پر بھی غسل ضروری ہونا، ناپاکی کی حالت میں کپڑے برتن وغیرہ دھونا ضروری کہنا، بے دھوئے بڑا گناہ کہنا کیسا ہے؟ اس طرح نفساء کو بھی بلکہ اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا حرام پاک ہونے تک سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

رکوع کی حالت بنا کر پیشاب پاخانہ کرنا تو انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کا طریقہ ہے، انسان کا طریقہ نہیں۔ حائضہ اور نفساء سے اتنا پرہیز کرنا اور اس کے پکائے ہوئے کھانے اور چھوئے ہوئے کپڑے برتن وغیرہ سے احتراز کرنا اور اس کا بستر علیحدہ کرنا یہ یہود کا طریقہ ہے، اسلام نے اس سے منع کیا ہے، البتہ صحبت وغیرہ جو امور ناجائز ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

”(يمنع) (الحیض)..... (قربان ماتحت إزار) یعنی مابین سرور کبة (در مختار) وفی الشامی:

(۱) (وفرض الغسل... عند انقطاع حیض و نفاس). (الدر المختار، باب الحيض: ۱/۱۶۵، بیروت، انیس)

(۲) فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ. (سورة البقرة: ۲۲۲)

فیجوز الإستمتاع بالسرة وما فوقها، والركبة وما تحتها ولو بلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطء ولو تلطخ دماً، ولا يكره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجین أو ماء أو نحوهما، إلا إذا توضأت بقصد القربة كما هو المستحب، فإنه يصير مستعملاً. وفي اللولو الجبية: ولا ينبغي أن يعزل عن فراشها، لأن ذلك يشبه فعل اليهود، بحر، اهـ۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ صفر ۱۳۵۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۸/۵، ۲۰۹)

ایام حیض میں استعمال ہونے والے کپڑوں کا حکم:

سوال:- بعض خواتین ایام حیض میں استعمال شدہ کرسف (کپڑا) باہر گلی کو چوں میں پھینک دیتی ہیں جس سے انسانی ذہن میں عجیب و غریب قسم کے گندے خیالات پیدا ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ ایسے کپڑے کے بارے میں شریعت اسلامی کا کیا حکم ہے؟

الجواب

غیرت اور حیا کا یہ تقاضا ہے کہ ایام حیض میں استعمال ہونے والا کرسف (کپڑا) دوبارہ استعمال نہ ہو سکتا ہو تو اسے جلا دیا جائے، ایسے کپڑے کو گلی کو چوں میں پھینکنا مناسب نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: "كل عضو لا يجوز النظر إليه قبل الانفصال لا يجوز بعده كشعر عانته وشعر رأسها وعظم ذراع حرة ميتة وساقها وقلامه ظفر جلهها دون يدها وأن النظر إلى ملاءة الأجنبية بشهوة حرام". (رد المحتار: ج ۶ ص ۳۷۱، کتاب الکراهية، فصل فی النظر) (۲)

(فتاویٰ حقایق جلد دوم صفحہ ۵۵۸)

حائضہ کے کپڑوں کا حکم:

سوال:- اگر کوئی شخص نجس ہے اور وہ کسی کپڑے کو پہنے یا اوڑھے تو کیا وہ کپڑا بھی نجس ہو جاتا ہے؟ جس میں حائضہ مستورات بھی شامل ہیں۔ مثال کے طور پر حائضہ عورت دوپٹہ اوڑھے لے تو کیا پاک عورت اس کو اوڑھے کر نماز ادا کر سکتی ہے؟

هو المصوب

کپڑے پر اگر نجاست نہیں ہے، تو حائضہ یا جنبی کے پہن لینے سے کپڑا نجس نہ ہوگا۔ (۳)

تحریر: مسعود حسن حسنی ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوة العلماء: ۲۶۳/۱)

(۱) رد المحتار: ۲۹۲/۱، باب الحيض، سعيد.

(۲) وفي خير الفتاوى: اگر دھونے کے بعد دوبارہ استعمال نہ ہو سکیں تو جلا دیا جائے۔ (خیر الفتاویٰ: ج ۲ ص ۱۳۹، باب الحيض)

(۳) ولا يكره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجین أو ماء أو نحوهما. (رد المحتار: ۲۸۶/۱)

حیض کے کپڑے کا حکم:

سوال: حیض کے کپڑے کو دفن کرنا چاہیے یا پھینک دیا جائے ڈبہ میں؟

الحواب

حیض کے کپڑے دفن کرنا بہتر ہے ہاں اگر تھیلی وغیرہ میں پھینک دیئے جائیں تو یہ بھی درست ہے۔
فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

يدفن أربع الظفر والشعر وخرقة الحيض والدم كذا في فتاوى عتايبة. (فتاویٰ ہندیہ: ۹۶/۵)
مجمع الزوائد میں ہے:

عن أم سعد امرأة زيد بن ثابت قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم "يأمر بدفن الدم إذا احتجم". رواه الطبرانی في الأوسط وفيه هياج بن بسطام وهو ضعيف. (مجمع الزوائد: ۹۴/۵)
اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خون کو دفن کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ لہذا حیض کے کپڑے جو کہ خون آلود ہیں اس کو بھی دفن کرنا چاہیے۔

نیز علامہ ابن قدامہؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں:

عن أبي جريح عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "كان يعجبه دفن الدم". (المغنی: ۷۲/۱)
لہذا بہتر یہی ہے کہ حیض کے کپڑے کو دفن کر دیا جائے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول: ۵۷۴-۵۷۵)

دوران حیض استعمال کئے ہوئے فرنیچر وغیرہ کا حکم:

سوال: ان چیزوں کے پاک کرنے کے بارے میں ضرورت بتائیے جن کو دوران حیض استعمال کر چکے ہیں، مثلاً: صوفہ سیٹ، نئے کپڑے، چارپائی یا ایسی چیز جن کو پانی سے پاک نہیں کر سکتے ہیں؟

الحواب

یہ چیزیں استعمال سے ناپاک تو نہیں ہو جاتیں جب تک نجاست نہ لگے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ۱۴۱-۱۴۲)

مخصوص ایام میں مہندی لگانا جائز ہے:

سوال: اکثر بزرگ خواتین کا کہنا ہے کہ ایام شروع ہونے کے بعد یعنی ایام کے دوران مہندی نہ لگائی جائے، کیوں کہ اس وقت تک ہاتھ پاک نہیں ہوتے، جب تک مہندی بالکل نہ اتر جائے اور ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ اگر ایام شروع ہونے سے پہلے لگائی تو کوئی حرج نہیں، پھر چاہے لگی ہو یا نہ لگی ہو پاک ہو سکتے ہیں؟

(۱) ولا یکرہ طبخها ولا استعمال مامستہ من عجین أو ماء أو نحوهما. (رد المحتار: ۲۹۲/۱، مطلب لو أفتی مفت الخ)

الجواب

عورتوں کے لیے خاص ایام میں مہندی لگانا جائز ہے اور یہ خیال غلط ہے کہ ایام میں مہندی ناپاک ہو جاتی ہے۔ (۱)
(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم، ص: ۱۴۱)

انجکشن سے حیض بند کرنے کا حکم:

سوال: آج کل ایسے انجکشن ملتے ہیں جن کے لگانے سے خواتین کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے، خصوصاً حج کے ایام میں خواتین وہ انجکشن لگواتی ہیں، اگر ایک عورت کو حیض آنے کی میعاد مقرر ہو کہ ہر ماہ اس کو حیض آتا ہو اور اس انجکشن کے ذریعے اس ماہ اسے خون نہ آئے، تو کیا یہ عورت اپنی میعاد حیض میں جبکہ انجکشن کی وجہ سے خون بند ہے، نماز روزہ وغیرہ عبادت کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

حیض کا تعلق اس خون کو دیکھنے سے ہے، جو بلا کسی سبب کے رحم سے آئے، گویا کہ حیض نام ہے خون آنے کا، صورتِ مسئلہ میں چونکہ خون بذریعہ انجکشن بند ہے، اس لئے صرف ایام کو حیض نہیں کہا جائے گا اور نہ اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے، بلکہ اس قسم کی خاتون کو نماز، روزہ، طواف وغیرہ سب کچھ جائز اور لازمی ہے۔

قال العلامة عالم بن العلاء الأنصاری: ”يجب أن يعلم بأن حكم الحيض والنفاس والاستحاضة لا يثبت إلا بخروج الدم وظهوره وهذا هو ظاهر مذهب أصحابنا وعليه عامة المشائخ“۔ (الفتاوى التاتارخانية: ج ۱ ص ۳۳۰، كتاب الحيض، نوع في بيان أنه متى يثبت حكم الحيض) (۲)
(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۶۵)

اگر مقررہ دنوں کے علاوہ کسی دوا وغیرہ کی وجہ سے حیض آئے تو نماز روزہ کا کیا حکم ہے:

سوال: اگر غیر ایام معتاد میں دوا دینے سے کسی کو حیض ہوا، تو وہ عورت نماز روزہ کرے یا نہیں؟

الجواب

اگر دوا کے سبب حیض آوے، تو نماز روزہ ترک کرے مگر استحاضہ ہو تو ترک نہ کرے۔ (۳) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم بدست خاص، ص: ۶۱۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۸)

- (۱) جنب اختضب و اختضبت امرأته بذلك الخضاب قال أبو يوسف رحمه الله تعالى: لا بأس به ولا تنصلي فيه وإن كان جنب قد غسل موضع الخضاب فلا بأس بأن يصلي فيه، كذا في فتاوى قاضيه خان. (الفتاوى العالمية المكية: ج ۳۵۹/۵)
(۲) وفي الهندية: ”إذ أرت المرأة الدم تترك الصلوة من أول مارت، قال الفقيه: وبه نأخذ“۔ (الفتاوى الهندية: ج ۱ ص ۳۸، الباب السادس، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس)
(۳) اسی طرح اگر دوا لینے کی وجہ سے معتادہ کو ایام عادت میں بالکل خون ظاہر نہ ہو تو وہ پاک ہے اور اگر تھوڑا بھی خون ظاہر ہو گیا تو حائضہ ہے، عورتیں حج کے موقع پر ایسی دوائیں لیتی ہیں اس کا یہ حکم ہے۔۔۔

حیض کا بے وقت آنا:

سوال: اگر کسی خاتون کو ایام حیض اس طرح شروع ہوں کہ اول خون کے چند قطرات نمودار ہوں اور پھر اس کے بعد دس دن تک خون بالکل نظر نہ آئے، لیکن دس دن کے بعد پھر حیض کی آمد کثرت سے شروع ہو اور یہ سلسلہ تقریباً پانچ چھ دن تک جاری رہے تو ایام حیض، پاکی اور نماز وغیرہ کے لئے کب سے شمار کئے جائیں گے، مثلاً اگر ۲۱ جولائی سے قطرات حیض برائے نام نمودار ہوں اور پھر ۳۱ جولائی سے سیلان بکثرت ہو اور ۴ اگست تک جاری رہے تو ایام حیض کس تاریخ سے کس تاریخ تک شمار کئے جائیں گے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جب اول قطرات نمودار ہوئے پھر دس دن تک کوئی اثر معلوم نہیں ہوا تو یہ چند قطرات حیض میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ یہ دس روز مسلسل پاکی کے شمار ہوں گے، اس کے بعد جب بکثرت سیلان ہوا اور مسلسل پانچ روز تک رہا تو ان پانچ دن کو ایام حیض میں شمار کریں گے۔ صورت مسئلہ میں ۲۱ جولائی سے ۳۰ جولائی تک حیض نہیں، ۳۱ جولائی سے ۴ اگست تک ایام حیض ہوں گے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۲/۵)

عورت آئسہ کب ہوتی ہے:

سوال: ایک حیض والی عورت کا حیض بند ہو گیا، اب کتنی مدت حیض بند رہنے سے بیماری میں آئسہ کا حکم کیا جائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک پچپن سال کی عورت آئسہ ہوتی ہے، اتنی مدت کے اندر حیض آنے کی امید رہتی ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۱/۵)

== اور دوا کے سبب اگر خون آئے، تو اگر پندرہ دن یا زیادہ طہر کے بعد آئے اور وہ تین دن تک جاری رہے تو وہ حیض شمار ہوگا، اگر چہ وہ غیر عادت میں ہو، جیسا کہ حضرت نے بیان فرمایا ہے اور خود نہ آنے میں اور دوا کے ذریعہ نکالنے میں کوئی فرق نہیں، جیسا کہ خود نہ آنے میں اور دوا کے ذریعہ روکنے میں کوئی فرق نہیں۔ سعید احمد پالن پوری

(۱) ”(هو).....(دم من رحم)..... لالولادة..... وأقله ثلاثة أيام بلياليها) الثلاث،(وأكثره عشرة) بعشرة ليال،(والناقص) عن أقله (والزائد) على أكثره، الخ. (الدر المختار على صدر رد المحتار: ۲۸۴/۱، باب الحيض، إمداديه، وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۶۱۵/۱، المطلب الثاني، مدة الحيض والطهر، رشيدية)

(۲) ”(لايحد إياس بمدة الخ، (وقيل: يحد بخمسين سنة، وعليه المعول) والفتوى في زماننا الخ وحده في العدة بخمسة وخمسين، قال في الضياء: وعليه الاعتماد.“ (الدر المختار على رد المحتار: ۳۰۴/۱، باب الحيض، مطلب في أحكام الأنسة، سعيد)

سن یاس کی تحقیق:

سوال: سن یاس کب سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد آنے والے خون کا کیا حکم ہے؟

الجواب

مفتی بہ قول کے مطابق سن یاس ۵۵ سال ہے، چنانچہ اس کے اندر جو خون آئے وہ حیض شمار ہوگا۔ درمختار میں ہے: (وقیل: یحد بخمسين سنة وعلیه المعول) والفتویٰ فی زماننا، مجتبیٰ وغیرہ (تیسیراً) وحدہ فی العدة بخمس وخمسين، قال فی الضیاء: وعلیه الاعتماد. (الدر المختار) وفی الشامیة: (قوله وحده) أى المصنف فی باب العدة، قال فی البحر: وهو قول مشایخ بخاری وخوارزم ح وبخط الشارح فی هامش الخزان، قال قاضیخان وغیرہ: وعلیه الفتویٰ، وفی نکت العلامة قاسم عن المفید أنه المختار، ومثله فی الفیض وغیرہ. (شامی: ۳۰۴/۱) وقال أيضاً: أنها إذا كانت عاداتها قبل الإیاس أصفر فرأته كذلك أو علقاً فرأته كذلك كان حیضاً. (شامی: ۳۰۴/۱)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۵ سال سے پہلے جو خون عورت کو آتا ہے وہ حیض ہے خواہ خون خود آئے یا دوا کے نتیجے میں آئے، ہاں جو خون ۵۵ سال کے بعد آئے وہ اس وقت حیض شمار ہوگا جب کہ اس خون کا رنگ ۵۵ سال سے آنے والے خون کے رنگ سے ملتا ہو، مثلاً پہلے خون کا رنگ اگر سرخ تھا اور اب زرد یا کی ہے تو یہ حیض شمار نہیں ہوگا اور اگر سرخ و سیاہ ہے تو حیض شمار ہوگا۔ واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول: ۵۸۷-۵۸۸)

حیض سے پاک ہونے کی کوئی آیت نہیں:

سوال: حیض کے بعد پاک ہونے کی کوئی مخصوص آیت ہوتی ہے؟

الجواب

نہیں! عورتوں میں یہ جو مشہور ہے کہ فلاں فلاں آیتیں یا کلمے پڑھنے سے عورت پاک ہوتی ہے، یہ قطعاً غلط ہے، ناپاک آدمی پانی سے پاک ہوتا ہے۔ (۱) آیتوں یا کلموں سے نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ص ۱۳۶)

(۱) ثبت بالدلیل القطعی المجمع علیہ أن الطهارة واجبة شرعاً وأن المفروض منها هو الوضوء أو الغسل من الجنابة والحیض والنفساء بالماء... واتفق الفقهاء علی جواز التطهیر بالماء الطهور أو المطلق وهو ما یسمی ماءً، قال تعالیٰ: ”وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوراً“، ”وَيُنَزَّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءٌ لِّيُطَهِّرَ كُمْ بِهِ“. (الفقه الإسلامی وأدلته ج ۱، ص ۹۲، المبحث الثالث المطهرات)

مسائل نفاس

مسئلہ نفاس:

سوال: ایک عورت کو پہلے وقت نفاس ۱۴ دن آکر بند ہو گیا اور اس نے غسل کر کے نماز شروع کی، دو دن کے بعد پھر خون معلوم ہوا اور بیس دن کے بعد ختم ہوا، پھر دوسرے وقت بیس دن کو بند ہوا، مگر اس نے غسل نہ کیا اور کہنے پر یہ کہا کہ ایک دو دن راہ دیکھ لوں، اس کے بعد ایک دن پھر ذرا خون کا دھبہ معلوم ہوا مگر وہ ایک ہی وقت، پھر نہ معلوم ہوا تو ایسی صورت کی مدت نفاس کتنی ہے اور اس کو ایک دو روز راہ دیکھنا اور نماز نہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور قضا پڑھے یا نہیں؟ دم ۱۴، ط ۲، دم ۲۰، کل ۳۶ دن۔

تفتیح: یہ سمجھ میں نہیں آیا دوسرے وقت سے کیا مراد ہے؟
جواب تفتیح: دوسرے وقت سے دوسرا نفاس مراد ہے جو بعد وضع حمل ثانی کے ہے۔

الجواب

اول مرتبہ کل ۳۶ یوم نفاس تھا اور دوسری مرتبہ عادت سے قبل پاک ہونے پر بھی نماز پڑھنی چاہئے تھی البتہ اس حالت میں اتنا چاہئے کہ وقت مستحب کے اخیر تک انتظار کرے لیکن جب بعد میں خون دیکھا تو ظاہر ہو گیا کہ وہ دن نفاس کا تھا اس لئے قضا واجب نہیں، ہاں ۳۶ یوم سے قبل جماع مکروہ ہے۔

فی العالمکیریۃ، ص ۲۴ ج ۱: لو انقطع دمها دون عادتھا یکرہ قربانھا وإن اغتسلت حتی تمضی عادتھا وعليها أن تصلی وتصوم للإحتیاط، هکذا فی التبیین، وقال بعد سطر: ومتی طهرت المبتدأة دون العشرة أو المعتادة دون العادة أخرت الوضوء والغتسال إلى آخر الوقت بحیث لا تدخل الصلوة فی الوقت المکروه، کذا فی الزاهدی. (امداد الا حکام جلد اول، ص: ۳۶۴ و ۳۶۵)

مسئلہ نفاس کی ایک صورت کے متعلق استفتا کا جواب:

سوال: زچگی کے زمانہ میں جب تک خون برابر آتا رہے، نماز نہیں پڑھی جاتی، لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو دن کے واسطے خون بند ہو گیا اور ایک دو روز پھر آ گیا، پھر بند ہو گیا پھر آنے لگا، تو ایسی صورت میں نماز پڑھتی رہے

یا قضا کرے، زچگی کے زمانے میں بار بار غسل نہیں کر سکتی تو اس زمانے میں اگر نماز پڑھی جاوے تو کیا تیمم جائز ہوگا، تیمم، غسل اور وضو دونوں کے لئے کیا جاسکتا ہے یا غسل کے لئے تیمم کرے اور پانی سے وضو کرے، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خون تو نہیں آتا لیکن پانی آتا رہتا ہے، بعض دفعہ خود اور بعض اوقات اس وجہ سے کہ ایک مہینہ تک دوائیں استعمال ہوتی رہتی ہیں، اس وجہ سے اس صورت میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ زیادہ حدادب۔

الجواب

قال ابن عابدین فی رسالته منهل الواردين: "ثم إن المرأة كلما رأت الدم تترك الصلوة مبتدأة كانت أو معتادة كما سيأتى في الفصل السادس (بشرط كون الرؤية في خلال المدة لا بعدها) وكلما انقطع دمها في الحيض قبل ثلاثة أيام تصلى لكن تنتظر آخر الوقت أى المستحب وجوباً فإن لم يعد في الوقت توضعاً وتصلى وتصوم إن انقطع ليلاً وتشبه بالصائم إن انقطع نهاراً وإن عاد في الوقت أو بعده في العشرة كما يأتى بطل الحكم بطهارتها فتقعد عن الصلوة والصوم وبعد الثلاثة إن انقطع قبل العادة فكذلك الحكم لكن هنا تصلى بالغسل كلما انقطع لا بالوضوء لأنه تحقق كونها حائضاً برؤية الدم ثلاثة فأكثر أو بعد العادة فالحكم أيضاً كذلك لكن هنا تأخير الغسل لأجل الصلوة مستحب لا واجب وإن عاد الدم في العشرة ولم يتجاوزها بطل الحكم بطهارتها فلو تجاوزها فالعشرة حيض لو مبتدأة وإلا فأيام عاداتها، ولو اعتادت في الحيض يوماً دماً ويوماً طهراً هكذا إلى العشرة فإذا رأت الدم في اليوم الأول تترك الصلوة والصوم وإذا طهرت في الثاني توضعاً وصلت ولا غسل بعدم كونها حائضاً بعده وفي الثالث تترك الصلوة والصوم وفي الرابع تغتسل وتصلى هكذا إلى العشرة كذا في التتارخانية ونحوه في صدر الشريعة، والنفاس كالحيض في الأحكام المذكورة غير أنه يجب الغسل فيه كلما انقطع على كل حال سواء كان قبل ثلاثة أو بعدها لأنه لا أقل له ففي كل انقطاع يحتمل خروجها من النفاس فيجب الغسل بخلاف ما قبل الثلاث في الحيض" (ص: ۹۳)

خلاصہ یہ ہے کہ نفاس کی مدت میں (جو کہ چالیس دن ہے) عورت جب خون دیکھے تو نماز روزہ چھوڑ دے اور جب تک خون جاری رہے چھوڑے رکھے، اور اگر کسی وقت خون بند ہو جائے تو اس وقت جس نماز کا وقت ہو اس کے وقت مستحب کے اخیر وقت تک بند رہے تو غسل کر کے نماز پڑھے، اور رات کو بند ہو اور صبح کے قریب تک بند رہے تو روزہ بھی رکھنا واجب ہے، ورنہ خون آجانے پر روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، بشرطیکہ دن بھر بند رہے ورنہ خون آجانے پر روزہ داروں کی طرح رہنا واجب نہ رہے گا اور خون بند ہونے کے وقت یہ دیکھنا چاہئے کہ عادت سابقہ

سے پہلے ہوا ہے یا عادت کے بعد اگر پہلے بند ہوا ہے تو غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے، مگر غسل و نماز میں وقت مستحب کے اخیر کا انتظار کرنا واجب ہے، اور اگر عادت کے بعد بند ہوا ہے تو نماز پڑھنا اب بھی واجب ہے، مگر اس صورت میں غسل و نماز کے لئے اخیر وقت کا انتظار مستحب ہے، واجب نہیں، چالیس دن کے اندر خون آنے اور بند ہونے کا تو یہی حکم ہے، اور اگر چالیس دن سے زائد خون آیا تو عادت کے ایام کو تو نفاس سمجھا جاوے گا اور باقی کو بیماری، تو ایام عادت کے بعد جتنے دنوں کی نماز خون آنے کے سبب سے نہیں پڑھی گئی، ان کی قضا کرنا واجب ہوگی۔

یہ تو نفاس کا حکم تھا جس سے (متعلق) سوال کیا گیا ہے، اس کے بعد ہم حیض کا حکم بھی متمیم فائدہ کے لئے بیان کئے دیتے ہیں، حیض کا حکم یہ ہے کہ تین دن گزرنے سے پہلے تو خون دیکھ کر نماز روزہ چھوڑ دے، اور جب تک خون جاری رہے چھوڑے رکھے، اور اگر کسی وقت خون بند ہو جائے تو وقت مستحب کے اخیر کا انتظار کرے، اگر اس وقت خون جاری ہو جاوے تو نماز روزہ چھوڑے رکھے، اور اس وقت تک بند رہے تو وضو کر کے نماز پڑھے غسل واجب نہیں اور رات کو بند ہوا اور صبح کے قریب تک بند رہے تو روزہ کی نیت رمضان میں کرنا واجب ہے اور دن میں بند ہوا اور کسی نماز کے اخیر وقت تک بند رہے تو روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے اور حیض شروع ہونے سے تین دن گزرنے کے بعد حکم یہ ہے کہ خون دیکھنے سے تو نماز وغیرہ چھوڑ دے اور جب تک جاری رہے چھوڑے رکھے اور جب بند ہو نماز شروع کر دے، جیسا اوپر حکم تھا، البتہ دیکھنا یہ ہے کہ عادت سابقہ سے پہلے بند ہوا ہے یا عادت کے بعد، اگر پہلے بند ہوا ہے، تو غسل و نماز میں آخر وقت مستحب کا انتظار واجب ہے اور بعد عادت کے بند ہوا ہے تو اخیر وقت کا انتظار مستحب ہے، واجب نہیں، دس روز تک تو یہی حکم ہے اور اگر دس دن سے زائد خون آیا تو ایام عادت سابقہ کے بعد جتنے دن کی نماز بوجہ خون آنے کے نہیں پڑھی، ان کی قضا واجب ہے، حیض کے دن وہی سمجھے جائیں گے جو عادت کے ایام ہیں، یہ حکم تو نماز روزہ کا ہے۔

اور شوہر سے مقاربت کا یہ حکم ہے کہ نفاس کے چالیس دن سے کم میں اور حیض کے دس دن سے کم میں اگر عادت کے موافق بند ہوا ہو یا عادت کے بعد، جب تو عورت کے غسل کر لینے یا بحالت عذر تیمم کر لینے یا ایک نماز کے وقت گزر جانے کے بعد مقاربت جائز ہے، اور عادت سے پہلے بند ہوا ہے تو جب تک ایام عادت پورے نہ ہوں مقاربت جائز نہیں، گو عورت غسل کر کے نماز پڑھنے لگی ہو، کیونکہ نماز روزہ کا حکم الگ ہے، اور مقاربت کا حکم الگ ہے، اور حیض و نفاس دونوں میں پانی کے آنے کا حکم یہ ہے کہ گدلا پانی تو حیض و نفاس ہی ہے، جب کہ دس دن اور چالیس دن کے اندر اندر ہو، اور صاف پانی حیض و نفاس نہیں، بلکہ اس کو خون کا بند ہونا سمجھا جائے گا، اور جس عورت پر نماز کے لئے غسل واجب ہو مگر وہ بوجہ مرض وضعف کے غسل پر قادر نہ ہو تو اس کو غسل کی طرف سے تیمم کرنا جائز ہے، لیکن اگر وضو کرنا مضر نہ ہو تو وضو کرنا واجب ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم، ۴ شعبان ۱۴۲۷ھ

تتمہ: (۱) پانی کارنگ وہ معتبر ہے جو تازہ آمد کے وقت ہو، پس اگر تازہ آمد کے وقت پانی صاف تھا، بعد میں کپڑے پر لگ کر رنگ میں گدلا پن آ گیا تو یہ عورت حیض و نفاس سے پاک ہوگی، بعد کے تغیر کا اعتبار نہیں، صرح بہ فی منہل الواردین فی المقدمة۔

(۲) اگر حیض دس دن پورے ہونے اور نفاس چالیس دن پورے ہونے پر بند ہو تو بدون انتظار غسل وغیرہ کے مقاربت جائز ہے، صرح بہ الفقہاء فی کتبہم۔

(۳) اگر حیض دس دن پر اور نفاس چالیس دن پر بند ہو گیا اور بندش کے بعد ایک دو دن کے وقفہ سے پھر جاری ہو گیا تو یہ وقفہ بھی بحکم جریان دم کے ہے، پس یوں سمجھا جائے گا کہ حیض دس دن سے زیادہ آیا اور نفاس چالیس دن سے زیادہ آیا، اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس عورت کی عادت حیض و نفاس میں پہلے سے معلوم ہے تو ایام عادت حیض و نفاس ہیں اور عادت سے زیادہ جتنے ایام ہیں وہ سب استحاضہ ہیں، پس عادت سے زائد ایام میں اگر کسی دن میں بوجہ خون آنے کے نماز نہ پڑھی ہو تو اس کی قضا واجب ہے، البتہ اگر دس دن حیض کے اور چالیس دن نفاس کے بعد پندرہ دن خون بند رہے تو اب اس وقفہ کو بحکم جریان دم شمار نہ کیا جائے گا بلکہ یہ دوسرا خون شمار ہوگا، پس اگر وہ حیض بن سکے مثلاً تین دن کا کل خون آیا تو اس کو دوسرا حیض شمار کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ففی الرسالة المذكورة: لو عاد الدم بطل الحكم بطهارتها كأنها لم تطهر، قال فی التتارخانية: وهذا إذا عاد فی العشرة ولم يتجاوزها وطهرت بعد ذلك خمسة عشر يوماً فلو تجاوزها أو نقص الطهر عن ذلك فالعشرة حیض لو مبتدأة وإلا فأیام عاداتها، آه. (ص: ۹۳)

۴/ شعبان ۱۲۷۵ھ (امداد الاحکام جلد اول، ص: ۳۶۵ تا ۳۶۸)

بچہ کی ولادت پر نفاس نہیں آیا، کیا پھر بھی غسل واجب ہے:

سوال: عورت کے بچہ پیدا ہونے کے بعد نفاس نہیں آیا تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

قول مختاریہ ہے کہ غسل واجب ہے، کذا فی رد المحتار: ۱/ ۱۳۰. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۰۵)

(۱) ”ولو ولدت ولم ترَ دمًا، لا یجب الغسل عند أبی یوسف..... لكن یجب علیها الوضوء..... وعند أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ یجب الغسل، وأكثر المشایخ أخذوا بقوله، وبه کان یفتی الصدر الشہید، هکذا فی المحيط، وقال أبو علی الدقاق: وبه نأخذ، الخ.“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۷/۱، الفصل الثانی فی النفاس، رشیدیہ وکذا فی الدر المختار: ۲۹۹/۱، باب الحیض، سعید)

آپریشن کے ذریعہ ولادت کی صورت میں نفاس کا حکم:

سوال: بعض اوقات ولادت میں پیچیدگیوں کی وجہ سے بڑے آپریشن کے ذریعہ بچہ پیٹ سے نکالا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں نفاس کے احکام کیا ہوں گے؟

الجواب

اگر آپریشن کے بعد خون رحم سے جاری ہو جائے تو وہ نفاس کے حکم میں ہے۔ اس پر نفاس والے احکام جاری ہوں گے اور اگر صرف آپریشن کی جگہ ہی سے نکلے اور رحم سے نہ آئے تو وہ زخم کے حکم میں ہے اس صورت میں نماز وغیرہ ساقط نہیں ہوں گے۔

فلو ولدته من سرتها إن سال الدم من الرحم فنفساء وإلا فذات جرح وإن ثبت له أحكام الولد، اھ۔ (درمختار) (قوله من سرتها) عبارة البحر: من قبل سرتها، بأن كان بطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها. اھ (شامیہ: ج ۱ ص ۲۱۹) فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۵/۵/۱۴۱۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۱۳۶۲)

آپریشن سے ولادت کے بعد نکلنے والے خون کا حکم:

سوال: آج کل بسا اوقات بچے کی ولادت آپریشن کے ذریعہ ہوتی ہے، اس کے بعد جو خون آتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ خون نفاس میں شامل ہے یا نہیں؟

الجواب

نفاس ہر اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچے کی ولادت کے بعد رحم سے آئے چاہے بچہ معتاد ذریعہ (فطری طریقہ) سے پیدا ہو یا آپریشن کے ذریعہ سے، اب اگر آنے والا خون رحم سے ہو تو نفاس میں شمار ہوگا اور اگر آپریشن کی جگہ سے خون آتا ہو تو وہ نفاس نہیں، اس میں عورت پر روزہ نماز لازم ہوں گے۔

لما قال الحصكفي: ”والنفاس لغة: ولادة المرأة، وشرعاً: دم)..... (يخرج من رحم فلو ولدته من سرتها إن سال الدم من الرحم فنفساء، وإلا فذات جرح وإن ثبت له أحكام الولد (عقب ولد) أو أكثره ولو متقطعاً عضواً عضواً لأقله“. (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ج ۱ ص ۲۹۹، باب الحيض) (۱) (فتاویٰ حقایق جلد دوم صفحہ ۵۲۳)

(۱) قال الشيخ السيد أحمد الطحطاوي: ”قوله: فلو ولدته من سرتها“ بأن كان بها جرح فانشقت وخرج الولد منها (قوله: فنفساء) لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة (قوله: إلا فذات جرح) يعني لا تعطى حكم النفساء (قوله: وإن ثبت له أحكام الولد) من انقضاء العدة وصيرورة الأمة به أم الولد ولوعلق الطلاق بولادتها وقع لوجود الشرط“. (طحطاوي حاشية الدر المختار: ج ۱ ص ۵۳، باب الحيض / ومثله في الهنديّة: ج ۱ ص ۳۷، الباب السادس في الدماء المختصة بالنساء، الفصل الثاني في النفاس)

ایام حمل میں خون آنے کی وجہ سے نماز روزہ ترک نہ کرے:

سوال: ایک عورت کو حیض معمولی طور پر ایام حمل میں ہوتا ہے، تو وہ نماز روزہ کرے یا نہیں؟ علیٰ ہذا، اگر عورت حاملہ کو غیر معتاد ایام میں حیض آ جاوے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایام حمل میں حیض نہیں ہوتا ہے، استحاضہ ہوتا (ہے)، (۱) روزہ نماز ترک نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بدست خاص، ص: ۶۲ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۹)

ولادت سے قبل خروج ماء کا حکم:

سوال: میرے گھر میں ولادت سے دس بارہ گھنٹے پیشتر پانی جاری ہے جو ولادت کے وقت سے کچھ پہلے بند ہوا، پانچا مے بالکل تر ہو جاتے تھے، اور متعدد پانچا مے تبدیل کرنے پڑے، اس حالت میں نماز پڑھنا چاہئے تھی یا نہیں؟ اگر نماز پڑھی جاتی تو بھی وہ پانی برابر جاری رہتا۔

الجواب

یہ پانی نفاس یا حیض نہیں بلکہ رطوبت نجسہ ہے، (۲) اس کا نکلنا مانع صلوٰۃ نہیں، بلکہ اس کے باوجود بھی نماز پڑھنا ضروری ہے اور اگر نماز کے پورے وقت میں کوئی زمانہ ایسا نہ مل سکے جو اس رطوبت سے خالی ہو تو اس صورت میں معذور ہوں گی اور اس رطوبت کے خروج کے ساتھ نماز صحیح ہوگی، مگر یہ ضروری ہے کہ اگر گدی رکھنے سے تکلیف نہ ہو اور گدی رکھنے سے فرج خارج میں رطوبت نہ آئے تو اس حالت میں گدی کا نماز اور وضو سے پہلے رکھنا واجب ہوگا۔

۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ - (امداد الاحکام جلد اول، ص: ۶۳۳)

اکثر مدت نفاس گزرنے کے بعد فرج سے پانی نکلے تو یہ نفاس شمار ہوگا یا نہیں:

سوال: نفاس کا خون بند ہو گیا ہے، لیکن دوار کھنے سے کچھ پانی نکلتا رہتا ہے یہ پانی نفاس ہی شمار ہوگا یا نہیں، اگر خون نہیں ہے بلکہ پانی ہے تو غسل کر کے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں، اگر غسل کے بعد بھی یہ پانی نکلتا رہے تو اس پانی کے نکلنے سے پھر غسل تو واجب نہ ہوگا؟

(۱) عن الحسن فی الحامل ترى الدم قال: هي بمنزلة المستحاضة تغسل كل يوم مرة عند صلوٰۃ الظہر. (مصنف عبد الرزاق، باب الحامل ترى الدم، ج اول، ص ۳۱۶، نمبر ۱۲۱- انیس)

(۲) یعنی استحاضہ کا خون ہے۔ والدم الذي تراه الحامل ابتداءً، أو حال ولادتها قبل خروج الولد استحاضة، وإن كان ممتدًا. (الهداية، فصل فی النفاس، انیس)

الجواب

یہ پانی صاف شفاف ہے یا اس میں کچھ زردی وغیرہ بھی ہے، اگر بالکل صاف ہے تو یہ نفاس نہیں اور بطریق مذکورہ بالا نماز پڑھنا ضروری ہے اور اگر صاف نہیں بلکہ میلا اور زردی مائل ہے تو چالیس دن کے اندر یہ نفاس ہی شمار ہے، جس سے نماز ساقط ہے، والکل ظاہر لمن له نظر فی الفقہ.

۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ (امداد الاحکام جلد اول، ص: ۶۴۳)

نفاس والی عورت مٹی کے برتن کو ہاتھ لگا دے تو کیا حکم ہے:

سوال: نفاس والی عورت جبکہ تلویث کا ڈر نہ ہو، اس کے چھوئے ہوئے مٹی کے ظروف کو عقیدۂ ناپاک سمجھنا، رسومات کا فرہ کی پابندی کرنا، مثلاً لڑکے کے کان کسی بزرگ کے نام پر چھدوانا، حقوق العباد کو تلف کرنا اور کھانا، بطلب حقوق شدت اور سختی سے پیش آکر تحلف انکار کرنا، یہ فاسد عادتیں ایک سردار قوم کے اندر پائی جائیں تو ایسے شخص کو سردار از روئے شریعت تصور کرنا چاہیے یا نہیں اور ایسے شخص سے مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟

الجواب

حیض و نفاس والی عورت کے ہاتھ جب کہ ان پر کوئی ظاہری نجاست نہ ہو پاک ہیں اور ان کے لگنے، چھونے سے مٹی تانے وغیرہ کے برتن ناپاک نہیں ہوتے۔ (۱)

کسی بزرگ کے نام پر بچوں کے کان چھیدنا حرام ہے۔ کسی کا حق مارنا اور کھانا بھی حرام ہے، ایسا شخص سرداری کے لائق نہیں جو لوگوں پر ظلم کرے اور ان کے مال مارے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ (کفایت المفتی: ۲۵۳۲-۲۵۴۲)

کیا بچے کی پیدائش سے کمرہ ناپاک ہو جاتا ہے:

بچے کی پیدائش کے بعد ماں اور بچے کو جس کمرہ یا گھر میں رکھا جاتا ہے چالیس دن بعد اس کو اچھی طرح صاف کیا جاتا ہے اور اس میں رنگ و روغن کیا جاتا ہے اور جب تک ایسا نہیں کیا جاتا وہ گھریا کمرہ ناپاک رہتا ہے جبکہ براہ راست عورت کی ناپاکی سے اس گھریا کمرہ کا تعلق بھی نہیں ہوتا، آپ اس غیر اسلامی رسم کا قرآن و حدیث کی رو سے جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب

صفائی تو اچھی چیز ہے مگر گھریا کمرے کے ناپاک ہونے کا تصور غلط اور توہم پرستی ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ۱۴۰-۱۴۱)

(۱) ولا یکرہ طبعها ولا استعمال ما مستہ من عجین أو ماء أو نحوهما. (رد المحتار: ۲۹۲/۱، باب الحيض، انیس)

نفاس اور حیض کے درمیان طہارت کے کتنے دن ہوتے ہیں:

سوال: ایک عورت کو ۳۶ دن کا نفاس کا خون آیا اور بعد کی حالت یہ ہے کہ تین دن طہر پھر ایک دن خون، پھر تین دن طہر پھر دس دن خون، پھر ایک دن طہر پھر ایک دن خون، پھر نو دن طہر نو دن خون، اور اس کے بعد سے اب تک طہر ہے۔ اس عورت کو پہلے ایک نفاس ہو چکا ہے جو ۳۵ یوم کا تھا پہلے عموماً اس کو آٹھ یوم کا حیض آتا تھا، مگر تاریخیں یاد نہیں۔ تو اب صورت مسئلہ میں اس کے نفاس کے یوم کتنے اور طہارت کے یوم کتنے اور حیض کے یوم کتنے شمار ہوں گے۔ اگر خدا نخواستہ آئندہ ایسی ہی گڑ بڑی کی حالت رہی تو طہارت و حیض کے دن کس طرح شمار کیے جائیں گے۔ اس کے لئے قاعدہ بتادیں۔ نفاس اور حیض کے درمیان طہارت کم از کم کتنے دن ہوتے ہیں؟

الجواب

نفاس کے چالیس دن ہوں گے اس کے بعد طہارت کا حکم ہوگا اور کیا اس کو ایام رضاعت میں پہلے بھی خون حیض کا آتا رہا ہے۔ یا رضاعت کے ایام میں حیض نہیں آتا تھا۔ اس کا جواب دیا جائے تو آئندہ کا حکم بتایا جائے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہ دہلی (کفایت مفتی: ۲۵۴/۲)

تتمہ سوال: جواب میں جو بات دریافت فرمائی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں، پہلے بھی ایام رضاعت میں اس کو حیض کا خون آتا رہا ہے اور یہ وہی ہے جو سوال میں لکھا گیا ہے کہ اس کو پہلے عموماً آٹھ یوم کا حیض آتا تھا مگر اس کی تاریخیں یاد نہیں ہے تو اب باقی ایام میں طہارت کے دن کتنے اور حیض کے دن کتنے؟
حضرت والا یہی مسئلہ میں نے جامعہ ڈابھیل کے مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب مدظلہ العالی کو بھی لکھا تھا مگر سوال میں فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کے سوال میں آخری طہر ۱۹ (انیس) دن کا ہے اور ان کے سوال میں ۵ دن کا ہے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کو سوال لکھا اور اس کا جواب آیا اور پھر آپ کو سوال لکھا تو یہ جو ایام طہر کے گزرے وہ زیادہ کر دیئے گئے۔
انہوں نے جواب دیا ہے کہ حد فاصل دوم کے درمیان میں طہارت کے جو پندرہ دن ہونے چاہیے وہ کہیں نہیں ہیں لہذا اس کی نفاس کی عادت کے ۳۵ یوم نفاس شمار کر کے باقی ایام استحاضہ میں شمار ہوں گے، جس میں نماز، روزے ادا کرنے ہوں گے لہذا اس کو جن تاریخوں میں پہلے آٹھ یوم حیض آتا تھا عادت کا، وہ اب ان تاریخوں میں آٹھ یوم حیض شمار ہوگا اور باقی کا استحاضہ۔

حضرت والا میرے ناقص مطالعہ کے لحاظ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ عرض کرتا ہوں اگر چالیس دن نفاس کے شمار کئے جائیں تب بھی دونوں کے درمیان کی اقل مدت طہر پندرہ یوم، وہ نہیں آتی ہے لہذا آخری طہر جو ۱۹ یوم کا ہے اور اس وقت ۲۸ یوم کا ہوا ہے اس کے علاوہ سب ایام استحاضہ کے ہیں لہذا اس کو نفاس کی سابقہ عادت جو ۳۵ یوم کی

ہے وہ عود کر آئے گی تو اس کا یہ نفاس بھی ۳۵ یوم کا ہوگا، اس کے بعد احتیاطاً ۱۵ دن کا طہر ہوگا اس کے بعد اس کی سابقہ عادت کے مطابق آٹھ دن حیض کے ہوں گے اور اس کے بعد اب تک کے ایام طہر کے ہوں گے اگر خدا نخواستہ ان کو ۱۵ دن کا طہر نہ آتا تو پھر ان کو ۲۲ دن طہر کے ہوتے ہیں پھر آٹھ دن حیض کے، پھر ۲۲ دن طہر کے، پھر آٹھ دن حیض کے اور ایسے ہی حکم چلتا رہتا۔ اس لیے کہ عورتوں کو عموماً مہینہ میں ایک بار دم حیض آتا ہے، ایام رضاعت میں حیض نہ آنے کو اس مسئلہ سے کیا نسبت ہے وہ بھی ارشاد فرمائیں؟

الجواب

(از مولانا مفتی عبدالغنی صاحب صدر مفتی دارالافتاء مدرسہ امینیہ بعد وفات حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

جب کہ نفاس کی ۳۵ دن کی پہلی عادت تھی لیکن اس دفعہ خلاف عادت ۳۶ دن خون آیا لیکن تین دن بند رہ کر پھر چالیسویں دن بھی خون آ گیا اس کے بعد کچھ دن بند رہا اس صورت میں نفاس کے چالیس دن شمار ہوں گے البتہ اگر خون مستمر رہتا یہاں تک کہ چالیس یوم سے متجاوز ہو جاتا تو بیشک عادت سے زائد کو استحاضہ میں شمار کیا جاتا۔ درمختار میں ہے:

أما المعتادة فتزدل لعادتها وكذا الحيض.

شامی میں ہے:

إذا كان عادتها في النفاس ثلاثين يوماً فانقطع دمها على رأس عشرين يوماً وطهرت عشرة أيام تمام عادتها فصلت وصامت، ثم عاودها الدم فاستمر بها حتى جاوز الأربعين ذكر أنها مستحاضة فيما زاد على الثلاثين.“
دوسری جگہ ہے:

صورته في النفاس كانت عادتها في كل نفاس ثلاثين ثم رأت مرة إحدى وثلاثين ثم طهرت أربعة عشر ثم رأت الحيض فإنها ترد إلى عادتها وهي ثلاثون، ويحسب اليوم الزائد من الخمسة عشر التي هي طهر.“

کیوں کہ دم نفاس اور دم حیض میں کم از کم پورے ۱۵ یوم کا فاصلہ ضروری ہے۔

أقل الطهر بين الحيضتين أو النفاس والحيض خمسة عشر يوماً ولياليها إجماعاً.

اگر عادت بھول گئی یعنی ایام حیض کی عادت ہے لیکن یہ بھول گئی کہ مہینہ کے پہلے عشرہ میں حیض آیا ہے یا دوسرے عشرہ میں یا تیسرے عشرہ میں تو تحریر کر کے ظن غالب پر عمل کرے گی۔

ومن نسيت عادتها إمّا بعدد إمّا بمكان أو بهما أنها تتحرى، الخ. فقط

محمد عبدالغنی غفرلہ (ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ) (کفایت المفتی: ۲۵۴/۲-۲۵۶)

نفاس کے چالیس دن مکمل ہوتے ہی حیض آ سکتا ہے یا نہیں:
سوال: کیا چالیس دن نفاس کے بعد فوراً بلا طہر حیض آ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

چالیس دن نفاس کے گزر جانے کے بعد حیض نہیں آ سکتا جب تک کہ کم از کم پندرہ دن طہر کے نہ گزر جائیں، اگر چالیس دن کے بعد بھی خون جاری ہے تو وہ دم استحاضہ ہے، نہ کہ حیض۔
 ردالمحتار میں ہے:

(قولہ: والزائد علیٰ اکثرہ) ای فی حق المبتدأة، أما المعتادة فمأزاد علی عاداتها ویجاوز العشرة فی الحيض والأربعین فی النفاس یكون استحاضة. (ردالمحتار: ۱/۲۸۵)
 وفي الهندية: لورأت الدم بعد أكثر الحيض والنفاس فی أقل مدة الطهر فما رأت بعد الأكثر إن كانت مبتدأة وبعد العادة إن كانت معتادة استحاضة، وفي ص: ۴۰، وإذا جاوز الأربعین ولها عادة فی النفاس ردت إلى أيام عاداتها. (فتاویٰ ہندیہ: ۱/۳۷۷)

وفي الفقه الإسلامي وأدلته: وأكثره... عند الحنفية والحنابلة: أربعون يوماً ومأزاد علی ذلك فهو استحاضة، بدلیل قول أم سلمة: كانت النساء تجلس علی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعين يوماً وأربعين ليلة. رواه أبو داود والترمذی وابن ماجه وأحمد. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۴۶۷)

امداد الاحکام میں ہے:

پس صورت مسئلہ مذکورہ میں اس کا نفاس عادت سابقہ کے موافق شمار ہو کر باقی دم استحاضہ ہے حیض نہیں، کیوں کہ نفاس کے بعد جب تک پندرہ دن پورے نہ گزرے جائیں اس وقت تک حیض نہیں ہو سکتا، ہاں اگر نفاس کے پندرہ دن کے بعد خون آتا رہا اور وہ تاریخیں حیض کی ہوں تو اس کو حیض کہا جائے گا۔ (امداد الاحکام: ۱/۳۶۳)
 ان عبارات سے معلوم ہو گیا کہ چالیس دن نفاس کے گزرنے کے فوراً بعد حیض نہیں آ سکتا۔ واللہ اعلم
 (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول، ص: ۵۸۸-۵۸۹)

نفاس میں خلل ہو تو عورت کیا کرے:

سوال: ۸/ رمضان المبارک کو میرے گھر میں مردہ بچہ اسقاط ہوا تھا جو غالباً پانچ یا چھ ماہ کا ہوگا، اعضا بچہ کے سب مکمل ہو چکے تھے۔ اب کیفیت یہ ہے کہ تیسرے یا چوتھے روز قدرے قلیل زرد یا مٹی کے سے رنگ کا پانی بجائے نفاس کے خارج ہوتا ہے، آیا جب تک یہ دھبہ رہے نماز، روزہ موقوف رکھا جاوے یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر نفاس کے دنوں کی پہلے سے کچھ عادت نہ ہو تو چالیس دن تک حکم نفاس کا جاری رہے گا، اس میں نماز، روزہ کچھ نہ ہوگا۔ البتہ جب بالکل دھبہ نہ آوے یا ایام عادت پورے ہو جاویں اس وقت پھر غسل کر کے نماز روزہ کیا جاوے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۱/۱)

چند دن نفاس کا خون آیا پھر بند ہو گیا، پھر تھوڑے دن آ کر بند ہو گیا:

سوال: ایک عورت کو نفاس اس طرح آتا ہے کہ چار روز آیا پھر بند ہو گیا پھر چار دن آیا پھر بند ہو گیا اسی طرح معاملہ رہتا ہے حتیٰ کہ چالیس روز ختم ہو جاتے ہیں تو جن دنوں میں خون نہیں آیا وہ دن طہارت کے شمار ہونگے یا نفاس کے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مسئلہ میں پورے چالیس روز نفاس کے شمار ہوں گے درمیان کا زمانہ طہارت میں شمار نہ ہوگا۔ جبکہ چالیس روز کی عادت ہو چکی ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۶۲/۴)

نفاس والی عورت کی عادت مختلف ہو تو اس کا کیا حکم ہے:

سوال: کسی عورت کو پہلی بار ۳۵ دن دوسری بار ۳۲ دن اور تیسری بار تیس دن نفاس کا خون جاری رہا تو تیسری بار وہ عورت کب سے پاک ہے اور شوہر اس سے صحبت کب سے کر سکتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اس صورت میں تیس دن کے بعد غسل کر کے نماز پڑھے رمضان ہو تو روزہ رکھے۔ لیکن صحبت مکروہ ہے، ہاں بتیس دن کے بعد (جو اس کی عادت تھی) صحبت درست ہے۔

(۱) أكثره أربعون يوماً الخ لو مبتدئة أما المعتادة ففرد لعادتها وكذا الحيض فإن انقطع على أكثرهما أو قبله فالكل نفاس. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب الحيض: ۲۷۷/۱)

(۱) عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنتظر النفساء أربعين ليلة، فإن رأت الطهر قبل ذلك فهي طاهر، وإن جاوزت الأربعين فهي بمنزلة المستحاضة، تغتسل وتصلی، فإن غلبها الدم توضع لکل صلوة. (الدار قطنی، باب الحيض، ج اول، ص ۲۲۸، نمبر ۸۴۷)

عن عائشة أنها قالت: قالت فاطمة بنت أبي حبيش لرسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله! إنني لا أطهر أفأدع الصلاة؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما ذالك عرق و ليس بالحيضة، فإذا أقبلت الحيضة فاتركي الصلاة فإذا ذهب قدرها فاغسلي عنك الدم و صلي". (بخاری، باب الاستحاضة، ص ۵۳، نمبر ۳۰۶) (نیس)

عالمگیری میں ہے:

”لو انقطع دمها دون عادتھا یکره قربانھا حتی یمضی عادتھا وعلیھا أن تصلی و تصوم للاحتیاط“ ہکذا فی التبیین . (۳۹/۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمیہ: ۲۶۴/۴)

بارہ دن خون پھر سفید پانی پھر خون آگیا، کیا حکم ہوگا:

سوال: ایک عورت کو بارہ روز نفاس آ کر سفید پانی آگیا بعد میں پھر خون آگیا، اس خون کا کیا حکم ہے؟

الجواب

مدت نفاس یعنی چالیس دن کے اندر جو خون آئے گا وہ سب نفاس میں شمار ہوگا اور درمیان میں جو دن خالی گزریں گے وہ بھی نفاس ہی میں شمار ہوں گے۔ البتہ اگر چالیس دن سے زائد خون جاری رہا تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس عورت کی نفاس سے متعلق کوئی عادت پہلے سے متعین تھی یا نہیں، اگر متعین ہے تو ایام عادت کے بعد سے استحاضہ شمار ہوگا۔ مثلاً تیس دن کی عادت تھی اور خون پچاس دن تک جاری رہا تو تیس دن نفاس اور باقی بیس دن استحاضہ ہوگا۔ کما فی الہدایۃ و شرح الوقایۃ۔

اور اگر پہلے سے کوئی عادت معین نہ تھی تو چالیس دن نفاس اور باقی دس دن استحاضہ ہوگا۔ (۱) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۲/۱)

نفاس میں عادت پوری ہو جانے کے بعد نماز پڑھے یا نہیں:

سوال: جس عورت کو یہ عادت ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن کے اندر دس پندرہ دن میں خون نفاس بند ہو گیا اور اس کو ہمیشہ یہی عادت ہے تو وہ بعد خون بند ہونے کے نماز پڑھ سکتی ہے اور روزہ رکھ سکتی ہے یا نہیں، اس کا شوہر اس سے صحبت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱) (أكثره أربعون يوماً) الخ (والزائد) على أكثره (استحاضة) لو مبتدأة، أما المعتادة فتد لعادتها، وكذا الحيض، فإن انقطع على أكثرهما أو قبله فالكل نفاس. (الدارالمختار على صدر رد المحتار، باب الحيض: ۱/۷۷، ظفر) عن أم سلمة قالت: كانت النفساء تجلس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعين يوماً. (ترمذی، باب ماجاء فی کم تمکث النفساء، ص ۳۵، نمبر ۱۳۹/۱، أبو داؤد، باب ماجاء فی وقت النفساء، ص ۴۹، نمبر ۳۱۲) عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”تنتظر النفساء أربعين ليلة، فإن رأت الطهر قبل ذلك فهي طاهرة، وإن جاوزت الأربعين فهي بمنزلة المستحاضة، تغتسل وتصلی، فإن غلبها الدم توضأت لكل صلوة. (الدارقطني باب الحيض، ج ۱، ص ۲۲۸، نمبر ۸۴۷) عن معاذ بن جبل عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”إذا مضى للنفساء سبع ثم رأت الطهر فلتغتسل و تنصل. (سنن بیہقی، باب النفاس، ج ۱، ص ۵۰۵، نمبر ۱۶۱۷، انیس)

الجواب

اگر اس کو عادت یہی ہے تو بعد انقطاع دم غسل کر کے اس پر نماز اور روزہ فرض ہو جاتا ہے اور اس عورت سے اس کے شوہر کو ہمبستری کرنا بھی درست ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۱/۱)

اگر بچہ کا سر باہر آگیا اور نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے، تو نماز پڑھ لے، پر اشکال وجواب:

سوال: فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص: ۱۴۷، پر مسئلہ ہے:

”انتہائیہ کہ فقہ احناف میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عورت کے بچہ ہو رہا ہو تو اگر بچہ کا سر باہر آگیا ہے، ادھر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے، تو اس حالت میں بھی عورت پر لازم ہے کہ نماز پڑھ لے قضا نہ کرے“ الخ۔
یہ پورا مسئلہ پڑھا لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ بچہ کے سر کے ساتھ خون (دم نفاس) بھی ہوگا۔ پھر ایسی ناپاک حالت میں نماز پڑھنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ مینو اتو جروا۔

الجواب

یہ دم نفاس نہیں ہے دم نفاس کا حکم تب لگتا ہے کہ بچہ نصف یا نصف سے زائد نکل آیا ہو اس سے پہلے جو خون ہو گا وہ دم استحاضہ ہے۔ ادھر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے ایسی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ قضا کرنے کی اجازت نہیں ہے، عورت معذور کے حکم میں ہے تو اس خون کے ہوتے ہوئے اگر بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو نماز پڑھنا ضروری ہے۔

والنفاس هو الدم الخارج عقب الولادة أو خروج أكثر الولد. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص: ۸۰)
عالمگیری میں ہے: لو خرج أكثر الولد تكون نفساء وإلا لا. (۳۷/۱) فقط واللہ اعلم بالصواب
(فتاویٰ رحیمیہ: ۲۷۹/۴، ۲۷۹/۵)

بچہ کے سر باہر آنے کی صورت میں، نماز پڑھنے کے بارے میں، اشکال دوم:

سوال: یہ تو ٹھیک ہے کہ ابھی نفاس کا حکم نہیں لگا یہ دم استحاضہ ہے، مگر اشکال یہ ہے کہ یہ عورت معذور کے حکم میں کیسے ہوگئی؟ معذوری کا حکم تو اس وقت لگتا ہے کہ نماز کا پورا ایک وقت اس طرح گزر جائے کہ خون بہتا رہے اور اتنا بھی وقت نہ ملے کہ نماز بطہارت پڑھ سکے اور یہاں یہ بات نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ نماز کے ابتدائی وقت میں معذور نہیں تھی

(۱) أما المعتادة فترد لعادتها، وكذا الحيض (در مختار) وفيه قبل: (وان) انقطع (لأقله) الخ (لا) يحل (حتى) تغتسل) أو تيمم بشرطه (أو يمضي عليها زمن يسع الغسل) ولبس الثياب (والتحرمة)، الخ. (الدر المختار على صدر رد المحتار باب الحيض: ۲۷۱/۲ - ظفیر)

حدیث معاذ بن جبل، سنن بیہقی، باب النفاس، ج اول، ص ۵۰۵، نمبر ۱۶۱۷۔ انیس

(بلکہ ابتدائی وقت میں پاک تھی) عذر بعد میں پیش آیا ہے۔ عذر سے پورا وقت گھرا نہیں ہے تو ایسی حالت میں پاک ہوئے بغیر نماز کیسے پڑھ سکتی ہے یہ معذور نہیں ہے۔ بیذاتو جروا۔

الجواب

موجودہ حالت میں عورت اپنے کو معذور ہی تصور کرے اور نماز پڑھے قضا کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یہ مسئلہ دوسرا ہے کہ بعد کے وقت میں خون جاری نہ رہا تو معذور نہ ہوگی اور نماز کا اعادہ نہ کرے گی۔ چنانچہ شامی میں ہے:

ولو عرض بعد دخول وقت فرض انتظار إلى آخره فإن لم ينقطع يتوضأ ويصلي ثم إن انقطع في أثناء الوقت الثاني يعيد تلك الصلوة وإن استوعب الوقت الثاني لا يعيد لثبوت العذر حينئذ من وقت العروض، آه.

معذور کے احکام بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: ”اگر عذر فرض نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پیش آیا تو آخری وقت تک انتظار کرے پھر اگر عذر منقطع نہ ہوا تو وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ اس کے بعد اگر دوسرے وقت میں منقطع ہو گیا تو اس نماز کا اعادہ کرے اور اگر عذر پورے دوسرے وقت میں باقی رہے، تو اس نماز کا اعادہ نہ کرے کہ اس وقت وہ عذر متحقق ہو گیا۔“ (شامی: ۱/۲۸۱)

حاملہ کی صورت بھی ایسی ہی ہے لہذا استحاضہ مانع عن الصلوة نہ ہوگا۔ دم استحاضہ مستحاضہ کے حق میں گویا پاک ہے اس کے ہوتے ہوئے نماز پڑھ سکتی ہے یہ نہیں کہ حقیقۃً پاک ہے، یا معاف ہے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمیہ: ۶/۲۷)

نا تمام بچے کی ولادت کے بعد آنے والے خون کا حکم:

سوال: بعض عورتوں کا حمل قبل از وقت ساقط ہو جاتا ہے، تو اسقاط کے بعد جو خون آئے وہ نفاس شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب

اگر بچے کے اعضا مثلاً انگلی، ناخن اور بال وغیرہ بن چکے تھے، تو اس اسقاط کے بعد آنے والا خون نفاس شمار ہوگا اور اگر ابھی اس میں سے کوئی چیز نہیں بنی تھی تو اب یہ خون نفاس نہیں بنے گا۔ اگر حیض کی تعریف اس پر صادق آتی ہو تو حیض بن جائے گا ورنہ استحاضہ شمار ہوگا۔

والسقط إن ظهر بعض خلقه من أصبع أو ظفر أو شعر ولد فتصير به نفساء، هكذا في التبیین، وإن لم يظهر شيء من خلقه فلا نفاس لها فإن أمكن جعل المرئي حیضاً يجعل حیضاً وإلا فهو استحاضة. آه. (عالمگیری: ج ۱ ص ۱۹) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۲/۱۰/۱۴۱۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۴۰-۱۴۱)

چار ماہ کا حمل ساقط ہوا، اور دوسرا بچہ پیٹ میں ہے، تو آنے والے خون کا حکم:

سوال: ایک عورت کے حمل پر چار ماہ گزرے تھے کہ اسقاط ہو گیا، لیکن پتہ چلا کہ اس کے پیٹ میں دوسرا بچہ موجود ہے اور اسقاط کے بعد خون بدستور جاری ہے، تو دوسرے بچے کی پیدائش سے پہلے، یہ خون حیض شمار ہوگا، یا استحاضہ یا نفاس؟

الجواب

اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں (۱) اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی پیدائش سے چالیس دن کے اندر اندر پیدا ہو تو پہلے بچے کی ولادت سے چالیس دن تک نفاس شمار ہوگا، باقی استحاضہ (۲) اور اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کے چالیس دن بعد پیدا ہوا تو یہ خون استحاضہ ہے، نفاس نہیں ہے۔ رد المحتار میں ہے:

والمروئی عقیب الثانی إن كان فی الأربعین فمن نفاس الأول وإلا فاستحاضة. (رد المحتار: ۳۰۱/۱)
قال الطحطاوی: ماتراه عقب الثانی إن كان قبل الأربعین فهو نفاس للأول لتمامها واستحاضة بعد تمامها فتغسل كما وضعت الثانی وهو الصحيح، كذا فی البحر. (الطحطاوی
علی الدر المختار: ۱۵۴/۱) واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول ص: ۵۹۰)

ناقص الخلقث بچے کی ولادت پر نفاس کا حکم:

سوال: اگر کسی عورت کا بچہ تام الخلقث نہ ہو، بعض اعضا بنے ہوں، یا اعضا بالکل نہ ہوں، بلکہ گوشت کا ایک ٹوٹھڑا ہو، تو اس ناقص الخلقث یا علقہ کے خروج کے بعد عورت سے جو خون نکلتا ہے، اس پر نفاس کا حکم جاری ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر گوشت کا ایک ٹکڑا ہو یعنی اعضا بالکل نہ بنے ہوں اور وہ کسی وجہ سے ضائع ہو جائے تو اس کے بعد نکلنے والا خون حیض کے حکم میں شمار ہوگا، بشرطیکہ مدت حیض تک خون جاری رہا ہو، اس سے زائد وقت میں یہ خون استحاضہ میں سے شمار ہوگا، البتہ اگر اعضا بنے ہوں تو اس کی پیدائش کے بعد نکلنے والے خون کا حکم نفاس کا ہوگا۔

قال فی الہندیۃ: ”والسقط إن ظهر بعض خلقه من أصبع أو ظفر أو شعر ولد فتصير به نفساء (هكذا فی التبیین) وإن لم يظهر شيء من خلقه فلا نفاس لها فإن أمكن جعل المروئی حیضاً يجعل حیضاً وإلا فهو استحاضة“. (الہندیۃ، الفصل الثانی فی النفاس: ج ۳ ص ۱۷۷) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۵۷ و ۵۵۸)

(۱) قال الحصكفی: ”وسقط ظهر بعض خلقه كيد أو رجل أو أصبع أو ظفر أو شعر ولد حكماً فتصير المرأة به نفساء والأمة أم ولد فإن لم يظهر له شيء فليس بشئ والمروئی حیض إن دام ثلاثاً وتقدمه طهر تام وإلا استحاضة“. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، مطلب أحوال السقط: ج ۱ ص ۲۰۳ ومثله فی البحر الرائق، باب الحيض: ج ۱ ص ۲۱۸)

حمل کرنے کے بعد کوئی عضو ظاہر نہ ہو:

سوال: اگر حمل کرنے کے بعد کوئی عضو ظاہر نہ ہوتا ہو بلکہ زرا خون ہی خون ہو یا محض گوشت کا لوتھڑا ہو تو وہ خون جو بعد اسقاط کے دیکھا ہے وہ حیض ہے یا استحاضہ، بتلا دیجئے۔

الجواب

جب کوئی عضو ظاہر نہیں ہوا، تو یہ خون نفاس تو نہیں ہے، اب دیکھنا چاہئے کہ اگر یہ تین دن سے کم میں موقوف نہ ہوا ہو اور اس خون کے آنے سے پہلے مدت طہر بحالت طہر گزری ہو، تو یہ حیض ہے ورنہ استحاضہ۔

فی الدر المختار: فإن لم يظهر له شيء فليس بشيء والمرئي حيض إن دام ثلاثاً وتقدمه طهر تام وإلا استحاضة“ ۵۰. (باب الحيض والنفاس)

۹ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ (تمتہ اولیٰ، ص: ۱۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۸۴۶)

اسقاط یا صفائی رحم کے بعد کا خون حیض ہوگا یا نفاس:

سوال: اگر عورت کے بچے کا اسقاط ہو جائے یا عورت خود رحم کی صفائی کرائے تو اس کے بعد آنے والا خون حیض شمار ہوگا یا استحاضہ یا نفاس؟

الجواب

اگر اسقاط میں بچہ کا ایک آدھ عضو بن چکا تھا تو اسقاط کے بعد آنے والا خون نفاس ہوگا اور اگر کوئی بھی عضو نہیں بنا، محض گوشت ہی گوشت ہو تو خون نفاس کا نہیں ہوگا، ہاں اگر حیض ہو سکتا ہو تو حیض شمار ہوگا ورنہ استحاضہ۔
(بہشتی زیور، ملخصاً، ص: ۶۲ حصہ دوم)

علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں:

والسقط الذي استبان بعض خلقه كأصبع أو ظفر ولد فلو لم يستتب منه شيء لم يكن ولداً فإن أمكن جعله حيضاً بأن امتد جعل إياه وإلا مستحاضة. (فتح القدير: ۱۸۷) واللہ اعلم

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا، جلد اول، ص: ۵۸۶-۵۸۷)

زچگی کے بعد غسل کب کیا جائے اور اس غسل میں پہلے میٹھی لگانا کیسا ہے:

سوال: زچگی کے ایک مہینہ کے بعد اور پھر چالیس دن کے بعد غسل کرنے کا رواج ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اسی طرح میٹھی لگانا یعنی غسل سے دو روز پہلے صبح و شام پورے بدن پر تین مرتبہ گیہوں کا آٹا اور ہلدی لگانا کیا یہ صحیح ہے؟ نفاس والی عورت کب اور کس طرح غسل کرے؟ اسلامی طریقہ تحریر فرمائیں، عین نوازش ہوگی، بینواتو جروا۔

الجواب

نفاس کا خون بند ہونے پر غسل واجب ہے، ویسے حالت نفاس میں ظاہری پاکیزگی اور صحت کے لئے روزانہ بھی غسل کیا جاسکتا ہے منع نہیں ہے۔ لیکن ایک مہینہ کے ختم پر غسل کرنے کو مسنون اور حکم شرعی سمجھنا غلط ہے۔ چالیس روز سے پہلے جب بھی خون بند ہو جائے طہارت کی نیت سے غسل کر کے نماز شروع کر دینا ضروری ہے۔ اگر چالیس روز تک خون جاری رہا، جو اس کی انتہائی مدت ہے، تو چالیس روز پورے ہوتے ہی غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ اس غسل کا کوئی جداگانہ طریقہ نہیں ہے۔ (۱) پیٹھی لگا کر غسل کرنے کو مسنون اور ضروری سمجھنا غلط اور بے اصل ہے۔ بدن کی صفائی کے لئے مٹی یا صابون وغیرہ کسی بھی پاک چیز کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمہ: ۲۵۶/۴)

اگر صاحب عذر کسی تدبیر اور علاج سے اس عذر کا انقطاع کر دے، تو وہ معذور رہے گا یا نہیں:

سوال: جس عورت کو پیشاب یا خون استحاضہ کے قطرات کا نزول رہتا ہو وہ کسی تدبیر سے خارج نہ ہونے دے اور وضو کر کے نماز پڑھتی رہے تو اس کا وضو اور نماز درست ہوگی؟ اور یہ تدبیر حیض میں بھی کارگر ہو سکتی ہے۔ بینو تو جروا۔

الجواب

وضو اور نماز صحیح ہو جائے گی۔ لیکن یہ تدبیر حیض میں کامیاب نہ ہوگی اور نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے:

سئل فی الحمصة التي توضع علی الكی ثم تربط بما يمنع السيلان هل يكون صاحبها صاحب عذر أم لا؟ (أجاب): لا يكون صاحب عذر كما هو صريح كلام الخلاصة وغيره و صاحب الجرح لو منع الجرح من السيلان يخرج من أن يكون صاحب الجرح السائل، فأفاد أن كل صاحب عذر إذا منع نزوله بدواء أو غيره خرج عن كونه صاحب عذر بخلاف الحائض. (الفتاوى الخيرية: ۵/۱)

(۱) (وأكثره أربعون يوماً)، كذا رواه الترمذی وغيره، الخ (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الحيض: ۲/۱). اعلم أن هذه المسئلة على ثلاثة أوجه لأن الدم إما ينقطع لتمام العشرة أو دونها لتمام العادة أو دونهما؛ ففيما إذا انقطع لتمام العشرة يحل وطؤه بمجرد الإنقطاع ويستحب له أن لا يطأها حتى تغتسل وفيما إذا انقطع لمادون العشرة دون لا يقربها وإن اغتسلت مالم تمض عاداتها، وفيما إذا انقطع للأقل لتمام عاداتها إن اغتسلت أو مضى عليها وقت صلوة حل وإلا لا، وكذا النفاس إذا انقطع لما دون الأربعين لتمام عاداتها، فإن اغتسلت أو مضى الوقت حل وإلا لا، إلخ. (البحر الرائق، باب الحيض: ۲۱۳/۱، أنیس)

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی صاحبِ عذر کسی تدبیر اور علاج سے اس عذر کا انقطاع کر دے، تو وہ شخص معذور نہ رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمیہ: ۲۵۸/۴)

حالتِ حمل میں وطی:

سوال: حاملہ بیوی سے وطی کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو وضع حمل سے کتنے دن پہلے چھوڑ دینا چاہئے؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

شوہر کو حاملہ سے وطی کرنا درست ہے، علاوہ ان ایام کے جبکہ وطی بچہ کو مضر ہو اور اس سلسلے میں حکیم حاذق سے معلوم کر لیا جاوے کہ کب وطی بچہ کو مضر ہوتی ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۷/۵)

بچہ پیدا ہونے کے بعد جماع کی کب تک ممانعت ہے:

سوال: (۱) جس عورت کے بچہ پیدا ہوا ہو اس کے ساتھ کب تک جماع کی ممانعت ہے؟

حالت نفاس میں اگر جماع کر لیا تو اس کی تلافی کیسے کرے:

سوال: (۲) اگر ایام ممانعت میں جماع کرے تو فریقین کیلئے کیا تلافی ہے؟

الجواب:

(۱) جس عورت کے بچہ پیدا ہوا ہو اس کے لئے مدت نفاس زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے پس اگر کسی عورت کو اس مدت میں برابر خون کم و بیش آتا رہے تو اس کا شوہر چالیس دن تک اس سے مجامعت نہیں کر سکتا، بعد چالیس دن کے جائز ہے اور چونکہ نفاس میں کم مقدار کی کچھ مدت نہیں ہے اس لئے اگر چالیس دن سے پہلے خون منقطع ہو جاوے تو بعد غسل کے اس سے صحبت جائز ہے۔ (۲)

(۲) توبہ اور استغفار کرے اور آئندہ کو ایسا نہ کرے۔

در مختار میں لکھا ہے کہ اگر حالت حیض میں اس کا شوہر اس سے جماع کرے تو توبہ واستغفار کرے اور مستحب ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ کما ورد فی الحدیث۔

(۱) حکیم الامت مجدد الملت اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ”(حاملہ عورت) میاں کے پاس نہ جائیں خاص کر چوتھے مہینے سے پہلے اور ساتویں کے بعد زیادہ نقصان ہے“۔ (بہشتی زیور، حصہ نہم، حمل کی تدبیروں اور احتیاطوں کا بیان، ص: ۶۲۰، دارالاشاعت، کراچی)

(۲) (وأكثره أربعون يوماً) كذا رواه الترمذي وغيره، الخ فإن انقطع على أكثرهما أو قبله فالكل نفاس. (الدرا المختار على صدر رد المحتار، باب الحيض: ۲۷۶/۱)

پس بحالت نفاس جماع کرنے میں بھی صدقہ کر دینا اچھا ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۸۳)

جس عورت کو پہلا بچہ پیدا ہوا ہو، اسکے پاک ہونے میں چالیس روز کا انتظار نہیں:

سوال: جس عورت کے اول مرتبہ بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کو چار روز خون نفاس کا آکر بند ہو گیا اور ایک شب و روز بند رہا تو دوسرے روز شوہر کو اس سے وطی جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اول کا بچہ ہے عادت کا حال معلوم نہیں ہو سکتا یا اول بچہ جس عورت کے ہو اس کا انتظار چالیس روز کرنا شوہر کو ضروری ہے اگر نہیں ہے تو کتنے دن خون آنے کے بعد وطی کرے، احتمال ہے کہ پھر آوے؟

الجواب

فی الدر المختار: وإن لعادتها (إلى قوله) (حتى تغتسل) (أو يمضي). في رد المحتار: (قوله وإن لعادتها) وكذا لو كانت مبتدأة، درر. (۲)

چونکہ حیض و نفاس کا حکم اس امر میں یکساں ہے، روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں وطی جائز ہے۔

۱۶/ محرم ۱۳۲۶ھ، تتمہ اولیٰ ص ۲۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۸۴/۱-۸۵)

حالت نفاس میں احتلام ہو جائے تو غسل فرض نہیں:

سوال: نفاس والی عورت کو احتلام ہو جائے تو غسل واجب ہے یا نہیں، یا یہ کہ پاک ہونے کے بعد ایک ہی غسل کافی ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ————— باسم ملهم الصواب

پاک ہونے کے بعد ایک ہی غسل فرض ہوگا۔

قال في الخانية: المرأة إذا أجنبت ثم حاضت إن شاءت اغتسلت وإن شاءت أخرت الإغتسال لأنه لا فائدة في التعجيل فإنها إن كانت تخرج من الجنابة لا تخرج من الحيض وحكمهما واحد. (خانية: ۲۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۷/ صفر ۸۸ھ۔ (حسن الفتاویٰ: ۳۲/۲)

== وتوطأ بلا غسل بتصرم لأكثره، ولأقله لا، حتى تغتسل أو يمضي عليها أدنى وقت صلوة (كنز) اعلم أن هذه المسئلة على ثلاثة أوجه لأن الدم إما ينقطع لتمام العشرة أو دونها لتمام العادة أو دونهما؛ ففيما إذا انقطع لتمام العشرة يحل وطؤها بمجرد الإنقطاع ويستحب له أن لا يطأها حتى تغتسل وفيما إذا انقطع لمادون العشرة دون لا يقربها وإن اغتسلت مالم تمض عادتها، وفيما إذا انقطع لأقل لتمام عادتها إن اغتسلت أو مضى عليها وقت صلوة حل وإلا لا، وكذا النفاس إذا انقطع لما دون الأربعين لتمام عادتها، فإن اغتسلت أو مضى الوقت حل وإلا لا، الخ. (البحر الرائق، باب الحيض: ۳۵۲: ۳۴۸/۱)

(۱) ثم هو أي وطؤها الحائض كبيرة لو عامداً مختاراً عالماً بالحرمة لاجهاً أو مكرهاً أو ناسياً فتلزمه التوبة

ويندب تصدقه بدنياراً ونصفه ومصرفه كزكوة. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الحيض: ۲۷۵/۱)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: ۲۹۴/۱، انیس

مسائل استحاضہ

ایک دو دن کے حیض کا حکم:

سوال: حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے اس سے کم حیض نہیں آتا ہے لیکن اگر کسی عورت کو مہینہ میں صرف ایک دن یا ڈیڑھ یا دو دن آتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ وہ حیض شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

وہ حیض نہیں استحاضہ ہے ایسی عورت ممتدة الطهر ہے:

”أقل الحيض ثلاثة أيام ولياليها، وما نقص من ذلك فهو استحاضة، اهـ“۔ (الهداية: ۶۲/۱، باب الحيض) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۳ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۸/۵)

حیض کی اقل مدت تین دن ہے، اس سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے:

سوال: ایک عورت کو ہر تین ماہ پر خون آتا ہے پہلے پانچ دن کی عادت تھی لیکن اب ایک رات خون آکر موقوف ہو جاتا ہے۔

بہشتی زیور میں مسئلہ ہے کہ تین دن اور تین رات سے کم جو خون آوے وہ حیض نہیں ہے، بیماری کا خون ہے۔

عورت مذکورہ کو جو خون آتا ہے اس کو کیا کہا جائے۔ حیض یا استحاضہ؟ عورت کی عمر ۳۵ سال ہے نماز، تلاوت کے

لئے کیا کیا جائے؟ بیوا تو جروا۔

(۱) ”فإن انقطع على أكثرهما أو قبله فالكل نفاس“ (الدر المختار) وقال ابن عابدين: ”(قوله: أو قبله) أي وقبل الأكثر، وزاد على العادة“۔ (رد المحتار: ۳۰۰/۱، باب الحيض، سعيد)

”الطهر المتخلل في الأربعين بين الدمين نفاس عند أبي حنيفة وإن كان خمسة عشر يوماً فصاعداً، وعليه

الفتوى“۔ (الفتاوى العالمية: ۳۷/۱، الفصل الثاني في النفاس، رشيدية)

الجواب

تین دن اور تین رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں ہے۔

ہدایہ میں ہے:

”أقل الحيض ثلاثة أيام ومانقص من ذلك فهو استحاضة“۔ (جلد: ۱، ص: ۵۴) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رحیمیہ: ۲۵۷/۴)

مستحاضہ کا حکم:

سوال: مجھے حیض کے بارے میں یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے، شروع سے میری عادت پندرہ دن پاک رہنے کی ہے، کبھی کبھی بائیس روز بھی رہی، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے اور گیارہویں دن نہاتی ہوں، تین چار سال سے کبھی ایسا بھی ہوا کہ آٹھ یا نو دن بعد نہا لیتی ہوں، لیکن یہ کم ہی ہوتا ہے۔ اس دفعہ میں نے ۱۵ دسمبر کو نماز شروع کی، ۲۳ دسمبر کو پھر خون آیا، اس زمانے میں تیس دسمبر تک نماز پڑھتی رہی، پھر بھی ٹیالا اور زرد سارنگ آتا رہا، گیارہ دن پورے کر کے ۲ جنوری سے میں نے پھر نماز شروع کر دی، اس دوران میں ایک آدھ دن تو صاف رہا اور کچھ ہلکا خاکی سارنگ آتا رہا، دو چار دن ٹھیک رہا، لیکن گیارہ جنوری عشا کے وقت سے پھر خون آنے لگا اور دو دن تک تو خون کا رنگ رہا اور اب کبھی ٹیالا اور کبھی گلابی رنگ رہتا ہے۔ آج پندرہ تاریخ تک ایسا ہی رنگ ہے اور گیارہ جنوری سے میں نے نماز نہیں پڑھی، تو اب میں کب سے نماز شروع کروں اور یہ نمازیں جو نہیں پڑھی ہیں، قضا کروں یا قضا نہیں ہوگی۔ اگر نیچ میں پھر حیض آئے، تو اس زمانہ میں نماز پڑھوں یا نہیں؟ دن کے حساب کس طرح رکھے جائیں گے؟

الجواب _____ باسم ملہم الصواب

پندرہ دسمبر سے قبل جب خون شروع ہوا تھا وہ تاریخ محفوظ کر لیں اس سے ٹھیک دس روز کے بعد پاکی کا زمانہ شمار ہوگا۔ پھر اس سے ٹھیک پندرہ روز کے بعد دوسرے حیض کا زمانہ ہوگا۔ درمیان میں خون آئے یا نہ آئے۔ ہر حال میں یہی حساب رکھیں، اس حساب کے مطابق جو زمانہ پاکی کا تھا اس کی نمازیں قضا پڑھیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(احسن الفتاویٰ: ۷۲۲)

(۱) عن أبي أمية الباهلي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يكون الحيض للجارية والثيب الذي قد أيسر من الحيض أقل من ثلاثة أيام ولا أكثر من عشرة أيام فإذا رأت الدم فوق عشرة أيام فهي مستحاضة فمأزاد على أيام أقرائها قضت ودم الحيض أسود خائر نعلوه حمرة ودم المستحاضة أصفر رقيق". (الدارقطني، كتاب الحيض، نمبر ۸۳۴)

عن واثلة بن الأسقع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أقل الحيض ثلاثة أيام وأكثره عشرة أيام". (الدارقطني، كتاب الحيض، جلد اول ص ۲۲۵، نمبر ۸۳۶، انیس)

(۲) عن عائشة أنها قالت: قالت فاطمة بنت أبي حبيش لرسول الله صلى الله عليه وسلم... ==

عادت والی عورت کو کبھی دس دن کبھی گیارہ دن خون آئے تو کیا کرے:

سوال: ایک عورت کو پانچ دن عادت حیض کی تھی، بعد میں کبھی دس دن خون آتا کبھی گیارہ دن، تو پانچ دن کے بعد یہ حکم حائضہ ہے یا طاهرہ؟

الجواب

اگر دس دن کے اندر اندر خون آیا ہے تو کل حیض شمار ہوگا اور اگر دس دن سے تجاوز کر گیا تو صورت مذکورہ میں ایام عادت یعنی پانچ دن حیض اور باقی استحاضہ شمار ہوگا۔ ہدایہ (۱) و شرح وقایہ۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۶/۱)

ایام عادت کے بعد خون آئے تو یہ خون حیض ہے یا استحاضہ:

سوال: کسی عورت کو عموماً پانچ روز حیض رہتا ہے، پھر وہ پاک ہو کر غسل کر لیتی ہے، مگر بعض مرتبہ خلاف عادت اس پانچ روز کے بعد پھر خون حیض آنے لگتا ہے اور ایک دو روز میں بند ہو جاتا ہے، تو یہ خون حیض ہے یا استحاضہ اور اس میں وطی بعد غسل کے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پاکی کے بعد صورت مسئلہ میں پانچ روز کے بعد یعنی ابتداء حیض سے دس روز کے بعد جو خون آوے وہ استحاضہ ہے اور استحاضہ میں نماز معاف نہیں، اسی حالت میں پڑھتی رہے اور ہمبستری بھی جائز ہے۔ (۲)

احقر عبد الکریم غنی عنہ، ۱۳ صفر ۱۴۵۵ھ، الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۱۲ صفر ۱۴۵۵ھ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۷۱)

== ... یارسول اللہ! انی لا أطهر، أفادع الصلوة؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما ذلك عرق وليس بالحیضة فإذا أقبلت الحيضة فاتركي الصلوة فإذا ذهب قدرها فاغسلي عنك الدم وصى". (بخاری، باب الاستحاضة/مسلم، باب المستحاضة وغسلها وصلواتها)

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المستحاضة: "تدع الصلوة أيام أقرانها التي كانت تحيض فيها ثم تغتسل وتنوذاً عند كل صلوة وتصوم وتصلی". (ترمذی باب ما جاء أن المستحاضة تنوذاً لكل صلوة، ص ۳۳، نمبر ۱۲۶-۱۲۷) (۱) والطهر إذا تخلل بين الدمين في مدة الحيض فهو كالدم التوالی. (الهدایة، کتاب الحيض)

قلت ليعطاء فحاضت فأدبر عنها الدم و هي ترى ماء أو تربة؟ قال: فلا تصلی حتى ترى الخفوف الطاهر. (مصنف عبد الرزاق، باب ما ترى أيام حیضتها أو بعدها، جلد اول، ص ۳۰۳، نمبر ۱۱۶۳) ولوزاد الدم على عشرة أيام ولها عادة معروفة دونها ردت إلى أيام عاداتها والذي زاد استحاضة. (الهدایة، باب الحيض، فی بیان الاستحاضة)

قالت عائشة رأيت مكرنها ملان دمًا فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: امكثي قدر ما كانت تحبسك حیضتك ثم اغتسلي وصى. (نسائی، المرأة تكون لها أيام معلومة حیضتها كل شهر، انیس) (۲) الدارقطني، کتاب الحيض حدیث نمبر ۸۳۴، و نمبر ۸۳۶-۸۳۷ انیس

استحاضہ میں مہینہ کے کن دنوں کو حیض شمار کرے اور کن کو طہر:

سوال (۱): ایک عورت استحاضہ کے مرض میں عرصہ سے مبتلا ہے، خون برابر جاری ہی رہتا ہے، مہینہ میں کبھی کبھی دو تین دن کا وقفہ ہوتا، کبھی وہ بھی نہیں ہوتا اور اپنی قدیم عادت بھی اسے یاد نہیں ہے۔

(۲) مہینہ کی کن تاریخوں کو وہ طہر شمار کرے اور کن تاریخوں کو حیض سمجھے؟

(۳) کن دنوں میں نماز، روزہ، تلاوت کی پابندی کرے اور کن دنوں میں نہ کرے؟

سوال: (۴) جن دنوں میں اس پر نماز، روزہ فرض ہے اس کی تعیین فرمائیں۔

سوال: (۵) جن دنوں میں وہ نماز پڑھ سکتی ہے ان دنوں میں وہ وضو کر کے قرآن پاک کی تلاوت کر سکتی

ہے اور قرآن کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۶) طہر اور حیض کے دنوں کی تشریح فرمائیں اور قرآن پاک کی تلاوت کے حکم کو بھی واضح فرمائیں

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

ایسی عورت تحریر کرے یعنی اگر اس کو اپنی عادت قدیمہ یاد نہیں اور کن سے بھی نہیں پہچانتی، تو دل پر بہت زور ڈال کر غور کرے اور خوب سوچے اور اللہ سے دعا بھی کرے۔ پھر جن ایام کے متعلق اس کا دل گواہی دے کہ یہ حیض کے ایام ہیں، ان کو حیض کا زمانہ تصور کرے، ان میں نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، نہ تلاوت کرے، نہ قرآن پاک کو ہاتھ لگائے۔ ان ایام کے علاوہ بقیہ ایام میں یہ سب کام کرے گی، البتہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے گی اور اس وضو سے نماز فرض، سنت، نفل سب کچھ پڑھے گی اور تلاوت بھی کرے گی، قرآن پاک کو ہاتھ بھی لگائے گی۔ (۱) اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے اور پریشانی دور کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۸/۱۳۹۲ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۱/۵)

ممتدة الطهر کا حکم:

سوال: ایک عورت کی عمر تقریباً تیس سال ہے۔ اس کو چھ سات سال سے کمزوری ضعف جسمانی و بیماری وغیرہ کے سبب ایام ماہواری میں صرف ڈیڑھ دو روز خون آیا ہے اور وہ بھی بہت کم مقدار میں۔ شادی سے پہلے چار روز خون آنے کی عادت تھی، شادی کے بعد بھی دو تین سال ٹھیک خون (حیض) آیا۔ اس کے بعد کمزوری وغیرہ کے سبب کم

(۱) ”من نسیت عاداتها تسمى المحيرة والمضلة“ وحاصله أنها تتحرى، ومتى ترددت بين حيض ودخول فيه وطهر تتوضأ لكل صلاة اهـ. (الدر المختار: ۱/۲۸۷، باب الحيض، سعيد)

ہوتے ہوتے یہ حالت ہوگئی۔ اطبا کو دکھلایا گیا تو انہوں نے خون کی کمی کو اس کا سبب بتایا۔ علاج کیا گیا تو دوا کے جاری رہتے ہوئے اس ماہ ماہواری ٹھیک حالت پر ہوئی خارج شدہ خون کی مقدار بھی بڑھی مگر دوا مہنگی ہونے کی وجہ سے اس کو مکمل صحت ہونے تک جاری نہیں رکھا جاسکا۔ اس لیے کہ اس کے شوہر ایک مدرسہ میں مدرس ہیں۔ ان کی اتنی آمدنی نہیں ہے۔ اس عورت کے دو حیض کے دوران ۲۶، ۲۷ دن کا فاصلہ ہوتا ہے۔ ہر مہینہ ۲۶، ۲۷ دن کے بعد جب اس عورت کو ماہواری آتی ہے تو اسی بیماری اور کمزوری وغیرہ کے باعث درد وغیرہ کی شکایت بھی ہوتی ہے جیسا کہ ایسی حالت میں عموماً عورتوں کو آج کل ہوا کرتی ہے۔ کتابوں میں حیض کی اقل مدت تین روز لکھی ہے لیکن کئی سال سے اس کو تین دن کبھی ہوئے ہی نہیں، تو اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کے لئے ایسی حالت میں نماز، روزہ وغیرہ کا شرعاً کیا حکم ہے۔ یہ خون حیض کا شمار ہوگا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ عورت کب سے نماز پڑھے گی، خون بند ہو جانے کے بعد یا تین دن کے بعد؟ تیسرے کہ اگر یہ خون حیض کا نہیں ہے، استحاضہ ہے اور نماز کی قضا اس پر لازم ہوگی تو کیا اتنی کم عمر میں حیض آنا بند ہو جاتا ہے؟

هوالمصوب

مذکورہ عورت کو دو دم کے درمیان ۲۶، ۲۷ دن کا فاصلہ ہوتا ہے اور تین دن سے کم خون آتا ہے۔ لہذا یہ دم فاصل کہلائے گا اور نصاب اقل حیض تین یوم سے کم ہونے کی وجہ سے حیض بھی شمار نہیں ہوگا۔ فقہا ایسی عورت کو ”مرتفقة الحيض“ یا ”ممتدة الطهر“ کہتے ہیں۔ یعنی ایسی عورت جس کو کم از کم ایک ہی مرتبہ حیض آکر سن ایاس سے قبل ہی بند ہو گیا ہو۔ لہذا مذکورہ عورت ممتدة الطهر کے حکم میں ہوگی اور جن ایام میں خون آتا ہو وہ نماز، روزہ ترک نہ کرے۔ (۱)

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء، ۱/۲۵۶ و ۲۵۷)

طہر پندرہ روز سے کم نہیں ہوتا اگرچہ کمی قلیل بھی ہو:

سوال: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ کمتر مدت طہر کی پندرہ روز کامل گزرنا ہے اور کسی عورت کا حیض یا نفاس مثلاً رمضان کی پہلی تاریخ طہر کے بعد موقوف ہوا اور پندرہ تاریخ مہینہ مذکور کے عین دوپہر کے وقت پھر خون دیکھا، آیا ایک پہر یا ایک ساعت یا دو ساعت کم کا اعتبار کر کے طہر کا حکم ہوگا یا نہیں؟

(۱) قوله ”وإن استغرق العمر“ صادق بثلاث صور: الأولى: أن تبلغ بالسن وتبقى بلا دم طول عمرها فتصوم وتصلی ویأتیها زوجها وغير ذلك أبداً وتنقضي عدتها بالأشهر، الثانية: أن ترى الدم عند البلوغ أو بعده أقل من ثلاثة أيام ثم يستمر انقطاعه وحكمها كالأولى، الثالثة: أن ترى ما يصلح حیضاً ثم يستمر انقطاعه وحكمها كالأولى. (رد المحتار: ۱/۴۷۷)

الجواب

طہر نہ ہوگا، کیونکہ پندرہ یوم ولیلہ سے کم ہے۔

فی الدر المختار، باب الحيض: (و الناقص) عن أقله الخ في رد المحتار: (قوله و الناقص الخ) أي ولو بيسير، قال القهستاني: فلورأت المبتدأة الدم حين طلع نصف قرص الشمس وانقطع في اليوم الرابع حين طلع ربعه كان استحاضة إلى أن يطلع نصفه، فحينئذ يكون حيضاً والمعتادة بخمسة مثلاً إذ أرات الدم حين طلع نصفه وانقطع في الحادى عشر حين طلع ثلثاه فالزائد على الخمسة استحاضة، لأنه زاد على العشرة بقدر السدس، آه أى سدس القرص. (ج ۱ ص ۲۹۳)

۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تمتہ ثانیہ ص: ۱۰۲) (امداد الفتاویٰ جدیدہ: ۸۷-۸۸)

طہر کا مطلب کیا ہے اور اگر تین ماہ مسلسل خون آئے تو حیض کا شمار کس طرح ہوگا:

سوال: معنی طہر چیست۔ اگر زنی را بلا ناغہ تا مدت سه ماه خون رواں باشد مدت حیض چگونه محسوب گردد از

ابتداء ماہ؟ (۱)

الجواب

حيض معتاده موافق عادت او گرفته باقی را حکم طہر باید داد، و اگر معتادہ نیست مبتدأہ هست دہ روز کہ اکثر حیض است از ہر ماہ حیض شمر دہ در باقی بست روز نماز و روزہ بکند۔ دے کہ زائد از اکثر مدت حیض است یا زائد از عادت معتادہ است آں استحاضہ است، نماز و روزہ در آن واجب است و معنی طہر عدم حیض است۔ و تفصیل مسائل حیض و استحاضہ و معتادہ و مبتدأہ از کتب فقہ باید جست۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۳۱)

(۱) خلاصہ سوال: طہر کا مطلب کیا ہے، اگر کسی عورت کو بلا ناغہ تین ماہ تک مسلسل خون جاری رہے، تو اس کے حیض کی مدت کا شمار مہینہ کے شروع سے کس طرح ہوگا؟ انیس

(۲) ترجمہ: اگر پہلے سے کوئی عادت ہے تو اتنے دن ہر ماہ میں حیض شمار ہوں گے، بقیہ دنوں میں نماز پڑھے گی اور اگر پہلے ایسا ہوا ہے تو ہر ماہ دس دن حیض کے ہوں گے بقیہ استحاضہ کے۔ ظفیر

خلاصہ جواب: عادت والی عورت کا حیض اس کی عادت کے مطابق شمار کر کے باقی ایام کو طہر کا حکم دیا جائیگا، اور اگر پہلے سے کوئی عادت نہیں ہے بلکہ ایسا پہلی بار ہوا ہے تو دس روز جو حیض کی اکثر مدت ہے ہر ماہ حیض شمار کر کے بقیہ بیس دن نماز روزہ ادا کرے گی، اور وہ خون جو حیض کی اکثر مدت سے با عادت والی عورت کی عادت کے ایام سے زائد ہووہ استحاضہ ہے، ان ایام میں نماز روزہ واجب و ضروری ہے، اور طہر کا معنی حیض کا نہ ہونا ہے، اور حیض، استحاضہ، معتادہ اور مبتدأہ کے مسائل کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں تلاش کی جاسکتی ہے۔

وأكثره عشرة بعشرة ليال، كذا رواه الدارقطني وغيره، و الناقص عن أقله و الزائد على أكثره أو أكثر النفاس أو على العادة و جاوز أكثرهما و ما تراه صغيرة دون تسع على المعتمد و آيسة على ظاهر المذهب و حامل الخ استحاضة و أقل الطهر بين الحيضتين أو النفاس خمسة عشر يوماً و لياليها إجماعاً و لا حد لأكثره، إلخ. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب الحيض: ۲۶۲/۲، ۲۶۳، انیس)

حکم اس خون کا جو اقل طہر سے پہلے شروع ہو کر اقل طہر کے بعد تک جاری رہے:

سوال: اگر کسی کو نو روز یا دس روز ماہواری کی عادت ہو اور بیس روز پاک رہنے کی عادت ہو اور اس کو دوسری تاریخ ماہواری شروع ہو اس دس تاریخ کو پاک ہو جاوے اور پاک ہونے کے نو روز کے بعد پھر آ جاوے جس کو آج چھٹا روز ہے اس زمانہ میں نماز روزہ سب بدستور کیا جس طرح بہشتی زیور میں ہے کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کر لیا کرے، اب یہ پوچھنا ہے کہ اب پاکی کے زمانہ کو پندرہ روز ہو گئے تو اب کل سے ماہواری کا زمانہ شمار کیا جاویگا یا عادت کے موافق بیس روز پاک رہے گی اور بیس روز کے بعد ماہواری کا زمانہ شروع ہوگا اور اگر کل سے پاکی کا زمانہ نہیں ہے تو اس حالت میں اعتکاف درست ہے یا نہیں یعنی قرآن اور نماز نہ پڑھے صرف تسبیح وغیرہ پڑھتی رہے؟

الجواب

فی رد المحتار: وإن وقع (أى الاستمرار) فى المعتادة، فطهرها وحيضها ما اعتادت فى جميع الأحكام إن كان طهرها أقل من ستة أشهر وإلا فتد إلى ستة أشهر إلا ساعة وحيضها بحاله. (ج ۱ ص ۲۹۴)

قلت: يراى بالاستمرار ظهور الدم فى غير زمان الحيض فيحكم فى المسئول عنها بالاستمرار لأن المدة التى ظهر فيها الدم ليس بزمان حيض لأنه لم ينقص إذ ذاك أقل زمان الطهر ولا يراى بالاستمرار عدم الإنقطاع أبداً لأنه يتعذر الحكم عليها أبداً مادامت حية هف ويصدق على هذه أيضاً أن طهرها أقل من ستة أشهر فيحكم عليها بردها إلى عادتها.

حاصل یہ کہ اس کے اس خون کو استحاضہ کا خون کہیں گے اور عادت کے موافق بیس (۲۰) روز تک پاک کہیں گے۔

۲۸ / رمضان ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثالث ص ۸۶) (امداد الفتاویٰ جدیدہ: ۸۶-۸۷)

اس عورت کا حکم جس کا خون تین روز سے کم میں منقطع ہو جاوے:

سوال: جس عورت کو اکثر ایسی عادت ہو کہ تین دن رات سے پہلے خون بند ہو جاتا ہو، کیا وہ شروع میں دو تین روزے قضا نہ کرے انتظار میں احتیاطاً روزہ رکھے اگر تین دن رات پورے ہو گئے تب تو حیض سمجھ کر روزہ شمار نہ کرے اور پھر ان کی قضا رکھے اگر تین رات دن سے کم میں بند ہو گیا تو استحاضہ خیال کر کے سمجھ لے کہ روزہ کوئی نہیں گیا اس میں کیا ہونا چاہئے؟

الجواب

فى الدر المختار: فيه (أى بالبروز) تترك الصلوة ولو مبتدأة فى الأصح، لأن الأصل الصحة، والحيض دم صحة، شمنى. (رد المحتار: ج ۱ ص ۲۹۲)

اسی طرح یہاں بوجہ عادت کے غالب اور ظاہر دم مرض ہے، پس اس کا مقتضی یہ ہے کہ یہ عورت نماز و روزہ نہ چھوڑے جیسا سوال میں تجویز کیا گیا ہے۔

۷/ رمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ ۱۶۶) (امداد الفتاویٰ جدیدہ: ۸۶۱)

دم حیض اگر دس روز سے بڑھ جائے:

سوال: عورت کا خون حیض دس دن سے بڑھ گیا اور اگلے حیض کی مدت یا نہیں مگر یہ یاد ہے کہ پہلے زمانہ میں اول ماہ یا وسط یا آخر میں حیض آتا تھا، ابتداء یا کچھ تفکر کرنے سے اور عورت پہلے حیض کی مدت خوب سوچنے سے انداز کر سکتی ہے یا نہیں کر سکتی ہے، تو ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب

عورت اگر پہلے حیض کی مدت یا وقت بھول جاوے تو غلبہ ظن اور تحری سے جس بات کو ترجیح ہو اس پر عمل کر سکتی ہے، اور اگر غلبہ ظن کسی طرف نہ ہو تو صورت مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ اس کا حیض تین دن مانا جائے گا، باقی جتنے دن اس کو خون آیا ان دنوں کی نماز اس کے ذمہ واجب ہے، لیکن سات دن کی نمازیں اس مدت دم کی اس طرح ادا کی جائیں کہ ہر نماز کے وقت غسل کیا جاوے، سات دن کے بعد اور ایام کی نماز میں صرف وضو جدید کرے، واللہ اعلم، اور اگر دس دن گزر جانے کے بعد قضا کرے تو ہر نماز کے لئے غسل لازم نہ ہوگا، صرف اول نماز کے لئے غسل کرے، باقی کے لئے وضو۔ (۱) ۲/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ فقط (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۶۲)

دم نفاس اگر چالیس روز سے بڑھ جائے:

سوال: ایک عورت کی عادت نفاس کبھی ایک ماہ کبھی اس سے کچھ کم ہے، مگر اس مرتبہ خون چالیس روز سے زیادہ بڑھ گیا اور رنگ اس کا اس خون حیض کے مشابہ ہے جو ہر ماہ اس کو پانچ روز آتا ہے اور تاریخیں بھی اس وقت خون حیض ہی کی ہیں جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعد انقطاع دم نفاس دم حیض جاری ہو گیا ہے اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(۱) عن عائشةؓ قالت: جاءت فاطمة بنت أبي حبيش إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إنني امرأة أستحاض فلا أطهر، أفأدع الصلاة؟ قال: "لا، إنما ذالك عرق و ليس بالحیضة، اجتنبی الصلاة أيام حیضک ثم اغتسلی و توضی لكل صلاة وإن قطر الدم علی الحصیر". (ابن ماجه، باب ما جاء فی المستحاضة التي قد عدت أيام أقرانها/ نسائی، باب ذکر الاستحاضة وإقبال الدم وإدباره/ الدار قطنی، کتاب الحیض، ج اول، ص ۲۱۹، نمبر ۸۰۸)

عن النبی صلى الله عليه وسلم قال فی المستحاضة: "تدع الصلوة أيام أقرانها التي كانت تحيض فیها ثم تغتسل وتتوضأ عند كل صلوة وتصوم وتصلی". (سنن الترمذی، باب ما جاء أن المستحاضة تتوضأ لكل صلوة: ص ۳۳ نمبر ۱۲۶- انیس)

الجواب

قال فی منہل الواردین من بحار الفیض علی ذخر المتأهلین فی مسائل الحيض: ”وأكثره أى النفاس أربعون يوماً وقد علم إجمالاً مما مر من بيان أكثر الحيض والنفاس وأن الزائد عليهما لا يكون حيضاً ولا نفاساً وأن الدم الصحيح لا يعقبه دم صحيح وحينئذٍ فالحيضان لا يتواليان بل الثانى منهما استحاضة وكذا فى الأخيرين فى قوله وكذا القاسان والنفاس والحيض بل لا بد من طهر تام فاصل بينهما أى بين كل اثنين من الحيضين والنفاسين والحيض والنفاس آه (ص ۷۸ و ۷۹) وفى رد المحتار فى حكم المتحيرة المبدأة ونفاسها أربعون ثم عشرون طهرها إذ لا يتوالى نفاس وحيض آه. (صفحہ: ۲۹۴ جلد اول)

پس صورت مذکورہ میں اس کا نفاس عادت سابقہ کے موافق شمار ہو کر باقی دم استحاضہ ہے حیض نہیں، کیونکہ نفاس کے بعد جب تک پندرہ دن پورے نہ گذر جائیں اس وقت تک حیض نہیں ہو سکتا، ہاں اگر نفاس کے پندرہ دن کے بعد بھی خون آتا رہا اور وہ تاریخی حیض کی ہوں تو اس کو حیض کہا جائے گا۔ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۶۲ تا ۳۶۳)

چالیس دن خون آیا پھر ایک ہفتہ پاک رہی، پھر خون آگیا، تو اسے کیا شمار کیا جائے گا:

سوال: ایک عورت کو پورے چالیس روز نفاس رہا بعد چالیس روز کے آٹھ سات روز پاک رہی پھر سرخ خون آیا۔ یہ خون حیض شمار ہوگا یا استحاضہ؟ پہلی دفعہ تیس دن خون نفاس رہا تھا۔

الجواب

نفاس اس کا اس دفعہ چالیس دن ہے اور آٹھ سات دن کے بعد جو خون آیا وہ استحاضہ کا ہے، (۱) کیونکہ پندرہ دن طہر کے، بعد نفاس کے پورے نہیں گذرے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۳)

جمنے ہوئے خون کے بعد جو خون آوے اس کا حکم:

سوال: بعد سقوط علقہ (خون بستہ) ومضغہ (گوشت کا لوتھڑا) جودم (خون) آوے گا وہ دم نفاس ہوگا یا نہیں؟

الجواب

نہیں۔

(۱) عن عبد اللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: تنتظر النفساء أربعين ليلة، فإن رأت الطهر قبل ذالك فهي طاهر، وإن جاوزت الأربعين فهي بمنزلة المستحاضة، تغتسل و تصلى، فإن غلبها الدم توضأت لكل صلوة. (الدار قطنی، باب الحيض، ج اول، ص ۲۲۸، نمبر ۸۴۷، انیس)

(۲) أقل الطهر بين الحيضتين أو النفاس والحيض خمسة عشر يوماً ولياليها إجماعاً (در مختار) هذا إذا لم يكن فى مدة النفاس. (رد المحتار، باب الحيض: ۲۶۳/۱ - ظفر)

قال فى الشامى: ”إن الأصل فيه أن المخالفة للعادة فى النفاس فإن جاوز الدم الأربعين فالعادة باقية ترد إليها والباقي استحاضة وإن لم يجاوز انتقلت العادة إلى مآرائه والكل نفاس“. (رد المحتار، باب الحيض: ۲۷۷/۱، ظفر)

فی الدر المختار: والنفس دم يخرج عقب ولد أو أكثره ولو مقطوعاً
عضو الأقله. (۱) فقط (امداد صفحہ: ۱، جلد اول)۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۸۲۱)

اسقاط حمل کے بعد حیض یا استحاضہ کا حکم:

سوال: اگر حمل کرنے کے بعد کوئی عضو ظاہر نہ ہوتا ہو بلکہ زرا خون ہی خون ہو یا محض گوشت کا لوتھڑا ہو تو وہ خون جو بعد اسقاط کے دیکھا ہے، وہ حیض ہے یا استحاضہ۔

الجواب

فی الدر المختار: وسقط ظہر بعض خلقه کید أو رجل أو أصبع أو ظفر أو شعر ولد حکماً
فتصیر به نفساء (إلى قوله) فإن لم يظهر له شيء فليس بشيء والمرئی حیض إن دام ثلاثاً وتقدمه
طهر تام وإلا استحاضة آه. فی رد المحتار: قوله وتقدمه أي وجد قبله بعد حیضها السابق لیصیر
فاصلاً بین الحیضتین الخ قوله وإلا استحاضة أي إن لم يدم ثلاثاً وتقدمه طهر تام أو دام ثلاثاً ولم
یتقدمه طهر تام أو لم يدم ثلاثاً ولا تقدمه طهر تام (ح).

پس صورت مسئلہ میں نفاس تو نہیں، پھر اگر یہ خون تین دن تک رہا اور اسکے قبل طہر کی مدت پوری ہوئی تھی تو حیض
ہے ورنہ استحاضہ۔ (۲) ۵/رجب ۱۳۳۳ھ (تمتہ ثانیہ ص ۵۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۸۲۱)

اسقاط حمل کے احکام متعلقہ نفاس و نماز روزہ وغیرہ:

سوال: دو ماہ کا اسقاط ہو گیا مضغ گوشت جس میں نشانات صورت نمودار تھے گرا، اس کا کیا حکم ہے، دفن کرنا
اور کفن لازم ہے یا نہیں اور اس صورت میں جو خون قبل اسقاط یا بعد اسقاط جاری ہو وہ نفاس میں داخل ہے یا نہیں؟ نماز
روزہ سے ایسی حالت میں کنارہ کش ہونا واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ پوری ولادت نہیں ہے۔

الجواب

فی الدر المختار، باب الحیض فی أحكام النفاس: وسقط ظہر بعض خلقه کید أو رجل أو أصبع
أو ظفر أو شعر ولا یستبین خلقه إلا بعد مائة وعشرين يوماً ولد حکماً فتصیر المرأة به نفساء (إلى قوله) فإن
لم يظهر له شيء فليس بشيء والمرئی حیض إن دام ثلاثاً وتقدمه طهر تام وإلا استحاضة، وفيه باب صلوة
الجنابة: وإلا أي وإن لم يستهل غسل وسمى عند الثاني وهو الأصح فيفتی به علی خلاف ظاهر الرواية
إكراماً لبني آدم كما في ملتقى البحار وفي النهر عن الظهيرية، وإن استبان بعض خلقه غسل

(۱) عن الحسن في الحامل ترى الدم قال: هي بمنزلة المستحاضة تغسل كل يوم مرة عند صلوة
الظهر. (مصنف عبد الرزاق، باب الحامل ترى الدم، ج اول، ص ۳۱۶، مبر ۱۲۱، انیس)

(۲) اس کی وضاحت آگے سوال (بعنوان اسقاط حمل کے احکام متعلقہ نفاس و نماز روزہ وغیرہ) کے جواب میں آرہی ہے۔ سعید پالنپوری

وحشر هو المختار وأدرج فی خرقه ودفن ولم یصل علیہ اہ فی رد المحتار: مواخذاً علی تقدیرہ بمأۃ وعشرين يوماً مانصہ لکن یشکل علی ذلک قول البحر أن المشاهد ظهور خلقه قبل هذه المدة (إلی قوله) أيضاً هو موافق لما ذكره الأطباء الخ وفيه علی قوله وإلا یستهل مانصہ شمل ماتم خلقه ولا خلاف فی غسله ومالم یتم فیہ خلاف والمختار أنه یغسل ویلف فی خرقه ولا یصلی علیہ آہ۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی جزء اجزاء بدن انسانی سے مثل ہاتھ یا پاؤں یا انگلی یا ناخن یا بال وغیرہ نمودار ہو گیا ہے تو وہ شرعاً بچہ ہے اور اس کے بعد جو خون آیا وہ نفاس ہے اسلئے نماز ساقط ہو جائے گی اور روزہ دوسرے ایام میں قضا کرے گی اور اس صورت میں اس کو (۱) غسل دیا جائے گا اور اگر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوئی تو بچہ نہیں ہے، نہ اس کیلئے غسل وکفن ہے، نہ قاعدہ کے موافق دفن ہے، البتہ چونکہ جزء آدمی ہے، اس لئے زمین میں ویسے ہی دبا دینا چاہئے اور اس صورت میں وہ خون نفاس بھی نہیں ہے، بلکہ دیکھنا چاہئے کہ اس سے قبل حیض آئے ہوئے کتنا زمانہ ہوا، اور یہ خون کئے روز آتا ہے۔ اگر حیض آئے ہوئے پندرہ روز یا زیادہ ہو گئے ہوں اور یہ خون کم از کم تین روز آوے، تو حیض ہے اور ایک شرط بھی کم ہو جاوے تو استحاضہ ہے، جس میں نماز روزہ سب صحیح ہے۔ واللہ اعلم

۲۹/زی الحجۃ ۱۳۲۱ھ (امداد ص ۱۲ ج ۱)۔ (امداد الفتاویٰ جدیدہ: ۸۳۱-۸۴)

رحم کا آپریشن کرانے کے بعد حیض کا آنا اور نماز کا مسئلہ:

سوال: السلام علیکم! حال ہی میں، میں نے اپنا رحم سرجری کے ذریعہ نکلوا دیا ہے، اب ۲۶ دن گزر گئے ہیں، آپریشن کے بعد سے خون نکلنا رک گیا ہے، لیکن کچھ قطرے آتے ہیں، میں جاننا چاہتی ہوں کہ میں نماز پڑھنا کب سے شروع کروں؟

الجواب: _____ حامد اومصلیاً

واضح ہو کہ حیض کا اخراج رحم سے ہوتا ہے، اور صورت مسئلہ میں سائلہ نے اپنا رحم نکلوا دیا ہے، لہذا جب بھی سائلہ کو خون آئے گا وہ حیض کا نہیں بلکہ استحاضہ (بیماری) کا خون کہلائے گا اور سائلہ اپنے تمام احکام میں ایسے اور مستحاضہ کے حکم میں ہوگی اور اس پر خون کے اخراج کے باوجود نماز و روزہ وغیرہ کا اہتمام کرنا لازم ہوگا۔

وفی الهندیة: الفصل الأول فی الحيض وهو دم من الرحم لا ولادة، كذا فی فتح القدير .

(۳۶/۱) وفی الدر: (هو) لغة السيلان (إلی قوله) (دم من رحم) خرج الإستحاضة ومنه ماتراه صغيرة وآيسة ومشكل الخ، وفی الشامیة: تحت قوله (قوله خرج الإستحاضة) أي بناءً علی أن المراد بالرحم وعاء الولد لا الفرج الخ. (۲۸۳/۱) وأيضاً: ”(ودم استحاضة) حكمه (كرعاف دائم) وقتناً كاملاً (لا یمنع صوماً وصلاةً) ولو نفلاً (و جماعاً) لحديث ”لاتوضیء و صلی وإن قطر الدم علی الحصیر“، ۵. (۲۹۸/۱) واللہ اعلم وعمله أتم. (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ، پاکستان، سیریل نمبر: ۸۰۵۲)

خواتین کے سیلان رحم و رطوبت کے احکام

سیلان الرحم کا حکم:

سوال: اگر کسی عورت کو براہ فرج سفیدی آتی رہتی ہے، اکثر و بیشتر چلتے پھرتے جب چاہے نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور کپڑا ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ جبکہ نماز کا وقت باقی نہ رہتا ہو اور بار بار یہ صورت ہوتی ہو تو ادائیگی نماز کس طرح ہوگی؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

یہ سفیدی ناپاک ہے اس سے وضو بھی دوبارہ کرنا ہوگا اور کپڑا بھی نجس ہو جائے گا، اس لئے کپڑا اندر رکھ لیا جائے، ہاں! اگر اس کی اتنی کثرت ہو کہ ایک نماز کا پورا وقت اس طرح گزر جائے کہ اس کو وضو کر کے نماز پڑھنے کا موقع ہی نہ ملے، مسلسل سفیدی آتی رہے، مثلاً مغرب کا پورا وقت ڈیڑھ گھنٹہ ہے اتنے وقت میں اس کو چند منٹ بھی سفیدی سے فراغت نہیں ملی کہ وہ وضو کر کے تین رکعت پڑھ سکے تو وہ ایسی حالت میں شرعاً معذور ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وضو کر لے، اسی وضو سے وقت کے اندر فرض، سنت، نفل سب کچھ پڑھ لے، سفیدی آنے سے نہ تجدید وضو کی ضرورت ہوگی نہ کپڑے پر ناپاکی کا حکم لگے گا۔ پھر جب دوسری نماز کا وقت آئے تو دوبارہ وضو کر لے، پھر جب کسی ایک نماز کا پورا وقت بغیر سفیدی کے گزر جائے گا تو معذوری کا حکم بھی ختم ہو جائے گا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۵/۵)

مریضہ سیلان کے متعلق چند مسائل:

سوال: مجھے لیکوریا (سیلان الرحم) کی بیماری ہے جس کی وجہ سے بار بار وضو ٹوٹ جاتا ہے تو ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

ب: اگر میں بیٹھ کر نماز ادا کروں تو پانی کم خارج ہوتا ہے یا بعض وقت ہوتا ہی نہیں کیا میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہوں؟

(۱) ”وتنوضأ المستحاضة ومن به سلسل بول أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو رعا ف دائم أو جرح لا يرقأ لوقت كل فرض، ويصلون به فرضاً ونفلاً، ويبطل بخروجه فقط، وهذا إذا لم يمض عليهم وقت فرض إلا وذلك الحدث يوجد فيه الخ“۔ (البحر الرائق: ۳/۴۱، باب الحيض، رشيدية، وكذا في الدر المختار: ۵/۳۰، مطلب في أحكام المعذور، سعيد)

ج: اگر میں کوئی دہشت کی آواز سنوں تو زیادہ اخراج ہوتا ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی ڈراؤنا خواب دیکھوں تو خواب میں رطوبت خارج ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر خواب میں اخراج ہو جائے خواہ کسی نفسانی خواہش کے تحت نہ بھی ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

د: نیز میں نے پڑھا ہے کہ ایسا ویسا خواب نہ بھی دیکھا ہوا اگر سو کر اٹھیں تو رطوبت موجود ہونے پر غسل کر لیا جائے۔ مبادا وہ منی ہو۔ عورتوں میں کچھ پانی موجود ہوتا ہے۔ خاص کر میرے اندر بیماری کی شکایت ہے کیا میں ہر روز غسل کروں؟

۲: بعض صورتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجازت دی ہے کہ بیمار یا معذور نماز کے آخری وقت میں وضو کر کے اس وقت کی اور اگلے وقت کی نماز دونوں ایک ہی وضو سے پڑھ سکتا ہے۔ ایسی رعایت کن مریضوں کے لئے ہے۔ نیز معذور کے لئے حکم ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے جب تک اس نماز کا وقت رہے گا، وضو نہیں ٹوٹے گا۔

۳: کسی کی صبح کی نماز قضا ہو گئی اب اس قضا کو پڑھے بغیر ظہر کی نماز ادا کرتا ہے تو یہ نماز ہوئی یا نہ۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر صبح کی نماز دوسرے دن کی صبح کے ساتھ پڑھ لیجائے تو ٹھیک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر بغیر کسی عذر کے چاروں نمازیں پڑھ لے اور پھر دوسرے دن صبح کے وقت قضا پڑھی تو ان چاروں نمازوں کو لوٹانا چاہئے کیا یہ درست ہے اور یہ بھی کہتے ہیں اگر چھ نمازیں بغیر قضا شدہ کے پڑھے تو صرف قضا پڑھے باقیوں کو نہ لوٹائے کیا یہ بھی درست ہے؟ ایک خاتون از سیالکوٹ۔

الجواب

ا: اس رطوبت کے نکلنے سے احتیاطاً وضو کر لینا چاہئے۔

ب: اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے رطوبت خارج نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ کذا فی الشامیۃ:

و کذا لو سال عند القيام یصلی قاعداً. (قبیل باب الأنجاس: ج ۱ ص ۲۲۵)

ج: جب یہ یقین ہو کہ یہ رطوبت وہی ہے جو جاگتے میں بھی بوجہ بیماری خارج ہوتی رہتی ہے تو ایسی صورت میں غسل واجب نہیں ہوگا۔ جس مسئلہ کا سوال میں ذکر ہے وہ غیر مریض کے بارے میں ہے۔

۲: معذور ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ نماز کے پورے وقت میں اسے اتنا وقت نہ مل سکے کہ با وضو ہو کر نماز فرض ادا کر لے۔ ایسا شخص معذور بنے گا۔ یہ نماز کے وقت میں وضو کر کے نماز فرض وغیرہ پڑھ سکتا ہے، اسی عذر (مثلاً سیلان رطوبت) سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اس نماز کا وقت ختم ہوتے ہی وضو ٹوٹ جائے گا۔ آئندہ نماز کے لئے دوسرا وضو کرنا ہوگا۔ مگر جو شخص بیٹھ کر خالی از عذر ہونے کی حالت میں نماز پڑھتا ہے وہ معذور نہیں۔

کما فی الشامیۃ، والدر المختار: ج ۱ ص ۲۸۳، وخرج برده عن أن یکون صاحب عذر.

۳: قضا شدہ نماز یاد آنے پر فوراً (سوائے اوقات مکروہہ کے) پڑھ لینا ضروری ہے یاد ہوتے ہوئے اگر وقتیہ کو ادا کیا جائے تو نماز وقتیہ کی ادائیگی صحیح نہ ہوگی اس کا اعادہ واجب ہے۔ یہ صاحب ترتیب کے لئے ہے۔ اگر قضا یاد نہ ہونے کی صورت میں وقتیہ پڑھ لی تو وقتیہ کی ادائیگی صحیح ہوگئی۔ قضا کی ادائیگی کو مؤخر نہ کرے۔ چھ نمازوں کی قضا کا مسئلہ کسی محرم رشتہ دار کے ذریعہ محقق عالم سے زبانی دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان، ۸/۱۲/۱۳۸۲ھ
الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہ رئیس الافاء۔ (خیر الفتاویٰ: ۵۸/۲-۵۹)

مرض سیلان میں حفاظت وضو کی مفید تدبیر:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان کرام مندرجہ ذیل سوالات میں! کسی عورت کو پانی خارج ہوتا ہے لیکن اس کو یہ بالکل پتہ نہیں چلتا کہ پانی کس وقت اور کب آتا ہے جب تک کہ وہ اسے دیکھتی نہیں کبھی تو کم بہتا ہے اور کبھی زیادہ، نماز شروع کرنے سے پہلے اس نے دیکھا تو کچھ بھی ناپاکی نظر نہ آئی، لیکن نماز کے دس منٹ بعد دیکھا تو پانی نکلا ہوا تھا، جو کہ کھال کے اندر تھا اور اس سے شلوار گیلی نہیں ہوئی تھی، نماز تقریباً پون گھنٹہ تک جاری رہی پچیس منٹ بعد دیکھا تو پانی نکلا ہوا تھا، آیا اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ جبکہ اسے یہ ہرگز خبر نہیں کہ یہ پانی دوران نماز خارج ہوا تھا یا کہ بعد از فراغت نماز، اگر اس سے نماز ٹوٹی ہے تو کیا ساری نماز جو اس وقت پڑھی گئی تھی لوٹائے یا صرف فرض نماز؟ بیوا تو جروا۔

الحواب ————— باسم ملہم الصواب

جب تک نماز کے اندر وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو نماز ہو جائے گی۔ ایسی مریضہ شرمگاہ کے اندر اسفنج رکھ لیا کرے، یہ پانی کو جذب کرتا رہے گا جب تک اسفنج کے اس حصہ پر رطوبت نہیں آئے گی جو شرمگاہ کے گول سوراخ سے باہر ہے اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۰/۱۰/۱۳۸۲ھ (حسن الفتاویٰ: ۹۲/۷-۸۰)

جس عورت کو سیلان الرحم ہو اس کے وضو کی صورت:

سوال: اگر کسی عورت کو لیکوریا کی بیماری ہو، تھوڑے تھوڑے وقفہ سے سفید لیس دار پانی نکلتا رہتا ہو تو کیا اس صورت میں اس کا وضو باقی رہے گا اور کیا وہ اس سے نماز یا قرآن شریف کی تلاوت کر سکتی ہے اور یہ کہ نماز میں مادہ نکل آئے تو کیا اس کو دوبارہ لوٹانا پڑے گا؟

(۱) قال ابن النجيم: وفي البدائع: ولو احتشيت في الفرج الداخل ونفذت البلة إلى الجانب الآخر فإن كانت القطننة عالية أم محاذية لحرف الفرج كان حدثاً لوجود الخروج، وإن كانت القطننة متسفلة عنه لا ينقض لعدم الخروج، الخ. (البحر الرائق: ۶۰/۱، نواقض الوضوء، انيس)

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

ایسی عورت ایک دفعہ اندازہ کر لے کہ اگر ایک نماز کا پورا وقت اس کو اس مادہ کے جاری ہونے کی حالت میں گزر جائے اور نماز ادا کرنے کی فراغت نہ ملے تو وہ شرعاً معذور ہے اس کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے، پھر اس وضو سے فرض، سنت، نفل سب کچھ وقت کے اندر پڑھ سکتی ہے، اس مادہ کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، جب وقت ختم ہو کر دوسرا وقت شروع ہو جائے تو دوبارہ وضو کرے۔ (۱) فقط

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵-۲۲۳، ۲۲۴)

لیکچوریا، کے پانی کا حکم اور اس سے متعلق متعدد مسائل:

سوال: عورتوں کو لیکچوریا کی بیماری ہوتی ہے جس کی وجہ سے رحم سے سفید پانی رستار ہتا ہے۔

- (۱) کیا یہ سفید پانی نجاست خفیفہ ہے یا کہ نجاست غلیظہ؟
- (۲) اگر کسی عورت کو یہ بیماری ہو اور وہ نماز بھی پڑھتی ہو، چونکہ پانی رسنے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہوتا تو کیا اس پانی کی وجہ سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں؟
- (۳) با وضو ہونے کی صورت میں یہ پانی نکلے تو کیا وضو ٹوٹ جاتا ہے؟
- (۴) اگر نماز کی ادائیگی کے دوران پانی نکل آئے تو کیا نماز ہو جاتی ہے؟
- (۵) اگر نماز نہیں ہوتی تو اس سلسلے میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے کہ نماز ضائع نہ ہو؟
- (۶) شرعاً کیا اس قسم کے مریض کو معذور سمجھا جائے گا؟

الجواب

لیکچوریا کی بیماری میں جو پانی خارج ہوتا ہے وہ چونکہ رحم سے خارج ہوتا ہے اس لئے وہ مذی کی طرح نجاست غلیظہ ہے۔

ولیس ہوفی حکم رطوبة الفرج الداخل، کما فی إمداد الفتاویٰ: ۱/۶۵، ۷۴۔

(وفی الدر المختار: ۱/۳۱۳: ای برطوبة الفرج، فیکون مفرعاً علی قولہما بنجاستہا۔)

- (۱) ”تتوضأ المستحاضة ومن به عذر كسلسل البول أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو رعا ف وجرح لا یرقاً لوقت كل فرض، ویصلون به ماشاؤا من الفرائض والنوافل. ویبطل وضوء المعذورین بخروج الوقت الخ“. (مراقی الفلاح، ص: ۱۴۸، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، قدیمی)
- (صاحب عذر من به سلس بول..... (أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو استحاضة)..... (إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة)..... (ولو حکماً الخ“). (الدر المختار متن رد المحتار: ۱/۳۰۵، مطلب فی أحكام المعذور، سعید و کذا فی الفقه الإسلامی وأدلته: ۴۴۲، مطلب الثامن، وضوء المعذور، رشیدیہ)

وقال ابن عابدين رحمه الله: ... ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله.

(۲) اس سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں۔

(۳) اس کے نکلنے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲۳۰ کا حوالہ سابقہ ہی ہیں۔)

(۴) نماز نہیں ہوگی الا یہ کہ معذوری کی وہ صورت ہو جائے جو نمبر ۶۵ کے جواب میں آرہی ہے۔

(۶۵) اگر یہ پانی ہر وقت بہتا رہتا ہے اور اتنا وقفہ بھی نہیں ملتا کہ اس میں چار رکعت نماز ادا کی جاسکے تو پھر یہ

عورت ”معذور“ کے حکم میں ہے، ایسی عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر نماز کا وقت داخل ہونے پر وضو کر لے اور اس سے جتنی چاہے نمازیں نوافل وغیرہ پڑھتی رہے جب تک اس نماز کا وقت رہے گا، اس کا وضو سیلان کا پانی نکلنے سے نہیں ٹوٹے گا، پھر جب دوسری نماز کا وقت آئے تو اس کے لئے نیا وضو کرے۔ (۱) واللہ سبحانہ أعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۴/۲/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر ۲۳۳/۲۷۷) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۶۵ و ۳۶۶)

شرمگاہ کی رطوبت کا حکم:

سوال: بہت سی عورتوں کو سیلان کی شکایت رہتی ہے اور جو رطوبت جسم سے نکلتی ہے، کپڑے میں لگ جاتی ہے، کیا نماز پڑھتے وقت ان کو دھونا ضروری ہے؟

الجواب

عورت کی شرمگاہ کے بالائی حصے جس کو فقہ کی اصطلاح میں ”فرج خارج“ کہتے ہیں، اس سے نکلنے والی رطوبت بالاتفاق حنفیہ کے یہاں پاک ہے، شرمگاہ کے اندرونی حصے (فرج داخل) سے نکلنے والی رطوبت کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ پاک ہے یا ناپاک؟ لیکن رائج قول پاک ہونے کا ہے:

”سیجیء أن رطوبة الفرج طاهرة عنده (در) قوله: (الفرج) أي الداخل، أما الخارج فرطوبته طاهرة باتفاق... يدل على الاتفاق كونه له حكم خارج البدن، فرطوبته كرتوبة الفم والأنف والعرق الخارج من البدن“۔ (۲)

(۱) وفي الدر المختار: ۳۰۵/۱: (وصاحب عذر من به سلس) بول لا يمكنه إمساكه (أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو استحاضة)..... (إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث..... (وحكمه الوضوء)..... (لكل فرض)..... (ثم يصلي) به (فيه فرضاً أو نفلاً)..... (فإذا خرج الوقت بطل)

(۲) رد المحتار: ۳۰۵/۱-۳۰۶، أبحاث الغسل، مطلب في رطوبة الفرج، كتاب الطهارة.

لہذا کپڑے میں لگ جانے والی رطوبت رانج قول کے مطابق پاک ہے اور اس کو دھونا ضروری نہیں، فقہاء کے اختلاف سے بچتے ہوئے احتیاطاً دھولیں تو اور بہتر ہے۔ (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۷۷)

شرمگاہ سے جو رطوبت نکلتی ہے وہ نجس ہے یا نہیں:

سوال: بوقت ہمبستری جو رطوبت عورت کے جسم مخصوص سے نکلتی ہے وہ نجس ہے یا نہیں، اگر نجس ہے تو غلیظہ ہے یا خفیفہ۔ نیز جس کپڑے کو وہ رطوبت لگ جاوے بدون دھوئے اُس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب

رطوبت جو جسم مخصوص عورت سے بوقت ہمبستری نکلے وہ نجس غلیظہ ہے۔ جس کپڑے یا عضو کو وہ رطوبت لگے اس کو دھونا ضروری ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۳۴۳)

حکم رطوبت فرج:

(۳) سوال: اکثر عورتوں کو سفید رطوبت ہمیشہ جاری رہتی ہے، کیا وہ پاک ہے یا ناپاک اور نماز بحالت اخراج جائز ہے یا نہ، بحالت اخراج وضو سا قہ تو نہیں ہو جاتی؟

(۱) لیکن سوال میں جس رطوبت کا ذکر ہے وہ رطوبت وہ ہے جو رحم سے خارج ہوئی ہے جس کو سیلان یا لکوریہ کہا جاتا ہے، یہ رطوبت بالاتفاق ناپاک ہے: ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ککل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله. (رد المحتار: ۵۱۵/۱، مکتبہ زکریا دیوبند، ایس)

(۲) وفي المحتجب: 'أولج فنزع فأنزل لم يطهر إلا بغسله لتلوثه بالنجس انتهي أي برطوبة الفرج، فيكون مفرعاً على قولهما بنجاستها (در مختار) قوله برطوبة الفرج أي الداخل بدليل قوله أولج. وأما رطوبة الفرج الخارج فطاهرة اتفاقاً اه ح. وفي منهاج الإمام النووي: رطوبة الفرج ليست بنجسة في الأصح، قال ابن حجر في شرحه: وهي ماء أبيض متردد بين المذی والعرق يخرج من باطن الفرج الذي لا يجب غسله، بخلاف ما يخرج مما يجب غسله فإنه طاهر قطعاً، ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ککل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله (رد المحتار، باب الأنجاس: ۲۸۸/۱ - ظفیر)

(۳) رطوبت فرج کے متعلق مختلف جوابات آرہے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

خلاصہ: اولاً سوال نمبر ۱۰۶ و ۱۰۷ کے جوابات میں رطوبت فرج کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔

اول: فرج خارج کی رطوبت جو پاک ہے اس لئے کہ وہ درحقیقت پسینہ ہے۔

دوم: فرج داخل کی رطوبت جس کو امام ابوحنیفہؒ پاک کہتے ہیں اور صاحبینؒ ناپاک کہتے ہیں کیونکہ اس رطوبت کے بارے میں تردد ہے کہ وہ پسینہ ہے یا مذی اس لئے اس کی نجاست میں اختلاف ہوا ہے اور احتیاطاً اس کے نجس کہنے میں ہے۔ سوم: رحم کی رطوبت جو بالاتفاق ناپاک ہے۔ پھر سوال ۱۰۸ کے جواب میں بغیر مذکور تفصیل کے فرج کی رطوبت کو ضرورت و حرج کی وجہ سے پاک کہا گیا ہے پھر ترجیح خاص ۳ میں سوال

الجواب

یہاں تین موقع ہیں اور ہر جگہ رطوبت کا حکم جدا ہے ایک موقع فرج خارج کا ہے اس کی رطوبت درحقیقت پسینہ ہے اور وہ طاہر ہے اور ایک موقع فرج داخل کا باطن یعنی اس سے آگے ہے یعنی رحم اس کی رطوبت مذی یا مثل مذی ہے اور وہ نجس ہے اور ایک موقع خود فرج داخل اس کی رطوبت میں تردد ہے کہ وہ پسینہ ہے یا مذی اس لئے اس کی نجاست میں اختلاف ہے اور احتیاط اس کے نجس کہنے میں ہے:

وإن كان الأقوى دليلاً هو الطهارة لأن هذا المحل ليس بمعدن للنجاسة ولا الرطوبة هذه من

== اس کے بعد ترجیح خاص ص ۸۸ میں پہلے مولوی محمد امین صاحب کا عربی میں جواب ہے، جس میں رطوبت فرج کو ناقض وضو ثابت کیا گیا ہے اگرچہ وہ رطوبت پاک ہو، کیونکہ سبیلین سے نکلنے والی ہر چیز ناقض وضو ہے خواہ نکلنے والی ہر چیز پاک ہو یا ناپاک، اس کے بعد مولوی صاحب نے محققانہ بحث فرما کر اس کا رد کیا ہے کہ سبیلین سے نکلنے والی ہر چیز ناقض وضو نہیں ہے بلکہ ناپاک شے کا نکلنا ہی ناقض ہے خواہ وہ خارج نجس لعین ہو جیسے بول و براز یا نجس لغیرہ ہو جیسے ریح کہ وہ فی نفسہ طاہر ہے لیکن محل نجاست سے اٹھنے کی وجہ سے ناپاک ہو گئی ہے لیکن اگر سبیلین سے نکلنے والی چیز پاک ہو تو وہ ناقض وضو نہیں ہے اور جب امام ابوحنیفہؒ رطوبت فرج کو پاک کہتے ہیں تو اس کا خروج ناقض وضو نہ ہوگا اس بحث سے مقصد سوال نمبر ۱۰۸ کے جواب کی تائید و تصحیح مقصود ہے۔

پھر ترجیح خاص ص ۱۳۶ میں سوال ۱۰۸ کے جواب سے رجوع فرمایا گیا ہے اور سوال نمبر ۱۰۶ و ۱۰۷ کے جوابات میں مسئلہ کی جو تفصیل ہے اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

بحث: یہ جوابات کا خلاصہ تھا اب اصل مسئلہ کے متعلق عرض ہے کہ تمام سوالات اس سفیدی کے بارے میں ہیں جو بعض عورتوں کو اکثر اوقات بہتی رہتی ہے اس کا جواب معلوم کرنے کے لئے پہلے اس کی حقیقت جان لینا چاہئے۔
فرج کا ایک حصہ تو خارج کا ہے یعنی وہ حصہ جس کا دھونا غسل میں فرض ہے اس پر اگر تری محسوس ہو تو وہ درحقیقت پسینہ ہے جس طرح جسم کے اور حصوں میں پسینہ نکل کر محل تر ہو جاتا ہے یہاں بھی یہ صورت پیش آتی ہے لہذا جس طرح جسم کے تمام حصوں کا پسینہ پاک ہے یہاں کا پسینہ بھی پاک ہے اس لئے نہ اس سے وضو ٹوٹتا ہے نہ اس کا دھونا ضروری ہے۔

دوسرا حصہ داخل (اندرونی حصہ) کا ہے اسکی رطوبت میں کئی احتمال ہیں: (الف) یا تو یہ طبعی رطوبت ہے یعنی وہ رطوبت ہے جو عضو کو نرم رکھنے کے لئے اس مقام میں پیدا ہو کر ہمیشہ وہاں رہتی ہے (جس کو سوال نمبر ۱۰۶ و ۱۰۷ کے جوابات کی عربی عبارتوں میں ابن حجرؒ کی نے عرق (پسینہ سے تعبیر کیا ہے) اس رطوبت کو امام ابوحنیفہؒ پاک فرماتے ہیں اور صاحبینؒ ناپاک قرار دیتے ہیں لیکن واضح رہے کہ یہ رطوبت اندر ہی رہتی ہے خود سے باہر نہیں آتی، ائمہ کا اختلاف اس کے متعلق مندرجہ ذیل مسائل میں ہوا ہے۔

۱۔ انسان یا حیوان کا بچہ یا نڈا نکلتے ہی کپڑے پر یا پانی میں گر جائے۔ نقل فی التاتارخانیة: إن رطوبة الولد عند الولادة طاهرة، وكذا السخلة إذا خرجت من أمها، وكذا البيضة فلا يتنجس بها الثوب ولا الماء إذا وقعت فيه، لكن يكره التوضؤ به للاختلاف، هو المختار، وعندهما يتنجس وهو الاحتياط آ۵۔ (شامی: ۱/۲۵۷، مکتبہ زکریا دیوبند، قبیل کتاب الصلوة)

۲۔ دوسرا مسئلہ وہ ہے جو درختار (۲۸/۱)، مکتبہ زکریا دیوبند، میں مذکور ہے۔ ”وفی المجتمعی: أولج فزع فانزل لم يطهر إلا بغسله لتلوثه بالنجس، انتهى، أى برطوبة الفرج“۔ (الدر المختار، باب الأنجاس، انیس)

الرحم دائماً وإنما هي أبخرة محتبسة صارت ماءً بالاحتقان فهي كالعرق ومن ثم أبيح الوطى في هذا المحل وإلا لم يجز لكونه موضع الأذى كحالة الحيض.

پس رطوبت مذکورہ سوال قسم دوم ہے اس لئے نجس ہے، البتہ اگر محقق ہو جاوے کہ قسم اول ہے تو طاہر ہے یا قسم سوم ہو تو احتیاطاً نجس ہے اور جو نجس ہے ناقض وضو ہے البتہ اگر ہر وقت جاری رہے اس کا حکم معذور کا سا ہے۔

== ۳۔ تیسرا مسئلہ وہ ہے جو درمختار (۱۲۳/۱) میں مذکور ہے۔ ”(و) لا عند (وطء..... صغيرة غير مشتهة)..... وإن غابت الحشفة ولا ينقض الوضوء، فلا يلزم إلا غسل الذكر“ الخ. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، قبیل مطلب فی رطوبة الفرج، انیس) ان تمام صورتوں میں بچے یا انڈے وغیرہ پر لگ کر رطوبت فرج باہر آئے گی خود سے نہیں آئے گی، اس لئے زیر بحث اس کا کوئی تعلق نہیں ہے یہاں اس رطوبت کی بحث ہے جو بہتی رہتی ہے۔

(ب) دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ مذی ہو جو غدة قد امیہ میں پیدا ہوتی ہے اور بوقت شہوة یا بوقت تخیلات شہوانیہ نکلتی ہے۔ والممذی: هو رطوبة تسيل عند ابتداء الشهوة لتلين مجرى المنى..... ومجرها فوق مجرى المنى آه (شرح الأسباب: ۱۲۵/۲) ترجمہ: مذی وہ رطوبت ہے جو شہوت کے شروع میں بہتی ہے جس سے منی کے راستے نرم ہوتے ہیں۔ مذی کا راستہ منی کے راستے کے اوپر ہے (ترجمہ کبیر: ۲۵۱/۳)

(ج) تیسرا احتمال یہ ہے کہ وہ ودی ہو، جو ایک سیال رقیق رطوبت ہے جو غدة ودی میں پیدا ہوتی ہے اور پیشاب سے پہلے یا اس کے ساتھ خارج ہوتی ہے تاکہ پیشاب بہ سہولت خارج ہو جائے اور اس کی تیزی پیشاب کی نالی میں محسوس نہ ہو اور گاہے پیشاب کے بعد بھی نکلتی ہے۔ والودی وهو رطوبة غدوية لزجة تسيل مجرى البول عند إرادته لتغرية المجرى وتولد لها من غدة موضوعة بقرب عنق المثانة..... وهي إذا كثرت غلظت وسالت بعد البول أيضاً آه (شرح الأسباب حوالہ بالا)

اگر چہ عورت کے پیشاب کا سوراخ مہبل (مقام جماع) سے تقریباً ایک انچ اوپر ہوتا ہے لیکن وہ ہوتا فرج داخل ہی میں ہے۔ (د) چوتھا احتمال یہ ہے کہ یہ منی ہو جس طرح مردوں کو جریان کی شکایت ہو جاتی ہے یعنی عوارض کی وجہ سے منی کا کچا مادہ نکلنے لگتا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے۔ وربما عرض لهن سيلان المنى كما يعرض للرجال. (شرح الأسباب: ۱۵۸/۲)

(ه) پانچواں احتمال یہ ہے کہ وہ مذکورہ رطوبات کے علاوہ رحم سے نکلنے والے فضلات ہوں۔ قد يعرض للنساء أن تسيل من أرحامهن دائماً رطوبات..... وتلك الرطوبات إما أن يكون تولدها في الرحم نفسه إذا ضعفت القوة الغذائية التي فيها..... وإما فضول تصل إليها من جميع البدن على جهة الاستفراغ والتقية آه. (شرح الأسباب: ۱۵۸/۲)

ان رطوبات کو ”سیلان الرحم“ اور ”سفیدی“ اور ”سفیدی کا مرض“ بھی کہتے ہیں (دیکھئے ترجمہ کبیر: ۱۰۵/۳) پچھلی چار صورتوں کی رطوبت باہر نکلتی ہے اور چونکہ مذی، ودی، منی اور تمام فضلات رحم ناپاک ہیں اس لئے یہ رطوبت بھی ناپاک ہوگی اور ناقض وضو ہوگی۔

خلاصہ بحث: یہ کہ جو رطوبت بہتی ہے وہ خواہ کوئی ہونا ناقض وضو ہے اور ناپاک ہے لہذا بعض عورتوں کو اکثر اوقات جو سفیدی بہتی رہتی ہے وہ ناپاک ہے اور ناقض وضو ہے جب وہ بہہ کر فرج خارج تک نکل آئے وضو ٹوٹ جائیگا اور فرج داخل کی جس رطوبت میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہوا ہے وہ خود سے باہر آتی ہی نہیں لیکن اگر یہ رطوبت (سفیدی) ہر وقت بہتی رہتی ہو تو وہ عورت معذور ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(نوٹ) ترجیح خاص من کی تنبیہ کی وجہ سے اس مسئلہ کے متعلق جناب مولانا حکیم محمد سعد رشید صاحب گنگوہی معروف بہ حکیم اجیری (فاضل دیوبند و مجاز حضرت اقدس مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم) مقیم حال سورت اور جناب مولانا حکیم ابوالثفا حبیب الرحمن صاحب بلیاوی۔ (استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم اشرفیہ راندیر سے مراجعت اور طویل غور و خوض کے بعد یہ حاشیہ لکھا گیا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری

فی الدر المختار: أى برطوبة الفرج، فيكون مفرعاً على قولهما بنجاستها، أما عنده فهى طاهرة كسائر رطوبات البدن (جوهره) فى رد المحتار: (قوله برطوبة الفرج) أى الداخل وأما رطوبة الفرج الخارج فطاهرة اتفاقاً آه ح. وفى منهاج الإمام النووى: رطوبة الفرج ليست بنجسة فى الأصح، قال ابن حجر فى شرحه: وهى ماء أبيض متردد بين المذى والعرق يخرج من باطن الفرج الذى لا يجب غسله، بخلاف ما يخرج مما يجب غسله فإنه طاهر قطعاً، ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله آه. (شامى: ۱۵/۱ مکتبہ زکریا دیوبند)

وما قالوا من طهارة رطوبة الولد الخارج من الرحم فالمراد ما على بدنه وهو كالدّم الذى على اللحم مع أن دم السائل نجس فكذلك رطوبة الرحم نجسة ورطوبة الولد طاهرة، فافهم ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ - تمہ اولی: ۳ - (امداد الفتاوی: ۱۰۷-۱۱۰)

عورت کی سفیدی کا حکم:

سوال: بعض عورتوں کو جو سفیدی اکثر وقت آتی رہتی ہے یہ پاک ہے یا ناپاک اور اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

الجواب

فى الدر المختار: رطوبة الفرج طاهرة خلافاً لهما، فى رد المحتار: تحت قوله رطوبة الفرج طاهرة، مانصه: ولذا نقل فى التاتر خانية: أن رطوبة الولد عند الولادة طاهرة، وكذا السخلة إذا خرجت من أمها، وكذا البيضة فلا يتنجس بها الثوب ولا الماء إذا وقعت فيه، لكن يكره التوضؤ به للاختلاف، وكذا الأنفحة هو المختار، إلخ. (ج ۱ ص ۳۶۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن امام صاحب کا مذہب ہونے کے سبب بھی اور اس زمانہ میں ضرورت ہونے کے سبب بھی ترجیح اسی کو ہے کہ وہ پاک ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ ۱۶ شوال ۱۳۴۲ھ (تمہ رابع ص ۵۷)

(از ترجیح خامس ص ۳ در تحقیق و تفصیل رطوبت فرج)

امداد الفتاویٰ حصہ ۴ کے مسئلہ مرقومہ تاریخ ۱۶ شوال ۱۳۳۲ھ میں جو کہ رسالہ الامداد بابت محرم ۳۵ھ میں شائع ہوا ایک جواب طہارت رطوبت فرج کے متعلق لکھا گیا ہے اس پر ایک دوست صاحب علم کا خط ذیل آیا، ایک (۱) دوسرا مسئلہ جس میں جمہور کی ظاہر مخالفت لازم آتی ہے اس پر غور کر کے اشاعت اصلاح ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس پرچہ مذکورہ کے صفحہ (۳۴) میں جو سوال سفیدی خارج از فرج کا ہے اس سے مراد وہ سفیدی ہے جو مرض سیلان الرحم میں خارج ہوتی ہے جیسا کہ مردوں کو مرض جریان میں ہوتا ہے جسے اصطلاح اطبا و فقہا میں ودی کہتے ہیں یہ بالاتفاق نجس

اور وضو شکن ہے اور درمختار کی جو عبارت آپ نے اس مسئلہ کے جواب میں نقل فرمائی ہے (ص ۳۵) اس میں وہ رطوبت مراد ہے جو فرج پر ہر وقت موجود رہتی ہے جیسے کہ انسان کے لب پر اور اسی طرح سخلہ و جلد ولد پر جو رطوبت موجود رہتی ہے وہ پاک ہے، فتغایرا۔

جواب اس کا یہاں سے یہ لکھا گیا:

فی شرح الأسباب والعلامات، بحث سیلان الرحم: إنه قد يعرض للنساء أن تسيل من أرحامهن دائماً رطوبات وربما عرض لهن سيلان المنى كما يعرض للرجال وتلك الرطوبات إما يكون تولدها في الرحم نفسه إذا ضعفت القوة الغذائية التي فيها وإما فضول تصل إليها من جميع البدن على جهة الاستفراغ والتنقية وفيه يستدل على المنى بلونه في البياض وقوامه في يسير الغلظ وعدم العفونة (إلى قوله) فلذلك يكون أي المنى السائل حالياً من العفونة بخلاف الرطوبات الفضلية التي تصرف فيها الحرارة الغريبة (إلى قوله) وأما سيلان المنى فقد ذكر أقسامه وفيه قبل ذلك في تعريف الودي وهورطوبة لزجة تسيل في مجرى البول عند إرادته (أي البول) (إلى قوله) وهي إذا كثرت غلظت وسالت بعد البول أيضاً، وفيه: أما سيلان المنى وخروجه من غير إرادة أي من غير مزاوله جماع فيكون إما لكثرة المنى ولقلة الجماع وكثرة تناول مولدات المنى، وإما لحدة المنى وحرافته، وإما لاسترخاء أوعية المنى وبرد مزاجها وضعف قوتها الماسكة، وإما لتشنج وتمدد يعرض لعضل أوعية المنى وإما لضعف الكلية وذريان شحمها من شدة الشهوة أو كثرة الجماع وإما لفكر في الجماع أو سماع من حديثه آه ملخصاً، وفي رد المحتار على قول الدر المختار "إن رطوبة الفرج طاهرة عنده" آه، ما نصه: أي الداخِل أما الخارج فرطوبته طاهرة باتفاق (إلى قوله) فرطوبته كـ رطوبة الفم والأنف والعرق الخارج من البدن. (ص ۱۲، ج ۱)

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

نمبر (۱): جو رطوبت اکثر اوقات رحم سے سائل ہوتی ہے جس کو اصل سائل نے پوچھا ہے چنانچہ سوال میں اکثر کالفظ مصرح ہے وہ ودی نہیں ہے جیسا کہ ودی کی تعریف مذکور فی العبارة الطبیة المذكورة سے معلوم ہوئی ہے۔

نمبر (۲): وہ رطوبت منی بھی نہیں ہے کہ سیلان منی ایسے اسباب سے ہے جو گاہ عارض ہوتے ہیں چنانچہ اس کے اسباب مذکورہ فی العبارة الطبیة المذكورة سے معلوم ہوا اور اس رطوبت مسئلہ کا سیلان اکثر ہوتا ہے۔

نمبر (۳): پس جب وہ نہ ودی ہے نہ منی ہے رطوبت سائلہ پس یہ وہ ہے جس کو اس عبارت میں ذکر کیا گیا ہے، قد يعرض للنساء أن تسيل من أرحامهن دائماً رطوبات اور دائماً سے مراد وہی ہے جس کو اصل سائل نے بعنوان اکثر تعبیر کیا ہے، چنانچہ ظاہر ہے اور یہ رطوبت بھی وہ نہیں جس کو سائل ثانی نے انسان کے لب سے تشبیہ دی ہے

کیونکہ یہ تو بالاتفاق طاہر ہے، چنانچہ عبارت فقہیہ مذکورہ میں مصرح ہے تو اس کو محل اختلاف کیسے کہہ سکتے ہیں، پس یہ نہ جب ودی ہے جیسا سائل متاخر کو شبہ ہوا اور نہ منی ہے اور مذی کا نہ ہونا ظاہر ہے تو اس کے نخس ہونے کے لئے ودی و منی کا نخس ہونا تو کافی ہے نہیں، کوئی دوسری دلیل مستقل چاہئے اور نہ وہ رطوبت ہے جو رطوبت نم کے حکم میں ہے جو کہ بالاتفاق طاہر ہے، پس اسی ’رطوبت مغائرہ للودی والمنی والمذی وشبیہ باللعاب‘ میں امام صاحب وصاحبین مختلف ہیں اور بوجہ ابتلاء کے اصل جواب میں قول بالطہارۃ پر فتویٰ دیا گیا جس پر سائل ثانی نے اس کے ودی ہونے کی بنا پر شبہ کیا، پس جب تقدیر بالا میں اس بنا کا منہدم ہونا ثابت ہو گیا تو شبہ کا منہدم ہونا بھی ظاہر ہو گیا۔

(تنبیہ) اصل جواب کے وقت بوجہ طب نہ جاننے کے احقر کا ذہن اس تفصیل سے خالی تھا بعد ورود سوال ثانی کے تردد ہوا تو ایک مہمان دوست کے پتہ دینے پر شرح اسباب کی طرف رجوع کیا تو یہ تحقیق بالا ذہن میں آئی چونکہ عدم مہارت طب کا نقص اب بھی مجھ میں باقی ہے۔ دوسرے علما سے جواب پر نظر کرائی جاوے جو صحیح جواب معلوم ہو اس پر عمل کیا جاوے۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ ہجری۔

از ترجیح خامس ص ۸۸ در تحقیق انتقاض وضوء بر طوبت فرج بر تقدیر طہارت او۔ (۱)

ایک لفافہ آیا جس میں میرے ایک جواب کی نقل اور دوسرا جواب اس کے خلاف مرقوم تھا وہ ذیل میں ہے:

سوال: بعض عورتوں کو جو سفیدی اکثر وقت آتی رہتی ہے یہ پاک ہے یا ناپاک اور اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار: رطوبة الفرج طاهرة خلافاً لهما، فی رد المحتار: تحت قوله رطوبة الفرج طاهرة ما نصه: ولذا نقل فی التاترخانیة: أن رطوبة الولد عند الولادة طاهرة، وكذا السخلة إذا خرجت من أمها، وكذا البيضة فلا يتنجس بها الثوب ولا الماء إذا وقعت فيه، لكن يكره التوضؤ به للإختلاف، وكذا الأنفحة هو المختار. الخ. ج ۱ ص ۳۶۱. (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ لیکن امام صاحب کا مذہب ہونے کے سبب بھی اور اس زمانہ میں ضرورت ہونے کے سبب بھی ترجیح اسی کو ہے کہ وہ پاک ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔

سوال: ما قولکم دام فضلکم فی رطوبة الفرج الداخل هل هي طاهرة أم لا، وعلى الأول

فلو خرجت من الداخل هل ينتقض بها الوضوء أم لا؟ (۳)

(۱) شرمگاہ کی تری کو پاک تسلیم کرنے کی صورت میں اس سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، قبیل کتاب الصلاة، انیس

(۳) خلاصہ سوال: آپ حضرات کی فرج داخل کی رطوبت سے متعلق کیا رائے ہے، کیا وہ پاک ہے یا نہیں، اور پاک ہونے کی صورت میں کیا اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟ انیس۔

(۴) خلاصہ جواب: فرج داخل کی رطوبت پاک ہے، البتہ اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ انیس۔

الجواب

رطوبة الفرج الداخلة طاهرة عند الإمام لكن ينتقض بها الوضوء لو خرجت منه. (۴)
 فی الوقایة: وناقضه أى الوضوء ماخرج من السبيلين أو من غيره إن كان نجساً. فی شرح
 الوقایة: ۶۵/۱، قوله: إن كان نجساً متعلق بقوله أو من غيره، فی عمدة الرعاية: لا بقوله ماخرج
 من السبيلين فإن الخارج من السبيلين ناقض من غير تقييد (حاشية شرح الوقایة)
 وفى البحر الرائق شرح كنز الدقائق تحت قوله: لا خروج دودة من جرح بعد كلام أن
 الدودة حيوان وهو طاهر فى الأصل والشئ الطاهر إذا خرج من السبيلين نقض الوضوء كالريح
 بخلاف غير السبيلين كالدمع والعرق.

وفى منية المصلى وشرحه الكبيرى: إن كانت أى المرأة احتشت أى الكرسف فى الفرج
 الخارج فابتل داخل الحشواتنقض وضوءها سواء نفذ البلل إلى خارج الحشو أو لم ينفذ لليقن
 بالخروج من الفرج الداخلة وهو المعتبر للانتقاض، لأن الفرج الخارج بمنزلة القلفة فكما
 ينتقض بما يخرج من قصبه الذكر إلى القلفة كذلك بما يخرج من الفرج الداخلة إلى الفرج
 الخارج وإن لم يخرج من الخارج، وأما إذا احتشت فى الفرج الداخلة فح إن نفذ البلل إلى
 خارج أى الحشواتنقض الوضوء وإلا أى وإن لم ينفذ إلى خارج فلا ينتقض كما فى حشو
 الإحليل الخ ومن ههنا وضع الجواب، والله تعالى أعلم بالصواب.

یہاں مولوی حبیب احمد صاحب نے میرے استفسار پر اس کا یہ جواب لکھا:

جناب والا کا فتویٰ عدم انتقاض برطوبت الفرج بر تقدیر طہارت رطوبت مذکورہ بالکل صحیح ہے اور مولوی محمد امین
 صاحب کا جواب صحیح نہیں ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس طرح خروج من غیر السبیلین کی صورت میں انتقاض طہارت کے لئے نجاست خارج
 ضروری ہے، یوں ہی خروج من السبیلین کی صورت میں بھی ضروری ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ریح قبل غیر مفضاۃ
 کے غیر ناقض ہونے کے متعلق شرح منیہ میں لکھا ہے:

”الذى عول عليه قاضى خان وغيره أن الخلاف إنما هو فى الخارجة من قبل المفضاة،
 ولا خلاف فى عدم النقض فى غيرها لأنها غير منبعثة عن محل النجاسة، كذا فى الهداية، وهو
 يشير إلى أن الريح نفسها ليست بنجسة وإنما ينجس لمروها على محل النجاسة“.

اس سے معلوم ہوا کہ خارج من السبیلین کے لئے بھی نجس ہونا ضروری ہے خواہ بنفسہ ہو کالبول والغائط وغیرہ
 ہو کالريح المستتبع للنجاسة.

وعلل صاحب مراقی الفلاح عدم الانتقاض بريح القبل بقوله: لأنه اختلاج لاريح وإن كان ريحاً لانبجاسة فيه وريح الدبر ناقضة لمرورها بالنجاسة، كذا في السعاية.
اور سعایہ میں ہے:

”علل في البدائع كون الدودة ناقضة بالنجاسة لتولدها من النجاسة، وذكر الإستيجابى: أن فيه طريقتين: إحداهما ما ذكرنا وثانيتهما أن الناقض ما عليها، واختاره الزيلعي، كذا في السعاية.
یہ روایات نص ہیں اشتراط نجاست پر۔

نیز سعایہ میں ہے:

إن أتت خارجة (أى الدودة) من قبل المرأة ففيه اختلاف المشايخ، فالذين قالوا بنقض الريح الخارجة من القبل قالوا بنقضها ومن لم يقل به لم يقل به، والخارجة من الذكر ناقضة، كذا في الذخيرة والخلاصة، وفي التاتارخانية: الدودة إذا خرجت من قبل المرأة فعلى الأقاويل التى ذكرنا“ آه، سعایہ.

اس سے بھی ضرورت اشتراط ثابت ہے۔

اور شرح منیہ میں ہے:

وكذا الدودة والحصة إذا خرج من أحد هذين الموضعين أى الدبر والقبل فعليه الوضوء لاستتباع الرطوبة وهى حدث فى السبيلين وإن قلت بخلاف الريح.

اس سے بھی اشتراط ثابت ہے، لہٰذا قال لاستتباع الرطوبة، إذ لو كان الخروج مطلقاً ناقضاً لم يحتج إلى التعليل المذكور.

عنایہ میں ہے:

وإن قلت: الكلية (أى ماخرج من السبيلين ناقض) منتقضة بالريح الخارجة من الذكر والقبل فإن الوضوء لا ينتقض به فى أصح الروايتين، أجيب بأنه مخصوص من العموم لأن الريح لا تنبعث من الذكر وإنما هو اختلاج والقبل محل الوطى وليس فيه نجاسة يتنجس الريح بالمرور عليها وهو فى نفسه طاهر عند المصنف انتهی.

ان تمام تخصیصات سے ثابت ہے کہ سبیلین میں بھی غیر سبیلین کی طرح خروج نجس شرط ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو بر تقدیر رطوبت فرج کے طاہر ہونے کے انتقاض وضو کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، رہی وہ روایت جو مولوی صاحب نے غنیۃ سے پیش کی ہے سو اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ مبنی ہے قول نجاست رطوبت پر، کما یدل علیہ دلیلہ المذكور بقولہ لاستتباع رطوبة.

پس اس سے استدلال نہیں ہو سکتا، اور التحرائق کی جو عبارت ہے:

”الشیء الطاهر إذا خرج من السبیلین نقض الوضوء كالريح“.

اس عبارت میں طاہر سے مراد طاہر لذاتہ نجس لغیرہ ہے نہ کہ طاہر مطلقاً، چنانچہ عبارات مذکورہ سے طاہر ہے۔ نیز در مختار میں ہے:

”(و) خروج غیر نجس مثل (ريح)“.

اور شامی نے اس کے تحت میں لکھا ہے: ”فإنها تنقض لأنها منبعثة عن محل النجاسة لا لأن عينها

نجسة، لأن الصحيح أن عينها طاهرة“.

یہ عبارات ہمارے بیان پر دلالت واضح رکھتی ہیں۔

رہی شرح وقایہ کی عبارت، سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں نجس سے ”نجس لذاتہ کا لبول والغائط“ مراد ہے اور چونکہ اس صورت میں رتخ خارج ہوتی تھی اس واسطے شارح نے کہا کہ ”إن كان نجساً“، ”أو من غیرہ“، سے متعلق ہے تاکہ اس میں رتخ داخل ہو جاوے جو کہ طاہر لذاتہ اور نجس لغیرہ ہوتی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ شارح نے کہا ہے:

”والرواية النجس بفتح الجيم وهو عين النجاسة“.

نیز شارح نے ”لادودة خرجت من جرح“ کی شرح میں لکھا ہے:

”لأنها طاهرة (۱) وما عليها من النجاسة قليلة (۲) وأما الخارجة من الدبر فتنقض لأن خروج

القليل منه ناقض“.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خروج طاہر من السبیلین ناقض نہیں ہے ورنہ ان کو چاہئے تھا کہ وہ ”لأن خروج القليل منه ناقض“ کے بجائے ”لأن خروجها ناقض مطلقاً“ کہتے، کما لا يخفى علی من له ذوق سليم ومعرفه بأساليب الكلام.

پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خروج طاہر بھی ناقض ہے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے۔

وفى عمدة الرعاية: صحح صاحب الهداية والمنية والمحيط وغيرهم عدم نقضها (أى

الريح الخارجة من القبل) قائلين إنها اختلاج لاريح وإن كان ريحاً فلا نجاسة.

اس عبارت سے بھی اشتراط نجاست طاہر ہے اور مولوی عبدالحی صاحب نے جموعہ الرعاۃ میں فرمایا ہے:

(۱) فلا تنقض بنفسها. سید احمد پالنپوری

(۲) فلا تنقض غيرها فثبت عدم النقض مطلقاً. سید احمد پالنپوری

”قوله إن كان: أى فإن الخارج من غير السبيلين ناقض من غير تقييد“.

اس کا مطلب یہ ہے کہ ”من غير تقييد بهذا القيد أى كونه عين النجاسة“ اور مطلق تقييد کی نفی مقصود نہیں ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ انہوں نے شارح کے قول کے متعلق ”بقوله أو من غيره“ کے تحت میں لکھا ہے:

”لا بقوله ماخرج من السبيلين وإلا يلزم أن لا يكون ريح الدبر ناقضة لأنها ليست بنجسة بنفسها“.

اور وجہ دلالت یہ ہے کہ اگر ان کے نزدیک مصنف کا قول ”إن كان نجساً“ نجس لعينه ولغيره دونوں کو شامل ہوتا باوجودیکہ وہ تصریح شارح کے خلاف ہے، کیونکہ اس نے اس کو بفتح جیم ضبط کیا ہے اور اس کے معنی عین نجاست بتلائے ہیں تو بر تقدیر اس کے ماخرج من السبيلين کے متعلق ہونے کے رتگ دبر کا غیر ناقض ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ گو وہ بنفسه نجس نہیں ہے مگر لغیرہ نجس ہے وحينئذ بطل قوله: ”إلا يلزم أن لا يكون ريح الدبر ناقضة“ وأيضاً بطل تعليله بقوله ”لأنها ليست بنجسة بنفسها“ لأن عدم كونه نجسة بنفسها لا يستلزم عدم نقضه لجواز نقضه بالنجاسة المكتسبة العرضية.

اور اگر بالفرض شارح وقایہ یا صاحب البحر الرائق کا یہی مسلک ہو کہ خروج من السبيلين مطلقاً ناقض ہے تو یہ دیگر فقہا پر حجت نہیں ہے جو کہ نجاست کی شرط لگاتے ہیں فلا اعتراض بقولهما فثبت المدعى بأحسن وجه، والله الحمد تم الجواب الثالث.

اب ناظرین علما سے اس کی تنقید کر لیں۔

(از ترجیح خامس ص ۱۳۶، در تفصیل اجمال موہم متعلق رطوبت فرج)

سوال: بسلسلہ تتمہ رابعہ امداد الفتاویٰ پر چہ الامداد ماہ محرم ۱۳۳۵ھ میں شروع صفحہ ۳۵ پر جو جواب ۱۶/شوال ۱۳۳۵ھ کا لکھا ہوا درج ہے وہ مطابق سوال نہیں ہے، کیونکہ سوال کیا گیا ہے سفیدی خارج من الفرج سے اور جواب میں جو دلائل قائم کئے گئے ہیں وہ ہیں رطوبت فرج کی سفیدی سے متعلق جو بسبب سیلان رحم کے فرج سے آتی ہے جیسا کہ مردوں کے جریان منی کی وجہ سے سفیدی آتی ہے اور رطوبت مذکورہ فی الجواب وہ رطوبت ہے جو مثل رطوبت شفتین کے جلد فرج پر ہر وقت موجود رہتی ہے یہ معنی رطوبت کے میں نے مولانا محمود حسن صاب مرحوم سے سنا ہے، امید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر نظر ثانی فرما کر اس کی اصلاح شائع فرمادیں آئندہ جو رائے عالی ہو؟

الجواب

واقعی میں طب نہ جاننے کے سبب اس رطوبت کو سائل من الرحم نہیں سمجھا جو کہ نجس بھی ہے اور ناقض وضو بھی، میں

مطلق سمجھ گیا پھر اس مطلق میں غیر مسائل من الرحم سمجھ گیا جو کہ امام صاحب کے نزدیک طاہر ہے اور غیر ناقض وضو اور یہ بھی غلطی ہے مطلق سمجھنے کی صورت میں اس تفصیل کی ضرورت تھی جو کہ تتمہ اولیٰ امداد الفتاویٰ کے صفحہ ۳ پر ایک ایسے ہی سوال کے جواب مرقوم ۱۲ رمضان ۱۳۲۲ھ میں مذکور ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں تین موقع ہیں اور ہر موقع کی رطوبت کا جدا حکم ہے، فرج خارج کی رطوبت طاہر ہے اور فرج داخل کے باطن یعنی رحم کی رطوبت نجس ہے اور خود فرج داخل کی رطوبت مختلف فیہ ہے امام صاحب کے نزدیک طاہر، صاحبین کے نزدیک نجس اور اس مقام پر روایات بھی مذکور ہیں۔ پس ناظرین کو چاہئے کہ اس مجمل کو اس تفصیل پر محمول کر لیں گو وہ مفصل تاریخ میں مقدم ہے، مگر اس کو نسخہ نہ سمجھیں ۴ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۱۲/۱۱۳ تا ۱۲۱)

رحم عورت کی رطوبت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ عورتوں کے رحم سے جو رطوبت رستی ہے وہ ناقض ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار: أی برطوبة الفرج، فيكون مفرعاً على قولهما بنجاستها، أما عنده فهي طاهرة كسائر رطوبات البدن (جوهره) في رد المحتار: (قوله برطوبة الفرج) أی الداخل بدلیل قوله أولج، وأما رطوبة الفرج الخارج فطاهرة اتفاقاً آه ح. وفي منهاج الإمام النووي: رطوبة الفرج ليست بنجسة في الأصح، قال ابن حجر في شرحه: وهي ماء أبيض متردد بين المذی والعرق يخرج من باطن الفرج الذي لا يجب غسله، بخلاف ما يخرج مما يجب غسله فإنه طاهر قطعاً، ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله آه. (جلداول ص ۳۲۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہاں تین موقع ہیں:

نمبر (۱): فرج خارج جس کا دھونا غسل میں فرض ہے اسکی رطوبت پاک ہے۔

نمبر (۲): فرج داخل جس کا دھونا غسل میں فرض نہیں اس کی رطوبت میں اختلاف ہے (۱) اور احتیاط

نجاست میں ہے۔

نمبر (۳): نہ فرج داخل نہ فرج خارج بلکہ فرج داخل سے بھی متجاوز اس کی رطوبت نجس ہے۔

۱۶ رذیقہ ۱۳۳۳ھ ہجری۔ تتمہ ثانیہ ص ۹۴۔ (امداد الفتاویٰ: ۱۱۲/۱۱۳ تا ۱۲۱)

(۱) یعنی امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے۔ سعید احمد پالنوری

عورت کی فرج سے رطوبت نکلے اور وہاں کپڑا رکھ لیا جائے:

سوال: عورت کی پیشاب گاہ سے وقتاً فوقتاً ناپاک رطوبت نکلتی رہتی ہے بعض اوقات اتنی بھی مہلت نہیں ملتی کہ پوری نماز ادا کی جائے ایسی صورت میں کپڑا اندر رکھ لیا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

کپڑا اندر رکھنے سے اگر نجاست وہیں رک گئی، باہر نہیں نکلی تو وضو باقی ہے اور ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کرنا درست ہے، اگر اندرونی حصہ (فرج داخل) میں وضو کی حالت میں کپڑا رکھ کر بالکل غائب کر دیا، تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱) اور کچھ اندر رہا اور کچھ باہر رہا بالکل غائب نہیں ہوا تو وضو نہیں ٹوٹے گا جبکہ رطوبت باہر کے حصہ تک نہ پہنچی ہو۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۷/۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۲۵)



(۱) فإن غيبها أو أدخلها عند الاستنجاء بطل وضوءه وصومه (الدر المختار) قال الشامي (قوله فإن غيبها) قال في شرح المنية: وكل شيء غيبه ثم خرج ينقض وإن لم يكن عليه بلة لأنه التحق بما في البطن ولذا يفسد الصوم، بخلاف ما إذا كان طرفه خارجاً، آه. وفي شرح الشيخ إسماعيل عن الينابيع: وكل شيء غيبه في دبره ثم أخرجه أو خرج بنفسه ينقض الوضوء والصوم، وكل شيء أدخل بعضه وطرفه خارج لا ينقضهما انتهى (رد المحتار: ۱۳۹/۱، كتاب الطهارة، قبل مطلب في أبحاث الغسل، أنيس)

(۲) قال ابن النجيم: وفي البدائع: ولو احتشيت في الفرج الداخل ونفذت البلة إلى الجانب الآخر فإن كانت القطنية عالية أم محاذية لحرف الفرج كان حدثاً لوجود الخروج وإن كانت القطنية متسفلة عنه لا ينقض لعدم الخروج (البحر الرائق: ۶۰/۱، نواقض الوضوء، أنيس)

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ كُمْ بِهِ﴾

(سورة الأنفال: ١١)

اور اتار اتم پر آسمان سے پانی، پاکی حاصل کرنے کو (جو خود پاک اور دوسری چیزوں کو پاک کرنے والا ہے۔

پانی کی پاکی و ناپاکی کے احکام

سمندر کا پانی ناپاک نہیں ہوتا:

کیا سمندر کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ چونکہ سمندر میں ہر جانور پانی پیتا ہے، تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

الجواب

سمندر کا پانی پاک ہے۔ (۱) جانوروں کے پینے یا کسی اور چیز سے وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ (۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد سوم: ۹۸)

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان و حیوانات کو جو نعمتیں دی ہیں ان میں پانی کی نعمت بہت بڑی اور اہم ہے۔ پانی ہی سے زمین کی تمام پیداوار ہے اور اسی پر انسان و حیوانات کی زندگی کی بقا ہے۔ پانی ایک بے رنگ و لطیف اور غذا بیت سے بھرپور شے ہے، جس میں اللہ نے دوسری گندی و ناپاک چیزوں کو پاک و صاف کرنے کی صلاحیت بھی رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے:

”وَيَنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيَطَهِّرَ كُمْ بِهِ“۔ (سورة الأنفال: ۱۱)

اور اتارا تم پر آسمان سے پانی، پاکی حاصل کرنے کو (جو خود پاک اور دوسری چیزوں کو پاک کرنے والا ہے۔

”وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا“۔ (سورة الفرقان: ۴۸)

”اور اتارا ہم نے آسمان سے پاک پانی“ (جو خود پاک اور دوسری چیزوں کو پاک کرنے والا ہے)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پانی سے وضو غسل کر کے پاکی حاصل کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا ہے:

”فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا“۔ (سورة المائدة، آیت: ۷) پس اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے، نجس چیزوں کو پاک کرنے اور گندی چیزوں کو دھونے اور صاف کرنے کی بار بار تاکید کی ہے اور

فرمایا ہے کہ ہر طرح کا پانی پاک ہے کہ! ”الماء طهور لا ينجسه شيء“۔ (ابوداؤد باب ماجاء فی بئر بضاعة من کتاب الطہارة)

چاہے وہ پانی چشمہ کا ہو، سمندر کا ہو، بارش کا ہو، کنواں کا ہو، تالاب کا ہو۔

اور چونکہ قرآن وحدیث میں عام و مطلق پانی سے وضو غسل کرنے کا حکم ہوا ہے، اس لیے ایسے پانی سے وضو غسل درست نہیں ہوگا جسے دوسرے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جیسے مشروب، عرق کیوڑا، عرق گلاب وغیرہ۔ (طہارت کے احکام ومسائل ص: ۶۰، ۶۱، مؤلفہ انیس الرحمن قاسمی)

(و) کذا (ماء البحر) الملع لقله صلى الله عليه وسلم هو الطهور ماء و الحل ميتته۔ (مراقی الفلاح مع

حاشیة الطحطاوی: ص ۲۰، کتاب الطہارة / أيضًا، الہدایة: ج ۱، ص ۳۳، طبع شرکت علمیہ، ملتان / موطا امام مالک: ۲۲/۱، نمبر: ۴۱، انیس)

(۲) والماء الجاری إذا وقعت فیہ نجاسة جاز به الوضوء إذا لم یر لها أثر لأنها لاتستقر مع جريان الماء والأثر

هو الطعم أو الرائحة أو اللون۔ (الہدایة: ۳۶/۱، شرکت علمیہ، ملتان)

گنگا جمنہ کا پانی:

سوال: گنگا جمنہ کے پانی کو دیگر پانیوں سے کچھ امتیاز حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

ان دونوں کے متعلق مجھے علم نہیں کہ کسی حدیث میں کوئی فضیلت آئی ہو۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۴۵)

دریائے جہلم کے پانی کا حکم:

سوال: دریائے جہلم ہمیشہ جاری رہتا ہے، اس دریا کے اندر تمام شہر کی نجاست ڈالی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا رنگ، بو، مزہ سب کچھ متغیر ہے۔ اس کا پانی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

جس پانی میں نجاست کا طعم، لون، ریح موجود ہے وہ نجس ہے اگرچہ وہ کثیر اور جاری ہو۔ (۲)

کذا فی الدر المختار. (۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۱۴۰۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۴۵)

بارش کا بہتا پانی بارش کے وقت تک پاک ہے:

سوال: بارش کا پانی بوقت بارش سڑکوں کی نالیوں میں ایک گز چوڑائی اور نصف گز کی گہرائی سے کچھتاں متواتر بہتا ہے جبکہ بارش دو تین گھنٹہ متواتر ہوتی ہے ایسے پانی سے وضو اور غسل جائز ہے یا نہیں؟

(۱) ہندوؤں کا ان پانیوں کے متعلق عقیدہ ہے کہ یہ تبرک ہیں اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، چنانچہ فیروز اللغات میں ہندوؤں کی طرف منسوب کیا گیا ہے، ”گنگا، جمنہ“ کے دو مقدس دریاؤں کے نام ہیں۔ (فیروز سنز: ص ۱۱۰۹)

(۲) اگر کسی چھوٹی نہر یا نالہ میں کوئی مردار پڑا ہوا ہو اور اس کے اوپر سے تھوڑا پانی بہتا ہو، تو ایسے پانی سے وضو و غسل جائز ہے۔ البتہ اگر اکثر پانی اس سے لگ کر بہتا ہو تو اس کے نیچے کے حصہ میں وضو جائز نہیں وہ پانی نجس ہے۔ اسی طرح جانور اگر پھٹ کر ریزہ ہو جائے تو ایسا پانی استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ ایسے پانی کا پینا مکروہ تحریمی ہے۔ (رد المحتار: ۱/۱۸۸)

اگر نہر میں پانی زیادہ ہے اور اس کے نیچے مردار ہے۔ مگر نظر نہیں آتا ہے یا اس نہر کے عرض میں آدھ سے کم حصہ میں ہے تو ایسا پانی پاک ہے۔ (رد المحتار: ۱/۱۸۸) طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۷۵، انیس

(۳) (وبتغیر أحد أو صافه) من لون أو طعم أو ریح (ینجس) الكثير ولو جارياً إجماعاً. (الدر المختار: ۱/۱۸۵، کتاب الطہارۃ، باب المیاء، سعید)

عن أبي أمامة الباهلي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن السماء لا ينجسها شيء إلا ما غلب على ريحه وطعمه ولونه. (ابن ماجه، باب الحياض، ص ۷۴، نمبر ۵۲۱، انیس)

الجواب

اسی حالت میں اس پانی سے وضو اور غسل جائز ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۷/۱۷۷)

بارش کا پانی پر نالہ میں روک کر اس سے وضو کرنا:

سوال: کافی دنوں کے بعد جب بارش ہو تو دس پندرہ منٹ کے بعد پر نالہ کا پانی کسی برتن وغیرہ میں روک کر اس پانی کو استعمال میں لانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

درست ہے جبکہ اس میں کوئی نجاست نہ ہو۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۲۸-۱۲۹)

ٹیوب ویل کا پانی ماء جاری ہے:

سوال: آج کل جنگلوں میں ٹیوب ویل جاری ہیں، دوفٹ چوڑی نالیوں سے پانی گزر کر میلوں تک سبھلتاؤں میں حکومت کی طرف سے جاری کیا گیا ہے، تو ماء جاری ہے یا نہیں؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

یہ تو حقیقتہً ماء جاری ہے۔ (۳)

(۱) (المطر مادام یمطر فله حکم الجریان ولو أصاب العذرات علی السطح ثم أصاب ثوباً لا یتنجس). (عالمگیری کشوری، باب المیاء: ۱۵/۱۵۱، ظفیر)

بارش کا پانی جب تک برستار ہوتا ہے، وہ جاری پانی کے حکم میں ہوتا ہے، اسی طرح اگر بارش کا پانی نہرو نالہ میں جمع ہو کر بہنے لگے اور اس نہرو نالہ میں نجاست پہلے سے پڑی ہوئی ہو، تو جب تک اس کے رنگ، مزہ یا بو میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو وہ پاک ہے۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱۲۸/۱) جیسے آگن میں بہنے والا پانی یا دروازہ پر بارش کا پانی ہو۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۵۷، انیس)

(۲) قال الشامی: فی التاتاریخانیہ: من شک فی إناءه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا فهو طاهر ما لم یستیقن، وکذا الآبار والبیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منها الصغار والکبار والمسلمون والکفار. (رد المحتار: ۱۵۱/۱، قبیل مطلب فی أبحاث الغسل، سعید)

(۳) جاری پانی:

پانی کی خصوصیت بہنا و جاری ہونا ہے۔ اگر اسے کسی برتن میں نہ رکھا جائے تو وہ بہہ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جائے گا، بہنے کی وجہ سے اس میں جلدی نجاست کا اثر نہیں ہوتا ہے اور اگر نجاست اس میں گرتی بھی ہے تو پانی کی موج اس کو بہا لے جاتی ہے اور اس کے اثرات عموماً غائب و ناپید ہو جاتے ہیں، اسی لیے پانی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”الماء طهور لا ینجسه شیء“۔ (أبوداؤد باب ماجاء فی بئر بضاعة) ”پانی پاک کرنے والا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی“

جاری پانی اور اس کے احکام:

جاری پانی اسے کہتے ہیں جسے عرف میں لوگ جاری سمجھتے ہوں، یا یوں کہا جائے کہ ایسا بہتا ہوا پانی جو تنکے کو بہا لے جائے (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۱۶۴/۱) جاری پانی سمندر، ندی، نہر، نالہ، پر نالہ وغیرہ میں بہنے والا پانی ہوتا ہے۔

كذا في الدر المختار. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۸۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۴/۵، ۱۳۵)

نل کا پانی کیا ماء جاری ہے:

سوال: نل (ہینڈ پمپ) کے پانی کا حکم ماء جاری کے مثل ہے یا نہیں؟

الجواب: _____ حامداً ومصلیاً

نل سے نکل کر بہنے والے پانی پر ”ماء یذهب“ صادق آتا ہے یا نہیں؟ بس اس کو دیکھ لیا جائے۔ (۲) واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود وغفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۵/۵)

ڈھیکلی کے کھینچے ہوئے پانی کا حکم:

سوال: ڈھیکلی (۳) کا کھینچا ہوا پانی پینا کیسا ہے؟

الجواب: _____

پاک ہے اور استعمال اس کا درست ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۴) جہلا کی واہیات غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدست خاص، ص ۲۳۔ (بایات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۰)

سیکشن پمپ کے ذریعہ پانی حاصل کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ گھروں کے اندر حکومت کے منظور شدہ نل جو آب نوشی کے لیے لگائے گئے

== جاری پانی کا بہاؤ لمبائی میں کم از کم ایک گز ہونا چاہیے، اگر اس سے کم میں پانی بہہ کر رک جائے تو ایسا پانی جاری کے حکم میں نہ ہوگا، چاہے پانی کے بہاؤ کا زور کم ہو یا زیادہ مگر اس قدر کم نہ ہو کہ چلو بھر کر اٹھانے سے زمین ٹھکی رہ جائے، بلکہ وہ جگہ پھر پانی سے بھر جائے تو جاری ہے ورنہ جاری نہیں۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۱۶۴/۱ و ۱۶۵) (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۷۳، ۷۴، انیس)

(۱) ”(و) الجاری (هو ما یعدّ جارياً) عرفاً، وقیل: ما یذهب ببنیة، والأول أظهر، والثانی أشهر، (وإن)..... (لم یکن جریانہ بمدد) فی الأصح.“ (الدر المختار) ”قولہ: والثانی أشهر“ لوقوعہ فی کثیر من الكتب حتی المتون..... والعرف الآن أنه متى كان الماء داخلاً من جانب وخارجاً من جانب آخر یسمی جاریاً“. (ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاء، مطلب الأصح أنه لا یشتراط فی الجریان المدد: ۱۸۷، سعید)

(۲) ”(و) یجوز (بجاء وقعت فیہ نجاسة)..... والأول أظهر، والثانی أشهر، قال الشامی: لوقوعہ فی کثیر من الكتب حتی المتون“. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۸۷، باب المیاء، سعید)

(۳) ڈھیکلی کنویں سے پانی نکالنے کی ایک بڑی تدبیر، ایک بکی (بڑی لکڑی) کے ایک سرے پر بہت بڑا ڈول، دوسرے سرے پر ایک بھاری وزن باندھ دیتے ہیں بڑے ڈول کو پانی میں ڈبو کر چھوڑ دیتے ہیں، تو پچھلے بھاری وزن کے دباؤ سے وہ بڑا ڈول نما، پانی سے نکل آتا ہے۔

مستفاد از اردو لغت۔ (مرتبہ اردو لغت بورڈ، حکومت پاکستان، ص ۲۶۲ جلد ۱، کراچی ۱۹۹۰ء، نور)

(۴) عن أبي أمية الباهلي... إن الماء لا ينحسه شيء إلا ما غلب... الخ. (ابن ماجة، باب الحيض، انیس)

ہیں، آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان نلوں میں اب مطلوبہ مقدار میں پانی نہیں آتا، عوام نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ ان نلوں کے ساتھ بجلی کے موٹر لگا کر موٹر کے زور سے مطلوبہ مقدار سے بھی زیادہ پانی کھینچنے لگے، اس حرکت کا واضح منفی اثر یہ پڑا کہ جن گھروں میں بجلی کے موٹر نہیں ہیں وہ پانی سے تقریباً محروم ہو گئے ہیں کیوں کہ مرکزی پائپ میں جو پانی آتا ہے وہ بجلی کے زور سے لوگ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور دیگر صارفین منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ کام حکومت کے متعلقہ محکمہ یعنی پبلک ہیلتھ انجینئرنگ سے اجازت لئے بغیر ہو رہا ہے اور قانوناً درست نہیں ہے، یہ حرکت عند اللہ شرع کیسی ہے؟ اور اس پانی کی حلت و حرمت کے بارے میں اسلامی احکامات کیا ہیں؟ یہ بھی یاد رہے کہ ماہانہ بل تمام صارفین یکساں ادا کرتے ہیں؟ بینو اتو جروا۔ (المستفتی بخت سلطان، موضع ناوہ گئے، تحصیل ذگر ضلع بونیر، صوبہ سرحد)

الجواب ————— باسمہ تعالیٰ

صورت مسئلہ میں موٹروں کے ذریعہ اپنی مطلوبہ مقدار سے زیادہ پانی کھینچ لینا شرعاً و قانوناً ناجائز ہے، قانوناً تو ظاہر ہے کہ حکومت نے آب نوشی کے لیے جونل مہیا کئے ہیں وہ سب لوگوں کو برابر پانی فراہم کرنے کے لیے لگا کر دیئے ہیں اور قانوناً لوگوں کو اس بات کا پابند بھی بنایا ہے کہ وہ کسی خارجی ذریعہ کو برائے کار لائے بغیر پانی کی مطلوبہ مقدار کو حاصل کریں، چونکہ لوگوں نے حکومت کے اس پروگرام اور شرائط کو قبول کرتے ہوئے پانی کی لائسنس حاصل کی ہیں؛ اس لیے اب اگر کوئی شخص گورنمنٹ کی جانب سے موٹر لگانے کی ممانعت کے باوجود موٹر لگاتا ہے اور زیادہ پانی حاصل کرتا ہے تو وہ اس زائد پانی لینے اور موٹر لگانے میں حکومت کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والا ہے جس کی بنا پر قانوناً مجرم ہے۔

اور یہ شرعاً اس لیے جائز نہیں کہ اس میں ایک حکومت کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کی عدم پاسداری و خلاف ورزی ہے جو کہ شریعت کی نظر میں جرم عظیم ہے اور دوسرے یہ کہ پانی کو حاصل کرنا مباح ہے اور مباح امور میں حکومت کی اطاعت واجب ہے، اب جو شخص مذکورہ معاملہ میں حکومت کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ شرعاً واجب کو ترک کرنے والا شمار ہوگا اور تیسرے یہ کہ اس طرح پانی لینا چوری ہے، جو شرعاً و قانوناً جرم ہے، مذکورہ امر کا ارتکاب کر کے اپنی جان اور عزت و عظمت کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور یہ عام چوریوں سے زیادہ قبیح اور شنیع ہے کیوں کہ اس میں بہت سارے لوگوں (صارفین جو پورے پیسے ادا کر کے پانی خریدتے ہیں مگر لائن میں بجلی کی موٹر لگا کر پانی کھینچنے والے کے عمل سے وہ پانی سے محروم رہتے ہیں) کے حق میں دراندازی اور چوری کرنا ہے، لہذا شرعاً اس سے احتراز کرنا لازمی و ضروری ہے اس لیے کہ:

وکل من شرکاء الملک أجنبي فی الامتناع عن تصرف مضر فی مال صاحبه لعدم تضمینها
الوكالة. الخ. (۱)

اور قرآن کریم میں ہے: ”وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا“۔ (سورة الإسراء: ۳۴)

اور حدیث شریف میں ہے: ”أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ“۔ (۱)

تاہم جو پانی اس غلط طریقہ سے حاصل کیا گیا اور کیا جاتا ہے وہ پاک و حلال ہے۔ البتہ اس کے حصول کا طریقہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے؛ ایسا کرنے والا شرعاً و قانوناً متعدد جرائم کا ارتکاب کرنے والا ہے

کتبہ رشید احمد سندھی، الجواب صحیح: محمد عبدالمجید دین پوری، الجواب صحیح: محمد شفیق عارف، بینات۔ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

(فتاویٰ بینات جلد چہارم: ۴۴۷-۴۴۸)

ریل گاڑی کے بیت الخلاء کے پانی کا حکم:

سوال: ریل گاڑی کے پاخانوں (بیت الخلاء) میں جو پانی ہوتا ہے وہ پاک سمجھا جائے گا یا ناپاک؟ اس میں پانی ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس پانی سے وضو کرتے ہوئے طہیعت کو کراہت معلوم ہوتی ہے۔

الجواب _____ وباللہ التوفیق

وہ پانی پاک ہے، طبعی کراہت کی وجہ سے شبہ نہ کیا جائے۔ (۲) ایسی حالت میں تیمم درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ ماہنامہ کانپور، اکتوبر ۱۹۵۹ء (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۸/۵)

برکت کیلئے زمزم سے بدن اور کپڑے دھونا:

سوال: خانہ کعبہ میں جو لوگ آب زمزم سے نہاتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں ان کیلئے نہانا اور کپڑے دھونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

برکت کیلئے بدن پر اور کپڑوں پر ڈالنا درست ہے، نجاست اس سے زائل نہ کی جائے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۱۴۰۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۳/۵)

پانی خوشبودار ہو کر آب مطلق ہونے سے نہیں نکلتا، کیوڑہ گلاب ملے ہوئے پانی سے وضو، غسل جائز ہے:

سوال: ایک مسئلہ دریافت طلب ہے کہ عرق و عطر کی کشیدگی کے لئے دیگ بھکے جو لگاتے ہیں تو وہ جگہ جس میں

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل..... ۲۵۵، ط. قدیمی.

(۲) ”عند أبي يوسف: لا بأس بالوضوء إذا لم يتغير أحد أوصافه، كذا في شرح الوقاية، وفي النصاب: وعليه الفتوى، كذا في المصنوعات. (الفتاوى الهندية ۱/۱۷۰، الباب الثالث في المياه، رشيدية. وكذا في الهداية ۱/۳۳، الماء الذي يجوز به التوضوء، شركة علمية، ملتان، وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۶۳، المياه، إدارة القرآن كراچی)

(۳) يجوز الاغتسال والتوضوء بماء زمزم إن كان على طهارة للتبرك، فلا ينبغي أن يغتسل به جنب ولا محدث ولا في مكان نجس ولا يستنجي به ولا يزال به نجاسة حقيقة، وعن بعض العلماء تحريم ذلك، وقيل: إن بعض الناس استنجي به فحصل له بأسور. (حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح: ص: ۲۲، الطهارة، تدریجی)

عرق یا عطر کشید ہو کے آتا ہے ٹھنڈے پانی میں ڈوبا رکھا جاتا ہے تاکہ اس میں آ کے بخارات پانی یا روغن کی صورت میں جمع رہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ پانی خوب تیز گرم ہو جاتا ہے جس کے بعد بدل دیا جاتا ہے اس پانی میں گاہے کسی قدر خوشبو بھی اس شے کی پیدا ہو جاتی ہے جو دیگر درجہ میں ہوتی ہے آیا وہ پانی مستعمل سمجھا جائے گا اور اس سے غسل و وضو درست نہ ہوگا یا غیر مستعمل اور اس کو غسل و وضو کے کام میں لانا درست ہوگا، کیوڑہ گلاب ملے ہوئے پانی سے غسل و وضو جائز ہے یا ناجائز، جب کہ پانی میں خوب اچھی طرح خوشبو ہو، علیٰ ہذا کسی کم صاف کئے ہوئے ظرف میں پانی گرم ہوا اس میں چکنائی معلوم ہونے لگی اس سے بھی وضو و غسل واجب ہوگا یا ناجائز؟

الجواب

ان سب اقسام سے وضو و غسل درست ہے یہ سب ماء مطلق ہے۔ (۱) ۲۷/ محرم ۱۳۳۲ھ۔ حوادث: ۲۱: ص: ۱۲۱۔

(امداد الفتاویٰ جدید: ۶۰۱)

دوا سے رنگ اور مزہ تبدیل ہونے والے پانی کا حکم:

سوال: سرکاری طرف سے دفع ہیضہ وغیرہ امراض کیلئے کنویں میں جو دوا ڈالی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے رنگ اور بو بدل جاتی ہے تو اس پانی کا حکم کیا ہے اور رنگ اور بو نہیں بدلتی تو کیا حکم ہے؟ امید ہے جواب شافی اور کافی سے مطلع فرما کر شاکر فرمائیں؟

الجواب

حامدًا و مصلیًا

اگر کسی پاک جامد چیز کے ملنے سے پانی کے تمام اوصاف بغیر پکائے متغیر ہو جائیں لیکن پانی اپنی رقت اور سیلان پر باقی رہے اور اس کا نام بدل کر نیا نام پیدا ہو تو ایسے پانی سے وضو درست ہے۔ (۲)

(۱) عن أبی أمامة الباهلی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن الماء لا ینجسہ شیء إلا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولو نہ۔ (ابن ماجہ، باب الحیاض، ص ۷۴، نمبر ۵۲۱)

درخت یا پھل کے رس کا رنگ، یا مزہ، یا بوضو بدل ہوتا ہے اور حدیث میں ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بدلی ہوئی ہو تو اس سے وضو جائز نہیں، اس لئے اس سے وضو جائز نہیں ہوگا، اس حدیث کے اشارے سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ انیس

(۲) مقید پانی:

مقید پانی سے مراد ایسا پانی ہوتا ہے جو درختوں، پھلوں اور پھولوں سے نکلتا ہے۔ جیسے ناریل، تربوز، خر بوز، کیلا، کیوڑا، گلاب وغیرہ کا پانی۔ اس پانی کے علاوہ ہر قسم کی بہنے والے پانی جیسے پٹرول، ڈیزل، کراشن تیل، دیگر روغنیت وغیرہ یا سیال اشیا بھی مقید پانی کے حکم میں ہیں، یعنی ان سے بدن و کپڑے وغیرہ پر لگی ہوئی نجاست دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، مگر وضو و غسل کرنے سے طہارت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس پانی سے وضو و غسل کرنے کا حکم دیا ہے وہ مطلق پانی ہے جو بارش، سمندر، دریا، کنواں وغیرہ کا ہوتا ہے۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۷۱)

اسی طرح اگر مطلق پانی میں پاک چیزیں مل جائیں اور پانی پر غالب ہو جائیں تو ایسا پانی بھی مقید پانی کے حکم میں ہو جائے گا اور اس سے وضو یا غسل صحیح نہیں ہوگا۔ مطلق پانی میں پاک چیزوں کے ملنے اور ان کے پانی پر غالب آنے کی تین صورتیں ہیں:

”والغلبة تحصل في (مخالطة) الماء لشيء من الجامدات الطاهرات بإخراج الماء عن رفته، فلا ينصرف عن الثوب، وإخراجه عن سيلانه فلا يسيل على الأعضاء سيلان الماء. وأما إذا بقي على رفته وسيلانه فإنه لا يضر: أي لا يمنع جواز الوضوء به تغير أو صافه كلها بجامد خالطه بدون طبع كزعفران وفاكهة وورق شجرة اهـ“ مراقی الفلاح. ”قوله: الطاهرة أما النجسة فتنجس القليل منه مطلقاً والكثير إن ظهر أحد أو صافها اهـ“. (طحطاوی ص: ۱۶، ۱۷) (۱) فقط واللہ اعلم
حرره العبد محمود غفرله، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۹/۵)

= ۱..... اول یہ کہ پانی میں کوئی چیز پکائی جائے، جیسے دال، سبزی و گوشت کا شوربہ، سوپ وغیرہ ایسے تمام شوربوں و دالوں سے وضو یا غسل صحیح نہیں ہوگا، گرچہ وہ پتلے اور بہنے والے ہوں۔

۲..... البتہ اگر گیری کے پتے یا نشان یا صرف وصابن ڈال کر پانی پکایا جائے اور اس سے مقصد صفائی ہو تو ایسے پانی سے وضو و غسل جائز ہوگا، جیسا کہ حدیث میں ایسے پانی سے مردہ کو غسل کرانے کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:
”أحرام باندہ ہوئے ایک شخص کو اس کے اونٹ نے چل دیا اور اس کی وفات ہوگئی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے غسل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ”اسے بیری کے پتے اور پانی سے غسل دو“۔ (رواہ البخاری، البحر الرائق: ۱۷۱)

دوسری صورت یہ ہے کہ پانی میں کوئی جامد و ٹھوس چیز مل جائے، جیسے مٹی، سمٹ، آٹا، چینی، ستو وغیرہ اور ان کے ملنے سے پانی کا پتلا پن ختم ہو جائے اور وہ گارے کی طرح ہو جائے تو اس سے بھی وضو و غسل درست نہیں ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ (الف) پانی میں کوئی دوسری بہنے والی چیز مل جائے، جیسے دودھ، سرکہ، شہد وغیرہ جو رنگ اور مزہ دونوں میں پانی سے الگ ہو، تو ایسی چیز کے ملنے سے اگر کوئی ایک وصف بھی پانی کا بدل جائے یعنی رنگ اور مزہ میں سے کوئی بھی ایک وصف بدل جائے تو ایسے پانی سے بھی وضو یا غسل جائز نہیں ہوگا۔

(ب) اسی طرح اگر پانی میں ایسی چیز مل جائے جو صرف رنگ یا مزہ میں پانی سے مختلف ہو تو ایسی صورت میں اسی وصف کے غلبہ کا اعتبار ہوگا، یعنی رنگ یا مزہ میں سے جو غالب ہوگا وہ پانی کو مقید پانی کے حکم میں کر دے گا اور اس سے وضو یا غسل صحیح نہیں ہوگا۔ (البحر الرائق: ۳۷۱)
نیز ایسے تمام قسم کے پانی جن کا نام بدل جائے، جیسے کوا کولا، پیپسی، روح افزا وغیرہ تمام مشروبات یا کپڑے رنگے جانے والے پانی، ان سے بھی وضو یا غسل صحیح نہیں ہوگا۔ (ایضاً: ۳۷۱)

البتہ ایسا پانی جس میں تھوڑا رنگ ہو اور کپڑا رنگنے کے کام میں نہ آتا ہو، تو اس سے وضو و غسل جائز ہوگا۔ جیسے نیل لگا ہوا پانی جو کپڑے دھونے کے بعد پانی میں ڈال کر لگایا جاتا ہے۔ البتہ سیلاب کا پانی جس میں مٹی ملی ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اس کا رنگ گدلا ہوتا ہے، اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ زعفران اور کسم کے پانی سے جب کہ پتلا ہو اور پانی غالب ہو تو وضو جائز ہے اور اگر سرخی غالب ہو تو اس سے وضو جائز نہیں۔ روشنائی یا پھٹکری ڈال کر سیاہ کیے ہوئے پانی سے جو لکھنے و نقش بنانے کے کام میں آتا ہے وضو و غسل جائز نہیں۔ چنانچہ باقلا وغیرہ کو پانی میں بھگوایا اور پانی کا پتلا پن زائل نہیں ہوا تو اس پانی سے وضو جائز ہے گرچہ اس کا رنگ یا ذائقہ یا بو بدل جائے، کیوں کہ اس صورت میں پانی کا پتلا رہنا معتبر ہے۔ اگر روئی یا آٹا پانی میں بھگوئے اور پانی کا پتلا پن باقی رہے یا چاول دھوئے، تو ایسے پانی سے بھی وضو و غسل کیا جاسکتا ہے۔ جس پانی سے نمک جتا ہے اس سے وضو و غسل جائز ہے، البتہ اگر نمک پھل کر پانی بن جائے، تو اس سے وضو و غسل جائز نہیں۔ (یہ تمام مسائل در مختار، رد المحتار: ۱۲۲۱، البحر الرائق: ۲۸۱ و ۳۷۱، اور فتح القدر: ۳۷۱ وغیرہ سے ماخوذ ہیں)۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۶۱ تا ۶۴، انیس)

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۱۵، کتاب الطہارۃ۔ قدیمی۔ الحلبي الكبير: ۹۰، باب المیاء، سہیل اکیڈمی لاہور۔

جو پانی درختوں کے پتوں کی وجہ سے خراب ہو گیا ہو، اس کا حکم:

سوال: جس پانی میں درخت کے پتے، بہت دنوں تک پڑے رہنے سے پانی بگڑ گیا ہو، تو اس سے وضو جائز ہے یا نہیں اور وہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب

پانی پاک اور وضو درست ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ بدست خاص، ص ۳۲۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۰)

جس پانی میں افیون و بھنگ و چرس مل جائے کیا حکم ہے:

سوال: افیون، بھنگ، چرس، تمباکو پاک ہیں یا نجس، جس پانی میں یہ چیزیں مل جاویں اس پانی سے وضو اور غسل درست ہے یا نہیں؟

الجواب

افیون اور بھنگ وغیرہ نجس نہیں ہیں بلکہ ان کا کھانا پینا حرام ہے اور تھوڑی مقدار بغرض تدوی کھانا جائز ہے جو کہ حد سکر کو نہ پہنچے۔ کما فی الشامی: ولم یقل أحد بنجاسة البنج ونحوہ، الخ: ۱۲۶/۳۔ (۲) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم: ۱۸۴/۱)

پانی کا مزہ وغیرہ بدل جائے تو ناپاک ہے:

سوال: پانی میں اگر بو ہو یا رنگ اور مزہ بدل جائے تو پاک ہے یا ناپاک ہے؟

الجواب

نجاست سے اگر پانی کا مزہ یا بو یا رنگ یا ان میں سے دو یا تینوں بدل جائیں تو وہ ناپاک ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۷۴/۱)

(۱) ”و الغلبة تحصل فی (مخالطة) الماء لشيء من الجامدات الطاهرات بإخراج الماء عن رفته، فلا ينصرف عن الشوب، وإخراجه عن سيلانه فلا يسيل على الأعضاء سيلان الماء. وأما إذا بقي على رفته وسيلانه فإنه لا يضر: أي لا يمنع جواز الوضوء به تغیر أو صافه كلها بجامد خالطه بدون طبخ كزعفران وفاكهة وورق شجرة اهـ“، مراقی الفلاح. ”قوله: الطاهرة، أما النجسة فتنجس القليل منه مطلقاً والكثير إن ظهر أحد أو صافها اهـ“. (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۱۵، کتاب الطهارة، انیس)

(۲) اس پانی سے وضو اور غسل جائز ہے، اگر اس کے اوصاف نہ بدلے ہوں۔ (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۱۵، کتاب الطهارة، انیس)

(۳) إن الغدير العظيم كالجاری لا یتنجس إلا بالتغیر من غیر فصل، هكذا فی فتح القدیر. (عالمگیری كشوری، باب المیاء: ۱۶/۱). (وبتغیر أحد أو صافه) من لون أو طعم أو ريح (ینجس) الكثير..... أما القليل فینجس وإن لم یتغیر. (الدر المختار علی رد المحتار، باب المیاء، مطلب حکم سائر المائعات: ۱۷۱/۱۔ ظفیر)

اس نہر کا پانی جس میں یا خانہ کی نالی گرتی ہو:

سوال: قصبہ بلدوانی میں ایک نہر جاری ہے تمام لوگ اس کا پانی پیتے ہیں، لیکن اس نہر میں قصبہ کے چند مکانات کا پانی یا خانہ کا جاتا ہے اور گرتا ہے تو اس نہر کا پانی پینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

پانی اس نہر کا پاک ہے، پینا اور وضو کرنا اس سے درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۷۷۷)

نہر میں گندگی ڈالنے کی صورت میں پانی کا حکم:

سوال: بڑی بڑی نہریں آبادیوں کے قریب سے گذرتی ہیں تو لوگ عموماً اس میں نجاست اور گندگی پھینکتے رہتے ہیں یہاں تک کہ گاؤں سے بیت الخلا کا پانی بھی انہی نہروں میں شامل ہوتا ہے، بسا اوقات نجاست کے ڈھیر تک پانی میں نظر آتے ہیں تو ایسی نہروں کے پانی سے وضو اور غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟

== اگر بارش کا پانی سڑک پر بہے اور اس میں نجاست شامل ہو جائے، تو دیکھا جائے گا کہ نجاست پر اگر پانی غالب ہے بایں طور کہ اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہیں ہے، تو اس سے وضو کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

اگر پختہ فرش یا کبھی زمین یا چھت پر گندگی ہو اور اس کے اوپر سے بارش یا غیر بارش کا پانی بہے، تو دیکھا جائے گا کہ اگر اکثر پانی نجاست سے مل کر بہتا ہے تو ناپاک ہوگا، ورنہ پاک رہے گا، البتہ اگر چھت پر متفرق طور پر نجاست ہے اور بارش کا پانی اس پر پڑے پھر وہ پر نالے سے گرے، تو دیکھا جائے گا کہ اگر نجاست پر نالے کے پاس نہیں ہے اور پانی کے رنگ، بو یا مزہ میں فرق نہیں ہوا ہے، تو وہ پاک ہے۔ (ردالمحتار: ۱۸۹/۱) (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸)

(۱) (و) یجوز (بجاء و قعت فیہ نجاسة)، (و) الجاری (هو ما یعد جاریاً) عرفاً، الخ. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب المیاء، مطلب الأصح أنه لا یشتراط فی الجریان المدد: ۱۷۳/۱)

پانی میں اگر نجاست یعنی یا خانہ، پیشاب، خون، شراب یا دیگر کوئی نجس چیز شامل ہو جائے، تو اس وقت تک وہ ناپاک نہ ہوگا، جب تک کہ اس پانی کا مزہ یا رنگ یا اس کی بو میں سے کوئی ایک صفت نہ بدل جائے، اگر پانی کے مزہ یا رنگ یا بو میں اس نجاست کے اثر سے تبدیلی آگئی، تو پھر ایسا جاری پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور اس کو پینا یا اس سے کپڑا دھونا یا وضو غسل کرنا جائز نہ ہوگا۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۱۶۴/۱) اگر ایسے جاری پانی میں جس کے رنگ یا مزہ یا بو میں تغیر آ گیا تازہ پانی آ کر مل جائے اور اس تغیر کو ختم کر دے، تو پھر وہ پانی پاک ہو جائے گا۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۱۶۴/۱) جاری پانی میں اگر ایسی نجاست گر جائے جو نظر آتی ہو، جیسے یا خانہ یا مردار جانور، تو جس جگہ وہ نجاست ہو وہاں وضو یا غسل نہیں کر سکتے ہیں، اس لیے کہ وہاں کا پانی ناپاک ہے اور اگر ایسی نجاست گری ہو جو نظر نہ آئے، جیسے پیشاب تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے اس سے وضو یا غسل کر سکتے ہیں، اس لیے کہ وہ پانی نجس نہ ہوگا۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۱۶۴/۱)

شہروں اور قصبوں کے ایسے نالے جن میں گندے پانی بہتے ہیں اور ان کا رنگ و بو مزہ عام پانی سے بدلا ہوا رہتا ہے، ایسا پانی ناپاک ہے۔ (الفتاویٰ التاثرانیہ: ۱۶۸/۱)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸)

الجواب

نہروں کا پانی جاری ہے اور جاری پانی میں جب تک اوصاف متغیر نہ ہوں یعنی رنگ، ذائقہ اور بو میں فرق نہ آیا ہو تو نجاست کے وقوع سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، ایسی بڑی نہروں میں عموماً نجاست مغلوب ہو جاتی ہے اور پانی میں اس کا کوئی خاص اثر ظاہر نہیں ہوتا، اس لئے نہروں کا پانی پاک ہے اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔

قال الحصكفي: ”(و)يجوز (بجاء وقعت فيه نجاسة، و) الجارى (هو ما يعد جارياً) عرفاً،..... (إن لم ير) أى يعلم (أثره) فلو فيه جيفة أو بال فيه رجال فتوضأ آخر من أسفله جاز ما لم ير فى الجرية أثره (وهو) إما (طعم أولون أوريح)“ (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب المياه، مطلب الأصح أنه لا يشترط فى الجريان المدد. (ج ۱ ص ۱۸۷) (۱) (فتاویٰ حقانیہ، جلد دوم، صفحہ ۵۳۸، ۵۳۹)

گٹر اور نالے کے پانی کا حکم:

سوال: کیا یہ درست ہے کہ چلتا پانی پاک ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں اگر چلتا پانی پاک ہے تو ہر گٹر نالے کا کیا حکم ہے؟

الجواب ————— حامد اومصلیاً

جاری پانی اس وقت تک پاک ہوتا ہے جب تک کہ پانی کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، مزہ) میں سے کوئی وصف گندگی کی وجہ سے تبدیل نہ ہو جائے اگر ان میں سے ایک وصف بھی تبدیل ہو گیا تو جاری پانی بھی ناپاک ہو جائے گا، جبکہ گٹر، نالہ میں مذکورہ اوصاف تبدیل شدہ ہوتے ہیں، اس لیے باوجود جاری ہونے کے وہ ناپاک ہی کہلائے گا۔
كما فى الهندية: والفتوى فى الماء الجارى أنه لا يتنجس ما لم يتغير طعمه أولونه أوريحه من النجاسة، كذا فى المصمورات. (۱/ ۱۷۱) واللہ اعلم (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ پاکستان، سیریل نمبر: ۱۰۳۱۶)

چہرہ اور ہاتھ سے وضو کے ٹپکنے والے پانی کا حکم:

سوال: اگر کوئی بھی نمازی مسجد کے صحن یا کہیں بھی وضو کرتا ہے، وضو کا پانی زمین پر گرتا ہے یا سمنٹ کے پلاسٹر کئے ہوئے نالی پر گرتا ہے، تو وہ گرا ہوا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ مکمل ومدلل جواب دیں۔

الجواب ————— حامد اومصلیاً

وضو یا غسل میں استعمال کئے ہوئے پانی کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ یہ پانی کب مستعمل

(۱) قال فى الهندية: ”وفى النصاب: والفتوى فى الماء الجارى أنه لا يتنجس ما لم يتغير طعمه أولونه أوريحه من النجاسة“ كذا فى المصمورات. (الهندية، الباب الثالث فى المياه: ج ۱ ص ۱۷۱ و مثله فى البحر الرائق، كتاب الطهارة: ج ۱ ص ۸۲)

ہوتا ہے؟ یا اعضا پڑالتے ہی یا ان سے جدا ہونے کے بعد، تو صحیح قول اعضا سے جدا ہونے کے بعد ہی مستعمل ہونے کا ہے، خواہ کسی جگہ ٹھہرے یا نہ ٹھہرے۔ کما فی الہدایۃ:

ومتی یصیر الماء مستعملاً صحیحاً أنه کما زال عن العضو صار مستعملاً لأن سقوط حکم الاستعمال قبل الانفصال للضرورة ولا ضرورة بعده. (الہدایۃ: ۱/۳۹)

مشہور اور مفتی بہ روایت کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وضو اور غسل میں استعمال کیا ہوا پانی پاک ہے لیکن اس میں پاک کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، البتہ نجاست حقیقیہ کا ازالہ اس پانی سے درست ہے۔ کما فی الشامی:

(قوله وهو طاهر) رواه محمد عن الإمام وهذه الرواية هي المشهورة عنه، واختارها المحققون، قالوا عليها الفتوى، لا فرق في ذلك بين الجنب والمحدث. واستثنى الجنب في التجنيس إلا أن الإطلاق أولى وعنه التخفيف والتغليظ، ومشائخ العراق نفوا الخلاف وقالوا إنه طاهر عند الكل. وقد قال في المجتبى: صحت الرواية عن الكل أنه طاهر غير طهور، وفي الدر: (و) حكمه أنه (ليس بطهور) لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد. (قوله ليس بطهور): أي ليس بمطهر (قوله على الراجح) مرتبط بقوله بل لخبث: أي نجاسة حقیقیة، فإنه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد. (الدر المختار مع الشامی: ۱/۱۳۴)

الحاصل جس پانی سے وضو کیا گیا ہے وہ پاک ہے، یعنی اگر کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، لیکن اس سے کوئی شخص اگر وضو کرنا چاہے تو وضو نہیں ہوگا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم، حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۶/۲۳۳ و ۲۳۴)

(۱) مطلق پانی کو استعمال میں لانے اور پاکی حاصل کرنے کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں:

بعض پانی سے پاکی حاصل کرنا جائز۔ بعض سے مکروہ، بعض سے مشکوک، بعض پانی گرچہ خود پاک ہوتا ہے، مگر اس سے پاکی حاصل نہیں ہوتی اور بعض پانی ناپاک ہوتا ہے اور اس سے طہارت جائز نہیں ہوتی ہے، نیچان تمام کی تفصیل لکھی جاتی ہے:

پہلی قسم کو ”طاهر مطہر غیر مکروہ“ کہتے ہیں، یعنی یہ ایسا پانی ہے جو خود پاک ہے اور اس سے پاکی حاصل کرنا بلا کراہت جائز ہے، جیسے بارش، دریا، ندی، نالہ، نہر، چشمہ، تالاب، کنواں، ٹل وغیرہ کا پانی۔ اس پانی سے نجاست حقیقی، پیشاب وغیرہ کا پاک کرنا، اور نجاست حکمی، جنابت کا غسل اور وضو کی طہارت دونوں حاصل کی جاتی ہے۔

دوسری قسم ایسے پانی کی ہے جو خود پاک ہے، مگر اس سے پاکی حاصل کرنا مکروہ تنزیہی ہے، یعنی طاهر مطہر مکروہ ہے، جیسے ایسا پانی جو دھوپ سے گرم ہو گیا ہو، یا ایسا قلیل پانی جس میں آدمی کا تھوک یا ناک کی ریٹ مل گئی ہو، تو ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنا اچھے پانی کی موجودگی میں مکروہ تنزیہی ہوگا۔

تیسری قسم ایسے قلیل پانی کی ہے جس میں گدھے یا خچر نے منہ ڈال کر جوٹھا کر دیا، تو اس پانی سے وضو یا غسل نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ یہ پانی گرچہ پاک ہے، مگر اس سے پاکی حاصل ہونا نہ ہونا مشکوک ہے۔

چوتھی قسم مستعمل پانی کی ہے جو ایک بار وضو یا غسل کے لیے استعمال میں آیا اور وہ کسی برتن میں جمع ہو گیا، پھر اس سے دوبارہ وضو یا غسل کرنا جائز نہیں۔ (یہ طاهر غیر مطہر ہے) البتہ اس پانی سے ناپاک شئی دھونے سے پاک ہو جائے گی۔ اور اس سے وضو اور غسل نہیں کیا جائے گا۔

پانچویں قسم ایسے پانی کی ہے جس میں کوئی ناپاک شئی، پیشاب، پاخانہ وغیرہ گر گئی ہو، تو ایسے پانی سے وضو یا غسل جائز نہیں اور نہ ناپاک چیز کو دھونے سے وہ چیز پاک ہوگی۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۶۴ تا ۶۶، انیس)

ماء مستعمل کے قطروں کا جسم یا کپڑوں پر گرنا:

سوال: وضو کرنے کی حالت میں یا وضو کرنے کے بعد اگر وضو کا پانی جسم پر یا جسم کے کسی کپڑے پر گر جائے تو اس صورت میں کپڑا یا وہ حصہ جسم کا جس پر ماء مستعمل گر گیا ہے تو کیا وہ جگہ نجس ہوگئی یا وہ کپڑا ناپاک ہو گیا؟ برائے مہربانی مفصل و مدلل مع ثبوت احادیث مستندہ و کتب فقہ تحریر فرمائیے گا؟

الجواب: _____ حامداً و مصلیاً

اس پانی سے مفتی بقول کے موافق نہ جسم ناپاک ہوتا ہے نہ کپڑا۔

”والماء المستعمل لقربة أرفع حدث إذا استقر في مكان طاهر لا مطهر“۔ (بحر: ۹۰/۱) (۱)
وَأما ما مسح بالمندیل أو تقاطر على الثوب فهو مستعمل، إلا أنه لا يمنع جواز الصلوة؛ لأن الماء المستعمل طاهر عند محمد، وهو المختار“ الخ۔ (بحر: ۹۸/۱) (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود گنوی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/۶۶ھ
صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۵/۵)

زمین پر بیٹھ کر وضو کرنے سے چھینٹیں کپڑے پر پڑیں تو وہ کپڑا پاک ہے:

سوال: عموماً لوگ زمین پر نیچے بیٹھ کر وضو کرتے ہیں مسجد کے علاوہ، ایسی حالت میں زمین کی تمام چھینٹیں کپڑوں پر پڑتی ہیں اور انہیں کپڑوں سے نماز ادا کرتے ہیں۔ ان کے کپڑے ایسی حالت میں ناپاک ہوتے ہیں یا پاک؟

الجواب: _____ حامداً و مصلیاً

ان چھینٹوں کی وجہ سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے۔ (۳) نماز درست ہو جاتی ہے، مگر ایسا کرنا خلافِ نفاذ و احتیاط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۱/۵)

وضو کی چھینٹ کا حکم:

سوال: وضو کرتے وقت جو چھینٹیں پانی کے کپڑوں پر گرتی ہیں ان سے کپڑا نجس ہوتا ہے اور اس کپڑے سے نماز پڑھنا مکروہ ہے یا وضو کا جمع کیا ہوا پانی نجس ہے؟

(۲-۱) البحر الرائق: ۱/۱۶۳ اور ۱/۱۶۹۔ مبحث الماء المستعمل، رشیدیہ۔

(۳) ”أما غسل النجاسة الحکمیة: وہی الماء المستعمل، فهو في ظاهر الرواية طاهر غير مطهر، أي لا يجوز التوضؤ به، لكن في الراجح يجوز إزالة النجاسة الحقيقية به“۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۳۴۱/۱، المبحث الرابع، حكم الغسالة، رشیدیہ، وكذا في الدر المختار: ۲۰۱/۱، مبحث الماء المستعمل، سعید)

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

اعضائے وضو سے جو پانی کی چھینٹیں کپڑوں پر گریں ان سے کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۳/۵)

ناپاک زمین پر پانی پڑ کر جو چھینٹ اڑتی ہے وہ پاک ہے یا ناپاک:

سوال: ہم مرغی پالتے ہیں جس کے پاخانہ سے اکثر زمین ناپاک ہوتی ہے اور لوگوں کے چلنے سے تمام زمین نجس ہوتی ہے، اور اس ملک کی زمین گیلی ہے، دھوپ کی تیزی کم ہے، نہ زمین سوکھتی ہے نہ وہ پاخانہ۔ ہمیں اس پر وضو کرنا پڑتا ہے جس کی چھینٹیں لوٹے اور بدن پڑتی ہیں، وہ چھینٹ پاک ہے یا نہیں؟

الجواب

ناپاک زمین پر وضو کر کے پیر رکھنا نہ چاہئے۔ حتی الوسع احتیاط کرنی چاہئے اور جس امر میں عموم بلوی ہو اس میں شارع کی طرف سے تخفیف کا حکم بھی ہو جاتا ہے۔ (۲) فقط (پس صورت مسئلہ میں عموم بلوی ہے تو معاف ہوگا، مگر حتی الوسع اس طرح وضو کرنا چاہئے کہ چھینٹ نہ پڑنے پائے۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم: ۳۶۱-۳۶۰/۱)

ماء مستعمل کسے کہتے ہیں:

سوال: زید، عمر اور بکر کا باہم تنازع ماء مستعمل میں ہے۔ زید کا بیان ہے کہ ماء مستعمل وہ پانی کہلاتا ہے کہ غسل یا وضو کرتے ہوئے اعضا سے جدا ہو کر زمین پر گرے، اسی ماء مستعمل کا یہ حکم بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خود پاک ہے، لیکن دوسری شئی کو پاک نہیں کر سکتا، گو اعضا پر ناپاکی نہیں لگی ہوئی ہوتی مگر چونکہ اس کو بھی علی وجہ القربۃ استعمال کیا جاتا ہے اور معنی اس سے حدیث کا ازالہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا یہ حکم رکھا گیا ہے، بدیں وجہ زید ماء مستعمل کی تعریف کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وضو کرتے ہوئے جو پانی مساجد کی نالیوں میں گرتا ہے وہ ماء مستعمل ہے، خود پاک ہوتا ہے لیکن دوسری شئی کو پاک نہیں کر سکتا اور وہ پانی جو کہ وضو کے بعد لوٹے میں بچ جاتا ہے وہ طاہر و طہور دونوں ہے اور اس

(۱) قال العلامة الحصکفی: "وانتضاح غسالة لا تطهر مواقع قطرها في الإناء عفو". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين: وفي الفتح: "وماتر شش على الغاسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع عنه مادام في علاجه لا ينجسه لعموم البلوى". (رد المحتار، باب الأنجاس، مطلب العرقى الذى يستقطر الخ: ۳۲۵/۱، سعید)

(۲) (و) عفى الخ (بول انتضح كرؤوس إبر) الخ وإن كثر بإصابة الماء للضرورة، الخ وطین شارع و بخار نجس، وغبار سرقین، ومحل كلاب، وانتضاح غسالة لا تطهر مواقع قطرها في الإناء عفو. (در مختار)

وقال الشامى: وفي الفتح: و ماتر شش على الغاسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع عنه مادام في علاجه لا ينجسه لعموم البلوى. (رد المحتار، باب الأنجاس: ۳۰۰/۱، ۲۹۷، ظفیر)

پانی کا استعمال ہر جگہ ہو سکتا ہے یعنی کپڑا بدن وغیرہ پاک کر سکتے ہیں اور وضو کے کام میں بھی لاسکتے ہیں۔ چونکہ لوٹے کا پانی مستعمل نہیں ہوتا، اس لئے اس پانی سے وضو کرنے میں کیا شبہ اور کیا خلل؟

بیان مذکور پر بکر یہ کہتا ہے کہ نہیں، وضو کے بعد جو پانی لوٹے میں رہتا ہے وہ ماء مستعمل ہے اور اس سے وضو کرنا ناجائز ہے اور دلیل اور وجہ معقول اپنے نزدیک یہ بیان کرتا ہے کہ چونکہ وضو کرتے ہوئے پانی کے قطرے لوٹے میں ضرور گر جاتے ہیں، لہذا وہ مستعمل ہو جاتا ہے وضو کے کام میں لانا درست نہیں۔

زید نے اس کا معارضہ یہ پیش کیا ہے کہ اگر چند قطروں کی وجہ سے وہ مستعمل ہو گیا تو چاہئے کہ ہر ایک عضو کے واسطے جدا برتن ہو، چونکہ قطرہ ہاتھوں کا ضرور لوٹے میں بکر کے قول کے موافق گر جائے گا اور وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ اس وجہ معقول کا جواب بکر صرف ان الفاظ میں دے کر پھر ایک معارضہ پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لوٹوں کو بھی بغیر پاک کئے ہوئے وضو نہ کریں، چونکہ ماء مستعمل لپٹا ہوا ہے، بلکہ گھونٹ دو گھونٹ باقی رہ جاتا ہے۔ اس پر بکر یہ کہتا ہے کہ اس قدر کا کچھ حرج نہیں۔ پھر زید نے کہا کہ جب گھونٹ دو گھونٹ کا کچھ نقصان نہیں تو وضو کرتے ہوئے کونسے سو دو سو گھونٹ لوٹے میں گر جاتے ہیں۔

امید کہ برائے کرم مفصل جواب تحریر فرماویں کہ لوٹے کا بچا ہوا پانی مستعمل ہوتا ہے یا وہ پانی جو وضو کرتے ہوئے نالیوں میں گرتا ہے اور جس طرح کہ وضو کا بچا ہوا پانی پینا جائز ہے، اس پانی کو دوسری شئی کے پاک کرنے میں یا وضو کے کام میں لاسکتے ہیں یا نہیں، یعنی اس سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

دیگر جس مقام پر عربی داں عالم موجود ہوں اس مقام پر کسی شخص اردو داں کو یعنی استاد سے مسئلہ نہ سیکھا ہو اور متعدد مرتبہ بلکہ سب مسائل عقل پر زور دے کر اپنی ظاہری عزت کی وجہ سے غلط سلط بتلا دیتا ہو، شریعت مقدسہ میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب ————— حامداً و مصلیاً

ماء مستعمل وہ ہے کہ جس سے حدث کو زائل کیا گیا ہو یا علی وجہ القرینہ بدن میں استعمال کیا گیا ہو تو عضو سے علاحدہ ہوتے ہی اس کو مستعمل کا حکم دے دیا جائے گا، اس سے پہلے اس کو مستعمل نہیں کہا جائے گا خواہ بدن پر لگا ہوا ہو یا لوٹے وغیرہ میں بعد وضو موجود رہے۔ (۱)

(۱) مستعمل پانی کی تعریف: ایسا پانی جس کو غسل میں استعمال کیا جائے خواہ غسل جنابت ہو یا مسنون مستحب غسل، یا وضو میں استعمال ہو خواہ حدث اصغر کو دور کرنے کے لیے ہو یا بہ نیت ثواب وضو پر وضو کیا جائے، ان دونوں صورتوں میں بدن سے گرنے والا پانی مستعمل کہلاتا ہے۔ ایک قسم پانی کی وہ ہے جس سے نجاست حکمیہ (”نجاست حکمیہ“ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کے لیے وضو اور غسل کو بعض حالتوں میں فرض قرار دیا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ انسانی بدن سے گناہوں کے اثرات دور ہوں اور روحانی ترقی حاصل ہو۔ اور چوں کہ بدن پر کوئی ظاہری نجاست نہیں ہوتی ہے اس کے باوجود وضو کا یا غسل کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے یہ سمجھا جائے گا کہ بدن سے معنوی نجاست کو دور کرنا مقصود ہے) زائل کی جاتی ہے اور یہ تین طرح کی ہے۔

”الماء المستعمل ماء أزيل به حدث أو استعمل في البدن على وجه القربة... ومتى يصير الماء مستعملاً؟ الصحيح أنه كما زال عن العضو صار مستعملاً“ (الهداية: ۲۲/۱) (۱)

لہذا جو پانی وضو اور غسل کے بعد برتن، لوٹے وغیرہ میں بچا رہتا ہے وہ مستعمل نہیں اس کو پینا اور رفع حدث وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے۔ البتہ جو قطرات وضو کرتے ہوئے بدن سے جدا ہو کر لوٹے میں گرتے ہیں وہ مستعمل ہیں اور ماء مستعمل خود تو طاہر ہوتا ہے مگر اس کو رفع حدث یعنی وضو اور غسل کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں۔ ہاں کپڑا وغیرہ اس سے پاک کیا جاسکتا ہے: (وہو (أى الماء المستعمل) طاهر)..... (و)..... (لیس بطہور) لحدث بل لخبث على الرجح المعتمد“ قال الشامي: ”(قوله على الرجح) مرتبط بقوله بل لخبث: أى نجاسة حقيقية، فإنه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد“ (شامی: ۲۰۷/۱) (۲)

لیکن وہ قطرات قلیل ہیں، جب خالص پانی ان سے زیادہ ہے تو اب اس کو وضو کے کام میں لانے میں بھی کوئی خرابی نہیں۔

”الثالث أنهم قد صرحوا بأن الماء المستعمل على القول بطهارته إذا اختلط بالماء الطهور، لا يخرجه عن الطهورية، إلا إذا غلبه أو ساواه، أما إذا كان مغلوباً فلا يخرجه عن الطهورية، فيجوز الوضوء بالكل“ (بحر: ۷۰/۱) (۳)

== ۱۔ اول وضو کا دھون: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بے وضو ہے اور اس نے وضو کیا، یا با وضو ہے پھر بھی ثواب کے لیے دوبارہ وضو کیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔

۲۔ اگر بے وضو آدمی وضو کے اعضا کے علاوہ کوئی اور عضو مثلاً ران، پہلو، پیٹ وغیرہ دھوئے تو یہ پانی مستعمل کے حکم میں نہ ہوگا۔

۳۔ کیوں کہ یہ اعضا وضو نہیں ہیں۔ اعضا وضو ہاتھ، پاؤں، چہرہ، ناک، کان، منہ اور سر ہیں کہ جب ان اعضا کو فرض یا سنت ہونے کی حیثیت سے دھویا جائے تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔ چاہے کل اعضا دھوئے یا بعض۔

۴۔ جنبی یا حیض والی عورت نے وضو کیا تو بھی پانی مستعمل ہو جائے گا۔

۵۔ اعضا کو ایک بار دھوئے یا تین بار، ہر دفعہ کا دھون مستعمل کے حکم میں ہوگا۔ البتہ اگر اس سے زیادہ چوتھی بار دھوئے تو یہ اسراف ہے اور مستعمل کے حکم میں نہیں ہوگا۔

۶۔ اگر با وضو آدمی صرف ٹھنک حاصل کرنے کے لیے بلا نیت ثواب دوبارہ وضو کرے تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔

۷۔ اگر وضو کے لیے پانی چلو میں لیا یا وضو کے لیے برتن میں رکھے ہوئے پانی میں انگلی ڈال دی تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۶۶ تا ۶۹، انیس)

(۱) الہدایۃ: ۳۹/۱، الماء المستعمل، مکتبہ شرکۃ علمیۃ.

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۰۱/۱، مبحث الماء المستعمل، سعید.

(۳) البحر الرائق: ۱۲۹/۱۔ المیاء، رشیدیۃ.

دیگر غیر عالم کو بغیر واقفیت کے مسئلہ اپنی عقل کے زور سے بتانا سخت گناہ ہے، خصوصاً جب کہ وہاں عالم بھی موجود ہو، اور اگر اس نے غلط بتلایا اور کسی نے اس پر عمل کیا تو عمل کرنے والے کا گناہ بھی بتلانے والے کے ذمہ ہوگا:

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من أفتی بغیر علم فإثمہ علی من أفتاہ“ رواہ أبو داؤد. (مشکوٰۃ شریف: ص ۳۵) (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا“۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وعفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۲/۵، ۱۲۶)

ماء مستعمل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

زید کہتا ہے کہ اگر لوٹے میں وضو کیلئے پانی رکھا گیا اور متوضی کی انگلی یا کسی اور شخص کی جو کہ بے وضو ہو انگلی پڑ گئی تو وہ پانی ماء مستعمل ہو جاتا ہے اور پھر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ ماء مستعمل کب ہوتا ہے اور کتنے عضو کے پانی میں پڑ جانے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے؟

”كذا إذا وقع الكوز في الحب، فأدخل يده فيه إلى المرفق لإخراج الكوز، لا يصير مستعملاً بخلاف ما إذا أدخل يده في الإناء أو رجله للتبرّد، فإنه يصير مستعملاً لعدم الضرورة، هكذا في الخلاصة.

ويشترط إدخال عضو تام لصيرورة الماء مستعملاً في الرواية المعروفة عن أبي يوسف، كذا في المحيط وبادخال الإصبع و الإصبعين لا يصير مستعملاً، كذا في الظهيرية“۔ (فتاویٰ عالمگیریہ: ۱۲۱) جواب مکمل و مدلل فرمائیں۔

نیز خط کشیدہ عبارت کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، اس کا مطلب بھی سمجھا دیجئے کہ یہ قول معتبر ہے یا نہیں؟ اور نیز معترض یہ بھی وجہ بیان کرتا ہے کہ چونکہ حصہ انگلی یا انگلی ڈوب جانے سے اس حصہ کی نجاست حکمیہ زائل ہوگئی۔ لہذا وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ کنویں سے گھڑا بھرا جاتا ہے اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا جاتا ہے جس سے اس میں اکثر انگلیاں ڈوب جاتی ہیں، لہذا زید کے کہنے کے مطابق اس سے وضو جائز نہیں اور ہم لوگوں کے یہاں یہی طریقہ پانی لانے میں ہے۔ لہذا ایسی صورت میں اس پانی سے وضو کی ہوئی نمازیں بھی باطل ہوں گی۔ کیا یہ شبہ صحیح ہے؟

الجواب ————— حامداً ومصلياً

ماء مستعمل سے وضو جائز نہیں، لیکن اگر ماء مستعمل اور غیر مستعمل مخلوط ہوں اور غیر مستعمل زیادہ ہو تو وضو جائز ہے

کیونکہ مفتی بہ اور مختار قول کے مطابق ماء مستعمل طاهر غیر مطہر ہے۔ (۱)

جب لوٹے میں ایک انگلی یا گھڑے میں چند انگلیاں ڈوب جائیں تو اس سے وہ تمام یا اکثر مستعمل نہیں ہوتا بلکہ جس قدر حصہ ماء سے انگلی ملائی ہوگی اسی قدر حصہ مستعمل ہوگا اور وہ بہت ہی قلیل مقدار ہے:

والغلبة فی المائع الذی لا وصف له کالماء المستعمل، تكون الغلبة بالوزن، وهذا الاعتبار یجری فی ماء ألقى الماء المستعمل فی المطلق أو انغمس الرجل فیہ علی ما هو الحق. وأما ما فی کثیر من الکتب: من أن الجنب إذا أدخل یدہ أو رجلہ فی الماء، فسد الماء، فمبني علی رواية نجاسة الماء المستعمل، وهي رواية شاذة، وأما علی المختار للفتویٰ، فلا.

قال فی البحر:

”فإذا عرفت هذا فلا تتأخر عن الحكم بصحة الوضوء: أي والغسل من الفساقی الصغار الكائنة فی المدارس والبيوت، إذ لا فرق بین استعمال الماء خارجاً ثم صبه فی الماء المطلق وبين ما إذا انغمس فیہ، فإنه لا يستعمل منه إلا ما تساقط عن الأعضاء أو لاقى الجسد فقط، وهو بالنسبة لباقي الماء قليل، ويتعين عليك حمل كلام من يقول بعدم الجواز علی القول الضعيف لا الصحيح، فالحاصل: أنه يجوز الوضوء والغسل من الفساقی الصغار ما لم يغلب علی ظنه أن الماء المستعمل أكثر أو مساوٍ، ولم يغلب علی ظنه وقوع نجاسة فیہ، وتماه فیہ.“ (۲)

”واعلم أن صفة الماء المستعمل حکى بعضهم فیہا خلافاً علی ثلاث روايات، وقال مشايخ العراق: لم یثبت فی ذلك اختلاف أصلاً، بل هو طاهرٌ غیر طهور عند أصحابنا جميعاً، قال شيخ الإسلام فی شرح الجامع الصغير: وهو المختار عندنا، وهو المذکور فی عامة کتب محمد عن أصحابنا، واختاره المحققون من مشايخ ما وراء النهر. وقال فی المجتبى: وقد صحت الروایات

(۱) عن جابرٍ یقول: جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم یعودنی وأنا مریض لا أعقل فتوضأ وصب علی من وضوئه فقلت. (بخاری، باب صب النبی صلى الله عليه وسلم وضوءه علی المغمی علیہ)

سمعت السائب بن یزید یقول: ذهبت بی خالتي إلى النبی صلى الله عليه وسلم فقالت: یا رسول الله! إن ابن اختی وقع، فمسح رأسی ودعا لی بالبركة ثم توضأ فشریت من وضوءه. (بخاری، باب استعمال فضل وضوء الناس)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل پاک ہے تب ہی توضو کا پانی پلایا۔ غیر مطہر کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر عضو کے وضو کے لئے الگ الگ پانی لیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أحبون أن أریکم کیف کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ فدعا بإناء فیہ ماء فاغترف غرفة بیده الیمنی فتمضمض واستنشق ثم أخذ أخرى فجمع بها یدیه ثم غسل وجهه، الخ. (أبو داؤد، باب فی الوضوء مرتین، انیس)

(۲) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص ۲۶۔ کتاب الطہارة، قديمی.

عن الكل أنه طاهر غير طهور، إلا الحسن وروايته شاذة غير مأخوذ بها، كما في مجمع الأنهر“

الخ. (طحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطہارۃ: ۱۲-۱۶) (۱)

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر میں اور شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

خط کشیدہ عبارت کا مطلب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ظرف میں اگر پورا ہاتھ دیا جائے اور وہ ظرف زیادہ بڑا نہ ہو تو اس پانی کا اکثر حصہ ہاتھ سے ملائی ہو کر مستعمل ہو جائے گا۔ اگر صرف ایک دو انگلی اس میں داخل کرے تو اس سے وہ تمام پانی مستعمل نہ ہوگا، چونکہ اس طرح اکثر حصہ انگلی سے ملائی نہ ہوگا بلکہ اقل ملائی ہوگا اور غلبہ غیر مستعمل کو حاصل رہے گا۔ پس تمام پانی سے وضو کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۵، ۱۲۶)

ماء مستعمل کا حکم:

سوال: (۱) وضو کا مستعمل پانی جو نالی میں گرتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر وضو کرتے وقت جلدی میں

ٹوپی نالی میں گر گئی اور بغیر دھوئے ہوئے پہن کر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

سوال: (۲) ایسے ہی غسل خانہ میں کوئی نجاست نظر نہیں آتی، ایک شخص نے دیوار پر کپڑے رکھے، وہ

ہو اسے غسل خانہ میں گر گئے اور اس نے بلا دھوئے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب _____ حامداً ومصلیاً

(۱) ماء مستعمل مفتی بہ قول پر پاک ہے، اگر وضو کی نالی میں کوئی نجاست نہیں تھی تو ایسی ٹوپی اوڑھ کر نماز

پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (۲)

(۲) ان کپڑوں کا حکم بھی یہی ہے، تاہم ایسی ٹوپی اور کپڑوں کا دھولینا احوط ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۳/ ۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۳/ ۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۶/۵)

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطہارۃ ص: ۲۳، قدیمی۔ کذا فی الدر المختار: ۱/ ۱۹۸، مبحث

الماء المستعمل، سعید، البحر الرائق: ۱/ ۱۶۲، مبحث الماء المستعمل، رشیدیہ۔ مجمع الأنهر: ۱/ ۳۰، المیاء، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۲) فی النوازل: روی عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: أن الماء المستعمل وهذا إذا اجتمع فی

موضع، ثم أصاب الثوب، أما إذا تقاطر من أعضائه وأصاب الثوب، فإنه لا يغسل فی قولہم جمیعاً. (الفتاویٰ التاتاریخانیہ:

۲۱۳/۱، الماء المستعمل، إدارة القرآن، کراچی)

مستعمل پانی کا حکم:

سوال: وضو یا غسل میں مستعمل پانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب: _____ باسم ملہم الصواب

وضو یا غسل میں مستعمل پانی پاک ہے، لیکن اس کا اندرونی استعمال مکروہ تزیہی ہے اور اس سے وضو اور غسل درست نہیں، البتہ نجاست حقیقیہ کے لئے مطہر ہے یعنی اس سے نجس چیز دھوئی جائے تو پاک ہو جائے گی۔

قال العلاء رحمہ اللہ تعالیٰ: (وہو طاهر) ولو من جنب وهو الطاهر، لكن يكره شربه والعجن به تنزيهاً للاستقذار، وعلى رواية نجاسته تحريماً (و) حكمه أنه (ليس بطهور) لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد، وفي الشامية: (قوله على الراجح) مرتبط بقوله بل لخبث: أي نجاسة حقيقية، فإنه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ. (رد المحتار: ۱/۱۸۵، قبيل مطلب مسألة البر جحط) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (حسن الفتاویٰ: ۲/۴۰۶)

ماء مستعمل سے ازالہ نجاست:

سوال: بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ماء مستعمل کے ذریعہ نجاست حقیقیہ کا ازالہ جائز ہے، یہ کیونکر؟ جبکہ قول مفتی بہ کی بنا پر ماء مستعمل طاہر غیر مطہر ہے، پھر تخصیص نجاست حقیقیہ کے ساتھ کونسی دلیل سے کی گئی ہے؟ کیا نجاست حقیقیہ کی دونوں قسمیں مرئیہ و غیر مرئیہ، نیز نجاست حکمیہ کی تطہیر ماء مستعمل سے نہیں ہو سکتی؟

الجواب: _____ حامداً ومصلياً

”(و) حكمه أنه (ليس بطهور) لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد“ الخ، درمختار (قوله: ليس بطهور): أي ليس بمطهر (قوله على الراجح) مرتبط بقوله بل لخبث: أي نجاسة حقيقية، فإنه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد، الخ“۔ (رد المحتار: ۱/۱۳۴) (۱) عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ قول رائج معتمد پر ماء مستعمل سے ازالہ نجاست حقیقیہ و حکمیہ باقسامہا درست نہیں ہوگی۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمد وغفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۳۳، ۲۳۴)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۰۱/۱، مطبوعہ زکریا دیوبند، مبحث الماء المستعمل۔ سعید
”أما غسل النجاسة الحکمیة: وهي الماء المستعمل فهو في ظاهر الرواية طاهر غير مطهر، أي لا يجوز التوضؤ به لكن في الراجح يجوز إزالة النجاسة الحقيقية به الخ“۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۷۱، مكتبة دار الفكر المبحث الرابع، وحكم الغسالة، رشيدية)

(۲) مستعمل پانی کے استعمال کا حکم:

مستعمل پانی پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے، اس لیے اسے وضو اور غسل کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔ البتہ وضو اور مسنون غسل کا مستعمل پانی نجاست حقیقی کو پاک کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، مگر جنابت کے غسل کا مستعمل پانی اس سے مستثنیٰ ہے۔ (الفتاویٰ

التاثرانیہ: ۲۱۱/۱۔ الدر المختار: ۲۰۰/۱)

جس نالی میں وضو کا مستعمل پانی بہتا ہے اس نالی سے وضو کرنے کا حکم:

سوال: (۱) ٹین کی سوٹ کی نالی ہے جس پر بیٹھے ہوئے بہت سے لوگ اپنے اپنے لوٹوں سے وضو کر رہے ہیں، اب اس کا پانی بہتا ہوا نالی کے باہر جاتا ہے اگر کوئی شخص نالی کے اخیر میں بیٹھ کر وضو کرنے لگے اس خیال سے کہ یہ ماء جاری ہے تو کیا اس شخص کے لیے یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۲) اگر اس پانی کے علاوہ دوسرا پانی بھی نہ ہو تو دوسرے لوگ کیا کریں؟ آیا وضو اور تیمم دونوں کریں یا صرف وضو یا صرف تیمم؟ (المستفتی ۱۲۱۳، کریم اللہ خاں صاحب (ضلع بلاس پور) ۱۷/۱۲/۱۳۵۵ھ ۱۲/۱۲/۱۹۳۶ء)

الجواب

اگر اس نالی میں صرف وہی پانی بہہ کر جاتا ہے، جو لوگوں کے استعمال سے گرتا ہے، تو وہ سارا پانی غیر مطہر ہے، اس سے وضو جائز نہیں، لیکن اگر پانی میں وضو کے استعمالی پانی کے علاوہ اور پانی بھی آتا ہو اور وہ غیر مستعمل پانی مقدار میں مستعمل سے زیادہ ہو تو وہ پاک اور پاک کرنے والا ہے، اس سے وضو جائز ہوگا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ (کفایت المفتی: ۲۸۵/۲)

اگر وضو کے پانی میں مستعمل پانی مل جائے:

سوال: وضو کرتے وقت وضو کے پانی میں ہاتھ سے چند قطرات گر جائیں، تو کیا باقی پانی سے وضو ہو سکتا ہے؟

الجواب

جو پانی وضو میں استعمال ہو کر جسم سے گرے، اسے مستعمل پانی کہتے ہیں، مستعمل پانی پاک تو ہے، لیکن دوبارہ اس سے وضو یا غسل نہیں کیا جاسکتا، اگر یہ پانی دوسرے صاف پانی کے ساتھ مل جائے، تو اگر اتنی مقدار میں مل گیا کہ اس مستعمل پانی کی مقدار بڑھ گئی تو اس سے وضو کرنا درست نہیں، اگر چند قطرے مستعمل پانی کے گر گئے، یا اس سے زیادہ لیکن غالب مقدار صاف (غیر مستعمل) پانی کی ہے تو اس سے وضو کیا جاسکتا ہے:

”الماء المستعمل إذا وقع في البئر لا يفسده إلا إذا غلب.“ (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۴۹/۲-۵۰)

== اگر کوئی دوسرا اچھا پاک پانی نہ ہو اور مستعمل پانی کو استعمال میں لانا مقصود ہو، تو اس میں مطلق غیر مستعمل پانی اس سے زائد مقدار میں ملا دیں، پھر اس سے وضو و غسل جائز ہو جائے گا۔ (بدائع الصنائع رالدر المختار: ۱۸۲/۱)

وضو و مسنون غسل کا مستعمل پانی پاک ہے، مگر اس کو پینا یا کھانا پکانے میں استعمال کرنا طبعی نفرت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے، اس لیے اسے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ جس پانی سے وضو و غسل جائز نہیں ہے، جیسے عرق گلاب و سرکہ وغیرہ اگر اسے کسی شخص نے وضو یا غسل میں استعمال کیا، تو وہ پانی مستعمل پانی کے حکم میں نہیں ہوگا۔ (الدر المختار: ۱۹۸/۱)۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰)

(۱) ”الماء المستعمل إذا وقع في البئر لا يفسده إلا إذا غلب.“ (الفتاویٰ الہندیہ: ۲۳/۱، الفصل الثانی فیما لا يجوز به التوضأ، انیس)

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۲۳/۱، الفصل الثانی فیما لا يجوز به التوضأ.

وضو کا پانی لوٹے میں گرنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر وضو کا پانی لوٹے میں گر جاوے وقت وضو کرنے کے، تو پانی لوٹے کا مکروہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

وضو کا قطرہ لوٹے میں گرانا مکروہ ہے مکروہ پانی مستعمل نہیں ہوتا، وضو اس سے درست ہے۔ (۱) فقط
بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ۲۳۷ و ۲۳۸)

بلائیت وضو، پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بلائیت وضو کسی پانی کے ٹین میں ہاتھ ڈال دے تو کیا وہ پانی مستعمل ہو جائے گا؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

یہ پانی مستعمل نہیں ہے۔

عدم إزالة الحدث به وعدم التقرب عنده. (شامی) (۲) وهو الموفق

(فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۵۳)

چھوٹے برتن میں پانی کے اندر ہاتھ یا انگلی ڈوب جائے، تو یہ پانی مستعمل کہلائے گا یا نہیں:

سوال: بعض مولویوں سے سنا ہے کہ قلیل پانی میں اگر بغیر وضو کئے ہاتھ کا کوئی حصہ مثلاً انگلی یا تھیلی ڈوب جائے تو وہ پانی پاک تو رہتا ہے، مگر مستعمل ہو جاتا ہے، اور مستعمل پانی سے وضو درست نہیں، کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟

الجواب

برتن کا پانی مستعمل جب ہوتا ہے کہ برتن میں ہاتھ ڈالتے ہوئے وضو یا غسل کا ارادہ ہو مثلاً برتن میں ہاتھ ڈال کر برتن کے اندر ہی پانی سے ہاتھ کو ملے اور ملنے سے مقصود وضو یا غسل کرنا ہے، اور اگر پانی میں ہاتھ اس واسطے ڈالا ہے کہ

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۲۳/۱، الفصل الثانی فیما لا یجوز به التوضأ۔ انیس

(۲) قال العلامة الحصکفی: (أو بماء استعمال) لأجل (قربة) أي ثواب ولومع رفع حدث أو من ممیز أو حائض لعادة عبادة أو غسل میت أو ید لأکل أو منه بنية السنة (أو) لأجل (رفع حدث) ولومع قربة کو ضوء محدث ولوللتبريد، فلو توضأ متوضیء لتبريد أو تعلیم أو لطین بیده لم یصر مستعملاً اتفاقاً، الخ. (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ص ۳۸، ۱۳۹، جلد اول، مبحث الماء المستعمل)

پانی ہاتھ میں لے کر برتن سے الگ وضو یا غسل کے لئے دھویا جائے گا تو برتن کا پانی مستعمل نہ ہوگا، بلکہ جو پانی ہاتھ کو ملتے ہوئے گرے گا وہ مستعمل ہوگا۔ (۱) واللہ اعلم، ۲۶ محرم ۱۳۹۹ھ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۸۵ تا ۳۸۶)

شیعہ کے وضو کا بقیہ پانی:

سوال: کسی شیعہ مذہب رکھنے والے نے وضو کیا اور لوٹے میں اس کے وضو کرنے کے بعد پانی بچ رہا ہے تو وہ پانی طاہر ہے یا نہیں؟

الجواب

شیعوں کے متعلق پوری معلومات تو مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ کو ہیں، ان سے دریافت کرنا چاہیے، مگر میرے خیال میں ان کے وضو کا بقیہ پانی پاک ہے۔ (۲) (مکتوبات: ۱/۲۷۸) (فتاویٰ شیخ الاسلام: ص ۲۱ و ۲۲)

ماء شمس کی کراہت کی شرائط:

سوال: حدیث میں ماء شمس کے استعمال سے نہی وارد ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ماء شمس کی کیا تعریف ہے؟ کیا وہ پانی جو ٹنکی کے اندر دھوپ کی وجہ سے گرم ہو گیا ہو اس میں داخل ہے؟ مینو اتو جروا۔

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

احناف کے یہاں ماء شمس کے استعمال کی کراہت مختلف فیہ ہے۔ رائج یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے یہ کراہت بھی تب ہے کہ گرم علاقہ میں اور گرم وقت میں ہو اور سونے چاندی کے سوا کسی دوسری دھات کے برتن میں ہو اور گرم ہونے کی حالت میں استعمال کرے۔

قال فی العلائیة: (وبماء قصد تشمیسہ بلا کراہة) وکراہتہ عند الشافعیة طیبة، وفی الشامیة: و ذکر شروط کراہتہ عند ہم (الشافعیة)، وهی أن یکون بقطر حار وقت الحر فی إناء منطبع غیر نقد، وأن یستعمل وهو حار، (إلی قوله) وفی الغایة: کره بالمشمس فی قطر حار فی أو ان منطبعة، (إلی قوله) أن المعتمد الکراہة عندنا لصحة الأثر وأن عدمها رواية. والظاهر أنها تنزیهية عندنا أيضاً، بدلیل عده فی المندوبات، فلا فرق حیثئذ بین مذهبنَا ومذهب الشافعی. (رد المحتار: ج ۱/۱۶۷، باب المیاء) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۲۲/رجب ۸۸ھ (حسن الفتاویٰ: ۲/۴۳۱-۴۴۲)

(۱) الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار: ص ۱۳۸، ج ۱، مبحث الماء المستعمل. انیس

(۲) یہ حکم اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے: ”ولا فرق بین الكبير والصغير والمسلم والكافر ذکرہ صاحب مراقی الفلاح تحت حکم الآسار: أنه طاهر مطهر“. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ص ۱۷۷، عالمگیری: ۱/۲۳، قاضی خان: ۱۸/۱)

ماء مستعمل کا پیروں تلے آنا کیسا ہے:

سوال: وضو کے مستعمل پانی کا راہگیروں کے تلے آ جانا کیسا ہے؟

الجواب: وبالله التوفیق

وضو کا مستعمل پانی طاہر غیر مطہر ہے۔ (۱) ایسے پانی کا پیروں تلے آنا ممنوع نہیں، جب کہ طاہر و مطہر پانی کہ جس سے وضو و غسل بلا کراہت درست ہے، پیروں تلے آنا ممنوع نہیں، تو طاہر و غیر مطہر پانی یعنی وضو کا مستعمل پانی کہ جس سے وضو و غسل درست نہیں پیروں تلے آنے میں شرعی و طبعی قباحت نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم (مرغوب الفتاویٰ: ۳۴۲-۳۵)

وضو کا پانی بیت الخلا کی موری میں:

سوال: گزشتہ اتوار کو جامع مسجد وقار آباد کے انتظامی امور کو حل کرنے کے لئے اراکین انتظامی کمیٹی کی ایک نشست کا اہتمام کیا گیا تھا، اراکین کمیٹی نے یہ تجویز رکھی تھی کہ مسجد کے بیت الخلا کی موری کی، پانی کی قلت کی وجہ سے، مناسب صفائی نہیں ہو رہی ہے، اس لئے وضو کا پانی جانے کے لئے جو علاحدہ موری ہے، اس کا رخ بیت الخلا کی موری کی طرف کر دیا جائے، تو وضو کے پانی سے بیت الخلا کی موری صاف رہے گی، تو ایک رکن نے یہ اعتراض کیا کہ وضو کا پانی بیت الخلا میں جانے سے نمازیوں کے دلوں میں وسوسے آتے ہیں، کیا یہ اعتراض درست ہے؟ (م، ص، وقار آباد)

الجواب

یہ بات کہ وضو کا پانی بیت الخلا کی نالی میں جائے تو اس سے وسوسہ پیدا ہوتے ہیں کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نہ میرے علم کے مطابق فقہانے ایسا کچھ لکھا ہے۔ البتہ یہ بات آئی ہے کہ پیشاب میں احتیاط نہ کرنے اور غسل خانہ میں وضو کرنے سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے آپ ان دونوں موریوں کو ایک جگہ ملا سکتے ہیں یوں بھی آخر دونوں پانی کو ڈریج کی لائن میں پہنچنا ہی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴۲۲-۴۳)

وضو میں مستعمل پانی کی شرعی حیثیت:

سوال: ما قولکم ایہا العلماء الکرام والفضلاء العظام فی الماء المستعمل بالوضوء والغسل أله العزة والکرامة وأیجوز إجراء ذلک الماء علی المقامات النجسة والبول والغائط وغیرها قصداً لطهارة تلك المقامات وأیجوز أن یبول فی ذلک الماء، وما قولکم فیمن یرتکب ذلک الفعل عمداً ویصر علیه أله حکم الفاسق أم لا، بینوا بالسند توجروا بالخلد. (۲)

(۱) وقال محمدٌ وهورواية عن أبي حنيفة هو طاهر غير طهور. (الهداية: ص ۲۲ جلد اول)

(۲) خلاصہ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و فضلاء عظام، وضو اور غسل میں استعمال کئے گئے پانی کے بارے میں،

==

الجواب

قال فی الدر: ومن منہیاتہ التوضؤ بفضل ماء المرأة، وفي موضع نجس، لأن لماء الوضوء حرمة، الخ (مع الشامی: ج ۱ ص ۱۳۸) (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل وضو کی حرمت شریعت میں ہے، اس لئے مقام نجس میں وضو کرنا مکروہ ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ملی کہ محل نجس میں کراہت تو ضی سے مراد کراہت تحریمیہ ہے، بظاہر کراہت تنزیہیہ ہے، اور وہ بھی حنفیہ کے قول ثالث پر کہ ماء مستعمل طاہر غیر طہور ہے اور یہی صحیح اور مفتی بہ ہے اور روایت نجاست مستعمل پر خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ ماء مستعمل کی کچھ حرمت نہ ہوگی، لأن النجس لا حرمة بل يحتز عنه ويتوقى، پس اس مسئلہ میں نزاع اور غلو نہ کرنا چاہئے کیونکہ حنفیہ کے اقوال طہارت و نجاست مستعمل میں مختلف ہیں، پس حرمت بھی اس کی مختلف فیہا ہے۔ واللہ اعلم، یکم رجب ۱۴۲۵ھ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۷۹ و ۳۸۰)

جنبی سے غسل کرتے وقت جو پانی گرتا ہے وہ برتن میں پڑے تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر کوئی شخص جنابت کا غسل کرے، یا عورت حیض و نفاس کا اور قطرے برتن کے نیچے میں گریں تو پانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس میں کچھ حرج نہیں، پانی پاک ہے (۲) اور قلیل مستعمل کثیر غیر مستعمل کو مستعمل نہیں بناتا۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۳۱/۱ و ۱۴۱/۱)

== کیا اس پانی کی کچھ حرمت و عظمت ہے، کیا اس پانی کو پاخانہ پیشاب وغیرہ ناپاک جگہوں کو پاک کرنے کے ارادے سے استعمال کیا جاسکتا ہے، کیا اس پانی میں پیشاب کرنا جائز ہے اور جو اس کا مرتکب ہو اور اس پر اصرار بھی کرے، تو اس کے بارے میں آپ حضرات کیا فرماتے ہیں، کیا اس پر فاسق کا حکم لگے گا یا نہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمادیں اور جنت کے مستحق ہوں۔ انیس

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطہارة، مطلب فی الإسراف فی الوضوء، انیس
(۲) جنب اغتسل فانضح من غسله شيء في إنائه لم يفسد عليه الماء. (عالمگیری مصری، باب المیاء: ۲۲/۱. ظفیر)
(قولہ وهو طاهر ولو من جنب الخ) رواه محمد عن الإمام وهذه الرواية هي المشهورة عنه، واختارها المحققون، قالوا عليها الفتوى، لافرق في ذلك بين جنب والمحدث، واستثنى الجنب في التجنب إلا أن الإطلاق أولی وعنه التخفيف والتغليظ، ومشائخ العراق نفوا الخلاف وقالوا إنه طاهر عند الكل. وقد قال في المجتبى: صحت الرواية عن الكل أنه طاهر غير طهور، الخ (قولہ وهو الظاهر) كذا في الذخيرة أي ظاهر الرواية، ومن صرح بأن رواية الطهارة ظاهر الرواية وعليها الفتوى. (رد المحتار، مبحث الماء المستعمل: ۱۸۵/۱) مگر شرط یہ ہے کہ بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست حقیقیہ لگی ہوئی نہ ہو۔ ظفیر

غسل کا دھون: غسل چاہے جنابت کا ہو یا حیض و نفاس کی طہارت کا، پانی مستعمل ہو جائے گا۔ اسی طرح ایسے تمام مواقع جن کے لیے غسل مسنون یا مستحب ہے، جیسے جمعہ، عیدین وغیرہ۔ اگر کوئی ان مواقع کے لیے بہ نیت ثواب غسل کرے، تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔ اگر جنبی یا حیض و نفاس والی عورت نے بعض اعضاء بدن ہاتھ، منہ یا سر وغیرہ کو دھویا تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔ اگر کسی پاک شخص نے ٹھنڈک کے لیے غسل کیا یا سر وغیرہ دھویا تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ اگر اپنے اعضاء وضو و غسل کو رومال سے پونچھا اور رومال بھیگ گیا یا اعضاء سے پانی ٹپک کر کپڑے پر گرا تو کوئی حرج نہیں دونوں پاک ہیں۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۶۹، انیس)

==

(۳) أو مماثلاً كمستعمل في الأجزاء، فإن المطلق أكثر من النصف جاز التطهير بالكل...

جنبی اور حائضہ کے استعمال شدہ پانی کا حکم:

سوال: جنبی اور حائضہ کا ماء مستعمل پاک ہے یا ناپاک؟ یعنی جنبی اور حائضہ کا ماء مستعمل، ماء قلیل یا کنویں وغیرہ میں گر جائے تو وہ پاک رہے گا یا ناپاک؟ اسی طرح اگر کپڑے وغیرہ میں ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کپڑے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اگر ماء مستعمل اس کا ناپاک ہے تو پھر حائضہ عورتوں کا کھانا وغیرہ بنانا دیگر امور میں اشتباہ پیدا ہو جائے گا؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

جنبی، حائضہ اور نفساء کے ہاتھ وغیرہ سے لگا ہوا پانی نجس نہیں، جب کہ اس کے ہاتھ پر نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو۔ (۱) ایسا پانی اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ (۲) فقط واللہ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۲۶-۱۲۷)

بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے:

سوال: اگر بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی پاک ہے یا نہیں؟

الجواب ————— باسم ملہم الصواب

بچے کے ہاتھ ڈالنے سے پانی نجس نہیں ہوتا، البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جائیگا چونکہ چھوٹے بچوں کا اعتبار نہیں، اس لئے دوسرے پانی کے ہوتے ہوئے اس پانی سے وضو کرنا بہتر نہیں۔
ولو أدخل الكفار والصبيان أيديهم لا يتنجس إذا لم يكن على أيديهم نجاسة حقيقية فلو أدخل الصبي يده في الإناء لا يتوضأ به استحساناً ولو توضأ به جاز. (منية) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
۷/ صفر ۸۶ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۴۱۲)

== وإلا لا، وهذا يعم الملقى والملاقى، ففي الفساقى يجوز التوضؤ ما لم يعلم تساوى المستعمل. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب المياه، مطلب في مسألة الوضوء من الفساقى: ۱/۱۲۸-ظفر)

(۱) وفي فتاوى قاضى خان: المحدث أو الجنب إذا أدخل يده في إناء للاغتراف، وليس عليه نجاسة، لا يفسد الماء يعنى لا ينجس، ولا يصير مستعمل الخ. (الحلبى الكبير: ۱۵۳)، الماء المستعمل، سهيل الكيدى، لاہور)

عن ابن عباس قال: ليس على الثوب جنابة، ولا على الأرض جنابة، ولا على الرجل يمسه الجنابة وليس على الماء جنابة يقول إذا سبقته يده فأدخلهما في الماء وهو جنب قبل أن يغسلهما فلا بأس. (مصنف عبد الرزاق، باب الماء يمسه الجنابة أو يدخله: ۱/۷، نمبر ۳۰۹) اس قول صحابی سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر جسی کے ہاتھ پر نجاست نہ ہو تو پانی میں ہاتھ ڈالنے سے ناپاک نہیں ہوگا۔ انیس

(۲) وإن انتضح من غسالة الجنب في الإناء لا يفسد الماء، أما إن سال فيه سيلاناً، فإنه يفسده، وعلى هذا حوض الحمام، وعلى قول محمد. وهو المختار. لا يفسده ما لم يغلب عليه على ما تقدم، الخ. (الحلبى الكبير: ۱۵۳)، الماء المستعمل، سهيل الكيدى، لاہور)

(۳) الحلبي الكبير فصل في احكام الحياض: ۱۰۳۔ سهيل الكيدى لاہور۔ انیس

بیت الخلاء کا لوٹا ڈرم میں ڈال کر پانی لینا:

سوال: جامع مسجد میں پانی گرم کرنے کیلئے ایک ڈرم رکھا ہوا ہے، اکثر لوگ اس میں غسل خانہ اور بیت الخلاء کا مستعمل لوٹا ڈالتے ہیں، تو ڈرم کا پانی ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ لوٹے پر بظاہر کوئی نجاست نہیں لگی ہوئی ہے، لیکن یہ لوٹا غسل خانہ اور بیت الخلاء میں رکھا جاتا ہے؟

الجواب ————— حامداً ومصلیاً

غسل خانہ یا بیت الخلاء کا مستعمل لوٹا ناپاک نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی زمین پر رکھنے سے ناپاک ہوتا ہے۔ (۱) البتہ اگر غسل خانہ کا پانی غسل خانہ میں جمع ہوتا ہے کسی جگہ، اور پانی جمع ہونے پر لوٹا رکھا جاتا ہے تو لوٹے کی تلی ناپاک ہو جائے گی۔ عموماً بیت الخلاء میں لوٹا رکھنے کی جگہ طاقچہ وغیرہ بنا ہوتا ہے اس جگہ پر لوٹا رکھا جاتا ہے، لیکن اگر بیت الخلاء میں لوٹا رکھنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ لوٹا نیچے وہاں رکھا جاتا ہے جہاں استنجے کا پانی وغیرہ پڑتا ہے یا بھنگی نے بیت الخلاء دھویا یا وہاں بھنگی ہوئی جگہ پر لوٹا رکھا جاتا ہے، ان دونوں صورتوں میں بھی لوٹے کی تلی ناپاک ہو جاتی ہے۔

لوٹے پر نجاست لگی ہوئی نظر آئے یا نہ آئے، ناپاک پانی یا ناپاک مٹی لگنے سے بھی تلی نجس ہو جاتی ہے اس لئے ایسے لوٹے کو ڈرم کے اندر ڈالنے سے احتیاط کرنا چاہئے، شبہ ہو تو نہ ڈالنا چاہئے جب تک کہ پاک نہ کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۳/۵)

نابالغ بچوں کی اطلاع پر پانی کی نجاست کا حکم نہیں کیا جائے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں میں ایک ناپاک چپل گر گئی، تقریباً بیس دن بعد چھوٹے لڑکوں نے اقرار کیا کہ چپل ہم نے گرائی تھی، اب اس کنویں کے پانی کا کیا حکم ہوگا؟ اور اس سے جو اشیاء دھوئی گئی ہیں اور نمازیں وغیرہ پڑھی گئی ہیں، اس کا کیا حکم ہوگا؟ اعادہ لازمی ہے یا نہیں، اور کتنے دنوں کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: احسان اللہ ہزاروی متعلم دارالعلوم حقانیہ۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۷۷ء)

الجواب —————

چونکہ نابالغوں کا اخبار نامنظور ہوتا ہے لہذا یہ پانی وقت علم (مشاہدہ) سے ناپاک ہوگا۔ (۲)

(۱) ”مشئی فی حمام ونحوہ، لاینجس مالم یعلم أنه غسالۃ نجس“۔ (الدر المختار: ۳۵۰/۱، فصل فی الاستنجاء، سعید)

(۲) قال العلامة الحصکفی: (ومذ ثلاثة أيام) بلالیہا (إن انتفخ أو تفسخ) استحساناً، وقال: من وقت العلم فلا یلزم مہم

شیء قبلہ، قیل: وبہ یفتی۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ص ۱۶۱ جلد ۱، مطلب مہم فی تعریف الاستحسان)

کما فی أحکام الصغار: الصبی أو المعتوه إذا أخبر بنجاسة الماء لاثبتت النجاسة بقوله لأنه لقلة عقله قديکذب فلا یترجح صدقه علی کذبه. (ہامش جامع الفصولین: ص ۱۴۳ جلد ۱) (۱) و هو الموفق

(فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۱۱۳)

جس چیز کی نجاست معلوم نہ ہو اس کا پانی میں گرنا پانی کو ناپاک نہیں کرتا:

سوال: یہاں چاہات میں آج کل ایک سرخ رنگ کی دوا ٹالی جا رہی ہے جس سے تمام چاہ کا پانی نہایت سرخ رنگ کا ہو جاتا ہے اور وہی سرخ پانی وضو، نہانے، کھانے، پینے غرضیکہ ہر استعمال میں آتا ہے اور اس دوا کی مابیت سے یہاں بجز ڈاکٹروں کے اور کوئی واقف نہیں ہے جس کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں علاوہ رنگین ہونے کے کوئی ناجائز شے تو ایسی نہیں ہے جس کا استعمال شرعاً ممنوع ہو لہذا میں امید کرتا ہوں کہ براہ عنایت اس امر سے مطلع فرمایا جاؤں کہ آیا اس پانی کے استعمال میں کوئی شرعاً حرج تو نہیں ہے؟

الحواب

جب اس دوا میں کسی نجس چیز کا ہونا معلوم اور ثابت نہیں تو بقاعدہ ”الأصل فی الأشياء الطهارة“۔ (۲) اس کو طاہر سمجھنا چاہئے، اس لئے اس پانی کا استعمال جائز ہوگا۔

۱۳/ رمضان ۱۴۳۱ھ۔ حوادث صفحہ: ۱۱۹۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۵۹/۱-۶۰)

عموم بلوئی پرفتویٰ اور اس کی حد:

سوال: عموم بلوئی کی وجہ سے ”الماء طهور لا ینجسه شیء“ پرفتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں؟
عموم بلوئی کی حد کیا ہے؟

الحواب

عموم بلوئی ابتلائے عام کو کہتے ہیں کہ اس سے احتراز دشوار ہو اور اس میں عام لوگوں کو تنگی و حرج واقع ہو اور یہ بھی قاعدہ فقہیہ ہے:

(۱) وفي الهندية: ولو كان المخبر بنجاسة الماء صبياً أو معتوهاً يعقلان ما يقولان فالأصح أن خبرهما في

هذا كخبر الذمي (أي لا يقبل) لأنه ليس لهما ولاية الإلزام هكذا في فتاوى قاضی خان. (فتاویٰ عالمگیری: ص ۳۰۹

جلد ۵، الباب الأول فی العمل بخبر الواحد)

(۲) الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: ۱۸۸، انیس

”الیقین لا یزول بالشک“ (۱)

اس لئے مجرد احتمال وہم سے اور شک کی صورت میں نجاست ماء کا حکم نہ کیا جاویگا اور عموم بلوئی کی وجہ سے ”الماء

طہور لا ینجسہ شیء“ (۲) کو معمول بہ بنانا جائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۸۳/۱)

مٹکے میں چھپکلی گر کر مر جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: سقاوہ مسجد میں چھپکلی گر کر مر گئی اس سے نمازی وضو غسل کرتے رہے جب پانی میں بدبو پیدا ہوئی تو یہ معاملہ ظاہر ہوا، تو سقاوہ نجس ہے یا نہیں اور مصلیوں نے جو اس درمیان میں نماز پڑھی وہ کافی ہے یا اعادہ کیا جائے؟

الجواب

چھپکلی اگر چھوٹی ہے کہ اس میں خون بہنے والا نہیں ہے جیسا کہ عموماً گھروں میں ہوتی ہیں تو اس کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا لہذا اعادہ وضو و نماز وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۸۳/۱، ۱۸۳/۱)

چھپکلی گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا:

سوال: عام چھپکلی پانی میں گر گئی اور پھر نکال دی گئی۔ وہ پانی پاک ہے یا ناپاک۔ اس پانی سے وضو اور غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

یہ پانی پاک ہے۔ اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔

وموت ماليس له نفس سائلة في الماء لا ینجسہ، اھ۔ (الہدایۃ: ۱/۳۷) فقط واللہ اعلم

احقر محمد نور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۱/۸/۱۳۹۹ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۱۵۱/۲)

جس پانی میں مکڑا مر جائے اس کا حکم:

سوال: پانی میں مکڑا یا ایسا جاندار جس میں خون نہ ہو گر کر مر جائے تو کیا پانی ناپاک ہو جائے گا؟

(۱) الأشباه والنظائر مع شرح حموی: ۵/۷۷-ظفیر

(۲) مشکوٰۃ، باب المیاء: ۵۱-ظفیر

(۳) وموت ما ليس له دم سائل لا ینجس الماء ولا غیرہ إذا وقع فیہ فمات أو مات ثم وقع فیہ. (غنیۃ

المستملی: ۱۲۴) وکالحیۃ البریۃ والوزغۃ لو کبیرۃ لہادم سائل. (رد المحتار باب المیاء: ۱۷۱/۱، ظفیر)

الجواب _____ وبالله التوفیق

اگر پانی میں کڑا مر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۳۰/۲/۱۳ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۹/۲)

گوریا (چڑیا) کی بیٹ پانی میں گر جائے:

سوال: اگر پانی کی بالٹی میں چند گوریا کی بیٹ پڑ جائے تو کیا سارا پانی ناپاک ہو جائے گا اور استنجے کے لائق بھی نہیں رہے گا؟

الجواب _____ حامداً ومصلياً

اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نظام، اپریل ۱۹۵۶ء (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۶/۵)

جس پانی میں مچھلی سڑ جائے اس کا حکم:

سوال: ایک مچھلی کنواں میں مر کر سڑ گئی، اس کنواں سے کتنا پانی نکالا جائے؟

الجواب _____ وبالله التوفیق

اگر مچھلی کے اجزا منتشر نہ ہوئے ہوں تو اس پانی کا پینا اور اس سے وضو، غسل وغیرہ کرنا بغیر پانی نکالے بھی جائز ہے۔ البتہ اگر اجزا منتشر ہو گئے ہوں تو بغیر اجزا کو نکالے پانی کا پینا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

(ویجوز) رفع الحدث (بما ذکر وإن مات فيه) أي الماء ولو قليلاً (غير دموی)... (کسمک و

سرطان)... فلو تفتت فيه نحو ضفدع جاز الوضوء به لا شر به لحرمة لحمه. (۱۲۳/۱) (۳) فقط

واللہ تعالیٰ اعلم۔ سہیل احمد قاسمی۔ ۷/۹/۱۴۰۶ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۹۳/۲)

(۱) اسی طرح ایسے جانور کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا جس میں دم مسفوح (بننے والا خون) نہ ہو۔ مجاہد

(ویجوز) رفع الحدث (بما ذکر وإن مات فيه) أي الماء ولو قليلاً (غير دموی کزنبور) وعقرب وبق: أي بعوث.

(الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب المیاء: ۳۲۹/۱، مطبوعة دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) لا یبعر تی ایل و غنم و خرقہ حمام و عصفور: أي لا یجب النزاع بوقوع هذه الأشياء فيها... وأما خرقہ الحمام

والعصفور، فلیس بنجس لعدم الاستحالة إلى الفساد ولإجماع المسلمين علی اقتناء الحمامات فی المساجد. (تبیین

الحقائق: ۱/ ۹۵، الطهارة، دارالکتب العلمیة، بیروت. وکذا فی بدائع الصنائع: ۳۶۶/۱، الطهارة، دارالکتب العلمیة،

بیروت. وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۲۲۰/۱، فصل فی البئر، سعید)

(۳) مچھلی کے پانی میں مرجانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اس لیے کہ اس میں بننے والا خون نہیں، البتہ اگر پھول پھٹ جائے تو اس

کا کھانا حرام ہے، لہذا جس پانی میں اس کے اجزا مل گئے ہیں اس کا پینا درست نہیں ہوگا۔ مجاہد

گو بر لگے ہوئے مشک کا پانی پاک ہے یا ناپاک:

سوال: جب حمام میں سقے پانی ڈالتے ہیں تو مشک پر جو گو بر، گارہ لگا ہوتا ہے وہ حمام میں جاتا ہے، ہم نے خود دیکھا ہے، تو یہ پانی نجس ہے یا نہیں، اس سے وضو و غسل درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر کسی وقت دیکھ لیا جاوے کہ نجاست حمام کے پانی میں ہے تو اس پانی سے وضو و غسل نہ کرنا چاہئے، ہمیشہ ایسا وہم نہ کیا جاوے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۸۳/۱)

بیت الخلا میں رہنے والا جانور، پانی میں مرا ہوا ملے تو کیا حکم ہے:

سوال: ٹٹنی میں گاہے سنڈاسیا (ایک قسم کا جانور جو عموماً بیت الخلا میں ہوتا ہے لال رنگ ہوتا ہے) مرا ہوا ملتا ہے تو اس کی وجہ سے پانی ناپاک ہوگا؟ بیٹو اتو جروا۔

الجواب

اس جانور (سنڈاسیا) میں چونکہ دم مسفوح نہیں ہے لہذا اس کے مرنے کی وجہ سے پانی کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، البتہ اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو اور اس حالت میں وہ پانی میں پایا گیا تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔
مراتی الفلاح میں ہے:

(ولا) ینجس الماء ولا المائعات علی الأصح (بموت ما) بمعنی حیوان (لا دم له) سواء البری والبحری (فیہ) أى الماء، أو المائع... الخ. (مراقی الفلاح مع طحطاوی: ۲۳، فصل فی مسائل الأبار) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۳۷/۷-۱۳۸)

بورنگ کے لئے گندہ پانی استعمال کرنا:

سوال: ایک سرکاری ہینڈ پائپ کی بورنگ گندے نالے (بہتے ہوئے پانی) کے پانی سے کرائی گئی، اس میں پانی کا استعمال مٹی کو نم کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔

(۱) لو أدخل الصبی یدہ فی الإناء إن علم أنها طاهرة بأن کان معه من یراقبہ جاز التوضی بذالک الماء وإن علم أن فیہا نجاسة لم یجز وإن حصل الشک لا یتوضأ به استحساناً الخ ولو توضأ به جاز لأنه لا یتنجس بالشک. (غنیة المستملی: ص ۱۰۱، ظفیر)

کیا ایسے ہینڈ پائپ جواب بالکل صاف شفاف پانی دے رہا ہے۔ اس کا پانی پینے اور نہانے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں؟

(۲) کیا گندے پانی سے بنا ہوا رہائشی مکان پاک سمجھا جائے گا، اس میں نماز و قرآن خوانی کی جاسکتی ہے۔

هوالمصوب

۱۔ بورنگ کی صفائی کے بعد پائپ کا پانی استعمال کر سکتے ہیں۔ (۱)

۲۔ مذکورہ مکان پاک ہے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۷۱/۲)

دستی نلکے کی تطہیر:

سوال: زمین سے پانی کھینچنے والے ہینڈ پمپ میں نجاست گر جائے تو اس کو کیسے پاک کیا جائے؟ کیا تھوڑا سا پانی کھینچ دینے سے یہ ماء جاری کے حکم میں ہو کر پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب _____ باسم ملهم الصواب

دستی نلکے سے پانی کھینچنے سے یہ پانی ماء جاری کے حکم میں نہیں ہوگا، اس لئے کہ نلکے کی جڑ میں جو پانی آ رہا ہے وہ زمین کے مسامات سے رس کر رہا ہے اور یہ شرعاً دخول کے حکم میں نہیں، چنانچہ اسی فرق کی بنا پر انجکشن کو مفسد صوم نہیں قرار دیا گیا، اسی طرح کنویں میں زمین کے مسامات سے پانی داخل ہوتا رہتا ہے اس کے باوجود کنویں سے چند ڈول نکالنے سے یا مشین کے ذریعہ کچھ پانی کھینچنے سے بالاتفاق کنواں پاک نہیں ہوتا، اسی طرح دستی نلکے کی تطہیر کے لئے تھوڑا سا پانی کھینچ لینا کافی نہیں۔

بعض حضرات نے دستی نلکے کو کنویں کے حکم میں قرار دیکر یہ فرمایا ہے کہ نلکے کے اندر کا پورا پانی نکال دینے سے نلکا پاک ہو جائے گا۔

مگر نلکے کو کنویں پر قیاس کرنے میں یہ اشکال ہے کہ کنویں کا پانی زمین کے مسامات سے نکل کر اپنے طبعی جریان

(۱) قال الحصكفي: ”(و) بجوز (بجاء وقعت فيه نجاسة، و) الحار (هو ما يعد جارياً) عرفاً..... (إن لم ير) أى يعلم (أثره) فلو فيه جيفة أو بال فيه رجال فتوضأ آخر من أسفله جاز ما لم ير فى الجرية أثره (وهو) إما (طعم أو لون أوریح)“. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب المياہ: ج ۱ ص ۸۷، انیس)

تک محدود رہتا ہے اور نلکے کے پانی کو کھینچ کر سطح زمین سے بھی اوپر لے آتے ہیں، اس لحاظ سے نکا برتن کے حکم میں معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں کنویں کے تلے اور دیواروں کی تطہیر معذور ہے اور نلکے کی تطہیر معذور تو کجا متعسر بھی نہیں، اس لئے دستی نلکے کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ جتنا پانی اس کے اندر ہے، وہ نکالنے کے بعد مزید اتنا پانی نکالا جائے، جس سے پورا پائپ تین بار دھل سکتا ہو، پائپ کے اندر پانی کی مقدار معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ مربع ۲۱، قطر پائی، عمق، اس طرح پانی کا حجم معلوم کر کے اس پیمائش کے مطابق پانی نکال دیا جائے، اگر پانی کی گہرائی معلوم نہ ہو سکے، تو ظن غالب پر عمل کیا جائے۔

سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ نلکے کے اوپر سے اتنا پانی ڈالا جائے کہ پائپ بھر کر اوپر سے پانی بہنے لگے، اس صورت میں یہ پانی جاری ہو جانے کی وجہ سے پاک ہو جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: إن دلوا تنجس فأفرغ فيه رجل ماءً حتى امتلأ وصال من جوانبه هل يطهر بمجرد ذلك أم لا؟ والذى يظهر لي الطهارة، أخذاً مما ذكرناه هنا ومما مر من أنه لا يشترط أن يكون الجريان بمدد (وقال في المنهية): أقول: رأيت بعد كتابتي لهذا المحل في حاشية الأشباه والنظائر في آخر الفن الأول للعلامة الكفيري التي تلقاها عن شيخنا الشيخ إسماعيل الحائك مفتي دمشق، ما نصه: مسألة: إذا كان في الكوز ماء متنجس فصب عليه ماء طاهر حتى جرى الماء من الأنبوب بحيث يعد جريانا ولم يتغير الماء فإنه يحكم بطهارته الخ منه. (رد المحتار: ج ۱/ ۱۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸/ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ (حسن الفتاویٰ: ۵۰۲-۵۱)

ناپاک ہنڈ پمپ کو پاک کرنے کا طریقہ:

سوال: اگر ہنڈ پمپ ناپاک ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب

ہنڈ پمپ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو چلایا جائے اور اتنا پانی بہا دیا جائے، جس سے پمپ تین بار دھو سکے، ہنڈ پمپ کے پانی کی مقدار ظن غالب سے معلوم کیا جاسکتا ہے، البتہ بعض کتب میں جو طریقہ پانی کو جاری بنانے کا مذکور ہے کہ اوپر سے اتنا پانی ڈالا جائے کہ پائپ بھر کر اوپر سے پانی بہنے لگے، اس سے پانی جاری ہو جانے کی

وجہ سے پاک ہو جائے گا، یہ محل نظر ہے اور اسے جریان کہنا مشکل ہے اس لیے کہ جریان ایک طرف سے ڈال کر دوسری جانب نکلنے کو کہتے ہیں۔
رد المحتار میں ہے:

”وبقی شىء آخر سئلت عنه، وهو أن دلواً تنجس فأفرغ فيه رجل ماءً حتى امتلأ وسال من جوانبه، هل يطهر بمجرد ذلك أم لا؟ والذى يظهر لى الطهارة، أخذاً مما ذكرناه هنا ومما مر أنه لا يشترط أن يكون الجريان بمدد. (رد المحتار: ۱/ ۱۹۶) واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول: ۵۹۹-۶۰۰)

×××

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ	ایم ایچ سعید کپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سز، تاجران کتب، واکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پر بدھ نگر (منظر نگر) یو پی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۸)	الحیلة الناجزة	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ / مولانا عبدالکریم گنگوہیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یو پی
(۱۱)	جواہر الفقہ	مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یو پی
(۱۲)	امداد المفتیین	مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۳)	مجموعہ فتاویٰ عبدالحی	مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنویؒ	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یو پی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ	شعبہ نشر و اشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یو پی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	مولانا ابوالحسن محمد سجاد وغیرہ رحمہم اللہ	شعبہ نشر و اشاعت امارت شرعیہ پھلواڑی شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ	حفیظ الرحمن، واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوریؒ	جامعہ باقیات صالحات، دیلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	مولانا مفتی محمد یسین مبارک پوریؒ	جامعہ احیاء العلوم، مبارک پور، یو پی، انڈیا

- (۲۰) منتخبات نظام الفتاویٰ مولانا مفتی نظام الدین اعظمیؒ
 (۲۱) نظام الفتاویٰ مولانا مفتی نظام الدین اعظمیؒ
 (۲۲) خیر الفتاویٰ مولانا خیر محمد جالندھریؒ
 (۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
 (۲۴) فتاویٰ حقانیہ مولانا عبدالحق صاحب پاکستانی
 (۲۵) احسن الفتاویٰ مولانا مفتی رشید احمد صاحب پاکستانی
 (۲۶) فتاویٰ عثمانی مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب پاکستانی
 (۲۷) فتاویٰ قاضی مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ
 (۲۸) فتاویٰ رحیمیہ مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاچپوریؒ
 (۲۹) کتاب الفتاویٰ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب
 (۳۰) محمود الفتاویٰ مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب
 (۳۱) حبیب الفتاویٰ مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب
 (۳۲) فتاویٰ فرنگی محل مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلیؒ
 (۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب
 (۳۴) فتاویٰ بینات مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان
 (۳۵) فتاویٰ فریدیہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی
 (۳۶) فتاویٰ مفتی محمود مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی
 (۳۷) آپ کے مسائل اور ان کا حل مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ
 (۳۸) مرغوب الفتاویٰ مولانا مفتی مرغوب الرحمن صاحب لاچپوریؒ
 (۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ
 (۴۰) فتاویٰ شا کر خان مولانا مفتی شا کر خان صاحب پونہ، انڈیا
- ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
 ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
 مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۴
 مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
 دکن ٹریڈرس بک سیلرا اینڈ پبلیشرز، نزد وائٹنیک
 مغل پورہ، حیدرآباد
 زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
 کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
 ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
 مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندر، سورت گجرات
 کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
 مکتبہ نور، محمودنگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
 سہج پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، دریا گنج، نئی دہلی
 مطبع نغاسی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
 مجلس صحافت و نشریات، ندوۃ العلماء مارگ،
 پوسٹ باکس نمبر ۹۳، لکھنؤ، انڈیا
 مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ
 بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
 مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم
 دارالعلوم صدیقیہ زرubi ضلع صوابی، پاکستان
 جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
 مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
 جامعۃ القرأت کفلیہ، مولانا عبدالحق نگر، سورت، گجرات
 ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
 مدرسہ بیت العلوم کوئٹہ، خردسروے نمبر ۱۴۲،
 شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا

مصادر و مراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	تاریخ وفات
		قرآن و تفسیر	
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	--
(۲)	احکام القرآن للجصاص	احمد بن علی، ابوبکر الرازی	۳۷۰ھ
		حدیث و شروح حدیث	
(۳)	موطأ امام مالک	امام دارالبحرہ، مالک بن انس بن مالک بن عمر	۱۷۹ھ
(۴)	مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۵)	مصنف ابن ابوشیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابوشیبہ، ابراہیم بن عثمان بن خورسّی	۲۳۵ھ
(۶)	مسند امام احمد	ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذہلی	۲۴۱ھ
(۷)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۸)	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری	۲۶۱ھ
(۹)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ، محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۱۰)	سنن ابوداؤد	امام حافظ سلیمان بن الاشعث البجستانی الأزدی	۲۷۵ھ
(۱۱)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۱۲)	سنن النسائی	احمد بن علی بن شعیب النسائی	۳۰۳ھ
(۱۳)	المسند	حافظ ابویعلیٰ، احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۱۴)	المجتبی	ابن الجارود، ابو محمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۱۵)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۶)	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر، ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ

- (۱۷) المعجم الأوسط سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر، ابوالقاسم الطبرانی ۳۶۰ھ
- (۱۸) سنن الدارقطني ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطني ۳۸۵ھ
- (۱۹) المستدرک علی الصحیحین محمد بن عبد اللہ بن حمدویہ، الحاکم النیسابوری ۴۰۵ھ
- (۲۰) سنن البیہقی ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی ۴۵۸ھ
- (۲۱) سنن الدارمی عبد اللہ بن عبد الرحمن بن الفضل بن بہرام التمیمی السمرقندی الدارمی ۵۵۲ھ
- (۲۲) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی ۵۷۹ھ
- (۲۳) مشکوٰۃ المصابیح ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب البتیزی ۷۲۰ھ
- (۲۴) الترغیب والترہیب ابو محمد زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری الشامی الشافعی ۷۴۲ھ
- (۲۵) فتح الباری شرح صحیح البخاری احمد بن علی بن محمد، ابن حجر الکنانی العسقلانی ۸۵۲ھ
- (۲۶) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی ۸۵۵ھ
- (۲۷) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح علی بن سلطان محمد القاری، ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ
- (۲۸) جمع الفوائد من جامع الأصول وجمع الزوائد العلامة محمد بن محمد سلیمان المغربی ۱۰۹۴ھ
- (۲۹) بذل المجہود فی حل آبی داؤد المحمد بن خلیل احمد السہارنفوری ۱۲۹۷ھ
- (۳۰) آثار السنن محمد بن علی النیموی، البہاری الحنفی ۱۳۲۲ھ
- (۳۱) إحياء السنن مولانا سید احمد حسن سنہلی خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ==
- (۳۲) إعلاء السنن ظفر احمد بن محمد لطیف العثماني التھانوی ۱۳۹۴ھ
- (۳۳) معارف السنن شرح جامع الترمذی محمد یوسف بن سید زکریا الحسینی البیوری ۱۳۹۷ھ
- (۳۴) أوجز المسالك إلی موطأ امام مالک الشیخ محمد زکریا بن محمد یحییٰ الکاندھلوی ۱۴۰۲ھ
- (۳۵) مفتاح البیت ابو خزیمہ محمد حسین ظاہری ==

کتب فقہ احناف

- (۳۶) مختصر الطحاوی ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی ۳۲۱ھ
- (۳۷) مختصر القدوری محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری ۴۲۸ھ
- (۳۸) المبسوط شمس الائمہ ابوبکر، محمد بن احمد بن ابوسہیل السرخسی ۴۸۳ھ
- (۳۹) تحفۃ الفقہاء علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی ۵۳۹ھ

- (۴۰) خلاصۃ الفتاویٰ طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری ۵۴۲ھ
- (۴۱) ذخیرۃ الفتاویٰ ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری ۵۷۰ھ
- (۴۲) الحیط البرہانی فی الفقہ العثماني ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری ۵۷۰ھ
- (۴۳) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی ۵۸۷ھ
- (۴۴) فتاویٰ قاضی خان محمود اوز جندی قاضی خان حسن بن منصور ۵۹۲ھ
- (۴۵) بدایۃ المبتدی برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی ۵۹۳ھ
- (۴۶) الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی ۵۹۳ھ
- (۴۷) الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ) صدر الشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم الحنبلی ۶۷۳ھ
- (۴۸) شرح فتح القدیر علی الہدایۃ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالمجید، ابن ہمام ۶۸۱ھ
- (۴۹) منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری ۷۰۵ھ
- (۵۰) کنز الدقائق حافظ الدین، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی ۷۰۱، ۷۱۰ھ
- (۵۱) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق فخر الدین عثمان بن علی بن محسن الزیلیعی ۷۴۳ھ
- (۵۲) شرح الوقایۃ / التقایۃ مختصر الوقایۃ صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد الحنبلی ۷۴۷ھ
- (۵۳) الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ) جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی ۷۶۷ھ
- (۵۴) الینایۃ فی معرفۃ الأصول والتفاریج محمد بن عبداللہ الشبلی ۷۶۹ھ
- (۵۵) الفتاویٰ السراجیۃ سراج الدین عمر بن اسحاق الغزنوی ۷۷۳ھ
- (۵۶) شرح العنایۃ علی الہدایۃ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود الباری ۷۸۶ھ
- (۵۷) الفتاویٰ التاریخیۃ علامہ عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی ۷۸۶ھ
- (۵۸) السراج الوہاج فی شرح مختصر القدوری ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی ۸۰۰ھ
- (۵۹) الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی ۸۰۰ھ
- (۶۰) الفتاویٰ الہزازیۃ (الجامع الوجیز) حافظ الدین محمد بن شہاب الکردی الہزازی المعروف بہ ابن ہزاز ۸۲۷ھ
- (۶۱) خزائن الروایات قاضی جگن النجر اتی الحنفی، حسن بن نصوح ۸۴۲ھ
- (۶۲) حلۃ الحنفی شرح منیۃ المصلی ابن امیر الحاج، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الحنفی الحنفی ۸۷۹ھ

- (۶۳) ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ یوسف بن جنید التوقانی الرومی المعروف بہ انخی حلی
- (۶۴) شرح النقایۃ ابوالکرام عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجنیدی
- (۶۵) حاشیہ علی العنایۃ شرح الہدیۃ سعد اللہ بن عیسیٰ بن امیر خان الرومی لکھی الشہیر بسعدی حلی و بسعدی آفندی
- (۶۶) مفتی الآ بحر ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلی حنفی المعروف بالکلیب
- (۶۷) غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلی حنفی المعروف بالکلیب
- (۶۸) الصغیری شرح منیۃ المصلی ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلی حنفی المعروف بالکلیب
- (۶۹) البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری لکھی
- (۷۰) تنویر الابصار و جامع البحار شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد الخطیب الترمذی
- (۷۱) النھر الفائق شرح کنز الدقائق علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری لکھی
- (۷۲) شرح فقہ اکبر علی بن سلطان محمد الہودی القاری، نور الدین
- (۷۳) نور الایضاح و نجات الارواح ابوالاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی
- (۷۴) مرآۃ الفلاح شرح نور الایضاح ابوالاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی
- و امداد الفتاح شرح نور الایضاح
- (۷۵) غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ درر الحکام ابوالاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی
- (۷۶) حاشیۃ الدرر و الغرر العلّامۃ نوح آفندی
- (۷۷) مجمع الأنہر فی شرح مفتی الآ بحر عبد الرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان المعروف بشیخ زادہ
- (۷۸) الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ خیر الدین بن احمد بن علی بن زین الدین، ابوبی علی فاروقی رملی
- (۷۹) حاشیۃ علی ہامش جامع الفصولین خیر الدین بن احمد بن علی بن زین الدین، ابوبی علی فاروقی رملی
- (۸۰) الدر المختار شرح تنویر الابصار علامہ محمد بن علی بن محمد بن عبد الرحمن علاء الدین الحسکفی
- (۸۱) الفتاویٰ الہندیۃ (عالمگیریہ) شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (و جماعۃ من اعلام فقہاء الہند)
- (۸۲) حاشیۃ الطحاوی علی مرآۃ الفلاح علامہ السید احمد بن محمد الطحاوی
- (۸۳) حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار علامہ السید احمد بن محمد الطحاوی
- (۸۴) مالا بدمنہ (فارسی) قاضی ثناء اللہ الہندی پانی پتی
- (۸۵) رد المختار حاشیۃ الدر المختار (شامی) علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی

- (۸۶) منہ الخالق حاشیۃ البحر الرائق علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی ۱۲۵۲ھ
- (۸۷) مجموعۃ الرسائل علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی ۱۲۵۲ھ
- (۸۸) غایۃ الاوطار مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری ۱۲۷۱ھ
- ترجمہ اردو الدر المختار مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی ==
- (۸۹) التحریر المختار حاشیۃ رد المختار عبدالقادر الرفعی الفاروقی ۱۲۸۳ھ
- (۹۰) السعایۃ فی کشف مانی شرح الوقایۃ ابوالحسنات محمد عبدالحی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین کھنوی ۱۳۰۴ھ
- (۹۱) عمدۃ الرعاۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ ابوالحسنات محمد عبدالحی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین کھنوی ۱۳۰۴ھ
- (۹۲) نفع المفتی والسائل مجمع مفترقات المسائل ابوالحسنات محمد عبدالحی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین کھنوی ۱۳۰۴ھ
- (۹۳) مجموعۃ الفتاویٰ (فارسی) ابوالحسنات محمد عبدالحی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین کھنوی ۱۳۰۴ھ
- (۹۴) رسائل الارکان عبدالحی محمد بن نظام الدین محمد انصاری کھنوی ۱۲۳۵ھ
- (۹۵) بہشتی زیور (اردو) مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی ۱۳۶۲ھ
- (۹۶) بہشتی شمر (اردو) مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی ۱۳۶۲ھ
- (۹۷) بہشتی گوہر (اردو) مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی ۱۳۶۲ھ
- (۹۸) ایضاح لا یصاح شرح نور الایضاح حضرت مولانا محمد اعجاز علی امر و ہوی ۱۳۷۴ھ
- (۹۹) نیل المأرب فی المسح علی الجوارب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ۱۳۹۶ھ
- (۱۰۰) عمدۃ الفقہ مولانا سید زوار حسین شاہ ۱۴۰۰ھ
- (۱۰۱) معلم الحجاب مولانا قاری سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴۳۲ھ
- (۱۰۲) کشف الحاجۃ ترجمہ مالا بدمنہ مولانا محمد نور الدین اسلام آبادی ==
- (۱۰۳) طہارت کے احکام و مسائل مولانا انیس الرحمن قاسمی مدظلہ
- (۱۰۴) جدید فقہی مسائل مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ

دیگر مسالک کی کتب فقہ

- (۱۰۵) بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد مالکی ۵۹۵ھ
- (۱۰۶) المغنی ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی حنبلی ۶۲۰ھ
- (۱۰۷) أعلام الموقعین عن رب العالمین ابن القیم الجوزیہ، محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد زری حنبلی ۷۵۱ھ

- (۱۰۸) إعلام الساجد بآحكام المساجد امام زرکشی محمد بن عبداللہ شافعی ۷۹۴ھ
- (۱۰۹) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبداللہ بن تیمیہ حنبلی ۸۲۸ھ
- (۱۱۰) التلخیص الحخیر احمد بن علی بن محمد، ابن حجر الکنانی العسقلانی الشافعی ۸۵۲ھ
- (۱۱۱) الإلصاف فی معرفۃ الرائج من علاء الدین ابوالحسن علی بن سلطان المرادوی الحنبلی ۸۸۵ھ
- الخلاف عند الإمام احمد بن حنبل

فقہ مقارن

- (۱۱۲) الموسوعة الفقهية وزارت اوقاف کویت ==
- (۱۱۳) الفقه الإسلامي وأدلته ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ الہیلی مدظلہ

اصول فقہ

- (۱۱۴) الأشباه والنظائر زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری ۷۹۰ھ
- (۱۱۵) غرر مبین البصائر فی شرح الأشباه والنظائر احمد بن محمد الہی، ابوالعباس، شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی ۱۰۹۸ھ

لغت

- (۱۱۶) القاموس المحیط مجد الدین ابوطاہر محمد بن محمد بن عمر الشیرازی الفیروز آبادی ۸۱۷ھ
- (۱۱۷) اردو لغت مرتبہ اردو لغت بورڈ حکومت پاکستان ==

متفرقات

- (۱۱۸) کتاب الأسباب والعلا مات ابو حامد محمد بن علی بن عمر السمرقندی الملقب بہ نجیب الدین ۶۰۶ھ
- (۱۱۹) شرح کتاب الأسباب والعلا مات برہان الدین نفیس بن عوض المعطیب الکرمانی ۸۴۱ھ
- (۱۲۰) حجة الله البالغة شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، ابوعبدالعزیز، ابوعبداللہ ۱۱۷۶ھ
- (۱۲۱) القول الجلیل شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، ابوعبدالعزیز، ابوعبداللہ ۱۱۷۶ھ
- (۱۲۲) ترجمہ کبیر پروفیسر حکیم محمد کبیر الدین صاحب ==

نوٹ:

فتاویٰ علماء ہند جلد دوم کے متن وحاشیہ میں مذکورہ کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور وہیں ان کے مطبوعات ومکتبات کی تفصیل درج ہے۔ انیس الرحمن قاسمی